


قیمت -/۵
کھلونا نگر
جامعہ نگر۔ نئی دہلی

"ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ" — سر سید احمد خان

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵-۱۱

جنوری ۱۹۹۲ جلد ۴۰ شمارہ ۱

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: =/40

سرکاری اداروں سے: =/55 روپے

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

ادیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ

بچوں سے باتیں

پیامیوں کو نیا سال اور یوم جمہوریہ مبارک

سرورق پر کہانی لکھنے کی دعوت ہم نے کیا دی کہ دفتر میں کہانیوں کا سیلاب امڈ آیا۔ کہانیاں اتنی تعداد میں آگئیں کہ ان کا پڑھنا اور ان پر انعام کا فیصلہ کرنا واقعی ہمارے لیے مسئلہ بن گیا۔ پھر یہ بھی ضروری ہو گیا کہ اول، دوم، سوم اور خصوصی انعام پانے والی کہانیوں کو فوراً شائع بھی کیا جائے۔ اس سے ان پیامیوں کو شکایت ہو سکتی ہے جنھوں نے سرورق پر تو کہانی نہیں لکھی لیکن ان کی کہانی اچھی ہے اور شائع ہونے کے لائق ہے۔ اس لیے اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہر ماہ شائع ہونے والی اچھی کہانی پر اول، دوم، سوم انعام دیا جائے خواہ وہ سرورق پر لکھی ہوئی ہو یا خیالی ہو۔ اسی طرح اچھے شعر لکھنے والے پیامیوں کو اوّل، دوم، سوم انعامات دیے جائیں۔ بتائیے یہ فیصلہ آپ کو پسند آیا نا؟ تو پھر لکھیے کہ اس شمارے میں آپ کو کون سی کہانی پسند آئی اور کون سا شعر۔

پرنٹر و پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

بیوی اپنے شوہر سے: کہاں جا رہے ہو؟ شوہر: خودکشی کرنے جا رہا ہوں۔ بیوی: لیکن ... یہ زیورات کا ڈبہ کہاں لیے جا رہے ہو، شوہر نے سینہ تان کر کہا نہیں کوئی بیوقوف ہوں جو سکندر کی طرح اس دنیا سے خالی ہاتھ جاؤں۔

مقابلہ

(منظر: اسٹیج پر دائیں اور بائیں طرف ایک ایک میز اور دو دو کرسیاں رکھی ہیں۔ بیچ میں ایک میز اور ایک کرسی ہے۔ اسٹیج خالی ہے۔)

پہلی آواز:- یہ اسٹیج کیوں خالی ہے۔

دوسری آواز:- ہاں یہاں تو بالکل سنّاٹا ہے۔

پہلی آواز:- حیرت ہے بمبئی شہر اور اتنی خاموشی۔ لاؤڈ اسپیکر بھی خاموش ہیں۔

دوسری آواز:- بمبئی میں تو لاؤڈ اسپیکر دن کے بارہ گھنٹے اور رات کے آٹھ گھنٹے بجتے رہتے ہیں۔

پہلی آواز:- ہاں جب بچّوں کے امتحان کا وقت آتا ہے تو یہ لاؤڈ اسپیکر پورے چوبیس گھنٹے بجتے ہیں۔

دوسری آواز:- کہیں سے کوئی جلوس بھی نہیں جا رہا ہے۔

پہلی آواز:- کیا ہو گیا ہے لوگوں کو ایک ہی دن میں چار چار جلوس کا طریقہ ہے۔

دوسری آواز:- ایک جلوس میں ٹیلیفون کا جنازہ۔

پہلی آواز:- دوسرے جلوس میں کسی لیڈر کی ارتھی۔

دوسری آواز:- ایک جلوس زندہ باد کا۔ پٹاخوں کی آواز کے ساتھ۔

پہلی آواز:- ایک جلوس مردہ باد کا۔ پولیس کی سیٹیوں کے شور کے ساتھ۔

دوسری آواز:- لیکن آج؟

پہلی آواز:- ارے یہ اسکول ہے اور اس اسکول کے بچّے بہت سمجھدار ہیں۔

۱۳- الہلال باندرہ ریکلیمیشن۔ بمبئی ۵۰

دوسری آواز :- ہاں۔ ہاں۔ ان میں ڈسپلن بہت ہے۔
پہلی آواز :- ٹھہرو۔ کسی کے قدموں کی آواز آ رہی ہے۔
(تیز موسیقی)۔ اسٹیج پر ٹیچر کا داخلہ۔ دور سے تالیوں کی آواز۔
ٹیچر :- سب کی خدمت میں ہمارا آداب۔ پہلے میں آپ میں سے ان لوگوں کو مبارکباد دے دوں جن کا برتھ ڈے آج ہے۔ آپ میں سے کسی نہ کسی کی سالگرہ تو آج ہونی ہی چاہیئے۔ ہمارے ملک میں ہر منٹ میں دو چار سو بچے تو پیدا ہوتے ہی ہیں اور اتفاق دیکھیے کہ آج میری بھی سالگرہ کا دن ہے۔
تیز موسیقی۔ ٹیچر کے سر کے اوپر جو چادر تنی ہوئی تھی وہ کھل جاتی ہے اور پھولوں کی پتیاں ٹیچر پر گرتی ہیں۔ تالیوں کی آواز۔
ٹیچر :- شکریہ شکریہ۔ ایسی شان دار سال گرہ تو میری اس سے پہلے کبھی ہوئی ہی نہیں۔
پردے کے پیچھے سے آوازیں آتی ہیں۔ سالگرہ کا کیک سالگرہ کا کیک۔
ٹیچر :- ہاں کیک۔ میری سالگرہ کا کیک ہمیشہ ایک سال بعد کاٹا جاتا ہے (تیز موسیقی) اب میں یہ بتا دوں کہ میں یہاں اپنی سالگرہ منانے نہیں آئی۔ میں تو آپ کے سامنے ایک پروگرام پیش کر رہی ہوں۔ پروگرام کا عنوان ہے "مقابلہ" (توپوں کی آواز) یہ مقابلہ ہمارے مدرسے کی دو ٹیموں میں ہے۔ ایک ٹیم ہے طالبات کی۔ (موسیقی فوجی پریڈ کی موسیقی) دیکھیے ٹیم آ رہی ہے۔ اسٹیج پر دو لڑکیوں کا داخلہ۔
جھک کر آداب کرتی ہیں۔
ٹیچر :- یہ ٹیم ہے چاند سلطانہ ٹیم۔ (جنگی موسیقی)۔ دوسری ٹیم ہے طلبہ کی۔ نام ہے ٹیپو سلطان ٹیم۔ (توپوں کی آواز) دیکھیے یہ ٹیم آ گئی۔ دو لڑکوں کا داخلہ۔ جھک کر آداب کرتے ہیں۔
ٹیچر :- یہ ذہنی مقابلہ ہے۔ اس مقابلے کے دو حصّے ہیں۔ پہلے حصّے میں لطیفے سنائیں جائیں گے۔ (قہقہوں کی آواز بس) اور دوسرے حصے میں سوال و

جواب ہوں گے۔ لوگ کہتے ہیں آج کل ہر میدان میں لڑکیاں لڑکوں سے آگے ہیں۔ اس کی وجہ آپ کو معلوم ہے۔ نہیں معلوم ہے نا۔ میں بتاتی ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ لڑکوں کو لڑکیوں کے پیچھے چلنے کی عادت ہے۔ جی ہاں پیچھے پیچھے (شہنائی کی آواز) اچھا جانے دیجیے۔ کوئی اور وجہ ہوگی۔ آج دیکھنا ہے کہ ان دونوں میں کون بازی لے جاتا ہے۔ تو شروع کریں مقابلہ چار آوازیں۔ جی ہاں جی ہاں۔

ٹیچر :۔ مقابلہ شروع ہوتا ہے۔ ٹیپو سلطان ٹیم کی طرف سے ایک لطیفہ۔

سلمان :۔ میں لطیفہ سنانے کی بجائے لطیفہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

ٹیچر :۔ اجازت ہے۔

سلمان تالی بجاتا ہے۔ اسٹیج پر کچھ لڑکے دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ ان (۱۱) کے پاس ایک پنجرہ بھی ہے۔۔ جس میں ایک توتا ہے۔ لڑکے شور کر رہے ہیں۔ اسٹیج پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ حلقہ بنا لیا ہے۔ کچھ لڑکے کھڑے ہیں کچھ لڑکے بیٹھے ہیں۔ اور ہر لڑکا کچھ نہ کچھ کر رہا ہے۔ اُدھر سے ایک بڑے میاں گزرتے ہیں۔ سر پر شملہ۔ سفید داڑھی۔ ہاتھ میں ایک عصا ہے

بڑے میاں :۔ (بچوں کے قریب آ کر) ارے یہ شور کیوں ہو رہا ہے۔ کیا تم لڑکوں میں کوئی جھگڑا ہو گیا ہے۔

ایک لڑکا :۔ نہیں دادا جان۔ ہم لوگ تو آپس میں کھیل رہے ہیں۔

بڑے میاں :۔ (داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) یہ کھیل ہو رہا ہے۔ سڑک پر اتنا شور۔ کوئی بھی سمجھے گا جنگ ہو رہی ہے۔

دوسرا لڑکا :۔ نہیں چچا جان۔ ہمارا آپس میں مقابلہ ہو رہا ہے۔

بڑے میاں :۔ ایک دادا جان کہتا ہے دوسرا چچا جان۔ کس بات کا مقابلہ ہو رہا ہے۔

تیسرا لڑکا :۔ مولوی صاحب۔ ہم نے طے کیا ہے کہ ہم میں جو سب سے اچھا جھوٹ بولے گا اسے ہم یہ توتا دے دیں گے۔ (موسیقی)

بڑے میاں :۔ ہائیں، جھوٹ بولنے کا مقابلہ۔ کیتنے افسوس کی بات ہے۔ کیا زمانہ آگیا ہے۔ بچو! جب ہم تمہاری عمر کے تھے تو جھوٹ کے بارے میں سوچ

بھی نہیں سکتے تھے۔

(یہ سنتے ہی لڑکے تالیاں بجاتے ہیں اور سب مل کر ایک ساتھ کہتے ہیں۔)

لڑکے :- مولوی صاحب جیت گئے۔ مولوی صاحب جیت گئے۔ لیجیے یہ توتا آپ کا ہے

ایک آواز :- ہاں توتا آپ کا ہے لیکن پنجرہ واپس کر دیجیے گا۔

(مولوی صاحب یہ سن کر تیز تیز اسٹیج سے چلے جاتے ہیں۔ تالیاں۔)

ٹیچر :- تو یہ لطیفہ آپ نے دیکھا۔ اب چاند سلطانہ بیگم کا لطیفہ سنیے یا دیکھیے۔

(صبیحہ سے) صبیحہ تم لطیفہ سناؤ گی یا تم بھی اسی طرح دکھانا چاہتی ہو۔

صبیحہ :- میں بھی لطیفہ پیش کرنا چاہتی ہوں۔

ٹیچر :- اجازت ہے۔

(اسٹیج پر دس بارہ لڑکوں اور لڑکیوں کا داخلہ۔ پھر ایک لڑکا ہارمونیم لے کر داخل ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے ایک خاتون آتی ہیں۔ اور مسند پر بیٹھ جاتی ہیں۔ سب تالیاں بجاتے ہیں۔ خاتون ہارمونیم بجاتے ہوئے گانا شروع کرتی ہے۔ آواز بہت کرخت ہے)

صبح کا وقت ہے لوگو جاگو لوگو جاگو
دیر ہو جائے گی اٹھو جاگو اٹھو جاگو اٹھو جاگو
ڈیڑھ نیزے پہ ہے سورج آیا سورج آیا سورج آیا
صبح کا وقت ہے لوگو جاگو

ایک لڑکا :- اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے کہتا ہے۔ کتنی خراب آواز ہے کان پھٹے جا رہے ہیں۔ معلوم نہیں کس نے ان سے گانے کے لیے کہا ہے۔ کیا آپ انھیں جانتے ہیں۔

آدمی :- جی ہاں، اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ میری بیوی ہے۔

لڑکا :- معافی چاہتا ہوں۔ اصل میں ان کی آواز تو اچھی خاصی ہے۔ یہ جو گیت گا رہی ہیں، وہی بھدا ہے۔ معلوم نہیں کس احمق نے لکھا ہے۔

آدمی :- جی یہ گیت میں نے لکھا ہے۔ (تالیاں)

: تیز موسیقی :

ٹیچر :- دو لطیفے آپ نے دیکھے۔ لیکن میں چاہوں گی کہ لطیفہ سنایا جائے۔ لطیفہ سننے میں بھی اتنا ہی مزہ آتا ہے جتنا اسے دیکھنے میں آتا ہے ٹیپو سلطان ٹیم کے میر سبحان علی ایک لطیفہ سنائیں گے۔ (گھن گرج آواز)

سبحان علی :- ایک آفس میں ڈاکیا پہنچتا ہے اور سب کے نام کے خط انھیں دیتا ہے لیکن سلیم الدین کے نام کا پوسٹ کارڈ قربان حسین کے ہاتھ پڑ جاتا ہے۔ پوسٹ کارڈ پر صرف پتا لکھا ہے۔ خط سادہ ہے، قربان حسین سلیم الدین سے پوچھتا ہے۔ بھائی سلیم تمھارا یہ پوسٹ کارڈ سادہ کیوں ہے۔ سلیم الدین جواب دیتا ہے ہاں یہ میری بیوی کا خط ہے۔ قربان حسین کہتا ہے لیکن یہ سادہ کیوں ہے۔ سلیم الدین کہتا ہے جی آج کل ہماری بات چیت بند ہے۔ (تیز موسیقی)

ٹیچر :- اب میں چاند سلطانہ ٹیم کی ناہید سے لطیفہ سنانے کی فرمایش کرتی ہوں (موسیقی)

ناہید :- ایک ڈاکٹر صاحب بہت بیمار ہو گئے۔ کئی ڈاکٹروں کا علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ان کے ایک دوست نے ان سے پوچھا۔ ڈاکٹر تم خود اتنے بڑے ڈاکٹر ہو اپنا علاج خود کیوں نہیں کرتے۔ ڈاکٹر نے جواب دیا تمھارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ میں اپنا علاج خود کیسے کر سکتا ہوں۔ میری فیس بہت زیادہ ہے۔ (تیز موسیقی)

ٹیچر :- ہمارے مقابلے کا پہلا دور ختم ہوا۔ آپ کو یہ حصّہ پسند آیا تو خوشی کی بات ہے پسند نہیں آیا تو اس سے زیادہ خوشی کی بات ہے۔ جی ہاں یہ زیادہ خوشی کی بات اس لیے ہے کہ بچے آیندہ زیادہ محنت کریں گے۔ (تالیاں) اب ہمارے مقابلے کا دوسرا حصّہ شروع ہوتا ہے۔ یہ ذہنی مقابلہ ہے۔ یاد رکھیے ذہن کی چالاکی کا نہیں۔ اس میں سوال و جواب ہوں گے۔ جواب کے لیے بس چند سیکنڈ دیے جائیں گے۔ وقت ختم ہونے پر اگر ایک ٹیم جواب نہ دے تو دوسری ٹیم کو فوراً جواب دینا ہوگا۔ اسے ہم فی البدیہہ ذہنی مقابلے کہتے ہیں۔ دونوں ٹیمیں تیار ہو جائیں۔ دماغ حاضر رکھیں۔ (موسیقی)

ٹیچر :- پہلا سوال لڑکوں کی ٹیم سے ۔ ہمارا سنتری کون ہے۔
دونوں لڑکے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں ۔ کھسر پھسر کرتے ہیں ۔
سلمان پوچھتا ہے :- سنتری یا منتری ۔ ٹیچر گھنٹی بجا دیتی ہے ۔
دوسری ٹیم کی طرف سے جواب ملتا ہے ۔
صبیحہ :- ہمارا سنتری ہمالہ ہے ۔
ٹیچر :- بالکل درست ۔ اب دوسرا سوال لڑکیوں سے ۔
وہ کون سی چیز ہے جو نہ پھل ہے نہ پھول لیکن اس کا باغ ہوتا ہے ۔
صبیحہ :- چائے ۔
ٹیچر :- بالکل صحیح ۔ (تالیاں) اب لڑکوں سے دوسرا سوال ۔
ہندستان کا آخری مغل بادشاہ کون تھا ۔
سلمان :- بہادر شاہ ظفر ۔ ٹیچر ۔ صحیح پورا نام معلوم ہے ۔
سلمان :- جی ہاں ۔ سراج الدین ظفر ۔ ٹیچر ۔ درست ۔
ٹیچر :- لڑکیوں سے ۔ قوس قزح میں کتنے رنگ ہوتے ہیں ۔
ناہید :- ۷ رنگ ہوتے ہیں ۔ ٹیچر ۔ درست لیکن کون کون سے رنگ ۔
دونوں لڑکیاں ایک دوسرے کی طرف دیکھتی ہیں ۔ گھنٹی بجتی ہے ۔ لڑکے بھی ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں ۔ گھنٹی بجتی ہے ۔
ٹیچر :- اچھا ہے کہ یہاں کوئی اور گھنٹی بجانے والا نہیں ہے ۔ خود مجھے بھی معلوم نہیں ہے کہ یہ رنگ کون کون سے ہیں ۔ (تالیاں)
ٹیچر :- وہ کون سا ملک ہے جس کا نام لکھا جائے تو املا غلط ہو جاتا ہے ۔
(لڑکوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ)
سبحان علی :- قسطنطنیہ ۔ ٹیچر ۔ بالکل درست ۔ لکھ کر بتاؤ گے ۔
سبحان علی :- جی نہیں ۔ املا غلط ہو جائے گا ۔ (ہنسی کی آواز)
ٹیچر :- دنیا کی تین خاتون وزیر اعظم کے نام بتائیے ۔
صبیحہ :- اندرا گاندھی ۔
ناہید :- بے نظیر بھٹو ۔

بیچو :- سوچ کر مسز مارگریٹ ٹیچر۔

ٹیچر :- بہت خوب بہت خوب (تالیاں)

ٹیچر :- اب آخری دو سوال رہ گئے ہیں۔ یہ مشکل بھی ہیں اور آسان بھی۔
لڑکوں سے۔ وہ کون سا جانور ہے جو اونچا پورا ہے۔ خوب صورت بھی ہے۔
لیکن بالکل گونگا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی آواز ہی نہیں ہوتی۔
لڑکے ایک دوسرے کی طرف تعجب سے دیکھتے ہیں۔ گھنٹی بج جاتی ہے۔
ٹیچر لڑکیوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتی ہے۔ لڑکیاں بھی سر پکڑ لیتی ہیں۔ گھنٹی بج جاتی ہے۔

ٹیچر :- وہ جانور زراف ہے۔ اس کی آواز ہے ہی نہیں۔ یہ بھی گائے، بیل اور بھینسوں کی طرح صرف گھاس، پودے اور ترکاری کھاتا ہے۔ اب ایک سوال لڑکیوں سے۔ سوال شاید آسان ہے اور ہماری روزمرہ کی ضرورت سے تعلق رکھتا ہے۔ ہماری ہر صبح اسی سے شروع ہوتی ہے۔ صبیحہ یا ناہید بتائیں گی کہ ایک گائے روزانہ کتنا دودھ دیتی ہے۔
لڑکیاں ایک دوسرے کی طرف دیکھتی ہیں۔ گھنٹی کی آواز۔ لڑکے بھی جواب نہیں دے سکے۔

ٹیچر :- حیرت ہے دونوں ٹیمیں نہیں جانتی کہ ایک گائے روزانہ کتنا دودھ دیتی ہے۔ ایک گائے عام طور پر روزانہ ۱۲ لیٹر دودھ دیتی ہے۔ اور اب تو گائیں بھینسیں بھی موسیقی سننے لگی ہیں۔ گانا سن کر وہ سر تو نہیں دھنتیں لیکن دودھ زیادہ دیتی ہیں۔ گانا البتہ اچھا ہونا چاہیے ویسا نہیں جیسا کہ صبح کا وقت ہے لوگو جاگو۔ آپ نے سنا تھا۔
اب ہمارا یہ ذہنی مقابلے کا پروگرام آخری منزل پر ہے یعنی میں آخری سوال پوچھوں گی اور اس توقع کے ساتھ کہ دونوں ٹیمیں اپنے اپنے حصے کے سوال کا جواب ضرور دیں گی اور صحیح دیں گی۔ (جنگی موسیقی)

ٹیچر :- کیا ہمارے لڑکے یہ بتا سکیں گے کہ جانوروں میں سب سے زیادہ تیز بھاگنے والا جانور کون سا ہے۔

سلمان :- چیتا ۔ ٹیچر ۔ شاباش (تیز موسیقی) لیکن یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ کس رفتار سے بھاگ سکتا ہے۔

سلمان علی :- جی وہ ۱۳۰ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے۔

ٹیچر :- بہت شاباش :- میرا مشورہ ہے کہ تم چیتے ہی پر بیٹھ کر اسکول آیا کرو۔ (موسیقی)

لڑکیو :- ہوشیار ہو جاؤ۔ ٹیپو سلطان ٹیم نے آخری سوال کا جواب بالکل صحیح دیا۔ تمہارے لیے سوال ہے۔ سوال آسان ہے لیکن جواب مشکل ہے۔

سوال :- وہ کون سی چیز ہے جس کی اس وقت ہمارے ملک کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

(دونوں لڑکیاں ایک دوسرے کی طرف دیکھتی ہیں سر ہلاتی ہیں اور پھر مسکراتی ہیں)

ناہید :- قومی یکجہتی ۔ ہمارے ملک کو اس وقت سب سے زیادہ قومی یکجہتی کی ضرورت ہے۔ (تیز موسیقی ۔ ترانہ)

ٹیچر :- تالیاں بجا کر۔ شاباش ۔ بالکل صحیح جواب دیا۔ ایک آخری بات ہم نے اس مقابلے میں نمبر نہیں دیے ۔ کون آگے ہے کون پیچھے اس کا فیصلہ قدرت پر چھوڑ دیا ہے۔ مطلب یہ کہ اب قرعہ اندازی ہوگی۔ ہمارے مدرسے کی سب سے کم عمر لڑکی دو چٹھیاں اٹھائیں گی اور اس چٹھی پر جس کا نام اور جو انعام لکھا ہوگا وہ اس ٹیم کو دیا جائے گا۔

(بینڈ کی آواز)

(اسٹیج پر ایک لڑکی ایک چنگیری لے کر آتی ہے جس میں پھولوں کی پتیاں اور کچھ کلیاں ہیں)

ٹیچر :- اس چنگیری میں پھولوں میں بسی دو چٹھیاں ہیں۔ اب ہمارے اسکول کی سب سے کم عمر لڑکی آرہی ہے۔ نام ہے فرزانہ۔ (بینڈ کی آواز) فرزانہ داخل ہوتی ہے۔

ٹیچر :- فرزانہ اس چنگیری میں دو چٹھیاں ہیں ڈھونڈ کر ایک چٹھی اٹھاؤ۔ (موسیقی)

فرزانہ چنگیری میں چٹھی ڈھونڈتی ہے۔ موسیقی جاری رہتی ہے۔ ایک چٹھی اس کے ہاتھ لگتی ہے۔ وہ اسے ٹیچر کے حوالے کرتی ہے۔

ٹیچر :- یہ چٹھی ہے ٹیپو سلطان ٹیم کے نام کی۔ (تیز موسیقی۔ تالیاں)
اور انعام ہے اکیسویں صدی میں جانے کے دو فرسٹ کلاس ٹکٹ
(بینڈ بجتا ہے)

فرزانہ اب دوسری چٹھی نکالو۔ اس چٹھی پر نام تو ہوگا۔ چاند سلطانہ ٹیم کا لیکن یہ تو معلوم ہو کہ ان کے لیے انعام کیا ہے۔ فرزانہ چٹھی ڈھونڈ کر نکالتی ہے۔

ٹیچر :- انعام، بتاؤں انعام کیا ہے۔ یہ تو اور بھی اچھا انعام ہے۔
یہ انعام لڑکیوں کے لیے ہے۔ بہترین سسرال۔
(شہنائی بجتی ہے۔ اسٹیج پر پردے کے دونوں طرف سے لڑکیوں پر پھول پھینکے جاتے ہیں۔ اور پردہ گرتا ہے)

نوٹ :- یہ ڈراما چھوٹی جماعت کے طلبہ اور طالبات کے لیے ہے۔ بڑی جماعت کے طالب علموں کے لیے سوالات تبدیل کیے جا سکتے ہیں اور ان میں اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ آخری سوال کا برقرار رہنا ضروری ہے۔
وقت کم ہو تو جو لطیفے دکھائے گئے ہیں وہ زبانی سنائے جا سکتے ہیں۔ مقابلے کے تین حصّے پیش کرنا ہو تو ایک حصّہ نظم خوانی یا بیت بازی کا شامل کیا جا سکتا ہے۔ ● ●

سری لنکا کی ایک لوک کہانی

شمیم حنفی

[illegible]یک شخص نے ڈاکٹر کو فون کرتے ہوئے کہا، "ڈاکٹر صاحب جلدی آئیے میرا بچہ داڑھی بنانے کا ریزر نگل گیا ہے۔"
ڈاکٹر نے کہا "اچھا میں ابھی آرہا ہوں، گھبرائیے نہیں، آپ نے اب تک کیا کیا ہے؟"
ں شخص نے جواب دیا۔ میں نے اب تک پڑوسی سے ریزر مانگ کر داڑھی بنالی ہے۔



بہت دن ہوئے

بہت دن ہوئے سیلون کے ایک گاؤں نیٹا گاما میں دو میاں بیوی رہتے تھے۔ دونوں
سیدھے اور بھولے تھے۔ بہت جلد دوسروں کے چکر میں آجاتے تھے۔ لیکن میاں گاؤں کا
ب سے بوڑھا آدمی تھ لیے لوگوں نے اسے اپنا گیمارالا یا سردار بنالیا۔ گھر میں ان
دونوں کے علاوہ ایک ای تھی۔ بہت شریر، بہت خوبصورت اور بہت شوخ۔ اس کا نام
لوں نے مینکا رکھا تھا۔ ماں باپ دونوں اُسے بہت چاہتے تھے اور دن رات اس کی شادی
پروگرام بنایا کرتے تھے۔

دھیرے دھیرے ان دونوں نے مینکا کے لیے بہت سی چیزیں جمع کرلیں۔ اچھے اچھے
تن، خوبصورت کپڑے، قیمتی زیور اور بہت سارے روپے۔ اب انھیں بس یہ انتظار تھا
کوئی اچھا لڑکا مل جائے تو خوب دھوم دھام سے اپنی بیٹی کی شادی کردیں۔ لیکن قسمت کے

تہ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

کھیل بھی عجیب ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ مینکا کے والدین کا یہ خواب پورا ہوتا، بستی میں طاعون کی وبا پھیلی اور مینکا بھی چل بسی۔ اس افسوس ناک واقعے نے ماں باپ کو بالکل اُجاڑ کر رکھ دیا۔ خاص طور سے مینکا کی ماں پر بیٹی کی موت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ بستر سے لگ گئی۔ سردار کے دل پر بھی سخت چوٹ لگی تھی لیکن اپنی بیوی کے دن رات رونے دھونے سے بہت پریشان تھا۔ بیوی کا دل بہلانے اور علاج کروانے کی اس نے ہر ممکن کوشش کی، لیکن اس کی حالت سدھرنے کے بجائے روز بروز بگڑتی چلی گئی۔

اسی دوران میں ایک دن سردار اپنے گاؤں سے کچھ دور قصبے کے بازار تک کچھ سامان خریدنے چلا گیا۔ شام ہونے والی تھی۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ اچانک بڑے زور سے بادل اُمڈے بجلی کڑکی اور ہوا کے وحشی جھونکوں نے ساری فضا ہی بدل دی۔ سردار کی بیوی گھر میں بالکل اکیلی تھی اور موسم کی خرابی، بیٹی کی یاد، اپنی بیماری اور شوہر کے گھر میں نہ ہونے سے بہت اداس اور پریشان تھی۔ اتنے میں گھر کے باہر دروازے سے کسی نے آواز دی۔ بیوی کو خیال ہوا کہ شاید سردار آ گیا ہو لیکن جب وہ اپنی لکڑی ٹیک ٹیک کر کراہتی ہوئی دروازے پر پہنچی تو ایک اجنبی نوجوان دکھائی دیا۔ نوجوان کی آنکھوں میں ذہانت، بلکہ شرارت کی چمک تھی۔ اس کے کپڑے بارش سے بھیگے ہوئے تھے اور وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"تم کون ہو؟" سردار کی بیوی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں مینکا کا شوہر ہوں!" نوجوان بڑے ادب سے بولا۔

"مینکا کے شوہر؟" یہ سن کر سردار کی بیوی چونک پڑی۔

نوجوان نے گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، "ہاں ماں! میں [illegible] شوہر ہوں۔ ابھی کچھ ہی دنوں پہلے ہم دونوں نے شادی کی ہے۔ میں سیدھا دوسری دنیا سے آ رہا ہوں۔ مینکا نے کہا ہے کہ آپ میرے ساتھ اس کے جہیز کے کپڑے اور زیور بھیج دیں۔"

ایک لمحے کے لیے مینکا کی ماں کچھ کھو سی گئی، لیکن نوجوان کی چکنی چپڑی باتوں نے اس پر جادو سا کر دیا اور وہ اپنے داماد کو دیکھنے کی خوشی میں اپنی ساری اُلجھن اور تکلیف بھول گئی۔ بڑے پیار سے اس نے نوجوان کو اندر بلاتے ہوئے کہا، "سردار جلد ہی بازار سے لوٹ آئے گا۔ تم بھیگ گئے ہو۔ کپڑے بدلو، جب تک میں تمھارے کھانے پینے کا انتظام کروں۔"

"نہیں ماں!" نوجوان جلدی سے بولا، "ہم دوسری دنیا والے یہاں کچھ کھا پی نہیں سکتے۔

پھر میں انتظار بھی نہیں کرسکتا، مینکا اکیلی پریشان ہوگی۔ اس نے کہا تھا کہ بہت جلد واپس آجاؤں!"

مینکا کی تنہائی کے خیال سے اس کی ماں کچھ اُداس ہوگئی۔ جلدی جلدی اس نے کپڑوں کی گٹھری باندھی اور زیوروں کے ڈبّے اور روپیوں کی تھیلی نوجوان کے حوالے کردی۔ نوجوان اسے سلام کرکے رخصت ہوگیا اور وہ اپنی بیٹی کی شادی کے خیال میں مگن ہوکر کوئی گیت گانے لگی۔

لیکن ابھی نوجوان کو رخصت ہوئے مشکل سے پانچ منٹ گزرے تھے کہ سردار آگیا اور خلافِ معمول اپنی بیوی کو خوش دیکھ کر اس خوشی کا سبب پوچھا۔ بیوی نے دوسری دنیا سے اپنے داماد کے آنے اور مینکا کا جہیز لے کر رخصت ہوجانے کی پوری کہانی سنا ڈالی۔ سردار کو بے حد غصّہ آیا اور اس نے سوچا کہ کسی شریر نوجوان نے اسے چکما دیا ہے۔ سردار کے غصّے سے ڈر کر اس کی بیوی نے کہا۔ "اب کیا کروں؟ جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ اگر فکر ہے تو گھوڑی لے کر اسے گاؤں میں تلاش کرو شاید مل جائے!"

یہ سنتے ہی سردار نے اصطبل سے گھوڑی نکالی اور سوار ہوکر آگے بڑھ گیا۔ ابھی وہ گاؤں کی سرحد تک پہنچا تھا کہ اسے بڑی تیزی سے بھاگتا ہوا ایک نوجوان دکھائی دیا۔ جس کے کاندھے پر ایک گٹھری تھی اور ہاتھ میں روپیوں کی تھیلی اور زیوروں کا ڈبّا تھا۔ گیمارلا نے گھوڑی بڑھاتے



ہوئے آواز لگائی:

"ارے بھئی سنو تو! مجھ سے بھی مل لو۔ میں مینکا کا باپ ہوں!"

نوجوان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں وہ اس کی چال سمجھ نہ گیا ہو۔ چنانچہ ڈر سے اس نے گٹھری اور ہاتھ کا سامان نیچے گرا دیا اور خود بڑی بوکھلاہٹ کے ساتھ ایک پیڑ پر چڑھ گیا۔ اب سردار کو یقین ہو گیا کہ یہ نوجوان دھوکے باز ہے۔ اس نے سوچا کسی نہ کسی طرح اس کی خبر لینی چاہیے۔ اس نے گھوڑی پیڑ کے نیچے چھوڑ دی اور خود بھی پیڑ پر چڑھنے لگا۔ لیکن ابھی وہ اوپر پہنچا ہی تھا کہ ایک چھلانگ میں نوجوان نیچے آ رہا اور گٹھری، ڈبا، تھیلی اُٹھا کر گھوڑی کی پیٹھ پر بیٹھ یہ جا وہ جا۔

سردار نے چیخنا شروع کیا لیکن اس کے نیچے اترتے اترتے نوجوان نظروں سے غائب ہو چکا تھا۔

مایوس ہو کر سردار نے گھر کی راہ لی۔ بیوی نے جب سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ بڑے دھیمے لہجے میں بس اتنا کہہ سکا، "مجھے وہ راستے ہی میں مل گیا تھا۔ اسے بہت جلدی واپس پہنچنا تھا۔ ہم نے وہ گھوڑی بھی تو مینکا ہی کے لیے خریدی تھی۔ میں نے اسے دے دی تاکہ ذرا آرام سے چلا جائے۔ بہت اچھا اور شریف لڑکا ہے!"

"ہاں! بہت اچھا، بہت شریف!" سردار کی بیوی بھی خوش ہو کر بولی اور سردار جھینپے جھینپے سے انداز میں ہنسنے لگا●

ایک ڈاکٹر نے مریض بچے کی ماں کو دوائی دیتے ہوئے ہدایت کی خوب ہلا کر پلائیے۔ دوسرے دن اس بچے کی ماں نے ڈاکٹر کے پاس آکر کہا، ڈاکٹر صاحب منا دوا تو پی رہا ہے مگر میں اور میرے شوہر منّا کو ہلانے میں بہت دشواری محسوس کر رہے ہیں۔

انور خاں

چالاک ہرمیس

قدیم یونان کی دلچسپ کہانیاں

زیوس کی ایک بیوی تھی مَیا۔ سائی لین پہاڑی کے ایک غار میں رہتی تھی۔ غار اتنا گہرا اور تاریک تھا کہ زیوس کی بیوی حیرا کو کبھی پتہ ہی نہ چلا کہ اس غار میں بھی زیوس کی کوئی بیوی رہتی ہوگی۔ اس لیے جب مَیا نے ہرمیس کو جنم دیا تو اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔

ہرمیس نے پیدا ہوتے ہی اپنی حرکتیں دکھلانی شروع کردیں۔ ادھر مَیا کی آنکھ لگی ادھر وہ دبے پاؤں غار سے نکلا اور رات کی تاریکی میں اپولو دیوتا کی چراگاہ میں گھس گیا جہاں اس کی گائیں بندھی تھیں۔ اس نے پچاس بہترین گائیں چن کر الگ کیں۔ ان کے کھروں کو موٹے کپڑوں میں لپیٹا۔ دموں میں جھاڑو باندھی اور الٹا چلاتے ہوئے چراگاہ سے باہر لے آیا۔ خود اپنے پیروں میں اس نے درختوں کی شاخیں باندھ لیں تاکہ ایسا معلوم ہو کہ کوئی دیو آیا تھا۔ کھر چونکہ کپڑوں میں لپیٹے تھے اس لیے نشان نہیں پڑے اور اگر کہیں مدھم مدھم نشان ابھرے بھی تو گایوں کی دموں سے بندھی جھاڑوؤں نے انھیں صاف کر دیا۔



[illegible] گایوں کو ایک جنگل میں [illegible] وہ اپنے پالنے میں آکر لیٹ گیا لیکن مَیا سے کوئی بات چھپی نہیں رہی۔

"یہ کتنی شرم کی بات ہے"

مَیا نے ہرمیس سے کہا۔ اس طرح رات کی تاریکی میں نکلنا اور اپنے ہی بھائی کی گایوں کو چرانا۔"

۴۸/۲۲ بی۔ قمر الدین اسٹریٹ بمبئی ۸

اپولو بھی زیوس کا بیٹا تھا لیکن دوسری بیوی سے اس طرح اس کا بھائی ہی ہوا۔

ہرمیس نے کہا " ماں کیا ہم لوگ ہمیشہ اس تاریک غار میں رہیں گے؟ تم دیکھنا ہم دونوں اولمپس کی چوٹیوں پر دوسرے دیوی دیوتاؤں کے ساتھ رہنا شروع کریں گے۔"

ہرمیس نے واپس آنے سے پہلے دو گائیں دیوتاؤں کے نام پر قربان کی تھیں اور ان کی انتڑیوں کو ملا کر سات تار بنائے تھے انھیں ایک فریم سے جوڑ کر اس نے رباب بنا لیا تھا جسے وہ ساتھ لیتا آیا تھا۔ اس نے ساز بجانا شروع کیا۔ اتنی میٹھی دھن تھی کہ میّا فوراً سو گئی۔

سویرے جب اپولو اپنی چراگاہ پر پہنچا تو اسے پہلے تو گمان بھی نہ ہوا کہ اس کی گائیں غائب ہیں لیکن اتنی بڑی تعداد میں [illegible] تھی تب اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے جاننے کی کوشش کی کہ کون آیا ہو گا لیکن نشانات ہوں تو نظر آئیں۔ اس زمانے میں کاہن ہوتے تھے جو فال دیکھ کر بتاتے تھے۔ وہ ایک کاہن کے پاس پہنچا۔ کاہن نے اسے بتایا کہ میّا کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے جو سائی لین کے ایک غار میں رہتی تھی۔ اپولو غصہ میں بھرا ہوا غار میں گھسا۔

ہرمیس نے ایسا ظاہر کیا گویا وہ سو رہا ہو۔ لیکن اپولو سمجھ گیا۔ اس نے کہا

"اب بنو مت۔ سیدھے سیدھے بتاؤ کہ گائیں تم نے کہاں چھپائی ہیں۔"

" یہ کیسے ممکن ہے"؟ ہرمیس نے کہا " ابھی پیدا ہوئے مجھے وقت ہی کتنا ہوا ہے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ گائے کیا ہوتی ہے۔ کیسی ہوتی ہے۔"

اپولو اس کے جواب سے اور بھڑک گیا۔

" تم نہ صرف چور ہو بلکہ جھوٹے بھی ہو"۔ اپولو نے کہا

ہرمیس جھٹ پالنے سے نکل کر بھاگا۔ اس کے پیچھے پیچھے اپولو۔ غار سے نکل کر دونوں اولمپس پہاڑ پر پہنچے۔

دیوتاؤں نے جب چھوٹے سے معصوم چہرہ ہرمیس کو آگے آگے اور اپولو کو غصہ میں اس کے تعاقب میں دوڑتے دیکھا تو بہت ہنسے۔

اپولو نے زیوس سے شکایت کی کہ ہرمیس نے اس کی گائیں چرالی ہیں۔ ہرمیس نے کہا " اس غنڈے سے کہو مجھے نہ ستائے۔ میں اتنا چھوٹا سا ابھی پیدا ہو کر ایک دن بھی پورا نہیں ہوا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ غار میں جہاں میری ماں رہتی ہے ایک بھی گائے نہیں۔"

زیوس کو اپنے دونوں ہی بچوں سے پیار تھا اور وہ چاہتا تھا کہ دونوں میں دوستی ہو۔ اس نے ہرمیس سے کہا

بقیہ صفحہ [illegible] پر

قرآنی کہانی

حضرت نوح علیہ السلام



بچو! حضرت شیث (ش ی ث) علیہ السلام کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد
پھولی پھلی اور خدائے واحد کی عبادت بھی کرتی رہی۔ اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام
قوم دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی تھی 'ایک ہابیل کی اور دوسرا گروہ قابیل کی حمایت کر
دونوں ہی ساتھ ساتھ تھیں لیکن حضرت شیث علیہ السلام اپنے باپ کے علم
ایک معبود کی عبادت کا درس دیتے رہے۔ ایسے میں یہ لوگ وحدانیت کے قا
کے بعد اب درس دینے والا کوئی نہ تھا لہٰذا کچھ وقت گزرا تو اس قوم نے اپنے
اور صرف اپنی خوشیاں حاصل کرنے کو ہی مقصد حیات سمجھنے لگے اور یہی

پاک سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کرۂ ارض پر بت پرستی کی ابتدا کب اور
کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن مطلب حقیقت سے ہے اور حقیقت یہ ہے کہ

پرانا طریقہ ہے۔ شاید حضرت شیث علیہ السلام کی اولادوں میں سے ہی کسی نے ان کا مجسمہ بنایا ہو اور عقیدت کے اظہار کے لیے اس سے مانگنا شروع کیا ہو۔ بہرکیف بُت پرستی شروع ہوئی اور وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی گئی۔ پھر جگہ جگہ مٹی اور پتھر کے بُت بننا شروع ہو گئے اور اولادِ آدم ضعیف الاعتقاد اور گمراہ ہوتی گئی۔ ایسے میں کچھ لوگ انھیں مسلسل شرک سے روکتے رہے لیکن ایک گروہ حق پر اور دوسرا شرک پر جما رہا اور وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ وہ وقت بھی آگیا جب برائی سے روکنے والی کوئی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ اس وقت سخت گمراہی اور جہالت نے اولادِ آدم کی عظمت کو خاک میں ملا دیا تھا اور انسان یہ بھول گیا تھا کہ وہ جس ہستی کی اولاد ہے اسی ہستی کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا اور خدا تعالیٰ نے کسی خاص مقصد کے لیے زمین پر بھیجا تھا ان سب چیزوں کو بھلا کر یہ لوگ اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے ہوئے مٹی چونے اور پتھر کے بتوں کی عبادت کرنے لگے اور عیش و عشرت میں گم ہوتے گئے۔ اس زندگی کی ابتدا سب سے پہلے جہاں ہوئی اسے دریائے دجلہ اور فرات کا دو آبہ کہا جاتا ہے۔ یہاں کے تمام لوگ جگہ جگہ بُت نصب کر کے انھی سے مانگتے تھے۔ اس بد اعتقادی کی اصلاح کے لیے خدا تعالیٰ نے اس قوم میں ایک صاحبِ علم۔ اور انسانی دکھوں کو محسوس کرنے والے انسان کو مبعوث کیا۔ ان کا نام شکر بن لامک تھا لیکن بہت زیادہ نوحہ کرنے کے باعث خدا تعالیٰ نے انھیں "نوح" کے نام سے مشہور کیا۔ ان کے مسلسل نوحہ کرنے کی کئی وجوہات بتائی جاتی ہیں۔ کسی کا خیال ہے کہ وہ اپنی قوم کی گمراہی پر افسردہ رہتے تھے کوئی کہتا ہے کہ ان کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا تھا جب سے وہ ہر دم تنہا بیٹھے روتے رہتے تھے۔ بہر حال جو کچھ بھی تھا حضرت نوح علیہ السلام، سلف در سلف حضرت آدم علیہ السلام تک صاحبِ علم گھرانے کے تھے جنھوں نے ہمیشہ خدائے واحد ہی کی عبادت کی تھی۔ اخلاق اور خدمتِ خلق و ہمدردی میں بھی کوئی ان کی برابری نہ کر سکتا تھا۔ دوسروں کی تکلیف اور دکھ کو دل کی گہرائیوں میں محسوس کرنا اور دلجوئی کرنا ان کی عادت تھی۔ علاقے کا بچہ بچہ ان کی عزت کرتا تھا۔ وہ تمام اوصاف جو بہترین انسانوں میں ہوتے ہیں ان میں موجود تھے یہی وجہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے اس علاقے کی اصلاح و ہدایت کی ذمے داری انھیں بخشی۔ جب پہلے دن انھوں نے اعلانِ نبوت کیا تو اس انداز سے کہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر پکارا۔

"لوگو، خدا ایک ہے۔ سب طاقتوں سے بڑھ کر طاقت والا اور لائقِ عبادت ہے اور میں ا[illegible] بندہ اور رسول ہوں۔"

یہ صبح کا وقت تھا لوگ ابھی سو رہے تھے کچھ سو کر اٹھ گئے تھے کہ اس آواز نے سب کو چونکا دیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔

"یہ کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے؟"

دوسرا بولا: "مجھے یہ آواز شکر بن لامک کی لگتی ہے۔ لیکن بھلا یہ کیا بات ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟"

اسی وقت یہی اعلان حضرت نوح علیہ السلام نے دوبارہ کیا تب وہ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور حضرت نوح علیہ السلام تین بار یہ اعلان کر کے پہاڑ سے نیچے اتر آئے لیکن دوسرے دن صبح کے وقت پھر یہی صورتِ حال پیش آئی۔ اس دن ان کی آواز پہلے سے زیادہ بلند اور صاف تھی جس نے علاقے بھر کے لوگوں کو بیدار کر دیا۔ اس دن ان کے علاقے کے لوگ حیرت سے نہیں بلکہ ناگواری سے انھیں دیکھتے، کسی نے کہا۔

"بھلا دو تین دن کے اندر اندر یہ آدمی نبی کیسے بن گیا؟ کل تک وہ ہماری طرح ہماری محفلوں میں بیٹھتا تھا آج اچانک یہ اعلان کرنے لگا۔ پھر ان میں سے کسی نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"شکر بن لامک! یہ دو دن سے تم کیا کہہ رہے ہو، ہماری تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا؟"

یہ سوال سن کر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی بات کی وضاحت کی اور فرمایا۔

"لوگو! سنو، خدا واحد لاشریک ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ اسی کی ہدایت پر تمھیں سیدھا راستہ دکھانے اور تمھاری اصلاح کرنے آیا ہوں۔ میں نوح بن لامک تمھیں خدائے حقیقی کے احکامات سنانے ...."

ابھی انھوں نے اپنی بات پوری نہ کی تھی کہ مجمع زور زور سے ہنسنے لگا۔ کسی نے کہا۔

"دیکھو شکر بن لامک نے اپنا نام بدل لیا، اب وہ نوح بن لامک ہے۔ لیکن اس کی ضرورت کیا تھی؟"

اس سوال پر حضرت نوح علیہ السلام نے انھیں متاسف سے انداز میں دیکھا اور بولے۔

"میرے والدین نے میرا نام شکر بن لامک رکھا تھا اور میرے خدا نے مجھے "نوح" کہا ہے اور مجھے ہدایت کی ہے کہ تمھیں اسی کی عبادت کا حکم دوں جو قابلِ عبادت ہے۔ بس تم پر فرض ہے کہ تم خود ساختہ بتوں کی پوجا کرنا چھوڑ دو۔ یہ تمھارے کسی کام نہیں آسکتے، یہ تو خود اپنی تعمیر میں تمھارے محتاج ہیں۔ اگر گر جاتے ہیں تو تم ہی انھیں اٹھا کر ان کی جگہ نصب کرتے ہو، بھلا کیا ایسے کمزور اور بے کار مٹی کے پتلے معبود ہو سکتے ہیں؟ جس نے تمھارے لیے زمین و آسمان اور چاند سورج، پہاڑ، دریا، میدان اور باغ بنائے تم اسے بھول کر نادانی کرتے ہو اور انجام کو بھول گئے ہو؟"

یہ ہدایت منکرین کو بہت بری لگی مگر وہ کچھ نہ کر سکے اور حضرت نوح علیہ السلام تبلیغ کا فرض ادا کر کے پہاڑ سے نیچے اتر آئے اور منکرین پیچ و تاب کھاتے رہ گئے لیکن جوں جوں وقت گزرتا رہا وہ انھیں بتوں کی پوجا سے روکتے رہے اتنا ہی یہ لوگ اُن سے بدظن ہوتے گئے۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام شاید ان کی سرداری چاہتے ہیں جس کے لیے انھوں نے یہ انداز اختیار کیا ہے۔ بہرکیف اب ہر روز ان کی نیند بھی خراب ہوتی اور سکون بھی۔ لہٰذا ناگواری کے باوجود وہ ان ہی کا ذکر کرتے اور قدرتی طور پر ان کی زبانوں پر وہی نام ہوتا جو خدا نے انھیں بخشا تھا۔ کوئی کہتا۔

"کچھ عرصہ قبل نوح بن لامک کا بیٹا مرگیا تھا شاید اس کے غم میں وہ نادانستہ ایسی حرکت کرتا ہے۔"

"نہیں" کوئی ناگواری سے بات کاٹتا "وہ ضرور دولت اور سرداری چاہتا ہے ورنہ اسے ہماری عبادت اور معبودوں سے کیا غرض ہے۔ کیا غم کی حالت میں آدمی معبودوں کو برا کہتا ہے۔ برسوں سے ہم ان ہی معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اور ہر خوشی حاصل کرتے ہیں کسی کو کبھی غرض نہ ہوئی یہ ایکا ایکی اسے کیا ہو گیا؟"

"چلو یہ بات اس کی بیوی اور بیٹوں سے دریافت کرتے ہیں۔"

اس نئی ترکیب نے سب کو حضرت نوح علیہ السلام کے گھر والوں کی طرف متوجہ کر دیا۔ اس وقت ان کے چار بیٹے تھے۔ کنعان، سام، حام اور یافث۔ جس وقت علاقے کے معززین ان کے گھر گئے تو ان کی بیوی اور بڑا بیٹا کنعان موجود تھے۔ انھوں نے علاقے کے ان عزت دار لوگوں کی بات پورے تحمل کے ساتھ سنی پھر حضرت

نوح علیہ السلام کی بیوی نے بولنے میں پہل کی اور کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میرے شوہر ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن پر دیوانگی کے دورے پڑتے ہیں۔ پہلے دوسروں کے غموں پر روتے اور ان کی خدمت میں خود کو بھول جاتے تھے اب نبوت کا دعوا کر رہے ہیں۔ اس بے وقوفی اور پاگل پن نے تمام لوگوں کا سکون غارت کر دیا ہے۔"

اس بات کو سب نے بہت غور سے سنا ان کی بیوی کی طرف ہمدردی سے دیکھا اور اس دن کے بعد سے علاقے بھر میں یہ بات پھیل گئی کہ حضرت نوح علیہ السلام کا دماغ چل گیا ہے۔ (نعوذ باللہ) جب ہی وہ ایسی باتیں کرتے ہیں اور ہر صبح پہاڑ پر سے ایک اَن دیکھے خدا کے ہونے کا اعلان کرتے ہیں لیکن یہ ہر نامی ہمدردی کے لیے نہیں بلکہ تحقیر کے انداز سے کی جاتی تھی وہ لوگ اپنے خود ساختہ معبودوں کی عبادت پر اڑے ہوئے انھیں جھٹلاتے اور وہ ان کی محبت اور ہمدردی دل میں لیے انھیں خدائے برحق سے ڈراتے تھے۔ ہر صبح ایک ہی انداز سے طلوع ہوتی خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت نوح علیہ السلام پہاڑ پر سے اس کی وحدانیت کا اعلان کرتے دور دور ان کی آواز سنائی دیتی لیکن لوگ، اسے اپنی بے آرامی تصور کر کے ان پر جھنجلاتے اور انھیں جھٹلانے کے لیے اپنے بتوں کی عبادت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرتے ان کے لیے ان پرانے اور بزرگوں کے معبودوں کو چھوڑ دینا معمولی بات نہ تھی۔ قرآنِ پاک میں ان لوگوں کے خیالات اور اس وقت کی کیفیات کے بارے میں، اس طرح درج ہے۔

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انھوں نے ان سے کہا۔ اے میری قوم خدا ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو (شرک کرتے ہوئے)۔ تب ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے۔ یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے جو تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر خدا چاہتا تو فرشتے اتار دیتا ہم نے اپنے اگلے باپ داداؤں میں تو یہ بات کبھی نہیں سنی اس آدمی کو تو دیوانگی کا عارضہ ہے تم اس کے بارے میں کچھ مدت انتظار کرو۔ سورۃ المومنون آیت نمبر ۲۵

پیارے بچو! یہ بات مشہور ہو جانے اور باقاعدہ جھٹلانے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام تبلیغ کا فرض ادا کرنے کے لیے گلی کوچوں اور بازاروں میں جہاں ہجوم دیکھتے چلے جاتے۔ انھیں خدائے واحد و [illegible] سے ڈراتے اور اسی کی عبادت کرنے کی ہدایت کرتے لیکن لوگ بری طرح تحقیر اور بے زاری کا اظہار کرتے کبھی تو ان کے جاتے ہی ہجوم چھٹ جاتا کبھی لوگ اپنے اپنے کانوں میں انگلیاں دے کر انھیں دور سے ہی دیکھ کر بھاگتے اور اگر کبھی کوئی ان سے بات کرتا بھی تو تمسخرانہ انداز سے جسے سننے اور دیکھنے کے لیے لوگ اکٹھے ہوتے اور اپنی اصلاح کے بجائے تماشہ سمجھ کر مزہ لیتے تھے کوئی کہتا۔

"نوح بن لامک! بھلا جو کام ایک ان دیکھی قوت کے حکم سے کیا جائے اسے کوئی از ان کیسے انجام دے سکتا ہے۔ بھلا تمھارے خدا کے پاس کوئی فرشتہ نہ تھا جو ہماری اصلاح کر دیتا؟"

حضرت نوح علیہ السلام بڑے تحمل کے ساتھ یہ بات سنتے اور انھیں سمجھاتے ہوئے فرماتے۔

"میری قوم کے لوگو! تم کیوں بھول گئے ہو کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو عقلِ سلیم عطا فرمائی ہے جس کا مقصد صرف یہی سمجھنا تھا کہ اس کا مالک و خالق کون ہے اور اگر تم ذرا بھی عقل سے کام لو تو جان جاؤ گے کہ انسان کی

اصلاح صرف انسان ہی کر سکتا ہے۔"

لیکن مجمع ہنستا ہوا گزر جاتا۔ ان کی بات کوئی نہ سنتا گھر کے باہر علاقے کے معزز سردار انھیں پاگل سمجھ کر جھٹلاتے اور تماشا بناتے اور گھر کے اندر ان کی بیوی انھیں دیوانہ قرار دیتی مگر انھیں دونوں جگہ خدا کے حکم سے تبلیغ کرنا تھی وہ کرتے جس کے نتیجے میں بیوی کی بیزاری اور نفرت اور باہر کے لوگوں کا مذاق نصیب ہوتا جو آہستہ آہستہ غصے اور اشتعال میں بدل رہا تھا۔ اس طرح وقت گزرتا رہا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا انداز نہ بدلا لیکن چند برس کے بعد ان کے علاقے کے معززین ان سے اس طرح عاجز آئے کہ جب بھی وہ خدائے واحد کا تذکرہ کرتے یہ سب انھیں مارنے لگتے تھے۔ جب مجمع انھیں گھیر لیتا تو ہر فرد تذلیل کرنے اور مارنے کو اپنا حق سمجھتا۔ کبھی کبھی وہ گر کر بے ہوش ہو جاتے جب یہ بد نصیب لوگ خوش ہوتے ہوئے چل دیتے۔ ایسے میں اگر ان کا بیٹا یا بیوی ادھر سے گزرتی اور لوگوں کو ان سے الجھے ہوئے دیکھتی تو کہتی۔

"لوگو! تمھیں کیا ہو گیا ہے ہو ایک پاگل آدمی کی باتوں پر غصہ کر رہے ہو اسے کہنے دو۔ جو کچھ کہتا ہے سن لو۔"

ایسے میں حضرت نوح علیہ السلام کو اس قدر غم ہوتا کہ وہ خود بھی اندازہ نہ کر سکتے تھے۔ برسوں بیت گئے۔ لیکن ہر فرد انھیں جھٹلانے اور شرمندہ کرنے پر تلا ہوا تھا یہاں تک کہ ان کی بیوی بھی انکار کرنے والوں میں شامل تھی وہ تنہا تھے، نہ کوئی دوست تھا نہ ہمدرد اور تبلیغ کا فرض ادا کرنا تھا۔ ایسے میں وہ دعا کرتے اور کہتے۔

فَدَعَا رَبَّہٗ اَنِّی مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ

(سورۃ القمر آیت نمبر ۱۰)

وہ اپنے خدا سے کامیابی اور نصرت کی دعا کرتے اور اپنی قوم کو بھلائی اور خیر کی طرف بلاتے رہے لیکن برسوں گزر جانے کے بعد بھی ان کے تین بیٹے اور علاقے کے دو آدمیوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا کبھی کبھی ان کی بات کا اثر لے کر کوئی راہِ حق کو پہچان لیتا ورنہ سب ہی اپنی روش پر اڑے ہوئے تھے جب وہ اپنے کنبے میں بیٹھ کر خدا کی عبادت و وحدانیت کا اعلان کرتے تو کوئی بھی ان کی بات نہ سنتا اور اس عظیم نبی کو وہ شریکِ حیات جس نے عمر بھی انھیں جھوٹ بولتے نہ سنا تھا جس نے انھیں کبھی انسانوں سے غافل نہ پایا تھا، جھوٹ اور پاگل گردانتی تھی اور وہ بیٹا جسے جناب نوح علیہ السلام نے ہمیشہ خیر اور حق کی ہدایت کی تھی لوگوں کو ورغلانے کا الزام لگا کر چلا جاتا تھا اور اللہ کے نبی سب کچھ تحمل اور حوصلے سے دیکھنے کے بعد بھی ان لوگوں کے لیے دعائے خیر کرتے۔ ان کے صاحبِ ایمان تینوں بیٹوں کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اعلانِ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور ان پر ایمان لائے ان کے سوا عاد اور اوج بن عنق نے اس دین کو قبول کیا۔ بہرحال یوں بہت سا وقت گزرا اور صدیاں بیت گئیں وہ جھٹلائے جاتے رہے اور آہستہ آہستہ منکرین کے جھٹلانے کے انداز بدلتے رہے۔ شروع میں وہ صرف ناگواری سے دیکھتے پھر وہاں سے چھٹ جاتے تھے پر تبلیغ سے عاجز آ کر انھیں تمسخرانہ انداز سے دیکھتے اور ذلیل کرتے پھر رکیک الفاظ میں کہتے کہ ہمارے معبودوں کو برا مت کہو لیکن اب وہ باقاعدہ سنگریزے پھینکتے، جوتے اچھالتے یا خود زدوکوب کرتے اور حضرت نوح علیہ السلام ہر دکھ اٹھا کر بھی خدا کو بھولے ہوئے ان انسانوں کو توحید کی ہدایت کرتے اور خود ایک ایک کے گھر جا کر پکارتے۔ انھیں قیامت کے حساب کتاب اور عذاب سے ڈراتے لیکن یہ لوگ بد نصیبی کی انتہا پر پہنچ جاتے اور خدا کے نبی کو مارتے۔

جب حضرت نوح علیہ السلام نے شدتِ غم سے خدا کو پکارا۔ تو قرآن پاک میں اس بات کو اس طرح کہا گیا ہے۔

نوح نے عرض کیا اے میرے پروردگار! یہ لوگ میرے کہنے پر نہیں چلے بلکہ وہ ایسوں کے تابع ہیں جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ نہیں دیا وہ بڑی بڑی چالیں چلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے معبودوں کو ہر گز مت چھوڑنا اور سوائے یغوث اور نسر کو کبھی ترک مت کرنا! اے پروردگار لوگوں نے بتوں کو گمراہ کر دیا ہے تو ان کو گمراہ کر دے۔ (سورۃ نوح آیت نمبر ۲۴)

اسی وقت کے لیے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انھیں کشتی بنانے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انھیں جنت سے ایک شاخ لا کر دی جسے انہوں نے لگایا اور وہ ایک درخت بن گیا۔ بہر حال اگر یہ صرف ایک روایت ہی ہے تب بھی یہ ناممکن نہیں ہے۔ اس تمام عرصے میں بھی انہوں نے تبلیغ کا فرض ادا کیا اور جس قدر تیزی کے ساتھ وہ ان لوگوں کو دعوتِ حق دیتے اسی تیزی سے لوگ انکار کر دیتے اور خود بھی نہیں بلکہ علاقے کے جو لوگ مرتے وہ باقاعدہ اپنی اولادوں کو وصیت کرتے کہ نوح بن لامک کی بات مت سننا اور اپنے ان ہی معبودوں کی عبادت کرنا جن کی تمہارے آباؤ اجداد نے کی ہے۔ اس طرح انکار کے متعدد واقعات ظہور میں آتے رہے اور خدا کے نبی کو بار بار یہ سننا پڑا۔

یہ دیوانہ ہے' اس کی عقل میں فتور ہے' اسے کہنے دو۔ جس ان دیکھی طاقت کا یہ اعلان کرتا ہے وہ اسی کا تخیل ہے۔ ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کی ہی عبادت کرنی ہے۔

یہ سب باتیں انھیں مایوس کرتی گئیں اور وہ اپنے خدا سے فریاد کرتے رہے یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا جب خدا نے انھیں کشتی بنانے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی مدد کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت اللہ کے نبی نے تمام مومنوں کو جمع کیا اور اس حکم اور منکرین کو خدا کے فیصلے سے آگاہ کیا جسے سنتے ہی مومنوں نے اپنی اپنی خدمات پیش کیں اس طرح خدا کے برحق نبی اور ان کے مختصر سے ساتھی آبادی سے قدرے فاصلے پر ضروری سامان لے جا کر خدا کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔ پہلے لکڑیاں صاف کر کے کاٹی گئیں پھر انھیں جوڑا جانے لگا اور کشتی بننے لگی۔ اس کشتی کا طول ایک ہزار گز۔ عرض چار سو گز تھا اور یہ سات منزلوں پر مشتمل تھی اسے جو بھی دیکھتا حیرت کرتا گویا کہ یہ کشتی ایک کئی منزلہ جہاز کی طرح تھی جس وقت علاقے کے لوگ ادھر سے گزرتے تو مذاق کرتے۔

"نوح بن لامک! تم تو بہت بڑے کاریگر ہو لیکن یہ بتاؤ یہاں سمندر تو نہیں ہے پھر اتنی بڑی کشتی کہاں چلاؤ گے؟"

حضرت نوح علیہ السلام نے اس وقت بھی انھیں خدا کی طرف بلایا لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ کبھی یہ لوگ ہنس کر ایک دوسرے سے کہتے ہوئے گزرتے۔

"لوگو! دیکھو نوح بن لامک نبوت میں ناکام ہو کر بڑھئی کا کام کر رہا ہے۔"

مگر یہ کشتی خشک زمین پر کس طرح چلے گی؟"۔ کوئی اور دریافت کرتا۔

اس طرح یہ وقت بھی گزر گیا اور اس دوران میں انہوں نے علاقے کے لوگوں کو' اپنی بیوی اور بیٹے کو

دعوت حق دی' خدا کی طرف بلایا' آنے والے عذاب سے ڈرایا لیکن جو لوگ بار بار برائی کو ارادے 'فیصلے اور ہوش مندی کے ساتھ کرتے ہیں خدا ان کے دلوں کو سیاہ کر دیتا ہے پھر باہر کی کوئی قوت ان کو معاف نہیں کر سکتی۔ یہی حال ان لوگوں کا تھا۔ ان کی بیوی اور بیٹے نے بھی ان کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ لوگوں نے ان کی بات کبھی دل سے نہیں سنی تھی۔ لہٰذا ان سب کے لیے منصفِ حقیقی فیصلہ کر چکا تھا۔ جس وقت کشتی بن کر تیار ہوئی اس دن خدا نے حکم صادر فرمایا۔

"اس کشتی کو سفر کے لیے تیار کرو"

یہ حکم ملتے ہی حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی اسے ترتیب دینے لگے۔ یہ اس طرح تھی کہ کشتی کے پہلے حصّہ میں تابوت آدم' دوسرے میں تمام مومن مرد' عورتیں اور خود حضرت نوح علیہ السلام' تیسرے حصّے میں پرندوں کا ایک ایک جوڑا' چوتھے حصّے میں درندوں کا ایک ایک جوڑا' پانچویں حصّے میں چرندوں کا ایک ایک جوڑا' چھٹے حصّے میں کھانے پینے کے تمام سامان اور ساتویں حصّے میں تمام میوے پھل اور تمام چیزوں کے بیج رکھے گئے تھے۔ یہ تیاری کرنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے ایک بار پھر سب کو پکارا اور دعوت حق دی لیکن اب تک جو مسلمان ہو چکے تھے وہی ساتھ ہوئے باقی نے مذاق ہی اڑا دیا اور بولے۔

" نوح بن لامک! ہمیں اس سے باہر بھی رہنے دو اور کشتی چلاؤ ہم خشکی پر کشتی کے چلنے کا تماشا دیکھنا چاہتے ہیں"

اور اسی وقت جب وہ آخری بار انکار کر رہے تھے تب ایک تنور سے پانی ابلنے لگا ایک خیال یہ ہے کہ تنور حضرت نوح علیہ السلام ہی کے گھر کا تھا۔ جہاں سے پانی ابلنے لگا۔ شروع میں لوگوں نے حیرت سے پھر دہشت سے دیکھا اس طوفان کی رفتار ایسی تھی کہ انھیں اندازہ ہو رہا تھا کہ آج کوئی قوت اسے روک نہ سکے گی۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے پکارا۔

"کوئی ہے جو توبہ کرلے اور اس کشتی میں آجائے میرا مالک رحم کرنے والا مہربان ہے وہ ضرور بخش دے گا"

مگر اس وقت بھی لوگ اسے محض عارضی طوفان سمجھ رہے تھے اور ایمان لانے کو تیار نہ تھے۔ ابھی یہی کیفیت تھی کہ خدا کے حکم سے بحرِ محیط کے سوتے پھوٹ نکلے اور آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں اور ان لوگوں کو لگا کہ محض ایک تنور سے پانی نہیں نکلا بلکہ زمین و آسمان پانی بہا رہے ہیں۔ اب وہی لوگ جو کچھ دیر پہلے تک ان پر ہنس رہے تھے بد حواس ہو گئے جو گھروں میں تھے گھر گرنے سے ملبے کے ساتھ بہنے لگے اور جو باہر کھڑے کشتی کی روانگی کو تماشا سمجھ رہے تھے ان کے لیے تو کوئی اوٹ تھی ہی نہیں ہر طرف چیخ و پکار کا عالم تھا لیکن بد قسمتی کی انتہا تھی کہ اس وقت بھی ڈوبنے والے اپنے باطل معبودوں کو یا علاقے کے سرداروں کو پکار رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام توبہ و استغفار کرنے لگے اور مومن مرد عورتیں ان کا ساتھ دینے لگے قرآنِ پاک میں اس موقع کے لیے ارشاد ہے۔

انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا قرار دیا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور بُری طرح جھڑکا آخر کار اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہو چکا ہوں تو ان سے انتقام لے تب ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کو پھاڑ کر چشموں میں تبدیل کر دیا اور یہ تمام پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے

مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا اور نوح کو ہم نے ایک تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کیا جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی یہ تھا بدلہ اس شخص کی خاطر کا جس کی ناقدری کی گئی تھی پھر اس کشتی کو ہم نے نشان بنا کر چھوڑ دیا۔ (سورۃ القمر آیت نمبر۱۵)

ان منکرین کے لیے جنھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو صدیوں جھٹلایا تھا ان کی تکذیب کی تھی خدا تعالیٰ نے بد ترین عذاب سے دو چار کر دیا وہ بری طرح غرق ہو رہے تھے ہاتھ پیر مار کر ہر ممکن کوشش کر کے خود کو بچانا چاہتے تھے لیکن آج ان لوگوں کا کوئی مددگار نہ تھا۔ یہاں تک کہ ان جھٹلانے والوں میں حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی بھی تھی جو اب پانی میں ہاتھ پیر مار رہی تھی لیکن مدد کے لیے پھر بھی اپنے بتوں کو پکار رہی تھی۔ قرآنِ پاک میں اس کے کفر اور نافرمانی کے بارے میں صرف اس قدر ارشاد کیا گیا ہے۔

خدا نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھروں میں تھیں اور دونوں نے ہی ان کی خیانت کی تو خدا کے مقابلے میں ان عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آیا اور حکم دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ (سورۃ التحریم آیت نمبر۱۰)

یہاں پر خیانت سے مراد یہی ہے کہ وہ عمر بھر لوگوں سے کہتی رہی کہ میرا شوہر دیوانہ ہے اس کی بات مت سنو اور خود حضرت نوح علیہ السلام کو بھی اس کا اندازہ ہو گیا تھا لیکن آپ ہمیشہ صبر کرتے رہے اور اس وقت بھی ان تمام کو بے کسی کے عالم میں غرق ہوتا ہوا دیکھ کر توبہ واستغفار کر رہے تھے۔ عین اس وقت جب کشتی میں سوار پوری طرح سے محفوظ تھے اور منکرین اور ان کے باطل معبود پانی میں غوطے کھا رہے تھے۔ چیخیں بلند ہو رہی تھیں اور جو جو ڈوب رہے تھے ان کی آوازیں معدوم ہوتی جا رہی تھیں اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کا وہ بیٹا جو ہمیشہ ماں کا ساتھ دیتا تھا اور انھیں جھٹلاتا تھا اب اس پانی سے بچنے کے لیے ایک اونچے پہاڑ کا سہارا لینا چاہتا تھا یہ دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام نے پکار کر کہا۔

"میرے بیٹے! آؤ کشتی میں بیٹھ جاؤ' میرا خدا بہت غفور الرحیم ہے بخش دے گا۔ تم ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دو جو انکار کرتے ہیں اور خدا کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں۔"

یہ سن کر ان کے بیٹے نے انھیں دیکھا اور بولا۔

"نہیں' میں اس پہاڑ پر چڑھ جاتا ہوں یہ بہت بلند ہے مجھے طوفان سے بچا لے گا۔"

حضرت نوح علیہ السلام کو بہت رنج ہوا ایسے وقت میں بھی ان کا بیٹا ان پر ایمان لانے کو تیار نہ تھا انہوں نے دکھ سے کہا۔

"آج کے دن خدا کے غضب سے کوئی نہیں بچا سکتا ہاں خدا ہی اگر چاہے تو اور بات ہے۔"

ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ پانی کے ایک ہی ریلے نے اس اونچے پہاڑ کو بھی ہلا دیا اور ایک بڑی لہر ان باپ بیٹے کے درمیان حائل ہو گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بڑے غم کے ساتھ پکارا۔

"خدایا! میرا بیٹا میرے عیال میں سے ہے اور تیرا وعدہ تھا کہ اہل بیت کو بچا لوں گا۔"

اس پکار کا جواب دیتے ہوئے ارشاد ہوا "نوح! تیرا فرزند بد عمل اور انکار کرنے والوں میں سے ہے لہٰذا تیرے اہل خانہ میں داخل نہیں ہے" یہ جواب سن کر اللہ کے نبی نے سر جھکا لیا اور توبہ کرنے لگے اسی موقع کا

تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

وہ (کشتی) ان کو لے کر طوفان کی لہروں پر چلنے لگی۔ یہ لہریں گویا پہاڑ کی طرح تھیں اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو پکار کر کہا۔" اے بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ ہو۔ اس نے کہا:" میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔" انہوں نے کہا" آج خدا کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے مگر اس پر جس پر خدا رحم فرمائے۔ اتنے میں ان دونوں کے درمیان ایک لہر آگئی اور وہ ڈوب کر مر گیا۔ (سورۃ ھود آیت نمبر ۴۳)

اس بات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد خدا تعالیٰ نے آگے چند آیات کے بعد دوسری بات کی وضاحت بھی خود ہی فرما دی۔ ارشاد ہوتا ہے۔

نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا۔ پروردگار میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں شامل ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے تو سب سے بہتر حاکم ہے۔ خدا نے فرمایا۔ نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے وہ تو ناشائستہ افعال ہے اور تمہیں جس بات کی حقیقت معلوم نہ ہو اس بارے میں سوال مت کرو اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بنو۔ نوح نے عرض کیا۔ پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا سوال کروں جس کی حقیقت مجھے معلوم نہ ہو۔(سورۃ ھود آیت نمبر ۴۷)

یہ طوفان بہت سخت تھا مسلسل چالیس دن پانی برسا پھر خدا تعالیٰ نے حکم دیا تو زمین پانی نگل گئی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چھ ماہ اس کشتی میں سوار رہے جو خدا کے حکم سے خود چل رہی تھی انھیں علم نہ تھا کہ اس کا رخ کدھر ہے اس کشتی کا نہ کوئی بادبان تھا نہ ملاح' بس یہ ایک محفوظ جہاز کی طرح حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو لیے خود اپنی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ آخر چلتے چلتے ایک پہاڑی سلسلے کے ساتھ جا کر رک گئی جو کوہ جودی کے نام سے مشہور تھا۔ یہاں پہنچ کر اللہ کے نبی کو اللہ نے حکم دیا۔

" اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ زمین پر اترو یہ سب برکتیں تیرے اور ان کے ساتھ شامل رہیں گے جو تیرے ساتھ ہیں۔ (سورۃ ھود آیت نمبر ۴۸)

بہرحال یہاں حضرت نوح علیہ السلام نے تمام مومن مرد اور عورتوں کی گنتی کی جو تعداد میں اسی تھے۔ یعنی کامل نو سو برس تبلیغ کے بعد صرف اسی آدمی ایمان لائے تھے۔ چونکہ عربی زبان میں اسی کو ثمانین کہتے ہیں لہٰذا اس جگہ کا نام ثمانین پڑ گیا۔ اس جگہ انہوں نے ایک عبادت گاہ قائم کی اور زندگی گزارنے کے لیے کاشت کاری شروع کی۔ اور خدا کی منشا و مرضی کے مطابق انھیں زندگی گزارنے کے بہتر انداز سکھائے۔ نماز کے اوقات مقرر کیے کچھ عرصہ گزرا تب نو سو پچاس برس کی عمر پا کر حضرت نوح علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ اس وقت ان کی اولاد میں ان کے تین بیٹے حام' سام اور یافت تھے۔ ان ہی کی نسل میں دنیا کی بڑی بڑی اقوام پیدا ہوئیں اور طوفان کے عذاب کے بعد ان نسلوں سے دنیا پھر آباد ہوئی۔ اس لیے حضرت نوح علیہ السلام کو ابوالبشر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے جن سے دنیا چلی اور دوسرے حضرت نوح علیہ السلام تھے جن سے دوبارہ آبادی بڑھی۔ ان کا تذکرہ قرآن پاک میں بیس سورتوں میں موجود ہے اور باقاعدہ قرآن پاک میں ایک سورۃ' سورۃ نوح میں پوری وضاحت کے ساتھ ہے۔

جاگو جگاؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم جس رسولؐ کے امتی ہیں وہ اخلاق کے سب سے اعلا مرتبے اور بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔ یہ بات میں نہیں لکھ رہا، کسی انسان کی بات نقل نہیں کر رہا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قرآن حکیم کی سورہ القلم کی چوتھی آیت کا ترجمہ یہ ہے:

"اے نبیؐ، بے شک آپؐ اخلاق کے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔"

خود ہمارے حضورؐ کا ارشاد ہے:

"میں تو بھیجا ہی اس لیے گیا ہوں کہ اخلاق کی فضیلتوں کو کمال کے درجے تک پہنچادوں۔"

اور واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی بڑائیوں سے انسانی تاریخ روشن ہے۔ آپؐ کی پوری زندگی اخلاق کا اعلا ترین نمونہ ہے۔ ایسا نمونہ نہ پہلے دنیا نے دیکھا نہ آئندہ دیکھے گی اور مسلمان ہی نہیں، غیر مسلم بھی، یعنی وہ لوگ بھی جو آپؐ کو نبی نہیں مانتے آپؐ کے اخلاق کی بلندیوں کو ماننے پر مجبور ہیں۔ جارج برنارڈ شا نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ اگر محمدؐ اس وقت موجود ہوتے تو دنیا میں امن ہوتا۔

حضور اکرمؐ نے صرف اپنوں کے ساتھ ہی نہیں، رشتے داروں کے ساتھ ہی نہیں، دوستوں کے ساتھ ہی نہیں، دشمنوں کے ساتھ بھی اخلاق برتے اور وہ عمدہ سلوک کیا جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اور ہم آپؐ کے امتی ہیں، آپؐ کے نام لیوا ہیں، مگر ہمارے اخلاق؟

لکھنے کی ضرورت نہیں، ہم میں سے ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لے، اس کو صحیح جواب مل جائے گا ——— تو پھر نونہالو، تم یہ سمجھ لو کہ اخلاق ہی ایک مسلمان کی پہچان ہے اور حضورؐ کے غلام ہونے کی علامت ہے۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

ایک یتیم لہار بچہ، دو بڑے مجرم، ایک گم نام محسن، ایک سنکی عورت کی عجیب و غریب کہانی

ہزاروں خواہشیں

تیسرا ٹکڑا

چارلس ڈکنس کے عظیم ناول کا خلاصہ مسعود احمد برکاتی کے قلم سے

پچھلی قسطوں کا خلاصہ

میرا نام پپ ہے ۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا خود کو اپنی بہن اور بہنوئی کے ساتھ پایا ۔ میرے والدین اور میرے بھائیوں کا انتقال ہو چکا تھا ۔ میں سات سال کا تھا کہ ایک روز قبرستان میں مجھے ایک خطرناک قیدی مل گیا جو بحری جہاز سے بھاگا تھا ۔ پولیس اس کی تلاش میں تھی ۔ قیدی نے مجھ سے کہا کہ چپکے سے مجھے کچھ کھانا اور ایک ریتی لا دو ۔ بہن نے کرسمس کے لیے جو کیک بنایا تھا وہ لے جا کر میں نے قیدی کو کھلا دیا اور ریتی بھی دے دی ۔ قبرستان میں ایک اور قیدی ملا جو پہلے والے قیدی کا دشمن تھا ۔ بہن اور مہمان کیک کے غائب ہونے پر سخت پریشان تھے ۔ اسی دوران پولیس میرے لہار بہنوئی "جو" سے ہتھکڑیوں کی مرمت کرانے آگئی ۔ پھر پولیس قیدیوں کی تلاش میں قبرستان گئی ۔ دونوں قیدی گرفتار ہو گئے ۔ پہلے والے قیدی نے سارجنٹ کو بتایا کہ اس نے گاؤں کے لہار کے ہاں سے کچھ کھانے کی چیزیں چرائی ہیں ۔ اچانک میری زندگی میں بڑی تبدیلی آئی۔ مجھے ایک بوڑھی عورت مس شام نے اپنے ہاں بلایا کہ میں ان کے گھر میں رہوں اور کھیلا کروں ۔ وہ عجیب و غریب خاتون اکیلی رہتی تھیں ۔ انکل پمبل چوک مجھے ان کے گھر لے گئے ۔ دروازہ اسٹیلا نے کھولا اور مجھے اندر بلالیا ۔ مس شام کے کمرے اور وہاں کے سامان اور کپڑوں کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا ۔ مس شام دلہنوں جیسے سفید کپڑے پہنے تھیں جن کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا ۔ انھوں نے مجھ سے اسٹیلا کے ساتھ کھیلنے کی فرمایش کی ۔ ہم دونوں تاش کھیلنے لگا ۔ اس دوران اسٹیلا برابر میرا مذاق اڑاتی رہی مگر میں نے کچھ نہ کہا ۔ دن اسی طرح گزرتے رہے۔ میں روز وہاں جاتا ' اسٹیلا کے ساتھ تاش کھیلتا اور شام کو واپس آجاتا ۔ ایک دن مس شام نے مجھے اپنی شادی کا کیک دکھایا جس پر مٹی اور مکڑیوں کے جالے تھے ۔ ایک دن سرکاری دفتر میں میرا نام "جو" کے مددگار کی حیثیت سے لکھوادیا گیا ۔ جب میں مس شام کے پاس گیا تو انھوں نے مجھے پچیس گنیاں بخشیں اور وہاں آئندہ آنے سے منع کر دیا ۔ کچھ دن ان لوگوں کے ساتھ گزارنے کے بعد میں بہت بدل چکا تھا۔ میں "جو" کے ساتھ کام کرتے وقت یہ سوچتا تھا کہ اسٹیلا مجھے کالے چہرے اور ہاتھوں سے کام کرتے ہوئے دیکھ رہی ہوگی ۔

اب آگے پڑھیے ــــــــــ

میں دل میں سوچتا رہتا تھا کہ اسٹیلا مجھے اس حال میں دیکھتی ہوگی تو خوب ہنستی ہوگی اور مجھے حقیر سمجھ رہی ہوگی۔ میں سوچتا ہوں کہ میں سمندر کی طرف بھاگ گیا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا، مگر میں "جو" سے بھی ہمدردی رکھتا تھا۔ اس کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ لہاری کے کام کو اچھا سمجھتا تھا مگر میں نے کبھی اس کی تردید نہیں کی۔ میں "جو" سے اپنی ناخوشی چھپانے میں کام یاب رہا۔ مجھے اس بات پر اطمینان ہے۔ اسی کے ساتھ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہونے لگی کہ میں مس ہیوی شام کے سے بڑے مکان میں رہوں اور میرے پاس بہت دولت ہو۔

ایک سال تو کسی طرح گزر گیا، لیکن اس کے بعد اسٹیلا اور مس شام کو ایک بار پھر دیکھنے کی خواہش اتنی شدید ہوگئی کہ میں اس پر قابو نہ پا سکا۔ "جو" نے مجھے ہفتے ایک چھٹی کی اجازت دے رکھی تھی۔ ایک چھٹی کے دن میں مس شام کے گھر کے پھاٹک پر کھڑا تھا۔ گھنٹی بجانے سے پہلے کچھ دیر میں نے سوچا مگر آخر میرا ہاتھ گھنٹی پر چلا ہی گیا۔ گیٹ پر ایک عورت آئی۔ اس کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ مس شام کی چچا زاد بہن ہے اگر اس کا بس چلتا تو وہ مجھے بھگا دیتی، مگر اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ مس شام کی اجازت کے بغیر ایسا کر سکے۔ وہ ان کو اطلاع کرنے اندر چلی گئی۔ مس شام نے مجھے اندر بلالیا۔ کمرے کی ہر چیز اپنی جگہ تھی۔ مس شام مجھے دیکھ کر بولیں:

"خیریت سے ہو، مجھے یقین ہے کہ تم کچھ مانگنے نہیں آئے ہوگے، کیوں کہ اب تمھیں کچھ نہیں ملے گا۔"

میں نے جواب دیا:

"نہیں مادام! میں تو آپ کو صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ میں اچھی طرح ہوں اور اپنے کام میں لگا ہوا ہوں۔ میں آپ کا احسان مند ہوں کہ آپ نے مجھے صحیح راستے پر لگا دیا۔"

مس شام خوش ہو کر بولیں:

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ ہاں، تم کبھی کبھی مجھ سے ملنے آجایا کرو۔ اپنی سال گرہ کے دن ضرور آنا۔"

جب مس شام نے میری نظروں کو ادھر ادھر بھٹکتے ہوئے دیکھا تو سمجھ گئیں کہ میں اسٹیلا

کو تلاش کر رہا ہوں۔ کہنے لگیں کہ تم اسٹیلا کو یہاں نہ پاکر حیران سے ہو رہے ہو۔ ہے نا؟

"جی ہاں مادام! آپ کا خیال صحیح ہے۔ مجھے امید ہے کہ اسٹیلا ٹھیک ٹھاک ہوگی۔"

"ہاں وہ اچھی ہے اور غیر ملک گئی ہوئی ہے۔ اس کو ایک معزز خاتون کی حیثیت سے تربیت دی جا رہی ہے۔ اب وہ پہلے سے زیادہ پرکشش ہوگئی ہے۔ جو شخص بھی دیکھتا ہے اس کی تعریف کرتا ہے۔ کیا تمھیں وہ یاد آتی ہے؟"

یہ سوال کرکے وہ زور سے ہنسیں۔ ان کی ہنسی میں خباثت شامل تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا جواب دوں اور میں چپ رہا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے اشارے سے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ میں جلدی جلدی سیڑھیوں سے اتر کر ان کے گھر سے نکلا اور اپنے گھر کی طرف چلنے لگا۔



میں گھر پہنچا تو میری بہن فرش پر بے ہوش پڑی تھی

میرے کانوں میں اب تک ان کی ہنسی گونج رہی تھی۔

راستے میں مجھے ارلک ملا۔ ارلک کے بال سیاہ اور شانے چوڑے تھے۔ وہ بہت طاقت ور تھا۔ ارلک بھی "جو" کے ساتھ کام کرتا تھا اور مجھ سے بہت جلتا تھا۔ جب میں بہت چھوٹا تھا تو ارلک مجھے خوف ناک کہانیاں سنایا کرتا تھا۔ ارلک کو کوئی پسند نہیں کرتا تھا۔ اِس وقت جب

وہ ملا تو مجھ سے کہنے لگا کہ سنو گولیاں چلنے کی آوازیں آرہی ہیں ۔ شاید کوئی اور قیدی جیل سے فرار ہوگیا ہے ۔ جب ہم ذرا آگے بڑھے تو میرے کانوں میں بھی گولیوں کی آواز آئی ۔ مجھے قبرستان کا قیدی یاد آیا ۔ جب میں گھر کے قریب پہنچا تو رات ہو چکی تھی ۔ گھر میں روشنی کچھ زیادہ ہی نظر آئی ۔ لوگ بھی جمع تھے ۔ میں آگے بڑھا تو لوگوں نے مجھے راستے دے دیا تاکہ میں اندر جاسکوں ۔ میں نے دیکھا کہ بہن فرش پر پڑی ہے ۔ لوہے کی ایک بیڑی جو قیدیوں کو پاؤں میں پہنائی جاتی ہے ، قریب پڑی ہے ۔ شاید میری بہن کے سر پر یہ بیڑی ماری گئی تھی اور گرایا گیا تھا ۔ یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ اس کو کس نے مارا ہے ۔ میرا خیال تھا کہ یہ ارلک کا کام ہے ، لیکن ارلک نے اس الزام کو نہیں قبولا ۔

"جو" نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ ہمیں حالات کا بہادری سے مقابلہ کرنا چاہیے ۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مسز جو نے اپنی بدمزاجی اور بد زبانی کی وجہ سے بہت سے دشمن بنائے تھے ۔ ہم دونوں جانتے تھے کہ بہت سے لوگ مسز جو سے نفرت کرتے ہیں ۔ ان میں سے کسی نے بھی اس پر حملہ کرکے اپنا دل ٹھنڈا کر لیا ہوگا ۔ میری بہن زندہ تو رہی مگر صحت بہت آہستہ آہستہ بحال ہو رہی تھی ۔ اس کے لیے چلنا پھرنا مشکل تھا ۔ بولنا بھی آسان نہ تھا ۔ اس کو کچھ یاد بھی نہیں رہتا تھا ۔ اس طرح میری بہن بہت بدل گئی تھی ۔ اب وہ خاموش اور پرسکون تھی اور صرف ہاتھ کے اشاروں سے اپنا مطلب ادا کرتی تھی ۔ شروع میں "جو" اپنی بیوی کی اس حالت سے بہت پریشان تھا ، مگر دھیرے دھیرے اس کو احساس ہوگیا کہ اب زندگی میں سکون ہے ۔ ماحول خوش گوار ہے ۔ یہ بات پہلے نہ تھی ۔ بڈی کی وجہ سے حالت اور بھی اچھے ہوگئے ۔ بڈی میری بہن کی خدمت کے لیے ہمارے گھر آکر رہ گئی ۔ وہ نہ صرف بہن کی دیکھ بھال کر رہی تھی بلکہ گھر کو بھی سلیقے اور صفائی سے رکھتی تھی ۔ بڈی گاؤں کی ایک یتیم لڑکی تھی اور مسٹر وو پسلے کی دور کی عزیز بھی تھی ۔ وہ بہت سمجھ دار لڑکی تھی ۔ اس کی مدد سے میری پڑھنے لکھنے کی صلاحیت بہت تیزی سے بڑھنے لگی ۔ وہ کھانا بھی اچھا پکاتی تھی ۔ ہم نے اس سے پہلے کبھی اتنا مزے دار کھانا نہیں کھایا تھا ۔ زندگی میں پہلی بار "جو" کو گاؤں کے ہوٹل جانے اور لوگوں سے مل کر گپ شپ کرنے کی آزادی ملی تھی ۔


ایک دن اچانک مسٹر جاگرس ہمارے گھر آئے

کئی سال گزر گئے ۔ میں اپنی سال گرہ کے موقع پر مس ہیوی شام کے گھر جاتا رہا ۔ مس شام مجھ سے چند منٹ بات کرتیں ۔ چلتے وقت ایک گنی دیتیں ۔ پہلی بار تو میں نے گنی لینے سے انکار کیا تھا ، لیکن مس شام ناخوش ہوئیں ۔ انھوں نے سمجھا کہ شاید میں رقم کم ہونے کی وجہ سے انکار کر رہا ہوں اور زیادہ چاہتا ہوں ، اس لیے میں گنی لینے لگا اور کتابیں خریدنے پر خرچ کرنے لگا ، مگر مجھے اسٹیلا پھر نظر نہیں آئی ۔ وہ ابھی تک فرانس میں تھی ۔ سارا پاکٹ ہی پھاٹک کھولا کرتی ۔ وہی عورت جس نے اپنے آپ کو مس شام کی چچا زاد بہن بتایا تھا۔

میں روزانہ شام کو کتابوں کا مطالعہ کرتا ۔ بڈی بے چاری مجھے پڑھاتی ۔ اب وہ بھی جوان اور پُرکشش ہو رہی تھی ۔ وہ ہمدرد ہونے کے علاوہ سمجھ دار بھی تھی ۔ ایک اتوار کی شام کو میں اور بڈی ٹہلنے کے لیے نکلے ۔ راستے میں ، میں نے اس سے اسٹیلا کے متعلق باتیں کیں ۔ میں نے سب کچھ بتادیا ۔ میں نے کہا کہ اسٹیلا مجھے دیہاتی اور گنوار سمجھتی ہے ، اس لیے اچھے طور طریقے سیکھنا چاہتا ہوں ۔ بڈی خاموشی سے سب کچھ سنتی رہی ، مگر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے ۔ وہ مجھے بہت چاہتی تھی ۔ اس نے کہا:

را خیال ہے کہ اشیلا بہت سخت مزاج اور خود غرض ہے۔ تم اس کو بھول جاؤ۔"
صحیح تھی۔ بڑی، اشیلا سے زیادہ مہربان اور خوش مزاج تھی، لیکن مجھ پر اش
چکا تھا۔ آخر بڑی نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے بتا دیا۔ میں ہمیشہ تمہا
کی کوشش کروں گی۔ گھر واپسی کے راستے میں مجھے ارلک دکھائی دیا۔ شاید وہ ہمارے
تھا۔ بڑی نے بتایا کہ ارلک اس کو پسند کرتا ہے، مگر وہ اس سے خوف زدہ تھی۔

" کے ساتھ کام کرتے ہوئے کوئی چار سال گزرے ہوں گے کہ ایک صاحب ہمارے
۔ مجھے ان کو پہچاننے میں دیر نہیں لگی۔ ایک دن مس شام کے گھر میں اشیلا
یڑھی پر چڑھ رہا تھا تو ایک صاحب نیچے آ رہے تھے۔ یہ وہی صاحب تھے۔ اپنی موٹی
کو اوپر چڑھا کر ان کا مجھے گھورنا یاد تھا۔ اس وقت وہ جو کے گھر آئے تو اعتماد سے

مجھے یقین کرنا چاہیے کہ اس وقت جوزف گارگری میرے سامنے ہیں جو لہار
ہیں!"
اور پھر میری طرف اشارہ کر کے کہا، "اور یہ پپ ہیں۔"
"جی سر! بالکل صحیح ہے۔" میرے بہنوئی نے جواب دیا۔
"میرا نام "جاگرس" ہے۔ میں لندن میں وکیل ہوں۔ اور اس وقت اپنے ایک مو
سے آپ کے پاس آیا ہوں۔"
جاگرس صاحب کے انداز سے "جو" بہت متاثر ہوا اور ان کو فوراً بیٹھک (ڈر
میں لے آیا۔ میں بھی پیچھے پیچھے آیا اور جلدی جلدی میز، کرسیوں اور صوف
اگرس صاحب میز کے پاس کرسی پر بیٹھ گئے اور "جو" کی طرف دیکھتے ہوئے۔
اگر آپ کو اپنے شاگرد پپ کو چھوڑنا پڑے تو کیا آپ اس کا کوئی معاوضہ
نے فوراً جواب دیا، "جی نہیں، کچھ نہیں، میں پپ کے راستے میں
سے مجھے خوشی ہوگی۔"
صاحب اب میری طرف مڑے اور بولے، "مجھے آپ کو اطلاع



تراب صاحب نے تھان کھول کھول کر مجھے دکھانے شروع کیے

کار آپ دولت اور جائداد
کے مالک ہو جائیں گے۔
جس شخص کی طرف سے یہ
دولت آپ کو ملے گی وہ
چاہتا ہے کہ آپ کو اس
کے لیے تیار کیا جائے اور
اس کو استعمال کرنے کے
قابل بنایا جائے۔ اس لیے
یہ شخص چاہتا ہے کہ آپ
اچھی تعلیم حاصل کریں اور
معزز آدمیوں والے انداز
سیکھیں ۔ اپنی خواہشیں
پوری ہونے کی امید کے
ساتھ۔"
میرا سانس رک گیا۔
میری خواہشیں اور میرے
خواب پورے ہو رہے تھے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

اِس شام میری خواہشوں کو حقیقت کا روپ دے رہی تھیں۔

"مسٹر پپ! کچھ شرطیں ہیں۔ پہلی تو یہ کہ وہ شخص چاہتا ہے کہ آپ ہمیشہ پپ کا نام ہی اپنائے رکھیں، بدلیں نہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آپ کے محسن کا نام راز میں رہے گا۔ اس وقت تک یہ نام نہیں بتایا جائے گا جب تک وہ شخص خود نہ چاہے۔ اگر آپ سمجھ بھی جائیں یا کسی شخص کے بارے میں خیال ہو تب بھی آپ زبان سے نہ نکالیں۔ میری بات واضح ہو گئی نا؟"

میں نے اقرار میں سر ہلایا تو جاگرس صاحب نے پوچھا:
" آپ کو یہ باتیں منظور ہیں؟"
میں نے دوبارہ سر ہلایا اور جاگرس صاحب کو یقین دلایا کہ شرطیں واضح ہیں اور میں ان کی پابندی کروں گا۔ جاگرس صاحب چند منٹ خاموش رہے، جیسے وہ اپنے آخری الفاظ کی اہمیت جتانا چاہ رہے ہوں، پھر کہنے لگے:
" اب انتظامات کی بات ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا، آپ کے مستقبل سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں، لیکن موجودہ حالات میں خرچ کرنے کے لیے بہت معقول رقم اس شخص نے دی ہے۔ یہ رقم آپ کی تعلیم اور ضروریات زندگی کے لیے کافی سے زیادہ ہے، اس رقم کا انتظام آپ کی طرف سے میں کروں گا، اس لیے مجھے اپنا نگراں سمجھیے۔"
میں نے شکریہ ادا کرنا چاہا تو جاگرس صاحب نے مجھے روک دیا:
" نہیں، کوئی شکریہ نہیں۔ مجھے اپنی خدمات کا بہت معقول معاوضہ ملتا ہے۔ اب غور سے سنیے! آپ کو جلد لندن آنا ہے۔ کچھ اچھے کپڑے سلوا لیجیے۔ وہاں آپ کو ہربرٹ پاکٹ کے ساتھ رکھا جائے گا۔ ہربرٹ آپ ہی کی عمر کا نوجوان ہے۔ امید ہے آپ اس کے ساتھ رہ کر معزز لوگوں کی سی عادتیں اور طریقے سیکھ جائیں گے۔ اور میں ہربرٹ کے والد میتھیو پاکٹ کو آپ کا استاد مقرر کرنا چاہوں گا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟"
میں نے جلدی سے جواب دیا:
" جاگرس صاحب! آپ جو مناسب سمجھتے ہیں وہی اچھا ہے۔ میں نے پاکٹ لوگوں کا نام سنا ہے۔ وہ مس ہیوی شام کے عزیز ہوتے ہیں۔"
جاگرس صاحب کا چہرہ سخت ہو گیا۔ انھوں نے کہا کہ ہاں میرا خیال یہی ہے۔ اچھا، آپ کے کپڑوں اور سفر خرچ کے لیے یہ کچھ رقم ہے۔ انھوں نے بیس گنیاں نکال کر میز پر رکھ دیں اور اپنے پتے کا کارڈ بھی رکھ دیا اور رخصت ہو گئے۔
" جو" اور میں سونے پر گم صم بیٹھے رہ گئے۔ بڈی آئی تو اس نے ہم دونوں کو بتوں کی طرح ساکت پایا۔ " جو" نے اپنے حواس پر قابو پایا اور بڈی کو پورا قصہ بتایا۔ اس کے بعد "جو" باورچی خانے میں گیا اور میری بہن کو بھی یہ ساری باتیں بتانی چاہیں۔

ہم اکیلے رہ گئے تو بڑی نے خوشی سے میرا ہاتھ ہلایا اور دھیرے سے بولی ' " تو کم سے کم تمھاری ایک خواہش پوری ہو رہی ہے ۔ مجھے نہیں معلوم کہ دوسری خواہشوں کا کیا ہوگا ۔ "

میں سمجھ گیا کہ اس کا اشارہ اشیلا کی طرف ہے ' لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ اشیلا کو اچھا نہیں سمجھتی ' اس لیے میں نے مختصر جواب دیا ' " کیسے معلوم ؟ "

میری بہن کا دماغ اتنا کم زور ہو گیا تھا کہ میرے معاملے میں جو کچھ ہو رہا تھا ہم اس کو سمجھا نہ سکے ۔ ساری بات سن کر وہ ہنسی اور سر ہلا کر خوشی کا اظہار کیا ' مگر شاید خوشی اس بات کی تھی کہ اس پر زیادہ توجہ دی جا رہی ہے ۔

دوسرے دن صبح ہی میں تراب صاحب کی دکان پر پہنچ گیا ' جو ہمارے گاؤں کے درزی تھے ۔ ان کے لڑکے نے بتایا کہ تراب صاحب دکان کے پچھلے حصے میں اپنے کمرے میں ناشتا کر رہے ہیں ۔ جب تک تراب صاحب نے مجھے بلا نہیں لیا میں بے چین رہا ۔ تراب صاحب میرے پہنچنے پر بھی ناشتا کرتے رہے ۔ میں ان کے سامنے کھڑا ہو گیا ۔ انھوں نے رسمی طور پر میری صلاح کرنے کا تکلف بھی ضروری نہیں سمجھا ۔ وہ کھاتے رہے ۔ میں نے بات شروع کی :

" تراب صاحب ! مجھے کچھ رقم ملی ہے ۔ "

اب وہ تن کر بیٹھ گئے ۔ انھوں نے کریم رول ہاتھ سے رکھ دیا ' انگلیاں صاف کیں اور کھڑے ہو گئے ۔ میں نے چند گنیاں اپنی جیب سے نکالیں اور بتایا کہ میں جلد ہی لندن جانے والا ہوں اور سفر میں ایک فیشن ایبل سوٹ پہننا چاہتا ہوں ۔ یہ سن کر تراب صاحب مجھے فوراً دکان میں لے گئے اور بڑے جوش میں کام شروع کر دیا ۔ انھوں نے اپنے لڑکے کو کپڑے کے مختلف تھان لانے کو کہا ۔ پھر انھوں نے خود تھان کھول کر دکھانے شروع کیے ۔ وہ ہر تھان کی خوب تعریف کر رہے تھے ۔ ان کے مشورے سے میں نے ایک ایسے کپڑے کا انتخاب کیا ' جو ایک معزز نوجوان کے لیے موزوں ہو ۔ میں نے سیدھے کھڑے ہو کر سوٹ کا ناپ دیا ۔ ناپ لینے کے دوران تراب صاحب مجھے یقین دلا رہے تھے کہ میرے جسم پر ہر سوٹ سجے گا ۔ جب میں دکان سے آنے لگا تو انھوں نے خود میرے لیے دروازہ کھولا ۔ پیسے کی غیر معمولی طاقت کا یہ میرا پہلا ذاتی تجربہ تھا ۔

سوٹ تیار ہو گیا تو میں اسے پہن کر مس شام کو الوداع کہنے گیا۔ انھوں نے کہا کہ مجھے مسٹر جاگرس سب بتا چکے ہیں۔ انھوں نے میری کام یابی کی دعا بھی کی۔ پھر انھوں نے مجھے اپنا بید لہرا کر اللہ حافظ کہا۔ میں اصل میں ان کا شکریہ ادا کرنے گیا تھا، مگر مجھے جاگرس صاحب کی شرط یاد آگئی اور میں نے مس شام پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ میں ان کو اپنا محسن سمجھتا ہوں۔ مجھے رخصت کرتے وقت ان کے الفاظ یہ تھے:

"اللہ حافظ پپ، تم جانتے ہو کہ تم ہمیشہ اپنا یہ نام (پپ) رکھو گے۔"

میں نے اقرار میں سر ہلایا، شکریہ ادا کیا اور چلا آیا۔

جیسے جیسے میرے لندن روانہ ہونے کے دن قریب آرہے تھے "جو" زیادہ سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا، آخر اس نے کہا کہ مجھے اپنے مددگار کے جدا ہونے کا افسوس نہیں ہے بلکہ ایک چھوٹا بچہ جو کتنے دن میرے ساتھ آگ کے قریب بیٹھا اور جس نے نہ معلوم کتنی راتیں مجھے بھٹی پر کام کرتے دیکھا وہ مجھ سے دور جا رہا ہے۔

میں سفر کے لیے اتنا بے چین تھا، اپنی خواہشوں اور امیدوں کو پورا ہوتے دیکھنے کی مجھے اتنی جلدی تھی کہ اپنے عزیز ترین خیر خواہ جوزف گارگری اور بڈی کے صدمے کا مجھے احساس نہیں رہا۔ وہ دونوں میری جدائی کے خیال سے بہت پریشان تھے۔ میں ہفتے کے دن صبح ۵ بجے گاؤں سے قصبے کے لیے روانہ ہوا، جہاں سے مجھے "کوچ" میں بیٹھ کر لندن جانا تھا۔ "جو" اور بڈی دونوں نے گھر سے باہر آکر مجھے الوداع کہا۔

چار گھوڑوں والی گاڑی نے لندن پہنچانے میں ۵ گھنٹے لیے۔ میں دوپہر کے بعد شہر پہنچا اور فوراً جاگرس صاحب کے دفتر کے لیے چل پڑا۔ ان کا دفتر نیو گیٹ جیل کے قریب تھا۔ گلیاں اور گھر سب گندے اور بدنما تھے۔ دفتر کے منشی نے بتایا کہ وکیل صاحب کہیں گئے ہوئے ہیں۔ اس نے مجھے ان کے کمرے میں پہنچایا۔ کمرا اندھیرا اور بے رونق تھا۔ میں تھوڑی ہی دیر میں منشی کو بتا کر کہ میں ذرا تازہ ہوا کھانے کے لیے باہر جا رہا ہوں، چل پڑا۔ میں مارکیٹ اور جیل کے پاس سے گزرا، مجھے ہر چیز گندی اور اُداس نظر آئی۔ واپس آیا تو دفتر کے باہر کچھ لوگ جمع تھے۔ وہ جاگرس صاحب سے ملنے آئے تھے۔ یہ لوگ غریب اور پریشان تھے اور ان



چار گھوڑوں والی گاڑی نے ۵ گھنٹے میں مجھے لندن پہنچادیا

میں سے کچھ غنڈے بھی دکھائی دیتے تھے ۔ میں نے سوچا کہ کیا ان سب کے رشتے دار جیل میں ہیں ۔ جاگرس صاحب وکیل اور قانون داں تھے ۔ ان کا کام ہی لوگوں کی قانونی مدد کرنا تھا ۔ جو لوگ کسی جرم میں پکڑے جاتے ہیں اور جن پر عدالت میں مقدمہ چل رہا ہوتا ہے ' جاگرس صاحب کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ثابت کریں کہ ان کے موکل مجرم نہیں ہیں ۔

آخر جاگرس صاحب آگئے ۔ پہلے انھوں نے ان لوگوں سے باتیں کیں جو ان کے انتظار میں تھے ۔ پھر انھوں نے ان سب کو باہر بھیج دیا اور مجھے اپنے کمرے میں لے گئے ۔ وہاں انھوں نے بتایا کہ مجھے کیا کرنا ہے ۔ مجھے ہربرٹ پاکٹ کے ساتھ رہنا ہے ۔ ہربرٹ قریب ہی کرائے کے کمروں میں رہتا تھا ۔ وہ مجھے اپنے باپ میتھیو پاکٹ صاحب کے ہاں لے جائے گا ۔ اگر میں چاہوں تو وہاں رہ بھی سکتا ہوں ۔ جاگرس صاحب نے مجھے بتایا کہ خرچ کے لیے مجھے کیا الاؤنس ملا کرے گا ۔ انھوں نے جو رقم بتائی وہ کافی بڑی رقم تھی ۔ انھوں مجھے ایسے کارڈ بھی دیے جن کو دکھا کر میں کپڑا اور دوسری چیزیں قرض لے سکتا تھا ۔ ان چیزوں کے دام بعد

میں جاگرس صاحب ادا کر دیا کریں گے۔ اس سے مجھے سہولت بھی ہوگی' لیکن اس طرح جاگرس صاحب کو بھی میرے خرچوں اور میری سرگرمیوں کا علم ہوتا رہے گا۔

اس کے بعد جاگرس صاحب نے اپنے منشی ویمک کو حکم دیا کہ وہ مجھے ہربرٹ پاکٹ کے کمروں تک پہنچا دے۔ ویمک ایک ٹھگنا اور خشک سا آدمی تھا۔ اس کا چہرہ لکڑی کا بنا ہوا لگتا تھا' اور منہ ایسا تھا جیسے لیٹر بکس میں خط ڈالنے کے لیے شگاف ہوتا ہے' لیکن اس کی آنکھوں میں بڑی تیزی اور چمک تھی۔ وہ مجھے برنارڈ کی سرائے لے گیا۔ ہم سرائے کے پھاٹک سے داخل ہو کر ایک مکان کے زینے پر چڑھے۔ سب سے اوپر کی منزل پر ہربرٹ کے کمرے تھے۔ دروازے پر چٹ لگی تھی جس پر لکھا تھا:

"جلدی واپس آجاؤں گا۔"

مگر دروازے میں تالا نہیں لگا ہوا تھا' اس لیے ہم اندر داخل ہو گئے۔ منشی ویمک نے کہا کہ اچھا' اب آپ کو میری ضرورت نہیں ہوگی۔ ویسے میں چوں کہ نقد رقم (کیش) کا انچارج ہوں' اس لیے ملاقات تو ہوتی رہے گی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ روانہ ہو گیا۔

اب میں نے کمروں پر نظر ڈالی' جو میرا نیا گھر تھے۔ کمرے خوب بڑے تھے اور فرنیچر کم ہونے کی وجہ سے اور بھی بڑے معلوم ہوتے تھے۔ صفائی بھی یوں ہی تھی۔ آخر ان میں ایک تنہا لڑکا رہتا تھا۔ کوئی بیس منٹ گزرے ہوں گے کہ میں نے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنی۔ ایک جوان لڑکا پھلوں کا تھیلا لیے ہوئے داخل ہوا۔ پھولی ہوئی سانس کے ساتھ اس نے کہا:

"مسٹر پپ صاحب؟"

میں نے مسکرا کر کہا' جی ہربرٹ صاحب!"

"مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے آنے کے وقت موجود نہیں تھا' مگر مجھے آپ کے پہنچنے کا صحیح وقت بھی معلوم نہیں تھا۔ پھر میں نے یہ بھی سوچا کہ آپ تازہ پھل کھانا پسند کریں گے' اس لیے بھی میں پھل لینے چلا گیا۔"

مجھے ہربرٹ پاکٹ کی اس بات سے اندازہ ہو گیا کہ وہ کتنا مہمان ہے۔ اس نے میرے شکریے کے الفاظ شاید ہی سنے ہوں' کیوں کہ وہ فوراً ہی انتظام میں لگ گیا۔ (جاری ہے)

دانش دانش

ماں

مرسلہ: شازیہ سیال

ماں کتنا حسین لفظ ہے۔ جیسے گلشن میں کھلا گلاب کا وہ پھول جس پر شبنم کے شفاف چمکتے موتی، جیسے صبح کی ٹھنڈی اور معطر ہوا، جیسے چاند کی نرم نرم چاندنی، جیسے سورج کی شوخ و چنچل کرنیں، جیسے ساون کی پہلی بارش، جیسے اٹکھیلیاں کرتی ندی، جیسے ہوا میں آزاد پنچھی، جیسے رنگ برنگی قوسِ قزح، جیسے پھول پھول اُڑتی پیاری پیاری تتلیاں نہیں شاید اس سے بھی زیادہ حسین بہت زیادہ حسین۔

انصاف

مرسلہ: دلاور خان ببر

جب مجھے معلوم ہوا کہ زمین پر سونے والوں اور مخمل کے بستروں پر سونے والوں کے خواب ایک جیسے ہوتے ہیں تو مجھے اللہ تعالیٰ کے انصاف پر یقین آگیا۔

روشن چراغ

مرسلہ: محمد یونس

اُستاد ایک روشن چراغ ہے جس طرح چراغ کی روشنی اُس کے نزدیک زیادہ ہوتی ہے جو چراغ سے قریب ہوتا ہے اور دُور والے پر کم پڑتی ہے، اسی طرح جو اُستاد کے نزدیک رہتے ہیں تو ان پر علم کی روشنی زیادہ پڑتی ہے۔ ان کے دل روشن ہو جاتے ہیں۔ جو اُستاد سے دُور رہتے ہیں ان پر علم کی روشنی کم پڑتی ہے اور وہ جاہل رہ جاتے ہیں۔

ایسی عیدیں

مرسلہ: فیاض احمد نواب شاہ

ایک آدمی کے گھر میں چوری ہو گئی۔ چور عید کا سارا سامان کپڑے، نئے جوتے وغیرہ لے گئے۔ گھر کے سارے افراد اس سوچ میں تھے کہ اب کیا ہونا چاہیے۔ اتنے میں ڈاکیا آیا اور ایک عید کارڈ دے کر چلا گیا جس میں لکھا تھا:

عید مبارک قبول فرمائیے۔ اللہ آپ کو ایسی ہزاروں عیدیں دیکھنا نصیب کرے۔

بھول جانا ایک فن

مرسلہ: [illegible]

جس طرح یادداشت کا بہتر ہونا ایک نعمت ہے اسی طرح بھول جانا بھی فائدہ مند ہے۔ زندگی میں کئی مرتبہ ہمیں ایسے راستوں سے گزرنا پڑتا ہے جن پر آنسو ہی آنسو بکھرے ہوتے ہیں۔ اگر ہم انہیں بھول نہ سکیں تو ہمارے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے

کسی بات کو بھلانے کے لیے قوتِ ارادی کی ضرورت ہے۔ جتنی زیادہ ہماری قوتِ ارادی مضبوط ہوگی اتنی ہی آسانی سے ہم ماضی کی تلخ یادوں کو اپنے ذہن سے نکال سکیں گے۔

ستون

مرسلہ: ثنا طلوت

اخلاق، قوت، دلیری، محنت، ہمت اور استقلال یہ چھ ستون ہیں جن پر انسانی زندگی کی تعمیر ہوتی ہے۔

صرف ایک گدھا

مرسلہ: صبا جمیل

ایک انگریز سیاح جنوبی فرانس میں پہاڑی پر چڑھ رہا تھا کہ راستے میں ایک سبزی بیچنے والا جو گاڑی میں جُتے ہوئے گدھے کو ہانک رہا تھا اور گدھا بڑی مشکل سے پہاڑی پر چڑھ رہا تھا۔ سیاح نے اس کی مدد کی اور گاڑی کو دھکیلنا شروع کیا۔ جلد ہی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر سبزی بیچنے والے نے سیاح کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

"میں جناب کا ممنون ہوں۔ دراصل "صرف ایک گدھے" کی مدد سے یہاں تک پہنچنا ناممکن تھا۔"

ایک درخواست

مرسلہ: عائشہ مقبول،

اے مقدس شام!
مجھے اپنی تمام پاکیزگی بخش دے۔
اے مشفق صبح!
مجھے اپنی سب شفقتیں عنایت کر۔
اے پُرسکون دوپہر!
مجھے اپنا سارا سکون دے دے۔
اے طلوعِ سحر!
مجھے اپنی تمام حقیقتیں سونپ دے۔
اے اندھیری رات!
میرے اندر کے تمام جھوٹ، حسد اور شیطانیت اپنی سیاہی کے اندر سمو لے۔

دو باتیں

مرسلہ: خواجہ عمر فاروق۔

- سب سے بہترین قدم وہ ہے جو مہمان کے استقبال کے لیے اُس وقت اُٹھے جب گھر میں ایک تنکا بھی موجود نہ ہو۔
- اگر قدرت نے ایک مرتبہ آپ کو آزمائش میں مبتلا کیا تو کئی مرتبہ اس سے بچایا بھی ہے

"قرض"

مرسلہ: آغا فیصل مرزا

دو دوست ایک ایسے شخص کی موت پر غمگین تھے جس نے ان سے خاصی بڑی رقم قرض لے رکھی تھی۔ طویل خاموشی کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا:

"آہ! کتنی عجیب بات ہے۔ کہتے ہیں کہ روپیہ قبر میں نہیں لے جایا جا سکتا۔ مگر دوسرے کا روپیہ تو بڑی آسانی سے

لے جایا جا سکتا ہے۔"

بیگم: (شوہر سے جو بارش میں بھیگے ہوئے گھر میں داخل ہوتے ہیں) میں نے کہا۔ جب آپ کو معلوم تھا کہ آج بارش ہوگی تو آپ چھتری کیوں نہیں لے گئے؟

شوہر: (غصے سے) تو کیا کپڑوں کے ساتھ ساتھ چھتری کا بھی ستیاناس کر دیتا۔

باپ: (بیٹے سے) مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جماعت میں سب سے زیادہ بولتے ہو۔

بیٹا: ابا جان! مجھ سے زیادہ تو ماسٹر صاحب بولتے ہیں۔

چہرہ

مرسلہ: سعدیہ اسلم، پشاور صدر

خوب صورت چہرہ آنکھوں کو بہت بھلا لگتا ہے۔ مگر کسی کا چہرہ دیکھ کر لگائے گئے اندازے اکثر غلط ہوتے ہیں۔ چہرہ دل کی عکاسی تو نہیں کرتا۔ ضروری نہیں کہ خوب صورت چہرے والے لوگ اندر سے بھی خوب صورت ہوں۔ انسان ایک کتاب کی طرح ہے جس کا سرورق کچھ اور ہوتا ہے اور اندرونی صفحات کچھ اور۔

زندگی

مرسلہ: سید محمد اطہر

زندگی ایک صحرا ہے جہاں جگہ جگہ خاردار جھاڑیاں نوکیلے پتھر اور تپتی سلگتی ریت ہے۔ جہاں قدم قدم پر انسان لڑکھڑا جاتا ہے۔ ٹانگیں تھکن سے کانپنے لگتی ہیں اور پیروں سے خون نکلنے لگتا ہے۔ ان راہوں پر انسان ایک بار راستہ بھول جائے تو ہمیشہ بھٹکتا رہتا ہے۔

پھول اور خوش بو

مرسلہ: نوشابہ اکرم

- چلتے ہوئے خیال رکھو کہ تمھارے پاؤں سے اٹھتی ہوئی دھول کسی کی منزل نہ گم کر دے۔
- اپنے اندر ایسی خوبیاں پیدا کرو کہ زمانہ تمھارے آگے جھکنے پر مجبور ہو جائے۔
- زیادہ ہنسنے سے بچو کیوں کہ اس سے بھی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔
- اپنی غلطی تسلیم کر لو، کبھی بھٹک نہ سکو گے۔
- سہاروں کی زندگی بے سہارا ہے۔
- بدتر ہے وہ جو جلد غصے میں آئے اور دیر میں راضی ہو۔
- کسی کے آنسوؤں کو زمین پر گرنے سے پہلے جذب کر لو، یہ انسانیت کی معراج ہے۔
- کسی غیر پر اندھا اعتماد مت کرو۔
- عقل کی حد ہوتی ہے مگر بے عقلی کی کوئی حد نہیں۔
- سب سے بڑی فتح نفس پر قابو پانا ہے۔

حق

مرسلہ: طبیب کامران،

امریکا کے صدر ابراہام لنکن جب وکالت کرتے تھے

تو ایک بات اُن کے بارے میں بڑی مشہور تھی۔ وہ اس وقت تک کوئی مقدمہ نہیں لیتے تھے جب تک انھیں اس بات کا یقین نہ ہو جاتا کہ ان کا مؤکل حق پر ہے، اور سو فی صد مقدمہ جیتنے کا مستحق ہے۔

یہ اسی بات کا اثر تھا کہ جب وہ عدالت میں کوئی مقدمہ لے کر حاضر ہوتے تو عدالت، وکیل، جیوری اور حاضرین سب یہ سمجھ لیتے تھے کہ ان کا مؤکل حق پر ہے۔

نازک مزاج

مرسلہ ۔ مرزا محمد شفیع

میر تقی میر بے حد نازک مزاج اور تند خو آدمی تھے۔ ایک بار بال کٹوانے کسی حجام کی دکان پر گئے۔ حجام نے بال کاٹتے ہوئے کہا "میر صاحب، آپ کا ایک شعر مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔" میر صاحب نے چونک کر پوچھا "کون سا؟"

حجام نے سُنا دیا۔ میر صاحب گھر واپس ہوتے، اپنی بیاض نکالی اور اس شعر کو کاٹ دیا۔ مہمان نے پوچھا "کیا معاملہ ہے؟"

میر صاحب نے جواب دیا "ایک شعر کاٹ رہا ہوں بھلا وہ شعر کیسا ہو گا جسے حجام پسند کرے؟"

سچے موتی

مرسلہ: پروین سلطانہ

- خیر کا لفظ مومن کی میراث ہے، جہاں سے ملے اُٹھالے۔
- جب کسی قوم کا بزرگ تمھارے پاس آئے تو اُس کی عزّت کرو۔
- جَو کی روٹی کھانا، صاف پانی پینا اور کھلے میدان میں سونا مرنے والے کے لیے بہت ہے۔
- سفر دو قسم کا ہے، دُنیا کا اور آخرت کا۔ دونوں کے لیے سامان چاہیے۔ دنیا کے سفر میں سامان ساتھ رکھنا چاہیے اور آخرت کے سفر میں روانگی سے پہلے بھیج دینا چاہیے۔

● ایک صاحب اپنے پڑوسی سے "دیکھیے جناب آج کل آپ کا لڑکا کیسی گندی گندی گالیاں دے رہا ہے۔"

لڑکے کا باپ: اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے اس کی ابھی عمر ہی کیا ہے جب بڑا ہو گا تو اچھی اچھی گالیاں دے گا۔

مایوسی

مرسلہ: محمد عرفان یمین

گناہوں کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ گناہ کرنے سے انسان کے اندر مایوسی اور نا اُمیدی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک مرتے ہوئے گناہ گار شخص سے کہا گیا کہ وہ توبہ کر لے تو اُس نے کہا کہ میں نے کبھی نیکی کا کام نہیں کیا۔ اللہ مجھے معاف نہیں کرے گا۔ یاد رکھیے، مایوسی گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ سچّی توبہ کرنے پر معاف کر دیا کرتا ہے۔



سارا کی کہانی

ثاقبہ رحیم الدین

آؤ بچو، سنو کہانی۔ کل تم نے ایک کہانی سنائی تھی اور ہم نے سنی تھی۔ اچھا آج ہم تمھیں ایک بہت پیاری اور سچی کہانی سناتے ہیں۔ تم نے اکثر سنا ہوگا، "سچی بات کہو، کہانی نہ سناؤ۔" اور تمھارے سامنے یہ ذکر بھی ہوا ہوگا "واہ وا کیا کہانی تھی۔ اس کی ہر بات سچی تھی" یہ دونوں باتیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ کبھی کہانی کہنے والا ہمیں کوئی سچی بات یاد کروا رہا ہے اور کبھی کوئی سچا واقعہ کہانی بن کر ہمیں ہمیشہ یاد رہتا ہے۔

ہاں تو میں تمھیں ایک چھوٹی سی اور بالکل سچی کہانی سنانے والی ہوں۔ یہ کہانی مصر کی ایک

لڑکی سارا کی کہانی ہے۔ بہت پرانی کہانی ہے جب نہ ہم تھے اور نہ تم۔ یہ پُرانے اور بہت پرانے وقتوں کی بات ہے کہ دریائے نیل کے کنارے سادہ سے لوگوں کی ایک بستی آباد تھی۔ اس وقت لوگ مصر کو دریائے نیل کا تحفہ کہتے تھے۔ وہاں کے لوگوں میں میل ملاپ تھا اور ان کے بزرگوں نے ان کو کئی ہنر سکھا رکھے تھے۔ ان کا کھانا پینا، لباس، اور گھر در بھی اچھے معیار کے تھے۔ وہ علم و ادب کی کتابیں لکھتے تھے اور چاندنی راتوں میں مجمع میں سناتے بھی تھے۔ آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے مصر کے لوگ ذہین، تعلیم یافتہ اور ہنر مند تھے۔ بس کمی تھی تو یہ تھی کہ ان کے پاس دین اسلام نہ تھا۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ آگ، سانپ، سورج اور دریا جیسی قدرتی قوتوں کی پوجا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر اس زمانے میں وہ لوگ مرے ہوئے بڑے سے ناگ کا سونے کا بُت بنوا کر اونچے پتھر پر نصب کر دیتے تھے۔ دوپہر میں جب سورج سوا نیزے پر ہوتا تھا تو کھلے میدان میں ساری آبادی ہاتھ باندھے کھڑی ہوتی اور ایک طرز میں گیت گاتی تھی۔ اسی طرح وہاں نظر بد دور کرنے کے لیے لوگ کپڑے کے ہزاروں تھان اور سیاہ مرچوں کو آگ میں ڈال دیا کرتے تھے۔

میرے دوستو! تم تو حیرت میں پڑگئے ہو کہ یہ کیسی دنیا تھی۔ یہ وہ قوم تھی جو اسلام سے پہلے اپنی تہذیب اور تاریخ رکھتے ہوئے بھی روشن خیالی کے بجائے وہم اور تعصب کا شکار تھی۔ ہاں تو بات ہو رہی تھی دریائے نیل کی۔ اس دیس میں دریائے نیل بہتا تھا۔

دریا کے کنارے آباد اس بستی کے لوگ ہمیشہ سے اس بات کے عادی تھے کہ جب دریائے نیل کا پانی کم ہونے لگتا تھا تو نقارہ پیٹ دیا جاتا تھا کہ بُرا وقت آنے والا ہے۔ اس بستی میں جو خاندان بہت شریف اور مقدس مانا جاتا تھا اس کی نیک اور کم عمر لڑکیوں میں سے ایک کا چناؤ کر لیا جاتا تھا۔ خاندان والے اس گیارہ بارہ سال کی خوبصورت بچی کی تربیت اور صحت پر خاص توجہ دینے لگتے تھے۔ اس بچی کو سمجھایا جاتا تھا کہ دریائے نیل تمھاری جان کی قربانی مانگ رہا ہے تاکہ اس کا پانی بہتا رہے اور ہماری فصلیں اور کھیت کھلیان ہرے بھرے رہیں۔ اس معصوم بچی کو ہر لحاظ سے قائل کر دیا جاتا تھا کہ یہ ثواب حاصل کرنے کا سب سے اچھا ذریعہ ہے۔ وہ ڈر کے مارے تیار ہو جایا کرتی تھی۔ بستی والے مغرب سے پہلے اس معصوم بچی کو دلہن کا لباس پہنا کر ایک بڑے گروہ کے ساتھ ایک مذہبی پیشوا کے پیچھے پیچھے دریا کے کنارے

جاتے۔ دن ڈھلے جب آسمان پر شفق پھیلی ہوتی تھی اس چھوٹی سی بچی کو دریا میں دھکیل دیتے تھے۔ پھر سب مل کر آسمان کی طرف منہ کر کے اونچی آواز سے دعا کرتے:

"اے نیل، ہماری قربانی کو قبول کر اور ہم سے ناراض نہ ہو!"

یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ چند دن گزرتے تو بارش ہو جایا کرتی تھی اور دریا زور شور سے بہنا شروع ہو جایا کرتا تھا۔ تب مصر والے کہا کرتے تھے:

"نیل نے دلہن کو قبول کر لیا ہے۔"

ایک بار ہندا اور فاطمہ کو دلہن بنایا گیا تھا۔ اِس بار سارا کی باری تھی۔ سارا ایک بھورے بالوں اور بھوری آنکھوں والی، گوری اور چھوٹی سی لڑکی تھی۔ ان دنوں مصر میں لوگ قبیلوں میں بٹے تھے۔ سارا کو اس کی پھوپھی سعدیہ بی بی نے دودھ پلایا تھا اور جسے سات سال تک اپنے قبیلے میں رکھا تھا۔ سارا نے نیل کی دلہن کی کہانی کئی بار گھر میں سنی تھی۔ سارا جب سات سال کی ہوئی تو اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی۔ اس کی بڑی بہن کا نام کلثوم اور چھوٹے بھائی کا نام نعمان تھا۔ اب وہ مکتب میں پڑھنے لگی تھی۔ اس نے اور نعمان نے ایک بلی کا بچہ پال رکھا تھا۔ تینوں بھائی بہن دن ڈھلے گھر کے صحن میں جھولا جھولتے تھے۔ زندگی کے دن ہنستے کھیلتے گزرتے تھے۔

ایک دن کیا ہوا۔ اللہ کے حکم سے نیل کا پانی خشک ہونا شروع ہو گیا۔ اس وقت سارا کی عمر بارہ سال تھی۔ قبیلے کے سردار نے فیصلہ کر دیا کہ سارا نیل کی دلہن بنے گی۔ سارا دلہن بننے کے یہ معنی سمجھتی تھی کہ اچھے کپڑے اور زیور پہنے جاتے ہیں۔ وہ سوچتی تھی کہ انسان یا تو تلوار سے لڑتے ہوئے مرتا ہے یا اس کی دادی کی طرح بیمار ہو کر مرتا ہے۔ ہاں ایک بار اس کی خالہ کا دودھ پیتا بچہ اونچے ٹیلے سے گر کر مر گیا تھا۔ سارا کو پتا ہی نہ تھا کہ ان تین باتوں کے علاوہ دریا میں گر کر بھی کوئی مر سکتا ہے۔ اس نے سوچا، لاؤ اپنی سہیلیوں نجلہ اور لیلیٰ سے پوچھوں، مگر انھوں نے بھی کچھ نہ بتایا۔ سارا کبھی اپنے زیورات دیکھ کر خوش ہوتی اور کبھی اونچے لکڑی کے تخت پر چڑھ جاتی جو اس کے لیے اس کے دادا نے بنوایا تھا۔ وہ کبھی کبھی رو دیتی تھی کہ ہندا تو دریا سے واپس گھر نہیں آئی تھی اور نعمان کا کیا ہوگا، وہ جھولا کیسے جھولے

گا۔ سارا کچھ خوش، کچھ حیران سب گھر والوں کو دیکھتی رہتی تھی۔ ایک صبح اس کے دادا نے سب کے سامنے کہہ دیا کہ پرسوں سارا کو دلہن بنایا جائے گا۔

اگلے دن سارا کو دلہن بننا تھا۔ سارا رات بھر سوچتی رہی کہ دریا کیسا ہوگا اور اس کے اندر کیسے جاؤں گی۔ وہ رات بھر جاگتی رہی اور صبح سویرے اس کی آنکھ لگ گئی۔ سو کر اٹھی تو دن چڑھ چکا تھا۔ اس کی ماں نے مصر کے رواج کے مطابق بہترین آٹے کی بڑی اور موٹی روٹی پکائی جس میں بادام کوٹ کر ملائے اور اوپر تل لگائے۔ سارا یہ موٹی روٹی اکثر دودھ کے ساتھ کھاتی تھی مگر آج بادام کے باریک ٹکڑے اس کے حلق میں چُبھ رہے تھے۔ کھانے کے بعد اس نے بلی کے بچے کی طرف دیکھا تو اسے ایسا لگا جیسے وہ رو رہا ہو۔

اتنے میں باجا بجنے لگا اور خاندان والے اور پاس پڑوس کے لوگ جمع ہوگئے۔ سارا کو بہت قیمتی کپڑے اور سونے کی مالا پہنائی گئی۔ اس کی بہن کلثوم نے اس کے بال بال موتی پروئے اور کاجل لگایا۔ جب سارا سج دھج کر ننھی سی دلہن بن گئی تو اس کے ہاتھوں میں حنا اور خوشبو لگائی گئی۔ سب لوگ جمع ہو چکے تھے۔ سارا کو ایک اونٹ پر بٹھا کر جلوس کی شکل میں مذہبی پیشوا کے پاس لے گئے۔ اس نے سارا کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔ پھر سب لوگ سارا کو لے کر نیل کے کنارے آئے۔

دن ڈھل چکا تھا۔ شام ہونے کو آئی تھی۔ آسمان اور نیل کے پانی پر شفق کی لالی پھیل رہی تھی۔ سارا نے دریا کی طرف بڑھتے ہوئے ایک بار مڑ کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ اتنی دیر سے تو سارا حیران اور گم سم تھی مگر اب اس کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ ایسے وقت کو مصر کے باشندوں کی زبان میں "توڑ کا وقت" کہتے ہیں۔ اللہ جانے اس کا کیا مطلب ہے۔ غرض کہ ایک بزرگ نے آگے بڑھ کر سارا کو دریائے نیل کی لہروں میں دھکیل دیا۔

کہتے ہیں کہ اس سے سارا نے بڑے دکھ سے گڑگڑا کر اتنا کہا، "اے سب سے بڑی طاقت والے، اے سب سے بڑی طاقت والے، مجھے بچالے۔ مجھے بچالے۔ آج کے بعد کسی سارا کی سانس دریائے نیل میں بند نہ ہو۔ میری بات سن لے اے سب سے بڑی طاقت والے!" سارا کے ہاتھ تو اونٹ پر بٹھاتے وقت ہی باندھ دیے گئے تھے۔ وہ دریا کے پانی میں بہہ گئی۔

اسی لمحے سورج ڈوب گیا اور ہلکا سا اندھیرا شروع ہو گیا۔ دوسرے دن خوب بارش ہوئی اور نیل لبالب پانی سے بھر گیا۔

تو سنو دوستو! اب کیا ہوا۔ اسی واقعے کے کچھ عرصے بعد اسلامی فوجوں نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ یہ دور حضرت عمر فاروقؓ کی حکومت کا وسیع اور شاندار دور تھا۔ آپؓ نے حضرت عمرو بن عاص کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ جب دریائے نیل کا پانی پھر کم ہونا شروع ہوا تو مصر کے لوگ گورنر کے پاس آئے۔ انھوں نے اپنے قدیم رواج یعنی نیل کی دلھن کا ذکر کیا اور اجازت چاہی کہ وہ اس رواج کو پورا کریں۔ حضرت عمرو بن عاص نے جواب دیا:

"یہ ظلم کی انتہا ہے۔ تم لوگ صبر کرو اور دیکھو اللہ کیا کرتا ہے۔" لوگ واپس تو چلے گئے مگر ان میں بے چینی اور بدامنی بڑھنے لگی۔ گورنر مصر نے ایک خط حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا جس میں کل حالات بیان کیے اور درخواست کی کہ اس سلسلے میں کوئی حکم دیا جائے۔

جب گورنر مصر کا یہ خط حضرت عمر فاروقؓ کو ملا تو آپ نے ایک خط دریائے نیل کے نام لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام ہے۔ اے دریا، اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو ہم اللہ ہی سے تیرے جاری ہونے کا سوال کرتے ہیں۔ اور اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

اس خط کے ساتھ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک خط گورنر مصر کے نام لکھا کہ اس خط کو دریائے نیل کی ریت میں ڈال دیا جائے۔ گورنر نے ایسا ہی کیا۔ کرنا اللہ کا کیا ہوا، حضرت عمر فاروقؓ کا خط دریائے نیل کی ریت میں رکھنے کے تھوڑی دیر بعد دریا میں پانی چڑھ آیا۔ آس پاس کی ساری زمینیں جل تھل ہو گئیں۔ سارے درخت پھل پھول سے لدنے لگے اور چرند پرند پھر سے بسنے لگے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ دریائے نیل کبھی خشک نہیں ہوا۔ ہر طرف خوشحالی آ گئی اور لوگ امن چین سے رہنے لگے۔

میرے پیارے دوستو! ہمارا تمھارا اللہ بادشاہ، اور بادشاہوں میں سب سے بڑا بادشاہ۔ ہر مشکل اور ہر دکھ میں کام آنے والا، بس تم صرف اتنا کرو کہ اس کا روز شکر ادا کرتے رہا کرو۔ اچھا اب لیٹ رہو۔ سونے کا وقت ہو چلا ہے۔ کہانی ختم۔ کل پھر سہی۔

عہد

ضیاءالحسن ضیا

وطن کو ہم سنواریں گے
چمن کو ہم نکھاریں گے
وطن ہم نے بنایا ہے
جو ہم کو جاں سے پیارا ہے
وطن کی آن کی خاطر
ہمیں مرنا گوارا ہے
وطن کو ہم سنواریں گے
وطن کو ہم نکھاریں گے
ہمیں اللہ دے ہمت
وطن کی ہم کریں خدمت
بنا دیں گلستاں اس کو
کریں دن رات ہم محنت
وطن کو ہم سنواریں گے
چمن کو ہم نکھاریں گے
وطن کی آن ہم سے ہے
وطن کی جان ہم سے ہے
حفاظت فرض ہے اس کی
وطن کی شان ہم سے ہے
وطن کو ہم سنواریں گے



تتلی کا پر

مسز خالد یوسف

اس روز پروفیسر رحمت علی کے گھر میں بڑی رونق تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے اپنے کنبے کے تو صرف تین افراد تھے۔ ایک وہ خود پھر ان کی بیگم اور گھر کا محور اور ان کی اکلوتی بیٹی فردوس۔ ان سے بھلا گھر میں کیا چہل پہل ہو سکتی ہے؟ اس لیے جہاں تک ... تو اسی کی رہتی تھی البتہ کبھی

سے مہمان آجاتے تھے تو پھر گھر میں رونق ہو جاتی تھی اور اس روز تو ... کے گھر میں ہنگامہ برپا تھا۔ اس کی وجہ ... کی چھوٹی بہن اپنے بچوں کے ... تھیں۔ یہ بہن تو ڈاکٹر صاحب کی بیگم ... رہتی تھی اور سارے بچے کوٹھی کے ... باغ میں کھیلتے ہوئے شور مچا رہے تھے۔

فردوس یونیورسٹی میں لیکچرار تھی یونیورسٹی سے آکر وہ زیادہ وقت اپنے کمرے میں گزارتی ... اسے مطالعے کا بڑا شوق تھا اپنے کمرے میں ... مطالعے کی پوری پوری سہولت حاصل تھی ... میں مہمان بچے آتے تھے اور وہ شور مچاتے ... نہیں ہاتی تھی بلکہ بچوں کو خوش دیکھ کر خود ...

... ہو جاتی تھی۔

باغیچہ اس کے کمرے کے سامنے واقع تھا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ بچوں کے شور و غل میں دھیان سے مطالعہ نہیں کر سکتی اس لیے کتاب ایک طرف رکھ کر وہ کرسی پر کھڑکی کے سامنے بیٹھ گئی تھی اور بچوں کو طرح طرح کے کھیلوں میں مصروف دیکھ کر لطف اٹھا رہی تھی۔ اچانک اسے یاد آیا کہ رات اپنی سہیلی سے باتیں کرتے ہوئے وہ اپنا پرس ڈرائنگ روم میں بھول آئی تھی۔

پرس کا خیال آیا تو وہ اٹھ کر ڈرائنگ روم کو جانے لگی۔

پرس وہاں نہیں تھا جہاں اس نے رکھا تھا ادھر ادھر صوفوں پر نظر ڈالنے کے بعد اسے اپنا پرس تپائی پر دکھائی دیا۔ وہ تپائی کی طرف بڑھی اور پرس اٹھا کر دوبارہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس کی نظر بچوں پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ سب کے سب جھک کر ایک پودے کے نیچے کسی چیز کی تلاش میں لگے ہیں۔

"یہاں کیا چیز پڑی ہے جسے ڈھونڈ رہے ہیں، شاید گیند ہوگی، لیکن گیند سے تو یہ کھیل ہی نہیں رہے تھے پھر یہ کیا شے ہے؟

"کیا ہے افشاں؟" اس نے بچوں کی بڑی بہن کو مخاطب کر کے کہا۔

افشاں نے آواز سن لی تھی اور اس نے جواب بھی دیا تھا جو فردوس سن نہیں سکی تھی۔

فردوس نے دوبارہ پوچھنے کی بجائے یہ بہتر کرے۔ چنانچہ وہ اپنے کمرے سے باہر آ کر باغ کی طرف جانے لگی۔

بچوں نے اسے آتے دیکھا تو ایک طرف ہٹ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔

"کیا ڈھونڈ رہے ہو بچو!"

"یہ جی" افشاں نے ایک ننھی سی رنگین شے اپنی ہتھیلی پر رکھ کر اسے دکھائی۔

"باجی! تتلی کو پکڑ لیا تھا پر نکل گئی۔" افشاں نے بتایا۔

"اور یہ کیا ہے؟" فردوس نے پوچھا۔

"اس کا پَر ہے خود نہ جانے پودے میں کہاں گم ہو گئی ہے۔"

اتنا سننا تھا کہ فردوس کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا فوراً آگے بڑھ کر افشاں کے شانے کو اس زور سے دبایا کہ افشاں کی چیخ نکل گئی۔

"ذرا دبایا ہے تو چیخ اٹھی ہو.......... اس معصوم کو اَدھ مُوا کر دیا اور گویا کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ شرم نہیں آئی بے چاری تتلی کو معذور کرتے ہوئے، اب اڑے گی کیسے.....؟ بتاؤ اب کیسے اڑے گی؟"

فردوس کا ایک تو چہرہ غصے سے ڈراؤنا ہو گیا تھا اس پہ اس نے یہ لفظ بڑے تلخ لہجے میں کہے تھے۔ سارے بچے ڈر کر کچھ پیچھے ہٹ گئے تھے اور افشاں کے منہ سے تو بات ہی نہیں نکلتی تھی۔

افشاں کو ڈر سے زیادہ حیرت ہو رہی تھی کہ فردوس

نے ہمیشہ اس سے بڑا پیار کیا تھا اسے ہر سالگرہ پر خوبصورت اور قیمتی تحفے دیے تھے وہ حیران پریشان کھڑی تھی۔

"اندر جاؤ.......... تم اس قابل نہیں ہو کہ یہاں کھیلو.......... کتنا ظلم کیا ہے تم نے تتلی پر۔"

یہ کہہ کر فردوس گھومی اور واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔

وہ کرسی پر جا بیٹھی مگر جلد ہی اٹھ گئی ایک دیوار سے دوسری دیوار تک گئی۔ کھڑکی کے سامنے پہنچی بچے ایک دائرے کی صورت میں بیٹھے اس طرح باتیں کر رہے تھے جیسے سرگوشیاں سی کر رہے ہوں۔ افشاں پودے کی ایک ٹہنی کو اپنے ایک ہاتھ میں تھامے بیٹھی تھی اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

فردوس کھڑکی سے ہٹ کر دوبارہ کرسی کی طرف آئی اور اپنے ہاتھ اس کی پشت پر رکھ کر کچھ سوچنے لگی۔ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے افشاں سے سخت الفاظ کہہ دیے ہیں یا وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے جو کچھ کیا ہے درست کیا ہے۔

دو تین منٹ گزر گئے تھے فردوس اسی حالت میں کھڑی تھی۔

"باجی جی!"

آواز سن کر اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ افشاں کھڑی تھی۔

"باجی! میں آجاؤں؟"

اس نے سر کے اشارے سے افشاں کو اندر آنے کی اجازت دی۔

افشاں دھیرے دھیرے اس کے پاس آکر رک گئی۔

"باجی! میں.........."

افشاں نے اپنا فقرہ مکمل نہ کیا اور فردوس نے اپنے سر کو اس انداز سے جنبش دی جیسے کہنا چاہتی ہو میں جانتی ہوں تمہارے دل میں کیا ہے۔ فردوس نے افشاں کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے صوفے کی طرف لے چلی۔ دونوں ایک دوسرے سے کچھ کہے بغیر پاس پاس بیٹھ گئیں۔

"باجی! میں شرمندہ ہوں اپنی حرکت پر.......... میں جانتی ہوں آپ کو دکھ ہوا ہے۔ آپ تو بہت ہی اچھی باجی ہیں کبھی غصہ نہیں کیا۔"

افشاں کا ہاتھ ابھی تک فردوس کے ہاتھ میں تھا جسے وہ دبانے لگی تھی۔

"مجھے دکھ ہوا تھا سخت لفظ کہہ دیے۔" فردوس بولی۔

"معاف کر دیجیے نا باجی!"

فردوس نے افشاں کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اپنے ہاتھ سے اس کا شانہ تھپتھپانے لگی۔

"باجی! شاید کوئی بات ہے اگر آپ یہ بات بتادیں تو باجی! میں بہت ممنون ہوں گی۔"

"یقیناً ایک بات ہے۔"

افشاں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا وہ اٹھی کھڑکی کے قریب دیوار میں جو الماری تھی اس کا ایک پٹ کھولا اور اس میں سے ایک کتاب لے کر واپس

اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئی۔

"یہ دیکھو۔" فردوس نے کتاب کھولی ایک صفحے پر تتلی کا ایک سفید پر لگا ہوا تھا۔

"دیکھ رہی ہو؟"

"جی باجی۔"

فردوس دو تین لمحے خاموش رہی کتاب بند کر کے صوفے کے بازو پر رکھ کر کہنے لگی۔

"میں جب تمہاری عمر کی تھی تو اپنی سہیلیوں کے ساتھ تتلیوں کے پیچھے بھاگا کرتی تھی۔ بڑی کوشش کے باوجود کوئی تتلی میرے ہاتھ نہیں آتی تھی میری ناکامی پر میری سہیلیاں ہنس دیا کرتی تھیں......."

ایک مرتبہ میں نے ایک پھول پر ایک بالکل سفید تتلی دیکھی ارادہ کر لیا کہ اسے پکڑ کر ہی چھوڑوں گی۔ اس وقت میرے پاس کوئی نہیں تھا۔ میں دبے پاؤں آگے بڑھتی گئی....... یہاں تک کہ پھول کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ آہستہ سے ہاتھ بڑھایا اور اسے پکڑ لیا وہ نکلی۔ اس کا پَر میرے ہاتھ میں رہا اور وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

مجھے اپنی ناکامی پر افسوس ہوا لیکن میں نے اس کا پَر تو اپنے قبضے میں کر ہی لیا تھا۔ یہ پَر میں مٹھی میں بند کر کے اپنے کمرے میں لے آئی اور اسے کتاب میں رکھ دیا۔

فردوس سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہنے لگی،

"دسویں جماعت کا نتیجہ نکلا تو میں نے بڑے اعزاز کے ساتھ امتحان پاس کر لیا مجھے ایسی خوشی ہوئی کہ پھولی نہیں سماتی تھی اس حالت میں سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی تو نہ جانے کس طرح دوسری تیسری سیڑھی پر ہی پاؤں پھسل گیا اور میں دھڑام سے آخری سیڑھی کے نیچے گر پڑی۔ دھماکے کی آواز سن کر ابا، امی بھاگے بھاگے آئے۔

چوٹوں کی وجہ سے میں بے ہوش ہو گئی۔ ڈاکٹر آیا اس نے مناسب کارروائی کی، ہوش آنے کے بعد درد کے مارے میرا بُرا حال تھا جگہ جگہ چوٹ لگی تھی۔ سب سے زیادہ درد میرے شانے میں ہو رہا تھا جو بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔

اعزاز پانے کی ساری خوشی خاک میں مل گئی اب میں تھی اور رات دن پلنگ۔ چلنا پھرنا مشکل........ ہر وقت لیٹی رہتی تھی۔

دن گزرتے گئے اور میری حالت آہستہ آہستہ بہتر ہونے لگی اس دوران میں ہر روز عزیز رشتے دار، میری سہیلیاں میری تیمار داری کرتی رہیں میں ان سب چہروں کو اچھی طرح پہچانتی تھی مگر کبھی کبھی ایک لمبا چہرہ بھی دکھائی دے جاتا تھا جسے میں نہیں پہچان سکتی تھی۔ لگتا تھا اسے میں نے پہلے تو کبھی دیکھا ہی نہیں ہے اور دیکھا بھی ہے تو بھول گئی ہوں۔

یہ ایک لڑکی تھی عمر میں مجھ سے چھوٹی سفید براق لباس پہنے ہوئے۔ اس وقت آتی تھی جب میرے پاس کوئی اور تیماردار نہیں ہوتا تھا۔

بڑی خوش دلی سے مجھے دودھ پلاتی رہتی سیب کاٹ کر دیتی تھی۔ دوا کے وقت دوا پلاتی تھی۔

میں نے کئی بار چاہا کہ اس سے پوچھوں

"آپ کا نام کیا ہے؟"

مگر یہ سوچ کر نہ پوچھ سکی کہ کہے گی ہر روز آتی ہوں اور یہ میرا نام ہی نہیں جانتی۔

ایک شام میرے شانے میں بڑا درد محسوس ہو رہا تھا۔ درد کی شدت سے میں نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں یکایک قریب سے اس لڑکی کی میٹھی سی آواز آئی۔

"سو رہی ہیں آپ؟"

"نہیں.......... شانے میں بڑا درد ہے۔"

"اوہو.......... شانے کا درد ہوتا ہی بڑا سخت ہے۔"

اس کی آواز میں ایسا درد بھرا تھا کہ میں نے بے اختیار آنکھیں کھول دیں اور.........."

فردوس خاموش ہو گئی.......... افشاں جو بڑی توجہ سے اس کے الفاظ سن رہی تھی بولی

"اور.......... باجی؟"

فردوس کے ہونٹ حرکت میں آ گئے۔

"میں نے دیکھا کہ اس لڑکی کا پورا بازو غائب ہے۔ یک لخت مجھے اس تتلی کا خیال آ گیا جس کا ایک پر میں نے نوچ ڈالا تھا میں نے سوچا یہ وہی تتلی ہو گی۔"

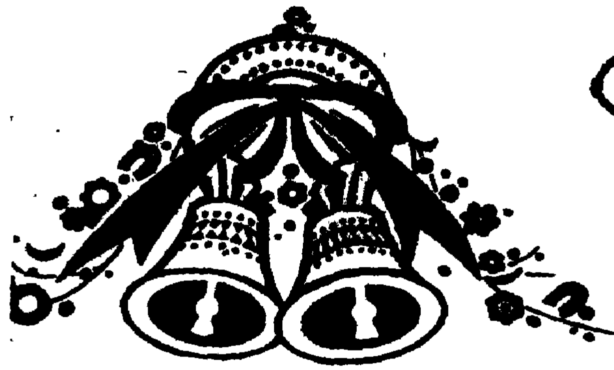
"اوہ میرے اللہ۔" افشاں کے منہ سے نکلا۔

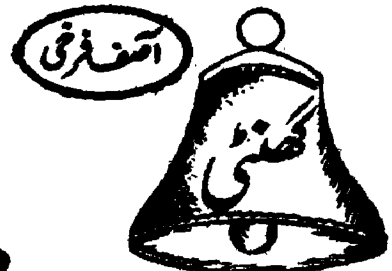
فردوس نے آنکھیں بند کر لیں اور جب کھولیں تو اس کی پلکیں بھیگی ہوئی لگتی تھیں۔

"اس وقت اس نے مجھے جن نظروں سے دیکھا تھا وہ نظریں میں آج تک نہیں بھول سکی اور نہ کبھی بھول سکوں گی" فردوس نے گلوگیر آواز میں کہا۔

افشاں کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلکنے لگے۔

..........O..........





جہاں جہاں گھنٹی خود نہیں جاسکتی، وہاں اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔ گھنٹی کی آواز میں ایک آہنگ ہوتا ہے، جو بڑا شیریں ہوتا ہے اور سننے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن گھنٹی موسیقی کا ساز نہیں ہے وہ بجتی ہے تو اس کے بجنے میں کوئی نہ کوئی خبر ہے، اور اس کی آواز میں بلاوا ہے۔ گھنٹی وقت گزرنے کی اطلاع دیتی ہے، مدت پوری ہو جانے پر خبردار کرتی ہے، اور کہیں کہیں عبادت کے لیے بلاتی ہے۔ ٹیلی فون میں یا دروازے پر بج اٹھتی ہے تو کسی ملاقاتی کی خبر لاتی ہے۔ بعض جگہوں پر گھنٹی خطرے کی اطلاع دیتی ہے، اور آگ یا طوفان سے بچاؤ کے لیے خبردار کرتی ہے، مدد مانگتی ہے۔ اونٹوں اور گائے بھینسوں کے گلے میں بندھی ہوتی ہے، اور دن بھر چرنے کے بعد جانور شام پڑے اپنے گھر لوٹتے ہیں تو ان کے گلے میں بندھے بندھے بجتی ہے کہ جانور بھٹک جائیں تو گلے بان کو پتہ چل جائے کہ وہ کہاں ہیں اس طرح گھنٹی ان کی خبر رکھتی ہے، اور جن کی خبر رکھی جائے وہ جانور حفاظت سے رہتے ہیں۔

گھنٹی کی آواز کہاں کہاں جاتی ہے اور کیا کیا کام کرتی ہے!

ابتدائی دور کے انسان نے گھنٹی نہیں بنائی۔ اسے گھنٹی کی زیادہ ضرورت بھی نہیں تھی۔ خبردار کرنے اور اطلاع دینے کا کام لوگ خود ہی پورا کر لیتے تھے جب انسان نے غاروں سے نکل کر بستیوں میں رہنا شروع کیا، اور الگ الگ بستیوں میں رہنے والے لوگوں میں اختلاف کی صورت پیدا ہوئی، تو بستی والوں کو کسی بھی نئے آدمی کے بستی کی طرف آنے کی پہلے سے اطلاع ملنا ضروری ہوگیا، اور یوں گھنٹی کی ضرورت پڑی۔ شہروں اور قصبوں میں قلعے کے اونچے برج پر ایک آدمی کو بٹھادیا جاتا جو آنے والوں کو دور سے دیکھ لیتا اور وہیں سے نعرہ لگا کر بستی والوں کو خبردار کر دیتا یوں بستی حملہ آوروں اور لٹیروں سے

نمٹنے کے لیے تیار ہو جاتی۔ پھر برج پر، یا اونچے مناروں پر گھنٹیاں لگائی جانے لگیں تاکہ کسی بھی اہم خبر کے لیے بستی والوں کو جمع کیا جاسکے۔

تاریخ کے صفحات میں کئی قدیم معاشروں میں گھنٹیوں کا ذکر ملتا ہے کہ گھنٹیاں لوگوں کی توجہ مبذول کرنے کے لیے (کوئی اہم خبر سنانے کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ گھنٹی کا ذکر انجیل میں بھی آیا ہے۔ قدیم آشوریہ اور بابل میں سونے کی گھنٹیاں، گھوڑوں کے گلے میں باندھی جاتی تھیں، اور ان گھنٹیوں کی آواز کا مطلب یہ تھا کہ شاہی رتھ آرہا ہے۔ یہ آواز سن کر لوگ راستا چھوڑ دیتے اور مؤدب ہو جاتے۔ قدیم یونان میں قصبوں اور محلوں کی حفاظت کے لیے چوکیدار موجود ہوتے، اور ایک چوکیدار سے دوسرے چوکیدار تک ایک گھنٹی گردش کرتی رہتی۔ ہر چوکیدار یہ گھنٹی اگلے تک پہنچا کر یہ ظاہر کرتا کہ وہ جاگ رہا ہے اور ہوشیار ہے۔ روم میں قاصد اور نقیب لڑکے گھنٹی بجا کر شہریوں کو کسی اہم اجلاس کے لیے یا حمام کے کھلنے کی خبر دینے کے لیے جمع کرتے۔

کئی معاشروں میں گھنٹی کی آواز کا تعلق عبادت سے بھی رہا ہے۔ ازمنۂ وسطیٰ کے یورپ میں گرجا گھروں میں گھنٹیاں رواج پانے لگیں۔ گھنٹی بجا کر لوگوں کو عبادت کے لیے بلایا جاتا تھا۔ پھر ان گھنٹیوں سے شہری زندگی کے بعض اور اہم کام بھی کیے جانے لگے۔ گھنٹیاں بجا کر صبح، دوپہر اور شام کا وقت بتایا جاتا، آگ لگنے کی اطلاع دی جاتی، رات کو سونے اور صبح کو اٹھنے کے لیے خبردار کیا جاتا۔ گھنٹی بجا کر لوگوں کو ہوشیار ہونے اور ہتھیار اٹھالینے کے احکام دیے جاتے اور گھنٹی کی آواز کے ذریعے کسی آنے والے خطرے یا اہم واقعے کی اطلاع دور دور تک پھیل جاتی۔

بعض علاقوں میں لوگوں کا یہ خیال تھا کہ گھنٹی کی آواز سے طوفانوں اور آنے والے خطروں کو دور بھگایا جاسکتا ہے، اور بُرا اثر ڈالنے والی بدروحوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

مغل بادشاہوں کے عہد میں صبح اور شام کے وقت کا اعلان گھنٹی سے وابستہ نہیں تھا۔ دلّی کے لال قلعے میں توپ داغنے سے اعلان ہوتا۔ رمضان میں سحری و افطار کے وقت کا اور عید کا چاند نظر آنے کا اعلان توپ کی آواز سے ہوتا اب یہ اعلان سائرن کی آواز سے ہوتا ہے جو برقی گھنٹی کی ایک شکل ہے۔

گھنٹی کا ایک انوکھا استعمال شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں ہوا۔ جہانگیر نے اپنے محل میں مشہور و معروف زنجیر عدل بنوائی ہوئی تھی۔ جس کسی کو شہنشاہ کے سامنے فریاد کرنا ہوتی، یا عدل و انصاف طلب کرنا ہوتا وہ زنجیر کھینچتا۔ یہ زنجیر ایک گھنٹی سے جڑی ہوتی تھی، جو زنجیر کھینچنے پر فریاد کو شہنشاہ تک لے جاتی اور شہنشاہ کو خبر ہو جاتی کہ کوئی فریادی آیا ہے۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا، گھنٹی کا استعمال بڑھتا گیا اور مختلف نوعیت کے کاموں کے لیے اس سے فائدہ اٹھایا جانے لگا۔ انگلستان اور امریکا میں

گے کہ کہاں لفظ کھینچے گا، کہاں نہیں۔

اب اس وزن کے کچھ اور شعر دیکھیے اور سمجھیے کہ انھیں کس طرح پڑھا جائے گا :

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

اس شعر میں آنکھ کا "الف" کھول کے "ل" کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے گا، اور دوسرے مصرعے میں "سے" اور "کو" دبا کر پڑھے جائیں گے۔ وزن کا خاکہ اس طرح ہے :

۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲

کھو لاں کھ ز میں دے کھ فَ لک دے کھ فَ ضا دیکھ
مَش رِق سِ اُ بھَر تے ہُ ءِ سُو رَج کُ ذَ را دیکھ

آپ نے سبب اور وتد کی ترتیب کو دیکھا دونوں مصرعوں میں وہی ترتیب ہے۔ یہ بحر کے مطابق ہے جو بحر ہزج کی ایک قسم ہے، اور اس کے ارکان یہ ہیں :

مَفعُولُ مَفَاعِیلُ مَفاعِیلُ مفاعیل۔

اس میں سبب وتد کا وہی سلسلہ ہے۔ (۲، ۲، ۱، ۱، ۲، ۲، ۱، ۱، ۲۲، ۱۱، ۲۲)

کبھی آخری رکن "مفاعیل" کی جگہ "مفاعی" آتا ہے جسے "فعولن" سے بدل دیتے ہیں۔ دونوں کا وزن ایک ہے۔ اس طرح وزن یوں ہو جاتا ہے :

مَفعُولُ ، مَفاعِیلُ ، مَفاعیلُ ، فعُولُن

۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲

مَف عُو لُ مَ فا عِی لُ م فا عی لُ مَ فا عیل یا ف عُو لُن

اس بحر کے کچھ اور شعر دیکھیے تاکہ آپ اس کا وزن اچھی طرح سمجھ جائیں :

چاندی کی انگوٹھی پہ جو سونے کا چڑھا جھول
اچھی تھی لگی بولنے اترا کے بڑا بول

اس کی تقطیع یوں ہو گی :

۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲

چاں دی ک اَن گو ٹھی پِ جُ سو نے کَ چَ ڑھا جھول

مَف عُو لُ مَ فا عی لُ مَ فا عی لُ مَ فا عیل

۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲

---

۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲

او چھی تھ ل گی بو ل ن ات را کِ ب ڑا بول

مَف عُو لُ مَ فا عی لُ مَ فا عی لُ مَ فا عیل

۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲

اب آپ ان اشعار کی تقطیع خود کر سکتے ہیں۔ یہاں آخری رکن مفاعیل کی جگہ "فعولن" ہے، مفاعی کے برابر۔

نکلے تری دُنیا کے ستم اور طرح کے
درکار مرے دل کو تھے غم اور طرح کے
بُت خانے کا منظر بخدا آج ہی دیکھا
تھے میرے تصور میں صنم اور طرح کے
رہبر کا تو اندازِ قدم اور ہی کچھ تھا
ہیں قافلے والوں کے قدم اور طرح کے

اب ہم اس مضمون کو غالب کے اس شعر پر ختم کرتے ہیں :

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یارب
اِک آبلہ پا وادیِ پُرخار میں آئے

تقطیع :

۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲

کاں ٹوں کِ زَ باں سُو کھ گَ ئی پیا س س یا رَب

مف عو لُ مَ فا عی لُ م فا عی لُ فَ عو لن

اِک آ ب لَ پا وا دِ یِ پُر خا ر م آ ئے

۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۲ ۲

مل جُل کے ساتھ رہنا

عبدالقادر

رہتے تھے اِک گلی میں دو پھول جیسے بچے ، باطن تھا صاف ان کا، تھے قول کے وہ سچے
اک روز گھر کے آگے ان کی ہوئی لڑائی ، اس نے جو منہ چڑایا، اُس نے چپت لگائی
کانوں کو اِس نے کھینچا، اُس نے زبان دکھائی ، انگلی مروڑی اِس نے، دھپ اُس نے اک جمائی
ماؤں نے کھڑکیوں سے دیکھا تو تن کے آئیں ، اس دوسرے کے آگے تلوار بن کے آئیں
کی پہلے بدکلامی، پھر چھڑ گئی لڑائی ، آپس میں چھاؤں سے کرنے لگیں پٹائی
دانتوں سے کان کاٹے، گردن مروڑ ڈالی ، ہاتھوں میں چوڑیاں تھیں، ہر ایک توڑ ڈالی
پھر لمبے ناخنوں سے چہروں کو نوچ ڈالا ، انجام کیسا ہوگا، کچھ بھی نہ دیکھا بھالا
پہلی نے دوسری کی جب موڑ دی کلائی ، تب دوسری نے اس کی بیلن سے کی دُھنائی
کپڑوں کو پھاڑتی تھیں، بالوں کو نوچتی تھیں ، بازو مروڑتی تھیں، رہ رہ کے کوستی تھیں
باپوں نے جب یہ دیکھا، طوفان بن کے آئے ، غیظ و غضب میں دونوں حیوان بن کے آئے
اِک دوسرے پہ جھپٹے، کی خوب ہاتھا پائی ، لاتیں رسید کرکے جوتوں سے کی پٹائی
گھونسے لگائے کس کر، ڈنڈے چلائے جم کر ، ضربیں لگا رہے تھے طاقت سے وہ بدن پر
تھے دونوں سخت زخمی، پھر بھی نہ ہار مانی ، جب ہانپنے لگے تو کی خوب بد زبانی
ہمسائے دوڑے آئے، روکی گئی لڑائی ، سمجھا بجھا کے ان میں کر دی صلح صفائی
"بچے کہاں ہیں دونوں" آواز ایک آئی ، "غائب کدھر ہوئے ہیں، صورت کہاں چھپائی"
سب ڈھونڈنے کو نکلے، کچھ دُور اُن کو پایا ، خوش گپوں میں گم تھے، مسرور ان کو پایا
بیٹھے مزے سے دونوں وہ سیب کھا رہے تھے ، دل میں نہ تھی کدُورت، وہ مسکرا رہے تھے

بچے سکھا رہے تھے جینے کا یہ قرینہ
مل جُل کے ساتھ رہنا، دل میں رہے نہ کینہ

طب کی روشنی میں

پھٹے ہوئے ہاتھ

س: عمر ۲۱ سال۔ میرے ہاتھ اور پاؤں پھٹے ہوئے ہیں۔ بہت علاج کروایا مگر ٹھیک نہیں ہوئے۔
علی شفیع

ج: آپ کو اپنی غذا سے گوشت کو کم سے کم تر کر دینا چاہیے۔ سبزیوں پر توجہ کرنی چاہیے۔ ساتھ ہی رات کو صاف دو چائے کے چمچوں برابر پینے بھر چینی چاہیے۔ ہمدرد مرہم رات سوتے وقت لگائیے۔

سفید بال

س: عمر ۱۹ سال۔ سر کے بال سفید ہو رہے ہیں۔ سر میں خشکی بھی نہیں ہے۔ نہ درد ہے اور نہ نزلہ۔ سخت پریشان ہوں۔
ن۔ ا۔

ج: یہ مسئلہ جینیاتی (GENETIC) ہے۔ علاوہ ازیں کسی نامعلوم وجہ سے بالوں کی تھیلیوں کے فعل میں خرابی آجاتی ہے اور سیاہ رنگ اتر کے بالوں میں شامل نہیں ہوتا۔ چونکہ اب تک وجہ کا انکشاف نہیں ہو رہا ہے اس لیے اس صورت حال کا کوئی علاج بھی یقین کے ساتھ نہیں بتایا جا سکتا۔

گردن اور سر میں درد

س: عمر ۲۲ سال۔ میری گردن میں بہت درد رہتا ہے، تکیہ رکھ کر تھوڑی دیر بھی سو جاؤں درد بڑھ جاتا ہے۔ کوئی حل بتائیے۔
نور العین

ج: اولاً میرا خیال تھا کہ آپ کا تکیہ غالباً اچھا نہیں ہے۔ اونچا یا نیچا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کو "ایڈجسٹ" کرنا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو گردن کے مہروں (ہڈیوں) کا ایکسریز کرالینا چاہیے، ممکن ہے کہ وہاں کوئی خرابی ہو۔ تدبیر ایک یہ ہے کہ گردن کو رات

وقت خوب تیز گرم پانی سے، جس میں خوب نمک گھول لیا گیا ہو، اس میں تولیہ بھگو کر نچوڑ کر گردن کو سینکیں۔ پھر ہمدرد مرہم کی مالش کریں اور کپڑا لپیٹ کر سو جائیں۔ غالباً اس تدبیر سے آرام آجائے گا۔

ہاتھ پیروں کی سوجن

س: سردی میں میرے ہاتھ پیروں کی انگلیاں سوج جاتی ہیں، درد ہوتا ہے اور تیز خارش۔ علاج تجویز فرمادیجیے۔ عائشہ مظہر،

ج: بہ ظاہر یہ دوران خون کا مسئلہ ہے کہ سردیوں میں انگلیوں سے خون واپس نہیں ہوتا۔ اس کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ ہاتھوں پیروں کی انگلیوں کو گرم رکھا جائے۔ رات کو سوتے وقت اچھے خاصے گرم پانی میں انگلیوں کو ڈبو رکھا جائے۔ دس منٹ بعد تولیے سے خشک کرکے ان پر ہمدرد مرہم خوب مالش کریجیے اور سو جایئے۔ امید ہے کہ اس تدبیر سے آپ کی تکلیف دور ہو جائے گی۔

سر میں خشکی

س: عمر ۲۲ سال۔ میرے سر میں کافی خشکی ہے۔ بال گرنے لگے ہیں۔ ازرہ کرم کوئی علاج تجویز فرمایئے۔ فوزیہ خان

ج: سر میں خشکی کو بفا (ڈینڈرف) کہتے ہیں۔ جو لوگ ابتدا میں سر کو خوب صاف کرنے پر توجہ نہیں کرتے ان کو بھی یہ بیماری ہو جاتی ہے۔ ضروری ہے کہ صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔ دوائے خارش سفید تین گرام۔ روغن کمیلہ ۳۶ گرام ہمدرد سے خرید لیجیے۔ ان دونوں کو شیشی میں ملا کر رکھ دیجیے۔ شیشی کو خوب ہلا کر یہ تیل رات کو سر میں لگا کر مالش کریں اور سو جائیں۔ صبح سر دھولیں۔ چند دن ایسا کریں، خشکی دور ہو جائے گی۔

احساس کمتری

س: عمر ۱۵ سال ہے۔ میرا قد چھوٹا ہے۔ میں احساس کمتری کا شکار ہوں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لوگ مجھ سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے رشتے داروں کے گھر جاتا ہوں تو

ش۔ن

خاموش بیٹھا رہتا ہوں۔

ج: قد چھوٹا ہونا بھی بھلا کوئی عیب ہے۔ بڑے لمبے تڑنگے آدمی بھی بے کار ہوتے ہیں۔ چھوٹے ٹھگنے انسان تاریخ ساز بن جاتے ہیں۔ نپولین کون سا لمبا تڑنگا تھا! آپ کو اپنے ذہن سے یہ بات نکال دینی چاہیے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ علم و عمل میں کتنے بلند ہیں! علم و عمل کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ رشتے داروں میں بیٹھ کر آپ اپنی معلومات کا مظاہرہ کریں گے تو سب کی نظروں میں اونچے ہو جائیں گے۔ خاموش بیٹھ کر بلندیاں آپ کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔

نامناسب رویہ

س: میری بہن کی عمر ۸ سال ہے۔ اس کا پڑھنے میں دل نہیں لگتا۔ ہر ایک سے بدتمیزی کرتی ہے۔ پاگلوں جیسی حرکتیں کرتی ہے۔

محمد عادل عباسی

ج: مناسب ہے کہ اس معصوم بچی کو کسی ہمدرد معالج کے پاس لے جائیے۔ ممکن ہے کہ یہ کوئی دماغی اور ذہنی مسئلہ ہو اور قطعاً پیدائشی ہو۔

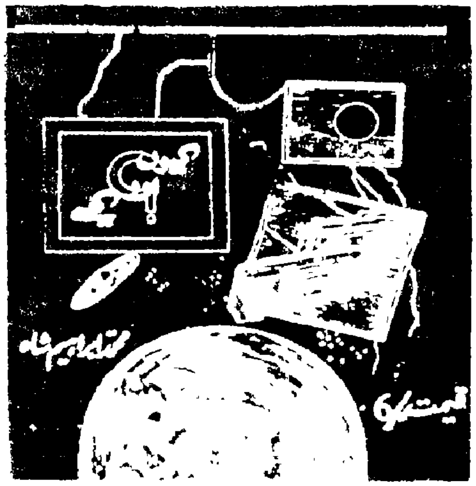
پیٹ میں گولا

س: عمر ۳۲ سال۔ میرے پیٹ کے بائیں طرف کبھی کبھی گول اور موٹا گیند نما گولا سا بن جاتا ہے جس سے شدید درد ہوتا ہے۔ ہاتھ سے مالش کرنے سے درد ختم ہو جاتا ہے۔ براہ مہربانی درد کا کوئی علاج بتائیے۔

ی۔م

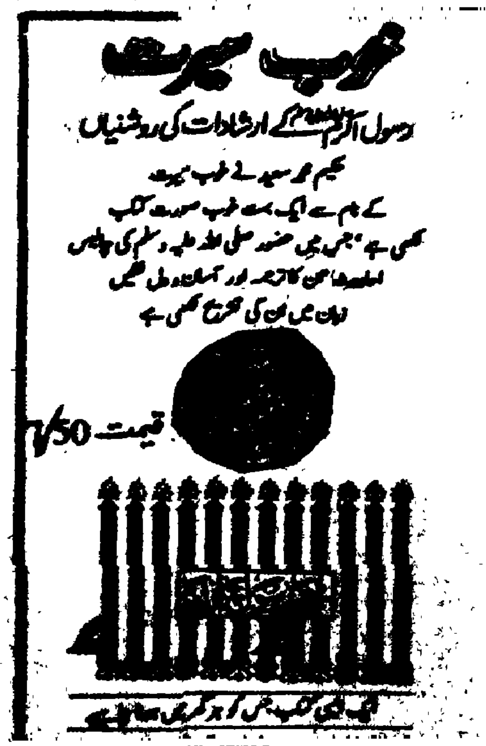
ج: یہ دراصل فتق (ہرنیا = آنت اترنا) ہے۔ اس کا علاج دوا سے نہیں ہو سکے گا۔ آپ کو کسی ماہر جراح (سرجن) سے مشورہ کرنا چاہیے۔

مکتبہ پیامِ تعلیم کی دلچسپ اور سائنسی کتابیں











اقوالِ زرین

● حضرت عثمانؓ کا ارشاد ہے کہ دس چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

۱۔ وہ علم جس کے ساتھ عمل نہ ہو۔
۲۔ وہ عالم جس سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا جائے۔
۳۔ وہ مشورہ جو مقبول نہ ہو۔
۴۔ وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے۔
۵۔ وہ مال جسے راہِ خدا میں خرچ نہ کیا جائے۔
۶۔ وہ قرآن کریم جس کی تلاوت نہ کی جائے۔
۷۔ وہ تیز رفتار گھوڑا جس پر سواری نہ کی جائے۔
۸۔ وہ حقائق کا علم جو کسی دنیا دار کو مل جائے
۹۔ وہ عمر جس میں عمل کر کے جنّت حاصل نہ کی جائے۔
۱۰۔ وہ ہتھیار جو استعمال نہ کیا جائے۔

محمد عمر۔ مدرسہ انوار العلوم۔
جلگاؤں۔ مہاراشٹر

فرمانِ نبی

● عنقریب میری امّت پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب وہ :

۱۔ آخرت کو بھول جائیں گے دنیا کو یاد رکھیں گے۔
۲۔ زندگی پیاری ہوگی، موت سے نفرت ہوگی۔
۳۔ محل در کار ہوں گے قبریں بیکار ہوں گی۔
۴۔ مال پر نگاہ ہوگی آل کی خبر نہ ہوگی۔
۵۔ خلق پیاری ہوگی، خالق کی یاد بھی باقی نہ رہے گی۔

ثناء اللہ الکافی : سوٹھگاؤں۔ باسو پٹی بازار، مدھوبنی

طلب

جانا چاہتے ہو ــــ تو مقدس مقامات کی سیر کو جاؤ۔
لینا چاہتے ہو ــــ تو والدین کی دعا لو۔
مرنا چاہتے ہو ــــ تو حق پر مرو۔
رونا چاہتے ہو ــــ تو اپنے گناہوں پر روؤ۔
لڑنا چاہتے ہو تو راہِ خدا میں لڑو۔
کرنا چاہتے ہو ــــ تو خدا کی عبادت کرو۔

ایم احمد۔ کاغذی پورہ۔ بالاپور۔ اکولہ

فرمانِ رسول

(۱) جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔
(۲) جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔
(۳) ہر بھلائی صدقہ ہے۔
(۴) اچھا گمان رکھنا بہترین عبادتوں میں سے ہے۔
(۵) مومن کو گالی دینا فسق اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔

مرسلہ:۔ محمد میراں اشکری۔ بھٹکل

بہترین نصیحتیں

۱۔ کبھی بھول کر اپنے ماں باپ کی نافرمانی مت کرو۔
۲۔ بیوی کے سامنے اس کے میکے والوں کی شکایت مت کرو۔
۳۔ رخصت کرنے کے بعد اپنے مہمان کی شکایت مت کرو۔
۴۔ اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی شکایت مت کرو۔
۵۔ غریب کی دعوت چاہے تکلیف دہ ہو قبول کرو۔
۶۔ ماں باپ کا حکم چاہے ناگوار ہو قبول کرو۔

شیخ احمد۔ مدرسہ اعجاز العلوم احمد نگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشیاء کے نام

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا نام عقاب تھا۔
(۲) حضورؐ کے نیزے کا نام مثوی تھا۔
(۳) حضورؐ کی کمان کا نام کتوم تھا۔
(۴) حضورؐ کی ٹوپی کا نام سیوع تھا۔
(۵) حضورؐ کے خچر کا نام دُلدل تھا۔
(۶) حضورؐ کے گھوڑوں کا نام نجز اور سجل تھے۔
(۷) حضور کے دونوں تلواروں کے نام مخدوم اور ذوالفقار تھے۔

المرسل شکیل احمد۔ مدرسہ دارالعلوم محمدیہ قدوائی روڈ، مالیگاؤں۔ ناسک۔ مہاراشٹر

تعریف کے قابل

(۱) تعریف کے قابل وہ ہے، جس کا شیوہ خدمت خلق ہے۔
(۲) تعریف کے قابل ہے وہ، جو دوست کے مشکل وقت میں اس کی مدد کرتا ہے۔
(۳) تعریف کے قابل ہے وہ جو والدین کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔
(۴) تعریف کے قابل ہے وہ، جو اپنے مسلمان بھائی کی برائیوں پر پردہ ڈالتا ہے۔
(۵) تعریف کے قابل ہے وہ، جو مسافر کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔
(۶) تعریف کے قابل ہے وہ، جو اپنی پریشانیوں پر صبر کر کے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔
(۷) تعریف کے قابل ہے وہ، جس کو آخرت کی فکر ہے۔

مرسلہ منصور عالم کشن گنج (بہار)

اچھی باتیں

(۱) کسی مصیبت پر صبر کر لینا سب سے بڑی نیکی ہے۔
(۲) فرض نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنا سب سے بہتر عمل ہے۔
(۳) اچھا دوست زندگی کا نمک ہوتا ہے جس کے بغیر زندگی بدمزہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

راشد عرفان۔ مخدوم پورہ پربھنی



یہ دورِ ترقی بھی آفت کی نشانی ہے
بچوں پہ بڑھاپا ہے بوڑھوں پہ جوانی ہے

دیبا علی، ۱۰-۲۰/۱۰ پٹکا پور
کان پور ۲۰۸۰۰۱

تیری بارگاہ میں اے ذات باری التجا یہ ہے
نہ کر محتاج تو اپنے سوا میری دعا یہ ہے

سیاہی کو مٹا کر بھر دے یارب دل میں نور اپنا
دکھا دے مجھ کو سیدھا راستا ربِ غفور اپنا

صبا پر دین، طالب علم - این - آئی - ای
سی - قاضی سرائے اول نگینہ بجنور - یو - پی

میری آنکھوں میں فروزاں ہیں مدینہ کے چراغ
میری آنکھوں سے یہ پہچان نہ جائے آقا

موت کے وقت بھی ہونٹوں پہ ترا نام رہے
شہر دل سے ترا ارمان نہ جائے آقا

اظہر علی ولد قمر علی، اسلام پورہ
کلمب ضلع ایوت محل

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

عبد الصمد
ہلدی پوکھر، ضلع سنگھ بھوم (بہار)

دیکھا نہیں کسی کو حقارت سے آج تک
مجھ سے میری نگاہ کی قیمت نہ پوچھیے

سیّد ناطق علی، بل گاؤں وردھا
(مہاراشٹر)

وقتِ طلوع دیکھا وقتِ غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

عرسہ محمد مجیب الرحمٰن
ابن محمد انور، مدراس

صورت کے لیے سیرت ایک حسن اضافی ہے
ہر گل جو مہکتا ہے گلفام نہیں ہوتا

سلمان ظفر
شعبۂ اسلامی تعلیم، اے - ایم - یو - علی گڑھ

وہ دور بھی دیکھا ہے تاریخ کی آنکھوں نے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

تعلیم الحق، پروین بیوٹی پارلر، پٹنہ

تعلیم لڑکیوں کو ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہو وہ سبھا کی پری نہ ہو

اقبال انصاری، مسلم ہاسٹل، الہ آباد

ایک بڑے راجا کا بیٹا
دو دن میں مردہ سا لیٹا
تین سپاہی دوڑے آئے
چار دوا کی پڑیا لائے
پانچ منٹوں میں گرم کرائے
چھے چھے گھنٹے بعد پلائے
ساتویں دن جب منہ کو کھولا
آٹھ منٹ وہ رانی سے بولا
نویں دن کچھ ہمت آئی
دسویں دن پھر دوڑ لگائی

مسعود امین نام حسین، گھر نمبر ۴۔
عبداللہ نگر، مالیگاؤں، ضلع ناسک

نشیمن پر نشیمن اس قدر تعمیر کرتا جا
کہ بجلی گرتے گرتے آپ ہی بیزار ہو جائے

نیر اعظم ۔ علی گڑھ ۔

کیا سبھی نے مرا پتھروں سے استقبال
سلوک میرے ساتھ سب کا مخلصانہ تھا

محمد الیاس کرلا، بمبئی

باطل کی خدائی کا انکار کیا ہم نے
یہ جرم اگر ہے تو سو بار کیا ہم نے

مرسلہ۔ فلیمہ، بنت عبد الجبار
کرلا (بمبئی)

سارے جہاں سے اچھا ہندستاں ہمارا
رہنے کو گھر نہیں ہے سارا جہاں ہمارا

انصاری نشاط انجم
مبارک پور اعظم گڑھ ۔ (یو۔پی)

کردار سے بنائیے معیارِ زندگی
ماحول سے حیات کا سودا نہ کیجیے

مرسلہ:۔ کوثر عارفین، کمہرولی
کمتول۔ دربھنگہ (بہار)

نفرت کا پیڑ کوئی بھی پھولا پھلا نہیں
اس شہر میں کبھی کہیں ایسا ہوا نہیں

رخشندہ شاذیہ
غالب اسکول، بھلائی نگر۔ درگ

اے خط خطا نہ کرنا جا کے قدم پر گرنا
جو کوئی تجھ سے پوچھے میرا اسلام کہنا

عابدہ خاتون
مبارک پور اعظم گڑھ ۔ (یو۔پی)

تو مردِ مسلماں ہے تو پیغامِ عمل دے
اٹھ اور زمانے کے مقدر کو بدل دے

محمد عباس
کرلا۔ بمبئی قسمت نگر

نہ جانے کیا کیا تھا ڈوبنے والے نے لہروں سے
وہ لہریں آج بھی ساحل پر اپنا سر پٹختی ہیں

اطہر علی بیگ ۔ نور نگر، جامعہ نگر، نئی دلی ۔ ۲۵

شہد اور بھالو

مکھیاں شہد کی بھگائیں بھالو
جن جن جن ہو چالسو

ہاتھ شہد کو نہ لگاؤ
اپنا راستہ سیدھے جاؤ

بھالو جی ہوا رفو چکر
پالو کو سر پر رکھ کر

شہد تو ملتا اس کو خاک
ڈنکوں سے سوجی اس کی ناک

سیّد عبدالماجد غوری متعلم مدرسہ
تجوید القرآن۔ تلگنڈا

محنت

دیکھو آئی امتحاں کی گھڑی
محنت کریں ہم خوب کڑی

محنت سے کیوں کر ہم ڈریں
وقت پر کھیلیں وقت پر پڑھیں

امتحاں میں مت کرنا چوری
عادت ہے یہ بہت چھچھوری

چوری کی کبھی نہ رکھو آس
محنت سے کم ہوں گے پاس

بادل رائی پوری





بچوں کی مذہبی کتابیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں	۴/۵۰
خوب سیرت	۴/-
رحمان کا مہمان	۴/-
کمسن صحابی	۵/-
اسلام کے جاں نثار	۴/-
سیرت پاک مختصر مختصر	۳/-
نور کے پھول	۹/-
حضرت حمزہؓ	۳/:
سب سے بڑے انسانؐ	۳/۵۰
حضرت محبوب الٰہیؒ	۳/:
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	۲/:
حضرت فریدالدین گنج شکرؒ	۲/:
حضرت معین الدین چشتیؒ	۲/:
حضرت ابوبکر صدیقؓ	۶/:
حضرت طلحہؓ	۳/:
حضرت سلمان فارسیؓ	۳/:
حضرت ابوذر غفاریؓ	۳/:
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۳/:
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۳/:
نیک بیٹیاں	۳/۵۰
امیر خسروؒ	۳/:
ہمارے نبیؐ	۳/۵۰
دس جنتی	۲/۵۰
منہاج القرآن	۴/۵۰
ارکان اسلام	۳/-
عقائد اسلام	۳/-
چار یار	۶/-
آں حضرتؐ	۳/:
خلفائے اربعہ	۸/-

نبیوں کے قصّے	۵/:
مسلمان بیبیاں	۴/:
اسلام کیسے پھیلا اوّل، دوم	۵۰/۵/- ۶/-
پیارے رسولؐ	۲/۵۰
ہمارے رسولؐ	۶/-
حضرت ابوہریرہؓ	۴/-
سرکار دوعالمؐ	۹/-
اللہ کے صفی	۲/:
حضرت نظام الدینؒ	۳/:
سرکار کا دربار	۴/۵۰
ہمارا دین (اوّل، دوم، سوم) فی حصہ	۸/-
اسلام کے مشہور سپہ سالار (اوّل، دوم) مکمل	۸/-
اسلام کے مشہور امیر البحر	۴/۵۰
قرآن پاک کیا ہے؟	۳/:
اسلام کیسے شروع ہوا؟	۶/۵۰
رسول پاکؐ	۶/:
اللہ کا گھر	۴/۵۰
رسول پاک کے اخلاق	۳/:
اللہ کے خلیل	۲/:
تحسین القرآن	۴/۵۰
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	۳/:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵



● شوہر کو دفتر جانے کی بڑی جلدی تھی وہ اپنی گھڑی اور رومال لینا بھول گئے وہ جلدی جلدی سیڑھیاں اتر کر نیچے آئے تو انھیں یاد آیا کہ وہ اپنی گھڑی اور رومال لینا بھول گئے ہیں انھوں نے اپنی بیوی کو آواز دی اور کہا میری گھڑی اور رومال اوپر ہی سے پھینک دو بیوی نے یہ سن کر پہلے گھڑی پھینکی گھڑی کی کانچ چور چور ہو گئی یہ دیکھ کر شوہر نے کہا "رومال نہ پھینکنا کہیں رومال بھی چور چور نہ ہو جائے۔"

روبینہ عثمان جمشیر، ترپھے، نئی بمبئی

● باپ :۔ (بیٹے سے) بیٹا تم حساب میں کیسے فیل ہو گئے؟

بیٹا :۔ کیا کروں آبا جان! پرچے میں سود کا سوال آ گیا تھا۔

باپ :۔ تو بیٹا حل کر دیتے۔

بیٹا :۔ "آپ ہی تو کہتے ہیں کہ سود حرام ہے" تو میں نے سوچا کہ سوال بھی حرام ہو گا"

● ایک صاحب تو اسپتال میں ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کی بیوی صرف چند گھنٹوں کی مہمان ہے"۔ اب ان کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ امید ہے کہ آپ اس خبر سے پریشان نہیں ہوں گے۔

وہ صاحب بڑے اطمینان سے بولے "کوئی بات نہیں ڈاکٹر صاحب! میں تو اتنے برس تک پریشان رہا ہوں، چند گھنٹوں کی پریشانی اور جھیل لوں گا۔"

کفیل احمد جیراجپوری، کرلا بمبئی۔

ایک بار ماسٹر جی نے لڑکوں سے کہا سب لوگ پیٹھ کے بل لیٹ کر اپنی ٹانگوں کو سائیکل کی طرح چلاؤ، سبھی لڑکے ایسا کرنے لگتے ہیں لیکن ایک لڑکا رکا رہا۔

ماسٹر:۔ دلیپ تم کیسے رک گئے؟

دلیپ :۔ "ماسٹر صاحب میری سائیکل ڈھلان پر ہے"۔

محمد شفیع، بھوجپور، گونڈہ۔ (یوپی)

ایک لڑکا:۔ تمھارا خاندان کیسا ہے؟

دوسرا:۔ جانوروں کا

پہلا :۔ وہ کیسے

دوسرا:۔ "امی مجھے اُلو کہہ کر پکارتی ہیں، ابو گدھا کہتے ہیں۔ ماسٹر صاحب بندر اور دادا شیر کہتے ہیں۔"

شبیر رضا گلاب۔ محلہ جھجو (بہار)

فقیر: (راہ گیر سے) بھائی اللہ کے نام پر پانچ

روپے دے دو۔
راہ گیر نے تنگ آکر پانچ روپے دے دیئے
فقیر :- (راہ گیر سے) مانگ کیا مانگتا ہے
راہ گیر :- میرے پانچ روپے مجھے واپس دے دو

شفیع اللہ ۔ کرنول (آندھرا پردیش)

● ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا اس نے قبر پر کتبہ لگایا ۔ جس میں یہ جملہ کندہ تھا۔
"میری روشنی بجھ گئی"
چند ماہ بعد اس نے شادی کر لی شادی سے ایک روز قبل اس نے پادری سے پوچھا۔
"کیا اب پہلی بیوی کے قبر کے کتبے کے الفاظ مٹا دیے جائیں؟
پادری نے جواب دیا :- اس کی ضرورت نہیں بس "پرانے الفاظ کے نیچے یہ الفاظ لکھ دو"
"میں نے دوسری شمع روشن کر لی۔"

امین ۔ سلیم باشاہ ، کھڑک پورہ ۔ کرنول

● ایک بار ایک استاد کلاس میں سبق سننے لگے ۔ بچوں کو سبق یاد نہیں تھا۔ اس لیے سب بچے چپ تھے تو استاد نے چلتے چلتے کہا کہ کل کسی کو سبق یاد نہ رہا تو ڈنڈے سے سنوں گا ۔ دوسرے دن جب سب بچے کلاس میں آئے تو پھر بچوں کو سبق یاد نہیں تھا ۔ استاد صاحب مارنے چلے تو بچوں نے کہا کہ مولانا آپ ہی نے تو کل کہا تھا کہ میں ڈنڈے سے سنوں گا ۔ آج آپ ہم سے کیوں پوچھ رہے ہیں ڈنڈے سے سنیے۔

رضوان احمد گونڈوی ۔ گونڈہ ۔ یو۔پی

● عزیز :- کل میرے چچا جان نے فٹ بال میچ جیت کر دنیا بھر کا ریکارڈ توڑ دیا۔
اشفاق :- افوہ! یہ فٹ بال کھیلنے والے ہمیشہ کچھ نہ کچھ توڑتے رہتے ہیں ۔ ابھی حال ہی میں میرے ایک رشتہ دار نے اسی کھیل میں اپنی ٹانگ توڑ لی تھی۔

آصف اقبال محمد شعبان ۔ مالیگاؤں ۔ ناسک

● مالک : (نوکر سے) یہ خط لیٹر بکس میں ڈال دینا" شام کو مالک گھر آیا تو خط میز پر رکھا تھا ۔ مالک (نوکر سے) "تم نے یہ خط نہیں ڈالا" نوکر :- میں جہاں بھی گیا لیٹر بکس میں تالا تھا ۔ میں خط کیسے ڈالتا۔

صفیہ فاطمہ ، برہانپور

● ایک عورت اپنے شوہر سے کہنے لگی ۔ ابھی سنتے ہو ۔ منے نے دوات کی ساری روشنائی پی لی ۔ اسے اب کیا کروں؟
شوہر صاحب اپنے کام میں مشغول تھے ۔ اس لیے وہ بولے "پنسل سے کام چلا لو"

آصفہ عرفی ۔ دلاور پور ، مونگیر

● ایک شرابی نے جب اپنے ایک بیمار دوست کی خیریت پوچھی تو دوسرے شرابی نے جواب دیا "بخار ٹوٹ گیا ہے مگر گردن میں سخت درد ہے۔" تو شرابی نے کہا "گھبراؤ نہیں جیسے بخار ٹوٹا ہے ویسے ہی گردن بھی ٹوٹ جائے گی۔"

محمد جابر حسین۔ نالندہ (بہار)

● ایک آدمی کسی فقیر کی پگڑی لے کر بھاگ گیا۔ فقیر قبرستان میں جا بیٹھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا ارے بے وقوف وہ باغ کی طرف گیا ہے۔ تو یہاں کیوں بیٹھا ہے۔ فقیر نے جواب دیا: "آخر کار وہ یہیں آئے گا۔" اسی لیے میں یہاں بیٹھا ہوں۔

مطیع اللہ عارف۔ سدھارتھ نگر۔ یوپی

● ارے تم اسکول سے اتنی جلدی کیسے آگئے۔ ماں نے بچّے سے پوچھا۔ اسکول کی گھڑی میں چار بج گئے تھے۔ اس لیے میں جلدی آگیا۔
لیکن میری گھڑی میں تو ابھی دو ہی بجے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن میرے اسکول کی گھڑی کا ڈائل چھوٹا ہے۔ اس کی سوئیاں دو گھنٹے پہلے چار بجا دیتی ہے آپ کی گھڑی کا ڈائل بڑا ہے۔ اس لیے دو گھنٹہ دیر سے چار بجتے ہیں۔

مرسلہ: ارشد یونس
محلہ، مونگیری گنج، بیگوسرائے۔ بہار۔

● کرکٹ کے ایک کھلاڑی نے اپنی نئی نویلی دلھن کو سمجھاتے ہوئے کہا "فرح! آج سے میری زندگی کا نیا ٹیسٹ شروع ہو گیا ہے۔ میرے امی ابو کو تمھیں امپائر کی حیثیت سے تسلیم کرنا ہوگا ورنہ تمھیں ایل۔ بی۔ ڈبلیو قرار دے کر میدان سے باہر پویلین بھیج دیں گے۔

محمد مصباح انجم۔ نالندہ (بہار)

● مالک: (نوکر سے) سنو ایک انڈا لاؤ اور اسے گیس پر جلا کر رکھ دو۔
نوکر: (حیرت سے) جلا کر رکھ دوں۔
مالک: ہاں..... کچھ دیر بعد مالک نے انڈا طلب کیا تو دیکھا کہ انڈا پورا جلا ہوا تھا نوکر کو بلا کر ڈانٹا اور کہا۔ بدتمیز سارا انڈا جلا کر رکھ دیا۔
نوکر (ہکلاتے ہوئے) آ آ آپ ہی ن نے ت ت تو کہا تھا کہ انڈا ج جلا کر ر۔ رکھ د د دو

محمد فیصل نیو اسلام پورہ۔ ناسک۔ مہاراشٹر

● آنکھ کے ایک ڈاکٹر کے پاس ایک مریض آیا اس نے کہا "ڈاکٹر میری آنکھ کمزور ہے ڈاکٹر نے آنکھ چیک کرتے ہوئے اس سے پوچھا کہ یہ کون سا ہندسہ ہے مریض نے ٹھیک جواب دیا اس پر پھر ڈاکٹر نے پوچھا "یہ کون سا ہندسہ ہے؟" مریض نے کہا یہ دس کا ہندسہ ہے ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا اور کہا یہ اپنا بھرت کن اور رتن کی تصویر ہے

مرسلہ: مبشر خاں نور۔ نانپارہ ضلع بہرائچ

● ایک جاہل ان پڑھ آدمی چھوٹے سے تخت پر سو رہا تھا۔ اُدھر سے ایک انگریز عورت آئی۔ بھول میں اس کا دھکا اس آدمی کو لگا۔ اس عورت نے کہا "سوری" جاہل آدمی نے کہا تو اتنی سی جگہ میں کیا سوئے گی؟

اسلم علی اصغر علی
محلہ چوپڑہ ضلع جلگاؤں۔ (مہاراشٹر)

● استاد:۔ بتاؤ تمھیں پسینہ کیوں آتا ہے۔
شاگرد:۔ جناب ہم روٹی کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں وہ دونوں اندر جاکر لڑنے لگتے ہیں چونکہ روٹی سخت ہوتی ہے اس لیے وہ پانی کو باہر نکال کر بھگا دیتی ہے۔

محمد اشرف امام۔ نالندہ (بہار)

● استاد:۔ (شاگرد سے) بتاؤ نقشے میں گنگا اور جمنا ندی کہاں ہے۔
شاگرد:۔ جناب اگر یہ دونوں ندیاں نقشے میں ہوتی تو پورا نقشا ہی بھیگ کر خراب ہو جاتا۔

فیصل ابن مومن۔ زیتون پور بھونڈی

استاد:۔ (شاگرد سے) آج تم بال سنوار کر کیوں نہیں آئے؟
شاگرد:۔ کنگھی گم ہو گئی تھی۔
استاد:۔ تو پڑوس سے لے لی ہوتی
شاگرد:۔ پڑوس میں سب گنجے رہتے ہیں

عبد المتین عبد الحفیظ
گولڈن نگر۔ مالیگاؤں

ڈاکٹر مریض سے کل جو میں نے آپ کو شیشی میں دوا دی وہ پی لی تھی؟
مریض:۔ جی نہیں اس پر تو لکھا تھا ڈھکن ہمیشہ بند رکھیے۔

محمد شفیع بن برکت اللہ
مدرسہ معہد التعلیم الاسلامی، ۹۰ جوگابائی جامعہ نگر

ایک فقیر: بابو جی ایک اندھے سورداس کو پچاس پیسے دے دو بابو جی: بابا سورداس تو بالکل اندھے تھے لیکن تمھاری تو ایک آنکھ کھلی ہے۔
فقیر:۔ تو بابو جی پچیس پیسے ہی دے دو۔

محمد انیس۔ ضلع گونڈہ۔ یوپی

ایک بڑا سا کتا ایک بلی اور اس کے بچوں کو ڈرا رہا تھا۔ بلی ڈرتے ڈرتے دیوار سے جا لگی لیکن ایک دم وہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑی ہو کر زور زور سے غرانے اور بھونکنے لگی۔ بالکل کتے کی طرح۔ کتا یہ دیکھ کر سٹپٹا گیا اور اُلجھن میں مبتلا ہو کر وہاں سے دُم دبا کر بھاگ گیا۔ اس کے جانے کے بعد بلی نے اپنے بچوں سے کہا۔ "دیکھا بچو! تم نے ایک سے زیادہ زبانیں سیکھنے کا فائدہ۔"

تسنیم بانو "سونا" محلہ مچھو، نالندہ

ایک دوست (دوسرے سے) کہتے ہیں، میرے گانے سے پانی کھولنے لگتا ہے، کیا یہ سچ ہے،

دوسرا دوست۔ ہو سکتا ہے خون کھولتا ہوا تو خود کئی بار مجھے محسوس ہوا ہے۔

محمد فخر عالم ۔ آزاد روڈ چندوارہ مظفرپور

● باپ: (بیٹا سے) تم دھوپ میں کیوں کھڑے ہو۔

بیٹا:۔ میں اپنا پسینا سکھانے کے لیے دھوپ میں کھڑا ہوں۔

حامی کریم ۔ ویشالی (بہار)

بقیہ صفحہ ۱۴ کا

"اگر گائیں غار میں نہیں تو اپولو کو لے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ تم نے گائیں کہاں چھپا رکھی ہیں۔"

ہرمیس باپ سے سرتابی کیسے کرتا؟ وہ اپولو کو جنگل میں لے گیا۔ اپولو نے گایوں کو دیکھ کر ہرمیس کو معاف کر دیا۔ لیکن جب اس نے گنا تو دو گائیں کم تھیں۔ اس کا غصہ پھر بھڑک اٹھا۔ اس کا ہرمیس کو پہلے ہی اندازہ تھا اس نے رباب نکالا اور بجانا شروع کر دیا۔

اس کی دھن اتنی انوکھی تھی کہ اپولو دنگ رہ گیا۔ اپنا غصہ بھول کر وہ رباب سننے میں محو ہو گیا۔

اپولو موسیقی کا دیوتا تھا۔ وہ رباب کے لیے بے چین ہو گیا۔ اس نے ہرمیس سے کہا کہ وہ تمام گائیں لے لے اور رباب اُسے دے دے۔ چالاک ہرمیس بھلا اتنے پر کیسے مان جاتا۔ اس نے اپولو سے اس کی جادوئی چھڑی بھی لے لی۔

ہرمیس نے پھر کبھی چوری نہیں کی۔ نہ جھوٹ بولا۔ اگرچہ چالاک مسافر، چور، تاجر اور چرواہے جو چالاکی، تیز طراری اور حاضر جوابی سے اپنا رزق کماتے ہیں، اسی کی پوجا کرنے لگے۔ ہرمیس اور اس کی ماں کو اولمپس پر بلا لیا گیا۔

زیوس اس کے دماغ کی تیزی اور حاضر جوابی سے اس قدر خوش ہوا کہ اسے ایک سنہرا ہیٹ، ایک پروں والی چپل اور ایک ایسی ٹوپی دی جس میں اس کی ساری جادوئی ترکیبیں چھپ جاتی تھیں پلک جھپکتے ہی وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جاتا۔ وہ سیاست دانوں کے منہ میں ایسے الفاظ ڈال دیتا کہ وہ بڑے سادہ لوح معلوم ہوتے۔ تاجروں کو منافعت بخش سودوں میں مدد کرتا۔ وہ سب دیوتاؤں میں مقبول ہوا۔ زیوس کی بیوی ہیرا جو کسی کو برداشت نہیں کرتی تھی وہ بھی اس کی مداح ہو گئی۔ دیوتا زیوس نے اسے نقیب یعنی دیوتاؤں کی آمد کا منادی کرنے والا بنا دیا۔


ننھے منّے بچوں
کے لیے
دلچسپ
اور
باتصویر کہانیاں
بتاشے
نرسری کے بچوں کے لیے آسان
زبان میں دلچسپ نظمیں قیمت ۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا
6/50
جادو کی ہنڈیا
5/-
جاں نثار دوست
بچوں کے لیے باتصویر کہانی
قیمت ۵/- روپے
شیر اور بکری
6/50
کوّے کا خواب
7/-
دم کٹی لومڑی
6/50
قیمت 7/50
6/50
چاند کی بیٹی
5/-

قلمی دوستی

نام: خورشید اقبال انصاری، عمر: ۱۸ سال
تعلیم: B.A
مشغلہ: خدمتِ خلق
پتا: مکان نمبر ۲۲۶، پرانا کٹرہ۔ الہ آباد

نام: صلاح الدین شیخ سراج الدین، عمر: ۱۷ سال
تعلیم: ایس۔ ایس۔ سی (الیکٹریشن)
مشغلہ: والدین کی خدمت کرنا۔ کتابیں پڑھنا، پیام تعلیم اور اخبارِ نوجواں پڑھنا۔
پتا: بی آئی ٹی چال نمبر ۱ پہلا منزلہ روم نمبر ۲۶ امام باڑہ بمبئی ۔ ۹

نام: شوکت علی مسعود، عمر: ۱۱ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ: پابندی سے اسکول جانا پیام تعلیم پڑھنا پھر دوسرے پیام تعلیم کا انتظار کرنا۔ قلمی دوستی کرنا۔
پتا: معرفت: محمد عثمان پاچورہ جلگاؤں۔ مہاراشٹر

تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: خوشخطی کرنا۔ قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم، امنگ، نور، و دیگر کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا: معرفت: حافظ و قاری محمد احمد صاحب، چھبرا ضلع دھرم سنگھوا بازار، سدھارتھ نگر۔ یو۔ پی۔

نام: محمد ہارون سیوانی، عمر: ۱۷ سال
مشغلہ: روز روز نت نئی شرارتیں کرنا، ہنسنا ہنسانا، تعلیم حاصل کرنا، کہانیاں لکھنا
پتا: پوسٹ صدر پور، سیوان، بہار۔

نام: صباح رشید خاں: عمر: ۴ سال
تعلیم: (II) K.G
مشغلہ: شرارت کرنا، نت نئے پکوان کھانا۔
پتا: معرفت، رشید خاں۔ بی آئی ٹی چال ۱۳ روم نمبر ۳۲، امام باڑہ روڈ بمبئی ۹۔

نام: فیصل خلیل شیخ، عمر: ۴ سال
تعلیم: (I) K.G
مشغلہ: شرارت کرنا، نئے نئے کپڑے پہننا اسکول جانا۔
پتا، معرفت: خلیل شیخ، بی آئی ٹی چال نمبر ۱ امام باڑہ روڈ، بمبئی ۹۔

نام: جاوید احمد عبدالمجید۔
تعلیم: ہفتم
مشغلہ: کتب بینی، سیر و تفریح
پتا: اسلامپورہ گھر نمبر ۳۶۹۔ مالیگاؤں ناسک

نام: سہیل احمد   عمر: ۱۷ سال
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: سائنس، جغرافیہ اور تاریخی کتابیں پڑھنا۔ حضرت اقبال کے اشعار جمع کرنا۔
پتا: مکان نمبر ۱۳۲۹ پہاڑی املی چوڑی والان جامع مسجد دہلی نمبر ۶۔

نام: رائحہ انبر —— عمر: ۵ سال
تعلیم: درجہ اوّل
مشغلہ: دل لگا کر پڑھنا، پابندی سے اسکول جانا، استادوں کی عزت کرنا۔
پتا: حیدر لاج، مظفرپور، بہار۔

نام: شبانہ ترنّم
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، اور خاتون مشرق پڑھنا۔
پتا: ۲/ایچ/۱۱ جالا لین، کلکتہ ۲۷

نام: نورالزماں خاں بہرائچی، عمر: ۱۴ سال
تعلیم: بارھویں جماعت۔
مشغلہ: ماہنامہ پیام تعلیم، نور، امنگ وغیرہ پڑھنا، قلمی دوستی کرنا، کرکٹ و فٹ بال کھیلنا۔
پتا: معہدالقرآن ہاسٹل، دوسری منزل روم ۲۲ ندوہ عربی کالج لکھنؤ۔

نام: محفوظ الرحمٰن، عمر: ۱۴ سال
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، کہانی کی کتابیں پڑھنا، نور، امنگ اور پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: روم نمبر ۲۵ تیسری منزل معہد ہاسٹل ندوہ عربی کالج لکھنؤ۔

نام: نسیم جہاں محمد برکت۔
تعلیم: بی۔ اے۔
مشغلہ: بڑوں کا ادب کرنا، چھوٹے بچوں کو پیار کرنا۔
پتا: باپھنا دال رل کے پاس، مالی پورہ ایوت محل، پن نمبر ۴۴۵۰۰۱ مہاراشٹر

نام: آصف عبدالقادر شیخ، عمر: ۱۶ سال
تعلیم: ایس۔ ایس۔ سی
مشغلہ: پڑھائی کرنا۔ بگڑی ہوئی چیزوں کا بنانا، اردو ٹائمز کا مطالعہ کرنا۔
پتا: ۱۳، کمال خاں بلڈنگ، دوسرا منزلہ ۱۹/۲، امام باڑہ روڈ، بمبئی ۹۔

نام: محمد اعظم کویلاڑی، عمر: ۱۵ سال
مشغلہ: تعلیم حاصل کرنا غیر درسی کتابوں کا مطالعہ، کرکٹ کھیلنا۔
پتا: جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ۔

نام: نیاز احمد اعظمی، عمر: ۱۳ سال
تعلیم: درجہ ہشتم
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، بیڈمنٹن کھیلنا درسی و غیر درسی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا: طیبہ منزل جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ۔

یاد رکھیے: نگارشات بھیجتے وقت اپنا نام و پتا صاف صاف لکھیں۔



پہلا انعام آپ نے "مرغ کی اذان" پر دیا۔ لیکن اس کہانی میں لڑکی کا ذکر بالکل نہیں کیا گیا۔ پھر بھی آپ نے اس کو پہلا انعام دیا۔ اس انعامی کہانی پر پھر سے توجہ دیں۔

نوشینہ انجم۔ کلمب (مہاراشٹر)

"ان سے ملیے یہ ہیں حضرت انسان" نہایت دلچسپ اور معلوماتی ہے۔ "دولت ٹھکانے لگ گئی" بہت ہی شیریں واقعہ ہے۔ الغرض سارا پرچہ تمام تر خوبیوں سے بھرا پڑا ہے۔

امتیاز احمد۔ ابراہیم پور (اعظم گڑھ)

دادی اماں مرحومہ کے علاج کے سلسلہ میں میں نے امی سے پوچھ کر نسخہ بھیجا تھا۔ جس کے جواب میں آپ کا اطلاع نامہ موصول ہوا تھا جس میں مرحومہ کے انتقال کی خبر درج تھی۔ پڑھ کر افسوس ہوا۔ اللہ مرحومہ کو جنت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

حسنیٰ۔ احباب کالونی۔ ناگپور۔ ۱۳

گذارش یہ ہے کہ اکتوبر اور نومبر کے شمارے میں اپنا نام اور کہانی پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔

میں آپ کا بہت ہی شکر گزار ہوں کہ آپ نے خاکسار کی کہانی کو اپنے مؤقر جریدے میں جگہ دی اور مجھے پہلا انعام کا حقدار بنایا۔

محمود عالم محمد اسمٰعیل
زیتون پورہ۔ بھیونڈی (تھانہ) مہاراشٹر

عطا عابدی صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے کہانیوں کو جانچنے اور پرکھنے کے بعد بہت خوب انتخاب کیا اور غلطیوں کی نشاندہی بھی کی۔

پہلی انعام یافتہ کہانی "مرغ کی اذان" تصویر سے بالکل مطابقت رکھتی تھی۔ لیکن دو مرتبہ پڑھنے کے بعد بھی اس میں بچی کا کردار نہیں مل سکا۔ تینوں لڑکے ہی تھے۔ شاید عطا عابدی صاحب سے چوک ہوگئی۔ علاوہ ازیں اس میں پیامیوں کے لیے کوئی سبق نہیں۔ اگر سبق آموز رہتی تو ٹھیک رہتا۔ دوسری کہانی "لالچ کا پھل" اچھی کہانی ہے۔ بہتر ہوتا کہ اس کہانی میں اتنے ہی کردار ہوتے جتنے کہ تصویر میں تھے۔ تیسری کہانی "صبر کا پھل" اچھی ہے۔ پلاٹ بہت پرانا ہے۔

خصوصی انعام یافتہ "انسانیت کا پیغام" تصویر سے الگ ہے کیونکہ اس میں

تین بچوں کا ذکر ہی نہیں ۔ "وفادار کتا" تصویر سے مطابقت ہونے کے باوجود بالکل پھسپھسی اور غیر جاندار کہانی ہے "اللہ کی مصلحت" یہ کہانی پیام تعلیم ہی سے نقل شدہ ہے ۔ غالباً اکتوبر ۹۰ء میں شائع ہو چکی ہے ۔

باقی تمام ہی کہانیاں ایک جیسی تھیں ۔ البتہ تمام ہی بہترین کاوش تھیں اگر یہ سب اسی طرح مشق کرتے رہے تو بعید نہیں کہ آگے چل کر بہت بڑے ادیب بنیں ۔ اور جن پیامیوں کو انعام نہیں مل سکا انھیں مایوس ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ۔ تھوڑی سی کوشش کریں تو وہ بھی لکھ سکتے ہیں ۔

محمد یٰسین ۔ گولڈن نگر ۔ مالیگاؤں

"پیام تعلیم" کی دن بدن ترقی دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے ۔ ہمارے گھروں سے اردو زبان بالکل ختم ہوتی جا رہی ہے ۔ یہ رسالہ ایک کرن ہے جو بچوں کے ذریعے ہمارے گھروں میں آتی ہے ۔ بچوں کے بہانے بڑے لوگ بھی اسے پڑھ لیتے ہیں ۔ اس رسالہ سے بچوں کی اردو بھی اچھی ہو رہی ہے ۔ اور آگے بڑھنے کا دروازہ کھل رہا ہے ۔ اس کے میٹھے میٹھے مضامین خوبصورت اشعار اور اہم معلومات پڑھ کر بچے بہت لطف اندوز ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی سناتے ہیں ۔ میرے گھر یہ رسالہ میرے چھوٹے بھائی کے نام آتا ہے اس لیے میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں بھی

اپنے چھوٹے بھائیوں کے لیے کچھ لکھوں ۔

کوثر حمید خاں چوک ــــــ ایٹہ

"پیام تعلیم" کے ذریعے ہمیں بہت ہی بیش قیمت تعلیمی معلومات حاصل ہوتی ہے ۔ یہ ایسا رسالہ ہے جو ہماری ماں اور بہنوں تک کو دینی تعلیم پہنچانے میں قاصد کا کام انجام دیتا ہے ۔ اکتوبر کے شمارے میں "موت تھیلے کے اندر" "جیسی کرنی ویسی بھرنی" اور "سچائی" بے حد پسند آئے ۔

محمد عرفان حسین ، مدھوپور (بہار)

نفیس احمد جلیل ماسٹر نے جو غلطی کی ہے وہی غلطی محمود عالم پہلا انعام پانے والے نے بھی کی ہے ۔ پھر وہ کس طرح انعام کے حقدار ہو سکتے ہیں ۔

محمد مصطفیٰ محمد شعبان
مولوی گنج دھولیہ (مہاراشٹر)

گذارش ہے کہ نومبر ۹۱ء کے پیام تعلیم میں صفحے پر جو جناب محمود عالم کی کہانی شائع ہوئی ہے وہ ہمیں پسند تو آئی لیکن آپ نے انھیں انعام کا حقدار کیونکر قرار دیا ۔ جبکہ ان کی کہانی میں نہ تو گدھے کا ذکر ہے نہ لڑکی کا اور نہ ہی کتے کا ۔ انکل میں یہ تو نہیں کہتی کہ انھیں انعام کا حقدار نہ بنایا جائے ۔ میرے کہنے کا یہ مطلب ہے

کہ آپ اور کسی اچھی کہانی کو وہ انعام دیجیے۔ مہربانی ہوگی۔

منور سلطانہ۔ کلمب۔ یوت محل

ماہنامہ نومبر ۱۹۹۱ء کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ پہلا صفحہ دیکھ کر ایک کہانی یاد آگئی اسے قلم بند کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ پیام تعلیم کا ہی تو طفیل ہے جس نے ہم بھائیوں کے دل میں پڑھنے اور لکھنے کا شوق پیدا کیا ہے۔
"وارث کی تلاش" یہ کہانی بہت پسند آئی۔ میری طرف سے مناظر صدیقی کو دلی مبارکباد۔

یونس احمد۔ جلگاؤں۔ ایم۔ ایس

عقل مند کمہار، اور بادشاہ کا لباس قابلِ داد و تحسین ہیں۔

محمد ہارون سیوانی
ندوہ۔ لکھنؤ۔

پیام تعلیم کے اکثر و بیشتر مضامین اپنی مثال آپ ہیں۔ اب آپ پیام تعلیم کے کسی نمبر کا جلد ہی اعلان کیجیے۔ اور صرف اعلان ہی نہیں بلکہ اسے جلد از جلد شائع کرنے کی کوشش کیجیے۔

عتیق الرحمٰن ابرار احمد
مقام و پوسٹ کھلوئی ضلع اعظم گڑھ۔ یو۔ پی

"کیسے ہوتا ہے وقت کا تعین"، "علم کے متوالے"، اور "آتش فشاں" جیسے معلومات سے پُر مضمون دیکھے تو ایسا لگا جیسے ہمیں دونوں جہاں کا خزانہ مل گیا ہو۔

ریحان اسلام
اے۔ ایم۔ یو۔ علی گڑھ۔

میں نے پورے مہینے پیام تعلیم کا انتظار کیا لیکن اس رسالے کا دور دور تک کوئی پتا ہی نہیں ہے۔ اِدھر ہماری بے قراری بڑھ رہی ہے۔ پیام تعلیم کے بنا میرا جینا محال ہوگیا ہے۔ پیام تعلیم میری روح ہے میں اس رسالے کو جمع کیے جا رہا ہوں اور یہ سلسلہ میں ساری عمر جاری رکھوں گا۔

محمد حامد حسین
مکان نمبر ۳-۱۲-۴۴م۔ بیرون قلعہ۔ کرناٹک

پیام تعلیم کا صرف پانچ مہینے سے خریدار ہوں یہ ماہنامہ مجھے اتنا پسند آیا کہ لفظوں میں میں اس کی تعریف نہیں کرسکتا واقعی آپ نے اس ماہنامہ کو منظرِ عام پر لاکر ایک بڑی خدمت کی ہے۔

محمد جرّار متّقی
کھرسا۔ دربھنگہ

بچوں کی نئی دلچسپ کتابیں

ننھے منّے بچوں کے لیے

بتاشے	۶/۵۰
جاں نثار دوست	۵/:
چاند کی بیٹی (باتصویر)	۵/:
دم کٹی لومڑی "	۶/۵۰
جادو کی ہنڈیا "	۵/:
شیر اور بکری "	۶/۵۰
کوّے کا خواب "	۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا "	۶/۵۰
چالاک بلّی "	۶/:
گدھے نے بجائی بانسری "	۶/۵۰

بڑے بچوں کے لیے

نرودلی کا آدم خور	۴/=
عجب لکڑ ہارے کی کہانی	۶/=
خلائی مسافر	۶/-
ہمت کے کرشمے	۶/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	۹/=
ہمارے عظیم سائنس داں	۸/:
سام پر کیا گزری	۳/۵۰
غذا کی کہانی	۳/-
زیور	۶/-
شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں	۶/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	۶/-
سنہرے اصول	۳/-
نرالے گویّے	۲/-
باتونی کچھوا	۴/-
بدشہزادی	۶/-
مولانا آزاد کی کہانی	۱۸/:
ننھا سیاح	۷/-
ابو خاں کی بکری	۱۵/-
پرواز کی کہانی	۳/-
سمندری طوفان اور تین لڑکے	۶/-
خالی ہاتھ	۹/:
حاجی بابا کی ڈائری	۶/۵۰
بہادر علی	۷/۵۰
کھلونا نگر	۷/:
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	۶/:
قصہ اژدھا پکڑنے کا	۵/:
ننھا سراغ رساں	۵/:
ابو علی کا جوتا	۵/:
چند مشہور طبیب اور سائنس داں	۹/-
چور پکڑو	۳/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	۷/۵۰
جادو کی سارنگی	۳/-
جادو کا چھلّا	۳/-
پانچ جاسوس	۸/۵۰
جنگل کی ایک رات	۶/:
ہرن کا دل	۲/:
اچھی کہانیاں	۲/۵۰
دریا کی رانی	۲/:
گوہر شہزادی	۳/:
تین اناڑی	۶/:
چوری کی عادت	۳/۵۰
شرارت	۳/:
دلی کی شادی	۴/-
گاندھی جی دکنی افریقہ میں	۲/:
بندر اور نائی	[illegible]
رنگوں کی بستی	۴/:
پراسرار غار	۵/:
عرب دیسوں کی عوامی کہانیاں	۶/۵۰
بچوں کے ذاکر صاحب	۶/:
ننھا ٹٹو	۲/:
آؤ ڈراما کریں	۳/:
سلام صمصام	۵/:
مچھیرا اور اس کی بیوی	۳/۵۰
ایک کھلا راز	۳/۵۰
بھوتوں کا جہاز	۶/۵۰
صحت کی الف بے	۵/:
لومڑی کا گھر	۳/:
بچوں کی کہانیاں	۳/:
بابا ناصح	۳/:
ہار کی تلاش	۶/:
سُرخ جوتے	۳/۵۰
اندرا گاندھی	۶/:
ننھا فرشتہ	۲/۵۰
جوہرِ قابل	۳/:
بھیڑیے کے بچے	۳/:
ننھا جبرو	۳/۵۰
پلک نہ مارو	۶/:
بچوں کے افسر	۶/:
شیر بر شیرا	۳/:
پری رانی	۳/:
خطرناک سفر	۳/۵۰
پرندوں سے جانوروں تک	۴/۵۰
ٹوٹے کھلونے	۵/:
اندھے کا بیٹا	۳/۵۰
پانچ بونے	۳/:
[illegible]	۳/:
[illegible]	۶/۵۰



معلومات

جب ہندستان میں دن کے بارہ بجتے ہیں۔
تب دوسرے ممالک میں کتنے بجتے ہیں؟

(۱) امریکہ میں رات کا ڈیڑھ (۱½) بجتا ہے۔
(۲) برطانیہ میں صبح کے ½ ۶ بجتے ہیں۔
(۳) روس میں صبح کے ½ ۹ بجتے ہیں۔
(۴) فرانس میں صبح کے ½ ۶ بجتے ہیں۔
(۵) مکۂ مکرمہ، اٹلی اور جرمنی میں صبح کے ½ ۷ بجتے ہیں۔
(۶) جاپان میں شام کے ۵ بجتے ہیں۔
(۷) ہانگ کانگ میں شام کے ½ ۴ بجتے ہیں۔

مرسلہ: سعید احمد جلیل احمد
گنیش پیٹھ، بسمت نگر، ضلع پربھنی مہاراشٹر

مختلف زبانوں میں قرآن کا ترجمہ کرنے والے

زبان	ترجمہ
اردو	شاہ عبدالقادر
فارسی	شیخ سعدی
ہندی	ڈاکٹر احمد شاہ
انگریزی	جارج سیل
بنگالی	شاہ رفیع الدین
سندھی	عزیز اللہ
چینی	اوین جو دھوا
ترکی	سر ابراہیم حلی
روسی	سینٹ پیٹرز
پنجابی	حافظ محمد لاہور
تلگو	مسٹر تارا چند
عبرانی	یعقوب بن اسرائیل

محمد عنایت اللہ خاں۔ جامعۃ الفلاح
بلریا گنج اعظم گڑھ۔ یوپی۔

کچھ ایجادات

ٹی۔وی	سکاٹ لینڈ	جان لوگی بیرڈ	۱۹۲۶ء
گراموفون	امریکہ	بیل ٹینزمد نے	۱۸۸۵ء
ریوالور	امریکہ	کولٹ نے	۱۸۲۵ء
مشین گن	امریکہ	گیٹ لنگ نے	۱۸۶۱ء
ہوائی جہاز	امریکہ	ویل رائٹ اور روبشر رائٹ	۱۹۰۳ء
راکٹ	امریکہ	جان ورز براؤن نے	۱۹۲۶ء
بم	سوڈان	بوتگی نے	۱۹۰۳ء
کمپیوٹر	امریکہ	جے پی ابریز ڈ نے	۱۹۴۲ء

محمد ابرار خان۔ ملتان پورہ۔ ایوالہ (ناسک)

(۱) سب سے زیادہ اللہ کا نام قرآن میں آیا ہے۔ جس کی تعداد ۲۶۹۷ ہے۔
(۲) سب سے زیادہ حدیثوں کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جن سے دو ہزار چھ سو چھتیس روایات ہیں۔ گویا حضرت ابوہریرہؓ سے دوگنی۔
(۳) صرف ایک آیت کا پورا رکوع سورۂ مزمل کا آخری رکوع ہے۔
(۴) قرآن میں کل پندرہ سجدے ہیں۔

مرسلہ: ریحانہ خاتون۔ گھر۔ چکھادو
پوسٹ درگاہ بیلا۔ ضلع ویشالی۔

(۱) شمالی قطب پر پہنچنے والا پہلا شخص رابرٹ پیرے تھا۔

(۲) جنوبی قطب پر پہنچنے والا پہلا شخص امرنڈسن تھا۔

مرسلہ: انیق الرحمٰن (درگاہ بیلا) ویشالی

چیونٹی کی عقلمندی محنت اور پیش بینی مشہور ہے لیکن یہ انکشاف حال ہی میں ہوا ہے کہ اس کی عمر بھی بہت بڑی ہوتی ہے "سرجان لیوک" نے ایک چیونٹی کی پرورش کی جو ۱۵ سال زندہ رہی چیونٹی نہایت سخت جان ہوتی ہے اس کے تمام اعضا کو علاحدہ کیا گیا تو اس کے سر کا حصہ ۴ دن زندہ رہا دوسری چیونٹی کو اس نے ۱۰ مہینے تک بند رکھا اور پھر نکالا تو وہ زندہ تھی، ایک ڈاکٹر نے دو چیونٹیاں لے کر سرجری کی اور ایک کا سر دوسرے میں پیوست کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں اسی حال میں زندہ رہیں۔ ایک پروفیسر نے چیونٹی کو آٹھ دن تک برابر پانی کے اندر ڈبو کے رکھا اور جب باہر نکالا تو وہ زندہ تھی۔

نورالعین - بالاپور ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

اردو زبان کی سب سے پہلی آپ بیتی وہ مولانا محمد جعفر کی "کالا پانی" ہے

اردو زبان کی سب سے پہلی گرامر جس کا نام ہندستانی ۱۷۱۵ء میں ایک ڈچ اردو شاعر نے لکھی جن کا نام کٹیلر تھا۔

اردو کی پہلی تصنیف کا سہرا حضرت امیر خسرو کے سر ہے۔

اردو میں سب سے پہلے خطوط مرزا غالب نے لکھے ہیں

[illegible]

قرآن مجید کا کون سا حرف کتنی بار استعمال ہوا ہے

(۱) سب سے کم ظ ۸۴۲ بار استعمال ہوا ہے۔

(۲) سب سے زیادہ ی ۴۵۹۱۹ بار استعمال ہوئی ہے۔

(۳) کل استعمال تین لاکھ اٹھارہ ہزار ایک سو ترپن

شاہینہ پروین - نیا آزاد نگر۔ مالیگاؤں۔ ناسک





عقلمند مولانا اور جن

بہت دنوں کی بات ہے کہ کسی گاؤں میں ایک بہت بڑے عالم رہا کرتے تھے۔ وہ بہت عقلمند تھے۔ لیکن انھیں ایک جن حاصل کرنے کی بہت آرزو تھی۔ وہ ہمیشہ خدا سے دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے ایک جن عطا فرما۔ ایک مرتبہ اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ اور ایک جن مولانا کے پاس بھیج دیا۔ وہ جن مولانا کے پاس آیا اور کہا کہ میری ایک شرط ہے، جو اُسے مانے گا میں اُسی کا غلام بنوں گا۔ مولانا نے کہا کہ وہ کیا شرط ہے؟ جن نے کہا کہ میری شرط یہ ہے کہ جو مجھے ہر وقت کام دے گا میں اسی کا غلام بنوں گا۔ مجھے ہر وقت کام چاہیئے۔ میں ایک منٹ بھی خاموش نہیں بیٹھوں گا۔ مولانا نے یہ شرط مان لی۔ اور وہ جن مولانا کا غلام بن گیا۔ مولانا بہت خاموش ہوئے۔ لیکن جیسے ہی مولانا نے شرط مان لی، جن بولا اب میں تمھارا غلام ہوں اور تم میرے آقا۔ لیکن اب تم میری شرط پوری کرو اور مجھے کوئی کام دو۔ مولانا

ہوگیا اور چند لمحوں کے بعد شاہی کھانوں کا برتن لاکر مولانا کے سامنے رکھ دیا۔ مولانا نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر جن بولا اب مجھے دوسرا کام دو۔ مولانا نے کہا کہ مجھے امیر بنا دو۔ جن نے مولانا کو امیر بنا دیا۔ اب تو مولانا کی چاندی ہو گئی۔ گھر میں بیسوں نوکر چاکر آ گئے۔ اب مولانا کو کوئی کام کرنا نہیں پڑتا تھا۔ ہر بڑا کام جن ہی کر دیا کرتا۔

اسی طرح جن ہر وقت کچھ نہ کچھ کام مانگا کرتا اور جب کوئی کام نہ ہوتا تو مولانا جن کو گیہوں میں چاول ملا کر کہتے کہ چاول کو گیہوں سے الگ کرو۔ اور جن چار پانچ گھنٹوں میں الگ کر دیتا۔ اسی طرح پانچ مہینے ختم ہو گئے۔ اب تو جن اور زیادہ کام مانگنے لگا۔ اب مولانا بہت پریشان ہو گیے۔ انھوں نے جن سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہا لیکن جن ہے کہ پیچھا چھوڑنا نہیں چاہتا۔ پھر مولانا کو ایک ترکیب سوجھی، انھوں نے ایک بڑی سی چاول صاف کرنے کی چھنی جن کو دے کر کہا کہ اب اس سے پانی لا لا کر گھر کے سارے برتن پانی سے بھر دو۔ جن وہ چھننی لے کر کنویں پر گیا اور پانی نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن پانی چھننی میں نہیں آ رہا تھا اسی طرح صبح سے شام ہو گئی۔ لیکن ایک برتن بھی بھر نہ سکا۔ آخر جن کو بہت غصہ آیا اُس نے سوچا کہ جب میں یہ چھوٹا سا کام بھی نہیں کر سکتا تو میرا یہاں رہنا کس کام کا اور جن غصے سے چھننی کو کنویں میں ہی پھینک کر بھاگ گیا۔ اور اس طرح مولانا اپنی عقلمندی سے جن

کی فرمائشوں سے آزاد ہو گئے۔

سیدلال بیکٹر، انٹوپ ہل۔ سائن۔ بمبئی۔

استاد کی نصیحتیں

میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا لوگ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ میں اس وقت سونے کا عادی تھا جب کہ سالانہ امتحان قریب ہو۔ تاکہ میں رات میں جاگ کر اسٹڈی کر سکوں۔ اتنے میں خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور مجھے جگا کر کہنے لگی۔ شیخ سلیمان آئے ہیں۔ ڈرائنگ روم میں تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ سُن کر میری نیند فوراً دور ہو گئی۔ شیخ سلیمان میرے استاد تھے۔ میں نے ان سے عربی ادب کی چند ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ اور وہ کبھی کبھی ہمارے گھر آتے تھے۔ میں نے چہرے پر پانی چھڑکا۔ پھر بھی میری آنکھ اور چہرے سے نیند کے اثرات ظاہر ہو رہے تھے۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر میں نے انھیں سلام کیا اور ان کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ انھوں نے میری طرف دیکھ کر تعجب سے پوچھا تمھارا چہرہ زرد کیوں ہے؟ کیا تم بیمار ہو؟ میں نے کہا جی نہیں! لیکن میں سو رہا تھا۔ انھوں نے کہا۔ تم کو کیا ہوا کہ تم غیر وقت سوتے ہو؟ میں نے کہا۔ تاکہ میں رات میں جاگ سکوں۔ اور میں ہر رات دو بجے تک جاگ کر امتحان کی تیاری کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا۔ یہ سب سے قریبی راستہ ہے امتحان میں ناکام ہونے کا۔ میں نے جتنے بھی امتحانات دیے ہیں سب میں امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوا ہوں۔ باوجود اس کے کہ میں امتحان کی راتوں میں زیادہ سوتا تھا دوسری راتوں کے مقابلے۔ میں نے تعجب سے پوچھا زیادہ سوتے تھے؟ انھوں نے کہا۔ ہاں۔! کیا یہ ضروری نہیں ہے؟ کیا تم نے کسی پہلوان کو دیکھا ہے جو مقابلے کی رات میں جاگ کر اپنے جسم کو تھکا رہا ہو؟ بلکہ اس کے برعکس دیکھا ہوگا کہ وہ کھاتا ہے، آرام کرتا ہے۔ سوتا ہے۔ پس امتحان بھی ایک مقابلے کی طرح ہے۔ امتحان میں شرکت کرنے والے طلبہ میں سے بھلائی ان کے لیے ہے جو اچھی غذا استعمال کرے۔ اور آٹھ گھنٹے سوئے۔ میں نے کہا۔ وقت؟ انھوں نے کہا وقت بہت ہے۔ تمھارا ایک گھنٹہ ایسی حالت میں پڑھنا جبکہ تم چست اور چاک و چوبند ہو۔ تم کو زیادہ نفع دے گا ایسے چار گھنٹوں سے جب کہ تم تھکے ہوتے ہو۔ میں نے کہا۔ یہ تو بہت اچھی نصیحت ہے۔ پس دوسری فرمایے۔ انھوں نے کہا۔ تم پڑھائی کا ایک ٹائم ٹیبل بنالو۔ اس میں مختلف اسباق کی تیاری کیا کرو۔ جب ایک مضمون سے بور ہو جاؤ تو دوسرا پڑھنے لگو۔ اس طرح تم نہ تو بور ہو گے اور نہ ہی اکتاہٹ اور تھکان ہوگی۔ میں نے کہا۔ یہ دوسری ہے۔ اب تیسری نصیحت کیجیے۔ انھوں نے کہا تم امتحان سے ہرگز نہ گھبراؤ۔ اور طالب علم امتحان سے اس لیے نہیں گھبراتے کہ وہ کندذہن ہیں یا پھر انھوں نے پڑھائی میں کوتاہی کی ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ امتحان سے چند روز قبل طالب علم امتحان کی تیاری کرنے کے لیے بڑی بڑی کتابوں کی طرف دیکھتے ہیں اور بچے ہوئے تھوڑے وقت کی طرف۔ پھر ارادہ کرتے ہیں کہ وہ اس قلیل وقت میں پوری کتاب یاد کر لیں۔ پس وہ

پیپ اہم
ایسا نہیں کر پاتے۔ ان پر خوف غالب آجاتا ہے کہ امتحان قریب آگیا۔ اور ہم مکمل کتاب یاد نہیں کر سکے۔ میں نے کہا۔ مزید نصیحت کیجیے۔

انھوں نے کہا۔ جب طلبہ امتحان ہال کے نزدیک جاتے ہیں تو اندر داخل ہونے سے پہلے اپنے ذہن میں جائزہ لیتے ہیں کہ ان کو کتاب کے تمام سبق یاد ہیں یا نہیں۔ ؟ پس تمام اسباق ایک ساتھ ذہن میں تو آسکتے نہیں۔ اور طالب علم گمان کرتے ہیں کہ ان کو اپنا سبق یاد نہیں۔ اور بے چین ہو کر گھبرانے لگتے ہیں۔ حالانکہ محال ہے کہ تمام اسباق ایک مرتبہ میں یاد آجائیں۔ پس تمہارے ذہن میں اگر یاد نہ آئیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ تمھارا یاد کیا ہوا تمھاری یادداشت سے غائب ہوگیا۔ میں نے کہا۔ کچھ اور مزید ارشاد فرمائیں کیونکہ آپ کی باتیں دلچسپ ومفید ہیں۔

انھوں نے کہا۔ امتحان کی رات میں جلدی سو جاؤ۔ اور کم از کم چھے گھنٹے سوؤ۔ تاکہ صبح تازہ دم ہو کر جلدی اٹھو۔ اور پھر دوسری بات یہ کہ تم اپنے خط پر توجہ دو۔ خوبصورت بنانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ چھوٹا اور خراب لکھنا بعض اوقات پرچہ جانچنے والے کے غصے اور ناراضگی کا سبب بن جاتا ہے۔ اور وہ پورا پرچہ چیک کیے بغیر فیل کر دیتا ہے۔ اگر چہ صحیح جوابات کیوں نہ ہوں۔ اور خوبصورت تحریر دیکھ کر وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت محنتی اور ذہین ہے۔ جبھی تو اتنی خوبصورت تحریر ہے۔ پس وہ پرچہ چیک کیے بغیر زیادہ مارکس دیتے ہیں۔

اور اس کے علاوہ طالب علم پر ضروری ہے کہ وہ محنت کرے۔ جدّوجہد کرے جب مکمل تیاری بس بھر کر لو تو پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور پھر اپنے اعمال پر نظر دوڑاؤ کہ تم کسی کام میں گنہگار تو نہیں ہو۔ پس توبہ کرو اللہ سے۔ بیشک اللہ تمھاری مدد کرے گا۔

یہ ساری باتیں میری طرف سے نہیں بلکہ اس کو بیان کیا امام شافعیؒ کے استاد شیخ وکیعؒ نے۔ ایک شعر کا ترجمہ (امام شافعیؒ کا)

"شکایت کی میں نے اپنے استاد وکیع سے اپنے بُرے حافظے کی انھوں نے مجھے وصیت کی کہ چھوڑ دے گناہوں کو کیوں کہ
علم اللہ کا نور ہے۔
اور اللہ کا نور کسی گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔
(عربی سے ترجمہ)

ح۔م یٰسین۔ مالیگاؤں۔

عقلمند سلمیٰ

رئیس ایک دولت مند سوداگر تھا۔ وہ زیادہ تر اپنے کاروبار میں مشغول رہتا تھا۔ وہ صرف اپنی بیٹی سلمیٰ سے پیار کرتا تھا۔ کام پر جانے سے پہلے سلمیٰ کو پیار کرتا۔ اُسے اسکول کے لیے پیسے دیتا اور راستے میں واپسی پر اس کے لیے مٹھائی اور کھلونے لے کر آتا۔ سلمیٰ بھی سونے سے پہلے اپنے ابو کو سلام کرتی۔ اور شب بخیر کر کے سوتی۔ سلمیٰ اچھے ڈھنگ سے نماز پڑھتی اور قرآن مجید پڑھتی لیکن اس کے ابو کبھی بھی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اور جمعہ کے دن بھی اپنے کاروبار میں لگے رہتے تھے۔ ایک دن سلمیٰ نے اپنے ابو سے کہا "ابو جان آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے"؟ اس کے

ابّو نے جواب دیا کہ میں اپنا کاروبار بہت ایمانداری سے کرتا ہوں۔ کسی کو ستاتا نہیں ہروقت دل میں خدا کو یاد کرتا رہتا ہوں۔ پھر نماز پڑھنا اور دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔ سلمیٰ نے اپنے دل میں ایک ترکیب سوچی۔

دوسرے دن اپنے ابّو کو سلام کرکے چلی گئی اور رات میں شب بخیر کرکے سونے چلی گئی کچھ دنوں تک یہی کام چلتا رہا۔ رئیس کو حیرانی ہوئی کہ سلمیٰ اس کو پیار نہیں کرتی۔ ایک دن اس نے سلمیٰ سے کہا۔ بیٹی آج کل تم اسکول جاتے وقت اور سوتے وقت مجھ کو پیار نہیں کرتی، ایسا لگتا ہے کہ تم اب مجھ سے پیار نہیں کرتیں۔ سلمیٰ نے جواب دیا۔ ابّو جان آپ ہی نے تو کہا تھا کہ خدا جانتا ہے کہ آپ اس کو یاد کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ کر دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح میں آپ سے پیار کرتی ہوں۔ آپ جانتے ہیں تو پھر اس کو دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔

رئیس نے شرم سے اپنا سر جھکا لیا وہ اپنی بیٹی کی بات سے بہت خوش ہوگیا۔ اور نماز پڑھنا شروع کردی۔

اشرف خان۔ یوسف منزل، غیبی نگر
بھیونڈی۔ ضلع تھانہ

دیاسلائی

پیامیو! آج میں آپ کو ایک دلچسپ جھگڑے کی داستان سنا رہی ہوں: کھی کھی ہنسیے مت۔ سہ پہر کا وقت تھا میں پانی پینے کے لیے رسوئی گھر میں داخل ہوئی کہ اچانک آواز

آئی۔

"السلام علیکم"

"میں نے کہا وعلیکم السلام۔ آپ کون؟"

جواب ملا "تنکا"

"پورا نام"

"ناچیز کو دیاسلائی کہتے ہیں"

"دولت خانہ"

اس نے کہا "باجی" باجی لفظ سنتے ہی میرے تو پاؤں تلے سے زمین ہی نکل گئی۔ میں نے سوچا اور کون سی چھوٹی بہن پیدا ہوئی ہے۔ خیر اس نے پھر کہا۔

"باجی اصل گھر تو جنگل تھا۔ مگر چند روز سے احمد آباد وغیرہ میں بستی بسائی ہے۔ سچ پوچھیے تو یہ ننھا سا کاغذی ہوٹل جس کو آپ بکس کہتے ہیں اور جو آپ کی انگلیوں میں دبا ہوا ہے اب میرا ٹھکانا ہے۔"

میں نے کہا "یہ احمد آباد، ناروے یا سویڈن کے پاس کوئی نیا مقام ہے؟" نہیں باجی احمد آباد ہندستان میں ہے۔ آپ دیکھتی نہیں میری رنگت کالی ہے۔ یہ اس ملک کا نشان ہے۔ ورنہ ناروے سویڈن کی دیاسلائی گوری چٹّی ہوتی ہے۔ مجھ غریب کو اس سے کیا نسبت" "آہ! تو آپ ہمارے ملک کی دیاسلائی ہیں۔ تب تو گویا آپ کا رنگ سانولا ہے۔ مگر ہماری نگاہ میں سب دیاسلائیوں کی رانی ہو" "باجی مہربانی کرکے مجھ کو رانی نہ فرمایئے، بیگم کہیے!"

"اچھا بی تنکی، ناراض نہ ہو، وہ وقت بھول گئی جب زنجیروں میں باندھ کر مشین کے آرے کے نیچے رکھی جاتی تھیں اور آرا۔ آن کی آن میں تمہارے ٹکڑے کر ڈالتا تھا۔ اس کے بعد جیسی حالت ہو جاتی تھی وہ خود خیال کرکے گریباں میں منہ

ڈال سکتی ہو۔ تمہارے تراشیدہ کندوں کا گرم چشمے میں ڈالا جاتا اور اس کو کھولتے پانی میں تمہارا تلملانا۔ کبھی سطح آب پر آنا۔ کبھی پھر تہ میں پڑنا۔ اور اس کشمکش میں تمہاری کھال تک اتر جاتی تھی۔ اس وقت کچھ دیر کے لیے باہر نکال کر تم کو دم دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد پھر مشین میں کس دیا جاتا تھا اور مشین چھیل چھیل کر تمہارے لمبے لمبے پرت بنا دیتی تھی اور پھر وہ پرت دوسری کل میں ڈال کر کترے جاتے تھے۔ اس طرح اس حرکت میں تم جیسی ہزاروں موجود ہو جاتی تھیں۔ زرد گندھک اور سرخ مسالے کا لباس بھی کچھ عزت سے نہیں پہنایا جاتا تھا۔ بلکہ سر نیچا کر کے گرم گرم گندھک اور مسالے میں تمہاری ناک ڈبو دی جاتی تھی اور اس پر یہ مزاج! کہ بیگم کہلانے کی آرزو؟ کیسی کی ڈبیا میں رہتے رہتے یہ دماغ ہو گیا؟ ابھی کوئی شخص بکس کی کائی مٹی سے منڈیا رگڑ کر پھینک دے گا۔ پھر جو آئے گا۔ پانو سے مسلتا آئے گا۔ باجی! آپ کو تو غصہ آگیا اس میں ناراضگی کی کیا بات ہے۔ جو چیز جہاں ہو اسی کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ میں مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئی ہوں اگر رانی کے مقابلے میں "بیگم" کے لفظ کو پسند کروں تو کیا گناہ ہے۔ یہ سب نام کی بحث ہے۔ کام دیکھنا چاہیے، سنو جیسا مسلمانوں کا کام کرتی ہوں بغیر کمی و بیشی کے ہندوؤں کا بھی کرتی ہوں۔ یہاں تک کہ میرے چلن میں دیسی بدیسی گورے کالے کا فرق بھی جائز نہیں۔ مندر میں روشنی میرے دم سے ہے اور مسجد میں بھی میرے ہی دم سے۔ راجا اور نواب کے محل کی تاریکی بھی دور کرتی ہوں اور ایک غریب کے جھونپڑے میں بھی میرے سبب اُجالا ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ بے حقیقت ہوں اور بے بسی کی وجہ سے انسانی کلوں سے مرمت تک بے چین رہی ہوں تو یہ کچھ مجھ پر ہی نہیں آپ پر بھی بپتا پڑ چکی ہے، بلکہ آپ کی مجھ سے زیادہ دُرگت ہوئی ہے۔ کیا یاد نہیں ہے کہ آپ کہاں سے کہاں پہنچیں اور کس طرح یہاں آئیں۔ میرے رانی اور بیگم کے لفظ سے آپ اتنا چونکیے۔ ذرا اپنی ہٹ دھرمی کو دیکھیے کہ فقط نام اور لفظ کے فرق سے آپ کے کاموں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ جو کالا کرتا ہے وہ گورا کرنا نہیں چاہتا جو مسلمان کو پسند ہے اس سے ہندو کو نفرت ہے اور غریب و کمزور ہو کر گویا انسان انسان ہی نہیں رہتا اور اس کو دنیا میں رہنے اور انسان کہلانے کا کوئی حق ہی نہیں رہتا ہے۔"

"بس بس، خاموش رہو۔ بی نتھی، ہو تو اتنی ذرا سی۔ مگر زبان ہے بارہ ہاتھ کی۔ لگیں حد سے گزرنے۔ رانی کیا کہا کہ سر پر چڑھ گئی۔ تم کیا جانو کہ آدم ذات کی کیا شان ہے! مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئی ہو تو قرآن میں سنا ہوگا کہ خدا نے آدمی کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ بس یہ کچھ کرتا ہے عین منشائے الٰہی کے مطابق کرتا ہے۔ کیونکہ سب کاموں کی حقیقت اسے معلوم ہے۔"

"او ہو! تو آپ کو یہ غرور بھی ہے۔ بیشک آپ خلیفۂ خدا ہیں۔ مگر سب چیزوں کی حقیقت آپ کو معلوم نہیں۔ قرآن میں تو آیا ہے کہ آدمی کو سب چیزوں کے نام بتائے گئے ہیں۔ یہ کہاں ہے کہ اصلیت بھی بتا دی گئی

ہے۔ اگر اصلیت اور حقیقت معلوم ہے تو بتاؤ کہ بجلی کیا چیز ہے؟ وہ تو غلاموں کی طرح آپ کی خدمت کرتی ہے اور اس کی تابیداری پر آپ کو گھمنڈ بھی بہت ہے۔ مگر آج تک آپ کو یہ خبر نہیں کہ یہ کیا چیز ہے اور چند حرکتوں سے کیونکر ظاہر ہو جاتی ہے۔ خیر بجلی تو بڑی چیز ہے تنکے سے بھی آپ ناواقف ہیں، کہ ذرا سی رگڑ میں یہ نورانی شعلہ کہاں سے آجاتا ہے؟ محض غلط ارشاد ہے کہ آپ کے سب کام عین مرضیِ الٰہی کے مطابق ہوتے ہیں ہوا، عام ہے پانی اور روشنی عام ہیں جنگل اور دریا عام ہیں۔ مگر آپ کی ذات شریف ان سب چیزوں کو اپنے لیے مخصوص کر لیا چاہتی ہے آپ کی خواہش ہوتی ہے کہ روٹی، پانی، ہوا، سب میرے قبضے میں ہوں۔ جس کو چاہوں دوں اور جس کو چاہوں محروم کر دوں۔ ایک مالدار آدمی کروڑوں روپے تجوریوں میں بند رکھتا ہے اور لاکھوں آدمی بھوک سے مر جاتے ہیں۔ مگر وہ خود غرض کچھ پروا نہیں کرتا۔ اپنی ہوس اور طمع کے جوش میں نام اور نشان کے شوق میں لاکھوں ہم جنسوں کو فنا کر ڈالتا ہے۔ تو کیا ان ہی عملوں سے دعوا کیا جاتا ہے؟ اور کیا یہ باتیں خدا کی مرضی کے موافق ہیں؟

اب مجھ میں ان باتوں کا جواب دینے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ جلدی میں نے کہا "خدا تمھاری اس زبان کو چلاتا رکھے۔ میں ہاری تم جیتیں۔ اچھا تو لاؤ اندھیرا زیادہ ہو گیا ہے۔ میرے اندھیرے گھر کو روشن کر دو۔ چلو اب ہم سے دوستی کر لو میری چھوٹی بہن۔

پیا میو! دیا سلائی سے جھگڑا کرنے میں

کوشش کبھی نہ کرنا۔ اس لیے کہ وہ اپنے کو جلا کر دوسروں کے لیے روشنی کرتی ہے۔ خدمت کا یہ جذبہ خواہ دیا سلائی میں ہو، یا انسان میں، قابلِ احترام ہے۔

شاہین سلطانہ: اینگلو اردو ہائی اسکول بارسی
ضلع سولاپور۔ مہاراشٹر

سونے کی بلّی



ایک بادشاہ تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ وہ تینوں جب بڑے ہوئے تو بادشاہ نے سوچا کہ میں اب بوڑھا ہو چلا ہوں۔ اس لیے اب مجھے اپنا وارث چن لینا چاہیے اس نے تینوں شہزادوں کا امتحان لینے کا فیصلہ کیا۔

اگلے ہی دن بادشاہ نے اپنے وزیر سے صلاح کر کے ایک ترکیب سوچی۔ اس نے تینوں شہزادوں کو بلا کر کہا، میں نے رات کو خواب میں سونے کی بلّی دیکھی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم تینوں میں سے کوئی اسے ڈھونڈ لائے۔ راج محل سے تم تینوں سو سو سونے کے سکّے لے لو۔ آج سے ٹھیک ایک سال بعد تم تینوں اس سونے کی بلّی کو ڈھونڈ کر لاؤ۔

تینوں شہزادوں نے سونے کے سکّے

لیے اور سونے کی بلی کی تلاش میں نکل پڑے۔ دو دن اور دو رات چلنے کے بعد تینوں تھک کر چور ہو گئے۔ تیسرے دن انہیں تین راستے نظر آئے۔ سب سے پہلے راستے پر لکھا تھا، سندر راستہ، بڑے شہزادے نے اس راستے کو چُنا۔ دوسرے راستے پر لکھا تھا، آسان راستہ، منجھلے شہزادے نے اس راستے کو چُنا۔ تیسرے راستے پر لکھا تھا، مشکل راستہ چھوٹے شہزادے نے اس راستے کو چُنا تینوں اپنے اپنے راستے پر چل دیے۔

بڑا شہزادہ تین دن تک چلتا رہا آخر میں اُسے ایک سندر سا شہر نظر آیا۔ وہاں کچھ امیر لوگ تھے۔ بیٹھے بیٹھے کھانا اور مزے اڑانا ان کی عادت تھی۔ وہ دوسروں سے سخت محنت کرواتے تھے۔ یہاں سُکھ چین صرف دولت والوں کو حاصل تھا۔ غریبوں پر طرح طرح کے ظلم ہوتے تھے۔ پر بڑے شہزادے کو اس سے کوئی فکر نہیں ہوئی کیونکہ اس کے پاس تو سونے کے سکے تھے۔ اس نے اس شہر میں ایک گھر کرایے پر لیا۔ پھر اس نے چار نوکر رکھے اور انہیں کچھ سونے کے سکے دے کر، سونے کی بلی کی تلاش میں بھیج دیا۔ وہ خود عیش کی زندگی گزارنے لگا۔ دو مہینے سے پہلے اس کے سارے سکے ختم ہو گئے اور اسے روٹی کے لالے پڑ گئے۔

منجھلا شہزادہ چلتے چلتے اس ریاست میں پہنچا جہاں سیٹھ ساہوکاروں کا بول بالا تھا۔ اس نے اپنے سونے کے سکوں سے ساہوکاری کا کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے بھی اپنے نوکروں کو سونے کی بلی کی تلاش میں بھیج دیا۔ بلی تو نہیں ملی مگر دھیرے دھیرے شہزادہ دولت کمانے کے لالچ میں پڑ گیا۔ اسے صرف پیسا ہی پیسا نظر آنے لگا۔ ساہوکاری کے کام میں اس نے دوسروں کے روپے پیسے ہضم کرنا سیکھ لیا۔

جلدی ہی شہزادہ ریاست کا سب سے امیر ساہوکار بن گیا۔ اس نے اپنی دولت سے سونے کی بلی بنوائی اور اس دن کا انتظار کرنے لگا جب اُسے اپنے مہاراج کے پاس پہنچنا تھا۔

اِدھر سب سے چھوٹا شہزادہ چلتے چلتے اس شہر میں پہنچا جہاں زیادہ تر لوگ غریب تھے۔ ان کے پاس کھانے اور پہننے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ چھوٹے شہزادے نے ان غریبوں کی مدد کرنی شروع کر دی۔ اس نے سب کے ساتھ مل کر اپنے سونے کے سکوں سے کچھ کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے شہر کے سبھی لوگوں کو اکٹھا کر لیا اور روئی کے کھلونے بنانے کے کام میں لگا دیا۔ دھیرے دھیرے اس شہر کا نقشا بدلنے لگا۔ چھوٹے شہزادے کا شروع کیا ہوا روئی کے کھلونوں کا کام آگے بڑھتا گیا۔ چھوٹے شہزادے نے ایک بڑی سی بھورے رنگ کی روئی کی بلی بنائی اور ایک سال پورا ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

ٹھیک ایک سال بعد تینوں شہزادے محل میں پہنچ گئے۔ بادشاہ نے تینوں کو غور سے دیکھا، بڑا شہزادہ میلے پھٹے کپڑوں میں سامنے کھڑا تھا۔ اس کی حالت سے صاف پتا چلتا تھا کہ اس کے سارے سکے ختم ہو گئے ہیں۔ منجھلا شہزادہ ہیرے جواہرات سے سجا ہوا تھا اور ایک سونے کی بلی ہاتھ میں لیے

بڑا تھا۔ چھوٹا شہزادہ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوتے تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک روئی کی بلّی تھی۔

تینوں شہزادوں نے باری باری سے اپنی کہانی بادشاہ کو سنائی سب کی کہانی سننے کے بعد بادشاہ نے کہا، یہ تمہارا امتحان تھا۔ جس میں میں تم میں سے ایک کو بادشاہ چُننا چاہتا تھا۔ میں مہاراج۔۔۔۔۔ منجھلے شہزادے نے خوشی سے بادشاہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

۔۔۔ بادشاہ بنے گا چھوٹا شہزادہ بادشاہ نے کہا۔ بڑے اور منجھلے شہزادے نکمّے اور بیوقوف نکلے۔ بھلا سونے کی بلّی کبھی اس دنیا میں ہوتی ہے۔ بڑا شہزادہ بنا محنت سونے کی بلّی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ منجھلے شہزادے نے غلط راستے پر چل کر اور دوسروں کو تنگ کر دولت اکٹھا کی اور اس سے سونے کی بلّی بنائی۔ صرف چھوٹے شہزادے نے ان سو سونے کے سکوں سے دوسروں کی مدد کی اور خود محنت کر کے یہ بلّی بنائی۔ اس کی روئی کی بلّی اس سونے کی بلّی سے کئی گنا اچھی اور قیمتی ہے۔ جو دھوکے اور بے ایمانی سے بنی ہے۔ سونے کی بلّی سے میرا مطلب اس سونے سے تھا جو تمہارے تن من میں چھپا ہوا ہے۔ جو تمہاری محنت کا پھل ہے۔ میرا یہ مطلب صرف چھوٹا شہزادہ سمجھ سکا۔ اس لیے وہ ہی بادشاہ بننے کے لائق ہے۔

بادشاہ کے اس فیصلے سے سب درباری خوش ہو گئے۔ چھوٹے شہزادے کے بادشاہ بننے کے بعد اس ریاست کی عوام سکھ چین سے رہنے لگی۔

محمد سلیم۔ بی۔۲۲ نور نگر او کھلا نئی دلی۔۲۵

سانپ اور کسان

بہت دنوں کی بات ہے کہ سرنگ بھومی کی سلطنت پر دھاول برتی کی حکومت تھی۔ ایک رات میں اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سر پر ایک لومڑی لٹک رہی ہے۔ وہ خواب دیکھ کر ڈر گیا۔ اس نے سلطنت کے عالموں کو حکم دیا کہ خواب کی تعبیر بتائیں، لیکن کوئی نہ بتا سکا۔ اس وقت ایک غریب کسان جس کا نام رامو تھا۔ کھیت میں سے گزر رہا تھا ایک سانپ نے اس کا راستہ روک دیا۔

میری بات سنو بھائی! میں تم کو خواب کی تعبیر بتا دوں گا۔ تم راجا کے پاس جا کر تعبیر بتا دو اور راجا جو انعام دے گا ہم تم آدھا آدھا بانٹ لیں گے۔ رامو نے جا کر راجا کو خواب کی تعبیر بتا دی کہ ہر طرف جھوٹ ہے۔ تم کسی پر بھی بھروسا مت کرنا۔ راجا نے رامو کو انعام دیا انعام پانے کے بعد رامو لالچی ہو گیا اور دوسرے راستے سے گھر چلا گیا۔ سانپ کی بات سچ نکلی اور خواب سچ نکلا۔ کچھ دنوں کے بعد راجا کو خواب میں اپنے سر پر ایک ننگی تلوار لٹکی نظر آئی اور خواب کی تعبیر بتانے کے لیے رامو کو بلایا گیا۔ رامو کو پھر راستے میں سانپ ملا اور اسی نے دوسرے خواب کی تعبیر بتائی۔ رامو نے کہا بادشاہ سلامت اس سال جنگ ہو گی تم ہی جیتو گے اس لیے راجا نے رامو کو بھی ایک

تلوار دی۔ رامو کو سونے کی اشرفیوں کی تھیلی بھی دی۔ رامو کے دل میں اور مکاری آگئی۔ واپس آتے وقت سانپ نے اس سے حصہ مانگا تو اس نے سانپ کو تلوار سے مارنا چاہا لیکن سانپ بل میں گھس گیا لیکن سانپ کی دُم کٹ گئی۔ سانپ کی تعبیر صحیح نکلی اور بادشاہ جنگ جیت گیا۔ ایک سال کے بعد بادشاہ کو خواب میں شیر اور بھیڑ کا بچہ سر پر لٹکتے نظر آتے۔ بادشاہ نے پھر رامو کو بلایا۔ رامو گھبرا گیا۔ لیکن سانپ نے بُرا سلوک کرنے کی بجائے پھر خواب کی تعبیر بتائی اور رامو نے راجا سے جاکر کہا یہ سال بہت اچھا ہے اور امن کا ہے۔ بادشاہ نے اسے انعامات دیے۔ اور رامو نے وہ انعامات سانپ کو دینا چاہے لیکن سانپ نے نہیں لیے۔ رامو نے معافی مانگی۔ سانپ نے کہا یاد رکھو لومڑی کا پہلا سال تھا تم نے مجھ سے غداری کی۔ اور دوسرا سال خون بہانے کا تم نے میری دُم کاٹی۔ اور تیسرا سال امن اور چین کا ہے۔ اس لیے تم نے غلطیوں کو مان لیا۔ جاؤ اور خوش رہو۔ رامو سانپ کی عقلمندی سے بے حد خوش ہوا۔

محمد ساجد ندیم۔ پاتھری (پربھنی) مہاراشٹر

سالگرہ کا تحفہ

سیّدہ پانچویں جماعت کی لڑکیوں میں ہوشیار اور ذہین تھی۔ روزانہ صبح سویرے اٹھتی وضو کرتی اور نماز سے فارغ ہوکر تلاوتِ کلام پاک کرتی۔ پھر بالوں میں کنگھی کرتی صاف ستھرے کپڑے پہنتی بستہ اٹھاکے اسکول کے لیے روانہ ہوجاتی۔ وہ سب استادوں کی آنکھوں کا تارا تھی۔

سیّدہ نیک لڑکی تھی۔ ماں باپ کا کہنا مانتی تھی۔ اور ان کے کاموں میں ہاتھ بٹاتی تھی۔ چھٹی کا دن ہوتا تو پورے گھر کی صفائی کرتی۔ اسے اپنا کام کرنے میں بڑا مزا آتا تھا۔

ایک دن سیّدہ نے کہا "امی جان! آیندہ ہفتے میری سالگرہ ہے اس موقع پر میں اپنی تمام سہیلیوں کو دعوت دینا چاہتی ہوں۔" ماں نے خوشی سے کہا ضرور دعوت دو۔ اس بار سالگرہ دھوم دھام سے منائیں گے۔ اچھے اچھے کھانے کھلائیں گے۔

سیّدہ یہ سن کر پھولے نہ سمائی۔ اس نے جماعت کی سبھی لڑکیوں کو سالگرہ میں آنے کی دعوت دی۔ سب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ہر کوئی تحفہ کے بارے میں سوچنے اور مشورہ کرنے لگے۔ مگر شبّو سب سے الگ سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

شبّو غریب گھر کی لڑکی تھی۔ اس کے والد ایک فیکٹری میں واچ مین تھے۔ گھر میں کل آٹھ بہن بھائی تھے۔ اس لیے تنخواہ میں گزارا مشکل سے ہوتا تھا۔ چھوٹا گھر شور زیادہ ہر دم چیخ و پکار، لڑائی جھگڑا گھر میں لگا رہتا تھا بچاری شبّو کیا تحفہ دے سکتی تھی۔؟ وہ اپنی جگہ چپ چاپ روتی رہی۔

آج سیّدہ کی سالگرہ کا دن تھا شام ہونے سے پہلے سیّدہ کی سبھی سہیلیاں آنا شروع ہوگئیں اور سب قیمتی سے قیمتی تحفے لائے تھے۔ ایک ایک کرکے سبھی سہیلیاں آچکی تھیں۔ لیکن شبّو ابھی تک نہ آئی تھی۔ سیّدہ بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کررہی تھی۔ وہ باہر دروازے

تک جاتی اور دور تک نظریں دوڑاتی مگر مایوس ہو کر لوٹ آتی۔

ادھر شبّو پریشان کہ اس عزیز سہیلی کی سالگرہ پر کیا تحفہ لے جائے؟ وہ گھر کے آنگن میں آکر پھول کے ایک چھوٹے سے گملے کے پاس بیٹھ کر رونے لگی گملے میں سُرخ رنگ کا گلاب کا ایک خوبصورت پھول کھلا ہوا تھا۔ شبّو اس کی بڑی دیکھ بھال کرتی تھی۔ شبّو کی آنکھ سے ٹپکے ہوئے آنسو کے قطرے گلاب کی پھول کی نازک پتّوں پر گرتے جا رہے تھے۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی روشنی جب پھول کے نازک پتّوں پر پڑی تو آنسو کے قطرے موتیوں کی طرح چمک اٹھے۔ اچانک شبّو کے دل سے مایوسی کے اندھیرے دور ہوتے وہ جلدی سے گھر میں گئی کاغذ پر لکھا — "ہماری دوستی پھول کی طرح شاداب رہے"۔ اس کاغذ کو گملے میں کھلے گلاب کے پھول میں لگا دیا۔ اور اسے اٹھائے تیزی سے سیدہ کے گھر روانہ ہو گئی۔ جب شبّو نے سیدہ کو تحفہ پیش کیا تو وہ بہت خوش ہوئی اس نے آئے ہوئے سب تحفوں پر اسے رکھا۔ اور سب نے مل کر گانا گایا۔ "تم جیو ہزار سال جیو" اس کے بعد سبھی نے کھانا کھایا اور پھر خوشی خوشی اپنے گھر لوٹ آئے۔

شمیم اختر انصاری۔ موضع لوہیا۔ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ۔ یو پی۔

خدا کی مرضی

کسی گاؤں میں ایک غریب آدمی رہتا تھا۔ وہ روزانہ کڑی محنت کرتا تب جاکر اسے دو وقت کی روٹی نصیب ہوتی۔ ایک شام جب وہ محنت مزدوری کر کے گھر واپس جا رہا تھا تو اس نے ایک جگہ لوگوں کو تقریر سنتے دیکھا وہ بھی تھوڑی دیر کے لیے وہیں بیٹھ گیا۔ مولانا صاحب اپنی تقریر میں کہہ رہے تھے کہ انسان کو ہر حال میں اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور جب بھی کوئی خوشی یا غم کا موقع ہو تو بھی اسے خدا کی مرضی کہنا چاہیے۔

غریب آدمی نے اس بات کو گرہ میں باندھ لیا۔ اب جب بھی اس طرح کا موقع آتا تو وہ اسے خدا کی مرضی کہہ کر دل کو تسلی دیتا۔ ایک دن وہ ایک کسان کے کھیت میں کام کر رہا تھا۔ تبھی اسے کھیت میں دبا ہوا ایک گھڑا ملا اسے جب اس نے کھولا تو اشرفیوں سے بھرا پایا۔ کسان کو اس بات کا پتا چلا۔ تو اس نے پوچھا تمھیں یہ گھڑا کیسے ملا۔ تب غریب آدمی نے جواب دیا کہ یہ خدا کی مرضی تھی۔

کسان بڑا ہی لالچی تھا۔ اس نے چاہا کہ اشرفیوں سے بھرا یہ گھڑا اپنے پاس رکھ لے اس لیے اس نے غریب آدمی سے کہا کہ یہ گھڑا چوں کہ میرے کھیت سے برآمد ہوا ہے۔ اس لیے اس کا حقدار صرف میں ہوں تم صرف اپنی مزدوری لے سکتے ہو اور گھڑا میرے حوالے کر دو۔ ورنہ میں تمھیں بہت تکلیف پہنچاؤں گا۔ غریب آدمی نے گھڑا کسان کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ یہ بھی خدا کی مرضی ہے۔

کسان اشرفیوں سے بھرا گھڑا پاکر بہت خوش ہوا اور دل میں کہنے لگا اچھا بے وقوف بنایا۔ چند دنوں کے بعد قاضی کے آدمی اس گاؤں پہنچے اور اعلان کیا کہ سرکاری خزانے سے چوری ہو گئی ہے۔ لیکن ڈر کے مارے چوروں نے اسے جہاں تہاں دفن کر دیا ہے۔

اب لوگوں کا فرض ہے کہ سرکاری خزانے کی تلاش میں مدد کریں ورنہ تلاشی لی جائے گی۔

کسان تو تھا ہی لالچی مگر ڈرپوک بھی تھا۔ اس نے سوچا اگر شاہی آدمی اس کے گھر کی تلاشی لینے پہنچ گئے۔ تو ساری اشرفیوں کو لے جائیں اس لیے بہتر ہے کہ اسے کہیں دفن کر دیا جائے۔

اتفاق کی بات ہے جب وہ رات کے وقت اشرفیوں کو زمین میں دبا رہا تھا اسی وقت کچھ سپاہی آپہنچے اور اسے اشرفیوں کے ساتھ پکڑ کر قاضی کے دربار میں لے گیے۔

اب تو کسان کی جان کے لالے پڑ گئے۔ اب سزا سے اسے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ سارے ثبوت موجود تھے۔ وہ رات بھر اسی فکر میں ڈوبا رہا۔ صبح ہوئی تو اسے عدالت میں پیش کیا گیا۔ قاضی نے اس سے سوالات کرنے شروع کر دیے۔

قاضی: بتاؤ یہ گھڑا تمھیں کیسے ملا؟

کسان: جی وہ میرے کھیت میں دبا ہوا تھا۔

قاضی: لیکن سپاہیوں نے تو اسے تمھیں زمین میں دباتے ہوئے دیکھا تھا۔

کسان: (ہکلاتے ہوئے) جی جی! لیکن میں نے چوری نہیں کی۔

قاضی: کیا تم اکیلے تھے یا تمھارے ساتھ اور بھی کوئی شامل تھا۔

کسان: جی ایک غریب مزدور بھی تھا۔ جو میرے کھیتوں میں کام کرتا ہے۔

قاضی: (سپاہیوں سے) اسے بھی حاضر کیا جائے۔

سپاہی غریب مزدور کو پکڑ لائے اور عدالت میں حاضر کر دیا غریب مزدور حیران تھا کہ اسے کس جرم کی پاداش میں گرفتار کیا گیا قاضی نے اس سے پوچھا سچ سچ بتاؤ یہ گھڑا تمھیں کیسے ملا۔ غریب آدمی نے سارا واقعہ کہہ سنایا اور کہا کہ جب میں نے یہ گھڑا پایا تو سوچا کہ اسے لے کر آپ کے پاس آؤں لیکن اس لالچی کسان نے کہا یہ خزانہ چوں کہ میرے کھیت سے برآمد ہوا ہے اس لیے اس کا حقدار میں ہی ہوں اس پر میں نے کہا کہ یہ بھی خدا کی مرضی ہے۔ مجھے کیا معلوم کہ یہ چوری کا سامان تھا۔ جسے چوروں نے اس کھیت میں دبا دیا تھا۔ میں نے اسے کسان کے حوالے کر دیا۔

اب میرا فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے اگر آپ مجھے سزا دیں گے تو یہ بھی خدا کی مرضی ہوگی اور بخش دیں گے تب بھی خدا کی مرضی ہوگی۔ قاضی یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اسے سچ بولنے کی وجہ سے انعام سے نوازا اور لالچی کسان کو جیل بھیج دیا۔

عبدالباقی غالب۔ احمد گنج، پوسٹ
ضلع بیگوسرائے (بہار)

گلِ بے شبنم

کسی ملک پر ایک عادل حکمراں تھا پورا ملک بادشاہ کے گن گا رہا تھا۔ اس کے صرف ایک بیٹی تھی جو پورے محل کی رونق بنی ہوئی تھی۔ ابھی شہزادی نے بچپن کی آغوش سے نکل کر جوانی کی گود میں قدم رکھا تھا سخت بیمار ہو گئی حکیموں اور ویدوں کے علاج سے شہزادی تقریباً ایک سال میں شفا یاب

ہوئی لیکن اطبّا نے مشورہ دیا کہ شہزادی کو روزانہ صبح سویرے تفریح کرنا باعث تندرستی ہوگا۔ اس لیے شہزادی روزانہ شاہی باغ میں تفریح کو جانے لگی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ شہزادی باغ میں تفریح کے لیے گئی اس باغ میں بادشاہ نے ایک جادوگر کو چند دنوں کے لیے ٹھہرایا تھا۔ جادوگر روزانہ شہزادی کو صبح آتے دیکھتا ایک دن اسے شرارت سوجھی اور جیسے ہی شہزادی باغ میں داخل ہوئی جادوگر نے ایک چھڑی سے شہزادی کو چھو دیا۔ چھڑی کا شہزادی کے بدن سے لگنا تھا کہ شہزادی پھول بن گئی اب جادوگر نے اسے پھول کے درخت میں لگا دیا۔

شہزادی جب محل واپس نہیں پہنچی تو پورے محل میں کہرام مچ گیا۔ بادشاہ نے اپنے خاص خادموں کو شہزادی کو ڈھونڈنے کے لیے بھیجا۔ خادم باغ میں پہنچے تو جادوگر سے دریافت کیا۔ جادوگر نے کہا جاؤ بادشاہ کو بھیج دو۔ شہزادی مل جائے گی۔ بادشاہ باغ میں پہنچتے ہیں تو جادوگر ہنس کر کہتا ہے کہ آج میں جہاں پناہ کی عقل و فہم کا امتحان لینا چاہتا ہوں۔ آپ کی لڑکی کو میں نے پھول بنا کر اسی درخت میں لگا دیا ہے اب آپ اپنی فہم سے چُن لیں کہ کون شہزادی ہے۔ بادشاہ پہلے تو حیران ہوا۔ پھر لڑکی کی محبت دل پر غالب آگئی اور گھوم گھوم کر درخت کے تمام پھولوں پر نظر دوڑانے لگا گھومتے گھومتے بادشاہ اچانک رُک گیا اور جادوگر سے کہا کہ دیکھو تمام پھول شبنم آلود ہیں۔ لیکن اس میں صرف ایک پھول ہے جو بھیگا نہیں یہی پھول میری شہزادی ہے۔ جادوگر نے یہ سن کر کہا کہ آپ کامیاب ہیں۔ پھر جادو کی چھڑی سے اس پھول کو چھو دیا اگلے لمحے ہی وہاں ایک خوبصورت شہزادی کھڑی مسکرا رہی تھی۔

معین اختر دلید پوری۔ مدرسہ منبع العلوم
خیر آباد۔ ضلع مئو۔

چالاک مُرغی



ایک گاؤں میں ایک امیر تھا اس نے ایک مُرغی پالی تھی وہ کھا پی کر بہت موٹی تازی ہو گئی تھی اور اس جنگل کی ایک لومڑی کی اُس مُرغی پر نظر پڑی۔ اس نے اس کو پکڑ کر کھانے کا ارادہ کیا۔ ایک دن لومڑی فجر کے وقت اس امیر کے گھر کی طرف آئی۔ آم کے درخت پر بیٹھی ہوئی مُرغی کو دیکھا۔ لومڑی نے ایک پلان بنا لیا۔

لومڑی: مُرغی رانی تیرا رنگ کتنا ہی اچھا ہے۔ اور تیری آواز کتنی ہی بلند ہے تم درخت پر بیٹھ کر کیا کرتی ہو۔ آ نیچے اُتر کر آ صبح صبح کتنا ہی اچھا لگتا ہے۔ ہم دونوں محبت سے کھیلیں گے۔

مُرغی: بہن لومڑی میں نیچے اتر کر آؤں گی تو مجھ کو تو کھا لے گی۔

لومڑی: نہیں نہیں میں نہیں کھاؤں گی۔

تو میری دوست ہے۔ میں جنگل کے راجا سے ایک خبر لائی ہوں۔

مرغی:۔ وہ کیا ہے ؟

لومڑی: سب جانور اور پرندے محبت سے رہیں۔ کسی جانور یا کسی پرندہ کو کاٹ کر نہیں کھانا چاہیے۔ یہ خبر دینے کے لیے مجھے بھیجا ہے تو مت خوف کھا۔ ہم دونوں محبت سے کھیلیں گے آ۔۔ نا!

مرغی: واہ کتنی اچھی بات ہے

لومڑی: دیر کیوں کر رہی ہے تو جلد اتر کر آ۔

مُرغی: ٹھہر ٹھہر آتی ہوں۔ اور کہا کہ میرے دوست آرہے ہیں ان کو بھی یہ خبر سنائیں گے اور وہ بھی خوش ہوں گے۔

لومڑی: تیرے دوست کون ہیں ؟

مُرغی: وہ کوئی دوسرے نہیں ہیں بلکہ چند شکاری کُتّے ہیں۔ کتّے کا نام سنتے ہی لومڑی بھاگ گئی۔

محمد رفیق۔ مدرسہ حمایت الاسلام ہاسپیٹ۔

حرص وطمع کا بُرا انجام

ضلع جمشید پور کے کسی گاؤں میں ایک شخص رہتا تھا۔ اس کے چار لڑکے تھے۔ ایک کا نام عبداللہ، دوسرے کا عبیداللہ، تیسرے کا حبیب اللہ، اور چوتھے کا نام مجیب اللہ تھا۔ ان چاروں برادروں کے درمیان اتحاد واتفاق قائم تھا۔ ان کے والد اپنے گاؤں میں مالدار اور بڑے آدمیوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے پاس کافی جائداد تھی۔ وہ بڑے نیک اور دین دار تھے۔ وہ اپنی حیات میں اپنی پیداوار کا نصف حصہ غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے عوام ان سے بہت خوش تھے۔ لیکن افسوس کہ اب وہ اس عمر کو پہنچ گئے تھے۔ جہاں انسان کو دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب نظر آتا ہے۔

چنانچہ اس نے اپنے چاروں بیٹوں کو بلوایا اور یہ نصیحت کی کہ دیکھو بیٹو! تم لوگ ہمیشہ میرے نقشِ قدم پر چلتے رہنا اور میرے کارناموں پر عمل پیرا رہنا چونکہ اسی میں تمھاری بھلائی اور بہتری ہے۔ یہ الفاظ کہتے ہوتے اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس بزرگ ہستی کے انتقال پُر ملال کے بعد گھر کی تمام ترذمّے داریاں ان چاروں بیٹوں پر عائد ہوئیں۔

کچھ دنوں تک تو اُنھوں نے باپ کی نصیحت پر عمل کیا۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک بار ان کے کھیتوں میں اچھا غلّہ پیدا ہوا جسے دیکھ کر وہ لوگ حرص وطمع میں پھنس گئے اور باپ کی نصیحت کو فراموش کر دیا۔ اور بے مثال فصل دیکھ کر یہ لوگ دل ہی دل میں کھچڑیاں پکانے لگے کہ اگر ہم لوگ دن میں فصل کاٹتے ہیں تو تمام لوگ دیکھیں گے۔ اور اپنی خواہش ظاہر کریں گے۔ اس لیے یہ بہتر اور مناسب ہوگا کہ رات ہی میں فصل کاٹ کی جائے تاکہ لوگ دیکھ بھی نہ سکیں۔ پس وہ لوگ اسی رائے پر متفق ہو گئے اور رات کو تقریباً ۸ بجے کے قریب وہ سب اپنے کھیتوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ جاتے وقت

لوگوں کی نگاہ ان پر پڑی۔ پس وہ لوگ الٹے پاؤں لوٹ آئے اور سب لوگ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ ابھی کچھ ہی لمحات گزرے تھے کہ بارش بہت تیز ہونے لگی۔ اور تیز تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ اور ان عذاب آمیز ہواؤں نے ان کی فصلوں کا صفایا کر دیا۔ جب بارش اور ہوائیں بند ہوگئیں۔ تو یہ چاروں اپنے کھیتوں کی طرف نکلے جب کھیت پر پہنچے تو وہاں انھیں ایک چٹیل میدان کے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آیا۔

ابو الکلام اصغر۔ نیا سرائے رانچی (بہار)

السلام علیکم

یوں تو ہمارے گاؤں میں کئی قابل شخص موجود ہیں۔ انھیں میں سے ایک کا قصہ ہم آپ کو سنائیں گے۔ انھیں معلومات تو بہت تھی، مگر تھے بہت باتونی و بحثی، ہر چیز پر تبصرہ کرنا ان کی پرانی عادت ہے۔ چونکہ گاؤں میں کتابوں کی کوئی فراہمی نہیں تھی۔ ہم انھیں کی باتوں سے اپنا دل بہلایا کرتے تھے۔

ایک دن کی بات ہے کہ ہم لوگوں نے انھیں اپنے گھر بلوایا پس ہم نے مسئلہ چھیڑ دیا کہ آج کے مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ پھر کیا تھا ان کی اسپیچ (تقریر) شروع ہو گئی اسے لیکچر بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہوا تھی بیشک یہ کیا نہیں کرتے قدرتی چیزوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ عربی کو ڈراما بنا گئے ہیں ان کے نزدیک فرنگیوں

یہود و نصاریٰ کی انگریزی زبان ٹھیک ہے انھیں یہ نہیں معلوم کہ عربی ہی زبان میں قرآن نازل ہوا اور یہ عربی زبان سرور کونین رسول پاک حضرت مآب جناب آنحضور مبارک کی زبان تھی اس پر سبھی لڑکے کھلکھلا کر ہنس دیے وہ تھوڑا سا جھینپ سے گئے مگر وہ بولتے گئے خدائی تعلیمات کو بھلا دیا اس میں ردّ و بدل بھی کر دی۔ مثلاً دیکھو السلام علیکم تھا اب اسی کو لوگ کہتے ہیں۔ سلاملیکم۔ کیا مطلب ظاہر ہوا اس سے اچھا تو کہہ دیتے کہ سلاد ملاکم مگر بے معنیٰ رہا کیونکہ سلاد کھانے کی چیز ہوتی ہے۔ ملانے کی نہیں۔ اگر اسی طرح بگاڑتے رہے تو کبھی کہیں گے سلاد ملادکم پھر ان کی پشت آئے گی تو کہے گی سلاد ملادکم پھر ان کی پست پر پشت کہنے لگے گی سلاد ملادکم پھر تو مسئلہ حل یا یہ کہ دیں کہ سلاد ملادکم زیادہ مناسب ہوگا کہ کہیں سو ملاکم۔ گرچہ ان کی بات ختم نہیں ہوئی تھی تبھی سے کچھ لڑکے اونگھنے لگے تھے انھوں نے دیکھ لیا پھر بھنا کے پاؤں پٹختے ہوئے بولے آج کل کے چھوکرے بھی کیا کسی سے کم ہیں کوئی بات کہو تو سنیں گے نہیں صرف مذاق کے لیے بلایا تھا ان سبھوں نے۔ یوں ہی میں جھک مارتا ہوں۔ ارے بھائی ابھی سنیے ان کا حال کچھ دور جا کے کیا کہتے ہیں۔

"اچھا! بائی بائی!
پھر ملیں گے"

محمد آصف۔ حاجی سائیکل اسٹور، بلریا گنج
ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی

سدا سندر

دادا جان کی کہانی

کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا بہت انصاف پسند اور رحم دل اور اس کا ایک وزیر تھا بہت دھوکے باز اور مکار ہمیشہ بادشاہ کو مار کر تخت پر بیٹھنا چاہتا تھا، بادشاہ کے دو لڑکے تھے ایک کا نام سدا اور دوسرے کا نام سندر تھا۔

اتفاق سے وزیر کو اس کا موقع مل گیا اس نے ایک ترکیب سوچی اور دوسرے ملک کے بادشاہ کے پاس پہونچا اور کہا کہ ہمارے بادشاہ سلامت سخت مشکل میں ہیں اور انھوں نے فوج طلب کی ہے وہ بھی بادشاہ بہت نیک دل تھا اور دونوں بادشاہوں میں گہری دوستی تھی بادشاہ نے ایک بہت بڑی فوج وزیر کے ساتھ روانہ کر دی۔

وزیر نے فوج کو ایک جگہ ٹھہرا کر ان سے وعدہ کرایا کہ اگر تم لوگ میرے ساتھ بادشاہ سے جنگ کروگے تو میں تم سب کو مالا مال کر دوں گا۔ فوج نے دولت کی لالچ میں آکر ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا۔

بادشاہ کا ایک وزیر اور تھا وہ بہت ایماندار تھا جب اس کو معلوم ہوا کہ وزیر فوج لے کر حملہ کے لیے آ رہا ہے اور اس کی فوج بادشاہ کی فوج سے بہت زیادہ ہے تو اس نے بادشاہ سے جا کر سارا حال بیان کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اب کیا کیا جائے تو وزیر نے کہا کہ آپ خفیہ راستے سے بیوی بچوں کو لے کر نکل جائیے بادشاہ مجبور تھا اس نے وزیر کی بات مان لی اور بیوی بچوں کو لے کر نکل گیا۔

ادھر ظالم وزیر نے فوج کے ذریعہ سب پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ کے تخت پر خود بیٹھ گیا اور بہت ظلم کرنے لگا۔ ادھر یہ بادشاہ اپنے بیوی بچوں کو لے کر جنگل کی طرف نکل گیا وہاں ایک بوڑھی عورت رہا کرتی تھی جب اس نے ان لوگوں کو پریشان دیکھا تو خیریت پوچھی جب حال معلوم ہوا تو اس کو ترس آیا اور ان کو گھر لے جا کر کھانا کھلایا اور کہا کہ میں ایک بنیے کے پاس کام کرتی ہوں وہاں مجھ کو دھنیا کوٹنا پڑتا ہے۔ ملکہ نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔ بوڑھی نے کہا ٹھیک ہے دوسرے دن بوڑھی اور ملکہ بنیے کے گھر پہنچے۔ بوڑھی نے بنیے سے کہا کہ یہ بھی کام کرنا چاہتی ہے بنیے نے کہا ٹھیک ہے بنیے نے دونوں کو دھنیا دیا۔ بوڑھی عورت کو عادت تھی وہ جلدی سے دھنیا کوٹ ڈالتی اور ملکہ نے کبھی کوئی کام نہیں کیا تھا وہ ابھی تک مٹھی بھر نہ کوٹ سکی۔ دوسری بات یہ کہ ملکہ خوب صورت بھی تھی اس لیے بنیے کی نیت خراب ہو گئی۔ بوڑھی نے کہا بیٹا لاؤ میں کوٹ دیتی ہوں لیکن بنیے نے کہا نہیں جس کا کام ہے وہ ہی کرے گا۔ بوڑھی نے کہا یہ ابھی نئی آئی ہے اس سے کام نہ ہوگا اس نے جتنا کوٹا ہے اس کی مزدوری دے دو بنیے نے کہا پورا کوٹنا ہوگا تو ملکہ نے بوڑھیا سے کہا ٹھیک ہے میں ابھی کوٹوں گی آپ ابھی گھر جائیے اور بعد میں آنا پھر دونوں ساتھ گھر چلے جائیں گے۔ بوڑھی نے کہا ٹھیک ہے اور وہ گھر چلی گئی۔ جب بوڑھی بہت دور جا چکی تو بنیے نے اس کو ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ جب بوڑھی آئی تو کہا کہ وہ کوٹ نہ سکی میں نے اس کو بھیج دیا بوڑھی پریشان ہو گئی کیوں کہ ملکہ کو گھر کا راستہ معلوم

نہیں ہے۔ وہ کہاں گئی ہوگی۔

ادھر باپ بیٹے ملکہ کا انتظار کر رہے تھے جب بوڑھی نے بتایا کہ ملکہ کو بنیے نے گھر بھیج دیا ہے تو وہ بہت پریشان ہوئے بچے رونے لگے باپ نے کہا صبر کرو بیٹے تمہاری ماں آجائے گی۔

بچے اور باپ مل کر ماں کو دن بھر ڈھونڈتے اور رات کو تھک ہار کر پھر بوڑھی کے گھر آجاتے۔ اس طرح ان کو دو تین ماہ گزر گئے آخر کار باپ نے بوڑھی سے کہا اب ہم آپ پر زیادہ بوجھ ڈالنا نہیں چاہتے ہیں یہ کہہ کر وہ تینوں وہاں سے روانہ ہو گئے وہ جنگل سے اس پار جانا چاہتے تھے لیکن بیچ میں ایک دریا پڑتا تھا باپ نے بہت دور تک نظر دوڑائی لیکن کوئی پل نظر نہ آیا آخر کار باپ نے بڑے لڑکے کو بٹھا دیا اور خود تیرتا ہوا جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ باپ نے چھوٹے لڑکے سے کہا کہ میں سدا کو اس پار چھوڑ آتا ہوں تو یہاں سے ہٹنا مت۔ باپ سدا کو پیٹھ پر بٹھا کر تیرتا ہوا اس پار چلا گیا دریا چونکہ بہت وسیع تھا اس لیے واپسی پر تھک گیا۔ اور دریا کی لہر کی تاب نہ لا سکا اور بہہ گیا ادھر بہت دیر سے سندر باپ کو دیکھ رہا تھا۔ اب صرف دونوں بھائی تھے وہ بھی ایک کنارے پر سدا تو دوسرے کنارے پر سندر۔

اتنے میں وہاں سے ایک آدمی گزرا سندر نے اس سے کہا مجھ کو میرے بھائی کے پاس پہنچا دیجیے۔ میرے والد دریا میں بہہ کر چلے گئے اس شخص کو اس پر بہت رحم آیا اس نے سندر کو اس پار کر دیا۔

اب دونوں بھائی ایک جگہ تھے اور ادھر ان کی ماں یعنی ملکہ بہت پریشان تھی سدا اور سندر ایک طرف چل پڑے چلتے چلتے انھوں نے ایک باغ دیکھا۔ جب وہ باغ میں پہنچے تو ایک آدمی کو سوتا پایا۔ وہ ہاتھ پیر دبانے لگے جب اس شخص کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ دو بچے اس کے ہاتھ پیر دبا رہے ہیں۔ اس نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور ادھر کیسے آئے دونوں نے نام بتایا اور شروع سے آخر تک کی داستان سنا ڈالی جب اس شخص نے ان کی یہ کہانی سنی تو کہا اب تم یہیں رہنا۔

ادھر باغ کے مالک نے بچوں کو جو دس سال میں بڑے ہو چکے تھے تیر اور تلوار چلانے کی مشق کرا دی۔ وہ تیر و تلوار چلانے میں بہت مشہور ہو گئے۔ ایک دن اس علاقے میں کہیں سے شیر آگیا وہ عوام کو بہت پریشان کرنے لگا ایسے تین دن گزر گئے شیر بکری بکرے جو ہاتھ لگے پکڑ لیتا اور بھاگ جاتا۔ آخر بادشاہ نے اس پر انعام رکھا کہ جو شیر کو مار ڈالے گا اس کو آدھی سلطنت دی جائے گی اور راج کماری سے شادی بھی کر دی جائے گی

سدا اور سندر نے شیر کے مارنے کا بیڑا اٹھایا اور شیر کو ایک رات مار ڈالا صبح ہوئی تو بادشاہ کو خبر ہوئی کہ شیر مارا گیا تو بادشاہ نے کہا اس کو حاضر کیا جائے جس نے شیر کو مارا باغ کا مالک دونوں بچوں کو لے کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے حیرت سے دیکھا کہ دو بچوں نے ایک خونخوار شیر کو مار ڈالا تو بادشاہ نے کہا کہ اس کا ثبوت کیا ہے کہ تم نے شیر مارا تو سدا نے شیر کے کان حاضر کیے اور سندر نے دم حاضر کی۔

وعدہ کے مطابق بادشاہ نے شادی کرنے کا حکم دیا۔ سندر نے سدا کی شادی کا فیصلہ کیا۔ شادی کی تیاری شروع ہوئی۔ بادشاہ نے ساری رعایا کو شادی میں مدعو کیا اس میں بنیے کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ ملکہ کو ساتھ لے کر شادی میں آیا جب ملکہ کی نظر سدا اور سندر پر پڑی تو اس کا دل بھر آیا اور وہ ایک کونے میں بیٹھ کر رونے لگی۔ سندر نے جب ملکہ کو روتا دیکھا تو سدا سے کہا دیکھو بیچاری رو رہی ہے معلوم نہیں کون ہے۔ دونوں بھائی ملکہ کے پاس پہنچے تو ملکہ کھڑی ہو گئی۔ سندر نے رونے کی وجہ پوچھی ملکہ نے کہا کہ میرے دو لڑکے تھے جو بچپن میں مجھ سے جدا ہو گئے اور ان کا نام سدا اور سندر تھا بس سدا سندر کا نام سنتے ہی دونوں بھائی ماں کہہ کر ماں کے سینے سے چمٹ گئے

جب بادشاہ کو اس کی خبر پہنچی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کی ماں کو حاضر کیا جائے جب ملکہ حاضر ہوئی اور اس نے پوری کہانی بادشاہ کو سنائی تو بادشاہ نے بنیے کو قید کرا دیا۔

ادھر بادشاہ بھی دریا میں ڈوبنے سے بچ گیا تھا۔ اس بار مچھلی مارنے والوں نے اسے بچا لیا تھا اور وہ اس ملک کے بادشاہ کے ساتھ رہنے لگا تھا۔

اتفاق سے سدا اور سندر شکار کو نکلے جنگل میں پہونچے ادھر سے گھوڑے پر ایک سوار وہاں پہنچ گیا دونوں بھائی ایک دوسرے کا نام لے کر باتیں کر رہے تھے۔ سوار نے غور سے دیکھا اور کہا میرے بھی دو لڑکے تھے ایک کا نام سدا، دوسرے کا نام سندر تھا نام سنتے ہی دونوں بچے باپ سے چمٹ گئے اور کہنے لگے کہ ہم ہی سدا اور سندر ہیں اور ہماری ماں بھی مل گئی ہے۔ باپ کی تو خوشی کی انتہا نہیں رہی۔

اب تینوں ملکہ کے پاس پہنچے ملکہ نے جب اپنے بادشاہ کو دیکھا تو فوراً کھڑی ہو گئی۔ وہاں کے بادشاہ سے ملاقات کی گئی۔

اس کے بعد باپ اپنے بچوں کو لے کر اپنے بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم تمہارے چھوٹے لڑکے سندر کی شادی اپنی راجکماری سے کریں گے۔ شادی دھوم سے منائی گئی۔ اب انھوں نے بادشاہ کو حال بتا کر فوج بھی لے لی۔ بوڑھی کو بھی ساتھ لے لیا جس نے مصیبت کے وقت اُن کا ساتھ دیا تھا۔ وہ اپنے وطن پہنچے جب ظالم وزیر کو معلوم ہوا کہ پہلا بادشاہ آ گیا ہے اور فوج بھی ساتھ ہے تو وہ اپنی فوج لے کر مقابلہ کے لئے نکلا سدا اور سندر تیر چلانے میں مشہور تھے دونوں نے وزیر کا نشانہ لیا۔ اس کے سینے میں تیر لگے اور پھر اس نے دم توڑ دیا۔ اس کے بعد بادشاہ دوبارہ تخت پر بیٹھا۔ اور عوام کو دوبارہ خوش حالی ملی۔ بادشاہ نے بڑھیا کو بہت انعام دیا اور ایک گھر بنا کر دے دیا تاکہ آرام سے وہ رہ سکے۔ اس کے بعد سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔۔۔۔۔

مرسلہ:۔ محمد غوث بن عبدالاحد
مدرسہ معہد ملت گولڈن نگر
مالیگاؤں۔ ناسک
مہاراشٹر

نیک کسان

ایک بادشاہ سیر و تفریح کی غرض سے باغ کی طرف نکلا تو ایک کسان کو دیکھا کہ وہ چستی و رغبت کے ساتھ کھیت جوت رہا ہے۔ بادشاہ اس کے پاس کھڑا ہوا اور کہا کہ اے کسان میں تم کو تمھارے کام میں بہت خوش دیکھ رہا ہوں۔ کیا تمھاری ہی زمین ہے، کسان نے کہا نہیں اے میرے آقا میں تو اس کھیت میں اجرت پر کام کر رہا ہوں کیوں کہ میں ایک غریب کسان ہوں۔ بادشاہ نے کہا اس کھیت میں کام کرنے کی کتنی اجرت لیتے ہو، کسان نے کہا روزانہ چار درہم۔ بادشاہ نے کہا یہ تو بہت کم اجرت ہے۔ کیا یہ تمھارے لیے کافی ہے کسان نے کہا۔ یہ تو میرے لیے کافی بھی ہے اور زائد بھی۔ بادشاہ نے کہا کیسے؟ کسان نے مسکراتے ہوئے کہا ان درہموں میں سے ایک درہم سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہوں ایک درھم کا قرض ادا کرتا ہوں۔ ایک درہم اپنی اولاد پر خرچ کرتا ہوں اور ایک درہم اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا اس پہیلی کو میں نہیں سمجھ سکتا ہوں کسان نے کہا جہاں تک اس درہم کا تعلق ہے جسے میں اپنی ضرورت پر خرچ کرتا ہوں تو یہ وہ درہم ہے جس سے میں اپنی بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہوں۔ جہاں تک اس درہم کا تعلق ہے جس کا میں قرض ادا کرتا ہوں تو یہ وہ درہم ہے جس کو میں اپنے والدین پر خرچ کرتا ہوں کیوں کہ انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔ اور انھوں نے مجھ پر خرچ کیا جب کہ میں اس کا محتاج تھا اس وقت وہ دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں اور کام کاج نہیں کر سکتے تو میں اس درہم کو ان پر خرچ کرتا ہوں جس طرح انھوں نے مجھ پر خرچ کیا۔ اور جہاں تک اس درہم کا تعلق ہے جس کو اپنی اولاد پر خرچ کرتا ہوں۔ یہ وہ درہم ہے جس کو میں اپنے بچوں پر خرچ کرتا ہوں، ان کی پرورش و تربیت کرتا ہوں۔ کھانا کپڑا دیتا ہوں، تعلیم کا انتظام کرتا ہوں تاکہ وہ بڑے ہو کر میری جمع پونجی لوٹا دیں اور جس طرح میں ان پر خرچ کرتا ہوں اسی طرح وہ مجھ پر خرچ کریں۔ اور جہاں تک اس درہم کا تعلق ہے جس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہوں تو یہ وہ درہم ہے جس کو میں اپنی دو بہنوں پر خرچ کرتا ہوں جو بیمار ہیں۔ بادشاہ نے کہا ہم تم سے بہت خوش ہوئے۔ اور تم کو اپنا مصاحب بنانا چاہتے ہیں۔ کیا تم میری صحبت میں رہنا پسند کرو گے؟ کسان نے کہا یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے لیکن میں آپ کو نہیں جانتا کیا آپ اپنا تعارف کرائیں گے؟ بادشاہ نے کہا تم نے اب تک مجھ کو نہیں دیکھا؟ کسان نے کہا مجھے اس محرومی پر افسوس ہے۔ بادشاہ نے کہا اب تم مجھ کو پچاس مرتبہ دیکھو گے تو کسان نے متعجب ہو کر کہا یہ ایک ایسا معمّا ہے جس کو میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں۔ پھر بادشاہ کسان کے سامنے جھک گیا اور اس کو پچاس سکّے عطا کیے اور ہر سکّے پر اس کی تصویر بنی ہوئی تھی اس وقت کسان کو معلوم ہو گیا کہ وہ جس سے مخاطب ہے وہ خود ہی بادشاہ ہے تو اپنا ہاتھ پھیلا کر کسان کے لیے درازی عمر کی دعا کی اور سلام کیا اور کہنے لگا اگر دنیا میں کوئی نیک بخت ہے تو وہ تم ہی ہو۔

ظفر احمد خاں مقام چھپرا ڈاکخانہ دھرم سنگھوا ضلع

لکڑی کا مجسمہ



ایک بادشاہ تھا۔ اس کا شاندار محل تھا۔ اس کی رعایا بہت ہی خوش حال تھی۔ بادشاہ کی شہزادی بہت ہی خوبصورت تھی۔ جوان ہونے کی وجہ سے بادشاہ کو اس کی شادی کی فکر تھی۔

اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اس کی شادی کے لیے کیا کیا جائے۔ تو اس نے ایک ترکیب ڈھونڈ نکالی۔ وہ لڑکی کھانے کے بعد گھی سے ہاتھ دھویا کرتی تھی۔ اسی جگہ ایک درخت اُگا ہوا تھا۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ آپ یہ اعلان کرا دیجیے کہ جو اس درخت کو پہچانے گا۔ میں اس سے اپنی شہزادی کی شادی کر دوں گا۔ بہت سے خوبصورت اور جوان شہزادے آئے لیکن کوئی نہیں پہچان سکا۔ ایک لکڑ ہارا ایک جنگل میں رہتا تھا۔ اس نے اپنے بیوی بچوں سے اجازت مانگی اور اس محل میں جا کر بادشاہ سے کہنے لگا۔ مجھے بھی اجازت دیجیے۔

لکڑ ہارے اس درخت کو سونگھا اور پہچان لیا اور کہنے لگا یہ گھی کا درخت ہے۔ لیکن وہ شہزادی کو لے جانے سے انکار کرنے لگا۔ بادشاہ نے کہا یہی میری شرط تھی۔ اب وہ شہزادی کو لے کر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔

جنگل کے قریب آیا تو سوچنے لگا کہ میں، یہ شہزادی اور میری عورت اور میرے بچے کیا کھائیں گے۔ اب ہم کیا کریں۔ سوچتے سوچتے اسے ایک خیال آیا۔ ایک مجسمہ لکڑی کا تیار کیا اور اور اس نے اس کے اندر اسے بٹھا دیا اور لے کر چلنے لگا اور چلتے چلتے ایک محل نظر آیا تو اس کے اندر سے ایک شہزادہ باہر آیا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور مجسمہ خرید لاؤ تو وہ سپاہی گئے اور اشرفیاں دے کر مجسمہ خریدا گیا اور شہزادے کے کمرے میں رکھ دیا گیا۔ کمرے میں بہت سے پھل رکھے ہوئے تھے وہ صبح کو غائب!

دوسرے دن جب وہ صبح سویرے اٹھا تو پورے پھل غائب تھے۔ شہزادہ گھبرا گیا اور تیسرے دن اس نے ایک منصوبہ بنایا۔ رات کے وقت انگلی کو کاٹ کر اس کے اندر مرچ بھر لی اور سونے لگا۔ نیند نہیں آئی۔ اس مجسمے کے اندر سے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی نکلی۔ پھل کھا کر مجسمے کے اندر جانے لگی۔ فوراً اُٹھا اور جا کر اس شہزادی کا آنچل پکڑ لیا تو اس شہزادی نے گھبرا کر پوچھا کیا بات ہے؟

شہزادہ کہنے لگا کون ہیں آپ؟

تو اس شہزادی نے سارا قصہ سنایا اور مجسمہ کے اندر چلی گئی۔ وہ بہت ہی خوش تھا۔ صبح کو اٹھا اور بادشاہ سے کہنے لگا میں مجسمہ سے شادی کروں؟ بادشاہ بہت ہی حیران رہ گیا۔ بادشاہ شہزادے سے سوال کرنے لگا کہ لکڑی کے مجسمہ سے شادی کرے گا؟ اُس نے اپنا راز چھپاتے رکھا اور بہت ضد کرنے لگا تو بادشاہ نے کہا اجازت ہے۔ تو شادی کر سکتا ہے۔ وہ بہت ہی خوش ہوا۔ دوسرے دن شادی ہوگئی۔ شہزادہ اپنے کمرے کے اندر جاکر مجسمے سے شہزادی کو باہر لایا۔

شہزادی باہر آئی۔ دونوں کمرے سے باہر گئے۔ ایک شامیانے میں سب لوگ بیٹھے تھے۔ خوبصورت شہزادی کو دیکھ کر ہر ایک نے منہ میں انگلی دبالی۔ سب لوگ حیرت میں پڑ گئے یہاں تک کہ بادشاہ بھی۔

اب دونوں مل کر گھی تقسیم کرنے لگے اور یہ بات بہت دور تک پھیل گئی۔ شہزادی نے لکڑہارے کو بلوایا۔ وہ مع خاندان آیا تو بادشاہ نے انھیں کپڑے اور اشرفیاں دیں۔ پھر شہزادی کے باپ کو پیغام بھیجا۔ وہ آیا۔ یہ قصہ سن کر سب حیران تھے۔ اس کے بعد دونوں محل خوشی سے بھر گئے۔

یونس عباس علی۔ شبیر دل
صلع کولھاپور



کالا چیتا

جنگل کے سبھی جانور اس کالے چیتے سے بیزار تھے۔ ناک میں دَم کر دیا تھا اُس نے۔ آج صبح سے سب جانور جمع ہو رہے تھے کہ اُس کالے چیتے سے ہمیشہ کے لیے کس طرح چھٹکارا پایا جائے۔ لومڑی نے گردن گھما کر چاروں طرف دیکھا۔ ایک طرف ہاتھی بھی خاموش بیٹھا تھا۔ خرگوش بھی ایک درخت کے تنے کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ہرن اور بطخ بھی حاضر تھے۔ توتا اور مینا بھی بیٹھے بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ لومڑی نے کہا: "کالے چیتے سے کس طرح ہمیشہ کے لیے چھٹکارا پایا جائے۔" سب جانور اپنی اپنی رائے پیش کریں۔ "کسی نہ کسی طرح اسے موت کی نیند سُلا دیا جائے۔" توتا بولا: "وہ بہت ہی ظالم ہے ایک کو کھاتا ہے اور کئی جانوروں کو مار ڈالتا ہے۔" ہرن نے کہا۔ لومڑی کہنے لگی ہاں! لیکن اسے کس طرح ختم کیا جائے۔ میرا خیال ہے ایک گڑھا کافی گہرا کھودا جائے اور اس پر بانس کی کھپچیاں اور سوکھی پتلی ٹہنیاں بچھائی جائیں۔ پھر اس پر بیلیں پتّے ڈال کر اچھی طرح ڈھک دیا جائے۔" سب جانور

بولے ہاں! یہ ترکیب بہت اچھی ہے۔ ہاتھی نے گردن گھما کر چاروں طرف دیکھا۔ سب جانور بہت خوش دکھائی دیتے تھے اس فیصلے سے۔ ہرن نے کہا۔ ایسا بھی کر سکتے ہیں کہ جب وہ سو رہا ہو اس پر پہاڑی چٹان گرادی جائے۔ میں اس کی سونے کی جگہ سے بخوبی واقف ہوں، دن کے وقت وہ پانی پی کر پہاڑی کے نیچے چٹان کے سایے میں اکثر سوتا ہے۔ چٹان کو دھکا دے کر لڑھکا دینا ہاتھی بھائی کا کام ہے۔ یوں کالا چیتا ہمیشہ کے لیے ہمارے راستے سے ہٹ جائے گا۔ یہ سن کر سب جانور خاموش رہے۔ جیسے کسی نے برابر توجہ سے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ چند لمحے بعد لومڑی بولی۔ گڑھا کھودنے والی اسکیم اچھی ہے۔ پھر سب جانور گڑھا کھودنے کی تیاری میں لگ گئے۔ لومڑی نے ہاتھی سے کہا تم ذرا لپک کر جاؤ اور سوکھے ہوئے پتلے پتلے بانس لے آؤ۔ ہاتھی جانے لگا تو لومڑی نے پھر آواز دے کر روکا اور کہا ذرا ان بانسوں کو پہاڑی میدان میں رکھ کر اپنے پیروں سے کچل دینا پھر لانا۔ ہاتھی گردن ہلا کر چلا گیا۔ سب جانوروں نے بہت تیزی سے گڑھا کھودنا شروع کر دیا۔ لومڑی نے توتا اور مینا کو درختوں کی اونچی ٹہنیوں پر بیٹھ کر نظر چاروں طرف رکھنے کی ہدایت کر دی تھی۔ تاکہ گڑھا کھودتے وقت چیتا کہیں اس طرف نہ آ نکلے۔ بالآخر تین چار گھنٹوں میں سب کام مکمل ہو گیا۔ سب جانور اطمینان سے اپنے ٹھکانوں کی طرف روانہ ہوئے۔ ہرن دل ہی دل میں دعا مانگتا جا رہا تھا۔ آج رات ہی وہ موذی گڑھے میں گر جائے تو بہت اچھا ہو۔

اور ہوا بھی ایسا ہی۔ دوسرے دن جانوروں نے چیتے کی دہاڑنے کی آوازیں سنیں۔ تو ڈرتے ڈرتے محتاط قدم بڑھاتے ہوئے گڑھے کی طرف آئے۔ گڑھے کے اوپر رکھی ہوئی کھپچیاں ایک طرف سے ٹوٹی ہوئی تھیں اور اندر سے کالے چیتے کی آوازیں بہت تیز آ رہی تھیں۔ لومڑی نے جھانک کر دیکھا تو وہ اوپر کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے کہ رہا ہو ایک ایک کو دیکھ لوں گا۔ لومڑی چاروں پیروں سے اچھلنے لگی۔ پھنس گیا بھئی پھنس گیا۔ چیتا جال میں پھنس گیا

محمد میاں اے شیخ۔ باپو نگر۔ احمد آباد۔

راستے کی مار

ایک گاؤں میں سلیم نام کا ایک بیوقوف لڑکا رہتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے پیٹ میں درد ہوا۔ وہ حکیم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ حکیم صاحب! میرے پیٹ میں درد ہے۔ حکیم جی نے دوا دی اور کہا تم صرف کھچڑی کھانا۔ سلیم نے سوچا کہ وہ بھول نہ جائے۔ اس لیے وہ زور زور سے کھچڑی، کھچڑی رٹنے لگا۔ راستے میں جنگل پڑا۔ سلیم جا رہا تھا کہ پیر میں پتھر لگا اور وہ گر پڑا۔ وہ بھول گیا

اور وہ زور زور سے اُڑ چڑی اُڑ چڑی رٹنے لگا۔ وہاں ایک شکاری چڑیا پکڑ رہا تھا۔ اس نے اُڑ چڑی اُڑ چڑی کہتے سُنا تو وہ غصہ ہوا اور سوچا یہ میرے شکار کو اڑا رہا ہے اور شکاری نے پکڑ کر خوب مرمت کی پھر سلیم سے کہا کہ تم کہو "ایک ایک آ پھنس جا، ایک ایک آ پھنس جا، پھر سلیم یہ رٹتا ہوا آگے بڑھا۔ بہت دور چلنے پر اُسے چوروں نے دیکھا تو سلیم کو کہتے سنا ایک ایک آ پھنس جا، ایک ایک آ پھنس جا کہتا ہوا جا رہا تھا، چوروں نے سمجھا یہ ہمیں پکڑوانا چاہتا ہے۔ اُن چوروں نے بھی پکڑ کر خوب پٹائی کی۔ اور کہا تو یہ کہتا جا کہ "خدا کرے سب سو جائیں" کہتا ہوا اپنے گھر کے راستے چل دیا۔ جہاں ایک گھر کا جوان بیٹا مر گیا تھا پاس پڑوس کے لوگ جمع تھے۔ ان لوگوں نے یہ کہتے ہوئے سُنا۔ تو ان لوگوں میں سے ایک بزرگ نے کہا کہ تمھیں ایسے موقع پر یہ نہیں کہنا چاہیے۔ سلیم نے کہا۔ پھر میں کیا کہوں۔ تو بزرگ نے کہا کہ تم کہو کہ "ایسا موقع کبھی نہ آئے" یہ کہتا ہوا آگے چلا تو راستے میں ایک برات جا رہی تھی۔ براتیوں نے یہ کہتے سُنا کہ "ایسا موقع کبھی نہ آئے۔" تو سلیم کو پکڑ کر خوب بینڈ باجا بجایا۔ سلیم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا قصور کیا ہے جو آج سب مار رہے ہیں۔ ان براتیوں میں سے ایک نے کہا کہ تمھیں ایسے خوشی کے موقع پر ایسا نہیں کہنا چاہیے۔

اور کہا تم کہو "ایسا خوشی کا دن سب کو نصیب ہو۔" اب یہ کہتا ہوا سلیم گھر کی طرف بڑھا۔ ایک گھر میں آگ لگی تھی سلیم کہتا ہوا جا رہا تھا کہ مالک مکان نے پکڑ کر کہا میرا گھر جل رہا ہے اور تو کہتا ہے کہ "ایسا خوشی کا دن سب کو نصیب ہو" رُک میں تجھے ابھی بتاتا ہوں۔ اور مار مار کر تیری کھچڑی بنا دوں گا۔ سلیم، کھچڑی کا لفظ سنتے ہی جھوم اُٹھا اور کہنے لگا کہ اس کھچڑی کے لفظ کے لیے مجھے اتنی مار کھانی پڑی۔ پھر سلیم، کھچڑی کہتا ہوا اپنے گھر کی طرف بھاگا۔

سلمان احمد۔ کھائی ڈورا، علی گڑھ۔

باپ کا پیار

ایک بادشاہ تھا۔ اس کا نام بابر تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا، اس کا نام ہمایوں تھا۔

ایک مرتبہ ہمایوں بیمار ہوا۔ ایسا بیمار ہوا کہ اچھا ہی نہیں ہوتا تھا۔ شاہی طبیب علاج کرتے کرتے تھک گیا۔ شاہی وید دوا دے دے کر مایوس ہو گیا۔ بادشاہ نے سو جتن کیے مگر سب بیکار۔ ایک دن ایک فقیر آیا۔ بادشاہ نے کہا بابا دعا کیجیے کہ شہزادہ اچھا ہو جائے۔ فقیر بولا: اے بادشاہ تمھارے پاس سب سے قیمتی چیز کیا ہے؟ بس اسے صدقہ کر دو۔ شہزادہ اچھا ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر فقیر چلا گیا۔

بادشاہ کے پاس بے حساب دولت تھی۔ اَن گنت ہیرے موتی تھے۔ بادشاہ سوچنے لگا کہ اِن میں سے قیمتی شے کون سی ہے؟ سوچتے سوچتے اُسے خیال آیا کہ سب سے قیمتی شے تو اس کی اپنی جان ہے۔ بس اس خیال کے آتے ہی اُس نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے دُعا مانگی کہ اے اللہ! میرے پاس سب سے انمول شے میری جان ہے۔ تو میری جان لے لے اور میرے تخت و تاج کے وارث کو اچھا کر دے۔

یہ دُعا مانگ کر بادشاہ بیمار شہزادے کے پلنگ کے گرد چکر کاٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ شہزادے کی طبیعت اچھی ہونے لگی۔ پہلے اس نے آنکھیں کھولیں پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اس کے بعد اُس نے پینے کے لیے پانی مانگا۔

یہ دیکھ کر سب بہت خوش ہوئے بادشاہ بھی بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے کو گلے سے لگایا۔ ابھی وہ اپنے بیٹے کو جی بھر کے دیکھ بھی نہیں پایا تھا کہ اُس کا سر گھومنے لگا۔ وہ چکرا کے وہیں گر گیا۔ اور اس نے وہیں دم توڑ دیا اس طرح باپ نے اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے اپنے بیٹے پر جان نثار کر دی۔

بابا شیخ اقبال شیخ۔ غوری پاڑہ۔ بھیونڈی

کلمہ طیبہ کی حقیقت

کہنے کو لا الٰہ زباں سے تو کہہ دیا
دل سے نکال، سکانہ خدا، صنم اگا

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ یہ کلمہ بندہ کی طرف سے ایک اقرار ہے۔ یعنی بندہ اس کلمہ کو پڑھ کر اپنے آپ سے اقرار کرتا ہے کہ میں بندہ اور غلام ہوں۔ اب سے تیرے حکموں پر چلوں گا اور جن چیزوں سے تو نے منع کیا ان سے بچوں گا۔ اس کلمہ کے متعلق چار چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے اوّل تو اس کے الفاظ صحیح یاد ہوں۔ دوسرے اس کے معنی کا پتا ہو۔ تیسرے اس کے مطلب کا علم ہو۔ چوتھے اس کے تقاضوں کو معلوم کر کے عمل کرتا ہو۔ کلمہ طیبہ ایک ایسا بار آور اور نتیجہ خیز کلمہ ہے کہ جو شخص یا قوم اسے بنیاد بنا کر اپنی زندگی کا نظام اس پر تعمیر کرے۔ اس کو ہر آن اس سے مفید نتائج حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ وہ فکر میں سلجھاؤ طبیعت میں سلامت مزاج میں اعتدال، سیرت میں مضبوطی اخلاق میں پاکیزگی۔ روح میں لطافت، جسم میں طہارت و نظافت، معاشرت میں حسن و سلوک، تہذیب میں فضیلت، تمدن میں توازن معیشت میں عدل و مساوات، سیاست میں دیانت، جنگ میں شرافت صلح میں خلوص اور عہد و پیمان میں وثوق پیدا کرتا ہے۔ وہ ایک ایسا پارس ہے جس کی تاثیر اگر کوئی ٹھیک ٹھیک قبول کرے تو کندن بن جائے۔

نبیل احمد ابراہیمی۔ مبارکپور۔ اعظم گڑھ۔

میرا جیپ کا سہانا سفر

گرمی کی چھٹیاں ختم ہونے میں ابھی آٹھ دن باقی تھے۔ اور مئی کا مہینہ ختم ہوگیا تھا جون کا مہینا شروع ہوگیا۔ مجھکو غصہ آرہا تھا کہ ساری گرمیوں کی چھٹیاں ختم ہونے آرہی ہیں۔ اور ہم لوگ کہیں بھی گھومنے نہیں گئے۔ کیونکہ جب بھی ہم لوگ کسی شہر کی سیر و تفریح کی سوچتے ہیں اور تیاری کرتے تو کہیں نہ کہیں سے مہمان آجاتے اور ہمارا پروگرام ملتوی ہوجاتا۔ اسی طرح چھٹیاں آٹھ دن کی باقی رہ گئیں۔ اس لیے ہم نے بابا جان سے شکایت کی کہ ہم لوگوں کو ان آٹھ دن میں کہیں گھومنے لے چلیں۔ بابا جان نے کہا کہ اب چھٹیاں ختم ہونے والی ہیں۔ پڑھو لکھو۔ یہ کہکر ہم لوگوں کو خاموش کردیا۔ اتفاق سے اس دن خط آیا کہ ہمارے چھوٹے پھوپا کے بچوں کے عقیقہ ہے اور آنا ضروری ہے تب بابا جان نے ہنگولی جانے کا فیصلہ کیا اور اسی وقت بابا جان کی آفس کی جیپ گھر پر آگئی اور ہم نے جیپ میں جانے کا ارادہ کرلیا مجھ کو تو بہت خوشی ہورہی تھی۔ سب نے جلدی جلدی تیاریاں کیں اور جیپ میں بیٹھ گئے اس وقت شام کے چھے بج رہے تھے جیپ میں ٹیپ ریکارڈر ہونے کی وجہ سے کافی مزا آرہا تھا۔ اس وقت ٹیپ ریکارڈر پر فلم کا ایک نغمہ "آیا موسم دوستی کا" گونج رہا تھا۔

جیپ شہر کو پار کرکے سنسان راستے سے گزر رہی تھی سڑک کے دونوں طرف کے کھیتوں کی سر سبز فصلیں لہلہا رہی تھیں مزدور اپنے گھر لوٹ رہے تھے۔ پرندے اپنے اپنے آشیانے کو لوٹ رہے تھے۔ یکایک آسمان پر کالے کالے بادل چھا گئے اور بارش کی بوندیں پڑنے لگی۔ سوکھی سڑک پر پانی کی بوندیں پڑنے سے بھینی بھینی خوشبو آرہی تھی۔ اچانک بارش تیز ہوگئی۔ میرے بھائی بہن اور میں طوفانی بارش کیوجہ سے گھبرانے لگے۔ ایک بہت پرانا درخت راستے میں گر پڑا تھا۔ کئی بسیں، جیپ، ٹرک قطار لگاکر رک گئے تھے میں سمجھا کہ شاید کسی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے جب میں بابا جان اور ڈرائیور تینوں نے جیپ سے اتر کر دیکھا کہ آخر کیا معاملہ ہے تو پتہ چلا کہ ہوا سے اور پانی سے بہت بڑا درخت گر پڑا ہے اور سب اسے ہٹانے کی کوشش کررہے ہیں۔ ایک کسان کے گھر سے آرا مل گیا تھا اور سب نے مل کر اس درخت کو کاٹ کر راستے سے ہٹا دیا۔ بارش تھی کہ رکنے کا نام نہ لیتی تھی۔ اور پھر ایک کے بعد ایک گاڑی جانے لگی ہماری بھی جیپ چلنے لگی یہ واقعہ اونڈھا کے قریب ہوا تھا جب ہم اونڈھا کے بس اسٹیشن کے پاس پہونچے تو اس وقت بارش ختم گئی تھی۔ ہم لوگوں نے وہاں پر چائے پی اور پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ اونڈھا سے قریب ہنگولی کا سفر بڑا خوشگوار تھا اور ہم ہنگولی پہنچ گئے اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ جب ہم پھوپا کے گھر پہونچے۔ یہ سفر میرے دل پہ اتنا چھا گیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اب پھر اسی طرح کا ایک اور سفر کروں جو اس سے زیادہ دور کا ہو جیسے بمبئی حیدرآباد وغیرہ اور اس سفر کے بارے میں پیامیوں کو بتاؤں۔

راشد عرفان۔ شمیم احمد۔ مخدوم پورہ۔ پربھنی

حضرت آدمؑ کے آنسو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب وہ گناہ صادر ہو گیا جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیے گئے، تو ہر وقت روتے تھے اور دعا و استغفار کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آسمان کی جانب مُنہ کرتے ہوئے عرض کیا یا اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وحی نازل ہوئی کہ محمدؐ کون ہے؟ (جن کی واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا فرمایا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"، تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبین ہیں۔ تمھاری اولاد میں سے ہوں گے۔ لیکن اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی نہ ہوتے۔

حضرت آدم علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے۔ اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ اور ان میں کوئی تعارض نہیں۔ جس پر مالک کی ناراضگی آقا کی خفگی ہوئی ہو۔ یہ وہی جانتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے انسانوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو ان کے برابر نہیں ہوسکتا ہے۔ چالیس برس تک سر اوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو ان کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر ان کے آنسوؤں کو ان کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جائے تو ان کے آنسو بڑھ جائیں گے۔

محمد شبیر علی۔ قصبہ محمدی۔ ضلع کھیری لکھیم پور

انوکھی عید

آج آخری روزہ تھا۔ آسمان پر عید کا چاند نظر آرہا تھا۔ آج چاند رات تھی۔ بوڑھے جوان بچے بہت خوش تھے۔ ان کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ لیکن ملک میں امن نہ تھا۔ جنگ ہو رہی تھی۔ بچارہ ایاز اپنے کمرے میں غم زدہ بیٹھا تھا۔ کہ فون کی گھنٹی بجی اور ایاز نے فون اٹھایا اور کان لگا کر سننے لگا۔ یہ فون اس کی ماں کا تھا۔ میرے بیٹے مجھے یہ بتا کہ کل تیری عید ہوگی بھی یا نہیں تو اسی غم میں بیٹھا ہے۔ پھر بھی تجھے آج کی عید مبارک ہو۔ آج تیری عید کی مبارک باد میں نے اس لیے دی ہے کہ آج میں دادی بنی ہوں۔ آج تیری اولاد نے اس دنیا میں قدم رکھا ہے۔ یہ سُن کر ایاز مسکرایا اور کہا ماں میری آخری خواہش یہ ہے کہ تو میرے بیٹے کو فوج ہی میں داخل کرنا۔ اگر خدا نے اسے زندگی دی تو میری خواہش کو ضرور پوری کرنا۔ یہی میری زندگی کی سب سے بڑی عید ہوگی۔ ماں اگر میں کل صبح تک

زندہ رہا تو گھر ضرور آؤں گا۔ ایاز نے ماں سے کہا میں اپنے بیٹے کو آج دیکھ تو نہیں سکتا لیکن اس کی آواز تو سنا دو۔ ماں نے فون مُنّا کی طرف کیا یہ دیکھ کر مُنّا مسکرایا۔ یہ مسکراہٹ ایاز کے کانوں میں ایسی گونجی جیسے مُنّا کہہ رہا ہو "میرے ڈیڈی"۔ ایاز نے فون رکھ دیا اور گن لے کر بھاگا۔ میدان جنگ میں چاروں طرف گولا بارود، شعلے۔ ایاز نے بھی ہمت نہیں ہاری اور اپنی گن چلاتا رہا۔ لڑتے لڑتے صبح کی کرن پھوٹی، ہلکی سی مدھم روشنی نے صبح ہونے کا اعلان کیا۔ اس نے دشمن کے کمانڈر کا کام تمام کر دیا۔ اور اب خوشی سے اُچھلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ ایک بم کے دھماکے میں ایاز ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ چاند رات ہی اس کی ایک انوکھی عید تھی۔

ندیم احمد صدیقی۔ گولڈن نگر۔ مالیگاؤں۔

پیام تعلیم کیلنڈر ۱۹۹۲ء

					جنوری اپریل جولائی	فروری اگست	مارچ نومبر	مئی	جون	ستمبر دسمبر	اکتوبر
۲۹	۲۲	۱۵	۸	۱	چہارشنبہ	ہفتہ	اتوار	جمعہ	پیر	منگل	جمعرات
۳۰	۲۳	۱۶	۹	۲	جمعرات	اتوار	پیر	ہفتہ	منگل	چہارشنبہ	جمعہ
۳۱	۲۴	۱۷	۱۰	۳	جمعہ	پیر	منگل	اتوار	چہارشنبہ	جمعرات	ہفتہ
×	۲۵	۱۸	۱۱	۴	ہفتہ	منگل	چہارشنبہ	پیر	جمعرات	جمعہ	اتوار
×	۲۶	۱۹	۱۲	۵	اتوار	چہارشنبہ	جمعرات	منگل	جمعہ	ہفتہ	پیر
×	۲۷	۲۰	۱۳	۶	پیر	جمعرات	جمعہ	چہارشنبہ	ہفتہ	اتوار	منگل
×	۲۸	۲۱	۱۴	۷	منگل	جمعہ	ہفتہ	جمعرات	اتوار	پیر	چہارشنبہ

- عبدالمجید ابن عبدالشکور ریٹائرڈ میل اور سیر آئیکل ۵۶۲۱۰۶ بنگلور
- محمد عبدالکریم انصاری۔ کھریک بازار۔ بھاگلپور بہار
- محمد غضنفر اقبال سہروردی۔ نیو شہنشاہ نگر۔ بیڈ۔ ایم۔ ایس۔

معما ۱۷ کا شاندار نتیجہ

صحیح حل ـ (۱) نکولس (۲) کمپنی (۳) بس بال (۴) غزوۂ احد (۵) محمد علی جوہر (۶) تیرہ (۷) ابن الانصاری الکمال (۸) میکسیکو

صحیح حل پر پہلا انعام ۱۰۰ روپے
پانے والے ایک خوش نصیب پیامی

قمر الحسن ابن مسعود الحسن

لمبی سیمینٹ چال۔ فرسٹ فلور، روم نمبر ۹۱
بائیکلہ اسٹیشن روڈ بمبئی ۴۰۰۰۱۱

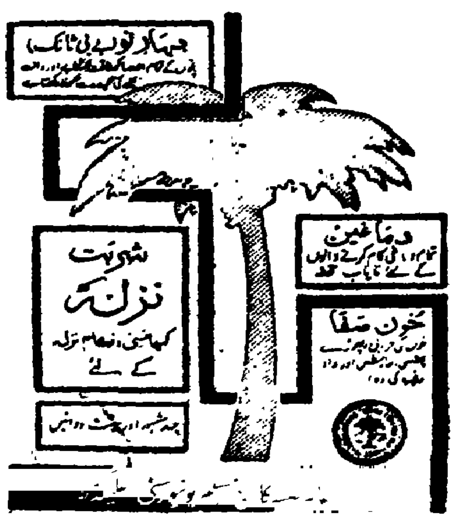
ایک غلطی پر دوسرا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب

فی کس ۶/ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں

(۱) نور فاطمہ زہرا (۲) شمامہ فاطمہ زہرا (۳) کنیز فاطمہ زہرا (۴) غزالہ فاطمہ زہرا، ان سب کا پتہ، مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج اورنگ آباد ہے (۵) محمد الطاف انصاری پاسٹری پر بھنی ـ (۶) محمد اختر رونق آباد مالیگاؤں (۷) عاصمہ سعید کیروف سعید اختر کلکتہ (۸) بشریٰ خاتون، محلہ گوشیاں باغ مرادآباد

ڈائری لکھنے کی عادت ڈالیے

اپنی ڈائری میں روزانہ کے اہم واقعات بزرگوں کے اقوال، کارآمد باتیں لکھیے اور جو باتیں آپ کے دل کو زیادہ چھوئے وہ بھی لکھ لیجیے۔ (ادارہ)



پیامی ادبی معمہ نمبر 73

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ جنوری ۱۹۹۲

فیس داخلہ کچھ نہیں، آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے۔

150 روپے کے نقد انعامات

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 100 — دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 50 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

۱۔ تو تم اس .... کو ہمیشہ اپنی پیٹھ پر اٹھائے رہوگے؟ بوجھ / گٹھری / بچے / نالائق
۲۔ دنیا .... کے پیچھے بھاگتی ہے۔ دولت / عزت / شہرت / کرسی
۳۔ ان کے مزاج میں .... بہت تھی۔ بے باکی / خودداری / خود اعتمادی
۴۔ حسد ایک .... ہے۔ شعلہ / آگ / زہر
۵۔ یہ صورت حال بہت .... ہوتی ہے۔ بھیانک / خوفناک / پرلطف
۶۔ میں تم سے تیز .... چلا سکتا ہوں۔ موٹر / سائیکل / کشتی / سکوٹر
۷۔ بہت .... قبل ہمارے گھر ایک مہمان آئے۔ عرصہ / سال / دنوں / مہینے
۸۔ .... کبھی میں تمہارے کام آیا تھا۔ بیٹی / بیٹا / مالک

صرف آخر کے دو سوالوں کے لیے ذہن پر زور ڈالیے بقیہ چھ سوالوں کے جوابات صفحہ ۸۲ — ۲ کی کتابوں میں ملیں گے۔

شرائط پیامی ادبی معمہ: (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں۔ البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمہ کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابل قبول ہوگا۔

PAYAMI ADBI MUAMMA NO. 73
'PAYAM-E-TALEEM' MONTHLY
JAMIA NAGAR NEW DELHI-110025
پیامی ادبی معمہ نمبر ۷۳ ماہنامہ پیام تعلیم جامعہ نگر نئی دہلی

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے

پیامی ادبی معمہ نمبر ۷۳، ماہنامہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

Regd. No. D(SE)-43 /91 Jan, 199

Payam-i-Taleem Monthly

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.

Regd. with R.N.I. at No. 10537/64

بچوں کی مذہبی کتابیں

سیرت پاک - مختصر مختصر	۲/-	حضرت ابوہریرہؓ	۲/-
نور کے پھول	۹/-	سرکارِ دو عالمؐ	۳/:
حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ	۳/:	اللہ کے صفی	۲/:
حضرت حمزہؓ	۳/:	حضرت نظام الدینؒ	۳/:
سب سے بڑے انسانؐ	۳/۵۰	سرکار کا دربار	۴/۵۰
حضرت محبوب الٰہیؒ	۳/:	ہمارا دین (اوّل، دوم، سوم) فی حصہ	۷/:
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	۲/:	اسلام کے مشہور سپہ سالار (اول، دوم) مکمل	۸/-
حضرت فریدالدین گنج شکرؒ	۲/:	اسلام کے مشہور امیر البحر	۴/۵۰
حضرت معین الدین چشتیؒ	۲/:	قرآن پاک کیا ہے؟	۲/:
حضرت ابوبکر صدیقؓ	۶/:	اسلام کیسے شروع ہوا؟	۶/۵۰
حضرت طلحہؓ	۳/:	رسول پاکؐ	۶/:
حضرت سلمان فارسیؓ	۳/:	اللہ کا گھر	۳/:
حضرت ابوذر غفاریؓ	۲/:	رسول پاک کے اخلاق	۳/:
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۲/:	اللہ کے خلیل	۳/:
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۲/:	تحسین القرآن	۴/۵۰
نیک بیٹیاں	۳/۵۰	منہاج القرآن	۴/۵۰
امیر خسروؒ	۳/:	ارکانِ اسلام	۲/۵۰
ہمارے نبیؐ	۳/:	عقائدِ اسلام	۳/-
دس جنتی	۴/۵۰	چار یار	۴/۵۰
اسلام کیسے پھیلا اوّل	۷/۵۰	آں حضرتؐ	۳/:
" " دوم	۶/:	خلفائے اربعہ	۷/-
پیارے رسولؐ	۴/۵۰	نبیوں کے قصے	۵/:
ہمارے رسولؐ	۵/-	مسلمان بیبیاں	۴/:

[illegible]

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

فروری ۱۹۹۲ء

قیمت، ۵۰/۴ روپے




بچوں کے لیے
نئی اور دلچسپ کتابیں
ابوعلی کا جوتا
عرب دیسوں کی عوامی کہانیاں
انور خاں
قیمت ۶/۵۰
پُراسرار غار قیمت -/۵
قصہ اژدھا پکڑنے کا
کھلونا نگر قیمت -/۷
ننھا سراغ رساں
مکتبہ پیام تعلیم -
جامعہ نگر - نئی دہلی ۲۵

…ے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ" — سر سید احمد خان

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

فروری ۱۹۹۲ جلد ۴۰ شمارہ ۲

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: =/40

سرکاری اداروں سے: =/55 روپے

بیرونِ ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار۔ دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونیورسٹی مارکیٹ۔ علی گڑھ

بچوں سے باتیں

دسمبر کے آخر میں ہم خوشی کے مارے جھوم جھوم گئے جب ہم کو یہ خبر ملی کہ انجمن ترقی اردو ہند کے بابائے اردو سیمینار میں جہاں ایسے ادیب آرہے ہیں جو صرف آپ کے بڑوں کے لیے لکھتے ہیں وہیں دو ایسے ادیب بھی آرہے ہیں جو بڑوں کے علاوہ آپ کے لیے بھی لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں یہ ہیں آپ کے جانے پہچانے ادیب مسعود احمد صاحب برکاتی اور جناب طاہر مسعود صاحب۔ برکاتی صاحب کی "ہزاروں خواہشیں" قسط وار آپ پڑھ ہی رہے ہیں۔ طاہر مسعود صاحب کی کئی کہانیاں اور مضمون آپ پہلے پڑھ چکے ہیں لیکن ان کا وہ مضمون جو آپ نے سب سے زیادہ پسند کیا وہ تھا "صاحب صدر! دو آنسو ہمارے لیے بھی" یاد آیا آپ کو؟ ہم اپنی علالت کی وجہ سے ان دو حضرات کی خاطر خواہ پذیرائی نہیں کر سکے مگر آپ سب کی طرف سے شکریہ ضرور ادا کر دیا۔ یہ حضرات تھے نا آپ کے شکریے کے مستحق؟

پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

> نوکر (روتے ہوئے) مالک! آج مالکن نے مجھے بہت مارا۔
> مالک: مگر اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ میں تو کبھی نہیں رویا جب کہ تمھاری مالکن کو گھر میں آئے بیس سال ہو چکے ہیں۔

نذیر احمد یوسفی

بنگلہ لوک کہانی

گڑیا شہزادی

بہت دنوں پہلے کی بات ہے ایک شہر میں تین دوست تھے۔ ایک بڑھئی، ایک درزی اور ایک سنار۔ تینوں ہی اپنے اپنے فن میں ماہر اور محنتی تھے اپنے شہر میں انھیں خاطر خواہ گاہک نہ ملے تو انھوں نے دوسرے شہر میں جاکر محنت کرنے اور کمانے کا ارادہ کیا اور ہفتہ کے دن اللہ کا نام لے کر یہ لوگ اپنے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ پرانے زمانے میں سفر کے لیے سواری تو تھی نہیں، لوگ پیدل ہی چلا کرتے تھے، جہاں بھوک لگی کھا لیا اور جہاں نیند آئے سو رہے اور اسی طرح سفر کٹتا رہتا۔

انھوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ دن بھر چلتے رہتے اور رات کو اچھی سی جگہ پر سو رہتے آج پہلی رات پُر فضا جگہ پر ہوئی۔ تینوں نے اپنے اپنے کندھوں سے گٹھری زمین پر رکھی، اور ٹانگے پھیلا کر لیٹ گئے۔

دن بھر کے تھکے ماندے تو تھے ہی، نیند نے جلد ہی انھیں گھیرنا شروع کیا۔ تب فیصلہ ہوا کہ اگر سبھی لوگ سو گئے تو خطرے کے وقت کون انھیں ہوشیار کرے گا ویران جنگل اور رات کا اندھیرا۔ ایسے میں کچھ ہو گیا تو؟

تینوں دوستوں نے آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ ہر کوئی چار چار گھنٹے جاگ کر پہرہ دے دو سوئیں اور ایک جاگے۔ تاکہ جان و مال کی حفاظت ہو سکے اور بے کھٹک ہر آدمی آرام بھی کر سکے۔ فیصلہ مناسب اور نہایت درست تھا۔ درزی اور سنار گھوڑے بیچ کر سو گئے۔ بڑھئی نے حفاظت کی ذمہ داری سنبھالی۔ ابھی چند ہی منٹ گزرے تھے کہ تھکاوٹ اور اکیلے پن کی وجہ سے اسے بھی جھپکی آنے لگی۔ ڈر گیا کہ کہیں نیند نہ آجائے

رحمانیہ اسکول اسٹریٹ۔ آسنسول

اور وعدہ خلافی ہو۔ وقت گزارنے اور نیند کے غلبہ سے بچنے کے لیے اس نے جنگل سے ایک موٹی سی لکڑی لی اور اپنے اوزار کی مدد سے اُسے چھیلا کاٹا اور تراشا پھر اُسے ایک خوبصورت گڑیا بنا دیا۔ ایک ایسی گڑیا جو دیکھنے سے لگتا تھا اب بولنے لگے گی۔ اس کام میں وہ اتنا معروف رہا کہ چار گھنٹے گزر گئے۔ اس نے گڑیا کو ایک طرف رکھا، انگڑائی لی اور درزی دوست کو جگا کر خود فرش پر تھکے ہوئے انداز میں گرا اور سو گیا۔

درزی نے اٹھتے ہی جمائی لی اور جنگل کی بھیانک آوازیں کان لگا کر سننے لگا۔ درزی نے اکتا کر اپنے سوئے ہوئے ساتھیوں کو دیکھا تو پاس ہی میں رکھی ہوئی ایک خوبصورت گڑیا پر نگاہ پڑ گئی۔ گڑیا ننگی پڑی تھی۔ درزی نے جھولے سے سوئی دھاگا نکالا۔ کپڑوں کے ٹکڑے نکالے اور گڑیا کے لیے مہارانیوں کے پہننے والی پوشاک سینے لگا۔ کپڑے سیلتے سیلتے چار گھنٹے گزر گئے۔ اس نے جلدی جلدی گڑیا کو کپڑے پہنائے اور اُسے قریب ہی سُلا کر سُنار کو جگا یا۔

سنار نے جاگ کر ایک بھرپور انگڑائی لی اور اپنے سامان کے اردگرد اپنے دوستوں کو سویا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ دوست بھی پورے تھے اور سامان بھی مگر یہ کیا؟ اس نے قریب ہی پڑی گڑیا کو دیکھا، ایک خوبصورت گڑیا قیمتی پوشاک پہنے زمین پر پڑی تھی بدن پر زیورات نہیں تھے اگر اس خوبصورت گڑیا کو زیورات بھی پہنا دیے جائیں تو اس کی دلکشی اور بڑھ جائے گی اس نے سوچا اور اپنے زیور بنانے کے سامان نکال کر گڑیا کے لیے ننھے ننھے زیورات بنانے لگا۔

چار گھنٹے بعد زیورات تیار ہو گئے۔ زیورات پہن کر گڑیا اتنی سجی کہ جیسے سچ مچ کی کوئی شہزادی ہو۔ کاش کہ یہ بولتی، چلتی اور ناچتی ـــ ابھی سُنار کے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ اللہ کی مہربانی سے یک بیک گڑیا میں جان پڑ گئی اور وہ بولنے لگی "تم سب کون ہو، اور کہاں جا رہے ہو؟"

سُنار آواز سن کر پہلے تو ڈرا پھر بولا "ہم سب پکے دوست ہیں ایک دوسرے پر جان دینے والے، دوسرے شہر جا رہے ہیں، محنت کرنے، روزی کمانے اور غریبی دور کرنے۔"

صبح کا اُجالا پھیل چکا تھا۔ سوئے ہوئے بڑھئی اور درزی کی نیند بھی پوری ہو چکی تھی۔ دونوں اُٹھ بیٹھے۔ سُنار کے سامنے خوبصورت کپڑوں میں زیورات سے لدی پھندی ایک شہزادی کی سی لڑکی کو دیکھ کر اُن کو اچنبھا ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے خیال آیا کہ یہ تو وہی گڑیا ہے جسے میں نے معمولی لکڑی سے بنایا تھا اور درزی نے سوچا یہ تو وہی گڑیا لگتی ہے جس کے جسم پر میرے ہاتھوں کے سِلے ہوئے کپڑے چپکے ہیں، کتنے سندر لگ رہے ہیں۔

دونوں دوستوں کو جاگتا دیکھ کر سُنار نے خوشی سے بے قابو ہو کر کہا "اچھا ہوا تم سب جاگ گئے۔ میں اس گڑیا شہزادی سے شادی کر رہا ہوں"۔

"تم شادی کر رہے ہو۔؟ ارے میں نے اسے بنایا ہے، میں کروں گا"

بڑھئی کو تاؤ آگیا، اس نے سُنار کو ڈانٹ پلائی۔

"بھلا تم کیسے کروگے۔ میں نے اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگائے ہیں۔ اس کے خوبصورت جسم پر یہ شہزادیوں جیسے کپڑے میں نے ہی تو سی کر پہنائے ہیں۔ میرا حق ہے میں شادی کروں گا اس سے"۔

اب ایک تھی گڑیا شہزادی اور تین تین تھے اس سے شادی کرنے والے۔ اور تینوں دوست تھے۔ تینوں ایک دوسرے پر جان دینے والے۔ لیکن جہاں قربانی، ایثار کی بات آئی تو کسی نے بھی اس جذبہ سے کام نہیں لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منزل سے دور گھنے ویران جنگل میں ان کی آوازیں اونچی ہوتی گئیں۔ اور لڑتے لڑتے ان لوگوں نے اپنے اپنے اوزار بھی نکال لیے، اور ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ گڑیا شہزادی نے جب یہ حال دیکھا تو گھبرائی۔ وہاں سے بھاگی اور خوبصورت پروں والی تتلی بن کر جنگلی پھولوں میں جا چھپی ــــــ اور آج تک اُن کے ڈر سے بھاگی بھاگی پھر رہی ہے۔

> ایک صاحب کی تنخواہ مہینے سے پہلے ہی ختم ہوگئی، چنانچہ انھوں نے بیوی سے کہا بیگم ابھی چھبیس دن باقی ہیں اور میری جیب میں پھوٹی کوڑی تک نہیں ہے"
> بیگم گھبرائیں "ہائے اللہ اب کیا ہوگا؟"
> خاوند بولا "میں نے اس کا یہ حل سوچا ہے کہ بچوں کو ان کے ننھیال بھیج دیا جائے، تم اپنے میکے چلی جاؤ، اور میں اپنے سسرال چلا جاؤں"
> ثمر عالم، مظفرپور

ضرغام راجا

بدصورت

"اگر بادشاہ نے اسے دیکھ لیا تو ہم سب کو جیل میں ڈلوا دے گا۔" ریحانہ بیگم نے ناک بھوں چڑھا کر کہا۔

"جہاں جلال اور بلال جا رہے ہیں وہاں اگر سلیم چلا جائے گا تو کون سی قیامت آجائے گی" فیروز تاجر بولے۔

"اونہہ! یہ منہ اور مسور کی دال۔" ریحانہ بیگم نے کہا اور اُٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئیں۔

یہ فیروز تاجر کا گھر تھا جہاں ان کے تین بیٹے سلیم، جلال اور بلال اور ان کی بیگم رہتے تھے۔ سلیم سب سے بڑا تھا اور فیروز تاجر کی پہلی بیوی سے تھا۔ سلیم کی والدہ کی وفات کے بعد فیروز نے ریحانہ بیگم سے شادی کر لی تھی۔ ریحانہ بیگم کے دونوں بیٹے جلال اور بلال بڑے اچھے رنگ روپ کے مالک تھے۔ ان کے مقابلے میں سلیم کم خوب صورت تھا۔ ریحانہ بیگم اُسے پسند نہیں کرتی تھیں، مگر فیروز تاجر کی اس پر جان جاتی تھی۔

بات در اصل یہ تھی کہ اس ملک کی شہزادی نے اعلان کیا تھا کہ جو کوئی اُس کے بنائے ہوئے جادو کو ناکام بنائے گا وہ اُس سے شادی کر لے گی۔ اسی سلسلے میں بلال اور جلال بھی جا رہے تھے۔ فیروز تاجر نے سلیم سے بھی جانے کو کہا تو ریحانہ بیگم نے اعتراض کیا۔ مگر فیروز تاجر کو بھی ضد ہو گئی تھی کہ سلیم ضرور جائے گا۔ فیروز تاجر نے سلیم کو رخصت کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھو بیٹا سلیم! میں نے تمھیں خصوصی تربیت دی ہے اب تمھاری اسی تربیت کا

امتحان ہے۔"

"ابا جان! میں جانا نہیں چاہتا تھا مگر آپ کا حکم ہے، اس لیے مجبور ہوں۔ میری تو دعا ہے کہ جلال یا بلال میں سے کوئی کام یاب ہو جائے۔" سلیم بولا۔

"مگر تم ان کی خاطر پیچھے نہ رہنا۔ تمھیں ہر حال میں شہزادی کے طلسم کو ناکام بنانا ہے۔" فیروز تاجر نے کہا۔ سلیم باپ سے رخصت ہو کر روانہ ہو گیا۔



جلال اور بلال اس سے کافی پہلے روانہ ہو چکے تھے۔ سلیم دھیمی رفتار کے ساتھ اپنا سفر طے کر رہا تھا۔ ابھی اس نے آدھا ہی راستہ طے کیا تھا کہ اسے دونوں بھائی نظر آئے جو گھوڑے درخت سے باندھ کر درخت کے نیچے سستا رہے تھے۔

"تم دونوں ابھی یہیں بیٹھے ہو؟" سلیم اُن کے قریب جا کر بولا

"ہاں ہم آرام سے جانا چاہتے ہیں۔ ویسے بھی کام یاب تو ہم کو ہی ہونا ہے نا" بلال بولا۔

سلیم بولا "اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ اچھا اب چلو۔"

"نہیں، آپ جایئے، ہم پیچھے آتے ہیں۔" جلال نے کہا۔

"اور ہاں وہاں کسی سے یہ نہیں کہیے گا کہ آپ ہمارے بھائی ہیں۔" بلال نے کہا۔

"ٹھیک ٹھیک ہے۔ میں تمھارا مطلب سمجھ گیا۔" سلیم اپنے آنسو پیتا ہوا بولا اور اس نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا دیا۔ رات ہونے سے پہلے پہلے وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں شہزادی جہاں آرا نے طلسم کدہ (جادو گھر) بنایا تھا۔ اس طلسم کدے کی عمارت کے سامنے بڑے سے میدان میں ڈھیروں خیمے لگے ہوئے تھے۔ سلیم نے قسمت آزمائی کرنے والوں میں اپنا نام لکھوایا اور ایک خیمہ حاصل کر لیا۔ خیمہ لیتے وقت سلیم نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ اس کا خیمہ عام لوگوں سے دور ہو۔ اس کے بعد اُس نے

کپڑے کا ایک نقاب بنایا اور اسے ایک طرف رکھ دیا۔

دوسری صبح جلال اور بلال بھی پہنچ گئے۔ انھوں نے سلیم کو دیکھا مگر نظر انداز کر دیا۔ اُس کے بعد اعلان ہوا اور ایک ایک کر کے امیدوار طلسم کدے میں داخل ہونے لگے۔ مگر سب ناکام رہے۔ جو شخص ناکام ہوتا شہزادی جہاں آرا اس کے ساتھ بہت بُرا سلوک کرتی۔ کسی کو گنجا کرا دیتی۔ کسی کی بھویں اور مونچھیں کٹوا دیتی تو کسی کو اپنا غلام بنا لیتی۔ سلیم تین دن تک یہ سب دیکھتا رہا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ جلال اور بلال کے بعد طلسم کدے میں داخل ہوگا۔

شہزادی جہاں آرا بادشاہ ہیبت خان کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اُسے شادی کے نام سے نفرت تھی، مگر بادشاہ کے مجبور کرنے پر شہزادی نے انتہائی ماہر کاریگروں سے یہ طلسم کدہ بنوایا۔ اور اعلان کیا کہ جو اس طلسم کدے کو پار کرے گا وہ اس سے شادی کرے گی۔ شہزادی جہاں آرا کو معلوم تھا کہ کوئی بھی اس طلسم کدے کو پار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اُسے شادی بھی نہیں کرنی پڑے گی۔

اس دن شہزادی جہاں آرا اپنی سہیلیوں کے ساتھ طلسم کدے کے ایک خاص حصے میں بیٹھی ہوئی ہر امیدوار کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"شہزادی صاحبہ! اب بس کیجیے۔ اس طلسم کدے سے کوئی کامیاب واپس نہیں جائے گا۔" شہزادی جہاں آرا کی ایک سہیلی بولی۔

"ہم خود یہی چاہتے ہیں کہ یہاں سے کوئی کامیاب نہ جائے تاکہ ہمیں شادی نہ کرنی پڑے۔" شہزادی جہاں آرا بولی۔

"شہزادی صاحبہ! دیکھیے کتنا خوب صورت نوجوان ہے۔" شہزادی کی دوسری سہیلی آنے والے ایک نوجوان امیدوار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بولی۔

"خوب صورت ہے تو کیا ہوا۔ ہاں اگر ذہین اور عقل مند ہے تو اس طلسم کدے کو پار کر کے دکھائے۔" شہزادی بولی۔

نوجوان طلسم کدے میں داخل ہوا تو اُسے ایک بڑا سا حوض نظر آیا جو ایک دیوار سے دوسری دیوار تک پھیلا ہوا تھا اور اسے پار کرنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ ابھی وہ نوجوان کھڑا اپنا سر کھجلا رہا تھا کہ ایک طرف سے دو خادم نکلے اور اسے پکڑتے ہوئے بولے: "چلیے جناب! آپ پہلے ہی مرحلے میں ناکام ہو گئے۔"

"ارے واہ کیسے ناکام ہو گیا! میں ابھی اس حوض کو تیر کر پار کر لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر نوجوان نے اپنا بازو خادم سے چھڑایا اور حوض میں چھلانگ لگا دی۔ مگر وہ ایک زوردار آواز کے ساتھ پکے فرش پر جا گرا۔ حوض میں پانی نام کی کوئی چیز نہ تھی بلکہ وہ ایک ایسے چمک دار پتھر سے بنایا گیا تھا کہ دیکھنے میں بالکل ایسے لگتا تھا جیسے حوض پانی سے مکمل بھرا ہوا ہے۔



"وہ اس بے وقوف کی تعریف کر رہی تھیں تم" شہزادی جہاں آرا ہنستے ہوئے بولی۔

"شہزادی صاحبہ! دیکھیے بے چارے کی ٹانگ ٹوٹ گئی کیسے لنگڑا کر چل رہا ہے۔"

"یہی سزا ہے اس کی عقل نام کی کوئی چیز نہیں، چلے ہیں شادی کرنے" شہزادی جہاں آرا منہ بنا کر بولی۔

تیسرے دن سلیم نے دیکھا کہ جلال اپنے گھوڑے پر سوار آگے بڑھ رہا ہے۔ پھر وہ طلسم کدے میں داخل ہو گیا۔ مگر ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ محافظ نے طلسم کدے کے دروازے پر آکر آواز لگائی "اگلا امیدوار"! سلیم دھک سے رہ گیا۔ اس نے دیکھا کہ اب بلال آگے بڑھ رہا ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد محافظ نے پھر آواز لگائی۔

"اگلا امیدوار!"

سلیم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ جلدی سے اپنے خیمے میں گیا اور نقاب پہن کر گھوڑے پر سوار ہوا اور طلسم کدے کی طرف بڑھنے لگا۔ طلسم کدے میں داخل ہو کر اس نے اپنے حواس برقرار رکھے اور اپنی تمام پریشانیاں طلسم کدے کے باہر ہی چھوڑ دیں۔ اسے معلوم تھا کہ یہ طلسم کدہ ہے جہاں کی ہر چیز دھوکا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا کہ اسے وہی حوض دکھائی دیا جسے پار کرنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ سلیم کی نظریں حوض پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے غور کیا کہ حوض میں پانی چمک تو رہا ہے مگر ہل نہیں رہا۔ جب کہ ہوا ابھی خاصی چل رہی ہے۔ سلیم نے اطمینان کرنے

سے لیے اپنا خنجر نکال کر حوض میں پھینک دیا۔ خنجر چھناکے کی آواز کے ساتھ نیچے فرش پر گرا۔ سلیم سمجھ چکا تھا کہ حوض میں پانی نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے اپنا گھوڑا بے فکری سے حوض میں اتار دیا۔ حوض پار کر کے سلیم تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ اس نے دیکھا آگے راستہ بند ہے۔ دائیں بائیں بھی دیواریں تھیں وہ حیران ہوا کہ کدھر جائے۔ اسی وقت ایک خادم نمودار ہوا اور بولا۔

"آپ کو مبارک ہو آپ پہلے شخص ہیں جو یہاں تک پہنچے ہیں۔ آپ آگے اس طرح جا سکتے ہیں کہ ان تینوں دیواروں میں سے کسی ایک دیوار کو توڑ لیجیے"۔

یہ کہہ کر خادم واپس چلا گیا۔ اب سلیم غور کر رہا تھا کہ دیوار کس طرح توڑے کیونکہ نہ تو اس کے پاس اوزار تھے اور نہ وہ اکیلے دیوار توڑ سکتا تھا وہ مایوس ہونے لگا تھا کہ اسے خیال آیا کہ یہ طلسم کدہ ہے یہاں کی ہر چیز دھوکا ہے۔

پھر سلیم نے غور سے دونوں دیواروں کو دیکھا۔ اس کے بعد دائیں طرف والی دیوار پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ وہ شیشے کی دیوار تھی جو اس خوبی سے بنائی گئی تھی کہ سامنے کی دیوار کا عکس اس میں نظر آ رہا تھا۔ اب جو راستہ بنا سلیم اس پر آگے بڑھ گیا۔ اس کے بعد چھوٹے موٹے دو ایک اور دھوکے راستے میں آئے مگر سب کو ناکام



بناتا ہوا طلسم کدے کے دوسرے دروازے تک پہنچ گیا اس دروازے تک پہنچنے والا وہ پہلا شخص تھا دو محافظوں نے سلیم کے بازو پر کامیابی کا نشان لگایا اور سلیم واپس اپنے خیمے میں آگیا۔

"شہزادی صاحبہ یہ نوجوان تو کامیاب ہو گیا"۔ شہزادی جہاں آرا کی ایک سہیلی بولی "اونہہ ...... ہاں ..... ہاں .... یہ .... یہ بہت برا ہوا...... بہت برا ہوا... اب اباجان ہمیں مجبور کر دیں گے"۔ شہزادی جہاں آرا بڑبڑائی۔

"اب کیا ہوگا شہزادی صاحبہ؟ اب تو آپ کو شادی کرنی ہی ہوگی"۔

"نہیں۔ نہیں ایک ترکیب ہے میرے ذہن میں ..... تم لوگ باہر جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ

جتنی دولت چاہے لے لے مگر اپنی کام یابی کا ذکر کسی سے نہ کرے اور شادی کا خیال ذہن سے نکال دے۔"

"بہت بہتر شہزادی صاحبہ" اس کی سہیلیوں نے جواب دیا۔

اسی شام شہزادی جہاں آرا کی سہیلیاں سلیم کے خیمے میں گئیں۔ اس وقت بھی سلیم نقاب پہنے بیٹھا تھا۔

"کام یاب نوجوان! کیا تم شہزادی سے شادی کرنا چاہتے ہو؟" شہزادی کی ایک سہیلی نے ن سے پوچھا۔

"نہیں، میں شہزادی سے شادی کرنا نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ شہزادی صاحبہ میرے دونوں ائیوں کو رہا کر دیں اور اُن میں سے کسی سے شادی کر لیں۔" سلیم بولا۔

"تم! تم شہزادی سے شادی کرنا نہیں چاہتے! کیوں"؟

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"شہزادی صاحبہ بھی تم سے شادی کرنا نہیں چاہتیں۔ شہزادی صاحبہ فرماتی ہیں کہ تم جتنی دولت گے ملے گی۔ مگر اپنی کام یابی کا ذکر کسی سے نہ کرو۔" شہزادی کی سہیلی بولی۔

"مجھے دولت نہیں چاہیے۔ بس شہزادی صاحبہ میرے بھائیوں کو رہا کر دیں۔" سلیم نے کہا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔ کیا تم اپنا چہرہ دکھاؤ گے"؟ شہزادی کی ایک اور سہیلی بولی۔

"نہیں"

"اچھا ہم چلتے ہیں۔"

شہزادی جہاں آرا کی سہیلیوں نے سلیم سے ہونے والی ساری گفتگو شہزادی کو بتائی۔ پہلے تو شہزادی حیران رہ گئی۔ مگر پھر اُسے اپنی بے عزتی کا احساس ہوا کہ ایک نوجوان نے اُسے ٹھکرا دیا۔ یہ خیال آتے ہی شہزادی غصّے سے کانپ اٹھی۔ اس نے فوراً محافظ بھیج کر سلیم کو گرفتار کروا لیا۔

"نوجوان، تم طلسم کدے سے کام یاب ہونے کے باوجود ہم سے شادی کرنا نہیں چاہتے"؟ شہزادی جہاں آرا بولی۔

"جی"

"کیوں"

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔" سلیم نے جواب دیا۔

"تمہارے بھائیوں کے نام کیا ہیں"؟

"جلال اور بلال"

"ان دونوں کو حاضر کرو" شہزادی نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں جلال اور بلال وہاں آگئے۔

"تم دونوں طلسم کدے کو سَر کرنے آئے تھے"؟ شہزادی جہاں آرا نے اُن سے پوچھا۔

"جی ہاں" دونوں مری ہوئی آواز میں بولے۔

"کیا تمہارا تیسرا بھائی بھی یہاں آیا تھا"؟

"جی، جی ہاں۔ ہمارا سوتیلا بھائی سلیم بھی آیا تھا" جلال نے جواب دیا۔

"سلیم اب تم کیا کہتے ہو"؟ شہزادی جہاں آرا سلیم سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

"میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ ان دونوں کو آزاد کر دیں اور ان میں سے کسی سے شادی کرلیں" سلیم بولا۔

"مگر طلسم کدہ تم نے پار کیا ہے" شہزادی جہاں آرا غصّے سے کانپ گئی۔

"مگر میں آپ سے شادی کرنا نہیں چاہتا"

"ٹھیک ہے اس کے دونوں بھائیوں کو چھوڑ دو اور اسے قید خانے میں ڈال دو" شہزادی نے حکم دیا

اب جلال اور بلال کی آنکھیں کھلیں۔ انھیں معلوم ہو چکا تھا کہ نقاب پوش اُن کا بھائی سلیم ہے جو اُن کی خاطر اپنی جان پر کھیل رہا ہے۔ جلال اور بلال نے شہزادی جہاں آرا کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے اور بولے "شہزادی صاحبہ! آپ سلیم بھائی کو چھوڑ دیجیے۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ سلیم بھائی آپ سے کیوں شادی کرنا نہیں چاہتے"

"بتاؤ" شہزادی غصّے سے بولی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ رنگ و روپ میں سلیم بھائی کم تر ہیں۔ لوگ انھیں بدصورت کہہ کر چڑاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ آپ جیسی خوب صورت شہزادی کے قابل نہیں" جلال بولا۔

"کیا یہی بات ہے سلیم"؟ شہزادی جہاں آرا نے سلیم سے پوچھا تو سلیم نے آہستہ سے ہاں میں سَر ہلادیا۔

"کیا تم اپنا یہ نقاب منہ پر سے اتارنا پسند کرو گے"؟ شہزادی نے کہا تو سلیم نے آہستہ سے اپنا نقاب اُتار دیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ سلیم کو دیکھ کر شہزادی جہاں آرا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ بولی۔



"سلیم تمہارا خیال ہے کہ تم بدصورت ہو۔ مگر ہمارا خیال ہے کہ تم بہت خوب صورت ہو۔ شکل و صورت تو اللہ تعالیٰ بناتا ہے انسان کا اصل حُسن تو اس کا کردار اور اُس کی ذہانت ہے اور تم اس حُسن میں بے مثال ہو۔ تم بے شک ہم سے شادی نہ کرنا چاہتے ہو، مگر ہم تم سے شادی کرنا اپنی خوش نصیبی سمجھیں گے۔"

کچھ دنوں بعد سلیم اور شہزادی جہاں آرا کی شادی ہو گئی اور سلیم اپنی بیوی کو لے کر اپنے شہر روانہ ہو گیا۔ فیروز تاجر کو اُن کے آنے کی خبر پہلے ہی مل گئی تھی۔ وہ اُن کے استقبال کی تیاریاں بڑے زور و شور سے کر رہا تھا۔ اور اب تو ریحانہ بیگم بھی سوتیلے بیٹے اور بہو کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔

ضمیر درویش

شہد کی مکھی

نئے زمانے اور نئے حالات سے تنگ آکر ایک شخص بھاکڑہ ڈیم دیکھنے گیا۔ ڈیم دیکھ کر وہ شخص بولا۔
"کیا زمانہ آگیا ہے لے دے کے ایک پانی خالص تھا اس میں سے بھی بجلی نکالی جا رہی ہے"

کہہ رہی ہے شہد کی مکھی کہ اے بچو سنو
زندگانی کا سلیقہ تم بھی مجھ سے سیکھ لو

کام میں مصروف رہتی ہوں میں ہر پل ہر گھڑی
دوسروں کو فیض پہنچاتی ہے میری زندگی

چوستی پھرتی ہوں صبح و شام میں پھولوں کا رس
تم یہ سوچو گے کہ جانے کتنی ہے مجھ کو ہوس

بات یہ ہے میں تو ہوں خود صرف اک ننھی سی جان
آدمی کے کام آتی ہوں یہی ہے میری شان

شہد ملتا ہے تمھیں اس سے جو رس لاتی ہوں میں
یعنی انسانوں کی خدمت کر کے اتراتی ہوں میں

مرے چھتّے سے تمھیں ہوتا ہے حاصل موم بھی
یعنی اپنا گھر لٹانے میں نہیں رکھتی کمی

توڑ لیتے ہیں مرے چھتّے کو انسانوں کے ہاتھ
لیکن ان باتوں سے میں ہرگز نہیں کھاتی ہوں مات

دوسرے ہی پل نکلتا ہے ہمارا قافلہ
ہم بنا لیتے ہیں محنت کر کے اپنا گھر نیا

سب سے جو اعلا ہے اس کا رانی مکھی نام ہے
راج کرنا اور انڈے دینا اس کا کام ہے

حکم اس کا مانتی ہیں جس قدر ہیں مکھیاں
ایسا اچھا نظم انسانوں میں ملتا ہے کہاں

آدمی تو چار بھی مل کر نہیں رہتے کبھی
ہم ہیں لاکھوں ایک بھی جھگڑا نہیں ہم میں کوئی

آدمی اتنے اکٹھے ہوں تو ہو جائے غضب
روند دیں ایک دوسرے کو کٹ مریں آپس میں سب

پھیلتی ہے بھیڑ ان کی خون سے اور آگ سے
امن ڈسنے کو نظر آتے ہیں یہ سب ناگ سے

خود کو افضل مان کر ہیں آپ ہی انسان خوش
کس قدر ہیں اپنی نادانی پہ یہ نادان خوش

پیارے بچو! سیکھ لو ہم سے محبت کا چلن
نظم ہستی کا، وفا کا عزم و ہمت کا چلن

گنبد والی مسجد، کسرول، مراد آباد

> ایک عورت کو گھر کی ملازمہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں اطلاع دی کہ صاحب دروازے کے پاس بے ہوش پڑے ہیں، ان کے ہاتھ میں ایک بڑا لفافہ ہے۔
> عورت چہک کر بولی ہ بہت خوب! میری نئی ساریاں آگئی ہیں۔

انور خاں

وفادار آرگس

قدیم یونان کی دلچسپ کہانیاں

بڑے دیوتا زیوس کی بیوی حیرا بہت ضدی، خود سر اور دوسری بیویوں سے حسد رکھنے والی تھی زیوس اس سے بہت ڈرتا تھا۔ زیوس نے جب پہلی بار اسے شادی کا پیغام دیا تھا اس نے انکار کر دیا تھا۔ دراصل حیرا بہت خوب صورت تھی اور اس کے چہرے پر اس قدر دبدبہ تھا کہ دیوتا بھی اس سے گھبراتے تھے اسے حا کرنے کے لیے زیوس نے ایک عجیب ترکیب سوچی۔ پہلے تو اس نے ایک بڑا شدید طوفان برپا کیا۔ آندھی، بارش



طوفان جو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی ختم ہی نہ ہوگا۔ پھر خود ایک چڑیا کے روپ میں بھیگتا بھاگتا، کانپتا حیرا کے پاس پہنچا۔ حیرا کو اس پر بڑا رحم آیا۔ اس نے چڑیا کو اپنی ہتھیلیوں میں لے لیا۔ اس کا بدن پونچھا۔ آگ جلا کر اسے گرمی پہنچائی۔ اسے چمکارتی رہی۔

جب حیرا اسے چمکار رہی تھی زیوس اپنی اصل شکل میں آگیا۔ اور حیرا اسے دیکھتی رہ گئی۔ زیوس کی یہ ادا اسے بہت پسند آئی اور وہ اس سے شادی کرنے کے لیے رضامند ہو گئی۔

زیوس کبھی کبھی آسمان سے دھرتی پر اترتا تھا۔ اور انسانوں میں کسی خوبصورت لڑکی سے شادی کر لیتا تھا تاکہ انسانوں میں بھی طاقت ور، باہمت جیالے ہیرو پیدا ہوں جو انسانوں میں نام پیدا کریں۔

ایک دن حیرا آسمان سے جھانکا تو اسے ایک جگہ بادل کا ایک ٹکڑا نظر آیا اسے کچھ ایسا خیال آیا کہ یہاں بادل کا ٹکڑا نہیں ہونا چاہیے

تھا۔ ہیرا کو زیوس کی عادتیں معلوم تھیں وہ نیچے اتری تو دیکھا کہ اسکا شبہ صحیح تھا۔ زیوس واقعی وہاں موجود تھا اور اس کے قریب ایک بہت ہی خوبصورت برف کی طرح سفید شفاف گائے اپنی معصوم نگاہوں سے زیوس کو دیکھ رہی تھی۔

گائے دراصل ایک خوبصورت لڑکی آئیو تھی۔ زیوس نے ہیرا کو آتے دیکھ لیا تھا۔ اس لیے آئیو کو گائے میں تبدیل کر دیا تھا۔ ہیرا نے کسی بھی شبہے کا اظہار کیے بغیر گائے کو زیوس سے مانگ لیا۔

ہیرا زیوس کی سب سے چہیتی بیوی کی تھی۔ ایک اتنا بڑا دیوتا ایک چھوٹی سی چیز کے لیے بھلا اپنی بیوی سے کیسے انکار کرتا۔

آئیو کو لے کر ہیرا نے ایک درخت سے باندھ دیا اور اس کے قریب اپنے نوکر آرگس کو اس کی نگرانی کے لیے بٹھا دیا۔ آرگس کے پورے بدن پر آنکھیں تھیں سو آنکھیں۔ ایک وقت میں اس کی پچاس آنکھیں سوتی تھیں اور پچاس جاگتی تھیں اور وہ بڑا طاقت ور تھا۔ اس نے ایک راکھشس کو اکیلے ہی مار ڈالا تھا جو ہر شخص کو جو اس کے غار کے پاس سے گزرتا تھا کھا جاتا تھا اس سے بچ نکلنا ناممکن تھا۔

آرگس کی نگاہیں سارا وقت اس پر جمی رہتیں۔ آئیو کو اس کی وجہ سے چوپایوں کی طرح چلنا پڑتا اور گھاس پھوس کھانا پڑتا۔

زیوس ہیرا کے ڈر سے آئیو کی مدد نہیں کر سکتا تھا لیکن اس سے آئیو کی حالت بھی نہ دیکھی جاتی تھی آخر اس نے اپنے بیٹے ہرمس کو بھیجا جو دیوتاؤں میں سب سے چالاک مانا جاتا تھا۔

ہرمس نے ایک چرواہے کا روپ اختیار کیا اور بانسری بجاتے ہوئے آرگس کے پاس آیا۔ دیو جیسی طاقت رکھنے والا ہرمس سارا وقت ایک چھوٹی سی گائے کو دیکھتے دیکھتے تھک کر بیزار ہو گیا تھا۔ ہرمس کی سنگت اسے اچھی لگی۔ چلو اچھا ہوا اس نے سوچا ایک سے بھلے دو۔ بانسری کی دھن نے بھی اسے بڑا لطف دیا۔ ہرمس کچھ دیر تک بانسری بجاتا رہا۔ پھر بانسری رکھ کر اس نے آرگس کو کہانی سنانی شروع کی۔ ایک ایسی کہانی جس کا نہ آغاز تھا نہ اختتام۔ جو ختم ہونے میں نہ آتی تھی، آرگس بور ہوتا چلا گیا۔ پچاس آنکھیں تو بند تھیں ہی باقی آنکھیں بھی ایک ایک کر کے بند ہونے لگیں۔ ہرمس سناتا رہا۔ وہ سنتا ہی رہا یہاں تک کہ اس کی ساری آنکھیں بند ہو گئیں۔ ہرمس نے اپنی جادو کی چھڑی سے انھیں چھوا اور آنکھوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

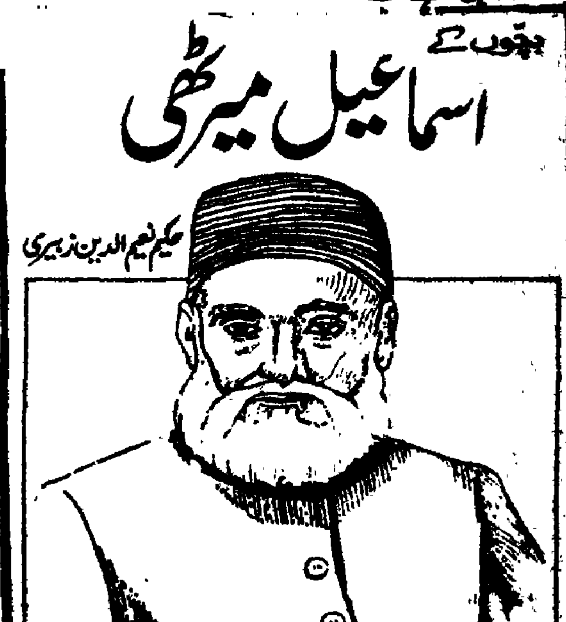
اس کے بعد اطمینان کے ساتھ اس نے گائے کو کھولا۔ آزاد ہونا تھا کہ آئیو بھاگی اپنے گھر کی طرف اور باپ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اس کا باپ دریا کا دیوتا تھا لیکن اس روپ میں بھلا اسے کیا پہچانتا۔ وہ موں موں کرتی رہی آخر آئیو کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے ریت پر اپنے کھروں سے آئیو لکھا۔ اب اس کا باپ سمجھ گیا کہ یہ زیوس کی حرکت

سے اسے زیوس پر بہت غصہ آیا وہ تیزی سے دریا کی سطح سے ابھرا اور زیوس کی طرف بڑھا۔ زیوس نے اسے اس قدر غصّے میں اپنی طرف آتے دیکھا تو بجلی برسائی۔ دریا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سوکھ گیا۔

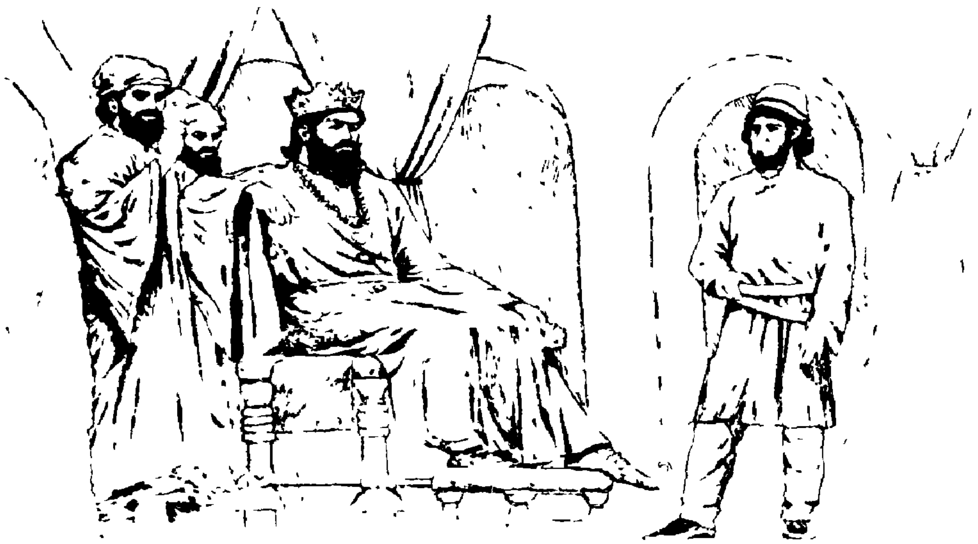
ادھر ہیرا نے جب دیکھا کہ آئیو آزاد ہوگئی اور آرگس بے چارا مر گیا تو اسے بہت غصہ آیا۔ اس نے آئیو کے پیچھے ایک زہریلی مکھی کو لگا دیا۔ بے چاری آئیو اس سے بچنے کے لیے دنیا بھر میں بھاگتی پھری کبھی یورپ کبھی عراق کبھی شام تو کبھی یونان۔ جب وہ مصر میں پہنچی تو مصری اسے دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے اور اس کی پوجا کرنے لگے۔

ہیرا نے یہ دیکھ کر زیوس کو اجازت دی کہ وہ اسے اپنے اصلی روپ میں لے آئے۔ اس طرح آئیو کو اس مصیبت سے نجات ملی۔

اپنے وفادار نوکر آرگس کی یاد قائم رکھنے کے لیے ہیرا نے اس کی آنکھیں نکالیں جو اب بے جان تھیں لیکن اُتنی ہی خوبصورت اور چمک دار تھیں۔ ہیرا نے ان آنکھوں کو مور کی دم میں ٹانک دیا۔ ان آنکھوں کو پاکر مور اس قدر خوش ہوا کہ اپنی حیثیت ہی بھول گیا اور آج بھی جانوروں میں سب سے اترانے والا جانور مور ہی ہے۔







ملک شام کی عوامی کہانی

سچ

انتخاب ادارہ

ایک بادشاہ نے اعلان کروایا کہ جو شخص بھی جھوٹ بولتا ہوا پایا گیا اس پر پانچ دینار جرمانہ کیا جائے گا۔ لوگ ایک دوسرے کے سائے سے بھی بھاگنے لگے کہ کہیں جھوٹ بولتے ہوئے نہ دھر لیے جائیں۔ بادشاہ اور وزیر دونوں بھیس بدل کر شہر میں گھوم رہے تھے۔ ایک تاجر کے پاس وہ دم لینے کو رکے۔ اس نے انھیں کافی پلائی۔ وہ غپ شپ میں مصروف ہوئے۔ بادشاہ نے پوچھا۔ ”آپ کی عمر کیا ہے؟“

"بیس سال"۔ تاجر نے جواب دیا۔
"آپ کے پاس کتنی دولت ہوگی؟"
"ستّر ہزار۔"
"آپ کے لڑکے کتنے ہیں؟" بادشاہ نے پوچھا۔
"ایک"۔ بوڑھے نے جواب دیا۔
واپس آکر انھوں نے سرکاری دفتر کے اندراجات دیکھے اور تاجر کو طلب کیا۔
"آپ نے اپنی عمر کتنی بتائی؟"
"بیس سال"
"پانچ دینار جرمانہ ادا کیجیے۔"
"پہلے آپ میری غلطی تو ثابت کیجیے۔"
"سرکاری دفتر میں آپ کی عمر ۶۵ سال درج ہے۔"
"جناب میری زندگی میں بیس سال ہی سکھ چین سے گزرے ہیں۔ اسی کو میں اپنی عمر سمجھتا ہوں۔"
"پھر آپ کا اس بے شمار دولت کے متعلق کیا خیال ہے۔ جبکہ آپ صرف ستّر ہزار بتا رہے ہیں۔"
"ستّر ہزار روپے میں نے ایک مسجد کی تعمیر میں خرچ کیے ہیں اور میں اسے ہی اپنی دولت سمجھتا ہوں۔"
"اور بچّے؟ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق آپ کے پانچ بچّے ہیں۔"
"جناب چار بچّے نالائق نکل گئے۔ شرابی، جواری، بداخلاق، بس ایک بچّہ ہے جس کا کردار پسندیدہ ہے۔ بس اسی کو میں اپنی اولاد سمجھتا ہوں۔"
"ہم تمھارے جوابات سے خوش ہوئے۔" بادشاہ نے کہا۔ وقت وہی شمار کرنے کے لائق ہے جو ہنسی خوشی گزر جائے۔ دولت وہی گننے کے لائق ہے جو راہِ خدا میں خرچ ہو۔ اور بچہ وہی قابلِ ذکر ہے جس میں نیک اور پسندیدہ عادتیں ہوں۔



بغیر بھیجے کا آدمی

(مراکش کی لوک کہانی)

انتخاب: شمیل سرور

دو لکڑہارے جنگل سے گزر رہے تھے۔ ایک جگہ انہیں شیر کے پنجوں کے نشان نظر آئے۔

"معلوم ہوتا ہے، شیر یہیں کہیں آس پاس ہے۔" ایک نے کہا

"کیا کریں، واپس جائیں؟" دوسرے نے کہا۔

"واپس جائیں گے تو آج کی مزدوری گئی سمجھو۔" پہلے نے کہا۔

"چلو آگے چلتے ہیں۔" دوسرے لکڑہارے نے کہا۔ "واپسی پر دیکھا جائے گا۔"

دونوں آگے بڑھے۔ دیر تک لکڑیاں جمع کرتے رہے۔ جب دونوں کے گٹھر تیار ہو گئے تو انہوں نے واپسی کی ٹھانی۔

پھر وہ اس جگہ پہنچے جہاں انہوں نے شیر کے پنجوں کے نشان دیکھے تھے تو ایک لکڑہارے نے کہا "ایسا کریں راستہ بدل دیں ورنہ شیر سے مڈبھیڑ ہو گئی تو مارے جائیں گے۔"

دوسرے لکڑہارے نے کہا "نہیں بھائی میں تو اسی راستے سے جاؤں گا۔ دوسرا راستا پہاڑی پر سے ہے اور اس راستے سے چلے تو گھر پہنچتے پہنچتے شام ہو جائے گی۔"

پہلا لکڑہارا دوسرے راستے پر چلا گیا اور دوسرا اسی راستے پر چلتا رہا جس پر شیر کے پنجوں کے نشان ملے تھے۔ ابھی تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ اس نے دیکھا کہ شیر رستے میں بیٹھا ہوا ہے۔

"چچا، السلام علیکم" ۔ لکڑہارے نے مارے گھبراہٹ کے شیر کو سلام جھاڑا۔

"وعلیکم" شیر اغرا کر بولا۔

"چچا، آج اِدھر کیسے"؟ لکڑہارے نے شیر سے پوچھا۔

"میری طبیعت ان دنوں ناساز ہے، شیر نے کہا مجھے انسانی بھیجے کی ضرورت ہے خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں بھیج دیا۔"

"اوہ" لکڑہارے نے کہا "چچا! مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ میرے سر میں دماغ نام کی کوئی شے ہے ہی نہیں۔ اگر ذرا سا بھی بھیجا ہوتا تو اس راستے سے کیوں واپس آتا۔ بھیجے والا آدمی تو وہاں پہاڑی پر چڑھ رہا ہے۔"

خدا تمہارا بھلا کرے، شیر نے کہا اور پہاڑی پر چڑھنے لگا۔

۲۱

ہنستا ہوا سام

ترجمہ: طاہر مسعود

تحریر: وسیم سرویان

پندرہ برس ہوئے..... میرے آبائی شہر میں ایک لڑکا رہتا تھا۔ وہ ہمیشہ ہنستا رہتا۔ یہاں تک کہ اس کا نام ہی ہنسوڑ سام پڑ گیا تھا۔ وہ ان لڑکوں کی طرح انتہائی حساس تھا جو دنیا کی ہر چیز سے ہراساں رہتے ہیں۔ ہر چیز پر ہنستے ہیں اور ہر مشکل پر قابو پا لیتے ہیں۔ سام نے کوئی کام شاید ہی کبھی ٹھیک سے انجام دیا ہو۔

میرے آبائی شہر میں بے شمار لڑکے جن کی عمریں بیس سال بھی نہیں ہوئی تھیں کہ موت نے انہیں آلیا۔ سام بھی انہی میں سے تھا۔ وہ تو مرا بھی نامناسب طریقے سے۔ مجھے یقین ہے وہ اس وقت بھی ہنس رہا ہو گا یا کم از کم اپنی موت پر یقین آجانے سے پہلے تک۔ لفٹ نے اسے کچل دیا تھا۔ جس سے وہ ہمیشہ ڈرتا تھا اور اپنے ڈر کو لوگوں سے چھپاتا تھا کہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

اس کا پیر پھسل گیا تھا، وہ گر پڑا تھا..... اور لفٹ نے اسے روند ڈالا تھا۔



وہ صرف سولہ سال کا تھا۔

میں اسے پچھلے چار برسوں سے جانتا تھا اور پہلی بار اس وقت دیکھا تھا جب وہ "ایوننگ ہیرلڈ" کے چھاپہ خانے کی سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔ بزمارٹین اس کے ہمراہ تھا۔ سادہ لوح بزمارٹین اخبار میں سرکولیشن منیجر اور شوقیہ باکسر، صرف ستائیس سال کی عمر میں غالباً ۲۵۔ ۱۹۲۴ء میں آٹو موبائل ایکسیڈنٹ میں مارا گیا...... بزمارٹین نے سام سے کہا. جب تک اخبار کا شہری ایڈیشن چھپ کر نہیں آجاتا وہ اس کا انتظار کرے۔

سام انتظار کرنے لگا جیسے انتظار کرنا بھی دلچسپ مشغلہ ہو۔

اس نے گردو پیش میں اخبار فروش لڑکوں کو دیکھنا شروع کیا۔ اطالوی، روسی اور آرمنی لڑکے۔ پھر اس کی نگاہ سیاہ قوی چھاپہ خانہ پر پڑی۔ دھیرے دھیرے اس پر خوف کا احساس چھانے لگا۔

میں نو یا دس برس کا تھا اور وہ مجھ سے سال دو سال بڑا تھا۔ لیکن میں اندازہ کر سکتا تھا کہ چھاپہ خانے کو اپنے سامنے پاکر اس کے دل کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ اس دنیا کے اَن گنت مفلس لڑکوں کی طرح وہ بھی ایک غریب معمولی لڑکا تھا۔ بلکہ دوسرے قلاش لڑکوں سے بھی گیا گزرا۔

مجھے دکھ ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ اس سے کچھ کہوں لیکن کہہ نہ سکا۔

میں کہتا۔ "میرے دوست۔ صبر! سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

کوئی چیز تمھیں نہیں ڈرا سکتی۔ پریشان کیوں ہو۔ اس چھاپہ خانے میں کچھ بھی تو ایسا نہیں ہے۔"

لیکن میں کچھ نہ کہہ سکا۔

میں نے اس کی آنکھوں میں خوف اور اذیت کے سائے لرزتے دیکھے۔ مجھے لگا وہ رو دے لیکن وہ تو ہنسنے لگا۔

وہ چھوٹے قد کا پریشاں حال یہودی تھا۔ تنگ پیشانی، موٹے سیاہ بال، موٹے ہونٹ، لوٹے جیسی ناک۔ اور بڑے بڑے کان۔ اتنا بد صورت لڑکا میں نے ساری زندگی نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر کوئی غمناک بات تھی جو دیکھنے والے کو اُداس کر دیتی تھی۔ اس کی ٹانگیں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ اور انگلیاں بھدی پیر بڑے بڑے تھے اور کندے نہ ہونے کے برابر۔ یہ جولائی کا مہینہ تھا اور وہ ننگے پاؤں تھا۔ جو بھی اسے پہلی بار دیکھتا یہی محسوس کرتا کہ یہ ایک انسان ہے، غریب اور دکھیارا، زمانہ قدیم کا غلام، بھوک سے بے حال، کام کے بوجھ تلے دبا ہوا، بیمار حیرت زدہ، حقیر، احمق..... خدا کی ایسی مخلوق جو دنیا میں ذلیل و خوار ہونے کے لیے پیدا کی گئی تھی۔

میں نے اس روز اس سے بات چیت نہیں کی۔ میں ذرا خوفزدہ سا تھا۔ اس سے نہیں..... اس بات سے کہ وہ ایسا کیوں لگ رہا ہے۔ ذلیل، بے آسرا، صدیوں کی حماقتوں اور سنگدلیوں کا تن تنہا بوجھ اٹھانے والا۔

میں اسے دیکھتا رہا۔ وہ پریشان اور کھویا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

قطعی اجنبی۔ صرف اس سیاہ چھاپہ خانہ کے اندر نہیں، اس وسیع دنیا میں، زمان و مکان میں، تاریخ اور زندگی میں۔ ایسا تھا کہ جیسے اس کے لہو میں کوئی جبلی، قبائلی یاد ہے جو اسے اکساتی رہتی ہے۔

"اٹھو..... اور اٹھ کے بھاگ جاؤ، کہیں بھی چلے جاؤ، مگر ان کے بیچ نہ رہو۔ یہ تو تمہیں مار ڈالیں گے۔"

میں نے دیکھا..... وہ بز مارٹین سے کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا اور کہہ نہیں پا رہا تھا۔ وہ ہکلاہٹ کا شکار نہیں تھا۔ اس کا منہ اور ہونٹ کسی لفظ کو ادا کرنے لگتے تو مفلوج سے ہو جاتے کہ آپ انہیں بولنے کی کوشش کرتے دیکھ تو سکتے تھے سن نہیں سکتے تھے۔

"میں کہاں انتظار کروں؟" اس نے بز مارٹین سے پوچھا

بز مارٹین بھی خوب ہی چیز تھا۔ لڑکوں کو ذرا گڑبڑ کرتے دیکھتا تو زوردار طمانچوں سے ان کی درگت بنا دیتا تھا۔ لیکن تھا وہ اچھا آدمی۔ اچھے لڑکوں سے ایسا سلوک نہیں کرتا تھا۔ وہ امریکی تھا اور میرے آبائی شہر میں اسی حوالے سے پہچانا جاتا تھا۔ عام امریکیوں سے بے حد مختلف۔ پندرہ برس پہلے اِدھر ایک ناکارہ امریکی آیا تھا۔ جو دوسری نسل کے لوگوں کی صرف اس لیئے تحقیر کیا کرتا تھا کہ وہ اس کی طرح ناکارہ نہیں تھے۔ بز مارٹین ٹھیک ٹھاک آدمی تھا، کشادہ دل۔ کسی کی برائی کو اس کی نسل سے منسوب نہیں کرتا تھا۔

وہ سام پر مہربان تھا۔ حالانکہ اسے سام کا یہ پوچھنا قطعی پسند نہیں آیا تھا کہ "میں کہاں انتظار کروں؟"

"تم وہیں انتظار کرو جہاں تم کھڑے ہو۔" اس نے کہا "اور ہاں دیکھو کہیں اور نہ جانا۔ اخبار کا شہری ایڈیشن پانچ منٹ میں چھپ کر آنے والا ہے۔ میں تمہیں اس کی دس کاپیاں دوں گا اور بتاؤں گا کہ اسے بیچنے کے لیئے تمہیں کیا کہنا ہے۔"

سام ہنسا اور اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔

اس نے ادھر اُدھر دیکھا تاکہ کسی سے گپ شپ کر سکے۔ اس کی نگاہ نک کوروس پر پڑی۔

"تم اخبار کیسے بیچتے ہو؟" اس نے کہا (اور یہ کہتے ہوئے ہنسا)

"مجھے نہیں پتا۔" کوروس نے جواب دیا۔ (اور وہ بالکل بھی نہیں ہنسا۔ وہ شہر کا سب سے غمگین اخبار فروش لڑکا تھا۔ وہ ہر چیز اور ہر شخص سے نالاں تھا اور ہم اسے اکثر بغیر کسی وجہ کے روتے دیکھتے تھے۔)

"میں نے کبھی اخبار نہیں بیچا" سام نے کہا۔ "کیا مجھے اخبار بیچنے کے لیے چلانا پڑے گا۔" (وہ پھر ہنسا)

"نہیں" کوروس نے مختصراً جواب دیا۔

"کیا تم بھی اخبار بیچتے ہوئے چلاتے ہو؟" سام نے پوچھا۔ (ساتھ ہی وہ زور سے ہنسا اور کوروس پریشان ہو گیا۔)

"ہاں" کوروس نے کہا۔

"مگر تم اخبار بیچتے ہوئے چلاتے کیسے ہو؟"

"میں اپنا منہ کھول کر چلاتا ہوں" کوروس ذرا کھلا۔

"آخر تم کہتے کیا ہو۔" سام نے پوچھا۔ "اخبار، اخبار، اخبار؟"

"ہاں" کوروس نے جواب دیا۔ "میں چلاتا ہوں اخبار، اخبار آگیا آج کا تازہ اخبار۔ ایوننگ ہیرلڈ، ایوننگ ہیرلڈ، اور جو بھی سرخیاں ہوتی ہیں انہیں دہراتا ہوں۔"

"میں نے کبھی اخبار نہیں بیچا۔" سام بولا "میری ماں کہتی ہے کہ ہمیں رقم کی ضرورت ہے۔ ہاہا ہا..... اسی لئے میں یہاں آیا ہوں۔ کیا تم اچھا خاصا کما لیتے ہو؟"

"نہیں" کوروس کا منہ لٹک گیا۔

"آخر تم کچھ نہ کچھ تو کماتے ہی ہو گے۔" سام نے کہا

"اگر تم دو اخبار بیچو گے" کوروس نے بتایا۔ "تو اس کے بدلے تمھیں پانچ سینٹ کا ایک سکہ ملے گا۔ ہر دو اخبار کی بکری پر پانچ سینٹ کا ایک سکہ ملتا ہے۔"

"تمہاری کیا رائے ہے اگر میں بہت محنت کروں تو زیادہ سے زیادہ کتنے اخبار بیچ سکتا ہوں۔"

"دس" کوروس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہوا پچیس سینٹ کیوں؟" سام نے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں" کوروس نے تائید کی۔

دفعتاً چھاپہ خانہ کی مشین چل پڑی اور سام نے کہا۔ "وہ دیکھو ہاہاہا۔"

"بات کیا ہے؟" کوروس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاہاہا" سام نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ادھر دیکھو تو سہی"

اس روز..... اخبار کی سرخی جنگ کے بارے میں تھی۔ بزمارٹین نے سام کو اخبار کی دس کاپیاں دیں اور بتایا کہ اخبار بیچتے ہوئے وہ خوب چلا کر یہ سرخی پڑھے۔

"اتحادیوں کی زبردست پیش قدمی"

ہم لوگ اپنے اپنے اخبارات لیکر شہر کی طرف بھاگے۔

مجھے اخبار بیچنے کے لیے پوسٹ آفس کا ٹکڑا ملا۔ طریقہ یہ تھا کہ دھکم پیل کر کے جو اپنی پسندیدہ جگہ لینا چاہتا اسے وہی جگہ مل جاتی تھی۔ نئے لڑکوں سے کہا جاتا تھا کہ وہ شہر کا پھیرا لگا کر اخبار بیچنے کی کوشش کریں۔ سام بھی اپنے حصے کا اخبار لے کر دوڑ پڑا وہ کئی گھنٹے تک دوڑتا رہا۔ وہ بہتر سے بہتر کام کر کے دکھانا چاہتا تھا۔ وہ بزمارٹین کو خوش کرنا چاہتا تھا، ایوننگ ہرلڈ کے پبلشروں کو خوش کرنا چاہتا تھا اور چھوٹی سی رقم کما کر اپنے گھر لے جانا چاہتا تھا تاکہ اپنی ماں کو دے سکے۔ انھیں پیسوں کی شدید ضرورت تھی۔

وہ دوڑتے ہوئے چیخ رہا تھا، ہنس رہا تھا۔ وہ ہنسوڑ تو تھا ہی۔ جو بھی اسے دیکھتا۔ اس کی ذات سے تفریح لینے سے خود کو باز نہ رکھ سکتا۔ اسے چھیڑنے میں اطالوی لڑکوں کو خوب لطف آتا۔ وہ اس سے طرح طرح کے سوال کرتے اور پھر اس کے جواب سن کر ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ پھر وہ اسے دھکا دے کر گرا دیتے اور اسے ہنستے ہوئے دیکھتے رہتے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات کبھی نہ آسکی کہ وہ ایسا کیوں ہے؟ وہ توقع کرتے تھے کہ دھکا کھا کر گرنے کے بعد وہ بگڑ اٹھے گا۔ لڑنے لگے گا لیکن وہ صرف ہنستا ہی رہتا تھا۔ اِس وقت بھی انھوں نے یہی کیا اس کی پتلون کھینچ کر اتار دی اور چھاپہ خانہ کی سیاہی مل دی۔ وہ ہمیشہ کی طرح کھلکھلا کر ہنسنے لگا اور سیاہی کے دھبوں کو چھڑانے لگا۔

"تم لوگوں نے مجھے سیاہی لگا دی۔ ہاہاہا" وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ تو چھٹ ہی نہیں رہی۔" مجھے بُرا لگا۔ کیونکہ میں بھانپ گیا تھا کہ اسے کتنی تکلیف پہنچی ہے۔ اور وہ کتنا خوفزدہ اور مضطرب ہوا ہے۔

ہفتے بھر تک ہر ایک نے اس کے ساتھ خوب ہنسی ٹھٹھول کیا۔ لیکن پھر لڑکوں کے لیے اس کے قہقہوں میں انوکھا پن اور دلچسپی کم ہوتی گئی۔ اس کے برعکس اب اس کے قہقہے زہر لگنے لگے تھے۔ ہر چیز اور ہر بات پر ہنسنا اور قہقہے لگانا مناسب بھی نہیں تھا۔

ایک دن..... سیڑھیوں سے تیزی سے اترتے ہوئے اس کا پیر پھسلا اور وہ دھڑام سے گر پڑا۔ سبھی دوڑے۔ اسے اٹھانے کے لیے، اس کی مدد کرنے کے لیے۔ ... اس کا کوٹ پھٹ گیا تھا اور بازوؤں سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور ہنسنے لگا۔

"میں سیڑھیوں سے گر پڑا۔ " اس نے اٹھتے ہی کہا۔ "ہاہاہا" اس کی مدد کو دوڑنے والے سخت بد مزہ ہوئے۔

"اس احمق کو ہوا کیا ہے؟" انہوں نے تبصرہ کیا۔

کچھ ہی دنوں میں آہستہ آہستہ سب نے اس کے نزدیک جانا اور ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ اب کوئی اس سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ اکیلا رہ گیا تھا۔ وہ روزانہ آتا اور ہر ایک سے بے تکلفی سے ملنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن شاید اسے سلیقے سے گفتگو کرنے کا فن نہیں آتا تھا اس لیے صرف ہنستا رہتا تھا۔

ایک رات اخبار کی سرخی ہائی وے کے حادثے کے بارے میں تھی جس میں پانچ افراد جاں بحق ہو گئے تھے۔ ان میں دو بچے بھی شامل تھے۔ تین صرف زخمی ہوئے تھے۔ وہ اخبار اٹھائے شہر پہنچا اور چیخ چیخ کر سرخی سنانے لگا۔ ساتھ ہی وہ ہنستا بھی جا رہا تھا۔ جب وہ اس نکڑ کے پاس آیا جہاں میں کھڑا تھا۔ تو میں نے اس کی آواز سنی۔

"ہائی وے کے حادثے میں پانچ افراد ہلاک، ہاہاہا۔ "

میں نے اسے روک لیا۔ میں اسے پسند کرتا تھا نہ ناپسند۔ میں کوشش بھی کرتا تو اسے پسند کرنا میرے لیے محال تھا اور یہ بھی ناممکن تھا میرے لیے کہ اسے بالکل ہی ناپسند کرنے لگوں۔ وہ دوسرے اخبار بیچنے والے لڑکوں کی طرح نہیں تھا۔ وہ تو اس دھرتی پر انسانی وجود کی پہچان تھا۔ انسان نے دنیا میں جتنی بھی اذیتیں اور دکھ سہے تھے ان کی پہچان۔ ہر چیز کو اپنے اندر قبول کرنا اور اس پر ہنسنا۔

"ذرا ٹھہرو۔ " میں نے کہا۔ "اس میں ہنسنے کی تو کوئی بات نہیں۔ "

وہ یکدم رک گیا۔

"میں ہنس تو نہیں رہا۔ " اس نے کہا

تب میں نے جانا کہ ماجرا کیا ہے۔ وہ ہنس نہیں رہا تھا۔ اس کی آواز ہی ایسی تھی۔ وہ تو رو رہا تھا۔ اس کا دل ٹوٹ چکا تھا۔ ہر چیز سے اور وہ باہر سے ہنس رہا تھا۔

"سنو" میں نے کہا۔ "کیا تم خوش ہو کہ اتنے لوگ مارے گئے؟"

"نہیں۔ " اس نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کو چھپایا۔

"کیا تمہیں دکھ ہے؟" میں نے پوچھا

"ہاں...... مجھے دکھ ہے۔ " اس نے کہا

بس ٹھیک ہے۔ میں یہی جاننا چاہتا تھا۔ "

وہ بھاگ کھڑا ہوا اور مجھے رونا آنے لگا۔

وہ اخبار بیچتا رہا۔ یہاں تک کہ پندرہ سال کا ہو گیا۔ پھر اسے سامان اسٹور کرنے والی ایک کمپنی میں نوکری مل گئی۔ آٹھ نو ڈالر ہفتے کے ملتے تھے۔ خدا جانے اس کمپنی میں وہ کام کیا کرتا تھا۔ لیکن شاید کبھی کبھی اسے سامان اوپر لے جانے والی لفٹ بھی چلانی پڑتی تھی۔ اسے لفٹ سے بہت ڈر لگتا تھا۔ مزدوروں کو یہ بات معلوم تھی اس لیے وہ شرارتاً اس کے ذمہ یہ کام لگا دیا کرتے تھے۔ اب مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ لفٹ چلاتے ہوئے بھی خوب ہنستا ہوگا۔

مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ لیکن ایک دن میں نے "ایوننگ ہیرلڈ" میں پڑھا کہ وہ لفٹ کے نیچے آ کر کچلا گیا اور فوراً ہی مر گیا۔

سب کہتے ہیں کہ غلطی اس کی تھی۔ وہ بوکھلا گیا تھا۔ کیونکہ لفٹ کو جہاں رکنا چاہیے تھا وہاں وہ نہیں رکی۔ وہ سخت سراسیمہ ہو گیا تھا۔ مزدور ہنس رہے تھے۔ گھبراہٹ میں اس نے نیچے اترنے کی کوشش کی اور کامیاب نہ ہو سکا۔

سولہ برس تک وہ اس دنیا میں جیا اور ہنستا ہی رہا۔ اب سے دس صدی پہلے وہ پیدا ہوا تھا تو روتے ہوئے اور پندرہ سال پہلے مرا تو ہنستے ہوئے۔

..... □ ...... □ ...

کرنل کتا

رومانیہ کے صدر چاؤشسکو جن کا پچھلے سال ۱۹۹۰ء میں تختہ الٹا گیا اور پھر سزائے موت دی گئی۔ ان کو برطانیہ کے ایک سیاستدان رچرڈ سیٹل نے کتے کا تحفہ دیا۔ وہ ایک سدھایا ہوا کتا تھا اور شکار کو اٹھا لانے کی مہارت رکھتا تھا۔ رومانیہ کے صدر چاؤشسکو نے اس کتے کو کامریڈ کوربو کا نام دیا اور اسے کرنل کا عہدہ بخشا۔ اس کتے کی رہائش کے لیے شاندار کوٹھی مخصوص کی گئی۔ اس کوٹھی میں اس کے لیے شاندار بستر تھا۔ ٹیلی ویژن بھی اور ٹیلیفون بھی۔ ملازم ہر لحہ اس کی خدمت کے لیے حاضر رہتے، وہ کاروں میں سفر کرتا۔ رومانیہ میں برطانوی سفیر اس کتے کی مزاج پرسی کے لیے جایا کرتا۔ صدر چاؤشسکو کو رومانیہ میں انقلاب کے بعد ۱۹۹۰ء میں سزائے موت دی گئی اور اسے اس کی بیوی کے ساتھ گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ کرنل کتا جو محل میں رہتا تھا شاندار بستر پر سوتا، کاروں میں سفر کرتا، ٹی وی دیکھتا تھا، جسے کرنل کا عہدہ بخشا گیا تھا۔ جو تاریخ میں سنئے عجوبے کی صورت میں مشہور ہوا، معلوم نہیں بعد میں اس کا کیا بنا؟

جرمنی کی کہانی

ہوٹل کا بل

تحریر: جوہان پیٹر ہیبل

ایک دفعہ کا ذکر ہے تین طالب علم مل کر سفر پر نکلے۔ سفر کے دوران ان کے پاس جتنی بھی نقد رقم تھی سب کی سب خرچ ہو گئی۔ مگر انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ ان کی ہمت اور عزم میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ وہ ایک ہوٹل میں گئے۔ ہوٹل کی مالکہ نہ صرف کم عمر خاتون تھی بلکہ شکل و صورت اور مزاج کے اعتبار سے بھی سیدھی سادی نظر آ رہی تھی۔ تینوں دوستوں نے خوب ڈٹ کر اور پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پھر ہوٹل کی مالکہ کو بیوقوف بنانے کے لیے آپس میں اسطرح باتیں کرنے لگے جیسے وہ بہت تجربے کار اور عالم و فاضل ہوں۔ ایک طالب علم نے کہا کہ ہماری یہ زمین ہزار ہا سال پہلے بھی تھی ...... اور آئندہ



بھی ہزار ہا سال تک یوں ہی باقی رہے گی۔ ہر دن، ہر ہفتہ، ہر ماہ ہر سال سب اسی طرح دہرائے جاتے رہیں گے جیسے گذشتہ ہزار ہا سال سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔

ہوٹل کی مالکہ بڑی تیزی کے ساتھ سوئٹر بنتی ہوئی ان کی گفتگو بھی بڑی توجہ سے سن رہی تھی۔ دوسرے طالب علم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میڈم یہ سارا علم ہمیں معلوماتی کتابیں پڑھ کر حاصل ہوا ہے۔" ...... اس کی بات ختم ہوتے ہی تیسرے طالب علم نے بھی اپنی زبان کھولی، اس نے کہا...... "ہاں

...... مجھے کچھ کچھ یاد آرہا ہے۔ ...... غالباً ہم تینوں دوست یہاں چھ ہزار سال پہلے بھی آچکے ہیں۔ اور ہاں میڈم، مجھے آپ کا یہ خوبصورت اور بھولا بھالا چہرہ بھی اچھی طرح یاد ہے۔"

مالکہ نے ان کی باتوں کو سنا، مگر جواب میں کچھ بولی نہیں۔ اس کے ہاتھ تیزی سے اپنے کام میں مصروف رہے۔ ہاں اس نے اپنی گردن اس انداز میں ضرور ہلائی، جیسے کہہ رہی ہو کہ اسے ان باتوں کی سچائی پر اعتماد ہے ...... تینوں طالب علم ساتھی کھانا کھاتے اور باتیں کرتے رہے۔ پھر وہ پہلے سے سوچی گئی اسکیم کے مطابق میز پر سے اٹھے اور مالکہ کے قریب پہنچ کر ادب سے بولے، "میڈم ہم سفر میں ہیں۔ جب ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا تو ہمارے پاس کافی خاصی رقم تھی جو سفر کے دوران میں خرچ ہو گئی۔ آپ تو ہمیں ہزاروں سال پہلے سے جانتی ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ کھانے کا بل بطور قرض تصور کریں گی۔ جب ہم پھر آئندہ ہزار ہا سال بعد آئیں گے تو آپ کے کھانے اور قیام کا بل ہر جانے کے ساتھ ساتھ ادا کر دیں گے۔"

"کوئی بات نہیں، پیسے اگلی بار مل جائیں گے۔" ہوٹل کی مالکہ نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا ...... اس نے طلبہ کی بات کا ذرا بھی بُرا نہیں منایا بلکہ اس نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ لڑکوں کو اس کے ہوٹل کا کھانا پسند آگیا۔ پھر وہ قدرے ٹھہر کر بولی ...... "عزیز طالب علمو ...... کم از کم آپ وہ قرض تو آج ہی ادا کر دیں جو چھ ہزار سال قبل آپ کے یہاں آنے، قیام کرنے اور کھانے کے سلسلے میں آپ پر ہو گیا تھا۔ اس قرض کی رقم کوئی خاص زیادہ تو نہیں، بس اتنی ہی ہے جتنی آج کے کھانے کا بل ہے۔" مالکہ کی یہ بات سن کر تینوں طالب علم سٹپٹا کر رہ گئے۔ وہ سوچنے لگے کہ جس خاتون کو وہ بھولی بھالی اور سیدھی سادی سمجھ رہے تھے وہ تو ان سے بھی زیادہ چالاک اور ہوشیار نکلی۔ اس دوران میں وہاں کچھ اور بھی لوگ آگئے انھوں نے یہ ماجرا سنا تو لڑکوں کی چالاکی پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ ان میں سے ایک شخص نے فیصلہ کیا کہ لڑکے یا تو کھانے اور قیام کا بل ادا کر دیں، اگر ان کے پاس واقعی رقم نہیں ہے تو اپنے، اپنے کوٹ اتار کر مالکہ کے حوالے کر دیں۔ مرتا کیا نہ کرتا والی بات تھی آخر انھیں اپنے کوٹ اتار کر مالکہ کے حوالے کرنے ہی پڑے۔

جب وہ تینوں ہوٹل سے رخصت ہونے لگے تو مالکہ نے مسکراتے ہوئے کہا، میں صدق دل سے وعدہ کرتی ہوں کہ یہ کوٹ میرے پاس آپ تینوں کی امانت ہیں آئندہ چھ ہزار سال بعد اگر آپ کا آنا ادھر ہوا تو رقم کی ادائیگی کر کے اپنے کوٹ واپس لینا ہرگز نہ بھولیں۔ اور وہ تینوں لڑکے ندامت سے سر جھکائے آئندہ ایسی چالاکی کا مظاہرہ نہ کرنے کا عہد کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے۔

ایک کتا جو کہیں سے نہیں آیا تھا



ترجمہ و تلخیص۔ بشریٰ اشفاق

"میرا خیال ہے کہ تین ہفتے تو ہو چکے ہیں۔ کیوں مسٹر جونز ٹھیک ہے نا۔" شادی کے بیس سال گزرنے کے بعد بھی وہ اپنے شوہر کو مسٹر کہہ کر مخاطب کرتی تھیں۔ "کیا آپ نے اس کے مالک کو تلاش کرنے کی کوئی کوشش کی۔" "کیوں نہیں ..... چھپا"۔ "لیکن شاید یہ قریبی علاقے سے تعلق نہیں رکھتا۔ ورنہ یہ اب تک خود ہی اپنے مالک تک پہنچ جاتا ..... کتے اپنے مالک کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔" مسٹر جونز نے خوشدلی سے کہا۔ اس دوران ان کی نظریں درخت کے پاس بیٹھے ہوئے خوبصورت سفید کتے پر بھی ہوئی تھیں۔ جس کے جسم پر براؤن دھبے تھے۔ خاص طور پر کمر، دم اور چاروں پنجے بھورے رنگ کے تھے۔ اور بہت خوبصورت لگتے تھے۔

"آپ اتنے یقین سے کوئی بات نہ کہیں۔ " مسز جونز سے نہ رہ سکا۔ " آپ اتنی محبت سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کوئی بدمعاش اسے چرا کر لایا ہو۔ اور یہاں چھوڑ گیا ہو۔ اس طرح آپ غیر شعوری طور پر اس کی پردہ پوشی کر رہے ہیں۔ " مسٹر جونز نے تائید میں سر ہلایا۔

"خوب۔ تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے بھلا؟ " انہوں نے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔ " قانون کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ اخبار میں اشتہار دے دیں۔ " مسز جونز سنجیدہ ہو گئیں۔ "ہاں۔ تین مرتبہ تلاش گمشدہ کے کالم میں .... میں نے آج ہی اپنے دوست پیٹر سے بات کی ہے۔ وہ کل صبح کے اخبار میں اشتہار نکلوا دے گا۔ " مسٹر جونز نے کہا۔

"لیکن آپ نے ابھی تک اشتہار کی عبارت تو بتائی نہیں۔ " مسز جونز نے جرح کی۔

"ہاں اس دوران مجھے کچھ مصروفیت تھی۔ " انہوں نے کمزور دفاع کیا اور پھر ایک بات اور بھی ہے۔ جو مجھے پریشان کر رہی ہے۔ وہ یہ کہ اشتہار پڑھ کر جو دعویدار آئیں گے۔ ہم ان میں صحیح دعوے دار کو کس بنیاد پر پہچانیں گے۔ میں یہ قطعی اچھا نہیں سمجھوں گا کہ اتنا پیارا کتا کسی غلط آدمی کے حوالے کیا جائے .. .. " مسٹر جونز نے قطعیت سے جواب دیا۔ "ٹھیک ہے۔ پھر ہم کتے کو سامنے لانے سے پہلے ہر دعوے دار سے اس کا حلیہ معلوم کرلیں گے سیدھی سی بات ہے۔ " ان کی بیوی نے کہا۔ "اور پھر یہ بھی ہے کہ ہم کہیں گے کہ وہ کتے کو اس کے نام سے آواز دے کر بلائے۔ اس طرح کتا خود تصدیق کر دے گا کہ اس کا اصل مالک کون ہے۔ " یہ تجویز مسٹر جونز کو بہت پسند آئی۔ اور انہوں نے تعریفی نظروں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ وہ ہمیشہ سے اپنی بیوی کی ذہانت کے معترف رہے تھے۔

ہنری جونز نے اپنی زیادہ تر زندگی اتنی اچھی گزاری تھی کہ دوسرے اس کا صرف خواب ہی دیکھ سکتے تھے۔ تاہم وہ زندگی کے حقائق سے نظریں چرانے والے نہ تھے۔ بس وہ تو اس کتے میں کوئی ایسی بات تھی۔ مسٹر جونز اسے اپنے آپ سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ گو کہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ خوبصورت اور پیاری عادتوں والا جانور کسی اور کی ملکیت ہے۔ چودہ سال کی عمر تک وہ ایک دیہی علاقے میں رہے تھے۔ اور اپنے بچپن کی بہت سی دوپہریں انہوں نے اس دیہاتی خوبصورت اور سحر زدہ ماحول میں گزاری تھیں۔ اس وقت خوبصورت دموں والی گلہریوں کا شکار انہیں کتنا پسند تھا۔ اور وہ اس میں بچپن ہی میں ماہر ہو گئے تھے۔ اسکول سے آنے کے بعد وہ اپنے فاکس ٹیریئر کو اپنے ساتھ لیتے اور اپنی دل پسند ڈیزی بائیس کی شاٹ گن کندھے پر لٹکائے اور ساری دوپہر اپنے پسندیدہ مشغلے میں مصروف رہتے۔ اس دور علاقے میں گلہریاں بہت زیادہ تھیں۔ اور گھر کی ہر چیز کتر ڈالتی تھیں۔ اس مشغلے کی وجہ سے گاؤں کے

لوگ ان کے بہت شکر گزار تھے۔ لیکن یہ تو کوئی ہنری جونز کے دل سے پوچھتا۔ کہ جب وہ ایک فائر میں بھاگتی ہوئی گلہری کا شکار کرتے تھے۔ اور ان کا فاکس ٹیریئر بھاگ کر اسے اٹھالاتا تھا۔ تو ان کا دل فخر اور خوشی سے بھر جاتا تھا۔ بعد میں بھی انہیں وہ دن یاد آتے۔ تو ایک عجیب سی خوشی انہیں حاصل ہوتی تھی۔ بالکل ایسی خوشی جیسی شیکسپیئر کو جھیل کے کنارے اُگے ہوئے نرگس کے پھول یاد کر کے ہوتی تھی۔

لیکن جب ان کے والد کا انتقال ہوا۔ تو وہ اور ان کی والدہ شہر میں رہنے کے لیے آگئے۔ جہاں انہیں اپنا معیار زندگی برقرار رکھنے کے لیے اسکول سے واپس آنے کے بعد ملازمت کرنی تھی۔ تاہم انہوں نے اپنے دل میں عہد کر لیا تھا۔ کہ وہ زندگی کے کسی نہ کسی حصے میں واپس اپنے گاؤں میں ضرور رہائش اختیار کریں گے۔

زندگی کے طویل پچیس سال انہوں نے شہر میں گزارے تعلیم ختم کرنے کے بعد اعلیٰ ملازمت اور پھر ایک ہی آفس میں اپنا پورا کیریئر گزارنا۔ ایک اچھی ہمدرد بیوی۔ اور پرسکون گھر۔ امریکہ میں ایسی زندگی بہت کم لوگوں کو ملتی ہے۔ مگر مسٹر جونز کو ہمیشہ کسی نہ کسی کمی کا احساس رہا یہاں تک کہ ریٹائر ہونے کے بعد وہ واپس گاؤں آگئے اور یہاں انہوں نے باغات خرید لیے۔ اب ان کا دل مطمئن تھا۔ لیکن پہلے کی طرح وہ اب گلہری کا شکار نہیں کر سکتے تھے۔ عمر کے اس ساٹھویں سال میں ان کی آنکھوں پر ایک موٹا سا چشمہ لگ چکا تھا۔ اور ہاتھوں میں لرزش آچکی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ان کا فاکس ٹیریئر مر چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ خوبصورت سفید کتا ان کی کمزوری بن گیا۔ اس کے آنے کے بعد وہ پھر سے خود کو جوان محسوس کر رہے تھے۔ اس گاؤں میں سفید دموں والی گلہریاں ابھی تک اتنی ہی تعداد میں تھیں۔ اور ان کو درختوں پر چڑھتے اترتے۔ اور ادھر سے ادھر بھاگتے دوڑتے دیکھ کر ان کے دل میں ایک سنسنی آمیز خوشی پیدا ہو جاتی تھی۔ ان کی اعشاریہ بائیس بور کی شاٹ گن ان کے پاس اب بھی موجود تھی۔ لیکن اب انہوں نے ایک خوبصورت بیس گیج کی شاٹ گن بھی خرید لی تھی۔ لیکن کتا؟ اس کی کمی قدرت نے پوری کر دی تھی۔ اب وہ شعوری طور پر اس کے مالک کو تلاش کرنا چاہتے تھے۔ لیکن لاشعوری طور پر وہ اسے اپنے پاس رکھنے کے خواہاں تھے۔

بادل نخواستہ وہ اشتہار دینے پر راضی ہوئے تھے۔ لیکن اشتہار دینے کے بعد ان کے دل میں ایک فخر تھا۔ کہ بالآخر انہوں نے اپنے دل میں پیدا ہونے والی بے ایمانی پر قابو پالیا تھا۔ بلکہ اب وہ اس بات پر شرمندگی محسوس کرتے تھے کہ انہوں نے پچھلے تین ہفتہ سے آخر اس بات کی کوشش کیوں نہیں کی۔ ''بہرحال ایسا خوبصورت کتا لاوارث تو نہیں ہو سکتا تھا۔'' انہوں نے مضطربانہ انداز میں سوچا۔

دوسرے دن ناشتہ کی میز پر ان کی بیوی نے بلند آواز سے پڑھا۔ ''تلاش ہے۔ ایک کتے کے

مالک کی۔ دعوے دار صحیح حلیہ بیان کر کے لے جا سکتے ہیں۔ "

اشتہار شائع ہوتے ہوئے تین روز کے بجائے ایک ہفتہ گزر گیا۔ لیکن اس خوبصورت کتے کا کوئی دعویدار نہ آیا۔ مسٹر جونز روزانہ اپنے لان میں پائپ پیتے اور کتے کے مالک کا انتظار کرتے۔ اور ہر رات انہیں اطمینان ہوتا۔ کہ آج بھی کوئی نہ آیا۔

ایک روز صبح کے وقت سلیٹی رنگ کی مرسڈیزان کے گیٹ کے باہر رکی۔ اس کے اوپر ریاست کے باہر کی نمبر پلیٹ تھی۔ مسٹر جونز اس وقت سیب کا عرق نکالنے کے لیے انہیں کاٹنے والی مشین میں ڈالنے کی تیاری کر رہے تھے اور ان کی بیوی ہاتھ گاڑی پر بڑی سی باسکٹ رکھے باغ سے انکی طرف آرہی تھیں۔ جب کہ کتا باغ کے دروازے کے باہر ایک کھوہ کی طرف نظر جمائے بیٹھا تھا۔ نوجوان اجنبی گاڑی سے اتر کر سیدھا ان کی طرف آیا۔ مسٹر جونز نے نظر بھر کے دیکھا۔ اس کا قد لمبا تھا۔ اور ایک دلنشین مسکراہٹ اس کے خوبصورت چہرے کو روشن بنا رہی تھی ۔ ایک اور خاص بات جو ان دونوں میاں بیوی نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ اس کے کوٹ کی بائیں آستین ڈھیلی ڈھالی جھول رہی تھی۔ قریب آکر اس نے سلام کیا۔ دونوں میاں بیوی ایک سکتے کے عالم میں اسے تک رہے تھے۔ نوجوان نے شگفتہ لہجہ میں کہا۔ "میرا خیال ہے آپ دونوں بزرگ میری اس دخل اندازی کو نظر انداز کر دیں گے۔ لیکن میں ایک بہت ضروری کام سے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ .... " نوجوان نے ان کے چہروں پر اضطراب محسوس کر کے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اور مسٹر جونز کے سیبوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ " آہا کتنے تازہ اور اچھے سیب ہیں۔ اور آپ ان کا مشروب بنانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ بہت خوب۔ "

مسٹر جونز نے خاموشی سے ایک گلاس اٹھایا۔ اور سیب کا سرخ مشروب بھر کے نوجوان کے ہاتھ میں تھما دیا۔ نوجوان نے شکریہ کہہ کر گلاس منہ سے لگایا۔ دو گلاس پینے کے بعد اس نے ہنس کر کہا۔ "یقین مانئے میں بہت پیٹو ہوں۔ آپ کا پورا ٹب بھی ختم ہو سکتا ہے۔ اس لیے اب بس کیجیے۔ "
دونوں میاں بیوی مسکرائے مسز جونز نے نوجوان کو کرسی پر بیٹھنے کی پیشکش کی۔ لیکن نوجوان نے آگے بڑھ کر مشروب نکالنے کی مشین مسٹر جونز کے ہاتھ سے لی اور کہا............ "بہتر ہے کہ پہلے میں ایک ٹب پورا بھرلوں۔ " تینوں خوشدلی سے ہنسے۔ مسٹر جونز نے ایک نظر اس کے کوٹ کی خالی آستین پر ڈالی۔ اور کہا۔ "نہیں نوجوان۔ آپ بغیر ٹب بھرے میرے ٹب میں سے مشروب لے سکتے ہیں۔ " نوجوان نے مسکرا کر جواب دیا۔ " آپ میرے کٹے ہوئے بازوؤں کی فکر نہ کریں۔ میں اس کے بغیر بھی ہر کام انجام دیتا ہوں۔ " یہ کہتے ہوئے اس نے تیزی سے رولر گھمانا شروع کیا اور مسز جونز کی باسکٹ میں سے تازہ سیب اس میں ڈالنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سرخ اور صاف مشروب ٹب میں جمع ہونے لگا۔ دونوں میاں بیوی

بڑی دلچسپی سے اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔ انھیں اس نوجوان کی خوشدلی اور بے تکلفی بہت پسند آئی تھی۔ مسز جونز نے کہا۔ "تم یقیناً دور سے آرہے ہو۔ میں تمہارے لیے کچھ لاتی ہوں۔" اس دوران دونوں حضرات سیبوں کی اقسام پر گفتگو کرتے رہے اور نوجوان کا ہاتھ برابر مصروف رہا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی۔ کہ وہ ایک ہی ہاتھ سے باری باری سیب بھی مشین میں ڈال رہا تھا۔ اور رولر بھی چلا رہا تھا۔ مسٹر جونز دلچسپی سے نوٹ کر رہے تھے۔ کہ لمحہ بھر کے لیے بھی مشروب ٹب میں گرنا بند نہ ہوا۔ مسز جونز ٹرے میں ناشتہ کے لیے کچھ سامان لائی تھیں۔ انہوں نے نوجوان سے کہا۔ "تم بہت دور سے کار چلا کے لائے ہو۔ کھانے کے وقت میں تو ابھی دیر ہے۔ میرا خیال ہے یہ ہلکا پھلکا ناشتہ تمہاری بھوک بڑھانے میں یقیناً مدد دے گا۔"

نوجوان نے قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "گویا آپ دیکھنا چاہتی ہیں۔ کہ میں واقعی کتنا پیٹو ہوں۔"

ناشتہ ختم کرنے کے بعد نوجوان نے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "اگر میں کچھ عرصہ آپ دونوں بزرگوں کے ساتھ رہا۔ تو یقیناً ایک خوبصورت اور صحت مند توند کا مالک بن جاؤں گا۔" مسز جونز کا چہرہ اس کی اس غیر معمولی تعریف پر ایک دم روشن ہو گیا۔ مسٹر جونز نے اس کے لمبے قد کو تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارا قد کافی لمبا ہے۔" "لیکن ہماری انفنٹری ڈویژن میں کہتے ہیں کہ قد گھس جاتا ہے۔" وہ ہنسا۔

"ہاں جم کا قد بھی چھ فٹ دو انچ تھا۔" جونز نے کہا۔ بلکہ چھ فٹ ڈھائی انچ۔" مسز جونز نے تصحیح کی۔

"جم کون؟" نوجوان نے باری باری دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا............ "ہمارا اکلوتا بیٹا۔ وہ بنکر ہل کے محاذ پر تھا۔" "بنکر ہل پر عملہ بہت ماہر اور قابل قدر تھا۔" نوجوان نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے یقین ہے جم نے اپنے پیچھے بہت قابل ذکر یادگاریں چھوڑی ہوں گی۔" ساتھ ہی نوجوان کا ذہن غیر شعوری طور پر اس خندق کی طرف منتقل ہو گیا۔ جس میں اس نے نیوگنی کے علاقے میں دو ماہ بے یار و مددگار گزارے تھے۔ بہرحال یہ ایک ایسی بات نہ تھی۔ جس کو ساری زندگی یاد رکھ کے خود کو اذیت دی جاتی۔ اس لیے اس نے فوراً ہی اس خیال کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ اور کہا۔ "جی ہاں جناب اب جب کہ میں نے یہاں کافی خاطر تواضع کرا لی ہے تو اب مجھے وضاحت کر دینی چاہیئے۔ کہ میری یہاں آمد کس سلسلے میں ہے .... یہ اس کتے کے سلسلے میں ہے۔ جس کا اشتہار آپ نے دیا ہے۔"

"اچھا۔ تو کتا لینے آئے ہیں۔ آپ۔"
مسٹر جونز کے منہ سے ایک سرد آہ کے ساتھ نکلا۔
"چار ہفتے پہلے" نوجوان نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "میں اس گاؤں سے گزر رہا تھا۔ کہ میری گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا۔ میں گاڑی یہیں چھوڑ کر پیدل قریبی پٹرول پمپ سے مدد لینے کے لیے گیا۔ تو کسی نے میری گاڑی کا دروازہ کھول کر میرا سوٹ کیس اور کتا غائب کر دیا۔ سوٹ کیس کی تو خیر ہے۔ لیکن کتے کا مجھے بڑا افسوس ہے۔ وہ بہت لاجواب کتا تھا۔"
"آپ کا کتا کس قسم اور رنگ کا تھا؟" مسٹر جونز نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔
"وہ ایک بڑی سائز کا ر سیٹر نسل کا کتا ہے۔ سفید اور بھورے رنگ کا ہے۔ اس کی کمر دم اور پنجے بھورے اور باقی جسم سفید ہے۔ لیکن سب سے بڑی پہچان اس کا انداز نشست ہے۔ جب وہ بیٹھتا ہے تو ایک خاص انداز سے اپنے اگلے دونوں پنجے موڑ لیتا ہے۔ جیسے ہم انسان ہاتھ باندھتے ہیں۔ اگر وہ میرے سامنے آئے تو میں اسے ایک لمحے میں پہچان لوں گا۔ اور کتا بھی مجھے پہچان لے گا.........." نوجوان نے بڑی سکون سے اپنی بات مکمل کی.......... اور امید بھری نظروں سے مسٹر جونز کی طرف دیکھا۔
مسٹر جونز کے دل میں امید کی آخری کرن بھی ڈوب گئی۔ وہ جب اندر کی طرف جانے کے لیے اٹھے۔ تو ان کے کندھے جھکے ہوئے اور قدم بے توازن تھے۔ اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں انہوں نے کبھی خود کو اتنا دل شکستہ محسوس نہیں کیا تھا۔ نوجوان ان کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس تبدیلی پر حیران رہ گیا۔ وہ اس خوش باش بوڑھے جوڑے سے بڑا متاثر ہوا تھا۔ وہ سر جھکا کر ایک گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔ مسٹر جونز دو قدم چل کر واپس نوجوان کی طرف پلٹے۔ "مجھے یقین ہے نوجوان کہ وہ تمہارا ہی کتا ہے۔ مگر کیا ہی اچھا ہو۔ اگر تم ایک دفعہ اسے اس کے نام سے پکارو۔ تاکہ تصدیق ہو سکے اور کتا بھی تمھیں پہچان لے۔ پڑوس کا لڑکا میری گاڑی کو نہلانے لے گیا ہے۔ اور کتا اس کے ساتھ کھیت تک گیا ہے۔ اگر تم آواز دو گے تو آجائے گا۔" مسٹر جونز نے لجاجت سے کہا۔ دراصل انہیں کتے سے اتنی ہی محبت ہو گئی تھی۔ کہ اب اسے جدا کرنا انہیں بہت مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ "آیئے میرے ساتھ۔" مسٹر جونز کے لہجے میں تکلف آ گیا۔ دونوں افراد ایک ساتھ چلتے ہوئے کھیت تک پہنچے۔ کنارے پر ہی۔ گلہریوں کا بل نظر آیا۔ اور پندرہ سولہ گلہریاں دوڑتی ہوئی بل کی طرف چلی گئیں۔
"دیکھا؟ آپ نے دیکھا۔ ؟" مسٹر جونز نے ایک دم جوش سے کہا "یہاں ان کی وجہ سے وہ کتا بہت خوش ہے۔ اور اس نے ہی یہ بل تلاش کیا ہے۔ میں بھی پہلے ان کے شکار کا بہت شوقین تھا۔ لیکن چودہ سال کی عمر کے بعد میں یہ شوق پورا نہ کر سکا۔ اب موقع ملا۔ تو............ مگر اب بھی میں یہ شوق پورا نہ کر

سکوں گا۔ اس عمر میں۔ میں کیسے کر سکتا ہوں۔ "

"ٹھہریئے جناب آپ نے فرمایا۔ کہ کتے نے انہیں تلاش کیا ہے۔ اس وقت کتا کیسا محسوس کر رہا تھا۔ آپ نے دیکھا ہو گا۔ " نوجوان نے پوچھا۔

"ہاں .... وہ منظر........... دیکھنے کے قابل تھا۔ کئی لمحوں تک تو وہ ساکت کھڑا رہا۔ پھر دوڑتا ہوا میرے پاس آیا۔

اور دوبارہ پلٹ کر اسی مقام تک آیا۔ اس کا سر اٹھا ہوا تھا۔ اور بھوری دم ساکت تھی۔ بس میں بیان نہیں کر سکتا۔ کہ اس کی خوشی کا عالم کیا تھا۔ " مسٹر جونز کی آنکھوں میں خوشی کی چمک اور لہجے میں ایک کھنک پیدا ہو گئی تھی۔ نوجوان نے بغور ان کی طرف دیکھا۔ "اب تو میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اب میرے لیے یہ صرف دیکھنے کی چیز ہیں........... " مسٹر جونز نے بات ختم کی۔ نوجوان نے اپنے ایک ہاتھ کو بغور دیکھا اور کہا۔ " آپ تو شکار کر سکتے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے میں کر سکتا ہوں۔ ؟ " اور پھر جلدی سے بات بدلتے ہوئے بولا۔ " آیئے چلیں .... "

لیکن ان کے بڑھنے سے پہلے ہی کتا ان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ ان دونوں پر نظر پڑتے ہی وہ اچانک رک گیا اور باری باری دونوں کی طرف دیکھتا رہا۔ مسٹر جونز اور نوجوان خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کتا مڑ کر دو قدم نوجوان کی طرف چلا۔ پھر اچانک واپس پلٹا اور مسٹر جونز کے قدموں سے آکر لپٹ گیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر نوجوان نے ایک طویل سانس لی۔ "مسٹر جونز میرے کتے میں اور اس میں ایک مشابہت ضرور ہے۔ لیکن یہ وہ نہیں ہے۔ اچھا خدا حافظ۔" نوجوان نے جلدی سے ہاتھ ملایا اور تیز قدم بڑھاتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا۔ گاڑی روانہ ہونے کے بعد مسٹر جونز نے کہا۔ "بہت اچھا نوجوان ہے۔ " مگر میں حیران ہوں وہ اتنی جلدی کیوں رخصت ہو گیا۔ جب اس نے کتے کا حلیہ بیان کیا تھا۔ اسی وقت مجھے یقین ہو گیا تھا۔ یہ اسی کا کتا ہے۔ شاید میری چھ ماہ کی محبت کی وجہ سے اسے خیال آگیا۔ یا ہو سکتا ہے یہ اس کا نہ ہو........... کیوں کہ جب میں نے اس سے کتے کا نام لینے کے لیے کہا۔ تو وہ خاموش رہا۔ "

مسٹر جونز سوچ میں ڈوب گئے ....

"چلیے چھوڑیں اب تو یہ ہمارا ہے۔ ہمیں اس کا کوئی نام رکھ دینا چاہیے۔ " مسز جونز نے کہا۔

اسی شام انہیں ایک ٹیلیگرام ملا۔ جس پر بھیجنے والے کا کوئی نام اور پتہ نہ تھا۔ مگر دو مختصر الفاظ تھے...........

"ازراہ کرم کتے کو ٹینی کہہ کر بلائیں .... "

ایک یتیم لُہار بچّہ، دو بڑے مُجرم، ایک گُم نام محسن، ایک سنکی عورت کی عجیب و غریب کہانی

ہزاروں خواہشیں

چوتھا ٹکڑا

[redacted] لس ڈکنس کے ناول کا خلاصہ مسعود احمد برکاتی کے [redacted]

پچھلی قسطوں کا خلاصہ

میرا نام پپ ہے۔ ہوش سنبھالا تو خود کو بہن، بہنوئی کے ساتھ پایا۔ میرا بہنوئی "جو" لُہار تھا۔ والدین اور بھائی سب مر چکے تھے۔ ایک دن قبرستان میں مجھے ایک بھگوڑا قیدی ملا جس کے پیچھے پولیس تھی۔ قیدی نے مجھ سے کھانا اور ریتی منگوائی۔ بہن نے کرسمس کے لیے جو کیک بنایا تھا وہ میں نے قیدی کو دے دیا اور ریتی بھی دے دی۔ قبرستان میں ایک اور بھگوڑا قیدی بھی ملا جو پہلے والے کا دشمن تھا۔ بہن اور مہمان کیک غائب ہونے پر پریشان تھے کہ پولیس والے ہتھکڑیوں کی مرمت کرانے آگئے۔ بعد میں دونوں قیدی گرفتار ہوگئے۔ اچانک میری زندگی میں تبدیلی آئی۔ مجھے ایک سنکی عورت مس شام کے اور وہاں ایک لڑکی اسٹیلا کے ساتھ تاش کھیلنے کا کام مل گیا۔ اسٹیلا میرا خوب مذاق اڑاتی تھی۔ پھر ایک دن مجھے مس شام کے ہاں سے رخصت ہونا پڑا۔ اور میں اپنے بہنوئی "جو" کے مددگار کے طور پر کام کرنے لگا۔ مس شام نے مجھے رخصت کرتے وقت پچیس گنیاں دی تھیں اور کہا تھا کہ اب یہاں نہ آنا۔ مگر میں تو اچھی زندگی گزارنے کا عادی ہوچکا تھا۔ پھر بھی "جو" کے ساتھ کام کرتا رہا۔ اس دوران اسٹیلا کو مس شام نے اعلا تربیت حاصل کرنے کے لیے غیر ملک بھیج دیا۔ اک دن میری بہن پر کسی نے حملہ کردیا۔ وہ چلنے پھرنے اور بولنے سے محروم ہوگئی۔ ایک یتیم لڑکی بڈی ہمارے گھر آکر رہنے اور کام کاج کرنے لگی۔ چار سال بعد مسٹر جاگرس جو ایک وکیل تھے ہمارے ہاں آئے اور مجھے یہ خوش خبری سنائی کہ ایک گم نام محسن مجھے دولت اور جائداد کا مالک بنائے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ میری اچھی تربیت کی جائے، اسی لیے مجھے لندن جانا ہوگا۔ مسٹر جاگرس نے مجھے خاصی معقول رقم بھی دی جس سے میں نے قیمتی کپڑے سلوائے اور پھر ایک دن لندن جا پہنچا۔ جاگرس صاحب نے اپنے منشی ویمک کے ساتھ مجھے ہربرٹ کے پاس بھیج دیا جس کے ساتھ مجھے رہنا تھا۔ ہربرٹ بہت اچھا انسان تھا۔ وہ فوراً گھر کے انتظام میں لگ گیا۔

اب آگے پڑھیے ــــــــــــــ

ہربرٹ مس ہیوی شام کا رشتے دار تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ ہربرٹ کو میری پوری کہانی جاگرس صاحب یا مس شام نے بتادی ہے یا نہیں، لیکن میں اس کو سب سنانا چاہتا تھا، اس لیے اگلا گھنٹہ میں نے اس کو اپنی آپ بیتی تفصیل سے سنانے میں صرف کیا۔ اس کے بعد میں نے ہربرٹ سے درخواست کی کہ وہ مجھے لندن میں رہنے والوں کے طریقے اور تہذیب سکھائے

کھانے کے دوران میں ہربرٹ نے بھی مجھے مس ہیوی شام کی کہانی سنائی، اس نے کہنا شروع کیا :

"مس شام کی ماں ان کو چھوٹا سا چھوڑ کر مرگئی تھی۔ ان کے باپ نے ان کی صحیح تربیت نہیں کی اور ان کی عادتیں خراب کردیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو مس شام کو بڑی دولت ورثے میں ملی۔ پپ! ذرا یہ بات بھی سمجھ لو کہ یہاں لندن میں لوگ چاقو منہ تک نہیں لے جاتے، کانٹے سے کھاتے ہیں۔"

ہربرٹ نے یہ بات اس سادگی سے کہی کہ مجھے شرمندگی نہیں ہوئی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ ہربرٹ نے مس شام کا قصہ جاری رکھا :

"مس شام کو ایک خوب صورت آدمی سے محبت ہوگئی۔ اس آدمی کو میرے والد اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ مس شام نے اس پر بے شمار دولت خرچ کردی، لیکن اس نالائق نے خاص شادی کے دن ایک چٹھی بھیجی کہ وہ شادی نہیں کر سکتا۔ مس شام کو یہ چٹھی جس وقت ملی اس وقت نو بجنے میں ....."

میں نے ہربرٹ کی بات پوری کی، "بیس منٹ رہ گئے تھے اور مس شام شادی کا جوڑا پہن رہی تھیں۔"

ہربرٹ نے کہا، "بالکل صحیح! مس شام نے اسی وقت تمام گھڑیاں روک دیں اور اس وقت سے لے کر آج تک ہر چیز اسی طرح اسی جگہ رکھی ہے۔ ایک ذرا سی بات اور ہے پیارے پپ! کوئی چیز پیتے وقت گلاس کو بالکل خالی نہیں کرنا چاہیے کہ گلاس تمھاری ناک سے لگنے لگے۔"

میں نے فوراً پانی کا گلاس میز پر رکھ دیا اور ہربرٹ کا شکریہ ادا کیا، پھر کہا کہ وہ آدمی مس شام سے شادی کر کے ان کی ساری دولت پر قبضہ کر سکتا تھا۔



ہربرٹ مس شام کی کہانی سنا رہا ہے

"ہاں، مگر کسی کو صحیح وجہ نہیں معلوم، لیکن ہمارا خیال ہے کہ وہ پہلے سے شادی شدہ تھا اور اس کو مس شام سے ذرا لگاو نہ تھا۔ وہ دھوکا دیتا رہا۔"

میں نے سر ہلا کر کہا:

"غریب مس شام! میری محسن!"

دوسرے دن اتوار تھا۔ ہربرٹ اور پپ دونوں ویسٹ منسٹر ایبے کے گرجا گئے۔ دوپہر کو پارکوں اور بازاروں میں گھومے۔ پپ عمدہ عمدہ گھوڑے دیکھ کر سوچتا کہ ان گھوڑوں کی نعلیں کس نے بنائی ہوں گی۔ کاش "جو" نے بنائی ہوں۔

پیر کے دن پپ ہربرٹ کے ساتھ اس کے دفتر گیا۔ ہربرٹ شہر کے ایک تاجر کے ہاں کام کرتا تھا۔ اس کو پوری امید تھی کہ ایک دن خود اس کا اپنا کاربار ہوگا اور وہ جلد ہی امیر ہو جائے گا۔ بعد میں وہ ہیمر اسمتھ گئے جہاں ہربرٹ کے ماں باپ رہتے تھے۔ میتھیو پاکٹ صاحب کا گھر ایک چھوٹے سے باغ کے ساتھ خوب صورت لگ رہا تھا۔ یہ دریائے ٹیمز کے کنارے تھا۔ میتھیو پاکٹ صاحب کے بال سفید ہوگئے تھے، لیکن وہ بوڑھے نہیں لگ رہے تھے۔ مگر ان کی بیوی ایک بے وقوف سی عورت تھی۔ اس نے تمام کام نوکروں پر چھوڑ رکھے

تھے ۔ اس لیے گھر میں صفائی نہیں تھی ۔ ہربرٹ کے سات چھوٹے بہن بھائی تھے ۔ ان کی دیکھ بھال دو نرسیں کرتی تھیں ۔ بیوی کی فضول خرچی کی وجہ سے پاکٹ صاحب اکثر پریشان رہتے تھے ۔

پاکٹ صاحب دو اور لڑکوں کو بھی پڑھاتے تھے جو ان ہی کے ساتھ رہتے تھے ۔ ایک کا نام ڈرمل تھا اور دوسرے کا اسٹار ٹاپ ۔ ڈرمل اچھا لڑکا نہیں تھا ۔ پہلی بار دیکھ کر ہی میں اسے اور وہ مجھے ناپسند کرنے لگا ۔ پاکٹ صاحب قابل اور عقل مند انسان تھے اور ہمدرد بھی تھے ۔ انھوں نے مجھ سے کہا:

"جاگرس صاحب نے بتایا ہے کہ تمھیں زندہ رہنے کے لیے کمانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ تمھارے لیے کافی رقم موجود ہے ' لیکن امیروں کے بچے اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ' جب کہ تمھاری تعلیم نہیں ہو سکی ۔ تمھیں پڑھنا چاہیے ۔ تاریخ ' جغرافیہ ' ریاضی اور دوسرے مضامین کا مطالعہ کرنا چاہیے ۔ اس کے لیے تمھیں کلاسوں میں جانا چاہیے ۔ میں گھر پر تمھاری مدد کروں گا اور بتاؤں گا کہ تم کون کون سی کتابیں پڑھو ۔"

میں بہت خوش ہوا ۔ میں زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنا چاہتا تھا ۔ میں نے پاکٹ صاحب کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا ' لیکن میں زیادہ تر ہربرٹ کے ساتھ رہا ' مگر کتابیں بڑی توجہ اور محنت سے پڑھتا تھا ۔

جاگرس صاحب لیے دیے رہتے تھے اور زیادہ بات نہیں کرتے تھے ' مگر ان کا منشی ویمک بڑے تپاک سے ملتا تھا ۔ ایک دن اس نے مجھے اپنے گھر کھانے پر بلایا ۔ وہ دریائے ٹیمز کے جنوب کی طرف " وال ورتھ " میں رہتا تھا ۔ وہاں ہم دونوں پیدل گئے ۔ ویمک نے کہا کہ ہم لوگوں کو دن بھر بیٹھ کر کام کرنا پڑتا ہے اس لیے پیدل چلنا مفید ہے ۔ اس کا گھر لکڑی کا بنا ہوا تھا ' ساتھ ہی چھوٹا سا باغ تھا ۔ اس نے گھر کی چھت پر اس طرح رنگ کیا تھا کہ وہ گھر قلعہ معلوم ہوتا تھا ۔ وہ اپنے آپ کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ سچ مچ کے قلعے میں رہتا ہے ۔ اس لیے اس نے باغ کے چاروں طرف خندق کھود دی تھی ۔ خندق کو پار کرنے کے لیے لکڑی کا ایک تختہ رکھ دیا تھا ۔ یہ گویا اٹھنے والا پل تھا ۔ جب ہم نے اس پل کو پار کرلیا تو ویمک نے تختہ اٹھالیا تاکہ کوئی اور خندق کو پار نہ کرسکے ۔ حالاں کہ خندق صرف چار فیٹ چوڑی اور دو فیٹ



پاکٹ صاحب اور ان کے طالب علموں سے ملاقات

بھری تھی ۔ اس نے ایک کھمبے کی طرف اشارا کر کے کہا کہ یہ جھنڈے کے لیے ہے اتواروں کو میں باقاعدہ پرچم لہراتا ہوں پھر ویمک نے ایک ننھی سی توپ دکھائی اور بتایا کہ ہر رات کو نو بجے یہ توپ داغتے ہیں ۔ اس سے میرے والد کو بہت خوشی ہوتی ہے ۔ ویمک کے باپ بھی اس کے ساتھ رہتے تھے جو بہت بوڑھے اور بہرے تھے ۔ انھوں نے مرغیاں پال رکھی تھیں اور باغ میں سبزیاں اگا رکھی تھیں ۔

ہم نے باغ میں بیٹھ کر ایک ایک گلاس مشروب پیا ۔ نو بجنے کے قریب ہوئے تو ویمک اور اس کے باپ دونوں گھر کے اندر گئے ۔ باپ نے آگ میں کرچھا تپایا ۔ وہ بہت جوش میں تھے ۔ ویمک نے باپ سے کرچھا لے کر ٹھیک نو بجے توپ داغ دی ۔ اتنے زور کا دھماکا ہوا کہ گھر ہل گیا ۔ بوڑھا بہرا باپ خوشی سے چلّایا : "میرے کانوں میں آواز آگئی ۔"

میں نے ویمک کے ساتھ کھانا کھایا اور رات کو وہیں سویا ۔ صبح ہم لوگ لندن واپس آگئے ویمک نے بتایا کہ جاگرس صاحب میرے والد یا میرے گھر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ۔

جاگرس صاحب نے دوسرے دن مجھے ' ہربرٹ ' اسٹارٹاپ اور ڈرمل کو کھانے پر بلایا ۔ وہ لندن کے مرکزی علاقے " سوہو " میں رہتے تھے ۔ ان کا مکان بہت بڑا تھا ' لیکن اندھیرا اور اداس ۔ جاگرس صاحب نے ہم چاروں کو کھانا بہت عمدہ کھلایا ۔ کھانا میزوں پر لگانے والی لمبی عورت سہمی سہمی سی تھی اور اس کا چہرہ پیلا سا تھا ۔ جاگرس صاحب اس کو مولی کہہ کر بلا رہے تھے ۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں نے مولی سے ملتی جلتی عورت پہلے کہیں ضرور دیکھی ہے ۔

ایک دن میں برنارڈ کی سرائے میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے خیال ہوا کہ کمروں کی حالت اچھی نہیں ہے ۔ ان کو سجانا چاہیے ۔ کمروں میں نئے قالین ' فرنیچر اور پردے لگائے جائیں ۔ جب میں نے جاگرس صاحب سے اپنی خواہش ظاہر کی تو وہ ہنسے ' کہنے لگے :

" میں جانتا تھا کہ تمھیں شہری زندگی اختیار کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا ۔ کتنی رقم چاہیے ؟"

میں نے رقم بتائی اور انھوں نے منشی ویمک کو بلا کر مجھے رقم دلوادی ۔ میں نے عمدہ سامان خریدا اور کمروں میں سجادیا ۔ ہربرٹ بہت خوش ہوا ۔ اسی عرصے میں مجھے بڈی کا خط ملا کہ میرا بہنوئی " جو " لندن آنے والا ہے ۔ مجھے ذرا الجھن ہوئی ۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہاں وہ آئے ' لیکن یہ میں کیسے کہہ سکتا تھا کہ میں اب وہ پپ نہیں ہوں جس کو جو نے دیکھا ہے ۔ بہر حال جو لندن آگیا اور میرے کمروں تک پہنچ گیا ۔ دروازے پر پہنچ کر وہ اپنے پیر اس طرح صاف کرنے لگا کہ میں سمجھا کہ شاید یہ کام کبھی ختم نہیں ہوگا ۔ میں اس کو اندر کھینچنے والا تھا ' لیکن آخر وہ اندر آگیا ۔ خوشی سے تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے ۔ میں نے اس کا ہیٹ لینا چاہا جو نیا تھا لیکن جو نے اسے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا جیسے بہت ہی نادر چیز ہو ۔ وہ بار بار آنکھیں گھما گھما کر ہر چیز کو دیکھ رہا تھا ۔ حیرت کے مارے اس کی زبان سے کچھ نہیں نکلا ۔ خیر تھوڑی دیر میں ہربرٹ پہنچ گیا اور اس کے پیچھے پیچھے بیرا کھانا لے آیا ۔ جب ہم میز پر بیٹھے تو " جو " کو اپنا ہیٹ ہاتھ سے رکھنا پڑا ۔ اس نے آتش دان کے اوپر مچان پر رکھ دیا ' جہاں سے وہ بار بار گر پڑتا تھا ۔ کھانے کے دوران بھی جو نے کئی ایسی باتیں کیں جن سے اس کا دیہاتی پن اور اناڑی پن ظاہر ہوا ۔ جب ہربرٹ اپنے کام پر چلا گیا تو میری جان میں جان آئی اور کچھ اطمینان ہوا ۔ " جو " نے مجھے " سر " کہہ کر مخاطب کیا تو میں



جاگرس صاحب کے گھر لنچ

نے منع کیا۔ "جو" نے کہا:
"مجھے اب خیال ہو رہا ہے کہ مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ میرے کپڑے بھی ٹھیک نہیں ہیں، میں تو لُہار کی بھٹی جانتا ہوں اور مجھ میں عقل بھی نہیں ہے۔ اگر کبھی تمہارا دل بوڑھے "جو" کو دیکھنے کو چاہے تو تم خود ہی وہاں آجانا اور اسی طرح کھڑکی میں مُنہ دے کر بھٹی میں جھانکنا جس طرح تم کیا کرتے تھے۔ اب اللہ حافظ میرے عزیز پپ، اللہ تمہاری مدد کرے گا۔" یہ کہہ کر "جو" تیزی سے نکل گیا۔

"جو" کے جانے کے کئی ہفتے تک مجھ پر شرمندگی اور الجھن طاری رہی، اسی عرصے میں مجھے اطلاع ملی کہ میری بہن گزر گئی تو میرا ذہن اور پریشان ہوگیا، لیکن ایک طرح سے مجھے اطمینان بھی ہوا۔

کئی سال گزر گئے۔ میں بیس سال کا ہوچکا تھا۔ مجھے ایک خوش خبری ملی۔ یہ خبر جاگرس صاحب نے دی تھی کہ اسٹیلا فرانس سے واپس آگئی ہے۔ بس ابھی آئی ہی ہے۔ وہ لندن میں

رہنے کے لیے آرہی ہے اور اس نے کہلوایا ہے کہ میں اس سے ملوں۔

میرا دل بہت خوش تھا کہ میں جلد ہی اسٹیلا سے ملوں گا۔ میں خوشی سے اچھلنے، کودنے اور گانے لگا۔ مجھے دنیا کی ہر چیز اچھی لگنے لگی۔ لیکن میری یہ حرکتیں جب جاری رہیں تو ہربرٹ ان سے اکتا گیا۔ میں نے اس سے معافی چاہی اور اقرار کیا کہ مجھے اسٹیلا سے محبت ہے۔ اس پر تعجب کرنے کے بجائے ہربرٹ نے سکون سے جواب دیا، "ہاں میں جانتا ہوں۔"

"کیسے ... تم ... کیسے جانتے ہو؟" میں ہکلانے لگا۔

"یہ تو سر سے پیر تک تم پر لکھا ہوا ہے۔ جب سے تم نے اپنے لڑکپن میں مس شام کے گھر جانے کا قصہ سنایا ہے اس وقت سے میں نے سمجھ لیا تھا۔" ہربرٹ بولا۔

اسٹیلا کے بارے میں اپنے دل کی باتیں بتانے سے میرا دل ہلکا ہوگیا۔ میں نے بتایا کہ میں اس کے لائق نہیں ہوں مگر اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنا یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ مس شام چاہتی ہیں کہ میں اسٹیلا سے شادی کروں، ورنہ وہ میری سرپرستی کیوں کرتیں اور مجھے تمیز، تہذیب کیوں سکھواتیں؟

ہربرٹ نے میری بات سے اتفاق کیا اور کہا کہ مس شام کے دوسرے عزیزوں کی طرح میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن پھر ہربرٹ کے چہرے پر ایک اداس رنگ آیا اور وہ بولا :

"پپ، مگر اب میں ایک مختلف بات کہنے والا ہوں، لیکن پہلے تمھیں یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ میں خود محبت میں گرفتار ہوں۔ اس کا نام کلارا بارلے ہے۔ میں نے ابھی سے اس لیے بتادیا کہ تم یہ نہ سوچو کہ میں خود اسٹیلا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

میرے دماغ میں کبھی اس قسم کا خیال نہیں آیا تھا مگر میں نے ہربرٹ کی بات بیچ میں سے نہیں کاٹی اور اس کو اپنی بات پوری کرنے دی۔ وہ کہہ رہا تھا :

"جاگرس صاحب جب تمھارے لیے یہ سب کچھ کرنے کی شرطیں بتا رہے تھے تو انھوں نے یہ تو نہیں کہا کہ تمھیں اسٹیلا سے شادی کرنی ہوگی؟"

میں نے اپنا سر ہلادیا : "نہیں۔"

"تو پھر تم پابند نہیں ہو۔ اور میں زور دوں گا کہ تم اسٹیلا کا خیال چھوڑ دو۔"

"لیکن ہربرٹ، کیوں؟" میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔



"جو" پپ سے ملنے لندن آیا

"ذرا سوچو مس شام نے اسٹیلا کی کس طرح پرورش کی ہے اور اس کے خیالات اور جذبات کو کس رُخ پر ڈھالا ہے یاد کرو کہ اسٹیلا کتنی بے پروا اور مسرور ہے۔ وہ مس شام کی طرح ہے۔"

میں نے پیٹھ موڑ لی اور چلایا:

"میں اس سے کبھی تعلق نہیں توڑ سکتا۔ میں اس کو دل سے پسند کرتا ہوں۔"

ہربرٹ نے میری بھلائی کے لیے جو کچھ کہا تھا اور جو ہمدردی ظاہر کی تھی اس کا مجھ پر اثر ہوا، لیکن اسٹیلا کے بارے میں ہربرٹ کے الفاظ سے میں پریشان بھی ہوا اور عرصے تک سوچتا رہا۔

اس عرصے میں میں ۲۱ سال کا ہو چکا تھا، اس لیے جاگرس صاحب نے مجھے اپنی دولت خود خرچ کرنے کا اختیار دے دیا۔ انھوں نے مجھے ایک حد تک قرض لینے کی بھی اجازت دے دی، لیکن میں نے اب ارادہ کر لیا تھا کہ میں پانچ سو پاؤنڈ سالانہ کی معقول آمدنی میں ہی گزر کروں۔ مجھے اپنے محسن کی طرف سے سال گرہ کے تحفے کے پانچ سو پاؤنڈ اور ملے۔ اس میں سے آدھی رقم میں نے خاموشی سے ویمک کی مدد سے ہربرٹ کی آمدنی بڑھانے پر خرچ کر دی۔ یہ

جہازراں کمپنی تھی ۔ ایک ایمان دار اور سمجھ دار آدمی کلاریکر اس کا مالک تھا ۔ اس کو کاربار کے لیے اضافی رقم اور ذہین آدمی کی مدد کی ضرورت تھی ۔ میں نے آیندہ بھی ضرورت کے وقت اس کو رقم دینے کا وعدہ کیا تاکہ آگے چل کر ہربرٹ کاربار میں برابر کا حصے دار بن جائے ۔ لیکن میں نے ہربرٹ کو نہیں بتایا کہ یہ سب کچھ میں کر رہا ہوں ۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ محض حسن اتفاق ہے کہ کلاریکر کی اس سے ملاقات ہوئی اور وہ ہربرٹ کو اپنے ساتھ لگا رہا ہے ۔ مجھے ہربرٹ نے بھی اسی انداز سے بتایا اور بتاتے وقت اس کا چہرہ خوشی سے جس طرح دمک رہا تھا اس کو دیکھ کر ہی میرا دل مطمئن ہوگیا ۔ میری خواہش تھی کہ ہربرٹ کو کبھی نہ معلوم ہو کہ اس کا محسن کون ہے ۔ بہرحال ہربرٹ ترقی کرنے لگا ۔

اس اثنا میں اسٹیلا لندن میں پھل پھول رہی تھی ۔ اس کا وقت بہت اچھا گزر رہا تھا ۔ مس ہیوی شام نے اسٹیلا کے لیے لندن میں رہنے کا انتظام ایک بیوہ کے ساتھ کردیا ۔ اس بیوہ کی لڑکی اسٹیلا کی عمر کی تھی ۔ یہ لوگ خوش حال تھے اور ان کے تعلقات وسیع تھے ۔ اسٹیلا نے بھی اسی ماحول میں مجھ سے مسلسل ملنا شروع کردیا تاکہ میرے ساتھ پارٹیوں میں اور خریداری کو جاسکے ۔ مجھے خوش ہونا چاہیے تھا ' مگر میں خوش نہ تھا ۔ اسٹیلا کا سلوک میرے ساتھ ایسا تھا جیسا سوتیلے بھائیوں یا سکریٹری سے ہوتا ہے ۔ پھر بھی اس کے کئی مداح مجھ سے جلتے تھے ۔ مگر خود اسٹیلا نے مجھ پر کوئی مہربانی نہیں کی ۔

ایک شام اسٹیلا نے کہا کہ میرے ساتھ مس شام کے ہاں چلو ' انھوں نے بلایا ہے ۔ مگر وہ مجھے اکیلے سفر کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتیں ۔ ہم مس شام کے ہاں پہنچ گئے ۔ کھانے کے بعد رات کو ہم آتش دان کے پاس بیٹھے تھے ۔ مس شام اسٹیلا سے حالات پوچھ رہی تھیں ۔ باتوں ہی باتوں میں مس شام ناراض ہوگئیں ۔ اسٹیلا نے بھی جواب تیزی سے دیا اور کہا کہ آپ ہی نے مجھے یہ سخت دلی اور بے مروتی سکھائی ہے ۔ غرض خوب بحث ہوئی اور دونوں ایک دوسرے کو الزام دینے لگیں ۔ میں پریشان ہوکر اٹھ کر باغ میں چلا گیا مگر وہاں بھی مس شام کی سسکیوں کی آوازیں آرہی تھیں ۔



خوشی میں ہپ کی اچھل کود

وقت گزرتا گیا، میرے خرچے بھی بڑھتے گئے، میرا ارادہ تھا کہ میں قرض نہیں کروں گا، مگر یہ ارادہ قائم نہ رہ سکا۔ میں قرض دار ہوگیا۔ مجھے درزی، ہوٹل، پھل والے اور کئی لوگوں کے بل ادا کرنے تھے ان کے علاوہ مجھے کلارکیر کو بھی ہربرٹ کی طرف سے رقم دینی تھی، مگر مجھے امید تھی کہ میرا محسن میری ہر سال گرہ پر پہلے سے زیادہ دولت دیا کرے گا اور میں تمام قرضے ادا کردوں گا۔ پھر میں ٹھاٹ باٹ سے شان دار زندگی گزاروں گا۔

اب میں ۲۳ سال کا ہوگیا تھا اور ۲۱ سالہ ہپ پر ہنسا کرتا تھا جو پانچ سو پاؤنڈ سالانہ کو بڑی خوش قسمتی سمجھتا تھا۔ مجھے اب اس ہپ کا خیال بھی نہیں آتا تھا جو کینٹ میں لہار ہونے کو ہی سب سے بڑی بات سمجھتا تھا۔ اب میری تعلیم و تربیت ختم ہوگئی تھی، ہاں میں روزانہ کئی گھنٹے تک کتابیں ضرور پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ میں گھر پر ہی بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا۔ ہربرٹ اپنے کاروبار کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ طوفان آیا ہوا تھا، اس لیے میں

کہیں باہر نہیں جاسکا اور کتابوں سے دل بہلا رہا تھا۔ سینٹ پال کے گرجے کے گھنٹے نے
بجائے تو میری توجہ کتاب سے ہٹی۔ پھر زینے پر کسی کے چڑھنے کی آواز نے اور بھی کان
کھڑے کردیے۔

تیز ہوا نے زینے کے لیمپ گل کردیے تھے، اس لیے میں نے اپنے پڑھنے کا لیمپ ہاتھ
میں لیا اور دروازے پر پہنچ گیا۔ روشنی پڑتے ہی آنے والے کے قدم رک گئے۔ میں نے نیچے
زینے پر دیکھا اور زور سے پوچھا :

"کون ہے؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

ایک آدمی نے روشنی میں آتے ہوئے کہا، "میں مسٹر ہپ کو تلاش کر رہا ہوں۔"

جب اس اجنبی کی نظر مجھ پر پڑی تو اس کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ اس کے کپڑے
کھردرے مگر عمدہ تھے۔ اس کے بال بھورے تھے۔ میرا اندازہ تھا کہ اس کی عمر ۶۰ کے لگ
بھگ ہوگی۔ مگر اس کے جسم پر گوشت تھا۔ جیسے ہی وہ قریب آیا اس نے اپنے دونوں ہاتھ
آگے بڑھائے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں؟ میں نے کہا کہ میں ہپ ہوں۔ کیا
بات ہے؟ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟

"آہ! اچھا کام؟ میں بتاتا ہوں۔"

وہ ذرا سا رُکا اور میں سمجھ گیا کہ وہ چاہتا ہے کہ میں اسے اندر بلاؤں۔ میں نے یکایک
اسے اندر آنے کو کہہ دیا۔ میں نے اس کے چہرے پر خوشی دیکھی اور مجھے خیال ہوا کہ اس کی
خوشی کا مجھے جواب دینا چاہیے۔ اس نے کمرے میں نظر ڈالی اور اطمینان کی ہنسی ہنسا اور پھر
اپنے ہاتھ آگے بڑھائے۔ مجھے شبہ ہونے لگا کہ کہیں یہ دیوانہ تو نہیں ہے اس لیے میں ذرا
پیچھے ہٹا۔

وہ بولا، "اچھا میں سمجھا، تمہارا قصور نہیں ہے، اصل میں بہت دور سے تم سے ملنے آیا
ہوں۔"

اس آدمی نے اپنا کوٹ اور ہیٹ اتار پھینکا اور آگ کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا۔ شعلوں
میں ہاتھ تاپتے ہوئے اس نے پوچھا :

"یہاں کوئی اور تو نہیں ہے؟"

(جاری ہے)

مرتب: ۔ نذیر احمد کیوہ

سورۃ الزخرف

نام: ۔ اس سورۃ کا نام آیت نمبر ۳۵ کے لفظ "زخرفاً" سے ماخوذ ہے۔ یعنی وہ سورۃ جس میں لفظ زخرف آیا ہے۔

بنیادی معلومات: ۔ سورہ زخرف مکہ میں نازل ہوئی قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کے لحاظ سے ۴۳ویں سورۃ ہے۔ اور ترتیبِ نزول کے لحاظ سے اس کا نمبر ۶۳ ہے یہ سورۃ ۲۵ پارے میں ہے اس میں سات رکوع ۸۹ آیات ۸۴۸ کلمات اور حروف کی تعداد ۳۴۰۰ ہے۔

موضوع و مضمون: ۔ سورۃ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ اہلِ عرب سے اسی قرآن مجید کی قسم کھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اسے عربی زبان میں تمہارے سمجھنے کے لیے نازل کیا گیا ہے اور ہمارے ہاں اس کے درجات بہت بلند ہیں۔ تم لوگ اپنی شرارتوں کے بل بوتے پر یہ چاہتے ہو کہ اس کتاب کا نزول بند ہو جائے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اللہ نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ ایسے ہٹ دھرم اور شریر لوگوں کی وجہ سے اپنے انبیاء اور کتابوں کے سلسلے کو روک دیا ہو۔ بلکہ وہ ایسے ظالموں کو ہلاک کر دیتا ہے۔

اس کے بعد مشرکین عرب کے اپنے خود ساختہ مذہب کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ (کہ جس کی بنا پر وہ اسلام کو ٹھکرا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر رہے تھے) کہ یہ کفار خود مانتے ہیں کہ زمین و آسمان، ان کا اپنا اور ان کے معبودوں کا مالک اللہ ہی ہے اور یہ بھی مانتے اور جانتے ہیں کہ یہ جن نعمتوں سے فائدے حاصل کر رہے ہیں وہ بھی اللہ کی عطا کردہ ہیں۔ یہ سب جانتے ہوئے بھی اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ کچھ بندوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی اولاد ہے! انھوں نے فرشتوں کو دیویاں قرار دے رکھا ہے۔ اور عورتوں کی شکل میں ان کے بت بنا رکھے ہیں اور انھیں کپڑے اور زیور پہناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور پھر ان ہی کی عبادت کرتے ہیں اور ان ہی سے مانگتے ہیں اور اگر انھیں شرک اور دوسرے بُرے کاموں سے روکا جائے تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا سے یہ کام ایسے ہی ہوتے آرہا ہے۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام (جن کی اولاد ہونے پر یہ فخر محسوس کرتے ہیں) اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کو لات مار کر گھر سے نکل گئے تھے۔ اور اگر یہ لوگ بھی اپنے آبا و اجداد کی تقلید کرنا چاہتے ہیں تو انھوں نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل کی سیرتوں کو چھوڑ کر جاہلوں کو کیوں انتخاب کیا ہے۔

جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تاریخ میں تمھیں کوئی ایسی مثال نظر آتی ہے کہ کسی نبی نے یا خدا کی طرف سے آئی ہوئی کسی کتاب نے یہ تعلیم دی ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی عبادت کا مستحق سمجھا جائے تو پھر یہ لوگ عیسائیوں کے اس فعل کی دلیل دیتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ کو جو کہ مریم کے بیٹے تھے انھیں (نعوذ باللہ) اللہ کا بیٹا قرار دیا اور ان کی پرستش کی۔ حالانکہ

سوال یہ نہ تھا کہ کسی نبی کی اُمّت نے شرک کیا یا نہیں بلکہ سوال یہ تھا کہ خود کسی نبی نے شرک کی دعوت دی؟ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ عیسیٰ نے کب کہا تھا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں۔ اور تم میری عبادت کرو۔ ان کی اپنی تعلیمات وہی تھیں جو کہ دنیا کے ہر نبی نے پیش کیں۔ کہ میرا اور تمہارا رب صرف اللہ ہے لہٰذا، اسی کی عبادت کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ نبیؐ کی نبوّت کا محض اس لیے انکار کر رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اگر ہماری قوم سے ہی نبی بنانا ہوتا تو کسی اور بڑے شخص کو نبی بناتا جس کے پاس مال و دولت کے ڈھیر ہوتے جو حکومت و سلطنت کا مالک ہوتا۔ لیکن اگر یہ تاریخ کی طرف نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰؑ کو اسی لیے حقیر سمجھا تھا اور اس نے کہا تھا کہ آسمان کا بادشاہ مجھ جیسے بادشاہ کے پاس اپنا کوئی نمائندہ بھیجتا تو اسے سونے کا کنگن پہنا کر فرشتوں کی فوج کے ساتھ بھیجتا۔ یہ ایک غریب اور عام سا آدمی کہاں آکھڑا ہوا۔ مجھے اس پر فضیلت حاصل ہے۔ میں مصر کا بادشاہ ہوں اور دریائے نیل کی نہریں میرے حکم کے مطابق چل رہی ہیں۔ اس شخص (موسیٰ) کی میرے سامنے کیا حیثیت ہے کہ یہ نہ مال رکھتا ہے اور نہ اقتدار۔

لیکن اس کے بعد فرعون کا ہم نے جو حشر کیا وہ تم سب کے سامنے ہے۔

اس طرح کفّار کی جاہلانہ باتوں پر تنقید اور ان کے مدلل جوابات دینے کے بعد آخر میں صاف صاف واضح الفاظ میں فرمایا گیا کہ نہ خدا کی کوئی اولاد ہے۔ نہ آسمان و زمین کے کئی الگ الگ خدا ہیں۔ اور نہ کوئی ایسی ہستی ہے جو جان بوجھ کر گمراہی اختیار کرنے والوں کو اس کی سزا سے بچا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو۔ وہ اکیلا ہی ساری کائنات کا مالک ہے۔ باقی سب اس کے بندے ہیں۔ کوئی اس کے ساتھ خدا کی صفات اور اختیارات میں شریک نہیں ہو سکتا اور شفاعت اس کے یہاں وہی کر سکتا ہے۔ جو خود راہِ حق پر ہو اور ان کی ہی شفاعت ہو سکتی ہے جو دنیاوی زندگی میں حق پرستی کی راہ پر چلے ہوں۔

محمد قیوم اعتصامی

اوزون کیا ہے؟

ہماری ہوا خراب ہو رہی ہے

یہ بتانے میں ہمیں کسی قسم کے احساس ندامت یا شرمندگی کا خیال اپنے ذہن میں نہ لانا چاہیے کہ ہماری ہوا خراب ہو رہی ہے مطلب یہ نہیں کہ ہم بدنام ہو رہے ہیں بلکہ یہ ہے کہ وہ ہوا جو ہمیں سانس لینے میں مدد دیتی ہے درختوں کو ہلاتی ہے پھل پکاتی ہے۔ سمندروں میں مدوجزر (تلاطم) اٹھاتی ہے خاموش پانیوں کو پرشور بناتی ہے اب یہ اسی ہوا کا ذکر ہے جو خراب ہو رہی ہے ہم جسے خالص یا تازہ ہوا کہتے ہیں سائنس کی زبان میں وہ اوزون کہلاتی ہے۔ یہ آکسیجن کا ایک اہم جزو ہے جو ہوا میں ہوتا ہے اس کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے مگر اب سائنسی تحقیق سے پتا چلا ہے کہ اوزون کا وہ مطلب جو آج ہم تک مراد لیتے آئے ہیں۔ سائنسی مطلب ہمارے مطلب سے کافی مختلف ہے بلکہ بہت اہم ہے۔

اوزون کا مرکز (منبع قطبین کا برفانی سمندر) انٹارکٹک ہے یہیں سے یہ کرۂ ارض کا سفر کرتی ہے زمین پر موجود ہر جاندار شے کو زندگی بخشتی ہے۔ زندہ رہنے کی طاقت دیتی ہے۔ اوزون انٹارکٹک کی فضائی بلندیوں پر ایک دبیز چادر یا تہ در تہ صورت میں موجود ہے۔ بات سمجھنے کے لیے ہم اس کی مثال اس درخت کے پتوں سے پیدا ہونے والے سایے سے لیتے ہیں جو کسی چٹیل میدان میں موجود ہو۔ ہم دھوپ سے بچنے کے لیے اس کے تلے پناہ لے لیں۔ اوزون کی اس چادر نے بھی گویا ایک طرح کا سایہ کر رکھا ہے جو ہمیں سورج کی انتہائی حدت سے بچاتی ہے۔ اور یوں ہماری زندگی کو سکون بخش اور قابل برداشت بناتی ہے۔ ہماری ہوا خراب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اوزون کی چادر میں چھید ہو رہے ہیں بلکہ ایک چھید تو بہت ہی خوفناک ہے جس کے راستے سے سورج کی خطرناک شعاعیں ہماری زمین پر آ رہی ہیں جس سے ہماری بہت سی چیزیں (انسانی صحت اور مال و متاع اشیاء منقولہ و غیر منقولہ خراب ہو رہی ہیں)۔

> کیا اب انسان کو تازہ ہوا کے لیے ترسنا پڑے گا؟

اوزون کا وہ چھید کب ہوا کوئی نہیں جانتا۔ البتہ ایک سائنس داں نے اسے پہلی مرتبہ ۱۹۸۳ء میں دیکھا تھا تب اس نے دوسرے سائنس دانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی یہ چھید کیوں ہوا کن اسباب کی بنا پر ہوا اس کے لیے ہم نے اوزون کی تحقیق پر ہونے والے مقالے پڑھے جن میں سے کچھ حصے آپ کی دلچسپی کے لیے درج ہیں۔ ان تحقیقاتی مقالات کو عام فہم زبان میں امریکہ کے رہنے والے مائیکل لیمانک اور ڈک تھامپسن نے لکھا ہے یہ ۱۹۸۶ء کا ذکر ہے کہ سائنس دانوں کی ایک جماعت جو پندرہ افراد پر مشتمل تھی جو گزشتہ کئی برس سے پولار ریجن میں فضائی اور زمینی تحقیقات کر رہے تھے۔ ایک صبح ان میں سے

ایک سائنس داں نے اپنی مخصوص نظر سے اوپر دیکھا تو انھیں ہوا کی چادر (اوزون کی تہہ) میں ایک بہت بڑا سوراخ نظر آیا گویا اس بات کی علامت تھی کہ اب ہوا بھی انسانی ہاتھوں سے نکل جائے گی۔

تفصیل اس خوف ناک مشاہدے کی اس طرح ہے کہ بحر انٹارکٹک کی زیر آبی معدنیات کا پتا چلانے کے لیے ایک جگہ کا نام میکمرڈو ہے اسی جگہ پر ہر ایک تحقیقاتی مرکز میکمرڈو اسٹیشن کے نام سے قائم ہے جو اس پراسرار بات کا پتا چلانے کی کوشش کر رہا ہے کہ انٹارکٹک کی بالائی سطح پر تازہ ہوا کی جو چادر تنی ہوئی ہے سائنس داں یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ہوائی چادر اب ایک جگہ سے پھٹ چکی ہے جب کہ اس کے باقی حصوں میں سوراخ بھی ہو رہے ہیں۔ سب سے پہلا اس کا نقصان انسان کو ہی پہنچے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا ہر نقصان انسان اٹھانے پر مجبور ہے گویا اب وہ تازہ ہوا کے لیے بھی ترس جائے گا۔

جب بھی ہر سال اکتوبر کا مہینا آتا ہے سائنس دانوں کو اوزون کی کمی کی فکر آن گھیرتی ہے ان کی نظر اوزون کے ذخیرے پر بھی جاتی ہے جو کم ہو رہا ہوتا ہے۔ اکتوبر میں یہ سب تردد اس لیے ہوتا ہے کہ اسی مہینے سورج اپنا محور بدلتا ہے اور موسم تبدیل ہوتا ہے ورنہ سائنس داں اکتوبر کے مہینے کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں بھی اس کی فکر کر سکتے ہیں۔ خیر یہ ہمارا مسئلہ نہیں سائنس دانوں کا ہے۔ ہمارا مسئلہ خالص اور تازہ ہوا کا حصول ہے۔ بہرحال یہ بات یہاں قابلِ ذکر ہے کہ یہ اکتوبر ۱۹۸۳ء کی بات ہے کہ اوزون میں خرابی کا مشاہدہ کیا گیا تھا تب یہ سوال سامنے آیا کیا واقعی اوزون میں کمی واقع ہو رہی ہے کیونکہ ۱۹۸۳ء سے پہلے کسی صدی کے انسان نے کبھی ہوا کی کمی کی شکایت نہیں کی تھی۔ بہرحال موجودہ صدی کا انسان ہوا سے شناسا ہو چکا ہے تب یہ معلومات بھی حاصل ہوئیں کہ اوزون زندگی میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے اوزون کی سالماتی تہیں (آکسیجن مالکیولز) زمین کی سطح پر پائی جانے والی تمام اشیاء بندے، پودے، پرندے سب کو سورج کی نقصان دہ حدت (تمپش) سے پیدا ہونے والی الٹرا وائیلٹ ریڈی ایشن وغیرہ معمولی حد سے زیادہ نہ نظر آنے والی روشنی کی لہریں) سے بچاتی ہے۔ الٹرا وائلٹ ریڈی ایشن کی مختصر تعریف یہ ہے کہ جو سورج کی روشنی کی ایک خاص قسم ہے جو انسانی آنکھ کی حد سے بھی زیادہ دور ہے حد یہ کہ اسے دیکھا نہیں جا سکتا۔ جب کہ اس کا وجود دریافت کیا جا چکا ہے۔

اوزون سے بنی چادری تہوں میں جو سوراخ ہوا ہے اس کے بارے میں یہ اندازہ لگایا گیا ہے۔ اگرچہ یہ اندازہ بعض سائنس دانوں کے نزدیک یقینی نہیں ہے۔ بہرحال اکثر سائنس دانوں کا یہی خیال ہے کہ اسی کے سبب زمین کا موسم بدل رہا ہے جیسا کہ ہم دیکھ اور محسوس بھی کر رہے ہیں۔ دنیا کے تمام ملکوں میں گرمی پڑنے لگی ہے اور حیرت ناک بات یہ ہے کہ اب گرمی ان ملکوں میں بھی ہونے لگی ہے جو سرد ملک شمار ہوتے ہیں۔ یہ کہا جائے کہ جو سورج کے نظام میں حالیہ تبدیلی سے اوزون کا مقام متاثر ہوا ہے تو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے۔

اب تک یہ ثابت ہوا ہے کہ اوزون کی تباہی

کا پیش خیمہ ایک گیس بنی ہے جس کا نام کلورو فلورو کاربن ہے اس گیس کو انسان بناتا ہے اور وہی اسے استعمال کرتا ہے۔ یہ گیس بہت سے مہلک ہتھیاروں میں بھی استعمال ہوتی ہے جب کہ ریفریجریٹروں، ائرکنڈیشنروں اور ایروسول خوشبویات، روغنی مرکبات (پینٹس وغیرہ)، کیڑے مار چھڑکاؤ والی سیال مہلک دوائیوں میں استعمال کی جاتی ہے کلورو فلورو کاربن کی وجہ سے متذکرہ اشیاء کی کارکردگی بہتر ہوتی ہے اس لیے اسے استعمال کرنے میں تامل نہیں کیا جاتا اب جب کہ اس کے خطرناک اثرات سامنے آنے لگے ہیں تو دنیا کے وہ ممالک جو کلورو فلورو کاربن بناتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے کہنے پر اس کے استعمال کو ترک کرنے کا سوچ رہے ہیں جب کہ بعض ممالک میں بعض اشیاء میں اس گیس کا استعمال متروک قرار دیا جا چکا ہے تا کہ اوزون کی چادر کو محفوظ کیا جا سکے۔

کلورو فلورو کاربن (سی ایف سی ایس)، اسپرے (چھڑکاؤ) کرنے والے آلات کے علاوہ سب سے زیادہ صنعتی اشیاء کی تیاری میں بعض دھاتوں اور مواد کو محلول کرنے میں استعمال کی جاتی ہے۔

اوزون کی چادر میں چھید کے سراغ پر جو ابتدائی رپورٹ شائع ہوئی تھی اس کے بارے میں پندرہ رکنی سائنس دانوں کی جماعت کی ایک رکن سوزان سالمون کا کہنا ہے۔

اوزون کا چھید وسط ستمبر ۸۴ء میں پیدا ہوا اور وسط اکتوبر تک وہ گہرا ہوتا چلا گیا تھا۔ سوزان (تجربات اور ماحولیات)، بحری اور فضائی علوم کی ماہر ہیں۔ ابتدائی طور پر انہیں اس پر شک تھا کہ انسان کے تیار کردہ کیمیاوی مرکبات اور کلورو فلورو کاربن چھید پیدا کرنے کا باعث ہیں۔ کیوں کہ اس چھید کرنے کے کچھ اور اسباب بھی ہیں جنھیں ذہن میں رکھنا ہوگا۔ یہ درست ہے کلورو فلورو کاربن چھید کرنے کا بڑا محرک ہے مگر انسان نے مشین سازی میں جو جو طریق عمل اختیار کر رکھے ہیں ان سے جو مادے پیدا ہوتے ہیں وہ بھی اوزون کو تباہ کرنے کا باعث ہیں کچھ عرصے سے انسان نے قدرتی ماحول میں تبدیلیاں پیدا کرلی ہیں جہاں جنگلات اور سبزہ زار تھے وہاں اب آبادیاں بسالی ہیں۔ مشین سازی کے عمل سے جو حرکت پیدا ہوتی ہے۔ وہ حرکت کسی نہ کسی کیمیاوی مادے سے پیدا کی جاتی ہے اور اس مادے سے جو گیس خارج ہوتی ہے وہ بھی اوزون کی تہہ کو متاثر کرتی ہے سوزان کی ان باتوں سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں دنیا بھر کے صنعتی ملکوں میں جو جو مصنوعات مشین کے ذریعے بنائی جاتی ہیں ان میں استعمال ہونے والے مہلک مادے بھی اس تباہی کا باعث ہیں نصف صدی پہلے نہ تو اس قدر زلزلے آتے تھے اور نہ آتش فشاں پہاڑ لاوا اگلتے تھے مگر موجودہ دور میں ان کی شرح بھی بڑھی ہے۔ ان عناصر کے اخراج سے بھی اوزون کو نقصان پہنچتا ہے کیوں کہ ان مادوں کا اخراج فضائی کرّے کو متاثر کرتا ہے۔

مکتبہ پیامِ تعلیم کی دلچسپ اور سائنسی کتابیں



احمد حاطب صدیقی

ننھے منّوں کا مشاعرہ

کل رات اِک تقریب تھی ماموں ممانی کے یہاں
ایک سرخ سے قالین پر منہ میں لگائے چسنیاں
چاروں طرف سے بے خبر بس کیا بتاؤں کس قدر
میں شوق سے سنتا رہا، بس یوں ہی سر دھنتا رہا
میں نے یہ سوچا، یاخدا! آپس میں یہ کہتے ہیں کیا
آخر یہ مشکل مسئلہ اے دوستو یوں حل ہوا

مہمان تھے گھر میں بھرے تھیں خوب گہما گہمیاں
بیٹھے نظر آئے مجھے، دو چار ننّھے منّیاں
آپس میں محوِ گفتگو کر رہے تھے بھینچ کر وہ مٹھیاں
لیکن سمجھ میں خاک بھی آتی نہ تھی اُن کی زباں
یوں ہو رہی ہے دیر سے، کیا بات اُن کے درمیاں
ننھی بچاری بن گئی، ان کی زباں کی ترجماں

کہنے لگی کونے میں جو منّا ہے اک روٹھا ہوا
یہ سن کے اس کے پاس کی بے بی بھی یوں بولی کہ "ہاں
گولو مٹولو گول سے گڈّو نے غصّے میں کہا
"ایسا نہ ہرگز کیجیے، بس دو منٹ رو لیجیے"
"رونے کی باتیں چھوڑیے میری طرف منہ موڑیے"
"اے دوستو! ہم سب یہاں اپنے بڑوں سے ہیں الگ"
"میری تو یہ تجویز ہے، ہو جائیں اپنے شعر کچھ
پپّو کی اس تجویز کی گڈّو نے بھی تائید کی

اس نے کہا اب تک بھلا بیٹھے رہیں گے ہم یہاں
مصروف کن باتوں میں ہیں جانے ہماری امّیاں"
جی چاہتا ہے چیخ کر سر پر اٹھا لوں آسماں
منّو نے کچھ یوں رائے دی جیسے ہو خود دادا میاں
پپّو کہ جو چپ چاپ تھا، اس نے کہا یہ ناگہاں
ایسا سنہرا پُرکشش موقع ملے گا پھر کہاں
کچھ دیر کو بن جائے گا سچ مچ بڑا اچھا سماں
پھر سب کے سب بولے کہ ہاں ہو جائے۔ ہاں ہو جائے ہاں

پپّو یہ بولا دوستو! کچھ شعر اپنے عرض ہیں۔

یہ جو ہمارے سامنے ہر چیز کی بہتات ہے!
لیکن سنو اے دوستو کیسے پتے کی بات ہے

یہ کون بتلائے ہمیں کیا چیز اپنے ہات ہے
ہر چیز چکھ کر دیکھ لو، کیا ریت ہے کیا دھات ہے

"سب مل کے بولے واہ واہ! کیا بات ہے۔ کیا بات ہے"
اب حضرتِ گڈّو سے میں درخواست کرتا ہوں جناب
حضرت گڈّو یہ بولے آ عرض کرتا ہوں جناب!

حیران ہی رہتا ہوں میں کس کس کو مجھ سے پیار ہے
"آجاؤ میری گود میں" ہر ایک کا اصرار ہے
کس سے ملوں، کس سے بچوں، ہر شخص رشتے دار ہے
چچاؤں کی اک فوج ہے، خالاؤں کی بارات ہے

سب مل کے بولے، "واہ وا! کیا بات ہے۔ کیا بات ہے"
"اور اب تشریف لائیں گی یہ — بے بی صاحبہ!"

"کیا مُنہ میں ہے؟" باجی نے یوں میری خبر فٹ فاٹ لی
میں نے بھی اِس اک دانت سے باجی کی انگلی کاٹ لی
ماری انھوں نے چیخ پھر، گھبرا کے انگلی چاٹ لی
معلوم کیا ان کو نہ تھا، مُنہ میں مرے اک دانت ہے

سب مل کے بولے، واہ وا! کیا بات ہے۔ کیا بات ہے"
"محترم منّو سے اب درخواست ہے"

امّی نے یوں مجھ سے کہا" بس تو ہی چندا ہے مرا
میں نے چھُوا جو کان تو چیخیں کہ "بندا ہے مرا"
غصّے میں پھر کہنے لگیں، "چندا الّو گندا ہے مرا"
یوں پیار کی بھرمار ہے، یوں ڈانٹ کی برسات ہے

سب مل کے بولے، "واہ وا! کیا بات ہے۔ کیا بات ہے"
"یہ آنسہ مُنّی سے اب درخواست ہے!"
"عرض کرتی ہوں — توجہ کیجیے"
"فرمائیے — فرمائیے — ہم سب ہمہ تن گوش ہیں"

اب کیا بزرگوں کو پتا، کیا ہے انگوٹھا چوسنا
ہر رنج و غم کو دور کرتا ہے انگوٹھا چوسنا
پر ان کو جانے کیوں کھٹکتا ہے، انگوٹھا چوسنا
یہ تو ہمارے واسطے قدرت کی اک سوغات ہے!

"آخر میں اب آئے ہیں حضرتِ گوگلو"
"ہر صبح ابّو بانہہ میں جھولا جھلاتے ہیں مجھے
ہر شام چچّو پیٹھ کے اوپر بٹھاتے ہیں مجھے
دادا عجب شکلیں بنا کر گُدگُداتے ہیں مجھے
کچھ اس طرح سے آج کل اپنی گزر اوقات ہے

سب مل کے بولے" واہ وا! کیا بات ہے کیا بات ہے"

اور اس کے ساتھ ہی اے دوستو! آرہی ہیں اب ہماری آمیاں۔

سید اصغر علی

> خندہ روئی سے پیش آنا بڑی نیکی ہے۔
> (حضرت علیؓ)
> خدا کا شکر ادا کرنے سے نعمت میں زیادتی ہوتی ہے　(نبی کریمؐ)
> اپنے ظاہر اور باطن کو ایک رکھو
> (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

دنیا کی مثال

ایک شخص وسیع میدان میں دوڑ رہا ہے کیونکہ اس کا ایک شیر پیچھا کر رہا ہے کسی طرف کوئی جھاڑی یا کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی۔ دوڑتے ہوئے اس کو ایک کنواں نظر آتا ہے جس کی بغل میں ایک سرسبز درخت تھا درخت کی شاخیں کنویں کے اندر لٹکی ہوئی تھیں۔ شیر سے بچنے کے لیے وہ شخص خوف کے مارے درخت کی شاخ پر چڑھ گیا وہ شاخ کنویں کے اندر لٹکنے لگی اور شیر کنویں کے آس پاس گھومتا رہا، تاکہ اسے اپنا لقمہ بنا سکے اور جب اس شخص نے شاخ پر لٹکتے ہوئے کنویں کے اندر جھانکا تو ایک اژدھا منہ کھولے ہوئے دکھائی دیا۔ گھبراہٹ کے مارے اس شخص کا دم گھٹنے لگا۔ جس شاخ پر وہ بیٹھا تھا اس شاخ کو ایک سفید اور ایک کالا چوہا کاٹ رہے تھے کسی پل بھی وہ شاخ کنویں کے اندر کٹ کے گر سکتی تھی۔ یہ شخص بڑا پریشان ہوا کہ ایک طرف شیر ہے اور دوسری طرف اژدھا۔ پھر اچانک اس کو اسی شاخ پر ایک شہد کا چھتہ نظر آیا اس نے شہد چاٹنا شروع کیا اور تمام پریشانی بھول گیا۔ نہ اس کو شیر کا ڈر رہا نہ اژدھے کا۔ بس وہ شہد ہی چاٹتا رہا۔ بچو! شیر کون ہے، شیر موت کا فرشتہ ہے جو روح قبض کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہے اور صرف خدا کے حکم کا منتظر ہے درخت۔ حیات (زندگی) ہے اور سفید اور سیاہ چوہے دن اور رات ہیں کنواں اور اژدھا اپنے اعمال ہیں جو ہر وقت منہ کھولے اپنے لقمہ کا انتظار کر رہے ہیں۔

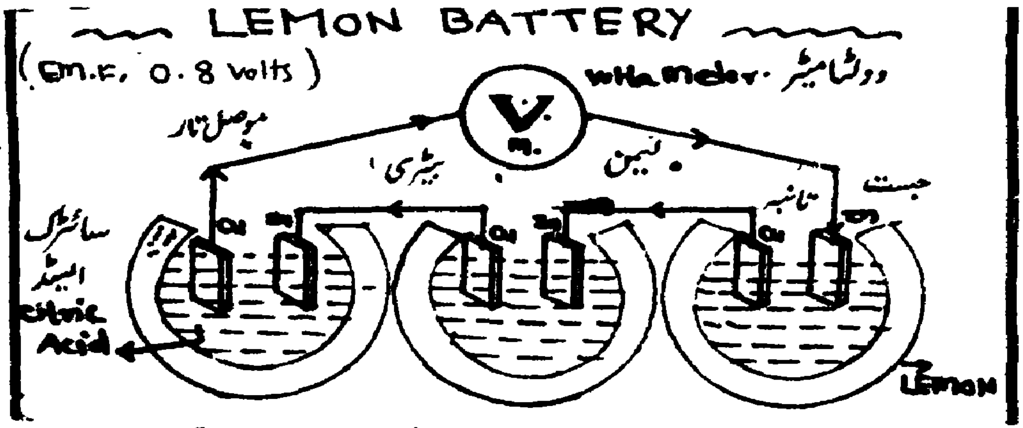
شہد، دنیا کی لذتیں ہیں۔ جس میں کھو کر انسان موت اور آخرت سب کو بھول جاتا ہے۔ دوستو! ذرا سوچو اور دنیا میں رہ کر آخرت کا سامان جمع کرو۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب ہم اچھے اعمال کریں۔

شری رام پور۔ احمد نگر

"بچوں کی کوشش" کے لیے

آپ جب بھی کوئی کہانی یا مضمون لکھیں تو کاغذ کے ایک طرف اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔ اس طرح آپ کی کہانی جلد چھپے گی۔ ورنہ تاخیر ہوگی۔ آپ اسی کالم میں اپنے دوست کی سالگرہ، امتحان میں کامیابی، عید کی مبارک بھی دے سکتے ہیں، اپنے اسکول کے دلچسپ واقعات بھی لکھ سکتے ہیں اور اپنے سفر کی روداد بھی، دوسروں کی لکھی ہوئی دلچسپ تحریریں بھی بھیج سکتے ہیں۔ لیکن دوسروں کی تحریروں میں مصنف کا نام لکھنا نہ بھولیے گا۔

لیمون بیٹری



ہلکائے ہوئے سلفیورک ایسڈ میں ایک جستہ کی پٹی اور ایک تانبے کی پٹی ڈبو کر دونوں پٹیوں کو موصل تاروں سے جوڑ کر بلب کا اضافہ کر دیا جائے تو تاروں میں بجلی دوڑنے لگتی ہے اور بلب جل اٹھتا ہے یہ وہ سادہ سا اصول ہے جسے وولٹا نامی سائنس داں نے سمجھایا تھا۔ لیمون بیٹری کا اصول اسی پر مبنی ہے۔ اس بیٹری کا ای ایم ایف ۰.۸ وولٹ تک ہے۔ مناسب سائز کا لیمون لے کر ان کی ایک چوتھائی گہرائی تک چاقو سے شگاف (دراز) بنائیے۔ ایک دراز میں جستے کی پٹی اور دوسری دراز میں تانبے کی پٹی داخل کرکے دونوں پٹیوں کو برق کے موصل تاروں سے جوڑ دیجیے تاروں میں وولٹا میٹر کا اضافہ بھی کر دیجیے۔ برقی دور مکمل ہوتے ہی وولٹا میٹر سے برق کی نشاندہی ہوتی ہے۔ لیمون بیٹری ایک لیمون سے یا کئی لیمون سیریز میں جوڑ کر تیار کی جا سکتی ہے۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ اگر وولٹ میٹر ہٹا کر تاروں سے معمولی قیمت والی الکٹرونک گھڑی جوڑ دیں تو وہ تقریباً آٹھ گھنٹہ صرف ایک لیمون پر چل سکتی ہے۔ آپ خود تجربہ کرکے آزمائیے۔

(انصاری حفیظ الرحمٰن مالیگانوی۔ ۳۶۸ مکتبہ اطفال مالیگاؤں ضلع ناسک)

جنوری میں شائع ہونے والی بہترین نگارشات پر انعام پانے والے پیامی

پسندیدہ اشعار پر انعامات

(۱) صبا پروین، نگینہ، (۲) نعیم الحق پٹنہ (۳) نیر اعظم۔ علی گڑھ (۴) نسیمہ بنت عبدالجبار کرلا۔ بمبئی۔

"بچوں کی کوششیں" پر انعامات

(۱) رحم النساء۔ مالیگاؤں۔ (۲) اشرف خاں بھیونڈی (۳) شاہین سلطانہ، بارسی ضلع سولاپور



● جج: ۔(چور سے) جب میں وکیل تھا تم نے مرغی چرائی۔ جب میں سرکاری وکیل بنا تو تم نے بکری چرائی، آج جب میں جج ہوا تو تم نے بھینس چرائی۔ آخر تم چوری سے باز کیوں نہیں آتے۔
چور: (جج سے) "آپ کے ساتھ میں نے بھی ترقی کی ہے"۔

رونق احمد۔ شوکت علی روڈ، بھٹکل

● ہوائی اڈے پر ایک بھکاری کسی مالدار سے: آقا مجھے کھانا کھائے کئی دن ہوگئے۔ کچھ مدد فرمائیں۔!
مالدار: اگر میں تم کو سونے کا ٹکڑا دے دوں تم کیا کرو گے؟
بھکاری: "میں اس کی ایک تھالی بنا کر اس میں بھیک مانگوں گا"۔

حافظ امان اللہ۔ جامعۃ اسوۃ حسنہ

● ایک دوست دوسرے دوست سے ہمارے دادا کی گھڑی تالاب میں ایک سال پہلے گر گئی تھی۔ لیکن جب تالاب سوکھا تب بالکل سہی سلامت تھی۔
دوسرا دوست: میرے دادا بھی اسی تالاب میں گر پڑے تھے لیکن جب نکلے بالکل سہی سلامت تھے۔
پہلا دوست: وہ وہاں کیا کر رہے تھے؟
دوسرا دوست: "تمہارے دادا کی گھڑی میں چابی دے رہے تھے"۔

دیبا فاطمہ۔ ویشالی بہار

● ایک آدمی نے سفر کے درمیان ایک آدمی کو کنویں پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا "سات! سات"، قریب میں کوئی اور نہیں تھا۔ مسافر نے قریب جا کر پوچھا کہ آپ کیوں سات سات بار بار کہتے ہیں؟ یہ سنتے ہی اس آدمی نے مسافر کو پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا اور اب آٹھ آٹھ کہنے لگا۔

محمد صدقۃ اللہ۔ جامعۃ اسوۃ حسنہ

● وکیل صفائی (جج سے): ۔ جج صاحب یہ گواہ فضول باتوں سے عدالت کا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے اس سے کہیے کہ یہ میرے سوالوں کا جواب صرف ہاں یا نہ میں دے۔
گواہ (وکیل صفائی سے) وکیل صاحب اگر آپ نے میرے ایک سوال کا جواب ہاں یا نہ میں دیا۔ تو میں بھی آپ کے سوال کا جواب ہاں یا نہ میں دوں گا۔
وکیل صفائی: ۔ ٹھیک ہے تم سوال پوچھو
گواہ: کیا آپ نے چوری کرنا چھوڑ دی

● استاد۔ شعر کی جمع۔
شاگرد: ۔ شاعر

استاد :- اور شاعری جمع ۔

شاگرد :- مشاعرہ ۔

انیس احمد ۔ اسلام پورہ ۔ مالیگاؤں ۔

● ایک اسکول میں ماسٹر صاحب اردو کا سبق دے رہے تھے ۔ انھوں نے اپنے شاگرد کو اشارہ کرتے ہوئے کہا "شمشیر زن کے معنی بتاؤ"۔

"تلوار کی بیوی" ، شاگرد نے برجستہ جواب دیا ۔

ارشد یونس ۔ مونگیری گنج ۔ بیگوسرائے بہار

● مالک نوکر سے : تم میرا چمچہ چرا کر لے گئے اب کہتے ہو غلطی ہو گئی ۔

نوکر (مالک سے) حضور میں اسے غلطی سے چاندی کا چمچہ سمجھا تھا ۔

رضوی ۔ مفن جیب اسٹور محلہ مجھتو بہار شریف

● گاہک دکان دار سے : اس لنگی کی قیمت کتنی ہے ۔

دکان دار :- تیس روپے ۔

گاہک :- کچھ کم کیجیے ۔

دکان دار :- کم کیا ؟ لینا ہے تو لے لو پچیس روپے میں ۔

گاہک :- دس روپے میں دیجیے گا ۔

دکان دار :- (غصے سے) ہاں مفت کا پڑا ہے لے لو فری میں ۔

گاہک : جب فری میں ہے تو دے دیجیے پانچ لنگی ۔

رحمت عالم ۔ چرخی کوڑھا ۔ کیٹہار ۔

● ایک شخص جو ایک بڑی کمپنی کا مالک تھا جسے ایک نوکر کی ضرورت تھی ۔ اشتہار دینے کے کچھ دن بعد ایک لڑکا اس شخص کے پاس آیا ۔ لڑکے نے کہا مجھے نوکری کی ضرورت ہے ۔

مالک نے پوچھا کہاں تک پڑھے ہو ؟

لڑکے نے کہا (M.K.L.L) ایل ایل کے ۔ ایم ۔ پی ۔ مالک نے پھر پوچھا : اتنی بڑی ڈگری کا ذرا فل فارم بتا دیجئے ۔

لڑکے نے کہا : لنگ ٹنگ کر میٹرک پاس !

جمیل اے ۔ آئیج ۔ گڑا کری بھنڈی بازار بمبئی ۳

● سردی کے موسم میں ایک شرابی شراب کے نشے میں دھت اپنی بلی کو نہلا رہا تھا ۔ ادھر سے ایک شخص کا گزر ہوا اس نے دیکھا کہ بلی سردی سے کانپ رہی ہے ۔ اس نے کہا بھئی ! اسے اتنی سردی میں نہ نہلاؤ ورنہ مر جائے گی ۔ شرابی نے کہا تم سے کیا جاؤ اپنا کام کرو "۔ دوسری مرتبہ پھر وہی شخص ادھر سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ بلی مری پڑی ہے ۔ اس نے کہا میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ بلی سردی سے مر جائے گی ۔ اس بات پر شرابی نے جواب دیا "بلی سردی سے تھوڑے ہی مری ہے بلکہ میں نے نہلانے کے بعد اسے نچوڑا تو وہ مر گئی "۔

ضیاء الرحمان ۔ اسلام پورہ ۔ مالیگاؤں ناسک

● استاد :- وہ کون سی چیز ہے جو تمھیں بالکل پسند نہیں مگر کھانی پڑتی ہے ۔

شاگرد : بس آپ کا مار پیٹ

شیر خان قریشی ۔ اعظم گڑھ صرلوہ ۔

● ایک پارٹی کے دو نیتاؤں میں بحث چھڑ گئی بحث کے دوران ایک نیتا نے کہا۔ "میں جانتا ہوں آپ کس کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔" اس پر دوسرا نیتا بگڑتا ہوا بولا۔ "سیاسی بحث میں میری بیوی کو کیوں گھسیٹتے ہو۔"

فیاض احمد۔ دھولیہ ناسک

● ایک کانے شخص نے کسی سے شرط لگائی۔ "میں تم سے زیادہ دیکھ سکتا ہوں" جب شرط منظور ہو گئی تو کانے شخص نے کہا۔

"میں جیت گیا کیوں کہ میں تمہاری دو آنکھیں دیکھتا ہوں جب کہ تم میری ایک آنکھ"

پروین بانو۔ ہنس روڈ، بائیکلہ اسٹیشن۔ بمبئی

● شوہر باہر سے آتا ہے اور کہتا ہے۔ "ارے بیگم! کہاں ہو تم، مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ میرے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ جلدی کھانا لاؤ۔"

بیوی:۔ "ہاں! ابھی آئی۔ یہ لو دودھ اسے پی جاؤ میں نے اس میں چوہے مارنے کی دوا ملا دی ہے۔"

محمد نواز الدین نواز۔ تعلقہ نیلنگہ۔ لاتور ضلع لاتور، مہاراشٹر

● ایک مولوی صاحب ایک گلی سے جا رہے تھے اچانک زمین پر جھکے پھر سیدھے ہو کر گالی بکنے لگے۔ مولوی صاحب کے بازو میں ایک آدمی جا رہا تھا۔ اس آدمی نے اچانک مولوی صاحب کو گالی بکتے سنا تو وجہ پوچھی مولوی صاحب نے کہا کمبخت ایسے تھوک دیتے ہیں جیسے پیسا پڑا ہے۔

محمد فیصل۔ مالیگاؤں (ناسک)

● بیوی: (غائب دماغ شوہر سے) معلوم ہے اب ہمارے بچے نے چلنا شروع کر دیا ہے۔

شوہر: کب سے؟

بیوی:۔ یہی کوئی آٹھ دن سے۔

شوہر: (جھلا کر):۔ ارے لاپروا کہیں کی، پہلے سے کیوں نہیں بتایا اب تک وہ جانے وہ کہاں تک نکل گیا ہوگا۔

امتیاز احمد۔ ابراہیم پور۔ اعظم گڑھ یوپی۔

● ایک رات ملا نصیر الدین نے اپنی بیوی کو جگا کر پوچھا۔ میری عینک کہاں ہے؟ میں نے ایک بہت دلچسپ خواب دیکھا لیکن عینک نہ ہونے کی وجہ سے اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔

شاہد عبدالرزاق شیخ
گورنمنٹ ہائر پرائمری اردو اسکول مخدوم کالونی بھٹکل

دو دوست لانچ میں سفر کر رہے تھے ایک دوست نے دوسرے سے کہا: "اگر لانچ سمندر میں ڈوب جائے تو پھر کیا ہوگا۔"

دوسرا بولا:۔ "واپسی کا کرایہ بچ جائے گا۔"

عاصم قدیر۔ ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دلی ۲۵

قلمی دوستی

نام - غضنفر شریف خاں، عمر ۱۹ سال
مشغلہ - مطالعہ، دوستی، سیر و تفریح
پتا - ۱۹۸۵، محلہ قبرستان، ترکمان گیٹ دہلی ۶

نام - عثمان علی، عمر ۱۸ سال
مشغلہ - دوستی، مطالعہ، بحث و مباحثہ
پتا - آر زیڈ، ۵۱۷، گلی ۴۲ تغلق آباد ایکس ٹینشن
نئی دہلی ۱۹

نام - صادق اختر عاشق علی، عمر ۱۶ سال
تعلیم - عربی کی دوسری جماعت
مشغلہ - افکار ملی پڑھنا، پیام تعلیم پڑھنا، امنگ
پڑھنا۔
پتا - مدرسہ معہد التعلیم الاسلامی ۲۸ جوگا بائی
جامعہ نگر نئی دہلی، پن ۲۵ - ۱۱

نام - عبدالباری، عمر ۱۷ سال
تعلیم - ایس - ایس - ایل - سی
مشغلہ - کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا۔
پتا - معرفت عثمان باپو صاحب، پوسٹ ہیڈے
جامعہ آباد، تعلقہ بھٹکل

نام - محمد آفتاب عالم نجمی، عمر ۱۴ سال
تعلیم - دسویں جماعت
مشغلہ - تصویر کشی کرنا
پتا - معرفت آفتاب ریڈی میڈ اسٹور تاج پور
سمستی پور بہار - ۸۴۸۱۳۰

نام - محمد نجیب پاشا، عمر ۱۲ سال
مشغلہ - پیام تعلیم، نور، اور دوسرے رسائل کا
مطالعہ کرنا، فٹ بال کھیلنا۔
پتا - بی ۱۱۹۰ بنگالی بازار، گارڈن ریچ، کلکتہ ۲۴

نام - فرقان عالم، عمر ۹ سال
تعلیم - ساتویں جماعت
مشغلہ - پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا اور اچھی اچھی باتیں
کرنا۔
پتا - معرفت عبدالباری، آزاد نگر پوکھریا، بیگوسرائے بہار

نام - محمد نسیم احمد، عمر ۹ سال
تعلیم - درجہ سوم
مشغلہ - "پیام تعلیم" پڑھنا، خوب کھیلنا اور ساتھ میں
خوب اچھی اچھی چیز کھانا۔
پتا - معرفت، بشیر احمد امین الیکٹرک ورکس پوکھریا
بیگوسرائے، بہار

نام - عبدالقادر جیلانی، عمر ۱۴ سال
مشغلہ - "پیام تعلیم" پڑھنا، کرکٹ کھیلنا، لطیفے سننا،
پتا - وزیرہ بی بی فاطمہ منزل مخدوم کالونی
بھٹکل ۵۸۱۳۲۰

نام - مدثر غنی ملاّ، عمر ۱۵ سال
تعلیم - دسویں جماعت
مشغلہ - پیام تعلیم پڑھنا، اخبار نوجوان پڑھنا، کرکٹ
کھیلنا اور قلمی دوستی کرنا

پتا۔ ۱۵ بندر روڈ، مخدوم کالونی، بھٹکل ۵۸۱۳۲۰

نام ۔ محمد امین اکیکری، عمر ۱۶ سال
تعلیم ۔ دسویں جماعت
مشغلہ ۔ پیام تعلیم پڑھنا، نور پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتا ۔ ۷ جلوا اسٹریٹ کراس، بھٹکل

نام ۔ عبدالسمیع قاضی، عمر ۱۵ سال
تعلیم ۔ دسویں جماعت
مشغلہ ۔ "پیام تعلیم" پڑھنا، کرکٹ کھیلنا اور تیرنا
پتا ۔ بیت النظیف، جامعہ آباد روڈ، نوائط کالونی
بھٹکل ۵۸۱۳۲۰ کرناٹک

نام ۔ افروز احمد سنوارہ، عمر ۱۲ سال
مشغلہ ۔ پیام تعلیم، اور دوسری غیر درسی کتابوں کا مطا
پتا ۔ معرفت اشفاق احمد سنوارہ، پوسٹ کوٹیلہ
اعظم گڑھ ۔ یو، پی

نام ۔ محمد خالد پرویز، عمر ۱۱ سال
مشغلہ ۔ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا ۔ معرفت محمد کمال احمد مرغیاث چک مونگیر (بہار)

نام ۔ محمد فیصل ابن اصغر علی، عمر ۸ سال
تعلیم ۔ دوم
مشغلہ ۔ کتابوں کو دلچسپی سے پڑھنا اور اسباق یاد کرنا۔
پتا ۔ نکھن جوت، گونڈہ یو، پی

نام ۔ عبدالمعبود بن مقصود احمد، عمر ۱۱ سال
تعلیم ۔ چہارم
مشغلہ ۔ پیام تعلیم پڑھنا، اسباق یاد کرنا
پتا ۔ بسکوہر بازار، ضلع سدھارتھ نگر یو۔پی ۲۷۲۱۹۲

نام ۔ شہزاد انجم خورشید احمد، عمر ۱۳ سال
تعلیم ۔ آٹھویں جماعت
مشغلہ ۔ کرکٹ کھیلنا، رسائل پڑھنا اور بچوں کو جمع
کرکے اچھی باتیں سنانا
پتا ۔ نیا آزاد نگر گلی نمبر ۵، مالیگاؤں ناسک، مہاراشٹر

نام ۔ شوکت علی ۔ عمر ۱۱ سال
تعلیم ۔ ساتویں جماعت
مشغلہ ۔ پیام تعلیم، امنگ اور ناظرہ عربی پڑھنا
پتا ۔ معرفت محمد عثمان امل نیری، پاچورہ، جلگاؤں
مہاراشٹر ۴۲۴۲۰۱

نام ۔ محمد اسلم، عمر ۱۳ سال
تعلیم ۔ عربی جاری
مشغلہ ۔ اردو جریدوں اور معیاری پرچوں کا مطالعہ کرنا
پیام تعلیم کا بے چینی سے انتظار کرنا
پتا ۔ روم نمبر ۲۳، منبع العلوم خیر آباد مئو ۔ یو ۔ پی

نام ۔ محمد نفیس انصاری، عمر ۱۴ سال
تعلیم ۔ نویں جماعت جاری
مشغلہ ۔ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا۔
پتا ۔ معرفت محمد یونس انصاری، مومن پورہ
بالاپور (اکولہ)

نام ۔ محمد عبدالرحمان انصاری، عمر ۱۰ سال
تعلیم ۔ ہفتم
مشغلہ ۔ حفظ کرنا، پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا ۔ سراج گنج، رفیع گنج، اورنگ آباد (بہار)

نام ۔ محمد آصف انصاری
تعلیم ۔ عربی ششم جاری

مشغلہ۔ پیام تعلیم و دینی رسائل کا مطالعہ کرنا
پتا۔ باب الظاہر کمرہ ۵ دارالعلوم دیوبند یوپی

نام۔ محمد ناظر، عمر ۱۴ سال
مشغلہ۔ قلمی دوستی، پیام تعلیم پڑھنا
پتا۔ فینسی اسٹورس، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ

نام۔ قاضیا محمد شیث، عمر ۱۴ سال
تعلیم۔ دسویں جماعت
مشغلہ۔ اچھی اچھی کتابیں پڑھنا، گھوڑ سواری کرنا
پتا۔ ۱۲۵ مین روڈ، نزد اولڈ بس اسٹینڈ بھٹکل

نام۔ محمد ذاکر حسین خشوپا
تعلیم۔ عربی پنجم
مشغلہ۔ دکان پر بیٹھنا، لائبریری میں کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا۔ مخدوم کالونی ۶ کراس بندر روڈ مسجد اسٹریٹ بھٹکل

نام۔ مشیر فاروقی فراہی، عمر ۱۵ سال
تعلیم۔ عربی دوم
مشغلہ۔ کرکٹ کھیلنا اور پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا۔ محمد فاروق خاں، ہریا، اعظم گڑھ یوپی

نام۔ سید شمشاد حیدر، عمر ۱۹ سال
مشغلہ۔ کرکٹ کھیلنا، درسی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا۔ معرفت شمس الدین حیدر، موضع و ڈاک خانہ معافی، ضلع نالندہ۔ بہار

نام۔ شاہم مومن، عمر ۱۶ سال
مشغلہ۔ کرکٹ کھیلنا اور خوبصورت چیزوں کی تعریف کرنا
پتا۔ گھر نمبر ۱۴، بھوتی واڑہ، پولیس چوکی کے پاس بھیونڈی

نام۔ الماس بانو
مشغلہ۔ مہندی لگانا اور صرف لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتا۔ مکان نمبر ۱۴ بھوتی واڑہ پولیس چوکی، بھیونڈی ۴۲۱۳۰۲

نام۔ نغمہ انجم
مشغلہ۔ شعر و شاعری کرنا
پتا۔ مکان نمبر ۱۴ نزد بھوتی واڑہ پولیس چوکی، بھیونڈی

نام۔ ساجدہ انجم
تعلیم۔ بی، اے
مشغلہ۔ مطالعہ، شعر پڑھنا
پتا۔ معرفت ایم اے سمیع پولیس سب انسپکٹر ریٹائرڈ، (بریم چاری) ظفر نگر لے آؤٹ پانڈھر کیوڑہ روڈ (ایوت محل)

نام۔ حمیرہ نازنین
تعلیم۔ بارھویں
مشغلہ۔ گھریلو فلم دیکھنا
پتا۔ معرفت سردار خاں ٹیلر، ظفر نگر لے آؤٹ پانڈھر کیوڑہ روڈ (ایوت محل)

نام۔ عذرا جبین ایم اے علیم
تعلیم۔ بارھویں
مشغلہ۔ کشیدہ کاری
پتا۔ معرفت ایم اے سمیع پولیس سب انسپکٹر ریٹائرڈ ظفر نگر۔ ایوت محل

نام۔ ناظرہ جبین ایم اے علیم
تعلیم۔ میٹرک
مشغلہ۔ اچھی اچھی ڈشیں تیار کرنا۔ تحفے دینا
پتا۔ معرفت ایم اے سمیع پولیس سب انسپکٹر ریٹائرڈ ظفر نگر۔ ایوت محل


ننھّے مُنّے بچّوں کے لیے دلچسپ اور باتصویر کہانیاں
شے
نرسری کے بچّوں کے لیے آسان زبان میں دلچسپ نظمیں قیمت ۶/۵۰
جاں نثار دوست
بچّوں کے لیے باتصویر کہانی
قیمت ۵/- روپے
جادو کی ہنڈیا
5/=
بھیڑیے کا گانا
6/50
شیر اور بکری
6/50
کوّے کا خواب
7/-
دُم کٹی لومڑی
6/50
چاند کی بیٹی
5/-
چالاک بلّی
6/50
کرشن کنہیا کی بانسری
قیمت 7/50



مرحوم پیامی نیاز احمد مکاندار کے والد صاحب کا درد بھرا خط

کئی دنوں پہلے آپ کا تحریر نامہ اور کل ہی پیام تعلیم کا تازہ شمارہ ہم دست ہوا۔ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو کی لڑیاں جاری ہو گئیں۔ ہمارے حق میں آپ اس قدر "ہمدرد" ہوں گے یہ کبھی نہیں سوچا تھا۔

دوسروں کے غم میں شریک ہونا، دوسروں کے خوشیوں کو دوبالا کرنا آخر یہ بھی تو عبادت ہی ہے جسے حقوق العباد کہا جاتا ہے۔ لیکن آج کل اس جذبہ کا فقدان ہے۔

ویسے آپ کی تحریر سے مجھے ایک طرح کی ڈھارس تو بندھی ہے، لیکن پھر بھی اٹھتے بیٹھتے، سوتے، جاگتے مرحوم فرزند کے زندگی کی ہر ہر تصویر، ہر ہر پہلو پردۂ ذہن پر آ کر بے چین سے کر دیتی ہے۔ صبر تو کر رہا ہوں۔ لیکن دل ہے کہ کسی قدر قرار نہیں۔ کیوں کہ مرحوم فرزند بہت بہترین اوصاف کا حامل تھا۔ پنج وقتہ نماز، قرآن کی تلاوت، اپنے ہم عصروں سے نہایت خوش اخلاقی کا برتاؤ۔ ماہ رمضان میں پورے روزوں کا اہتمام نہ جانے اور کیا کیا۔

۲۸ اکتوبر کی وہ منحوس گھڑی۔ دوپہر میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی اور اپنے ہم عمر دوستوں کے ساتھ مقامی تالاب گیا اور وہیں پر اس کے زندگی کی شام ہو گئی۔ حالاں کہ اس تالاب میں اتنا گہرا پانی بھی نہیں تھا۔ اور پتے کی بات یہ ہے کہ آج کل وہ تالاب خاص کر وہ جگہ جہاں نیاز کی موت واقع ہوئی تھی خشک ہو گیا ہے جب کبھی میں اس جگہ پر جا کر معائنہ کرتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے

فقط مغموم

مکاندار: م۔ ن گدگ

● ماہ جنوری کا پیام تعلیم نظروں کی زینت بنا۔ نئے سال کے آغاز میں نئی کہانیاں پڑھنے کو ملی۔

آپ نے ہر ماہ شائع ہونے والی اچھی کہانیاں اور اچھے اشعار پر جو انعامات دینے کا فیصلہ کیا بہت ہی اچھا کیا۔ آپ کا یہ فیصلہ ہر پیالی میں اچھی سے اچھی کہانیاں اور بہترین اشعار لکھنے کی عادت پیدا کر سکتا ہے۔ صحیح معنوں میں آپ نے پیامیوں کا دل ہی جیت لیا۔

ماہ جنوری کے شمارے میں ان کے اشعار انعامات کے حقدار ہیں۔ (۱) محمد عباس کرلا، بمبئی (۲) نعیم الحق پٹنہ (۳) اطہر علی بیگ نئی دہلی۔ میری طرف سے ان اشعار بھیجنے والوں کو مبارک باد۔

ابو سلیم صدیقی۔ بالاپور ضلع اکولہ

مہاراشٹر

● آپ کا ارسال کردہ انعام مجھے آج ملا بہت خوشی ہوئی۔ میں پورے دو سال سے پیام تعلیم پڑھ رہی ہوں۔ اور کئی بار انعام شدگان کی فہرست میں میرا نام شائع ہوا ہے۔ لیکن انعام مجھے پہلی بار ملا ہے۔ اس ماہ کی سبھی کہانیوں

کے ساتھ ساتھ قریب ترین ستارہ بے حد پسند آیا۔

فرزانہ خاتون۔ محلہ قاضی پور۔ قصبہ مگہر۔ بستی

● ماہ ستمبر کے "پیام تعلیم" میں آپ نے میری کہانی مع تصویر شائع کر کے مجھ ناچیز کی حوصلہ افزائی کی ہے بہت بہت شکریہ۔

آصف ایوب ناڑکر۔ مسجد چال داپولی۔ ضلع رتنا گری۔

● دسمبر کے پیام تعلیم میں شعیب بھیا کی کہانی "بھاگو اس دنیا سے" کچھ زیادہ ہی پسند آئی انھوں نے بہت ہی آسان انداز میں آلودگی کا مسئلہ ہم پیامیوں کو سمجھایا۔ میں سبھی پیامیوں کی طرف سے ان کو مبارک باد دیتا ہوں۔

سیف عالم۔ کینال روڈ، اوکھلا نئی دہلی۔ ۲۵

● سب سے پہلے میں جناب (محمد فہیم شیخ اسماعیل بمبئی) صاحب کو "آل انڈیا پیام تعلیم قلمی کانفرنس" پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ بعدہٗ میں اپنے دوسرے ساتھی جناب محمد ابراہیم صاحب کی بھی اس طرف ان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آپ اتنے کیوں پریشان ہیں۔ ہم آپ کے درد میں پورے شریک ہیں میں نے آپ کے چھوٹے بھائی کے وفات کی اطلاع پاتے ہی تقریباً اسّی نوّے ساتھیوں کے ساتھ نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

عبد التواب۔ معہد التعلیم الاسلامی جوگا بائی جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

● میں ایس جے جے ایل کا طالب علم ہوں۔ اور میں نے دو ماہ قبل سے "پیام تعلیم" کا مطالعہ کرنا شروع کیا ہے۔ مجھے یہ بے حد پسند آیا۔ ویسے تو میں دوسرے رسالے کا بھی مطالعہ کرتا ہوں۔ پر جتنی دلچسپی کے ساتھ میں پیام تعلیم کا مطالعہ کرتا ہوں اتنی دلچسپی کے ساتھ کسی اور رسالے کا نہیں کرتا۔ میرے گھر کے ہر چھوٹے بڑے افراد کو یہ رسالہ پسند آیا۔ ہر کوئی اسے دلچسپی کے ساتھ پڑھتا ہے۔ کیوں کہ اس میں کہانیاں، معلومات اور مزے دار لطیفوں کے ساتھ ساتھ دینی و اخلاقی باتیں بھی بتائی جاتی ہیں۔

شیخ منصور علی۔ جمیل نگر، چودھری چال بھانڈوپ۔ بمبئی

● میں اکثر حافظ صادق صاحب سے پوچھتا رہتا ہوں کہ "پیام تعلیم" آیا۔ پہلی ہی فرصت میں پڑھنے کو جی چاہتا ہے مگر میری بہن بھائی آپس میں کھینچا تانی کرتے ہیں اور آخر میں میرا نمبر آتا ہے۔ دسمبر کے پیام تعلیم میں بہت سی دلچسپ اور مزیدار معلوماتی کہانیاں ہیں خاص طور سے "ہزاروں خواہشیں" کی قسط۔ نثر اور شعر کا فرق، بوڑھے آدمی (ڈرامہ) کی نریا قریب ترین ستارہ دوسرے سیارہ کی کہانی۔ بھلائی کی بات وغیرہ کے علاوہ بے شمار مزیدار چیزیں ہیں۔

فرحان ظفر۔ قاضی منزل۔ مبارک پور۔ اعظم گڑھ

● میرے رفیق پیام تعلیم (دسمبر ۹۱ء) لے کر آئے تھے پیام تعلیم کو دیکھتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ کیوں کہ اس میں نئے نئے

لیے کہانیاں اور دینی و سائنسی معلومات تھیں۔

ذاکر ڈی۔ بنگا لور سبزی مارکیٹ
بیجاپور۔ کرناٹک۔

● دسمبر ۱۹۹۱ء کا پیام تعلیم ملا۔ دیکھ کر دل خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔ بھائی بہنوں کی جو آل انڈیا تعلیمی کانفرنس فہیم صاحب شہر بمبئی میں منعقد کر رہے ہیں۔ وہ قابلِ تعریف ہے۔ کیوں کہ اس کانفرنس کا ذکر بمبئی کے مشہور اخبار نے کیا۔ مجھے پڑھ کر خوشی ہوئی کہ پیام تعلیم کے لیے ان اخبارات نے جگہ دی ہیں ان کا بہت۔ بہت شکرگزار ہوں۔

صدیقی محمد پرویز عالم۔ قاضی اسٹریٹ بمبئی

● میری کلاس یعنی ہفتم جماعت کی سب لڑکیاں اور لڑکوں کو آپ کا پیام تعلیم بہت بہت پسند آیا

فیروز خان۔ شری رامپور، احمد نگر

● ۱۹۹۱ء دسمبر کا پیام تعلیم ۲۸ نومبر کو ملا مگر سرورق دیکھ کر مو[illegible] ہوگیا کیوں کہ اس دفعہ آپ نے انعامی کہانی لکھنے کو نہیں لکھا اور اندر بھی انعامی کہانیوں کا حق دار کسے بنایا گیا۔ نہیں چھپا۔ باقی ساری نگارشات بہت پسند آئیں۔ خاص طور پر "آدم خور کا خاتمہ"، اور "تعارف سورۂ یٰسین"۔ میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ سرورق پر کہانی لکھنے کا سلسلہ جاری رکھیں جس سے "پیام تعلیم" میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

انصاری نکہت ناز۔ نورانی چال سارٹی بازار بمبئی

● ہم نے آج ہی سے پیام پڑھنا شروع کیا ہے۔ محمد فہیم شیخ اسماعیل کی کانفرنس کو خدا کامیاب بنائے۔ شیب عالم کا تجا گو اس دنیا سے بہت پسند آیا۔ اور سورۂ یٰسین کی فضیلت پسند آئی۔

محمد ولی اللہ انصاری۔ مہراج گنج
رفیع گنج اورنگ آباد۔ (بہار)

● جنوری ۱۹۹۲ء کے شمارے میں اپنا نام اور کہانی دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ میں آپ کا بہت ہی شکرگزار ہوں کہ آپ نے نا چیز کی کہانی کو اپنے تازہ شمارے میں جگہ دی اور مجھے شکریہ ادا کرنے کا موقع دیا

محمد غوث عبدالاحد۔ مدرسہ معہد ملت گولڈن نگر
مالیگاؤں مہاراشٹر۔

● جنوری کا شمارہ پڑھ کر خوشی کی انتہا نہیں رہی اس میں سب سے زیادہ پسند آنے والی کہانی "سدا سندر" ہے۔ مجھے یہ کہانی بے حد پسند آئی۔ میری نظر میں یہ کہانی انعام کے مستحق ہے۔

راجا احمد شاہد میاں ناگپوری۔ پورا پتا نہیں لکھا

● نئے سال کا "پیام تعلیم" اپنے دامن میں بہت سی خوشیوں کو سمیٹے ہوئے موصول ہوا۔ میں نے ہمیشہ کی طرح شروع سے پڑھنا شروع کیا تمام مضامین دلچسپ اور سبق آموز تھے۔ دیگر یہ کہ پیام تعلیم میں محمد غوث بن عبدالاحد کی کہانی "سدا سندر" بہت اچھی لگی اور "انوکھی عید" یہ بھی بہت اچھی ہے۔ میری نظر میں یہ دو کہانیاں انعام کے مستحق ہیں۔

شیخ بابر۔ محلہ ملنگ شاہ تعلقہ پر تور۔ جالنہ



بڑے بچوں کے لیے
حاجی بغلول کی ڈائری
ط۔ انصاری نے نقل کر کے بھیجی
6/50
ابّوخاں کی بکری
ڈاکٹر ذاکر حسین
ممتاز ماہر تعلیم اور سابق صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین کی لکھی ہوئی بچوں کے لیے دلچسپ اور سبق آموز کہانیوں کا خوبصورت مجموعہ۔ آسان اور بامحاورہ — قیمت
مکتبہ پیامِ تعلیم کی دلچسپ اور حیرت انگیز کتابیں
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی
دلچسپ اور حیرت انگیز کہانیوں کا مجموعہ
بہادر علی
قیمت 7/50
قمر علی عباسی
سنہرے اصول
قیمت 3/-
اس کتاب کو پڑھیے اور اپنے مستقبل کو روشن بنایئے
مولانا آزاد کی کہانی
ڈاکٹر ظفر احمد نظامی
مولانا ابوالکلام آزاد کی مختصر مگر جامع سوانح ہے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے استاد اور اکیڈمک اسٹاف کالج کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ظفر احمد نظامی نے بڑی محنت سے لکھی ہے۔
طلبہ کے لیے
ایک اہم تاریخی دستاویز
قیمت: 18/-
چند مشہور
طبیب اور سائنس داں
قیمت 9/-
چور پکڑو
مسعود احمد برکاتی
بچوں کے لیے دلچسپ سبق آموز کہانیوں کا مجموعہ



آتا ہے یاد مجھ کو

آتا ہے یاد مجھ کو اسکول کا زمانہ
وہ دوستوں کی صحبت وہ قہقہے لگانا

انور، عزیز، راجو، منو کے ساتھ مل کر
وہ تالیاں بجانا گڈو کو منہ چڑانا

رو رو کے مانگنا وہ امی سے روز پیسے
جا جا کے ہوٹلوں میں برفی ملائی کھانا

پڑھنے کو جب بھی کہتے تھے میرے بھائی مجھ سے
کرتا تھا درد سر کا روز اُن سے میں بہانا

ملتی نہیں تھی فرصت دن رات کھیلنے سے
گزرا اسی طرح سے وہ قیمتی زمانہ

کیسے کہوں کسی سے اب کیا ہے حال میرا
کھانے کو مشکلوں سے ملتا ہے اک نوالا

ہر ایک قدم پہ لگتی ہے ٹھوکروں پہ ٹھوکر
جا کر رہوں کہاں میں ملتا نہیں ٹھکانا

افسر بنے ہیں اس دم میرے ہی ہم جماعت
ان سے حیا کے مارے پڑتا ہے منہ چھپانا

بچوں نہ تم سمجھنا ہرگز اسے کہانی
یہ ہے تمہارے حق میں عبرت کا تازیانہ

فاروق کی یہ باتیں سن کر ذرا سبق لو
کھیلو ضرور لیکن پڑھنے میں دل لگانا

فاروق عبدالرزاق شیخ۔
اسلامیہ اینگلو اردو ہائی اسکول بھٹکل

بہت دشوار ہے دستِ طلب کی جادہ پیمائی
یہ خاک پاک ہر نا اہل سے چھانی نہیں جاتی

ہر تار بکھرتا جاتا ہے صیاد کے دامِ رنگین کا
کچھ دیر نہیں صیاد بھی اب باندھ کے بستر جاتا ہے

جوانو! یہ صدائیں آ رہی ہیں آبشاروں سے
چٹانیں چور ہو جائیں جو ہو عزمِ سفر پیدا

ہماری خاک کا ہر ذرہ اب دوشِ صبا پر ہے
شہیدانِ وفا رہتے نہیں بارِ زمیں ہو کر

لہو کی چند بوندیں جو نہ دے سکتا ہو ملت کو
وہ بزدل آرزو مندِ حیاتِ جاوداں کیوں ہو

محمد ضیاء الحق انصاری۔ آزاری خیرآباد مئو۔

شاخوں سے منسلک تھے تو جانِ بہار تھے
شاخوں سے منحرف ہوئے خاشاک ہو گئے
یہ رسم اب بھی زندہ ہے مرے قبیلے میں
خود اپنے بہتے ہوئے خون سے وضو کرنا

سلگتی ریت میں تلوے لہو لہو کرنا
پھر اس کے بعد گلابوں کی آرزو کرنا

انصاری طیبہ تبسم۔ اسلام پورہ مالیگاؤں ناسک

تمنا ہے کہ میں اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر ہو سکے تو حدیث اسلام کر جاؤں

اس گلشن ہستی میں رہو مثل نسیم
پھولوں کی طرح تم بھی مہکنا سیکھو

حافظ محمد قمر الدین کشنگنجوی
مدرسہ حفظ القرآن تارانگر مالدہ بنگال

یاد جب مجھ کو مدینہ کی فضا آتی ہے
سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے

چپ رہنا ہے بھی ظلم کی تائید میں شامل
حق بات کہو، جرأتِ اظہار نہ بیچو

ملک و قوم کا اتنا بھی نہ معیار گرے
کہ سرخیاں دیکھتے ہی ہاتھوں سے اخبار گرے

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

لڑکھڑاتے قدموں سے چھو نہ پاؤ گے اس کو
وقت تو ازل سے ہی بے لگام گھوڑا ہے

کفیل جیبراجپوری۔ کرلا بمبئی

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

خاموش مزاجی تمہیں جینے نہیں دے گی
اس دور میں جینا ہے تو کہرام مچا دو

رئیس احمد ہلال۔ نشاط روڈ کمال پورہ
مالیگاؤں۔ ناسک (ایم ایس)

وہی لگاتا ہے الزام بے قصوروں پر
جو دیکھنے میں بڑا حق شناس لگتا ہے

مسجدیں چھوڑ دیں جا بیٹھے ہیں میخانوں میں
واہ کیا جوشِ ترقی ہیں مسلمانوں میں

محمد زبیر غلام دستگیر تعلقہ پر لو مالیگاؤں

ان سے ضرور ملیے سلیقے کے لوگ ہیں
سر بھی قلم کریں گے بڑے احترام سے

عبدالحمید۔ بحراں کلاں۔
پورا پتا نہیں لکھا۔

ہمارے گھر میں کتابِ حیات ہے لیکن
ورق الٹنے کی فرصت کبھی نہیں ملتی

تالاب تو برسات میں ہو جاتے ہیں کم ظرف
باہر کبھی آپے سے سمندر نہیں ہوتا

بلالی اذاں کی ضرورت ہے یارب
پھر ایک بار ملت کو بیدار کر دے

نعمان عالم۔ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج

نوٹ:۔ براہ کرم غیر شایستہ اور تہذیب سے گرے ہوئے اشعار ہرگز نہ بھجوائیں ایسے اشعار شائع نہیں کیے جائیں گے۔ ادارہ

اقوال زریں

اچھی باتیں

گفتگو جس سے بھی کرو۔ نرمی سے کرو۔ ہر ایک لفظ صحیح ادا کرو۔ جلدی جلدی مت بولو۔ اچھے اور ادب کے الفاظ ادا کرو۔ مثلاً اس طرح کہو "فرمایئے۔ تشریف لایئے" جب تک دوسرے شخص کی بات پوری نہ ہو جائے تم بات مت شروع کرو۔ اگر گفتگو کے بیچ میں جمائی یا چھینک آجائے تو پہلے دوسری طرف کو منھ کر کے جمائی لے لو۔ یا چھینک لو پھر بات کرو۔

محمد احفاظ انصاری۔ بالاپور، اکولہ۔

مال علم اور عزت

ایک مرتبہ مال، علم اور عزت اکھٹے ہوئے اور جب بچھڑنے لگے تو مال نے کہا اے دوست اب میں جا رہا ہوں جب تم ملنا چاہو تو اس محل میں آجانا۔ علم نے کہا جب میری ضرورت پڑے تو یونی ورسیٹیز میں مل جاؤں گا۔ لیکن عزت خاموش رہی اس کے دونوں ساتھیوں نے پوچھا تمھاری خاموشی کی وجہ کیا ہے۔ عزت بولی۔ بہت ہی افسوس کے ساتھ کہ رہی ہوں کہ زندگی میں ایک بار رخصت ہوتی ہوں تو پھر کبھی لوٹ کر نہیں آتی۔

محمد ضیاء الہدیٰ۔ عقب حبیب اسٹور محمد چھجو۔ بہار شریف۔

انمول نصیحتیں

(۱) قرض سے بڑھ کر کوئی بوجھ نہیں۔
(۲) قناعت سب سے بڑی دولت ہے۔
(۳) جو وعدے کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔
(۴) علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔

مرسلہ: محمد بصیر احمد منصورہ۔ آلوتعلق ہاسن ضلع (کرناٹک)

مسلمان اسے کہتے ہیں

م۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر زندگی گزارنے والا۔
س: سجدہ اللہ کو کرنے والا۔
ل: لا الہ الا اللہ کا صبح و شام پڑھنے والا۔
م: محمد پر درود بھیجنے والا۔
ا۔ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر زندگی بسر کرنے والا
ن۔ نماز کو پابندی سے ادا کرنے والا۔

عمر انصاری ۵/۱۹۵، مین روڈ۔ رحمت نگر۔ بنگلور۔ ۵۶۰۰۳۲

ارشاداتِ رسول ﷺ

- مشکلات سے نہ گھبراؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو. وہی مددگار ہے۔
- اپنا کام خدا کی خوشنودی کے لیے کرو۔
- تم اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔
- آخرت کا بہترین تحفہ پرہیز گاری ہے۔
- کسی بوڑھے شخص کو مارنا عذاب مول لینا ہے۔
- اللہ نمازوں کے ذریعہ گناہوں کو مٹاتا ہے۔

ایاز ظفر۔ فلور یڈا شاستری نگری
اندھیری بمبئی ۔ ۵۸

اپنے اپنے درجات

۱۔ صداقت میں	ابو بکر صدیق رض
۲۔ عدالت میں	عمر فاروق رض
۳۔ سخاوت میں	عثمان ذی النورین
۴۔ صبر میں	حضرت ایوب ؑ
۵۔ حاضر جوابی میں	بیربل
۶۔ دولت میں	قارون
۷۔ جہالت میں	ابوجہل
۸۔ تکبر میں	فرعون
۹۔ سیاحت میں	ابن بطوطہ
۱۰۔ فتوحات میں	سکندر اعظم

محمد فہیم شیخ اسماعیل
بمبئی فائر فائٹرس ہاؤسنگ سوسائٹی
بمبئی نمبر ۱۱

آپ ﷺ کے چند ارشاد

- آپ ﷺ نے فرمایا۔ بدگمانی سے بچو کیونکہ یہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے چھپے ہوتے عیب کو معلوم ہونے کے باوجود چھپایا اور اس پر پردہ ڈال دیا تو یہ ایسا ہے جیسے کسی نے زندہ گاڑی ہوئی بچی کی جان بچائی۔

سرفراز نواز۔ درگاہ بیلا۔ ویشالی

والدین سے محبت

(۱) آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے والدین کی محبت کی ایک نظر ڈالی اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے۔

(۲) ایک شخص نے رسول اللہ سے عرض کیا میں نے ایک گناہ کیا ہے کیا میری توبہ قبول ہوگی ہے۔ آپ نے پوچھا تمھاری ماں زندہ ہے۔ انھوں نے کہا جی نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا خالہ زندہ ہے۔ انھوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا خالہ کی خدمت کرو۔

دیبا فاطمہ۔ درگاہ بیلا۔ ویشالی۔

حدیث

(۱) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ وہ شخص کبھی تنگ دست نہ ہوگا جو اعتدال کا راستہ اپنا ئے گا۔

(۲) حضور نے ارشاد فرمایا حلال روزی حاصل کرنا

ہر مسلمان پر لازم ہے۔ جو شخص مسلسل چالیس دن ہلال روزی کھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دے گا۔

جمیل احمد۔ درگاہ بیلا۔ ویشالی۔

اچھی باتیں

- بے ادبی کرنے سے بدنصیبی۔
- فضول خرچی کرنے سے مفلسی
- یتیم اور بیوہ کا مال کھانے سے پریشانی
- بڑوں کی صحبت میں بیٹھنے سے عقل۔

محمد اشرف خان۔ یوسف منزل۔ غیبی نگر بھیونڈی۔ ضلع۔ تھانہ

لباس

۱۔ وقت کا لباس تجارت ہے۔
۲۔ آدمی کا لباس علم ہے۔
۳۔ جسم کا لباس تندرستی ہے۔
۴۔ علم کا لباس عمل ہے۔
۵۔ درویش کا لباس قناعت ہے
۶۔ اولاد کا لباس سعادت مندی ہے۔
۷۔ عورت کا لباس حیا ہے۔

محمد ظفر الدین فاروقی۔ مین روڈ، پاتھری ضلع پربھنی (مہاراشٹر)

انمول نصیحتیں

(۱) بدترین عالم وہ ہے جو دولت مند کا محتاج ہو۔
۲۔ حسد نیکیوں کو اس طرح برباد کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔
۳۔ سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔
۴۔ سب سے بڑا بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر غالب ہو۔

حافظ سمیر شیخ ضمیر
سمیر کرانہ اسٹور لوہیا نگر

تین چیزیں

(۱) تین چیزیں ایسی ہیں جو دنیا میں ایک بار ملتی ہیں۔ ماں۔ باپ۔ جوانی۔
(۲) تین چیزیں ایسی ہیں جو نکل جانے پر واپس نہیں آتی۔ کمان سے تیر۔ منہ سے الفاظ۔ جسم سے جان۔

مبین علی۔ اسلام پورہ مالیگاؤں ضلع ناسک۔ بمبئی

انمول موتی

(۱) جنت ماں کے پیروں کے نیچے ہے۔
(۲) جاہل سے بڑھ کر کوئی مفلس نہیں۔
(۳) علم سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔
(۴) سردار قوم کا خادم ہے۔
(۵) مفلس کی بددعا سے بچو۔
(۶) رحم کیا کرو تم پر اللہ رحم کرے گا۔

شاداب احمد۔ چکبادو ضلع ویشالی۔ (بہار)



معلومات

● جب ہندستان میں دن کے بارہ بجتے ہیں تو:

۱۔ جنیوا (SWITZERLAND) میں صبح کے ساڑھے سات بجتے ہیں۔

۲۔ سیول (SEOUL) میں دن کے ۳ بجتے ہیں۔

۳۔ سڈنی (AUSTRALIA) میں شام کے ساڑھے چار بجتے ہیں۔

۴۔ بڈاپیسٹ (HUNGRY) میں صبح کے ساڑھے سات بجتے ہیں۔

۵۔ رنگون میں دن کے ایک بجتے ہیں۔

شہلا کوثر۔ چندوارہ، مظفر پور۔ بہار۔

ہندستان میں زلزلے

● یکم ستمبر ۱۸۰۳ء: ۵ر۶ شدت سے زلزلہ آیا جو متھرا سے کلکتہ تک محسوس کیا گیا۔

۱۸۰۳ء: اتر پردیش کے کماؤں خطے میں ۵ر۶ شدت سے زلزلہ آیا۔ باراہل میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ افراد ہلاک ہو گئے۔

۱۶ رجون ۱۸۱۹ء: کچھ (گجرات) کے تیرہ قصبے میں ۸ شدت سے زلزلہ آیا۔ کتھارا اور موتھالا زمین بوس ہو گئے۔

- ۶ رجون ۱۸۲۸ء: سری نگر کے قریب ۶ شدت سے زلزلہ آیا۔ ایک ہزار افراد ہلاک۔
- ۱۰ رجنوری ۱۸۶۹ء: کچھر (آسام) میں ۵ر۷ شدت سے زلزلہ آیا۔ ڈھائی لاکھ مربع میل متاثر۔
- ۳۰ رمئی ۱۸۸۵ء: سری نگر کے قریب ۷ شدت سے زلزلہ آیا۔ کیبارے علاقہ تباہ۔
- ۱۲ رجون ۱۸۸۵ء: شیلانگ میں ۷ر۸ شدت سے زلزلہ آیا جس سے شیلانگ، گوال پاڑہ، گوہاٹی، نوگانگ اور سلہٹ میں بڑے پیمانے پر تباہی۔
- ۴ راپریل ۱۹۰۵ء: کانگڑا (ہماچل پردیش) میں ۸ شدت سے زلزلہ آیا جس میں ہزاروں افراد ہلاک۔
- ۸ رجولائی ۱۹۱۸ء: سری منگل (آسام) میں ۶ر۷ شدت سے زلزلہ آیا۔ بھاری نقصان۔
- ۱۵ رجولائی ۱۹۲۰ء: نئی دلی میں ۵ر۶ شدت سے زلزلہ آیا۔
- ۲ رجولائی ۱۹۳۰ء: ڈھبری (آسام) ار۷ شدت سے زلزلہ آیا۔ ڈھبری، کوچ بہار، لال منیر ہٹ اور رنگ پور میں بھاری تباہی۔
- ۱۵ رجنوری ۱۹۳۴ء: بہار۔ نیپال سرحد پر ۸ر۲۵ شدت سے زلزلہ آیا۔ موتیہاری، دربھنگہ، پٹنہ اور نیپال کی راجدھانی کھٹمنڈو میں نقصان۔
- ۱۴ رمارچ ۱۹۳۸ء: مدھیہ پردیش میں ۵ر۶ شدت سے زلزلہ آیا۔
- ۲۶ رجون ۱۹۴۱ء: انڈمان کے قریب ار۸ شدت سے زلزلہ آیا۔
- ۱۵ راگست ۱۹۵۰ء: آسام میں، منٹ تک

زلزلے کا مسلسل جھٹکا.

- ۱۰ر دسمبر ۱۹۶۷ء: مہاراشٹر میں ۱ر۶ شدت سے زلزلہ آیا. اکوئنا نگر زمین بوس.
- ۳۰ر اپریل ۱۹۶۹ء: بھدراچلم میں ۵ر۶ شدت سے زلزلہ آیا۔
- ۱۹ جنوری ۱۹۷۵ء: ۵ر، شدت سے ہماچل پردیش کے کنوار اور لاہول سپتی کے پہاڑی علاقوں میں زلزلہ آیا۔

منصور عالم سرائے کوڑی کشن گنج ۔ بہار

(۱) ۱۹۷۷ء میں امریکہ کے ذریعہ نیوٹرن بم بنایا گیا جو صرف جانداروں کو ختم کرتا ہے.
(۲) ۱۹۵۳ء میں پہلی بار ایڈمنڈ ہیلری اور شیرپا تین سنگھ نے ایورسٹ کی چوٹی پر فتح حاصل کی تھی۔
(۳) چاند پر اُترنے والا پہلا شخص نیل آرم اسٹرانگ تھا جو کہ امریکہ کا رہنے والا تھا۔

محمد سالم خان ۔ نالہ روڈ ۔ راورکیلا سندرگڑھ (اڑیسہ)

۱۔ سولھویں صدی کے آخر میں اسپین کے ایک شخص "جوزف" نے گیہوں کے ایک دانے کی گاڑی تیار کی تھی. خوردبین سے دیکھنے پر گاڑی کے اندر کرسی بھی دیکھی جا سکتی تھی.
۲۔ سویڈن کے ایک شخص مور غالیس نے ہاتھی دانت کی بارہ رکابیں اتنی چھوٹی چھوٹی تیار کیں جو ایک سیاہ مرچ کے اندر آ سکتی تھیں.
۳۔ ۱۹۵۳ء میں مصر کی زرعی نمائش میں مرغی کا ایک انڈا پیش کیا گیا جس پر سلطنت عثمانیہ کی پوری تاریخ لکھی ہوئی تھی ۔
۴۔ سولھویں صدی عیسوی میں ایک سنار نے ملکہ ایلزابیتھ کے حضور میں سونے کی ایک زنجیر بنا کر پیش کی تھی. جس میں ۵۰ لڑیاں تھی۔ یہ زنجیر اتنی ہلکی تھی. کہ مکھی کے پاؤں میں باندھی گئی تو وہ اُسے باآسانی لے اُڑی.
(۵) انگلینڈ کے ایک شخص نے کیک کا ایک محل تیار کیا تھا. وہ شخص انگلستان کا سب سے بڑا کیک بنانے والا تھا۔ اس لیے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر کیک کا محل خود بنایا تھا. اس میں تقریباً ۵ کوئنٹل چینی ۴ کوئنٹل میدا ۱۰۰ لیٹر شراب تھی. اس کے علاوہ اور بھی چیزیں تھی.

فیصل سعادات ۔ نالہ روڈ ۔ راورکیلا سندرگڑھ (اڑیسہ)

(۱) بیت المال سب سے پہلے کس نے قائم کیا۔
(۲) شاعرِ رسول کسے کہا جاتا ہے۔
(۳) علامہ اقبال کی پہلی فارسی تصنیف کون سی ہے۔
(۵) مشہور اردو شاعر فیض احمد فیض مرحوم کا نکاح کس نے پڑھایا۔
جوابات:- (۱) حضرت عمر فاروقؓ (۲) حسان بن ثابت (۳) اسرارِ خودی (۴) شیخ محمد عبداللہ نے

محمد شارق احمد ۔ پتا نہیں لکھا.

۱۔ بجلی کی پریس کی ایجاد امریکہ کے ایچ. ڈبلیو. سیلی نے ۱۸۸۲ء میں کی تھی.
۲۔ ایکسرے کی ایجاد ۱۸۹۵ء میں جرمنی

کے ولہیلم کے. رانجن نے کی تھی۔

۳۔ کلائی کی گھڑی سب سے پہلے اٹلی کے بارتھولومیو مینفریڈی نے ۱۴۶۲ء میں بنائی تھی۔

۴۔ جیٹ انجن کی ایجاد برطانیہ کے سرفرانک وہٹن نے ۱۹۳۷ء میں کی تھی۔

۵۔ پیراشوٹ کی ایجاد فرانس کے اے جی گارنر نے ۱۷۹۷ء میں کی تھی۔

محمد سلیم۔ نور نگر جامعہ نگر، نئی دلی۔ ۲۵

- سب سے بڑا کتب خانہ واشنگٹن میں ہے۔
- سب سے بڑا محل اٹلی میں ہے۔
- سب سے بڑا عجائب گھر انگلینڈ میں ہے۔
- سب سے بڑی مچھلی وہیل ہے۔
- سب سے بڑی مسجد اسپین میں ہے۔

محمد اعظم۔ بھٹکل

- سونے کے پتروں پر لکھا ہوا قرآن مجید پٹنہ کے سرکاری کتب خانہ میں ہے۔ جس کا وزن ڈیڑھ من ہے۔
- ہندستان کا سب سے لمبا پلیٹ فارم سون پور (بہار) کا ہے۔
- ہندستان کا سب سے بڑا پھاٹک بلند دروازہ فتح پور سیکری میں ہے۔
- ہندستان کا سب سے پہلا ڈاک ٹکٹ ۱۸۲۵ء میں سندھ میں شروع ہوا۔

دانش احمد۔ گھر، چکباد و۔ ڈاک گھر۔ درگاہ بیلا

ہندستانی رہنماؤں کی پیدائش

نام	ولادت ، وفات
۱۔ پتامہہ دادا بھائی نوروجی	۱۸۲۵ء - ۱۹۱۷
۲۔ لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک	۱۸۵۶ء - ۱۹۲۰
۳۔ لالہ لاجپت رائے۔	۱۸۶۵ء - ۱۹۲۸
۴۔ مہاتما گاندھی	۱۸۶۹ء - ۱۹۴۸
۵۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل	۱۸۷۵ء - ۱۹۵۰
۶۔ مولانا ابوالکلام آزاد	۱۸۸۸ء - ۱۹۵۸
۷۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد	۱۸۸۴ء - ۱۹۶۳
۸۔ پنڈت نہرو	۱۸۸۹ء - ۱۹۶۴
۹۔ سبھاش چندر بوس	۱۸۹۷ء - ۱۹۴۵
۱۰۔ گرو دیو رابندر ناتھ ٹیگور۔	۱۸۶۱ء - ۱۹۴۱
۱۱۔ سروجنی نائیڈو	۱۸۷۹ء - ۱۹۴۹
۱۲۔ جمشید جی ٹاٹا	۰۰۸۳۵ - ۱۹۰۴
۱۴۔ ڈاکٹر جگدیش چندر بوس	۱۸۵۸ء - ۱۹۳۷
۱۵۔ راجا رام موہن رائے	۱۷۷۲ء - ۱۸۳۳
۱۶۔ سوامی ویویکانند	۱۸۶۳ء - ۱۹۰۲
۱۷۔ دیانند سرسوتی	۱۸۲۴ء - ۱۸۸۳
۱۸۔ گوپال کرشن گوکھلے	۱۸۶۶ء - ۱۹۱۵

محمد پرویز عالم ابن محمد اعظم صدیقی۔ بمبئی



ایک درزی اور کوزہ پشت کی کہانی

زمانہ گذشتہ میں شہر کاشغر میں ایک درزی رہا کرتا تھا۔ ایک روز وہ اپنی دکان پر کام کر رہا تھا کہ ایک کبڑا گویا آیا اور اس کی دُکان کے سامنے بیٹھ کر گانے بجانے لگا درزی کو اس کا گانا پسند آیا۔ وہ کبڑے سے کہنے لگا۔ آج رات میرے یہاں رہو رات کو اطمینان سے تمھارا گانا سنوں گا۔ اور جو کچھ میسّر ہو گا دے دوں گا۔ چنانچہ رات کو حسبِ وعدہ درزی دُکان بند کر کے گھر جانے لگا تو کوزہ پشت گویا بھی ساتھ ساتھ ہو لیا۔ گھر پہنچ کر درزی نے بیوی سے کہا کہ جلدی کھانے سے فارغ ہو جاؤ۔ میں آج ایک گانے والے کو لایا ہوں۔ جو بڑا خوش آواز ہے۔ بیوی نے کھانا لگا کر سامنے رکھا۔ اس میں مچھلی بھی تھی۔ درزی نے کبڑے کو بھی بٹھا لیا۔ اور دونوں کھانا کھانے لگے کھانے کے دوران میں اتفاقاً مچھلی کا ایک کانٹا کبڑے کے حلق میں پھنس گیا۔ ہر چند کوشش کی گئی لیکن کانٹا نہ نکلا۔ اور

کبڑا بے ہوش ہو کر گر گیا۔ درزی کو فکر ہوئی کہ کہیں میں اس کبڑے کے قتل کے جرم میں گرفتار نہ کر لیا جاؤں۔ بہت دیر غور کے بعد درزی کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی اور کبڑے کو اپنی پیٹھ پر لاد کر ایک حکیم کے مکان پر پہنچا۔ دروازے پر دستک دی اندر سے باندی نے آکر پوچھا کہ کیا ہے۔ درزی نے پانچ دینار اس کے ہاتھ پر رکھے۔ اور کہا کہ حکیم صاحب کو بُلا دو۔ ایک مریض کو دکھانا ہے۔ باندی اندر گئی۔ درزی نے کبڑے کی لاش دروازے سے لگا کر کھڑی کر دی اور خود خاموشی سے اپنے گھر آ گیا حکیم صاحب مریض کو دیکھنے باہر آئے۔ جب کواڑ کھولا تو بڈھا نیچے گر گیا۔ حکیم صاحب نے قریب آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کبڑا مر چکا ہے۔ حکیم صاحب گھبرائے کہ کہیں یہ میرے سر نہ لگ جائے۔ گھر میں آکر بیوی سے مشورہ کیا ان کے پڑوس میں بادشاہ کا مودی رہتا تھا۔ میاں بیوی نے مل کر کبڑے کی لاش مودی کے گھر اتار دی۔ مودی اس وقت تک گھر واپس نہیں آیا تھا۔ آدھی رات گزری تو وہ واپس آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص دیوار سے لگا کھڑا ہے۔ مودی نے خیال کیا کہ شاید غلّہ چور ہے۔ لکڑی اٹھا کر مارنے لگا۔ کبڑے کی لاش زمین پر گر پڑی۔ مودی نے پاس آکر جب دیکھا کہ لکڑی کھا کر کبڑا مر گیا۔ اب میری خیر نہیں چنانچہ اس نے لاش کو اٹھایا اور بازار میں ایک دکان کے سہارے کھڑا کر دیا۔ اتفاقاً ایک فرنگی سوداگر کسی دعوت میں شریک ہو کر واپس آ رہا تھا۔ دُور سے کبڑے کی لاش دیکھ کر یہ سمجھا کہ کوئی چور دُکان کا تالا توڑ رہا ہے۔ چنانچہ شور کرتا

پھاوڑا اور کبڑے کی لاش پر دو تین لکڑیاں ماریں۔ لاش نیچے آپڑی۔ اتنے میں شورسن کر کچھ اہل محلہ اور سپاہی جمع ہوگئے۔ لیکن کبڑے کو مردہ دیکھ کر ان لوگوں نے فرنگی سوداگر کو گرفتار کر لیا۔ اور کبڑے کی لاش کو قاضی شہر کے سامنے پیش کیا۔ قاضی صاحب نے فرنگی کو قاتل قرار دے کر پھانسی کی سزا کا حکم دے دیا۔ تمام شہر میں منادی کرادی گئی۔ کل ایک کبڑے کے قتل کے الزام میں فرنگی سوداگر کو پھانسی دی جائے گی۔ لوگ جوق در جوق جمع ہوگئے۔ ابھی فرنگی سوداگر کو پھانسی نہیں دی گئی تھی کہ بادشاہ کا مودی آگے بڑھا۔ اور کہنے لگا کہ اس بڈھے کا قاتل یہ نہیں میں ہوں۔ قاضی صاحب نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ تو حکیم صاحب نے قاضی صاحب سے عرض کیا کہ مودی بالکل ... رہا ہے۔ بڈھا میرے ہاتھ سے مرا ہے۔ ... صاحب نے حکیم صاحب کو گرفتار کر لیا ... درزی بولا۔ حضور یہ سب بے قصور ہیں۔ یہ کبڑا دراصل میرے یہاں مرا تھا۔ قاضی صاحب پریشان ہوگئے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ چنانچہ انھوں نے کبڑے کی لاش، فرنگی سوداگر، مودی، حکیم صاحب قبلہ اور درزی سب کو خلیفہ کے دربار میں پیش کیا اور کل مقدمہ کی کاروائی پیش کی۔ خلیفہ نے کل واقعہ سن کر کہا کہ تم سب لوگ اپنی اپنی داستان زندگی بیان کرو۔ اگر اس کبڑے کے واقعہ سے عجیب کوئی واقعہ تم نے سنایا تو میں رہا کر دوں گا۔ ورنہ تم سب کو اس کبڑے کے قصاص میں قتل کرا دوں گا۔

محمد ایاز انصاری۔ میڈیکل ہال۔ مبارکپور۔

لالچی بڑھیا

کسی گاؤں میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ اس کے پاس ایک عجیب مرغی تھی۔ وہ ہر روز ایک سونے کا انڈا دیتی تھی۔ بڑھیا نے سونے کا انڈا بیچ بیچ کر بہت دولت جمع کر لی تھی۔ بڑھیا بڑی لالچی تھی۔ ایک دن اس نے اپنے دل میں سوچا اس مرغی کے پیٹ میں بہت سے سونے کے انڈے ہوں گے۔ اگر میں اس کو کاٹ ڈالوں تو یہ سب انڈے مل جائیں گے اور میں انھیں بیچ کر ایک دم دولت مند بن جاؤں گی اس خیال کے آتے ہی اس نے مرغی کو پکڑ کر جھٹ سے کاٹ ڈالا اور چیر پھاڑ کے اس کے پیٹ کی تلاشی لی۔ لیکن مرغی کے پیٹ سے ایک بھی سونے کا انڈا نہیں نکلا بڑھیا کو بہت رنج ہوا وہ اپنے کیے پر بہت پچھتائی۔ مگر اب مرغی کیسے زندہ ہوسکتی تھی۔ اسے روزانہ سونے کا انڈا یاد آتا۔ اور وہ اپنے آپ کو برا بھلا کہتی۔ سچ ہے لالچ میں ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔

سید احمد حمایتی۔ ہاسپیٹ

برائی کا انجام

ایک گاؤں کے پاس ایک جنگل تھا۔ اس میں ایک چالاک لومڑی رہتی تھی۔ اس نے بہت سارے جانوروں کو اپنی چالاکی سے ہلاک کیا تھا۔ اس لیے سب جانور اس

لومڑی سے گھبراتے تھے اور اسے دیکھتے ہی نو دو گیارہ ہو جاتے تھے۔ ایک روز دوسرے جنگل کا ہرن اس جنگل میں آگیا۔ لومڑی کی چالاکی سے ناواقف تھا۔ لیکن کچھ ہی دیر میں دوسرے جانوروں سے اس کے بارے میں جان لیا اور ایک ترکیب کی اس نے جنگل کے راستے پر ایک بہت گہرا گڑھا دوسرے جانوروں کی مدد سے بنایا۔ اور لومڑی کے پاس گیا۔ لومڑی نے اسے میٹھی میٹھی باتوں میں پھنسانا چاہا۔ لیکن ہرن وہاں سے بھاگا۔ اس کے پیچھے لومڑی دوڑی ہرن اس گڑھے کے پاس سے چھلانگ لگا کر کود گیا۔ لیکن لومڑی نے وہ گڑھا نہیں دیکھا اور اس میں گر گئی اور مر گئی۔ ہرن نے یہ خبر سب جانوروں کو دی سب خوشی کے مارے ناچنے گانے اور جھومنے لگے برائی کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔

ذیشان احمد جعفری۔ پتا نہیں لکھا۔

محنت کا پھل

ایک کسان تھا۔ اُس کے چار لڑکے تھے۔ مگر چاروں سست کاہل اور کام چور تھے۔ محنت کرنے سے جی چُراتے تھے۔ کسان نے سوچا کہ اگر یہ ایسے ہی رہے تو میرے بعد میں کیا کریں گے؟ میرے مرنے کے بعد تو بھوکوں مرنے کی نوبت آ جائے گی۔ یہ سوچ کر اس نے چاروں لڑکوں کو اکٹھا کیا اور کہا: میرے بچّو! میری آنکھوں کے تارو! میں نے تمھارے لیے ایک بڑا خزانہ اپنے کھیت میں چُھپا کر رکھا ہے۔ تم میں سے جو بھی اس خزانہ کو کھوج نکالے گا، وہ خزانہ اور یہ ساری کھیتی اس کی ہو گی۔

خزانے کا نام سن کر چاروں کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ ہر ایک اپنے اپنے من میں سوچنے لگا۔ اگر خزانہ مل گیا تو میں امیر بن جاؤں گا۔ بس یہ سوچ کر چاروں بھائیوں نے کھیت کی زمین کو کھودنا شروع کیا۔ اس کھودنے میں اوپر کی مٹی نیچے اور نیچے کی مٹی اوپر ہو گئی۔ کنکر پتھر ہٹ گئے۔ گھاس پھوس صاف مگر خزانہ کسی کو بھی نہیں ملا۔ جب تھک گئے تو انھوں نے سوچا۔ زمین کھودنے میں اتنی محنت کی ہے تو چلو اس سے فائدہ اٹھائیں اور بیج بوئیں۔ یہ خیال کے آتے ہی انھوں نے پھر ہل چلا کر بیج بویا۔ نہر سے پانی دیا اس طرح کئی مہینے کی محنت کے بعد ان کی کھیتی لہلہانے لگی۔ اناج کی سنہری بالیاں دھوپ میں چمکنے لگیں۔ کھیتی کی یہ چمک دمک دیکھ کر سب کا من خوش ہوا۔ اب انھوں نے خوشی خوشی فصل کی کٹائی کی۔ کٹائی کرنے کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اس بار پہلے سے زیادہ اناج پیدا ہوا۔ چاروں بھائیوں نے مل کر بازار میں اناج بیچا تو دام بھی دُگنے ملے۔ اب تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ وہ روپیوں کی تھیلی لے کر باپ کے پاس گئے اور کہا: ابّا جان! ہم نے خزانہ پا لیا۔

بوڑھا باپ بہت خوش ہوا اور بولا: میرے لاڈلو! یہ خزانہ تمھاری محنت میں چُھپا ہوا ہے جتنی زیادہ محنت کرو گے اتنا ہی زیادہ ملے گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے چاروں بیٹوں کو گلے سے لگایا اور خوب پیار کیا۔

انور احمد خالد احمد۔ جونی مچھلی مارکیٹ بھیونڈی۔ مہاراشٹر

کہانی شہزادہ سلیم کی

بہت پرانے زمانے کی بات ہے۔ ایک ملک پر ایک بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا۔ وہ بڑا بے رحم تھا۔ اسی ملک میں ایک گڈریا اور اس کی بیوی بھی رہتے تھے۔ ان کی شادی کو تقریباً چھے سات سال ہو چکے تھے مگر ان کے یہاں ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کی بیوی اداس رہا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ وہ ندی کے کنارے بیٹھی ہوئی تھی کہ اُدھر سے ایک پری کا گزر ہوا، اس نے جو گڈریے کی بیوی کو اُداس دیکھا تو پوچھا کہ تم اتنی اُداس کیوں ہو؟ تو گڈریے کی بیوی نے پری سے سارا حال کہہ سنایا۔ پری نے کہا دور پہاڑیوں میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ اگر تم ان سے کہو کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد سے نوازے تو ان کی دعا ضرور قبول ہوگی اور تمھارے اولاد ہو جائے گی گڈریے کی بیوی نے اس سے کہا لیکن میں اتنی دور کیسے جا سکوں گی تو پری نے کہا تم اس کی فکر مت کرو میں تمھیں وہاں لے کر چلوں گی بس تم اپنے شوہر سے اجازت لے لو۔ جب گڈریا گھر آیا تو اس کی بیوی نے اسے پوری بات بتائی۔ اور گڈریے نے اُسے اجازت دے دی۔ دوسرے روز پری حسب وعدہ وہاں پہنچ گئی۔ اور گڈریے کی بیوی سے آنکھیں بند کرنے کو کہا تھوڑی ہی دیر میں وہ اور پری بزرگ بابا کے پاس پہنچ گئے۔ بزرگ بابا نماز سے ابھی ابھی فارغ ہوئے تھے گڈریے کی بیوی اور پری نے انھیں سلام کیا اور بابا نے بڑی شفقت سے جواب دیا اور ان کے آنے کا مقصد پوچھا تو پری نے ساری بات بابا سے کہی اور بابا نے کہا کہ اچھا میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ تھوڑے دنوں کے بعد گڈریے کے یہاں ایک خوب صورت سا لڑکا پیدا ہوا اس لیے انھوں نے اس کا نام شہزادہ سلیم رکھا، کیونکہ وہ شہزادہ سلیم کی طرح تھا۔ پری نے اس کو ایک خوبصورت سا لباس دیا۔ جیسے جیسے شہزادہ سلیم بڑھتا گیا وہ لباس بھی بڑھتا گیا۔ ایک مرتبہ سلیم باہر کھیل رہا تھا کہ اُدھر سے بادشاہ کا گزر ہوا جو ادھر شکار کھیلنے آیا تھا اس کی نظر جب سلیم پر پڑی تو وہ حیران ہو گیا۔ وہ سمجھا کہ یہ کوئی شہزادہ ہے اور گڈریا اسے چرا کر لایا ہے اس نے گڈریا اور اس کی بیوی کو جیل میں بند کر دیا اور سلیم کو لے کر اپنے محل میں آگیا اس کا بڑا استقبال ہوا اسے اچھے اچھے کھانے کو اور سونے کے لیے نرم و گداز بستر ملنے لگے تو وہ اپنے ماں باپ کو بھلا بیٹھا۔

اب شہزادہ بڑا ہو گیا۔ ایک مرتبہ وہ باہر گھوڑ سواری کر رہا تھا کہ اس پری کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے شہزادہ سلیم کو پہچان لیا اور اس کے ماں باپ کی خیریت دریافت کرنے لگی تو اچانک ہی شہزادہ کو ماں باپ کا دھیان آیا تو اس کی آنکھیں بھر آئیں

تو اس نے پری سے سب کچھ کہہ دیا۔ پری نے سلیم سے کہا کہ مجھے تم سے یہ امید نہ تھی۔ اس نے سلیم کو ایک تلوار دی اور کہا جاؤ ابھی اپنے ماں باپ کو جیل سے چھڑا لاؤ، میں یہاں پر تمہارا انتظار کروں گی۔ سلیم محل میں واپس آیا تو محل کو رنگین قمقموں سے سجایا جا رہا تھا۔ اسے بہت حیرانی ہوئی اس نے بادشاہ سے اپنے ماں باپ کے بارے میں پوچھا تو بادشاہ نے کہا تمہارے ماں باپ مر گئے ہیں۔ جب سلیم نے یہ بات سنی تو وہ غصے سے پاگل ہو گیا اور اس نے بادشاہ کو مارنے کے لیے تلوار اٹھائی۔ بتاؤ جلدی سے میرے ماں باپ کس جیل میں ہیں نہیں تو میں تمھیں مار ڈالوں گا۔ تب بادشاہ نے ایک شرط رکھی کہ سلیم اگر اس کی بیٹی سے شادی کر لے تو وہ اس کے ماں باپ کو آزاد کر دے گا۔ سلیم نے وہ شرط فوراً مان لی اور اپنے ماں باپ کو چھڑا لایا۔ اور ان سے معافی مانگنے لگا۔ جب بادشاہ نے وہی بات ان دونوں کے سامنے کہی کہ میں اپنی بیٹی کی شادی تمہارے بیٹے سے کرنا چاہتا ہوں وہ دونوں بھی جلد ہی راضی ہو گئے مگر انھوں نے بھی ایک شرط رکھی، بادشاہ نے پوچھا وہ کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم اپنے بیٹے کی بارات اپنے گھر سے لائیں گے تو بادشاہ فوراً تیار ہو گیا۔ اور انھیں جانے کی اجازت دے دی۔ جب شہزادہ سلیم اپنے ماں باپ کو وہاں لے کر پہنچا تو وہاں پری نے ایک خوبصورت محل تیار کر رکھا تھا اور پھر سلیم کی شادی بڑے دھوم دھام سے ہو گئی۔ اس طرح سے شہزادہ سلیم سچ مچ شہزادہ بن گیا اور سب ہی ہنسی خوشی رہنے لگے۔

مہر افشاں انجم انصاری۔ بالاپور۔ اکولہ

خط اللہ میاں کے نام

ایک لڑکا تھا۔ لڑکے کی پیدائش سے ایک ماہ قبل اس کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ والدہ زندہ تھیں۔ غریبی تھی جس کی وجہ سے کپڑے اور کتاب کاپیوں کا انتظام اچھی طرح نہیں ہو پا رہا تھا۔ جب لڑکا کچھ بڑا ہو گیا تو اس نے اپنی ماں سے پوچھا۔ امی جان تمام لڑکوں کے والد ہیں اور میرے والد نہیں ہیں آخر کیا وجہ ہے۔ یہ سن کر والدہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر والدہ نے بتایا کہ دیکھو بیٹے جب تم بہت چھوٹے تھے تبھی تمہارے والد اس عالمِ فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ امی جان جب والد میاں رخصت ہو چکے ہیں تو ہم لوگوں کا بوجھ کون اٹھائے گا۔

ماں نے جواب دیا۔ دیکھو بیٹے ہمیں اور تمھیں غرض ساری دنیا کو اللہ تعالیٰ ہی نے تو پیدا کیا ہے اس لیے وہی ہم لوگوں کا بوجھ اٹھائے گا۔ وہی رزق دے گا۔ صبر کرو بیٹے صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ تمھیں ضرور دے گا

جب لڑکے نے ماں کی بات سنی تو وہ سوچنے لگا کہ جب اللہ میاں ہم کو سب کچھ دیتے ہیں تو کیوں نہ خط لکھ کر تمام چیزیں منگا لوں۔ پس لڑکے نے خط لکھنا

شروع کر دیا۔

جناب اللہ میاں

السلام علیکم

"عرض ہے کہ میرے پاس نہ تو کپڑے ہیں اور نہ ہی کتاب، کاپی، قلم اور دوات ہے۔ لہٰذا یہ خط پاتے ہی یہ تمام چیزیں روانہ کر دیں:

یہ لکھنے کے بعد لڑکے نے اپنے ہی ہاتھ سے لفافہ بنایا اور اس میں خط ڈال دیا اور پتا لکھنے کے بعد ڈاک خانہ پہنچا لیکن چونکہ ابھی بچہ تھا قد چھوٹا تھا اور لیٹر بکس اونچا پڑتا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے ہاتھوں کو نہیں پہنچا پا رہا تھا۔

اتنے میں ایک بزرگ آئے انھوں نے پوچھا کیا ہے، بیٹا کیا کر رہے ہو۔

لڑکے نے کہا ذرا میرا خط لیٹر بکس میں ڈال دیجیے بہت مہربانی ہوگی یہ کہتے ہوئے اس بچے نے خط ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ان بزرگ نے پتے کو دیکھا تو اس پتے میں اللہ میاں کا نام تھا، وہ بزرگ سمجھ گئے۔ بولے جاؤ بیٹے جاؤ تمھارا خط میں ڈال دوں گا۔ جب وہ لڑکا چلا گیا تو اس کے بعد انھوں نے لفافہ چاک کیا اور خط نکال کر پڑھنے لگے تو دیکھا کہ اس میں ایسی ایسی باتیں لکھی ہوتی تھیں کہ وہ پڑھ کر مسکرانے لگے۔ اور دوسرے دن انھوں نے تمام سامان خرید کر ہاتھ میں لیے ہوئے ان کے گھر پہنچے لڑکا گھر کے باہر آنگن میں کھیل رہا تھا۔ انھوں نے آواز دی۔ دیکھو بیٹے تم نے جو اللہ میاں کے پاس خط لکھا تھا۔ انھوں نے تمھارے لیے کتنے اچھے اچھے سامان بھیج دیے ہیں۔ وہ تمام سامان پا کر لڑکا بہت خوش ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

افشاں پروین - نیا سرائے
رانچی۔ بہار

بیل کا دودھ

ایک مرتبہ بیرم خاں نے ایک معالج کے بارے میں بادشاہ کو بتایا تھا کہ ہمارے شہر میں جو ایک بہت ہی قابل معالج ہے۔ وہ غریبوں سے بھی پیسا لیا کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سب اس کے پاس جانا گوارا نہیں کرتے اور موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔ بادشاہ نے اس کو غریبوں سے پیسا لینے کے لیے منع کر دیا تھا۔ معالج نے موقع کو غنیمت جانا اور بیرم خاں سے بدلہ لینے کے لیے اور اسے خواہ مخواہ پریشان کرنے کے لیے یہ منصوبہ بنایا۔"

کچھ دن کے بعد شہنشاہ اکبر کے شکم میں بہت درد تھا۔ لہٰذا اُس نے ایک قابل معالج کو بلوایا۔ اُس نے معائنہ کرنے کے بعد کہا۔

"میرے پاس ایک بہت ہی اچھا نسخہ ہے۔ جس سے پیٹ کا درد فوراً دور ہو جائے گا۔ لیکن اس میں بیل کا دودھ ملانا ہوگا۔"

بادشاہ: (حیرت سے): میں سمجھتا ہوں یہ غلط نہیں ہے لیکن بیل کا دودھ پانا کس طرح ممکن ہوگا۔

معالج: مورتِ اعلا آپ بجا فرما رہے

ہیں۔ آپ بیرم خاں سے کہیے وہ بہت ہوشیار ہیں۔ وہ ناممکن کام کو ممکن کر سکتے ہیں۔

جب معالج چلا گیا تب بادشاہ نے بیرم خاں کو بلایا اور اس کو بیل کا دودھ لانے کو کہا۔ بیرم خاں نے اپنی ذہانت و عقلمندی سے سمجھ لیا کہ معالج اُسے خواہ مخواہ پریشان کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

بیرم خاں: حضور اعلا! لیکن ایک بیل دودھ دے یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔

بادشاہ (غصہ میں): میں کچھ نہیں جانتا! معالج نے کہا ہے، میں صرف بیل کے دودھ سے اچھا ہو سکتا ہوں۔

بیرم خان جانتا تھا کہ جتنا کہا جائیگا بادشاہ اتنا ہی زیادہ غصہ ہوگا۔ اس نے بادشاہ کو آداب کیا اور چلا گیا۔ گھر پہنچ کر کھانا کھایا اور پھر سوچنے لگا کہ بیل کا دودھ کس طرح حاصل کیا جائے۔ اس کی بیٹی یہ سب دیکھ رہی تھی۔

بیٹی:۔ ابا! کیا بات ہے؟ آج آپ بہت پریشان نظر آرہے ہیں۔

باپ: کچھ نہیں۔

لیکن اس کی بیٹی بار بار یہی سوال دہراتی رہی۔ وہ پہلے ہی سے پریشان تھا۔ اس کی بیٹی اُسے اور پریشان کر رہی تھی۔ آخر کار اُس نے سارا قصہ سنا دیا اور کہا "اگر میں یہ کام نہ کر سکا تو موت یقینی ہے۔

لڑکی:۔ ابا صرف اتنی سی بات ہے۔ اس کے لیے آپ پریشان مت ہوئیے۔ یہ کام کر کے میں دکھاؤں گی۔

" جب رات ہو گئی اس کی لڑکی نے کچھ گندے کپڑے اکٹھا کیے۔ جمنا ندی کے کنارے اور ٹھیک بادشاہ کی خواب گاہ کی کھڑکی کے نیچے بیٹھ گئی۔ جب آدھی رات میں، سب لوگ گہری نیند سے سو رہے تھے۔ اس نے وہ کپڑے صاف کرنے شروع کیے۔ پہلے اس نے کپڑے ندی میں بھگوئے اور پھر کپڑے نکال کر ایک وزنی لکڑی سے کوٹنے شروع کیے۔

لکڑی کی تھڈ، تھڈ کی آواز سے بادشاہ اُٹھ گیا اور بہت غصہ ہوا۔ بادشاہ نے ایک سپاہی کو بھیجا۔ سپاہی نے کپڑے صاف کرتی ہوئی ایک لڑکی کو پکڑ لیا۔

سپاہی: (اونچی آواز میں):۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟

لڑکی:۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں؟ میں کپڑے صاف کر رہی ہوں۔

سپاہی:۔ یہ کپڑا صاف کرنے کا وقت ہے، تم کون ہو۔

" میں ایک لڑکی ہوں۔"

"کس کی بیٹی ہے؟"

اپنے باپ کی" لڑکی نے جواب دیا!

"تمھارا باپ کون ہے؟"

" ہماری ماں کا شوہر"

"اے لڑکی زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کر" سپاہی نے کہا۔ تم میرے ساتھ بادشاہ کے مقابل چل۔

سپاہی نے بادشاہ کو بتایا کہ "یہ ایک گستاخ لڑکی ہے"

بادشاہ (غصہ کی حالت میں): تم کون ہو؟ کیوں ہماری کھڑکی کے نیچے کپڑے صاف

کر رہی ہو؟

لڑکی: حضورِ اعلیٰ دراصل بات یہ ہے کہ آج سہ پہر کو والد نے ایک لڑکی کو جنم دیا ہے۔ میں شام میں یہ کپڑا صاف نہیں کر سکی تھی اس لیے میں رات کو صاف کر رہی ہوں:

بادشاہ (طیش میں آکر) احمق لڑکی، تم مجھے احمق بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایک آدمی (مرد) لڑکے کو جنم دے" یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟

لڑکی:۔ بہت خوب" آپ کا شاہانہ جاہ و جلال

"ایک بیل دودھ دے" یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟۔

بادشاہ لڑکی کا مقصد سمجھ گیا۔ مسکرایا اور لڑکی سے کہا:

"کیا تم بیرم خان کی بیٹی ہو؟

لڑکی: حضورِ اعلیٰ آپ بجا فرما رہے ہیں۔ میں انھیں کی بیٹی ہوں۔ بادشاہ اس لڑکی کی چالاکی اور ہمت سے بہت متاثر ہوا اور کہا "بہت خوب! تم جاؤ اور اپنے باپ سے کہو کہ اکبر کو "بیل کا دودھ" مل گیا ہے:

لڑکی:۔ جہاں پناہ! لیکن وہ مجھ پر کس طرح یقین کریں گے۔

بادشاہ:۔ میں لکھ کر دوں گا۔

شہنشاہ اکبر نے کاغذ کا ایک ٹکڑا لیا اور اس میں لکھا۔

"تمھاری بیٹی کے ذریعہ مجھے" بیل کا دودھ" مل گیا ہے۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم چلے آؤ۔"

اس کے بعد اس نے اپنا دستخط کیا اور لڑکی کو دیا۔ لڑکی بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور اس کاغذ کے ٹکڑے کو لے کر گھر واپس ہو گئی۔ جب لڑکی نے اپنے باپ کو پورا قصّہ سنا دیا۔ اور کاغذ کا ٹکڑا جس پر بادشاہ نے دستخط کیے تھے اسے دے دیا تب بیرم خان ہنسا کہ موت سے بچ گیا۔

"بیرم خاں یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی بیٹی اس قدر ہوشیار ہے"

محمد شاکر حسین کوثر۔ رضا ٹیلرس، راجگانگپور ضلع سندرگڑھ اڑیسہ



بے رحم کسان

بہت دنوں کی بات ہے کسی گاؤں میں ایک زمیندار تھا وہ بہت بے رحم تھا۔ گاؤں کے لوگ اُس سے بہت پریشان تھے مگر کرتے کیا اگر کوئی ذراسی آواز نکالتا تو کہتا اسے گاؤں میں رہنا نہیں ہے اسی وقت اُسے گاؤں سے نکال دیتا۔ اس لیے گاؤں والے بہت صبر کرتے اور اسی طرح زندگی گزارتے تھے۔ زمیندار کے دو بیٹے تھے شاہد اور ماجد شاہد دو سال کا بڑا تھا اور ماجد چھوٹا یہ دونوں لڑکے اپنے باپ سے بہت پریشان تھے۔ ماں تو پہلے ہی سے وفات پا گئی تھی صرف ایک سوتیلی ماں تھی وہ بھی ان بچوں کو بہت ستاتی اُن پر ظلم ڈھاتی اُن کو صبح

سے کھانا نہیں دیتی دونوں جب بڑے ہوتے تو دونوں نے یہ پختہ فیصلہ کرلیا کہ آج ہم رات کو گھر سے نکل جائیں گے جب شام ہوئی تو دونوں نے رات کا کھانا کھایا۔ تو اُن کا باپ اپنے بیٹوں کو بلا کر بہت تڑک کر بولا کھانا تو گدھے کی طرح کھاتے ہو، اور کام کچھ بھی نہیں، میرا پیر دباؤ آج میں تھک گیا ہوں۔ دونوں لڑکے اپنے باپ کے پیر دبانے میں لگے۔ زمیندار سو گیا تو دونوں بھائی گھر سے نکل کھڑے ہوگئے اور اندھیرے میں گرتے پڑتے بہت دور نکل گئے۔ جب صبح ہوئی تو دونوں بھائی ایک چشمے کے پاس گئے اور انھوں نے وہاں غسل کیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر دونوں نے سوچا کہ ہمیں کچھ کام کرنا چاہیے مگر یہ کچھ کام جانتے نہیں تھے۔ انھوں نے ایک دن کسی کو ٹوکری میں مٹی ڈھوتے ہوئے دیکھا تو دونوں بھائیوں نے یہ فیصلہ کرلیا۔ کہ ہم یہ کام کریں گے پس دونوں نے کام کرنا شروع کردیا کچھ عرصہ گزرا کہ اُن کا باپ ڈھونڈتا پھرتا ان کے پاس پہنچ گیا جب دونوں بھائی نے اپنے باپ کو دیکھا تو وہ بہت ضعیف ہوچکا تھا جب دونوں بیٹوں کو بوڑھا باپ دیکھا تو وہ اپنے بیٹوں سے لپٹ گیا اور ان کو پیار سے اپنے گھر لایا اور اپنی دولت اور کھیت اپنے بیٹوں کے نام کردیا اس کے ایک ماہ کے بعد ان کی سوتیلی ماں مر گئی اور یہ دونوں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔

مشتاق احمد۔ سلفی سوسائٹی ہال روڈ۔ کراچی۔

محمود غزنوی

شہر غزنی افغانستان میں واقع ہے۔ یہاں ترکوں کی حکومت تھی۔ ترک بادشاہ سبکتگین اس سلطنت کا بادشاہ تھا۔ اس نے دریائے سندھ تک کا علاقہ فتح کرلیا تھا۔ پشاور میں اس نے فوج رکھی تھی اور درۂ خیبر پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس طرح ہندستان کا شمال مغربی راستہ بیرونی حملہ آوروں کے لیے کھل گیا تھا۔ سبکتگین کے بعد اس کا بیٹا محمود سلطنت غزنی کا مالک بنا۔ وہ بہادر، بلند ہمت، اور دولت کا لالچی تھا۔ اس نے ہندستان کی شان و شوکت کی بڑی شہرت سنی تھی۔ محمود غزنوی نے اعلا قسم کے مال سے لدے ہوئے اونٹوں کو ہندستان سے غزنی ہوتے ہوئے بیرونی ملکوں کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ انھیں دیکھ کر محمود غزنوی کے دل میں لالچ نے زور پکڑا۔ اس نے ہندستان پر حملہ کر کے دولت حاصل کرنے کا ارادہ کیا

۱۰۰۱ سے ۱۰۲۵ء تک محمود غزنوی نے ہندستان پر سترہ بار حملے کیے۔ پہلے حملے میں اس نے پنجاب کے راجا جے پال کو شکست دی۔ اور علاقہ سندھ کا کچھ حصہ اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔

راجا جے پال بہت خود دار تھا اسے اس شکست سے بہت دُکھ پہنچا۔ اپنے بیٹے انند پال کو تخت تاج سونپ کر اس نے جلتی چتا میں کود کر خودکشی کرلی۔

محمود غزنوی نے اننگ پال پر بھی حملہ کیا اور اسے شکست دی۔ اور اس کا کچھ اور علاقہ فتح کر لیا۔ اننگ پال اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ خاموش نہیں بیٹھا۔ پہلی لڑائی میں ہزاروں لوگ مارے گئے تھے۔ اس لیے اننگ پال غصّہ میں تھا۔ اس نے اپنی حکومت کی حفاظت کے خاطر تمام راجپوت راجاؤں کو متحد کیا۔ اس بات کی خبر ملتے ہی محمود غزنوی نے پنجاب پر حملہ کر دیا۔ اننگ پال نے بڑی بھاری فوج اکٹھا کی تھی۔ محمود غزنوی کا مقابلہ کرنے کے لیے تمام راجاؤں نے اپنی پوری قوّت لگا دی۔ اننگ پال اور محمود غزنوی کی فوج میں گھمسان کی لڑائی ہوئی ممکن تھا کہ لڑائی میں محمود غزنوی کی شکست ہو جائے۔ لیکن اس کے فوج کے دیکھتے ہوئے تیروں سے اننگ پال کا ہاتھی زخمی ہو گیا۔ اور وہ میدانِ جنگ میں دیوانوں کی طرح دوڑنے لگا۔ جسے دیکھ کر اننگ پال کی فوج کو گمان ہوا کہ ان کا راجا پیچھے ہٹ رہا ہے۔ ان کی ہمت پست ہو گئی اور وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ اس کا فائدہ محمود غزنوی نے اٹھایا۔ اس نے اننگ پال کی فوج پر زور دار حملہ کیا۔ اور اننگ پال کو شکستِ فاش دی۔ اس نے بہت دولت لوٹی اور بہت سے ہاتھی لے کر غزنی واپس چلا گیا۔ پنجاب کا بہت سا علاقہ اس کی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ اس کے بعد محمود غزنوی نے کئی حملے کیے اور بے حساب دولت حاصل کی ۱۰۲۵ء میں اس نے آخری حملہ سومناتھ پر کیا۔ اس نے سومناتھ کے شاندار مندر کو برباد کر ڈالا اور مندر کے ان گنت ہیرے جواہرات اور دولت لے کر چلا گیا۔ اپنے ساتھ یہاں کے کاریگروں اور معماروں کو بھی لے گیا اور وہاں خوبصورت عمارتیں تعمیر کرائیں۔

محمود غزنوی نے عالموں، شاعروں، صنّاعوں اور فنکاروں کی سرپرستی کی مشہور شاعر فردوسی اس کے دربار میں تھا۔

محمود غزنوی علم دوست اور فنونِ لطیفہ کا سرپرست تھا لیکن وہ دولت کا لالچی تھا۔ زندگی کے آخری لمحوں میں اس نے اپنی دولت کا انبار اپنے سامنے لگوایا۔ اور اسے دیکھتے ہوئے آخری سانس لی۔

سعید الرحمان۔ آگرہ روڈ، کرلا، بمبئی



عبادت کا پھل

کسی گانوٗ میں ایک مولوی صاحب واعظ دیا کرتے تھے لیکن ان کی باتوں پر کوئی عمل نہ کرتا تھا اتفاق سے اسی گانو میں باہر سے ایک بزرگ آئے تو انھوں نے جب یہ دیکھا کہ اس گانوٗ میں ایک صاحب ہمیشہ واعظ تو اچھا دیتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص اُن کی باتوں پر دھیان نہیں دیتا انھوں نے دل میں سوچا ضرور دال میں کچھ کالا ہے، لہٰذا انھوں نے صحیح حالات دریافت کرنے کا فیصلہ کیا۔

ایک روز جب مولوی صاحب ہمیشہ کی طرح واعظ دے رہے تھے کہ بزرگ ان کے گھر آئے۔ گھر میں مولوی صاحب کی بیگم تھیں۔ بزرگ نے حال دریافت کیا کہ تیرے شوہر کی باتوں پر کوئی عمل کیوں نہیں کرتا، اس کا جواب بیوی نے پہلے تو دینا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن جب بزرگ نے دوبارہ اصرار کیا تو ان کی بیوی نے بتایا کہ میرے شوہر صوم وصلوۃ کے پابند ہیں۔ لیکن ان میں ایک برائی ہے کہ وہ روزانہ رات کو سونے سے پہلے شراب پیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ یہ سن کر بزرگ صاحب نے اُن کو ایک ترکیب بتائی اور چلے گئے۔

اس رات مولوی صاحب نے شراب کی بوتل ہاتھ میں لی اور کہا اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اللہ بڑا حساب لینے والا ہے۔ بیوی کا یہ جملہ سن کر مولوی صاحب کانپتے ہوئے اٹھے اور کہا بیگم صاحبہ تمھیں یہ جملہ کس نے بتایا۔ تب بیوی نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔

جب لوگوں کو یہ پتا چلا کہ مولوی صاحب نے شراب چھوڑ دی ہے تو دوسرے ہی دن سے لوگ جوق در جوق اُن کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

محمد سلیم گرڈکری۔ بمبئی

استاد کی غیر حاضری میں کلاس کا منظر

استاد کی غیر حاضری تو ہماری کلاس کے لیے عید کی سی خوشی سمجھیے آج جیسے ہی ہم سب کو خبر ملی کہ استاد آج رخصت پر ہیں بس پھر کیا تھا۔ کلاس سبزی مارکیٹ یا مچھلی مارکیٹ بن گئی۔ شور ہنگامہ چیخ و پکار شروع ہوگئی۔ مریم اور فاطمہ تو کلاس کے باہر آتنی آزادی کے ساتھ گھوم رہی ہیں۔ جیسے کوئی پبلک پارک میں بھی نہیں گھومتا۔ ارے دیکھو سعدیہ نے تو حد ہی کردی۔ دوسری لڑکیوں کو چاک سے مار رہی ہے۔ اوہ ہو ذرا ادھر تو دیکھو سمیر اور عدنان اور جاوید میں تو باقاعدہ کشتی ہونے لگی۔ کئی لڑکیوں نے تو اپنی کرسیاں ملاکر باتیں کرنی شروع کردیں۔ بچاری ارم اور فرحت پڑھنا چاہتی ہیں لیکن روما انھیں پریشان کر رہی ہے لیکن یہ کیا دیکھو ارم نے غصّہ میں آکر روما کی چوٹیاں اتنی زور سے کھینچی کہ روما کا سر چکرا گیا۔ پھر کیا تھا روما کو بھی غصّہ آگیا۔ اس نے غصّہ میں ارم کا بیگ کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ اب ارم کیا کرے؟ اپنی شکایت کس سے کرے؟ وہ روتے روتے کلاس مانیٹر کے پاس گئی مگر اس نے تو اسے اتنی زور سے ڈانٹا۔ ”میں کیا کرسکتی ہوں مجھ سے کیوں شکایت کرتی ہو؟“ ارم نے غصّہ میں آکر ان دونوں کو خوب کوسا اور کہا کہ میں جانتی ہوں کہ تم اس کا ہی ساتھ دوگی اس کی دوست جو ٹھہری اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ میں پرنسپل صاحب سے شکایت کردوں اور وہ پرنسپل کے پاس گئی اور کچھ بڑھا چڑھا کر کلاس کا حال تبلایا اور مانیٹر کی خوب شکایت کی جب پرنسپل کو اطلاع ملی کہ کلاس میں اس قدر ہنگامہ ہو رہا ہے تو وہ غصّہ کی حالت میں

کلاس میں داخل ہوئے۔ لڑکے لڑکیوں نے جب پرنسپل صاحب کو دیکھا تو ایسے شریف بن کر بیٹھ گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ کلاس مانیٹر بہت ڈری سہمی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ پرنسپل صاحب کو کیسے معلوم ہو گیا۔ ان کا آفس تو کلاس سے بہت فاصلہ پر ہے۔ پرنسپل صاحب نے مانیٹر کو بہت ڈانٹا اور کہا کہ "میں ابھی دوسرے استاد کو بھیجتا ہوں" اتنا کہہ کر پرنسپل صاحب چلے گئے اور پوری کلاس پر موت کی سی خاموشی چھا گئی۔

زہرا انصاری۔ سرسید روڈ
دودھ پور۔ علی گڑھ۔ یو پی

رسول اللہؐ کی وفات پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آپؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے کچھ اشعار کہے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے کہ:

"ا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ہمارے لیے نرم (اور ہماری امیدوں کا سرچشمہ) تھے اور آپ ہم لوگوں کے لیے بھلے تھے۔ اور سختی کرنے والے نہیں تھے۔

۲ اے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم لوگوں کے لیے بھلے اور رحم کرنے والے اور مہربان تھے۔ جس جس کو رونا ہو آج کے دن آپؐ پر روئے۔

۳ میری عمر کی قسم! میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آنسو نہیں بہا رہی ہوں لیکن میں آپؐ کے بعد آنے والے فتنوں پر آنسو بہا رہی ہوں۔

۴ گویا کہ میرے دل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گم ہو جانے سے اور آپؐ کے بعد آپؐ کی محبت سے ایک داغ لگا دیا گیا ہے۔

۵ اے فاطمہؓ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے یثرب (مدینہ) کی اس قبر پر جس میں شام کو آپؐ نے پناہ پکڑی ہے۔ رحمتوں کی بوچھار کی ہے۔

۶ میں دیکھ رہی ہوں حسنؓ کو تم نے یتیم کر دیا ہے اور اس کو روتا ہوا چھوڑ دیا ہے اور آج وہ اپنے نانا جان کو پکار رہے ہیں جو دور چلے گئے ہیں۔

۷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری ماں (میرا ماموں) میری خالہ میرے چچا میرا مکان یہاں تک کہ میری جان بھی قربان ہو جاتے۔

۸ آپؐ نے مصائب پر صبر کیا اور انتہائی صداقت کے ساتھ رسالت کی تبلیغ کی اور آپؐ نے اس حال میں وفات پائی کہ ہر کجی کو صاف کر دیا اور دین کو روشن کر دیا۔

۹ پس کاش اگر رب العرش آپؐ کو ہمارے درمیان باقی رکھتا تو ہم کامیاب اور نیک بخت ہوتے لیکن اللہ پاک کا امر نافذ ہو کر رہا۔

۱۰ آپؐ پر اللہ کی جانب سے تحیۃ وسلام ہو آپؐ جناتِ عدن میں راضی ہو کر داخل ہو گئے۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں آپؐ کی محبت سے سرشار کرے)
(آمین)

محمد شفیق راشد۔ کالی مسجد کوکن واڑی
اسٹیشن روڈ، اورنگ آباد۔ ایم۔ ایس

چند قدیم ادبا و شعرا

مولانا شبلی نعمانی: ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مولانا فاروق چریا کوٹی سے منطق، فلسفہ اور دیگر علوم کی تعلیم پائی۔ مولانا احمد علی سہارنپوری سے علم حدیث سیکھا۔ سترہ سال کی عمر میں درس نظامیہ ختم کر لیا۔ . . علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں پروفیسر ہو گئے۔ ۱۴ سال تک وہاں رہے۔ مشرق وسطیٰ کا سفر کیا۔ ۱۸۹۴ء میں شمس العلما کا خطاب ملا۔ الہ آباد یونی ورسٹی کے فیلو رہے سر سید کے انتقال کے بعد ۱۸۹۸ء میں علی گڑھ چھوڑ دیا۔ حیدر آباد سے وظیفہ ملنے لگا۔ وہاں تصنیف و تالیف کا کام کرنے لگے۔ پھر لکھنؤ آ گئے۔ دار العلوم ندوہ میں کام کرنے لگے۔ آخر عمر میں اپنی تصنیف سیرۃ النبیؐ مرتب کرنا شروع کی لیکن اس کی تکمیل سے پہلے انتقال ہو گیا۔ مولانا شبلی نعمانی انگریزی اور فرانسیسی بھی جانتے تھے۔

عبد الحلیم شرر: ۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئے ان کے والد طفیل حسین سید تھے۔ انھوں نے بھی طب پڑھی۔ مگر پیشہ نہیں بنایا۔ صحافت کا شوق تھا اودھ میں اخبار کے نامہ نگار رہے۔ ۱۹ سال کی عمر میں مولانا عبد الحی فرنگی محلی سے عربی پڑھنا شروع کی۔ دہلی آکر مولانا نذیر حسین سے حدیث پڑھی ۱۸۸۵ء میں منشی نول کشور نے اودھ اخبار کے اسٹاف میں شامل کر لیا۔ اسی زمانے میں ناول لکھنے لگے۔ پہلا ناول دلچسپ تھا۔ لکھنؤ سے ماہ نامہ " دل گداز " نکالا۔ ۱۸۹۸ء میں حیدر آباد میں ملازمت کر لی۔ نواب وقار الملک کے صاحبزادے کے اتالیق بنا کر ولایت بھیج دیے گئے۔ وہاں رہ کر فرانسیسی سیکھی ۱۹۰۰ء میں واپس آکر لکھنؤ چلے گئے۔ ۱۹۰۱ء میں پھر حیدر آباد آ گئے۔ ۱۹۰۴ میں واپس آ گئے۔ " دل گداز " اور " مہذب " نامی رسالے نکالے ۱۹۲۶ء میں انتقال ہوا۔

سر سید احمد خان: ۔ نام سید احمد، وطن دہلی۔ ولادت ۱۸۱۷ء ان کے والد میر تقی تھے۔ والدہ عزیز النسا بیگم ۱۸۳۷ء میں عہدہ سررشتہ دار ملازم ہوئے۔ ۱۸۳۹ء میں نائب میر منشی ہوئے۔ ۱۸۴۶ء سے ۱۸۵۴ء تک دلی کے صدر امین رہے ۱۸۶۹ء میں اپنے بیٹے سید محمود کے ساتھ انگلینڈ گئے سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمد کا معقول جواب لکھا۔ ولایت کے آکسفورڈ کالج کے طرز کا کالج کھولنے کا خیال پیدا ہوا۔ ولایت میں سی ایس آئی کا خطاب ملا۔ ۱۸۷۵ء میں واپس آکر رسالہ " تہذیب الاخلاق " نکالا۔ اور آپ نے متعدد کتابیں بھی لکھیں۔

منشی پریم چند: ۔ یو پی کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔ ٹیچر ہو گئے بچپن سے افسانہ نگاری اور ناول نویسی کا شوق تھا۔ " سوز وطن " انگریزی راج کے خلاف ایک کتاب لکھی۔ نوکری جاتی رہی۔ ملک کی آزادی کے حامی تھے۔ ان کے افسانے اور ناول آج بھی ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ اردو ہندی دونوں کے طرف دار تھے۔ رسالہ جاری رکھا۔ گئو دان بہترین ناول ہے۔

مولانا حالی: ۔ وطن پانی پت، ولادت ۱۸۳۷ء نو سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ بڑے بھائی اور

بہن نے پرورش کی۔ ۱۷ سال کی عمر میں خلاف مرضی شادی کر دی گئی۔ ۱۸۵۴ء میں تحصیل علم کے لیے دہلی آئے۔ ۱۸۷۵ء میں پانی پت آ گئے۔ لاہور گورنمنٹ بک ڈپو میں ملازم ہو گئے۔ انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہونے والی کتابوں کی تصحیح کرنے لگے۔ چار سال بعد دہلی آئے سرسید سے ملاقات کی ۱۸۶۹ء میں مشہور نظم مسدس حالی لکھی ۱۸۷۷ء میں سرسید نے آسمان جاہ سے ملا دیا ۷۵ روپے وظیفہ ملنے لگا پھر بعد میں سو روپے ہو گئے ۱۹۰۴ء میں شمس العلما کا خطاب ملا ۱۹۱۴ء میں وفات پائی

رحمانی سلیم عبدالستار مالیگاؤں

ہمارا محبوب لیڈر

پنڈت جواہر لال نہرو

پنڈت جواہر لال نہرو ۱۴ر نومبر ۱۸۸۹ء میں الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام پنڈت موتی لال نہرو تھا۔ جو الٰہ آباد کے ایک مشہور وکیل تھے۔ آمدنی اچھی تھی، پیسے کی کوئی کمی نہ تھی اس لیے پنڈت نہرو کو اعلا تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ملے ہندستان میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ لندن گئے جہاں انھوں نے اعلا تعلیم پائی۔

پنڈت نہرو کے والد خود بھی بڑے ذہین شخص تھے۔ جواہر لال نہرو بھی بچپن سے ہی ذہین نظر آتے تھے گھر کی بہترین تربیت کی وجہ سے ان کے اندر رحمدلی، انسانی ہمدردی، دوسروں کے کام آنے کا جذبہ بہت پایا جاتا تھا ان کے والد سیاست سے دلچسپی رکھتے تھے

چنانچہ اعلا تعلیم حاصل کر کے جواہر لال ہندستان آئے تو انھوں نے بھی ہندستانی سیاست میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔ اس وقت سیاست کے صرف ایک ہی معنی ہوتے تھے یعنی ہندستان کو آزاد کرانا اور انگریزوں کے عمل دخل کو ختم کرنا۔ ان کے والد کانگریس پارٹی میں تھے اور جواہر لال نہرو بھی کانگریس پارٹی میں شریک ہوئے۔ جواہر لال نہرو کو ہندستان سے بڑی محبت تھی۔ انھوں نے تن من دھن سے ہندستان کی خدمت اور آزادی کی جنگ میں حصہ لیا۔ کانگریس پارٹی کے صدر بھی ہوئے۔ سارے ہندستان کا دورہ کر کے جنگ آزادی کے لیے لوگوں کو تیار کیا انھیں کئی دفعہ جیل جانا پڑا، مگر انھوں نے ہندستان کی آزادی کی جنگ کو ترک نہیں کیا۔

جب ہندستان ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہوا تو جواہر لال نہرو اس آزاد ملک کے سب سے پہلے وزیر اعظم چُنے گئے۔ اور زندگی کے آخری لمحہ تک اس ملک کے وزیر اعظم رہے ان کی وجہ سے ہندستان میں سائنس کی بڑی ترقی ہوئی۔ انھوں نے سیکولر اسٹیٹ یعنی غیر مذہبی حکومت قائم کی اس لیے کہ ہندستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ جواہر لال ناوابستہ تحریک کے روح رواں تھے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ عالمی سیاست میں جو بڑی طاقتیں ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ نہ رہ کر سب ملکوں سے دوستی اور اچھے تعلقات رکھنا چاہیے۔ جواہر لال کو بچوں سے بڑا پیار تھا اس لیے بچے انھیں "چاچا نہرو" کہا کرتے ہیں۔

محمد نظیر شاہ بمبئی ۹۔

رابرٹ بروس

اسکاٹ لینڈ اور برطانیہ دو
پڑوسی ملک ہیں۔ بہت عرصہ پہلے اسکاٹ
لینڈ میں رابرٹ بروس نام کا ایک بادشاہ
حکومت کرتا تھا۔ وہ بہادر عقل مند بادشاہ
تھا۔ اسے اپنے ملک سے بہت پیار تھا۔ ایک
دفعہ برطانیہ کے بادشاہ نے اسکاٹ لینڈ
پر حملہ کر دیا اسکاٹ لینڈ کے سپاہی
بڑی بہادری سے لڑے لیکن برطانیہ
کی بڑی فوج کے آگے ہار گئے۔ رابرٹ
بروس چند فوجیوں کے ساتھ جنگل میں
بھاگ گیا اور ایک غار میں زندگی بسر
کرنے لگا۔ اس نے اپنی حکومت دوبارہ
قائم کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ ایک
دن غار کے ایک حصے میں ایک مکڑی کو
دیکھا جو اپنے جال تک پہنچنے کی کوشش
کرتی پر تھوڑے فاصلہ پر ہی گر جاتی۔
اس طرح وہ پانچ دفعہ گری چھٹی دفعہ جال
تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ رابرٹ
بروس یہ دیکھ کر بولا کہ جب مکڑی جیسی
چیز نے حوصلہ نہیں ہارا میں پھر بھی انسان
ہوں۔ حوصلہ باقی رکھنا چاہیے۔ یہ سوچ
کر اس نے جنگ کی تیاری کی اور برطانیہ
سے پھر جنگ کی اسکاٹ لینڈ کی فوج کے حوصلے
دیکھ کر برطانوی فوج بھاگ
گئی رابرٹ بروس کو حکومت واپس مل گئی
سچ ہے حوصلہ بہت بڑی چیز ہے اسے
کھونا نہیں چاہیے۔ (انگریزی سے)

عبید الرحمٰن فاروقی دیوبند

خوش مغز بڑھیا

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک
بوڑھی عورت اپنے رشتہ داروں سے ملنے
گاؤں سے شہر جا رہی تھی۔ اس نے سونے
چاندی کے بہت سے زیورات پہن رکھے
تھے۔ راستہ میں دو ٹھگ ملے ٹھگوں
نے جب زیورات دیکھے تو ان کے منہ میں
پانی بھر آیا۔ انھوں نے بڑھیا سے پوچھا
اماں تم کہاں جا رہی ہو؟ بڑھیا بولی
میں شہر جا رہی ہوں۔ ٹھگوں نے کہا اماں ہم
بھی شہر جا رہے ہیں۔ کچھ دور چلنے کے بعد
ٹھگوں نے کہا" اماں ہمیں بھوک لگی ہے"
میرے پاس کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے بڑھیا
بولی۔ بھوک مجھے بھی لگی ہے اور میرے پاس
پیسے بھی نہیں ہے ایسا کرو کہ شہر نزدیک
ہے وہاں میں اپنے سونے کے دو کڑے فروخت
کر دوں گی اور پھر کھانا کھائیں گے۔ خوش
مغز بڑھیا ٹھگوں کی چال کو سمجھ چکی تھی۔
کچھ دیر کے بعد شہر آ گیا صراف کی دکان
کے پاس پہنچ کر ٹھگوں نے کہا۔ اماں چلو
اس دوکان پر کڑے فروخت کر دو۔ ٹھیک
ہے تم دونوں دکان کے باہر بیٹھو میں اس
کڑے کو فروخت کر کے آتی ہوں وہ صراف
کے پاس چلی گئی اور صراف سے کہا بھائی
میں دو غلام فروخت کرنا چاہتی ہوں
وہ سامنے بیٹھے ہوئے ہیں صراف نے
پانچ سو روپے میں سودا طے کر لیا پھر
اچانک اس نے صراف سے کہا میں
ان سے پوچھ لوں کہ ایک فروخت کروں یا

دونوں ٹھگوں نے سمجھا شاید کرٹوں کی بات ہورہی
ہے وہ فوراً بولے اماں دونوں کو فروخت
کردو۔ ایک رکھ کر کیا کرو گی؟ یہ سن کر
بڑھیا نے صراف سے غلام کا روپیہ لے
لیا اور پھر دونوں ٹھگوں سے بولی "بیٹا تم
لوگ یہیں بیٹھو میں کھانا لے کر آتی ہوں۔
ہم لوگ کھانا یہیں کھالیں گے پھر چلیں گے"
ٹھیک ہے اماں کھانا لے کر جلدی آؤ خوش
مغز بڑھیا دکان سے نیچے اتر کر چلتی بنی ادھر
دونوں ٹھگ مونچھوں کو تاؤ دے رہے تھے
اور اپنے خیال میں کھیر پکا رہے تھے اب
بڑھیا کھانا لے کر آئے گی اور ہم لوگ
مزے سے کھائیں گے۔

وہ سوچ ہی رہے تھے کہ صراف
نے ان دونوں کو اندر بلاکر دکان کی صفائی اور
دوسرے کام کرنے کا حکم دیا اب ٹھگوں کو
حقیقت کا علم ہوا اور بہت سٹپٹائے۔

پیارے بھائیو! دیکھ لیا آپ نے
لالچ کا انجام؟ سچ کہا ہے۔ لالچ بڑی
بلا ہے۔

مرسلہ: شاہد جمال خیرآبادی

کم عمر ٹیسٹ کرکٹروں کے ریکارڈ

ٹیسٹ کرکٹ کی ایک سو چودہ سالہ
تاریخ میں سب سے کم عمری میں اپنی زندگی
کا اولین ٹیسٹ میچ کھیلنے کا اعزاز پاکستانی
کھلاڑی مشتاق احمد کو حاصل ہے ۱۹۵۸ء
میں جب مشتاق محمد نے لاہور کے قذافی
اسٹیڈیم میں ہزاروں شائقین کے سامنے
ویسٹ انڈیز کے طوفانی اور برق رفتاری
بالروں کا بڑی دلیری سے سامنا کیا تو اس
وقت مشتاق محمد کی عمر صرف ۱۵ ر
سال تھی۔ مشتاق محمد اس ٹیسٹ میچ میں
۲۰ رن اسکور کرنے میں کامیاب ہوئے
اس کارنامے کو انجام دینے کے بعد مشتاق
محمد نے پھر کبھی پیچھے مڑکر نہیں دیکھا اس
کے دو سال بعد مشتاق محمد ایک اور عظیم
الشان کارنامہ کیا۔

۱۹۶۰ء میں مشتاق محمد نے دہلی کے
میدان میں ہندستانی نوجوانوں کے مقابلے
میں ۱۰۱ رن کی شاندار اننگ کھیلی تو وہ
ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے کم عمری میں
سنیچری بنانے والے کھلاڑی بن گئے اس
وقت مشتاق محمد کی عمر ۱۷ ربرس کی تھی۔

ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے کم عمری
میں ڈبل سنیچری اسکور کرنے کا اعزاز
بھی پاکستان ہی کے کھلاڑی کو حاصل
ہے ۱۹۷۶ء، ۱۹۷۷ء میں جاوید میاں
داد نے اپنی زندگی کا تیسرا ٹیسٹ میچ
کھیلتے ہوئے ۲۰۶ رن کی اننگ کھیلی
تو ان کی عمر صرف ۱۹ سال تھی۔ یاد رہے
یہ کارنامہ جاوید میاں داد نے نیوزی لینڈ
کے خلاف انجام دیا تھا۔ سب سے کم
عمری میں ٹرپل سنیچری بنانے کا اعزاز
ویسٹ انڈیز کے کھلاڑی سر گیری سو
برس کو حاصل ہے ۱۹۵۷ء، ۱۹۵۸ء میں
کنگسٹن کے مقام پر انھوں نے پاکستان
کے خلاف ۳۶۵ رن کی تاریخ ساز اننگ
کھیلی تو ان کی عمر صرف اکیس سال تھی

اور یہ سرگیری سوبرس کی ۳۶۵ رن کی
اننگ اب تک کی ٹیسٹ کرکٹ میں کھیلی
جانے والی سب سے لمبی اننگ ہے جسے
کوئی بھی کھلاڑی اب تک توڑنے میں
کامیاب نہیں ہوسکا ہے۔ گذشتہ ۳۳
برس سے یہ ریکارڈ کرکٹ کی ریکارڈ
بک میں سرگیری سوبرس کے نام محفوظ ہے

مرسلہ عتیق الرحمن شاہ بندری

علم کیا ہے

ایک دولت ہے۔ ایک چراغ ہے جو دل کو روشن کرتا ہے۔ یہ وہ دولت ہے جو کوئی چرا نہیں سکتا۔ ایک ایسا پھول ہے جو جتنا پرانا ہوتا ہے اتنی ہی خوشبو دیتا ہے ایک ایسی دولت ہے جس کے نہ ہونے پر انسان مفلس کہلاتا ہے جوانوں کے واسطے زینت اور بوڑھوں کے واسطے عصا ہے۔ وہ ظرف ہے جس سے انسان کو کبھی سیری نہیں ہوتی۔ اس کی قدر وقیمت سیم وزر سے زیادہ ہے۔ ایک مشعل ہے جس سے تاریکی دور ہوتی ہے۔ ایک ایسا خزانہ ہے جو خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور بچانے سے گھٹتا ہے۔ ایک ایسا دیا ہے جو زمانے کو راستہ دکھاتا ہے اور اسے ٹھوکر لگنے سے بچاتا ہے۔

مرسلہ: سجاد انصاری۔ ارریہ۔ بہار۔

کون جیتا؟

دو دوست تھے۔ دونوں کی دوستی گاؤں بھر میں مشہور تھی۔ اسی گاؤں میں ایک نُہار رہتا تھا۔ وہ دونوں کی دوستی دیکھ کر جلتا تھا اور وہ دونوں میں پھوٹ ڈالنے کے بارے میں سوچا کرتا تھا۔ دونوں دوست بھی اس کی جلن سے واقف تھے۔

آخر نہار کو ایک ترکیب سوجھی اس نے دونوں کو بلایا اور کہا کہ تم دونوں میں دیکھیں کون زیادہ طاقت ور ہے؟ ایسا کرو کہ تم دونوں جاکر کشتی لڑو جو جیتے گا وہ انعام پائے گا۔ مگر کشتی دوستانہ کشتی ہوگی سمجھے نا... دونوں راضی ہو گئے اور کھیت میں چلے گئے۔

کچھ دیر بعد دونوں میں سے ایک ہانپتا ہوا آیا اور کہا کہ میں جیت گیا ہوں۔ لاؤ میرا انعام"۔ نہار نے پچاس روپے دیے اس دوست نے آدھے روپے دوسرے کو دیے۔ نہار نے حیرانی سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے ہنستے ہوئے کہا ہم تم سے اچھی طرح واقف ہیں ہم صرف دوڑ لگا کر ہی چلے آئے تاکہ تم دھوکا کھا جاؤ۔ تمھیں کسی ایک کو تو پیسے دینا ہی ہے وہ ہم دونوں نے بانٹ لیے۔ اور دونوں مسکراتے ہوئے چلے گئے۔ نہار دیکھتا ہی رہ گیا

مرسلہ:۔ البنصیر عبدالصمد۔ مومن محلہ۔
اسلام پور۔ سانگلی

آیت الکرسی کی فضیلت

اس مقدس آیت کی بڑی بزرگی ہے یہ آیت قرآن مجید کی آیتوں میں سب سے بڑی آیت ہے اگر آپ سوتے وقت اس آیت کو پڑھیں تو رات بھر شیطان آپ کے قریب

نہیں آسکتا اللہ کی طرف سے نگہبانی ہوتی ہے۔ ہر نماز کے بعد پڑھنے والا جنت میں داخل ہوگا۔ اس آیت میں اسم اعظم (الحی القیوم) ہے اور پچاس کلمے ہیں اور ہر کلمے میں پچاس برکتیں ہیں اس کے پڑھنے سے رنج وغم دور ہو جاتا ہے۔ روزی میں کشائش ہوتی ہے۔ گھر سے نکلتے وقت پڑھنے سے مقصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے شیطان ہٹ جاتے ہیں اور ہر آفتِ بد سے محفوظ رہتا ہے۔ جہات رشتہ اور داخل جوف میں پڑھنے سے ایک مضبوط قلعہ حفاظت کے لیے ہو جاتا ہے کوئی چور ڈاکو داخل نہیں ہوسکتا اور یہ آیت قرآن شریف کے تیسرے سپارے کے شروع میں ملے گی۔

مرسلہ: عبدالرؤف بن عبدالصمد
الو - مبارک پور

پیامی ادبی معمّا نمبر ۲۷ کا شاندار نتیجہ

بالکل صحیح، ایک غلطی والے اور دو غلطی والے حل ایک بھی موصول نہیں ہوئے لہٰذا تین غلطی پر پہلا انعام پانے والے پانچ خوش نصیب فی کس ۲۰/- روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) نور فاطمہ زہرا مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج اورنگ آباد (۲) جوہر بہ فردوس۔ قاضی پورہ۔ ایوت محل (۳) عبدالقدوس انصاری۔ مومن پورہ بالاپور آکولہ (۴) زاہد سلیم مصطفیٰ قریشی موتی تالاب۔ مالیگاؤں (۵) عمران خان عبدالرؤف خاں سیکٹر ۲۱ نیو ممبئی۔

چار غلطی پر دوسرا انعام پانے والے خوش نصیب فی کس سات روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) ماجد احمد اکرام الدین حسینی ہوٹل مالیگاؤں (۲) سالار احمد بہکمنڈی کھیڑ۔ رتناگیری۔ (۳) محمد واجد عبدالملک۔ مدینہ آباد۔ مالیگاؤں۔ (۴) سمیر عبدالرشید شرول۔ کولہاپور (۵) صادق اختر عاشق علی۔ جوگابائی جامعہ نگر نئی دلی ۲۵ (۶) تنویر احمد انصاری۔ شاہجہاں پور۔ یوپی (۷) مہلقہ ناز بنت ممتاز احمد اردو پرائمری اسکول اسلام پورہ ایوت محل۔

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ فروری ۱۹۹۲	# پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 74	فیس داخلہ کچھ نہیں، آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے۔

۱۵۰ روپے کے نقد انعامات

پہلا انعام : صحیح حل پر مبلغ 100 — دوسرا انعام : ایک غلطی والے حل پر 50 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

۱۔ مجبوراً وہی روپیا لے کر ..... کی دکان پر گیا ... بنیے / قسائی / مٹھائی

۲۔ اتنی دور کا سفر محض اس لیے گوارا کیا کہ مجھے ..... کردیں۔ تنبیہ / متنبہ / خبردار

۳۔ جوں ہی وہ اس راستے کے ادھر پہنچے۔ ایک ..... کا دروازہ کھلا۔ دھات / لکڑی / لوہے

۴۔ فرمایا کہ جو شخص ... کے راستے میں قدم رکھے اسے چاہیے کہ اپنا دل مضبوط کرے۔ سچائی / سلوک / برائی

۵۔ ..... نے میرے کھیتوں کو اجاڑ کر رکھ دیا۔ کم بخت / لٹیروں / جانوروں

۶۔ یہ صورتِ حال بہت ..... ہوتی ہے۔ خوفناک / بھیانک / خطرناک

۷۔ زمین دار ..... تھا۔ غریب پرور / رحم دل / بے رحم

۸۔ کون سا دروازہ .... ہے۔ بند / زائد / مقفل

صرف آخر کے دو سوالوں کے لیے ذہن پر زور دیجیے باقی پہلے سوالوں کے جوابات صفحہ ۹۸ تا ۱۰۴ کی کتابوں میں ملیں گے۔

شرائط پیامی اَدبی مُعمّا : (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں۔ البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابلِ قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابلِ قبول ہوگا۔

PAYAMI ADBI MUAMMA NO 74
"PAYAM-E-TALEEM MONTHLY
JAMIA NAGAR NEW DELHI-110025
[illegible]
[illegible]

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 74 ماہنامہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

بچوں کے لیے
مذہب

خوب سیرت	حکیم محمد سعید	۶/-
رسول اللہؐ کی صاحبزادیاں	فضل قدیر ندوی	۴/۵۰
رحمان کا مہمان	رفیع الزماں زبیری	۶/-
کمسن صحابی	"	۵/-
اسلام کے جاں نثار	"	۴/-
سیرت پاک مختصر مختصر	احمد خاں خلیل	۳/-
نور کے پھول	حکیم محمد سعید	۹/-
سب سے بڑے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	"	۳/۵۰
حضرت حمزہؓ	احتشام علی رحیم آبادی	۳/-
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	"	۳/-
حضرت ابوہریرہؓ	"	۴/-
حضرت محبوب النبیؒ	مشیر الحق	۳/-
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	"	۲/-
حضرت فرید الدین گنج شکرؒ	"	۳/-
حضرت معین الدین چشتیؒ	"	۳/-
حضرت ابوبکر صدیقؓ	"	۶/-
حضرت طلحہؓ	"	۳/-
حضرت سلمان فارسیؓ	"	۳/-
حضرت ابوذر غفاریؓ	"	۳/-
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	"	۳/-
" عبداللہ بن عباسؓ	"	۳/-
نیک بیٹیاں	"	۳/۵۰
اسلام کیسے پھیلا، حصہ اوّل	عبدالواحد سندھی	۴/۵۰
" حصہ دوم	"	۶/-
قرآن کیا ہے؟	"	۳/-

اسلام کیسے شروع ہوا؟	عبدالواحد سندھی	۴/۵۰
اسلام کے مشہور سپہ سالار اوّل ۳/- دوم ۳/-		۳/-
اسلام کے مشہور امیر البحر	"	۶/-
رسول پاکؐ	"	۱/-
دس جنتی	الیاس احمد مجیبی	۴/-
سرکار کا دربار	"	۱/۵۰
چار یار	الیاس مجیبی	۱/-
آں حضرتؐ (اردو)	الیاس مجیبی	۵۰
حضرت محمدؐ (ہندی)	"	۱/-
اللہ کا گھر	خلیل احمد حامدی	۱/۵۰
اللہ کے خلیل	"	۱/۵۰
رسول پاک کے اخلاق	"	۱/-
اللہ کے صفی	"	۱/-
ہمارا دین حصہ اوّل	سید شہاب الدین دسنوی	۱/-
" دوم	"	۵۰
" سوم	"	۵۰
تحسین القرآن۔ تالیف، خدیجہ سیدنا طاہر سیف الدین		۱/-
منہاج القرآن	"	۱/۵۰
ائمہ اربعہ	مولانا ابوالعرفان ندوی (زیر طبع)	
ارکان اسلام	مولانا اسلم جیراجپوری	۱۰
عقائد اسلام	"	۱/۵۰
خلفائے اربعہ	خواجہ عبدالحی فاروقی	۱/-
نبیوں کے قصے	"	۱/-
ہمارے رسولؐ	"	۱/-
پیارے رسولؐ	سلطانہ آصف فیضی	۱/۵۰
حضرت نظام الدین اولیاؒ	ادارہ	۲/-
مسلمان بیبیاں	اعجاز الحق قدوسی	۱/-
ہمارے نبیؐ (اردو)	سید نواب علی رضوی	۵۰
" (ہندی)	"	۲/-
سرکار دو عالم	محمد حسین حسان	۱/-
قاعدہ یسرنا القرآن (خورد)		۱۰
" (کلاں)	"	۱/۵۰

نظمیں

مولانا اسماعیل میرٹھی	حکیم نعیم الدین زبیری	۲۷/-
بتاشے (نرسری گیت۔ باتصویر)		۶/۵۰
مہکتی کلیاں۔	خضر برنی	(زیرطبع)
ٹوٹے کھلونے۔	سطوت رسول	۵/-
سہانے ترانے۔	شان الحق حقی	۶/۵۰
بچوں کے افسر۔	افسر میرٹھی	۶/-
بچوں کے اقبال	مرتبہ اظہر پرویز	۴/۵۰

معلومات و سوانح

سائنس کی دنیا	فریدالدین احمد	۸/-
غذائیں و دوائیں		۸/-
کیوں اور کیسے	محمد ابراہیم شاہ	۶/-
علاج میرا دشمن	قاسم صدیقی	۹/-
مولانا شبلی	ڈاکٹر اسلم فرخی	۴/۵۰
مولانا اسماعیل میرٹھی	حکیم نعیم الدین زبیری	۲۱/-
کمپیوٹر کیا ہے	حکیم نعیم الدین زبیری	۸/-
ہمارے عظیم سائنس داں	حکیم محمد سعید	۸/-
خلائی مسافر	(ادارہ)	۹/-
عجائب گھر	قاسم صدیقی	۱۰/-
چند مشہور طبیب اور سائنس داں (سوانح)		۹/-
پرواز کی کہانی	علی ناصر زیدی	۳/-
غذا کی کہانی	علی ناصر زیدی	۳/-
سنہرا اصول	حکیم محمد سعید	۴/-
مولانا آزاد کی کہانی۔	ظفر احمد نظامی	۱۸/-
ذرے کی کہانی۔	مہدی جعفر	۲۱/-

پرندوں سے جانوروں تک۔	شاہ عظیم	۴/۵۰
بچوں کے ذاکر صاحب۔	مرتبہ عبداللہ ولی بخش قادری	۹/-
اندرا گاندھی کی کہانی۔	شمیم حنفی	۶/-
بچوں کے چار بزرگ دوست۔	صالحہ عابد حسین	۳/۵۰
امیر خسرو۔	ادارہ	۳/-
ٹھگوں کی بستی۔	سہیل انور	۴/-
دہلی کی چند تاریخی عمارتیں۔	زہرہ مشیر	۵/-
صحت کے ۹۹ نکتے۔	مسعود احمد برکاتی	۶/-
گاندھی جی دکھنی افریقہ میں۔	یوسف ناظم	۲/-
جدید پہیلیاں۔	راج کشور	۶/-
جوہر قابل۔	مسعود احمد برکاتی	۳/-
فصیح الدین نیر۔	اظہر پرویز	۴/۵۰
صحت کی الف بے۔	مسعود احمد برکاتی	۵/-
موم کا محل۔	پروفیسر محمد انس	(زیرطبع)
چٹانوں کی کہانی۔	محمد امین	۳/۵۰
گاندھی بابا کی کہانی۔	بیگم قدسیہ زیدی	۱۰/-
میر انیس۔	محمد حسین حسان	۳/-
انوکھا عجائب خانہ (۳ حصے)	" "	۱/۵۰
ہمارے محاورے۔	ڈاکٹر سیفی پریمی	۸/۵۰
مقناطیس کی کہانی۔		(زیرطبع)
دہلی۔	مجاہد حسین زیدی	۳/-
تاریخ ہند کی کہانیاں (اوّل تا چہارم)		۷/۷۵
سماجی زندگی۔	(اوّل تا چہارم)	۴/۹
کہاوت اور کہانی۔	ڈاکٹر سیفی پریمی	۸/-

کہانیاں، ناول، ڈرامے

ننھے منّے بچوں کے لیے

بتاشے	(نرسری کے گیت باتصویر)	۶/۵۰
جاں نثار دوست	(باتصویر کہانیاں)	۵/-

شیر اور بکری۔	باتصویر کہانیاں	٦/٥٠
چاند کی بیٹی۔	(باتصویر کہانیاں)	٥/-
بھیڑیے کا گانا۔	"	٦/٥٠
جادو کی ہنڈیا۔	"	٥/-
چالاک بلّی۔	"	٦/٥٠
دُم کٹی لومڑی۔	"	٦/٥٠
کوے کا خواب۔	"	٤/-
گدھے نے بجائی بانسری۔	کشور ناہید	٧/٥٠

بڑے بچوں کے لیے دلچسپ کہانیاں

چالاک خرگوش کی واپسی	معراج	١٥/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	مسعود احمد برکاتی	٩/-
غریب لکڑہارے کی کہانی	(ادارہ)	٦/-
نرودولی کا آدم خور	"	٦/-
ہمت کے کرشمے	"	٦/-
خلائی مسافر	"	٦/-
ابو خاں کی بکری	ڈاکٹر ذاکر حسین	١٥/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	(کہانیاں)	٦/-
نرالے گوتیے	اشرف صبوحی	٤/-
باتونی کچھوا	" "	٤/-
جادو کا چھلا	" "	٣/-
جادو کی سارنگی	" "	٣/-
بدر شہزادی	" "	٦/-

سمندری طوفان اور تین لڑکے	(مختلف کہانیاں)	٦/-
ننھا سیاح	محمد زکریا سائل	٧/-
زیور	(مختلف کہانیاں)	٦/-
شہنشاہ نے کہا...	(مختلف کہانیاں)	٦/-
سام پر کیا گزری	سید اظہر مہدی	٣/٥٠
جگنو کی بتی	عبدالاحد سندھی	٢/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	معراج	٧/٥٠
چڑبکڑو	مسعود احمد برکاتی	٣/-
بہادر علی۔	قمر علی عباسی	٨/٥٠
خالی ہاتھ۔	ابصار عبدالعلی	٩/-
کھلونا نگر۔	ادارہ	٧/-
حاجی بابا کی ڈائری۔	ظ۔ انصاری	٦/٥٠
قصہ اژدہا پکڑنے کا۔	ادارہ۔	٥/-
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	"	٦/-
ابو علی کا جوتا۔	"	٥/-
ننھا سراغ رساں۔	ادارہ۔	٥/-
پُراسرار غار۔	"	٥/-
ظالم ڈاکو۔	ریاض احمد خاں	٦/-
غریب دیسوں کی عوامی کہانیاں۔	انور خاں	٦/٥٠
دلّی کی شادی۔	اشرف صبوحی	٤/-
رحمت شہزادہ۔	" "	٤/-
اندھے کا بیٹا۔	شعیب اعظمی	٣/٥٠
پانچ جاسوس۔	امۃ الرحمٰن محسنی	٨/٥٠
جنگل کی ایک رات۔	ریحان احمد عباسی	٦/-
اچھی کہانیاں۔	مرتبہ: ہمدرد فاؤنڈیشن	٢/٥٠
ہرن کا دل۔	اشرف صبوحی	٢/-
دریا کی رانی۔	" "	٢/-
گوہر شہزادی۔	" "	٤/-
شیرو شیرا۔	" "	٣/٥٠
پری رانی۔	صالحہ خاتون	٣/-
خطرناک سفر۔	ریاض احمد خاں	٣/٥٠

ننھا جبریل	ریحان احمد عباسی	۴/۵۰
مرغی کی چار ٹانگیں۔	یوسف ناظم	۲/۵۰
بابا نامہ۔	رشید الوحیدی	۳/-
ستارہ و مصاصہ۔	" "	۴/-
پہاڑ کی چوٹی پر۔	میرزا ادیب	۴/-
شرارت۔	محمد حسین حسان	۲/-
ننھا فرشتہ۔	فہمیدہ عتیق	۴/-
ایک کھلا راز۔	مسعود احمد برکاتی	۲/۵۰
چھیرا اور اس کی بیوی۔	عبدالواحد سندھی	۲/۵۰
بھوتوں کا جہاز۔	شمیم حنفی	۴/۵۰
ہار کی تلاش۔	ریاض احمد خاں	۴/-
خرگوش کی چال۔	بیگم آصفہ مجیب	۳/-
آؤ ڈراما کریں۔	محمد مجیب	۳/-
خرگوش کا سپنا۔	کرشن چندر	۹/-
دادا نہرو۔	منور لکھنوی	۴/-
نیلا ہیرا۔	مظفر حنفی	۴/۵۰
ایک کھوری تیل میں۔	عبدالواحد سندھی	(زیر طبع)
شیر خاں۔	قرۃ العین حیدر	۳/-
بھیڑیے کے بچے۔	" "	۳/-
لومڑی کے بچے۔	" "	۳/-
میاں ڈھینچو کے بچے۔	" "	۲/۵۰
بہادر۔	" "	۲/۵۰
ہرن کے بچے۔	" "	۱/۵۰
اس نے کیا کرنہ جانا۔	آصفہ مجیب	۲/-
کٹا ہوا ہاتھ۔	شمیم حنفی	۲/۵۰
میگھ نگر کا راجا۔	ریاض احمد خاں	(زیر طبع)
جی دارا اور ننھا فرشتہ۔	"	(")
سرکس۔	ڈین گیسپر	۱/۵۰
بندر اور نائی۔	عبدالواحد سندھی	۳/۵۰
لومڑی کا گھر۔	"	۲/۵۰
جادو کا گھر۔	"	۲/۵۰

بلی مینڈکی اور کتا۔	"	۳/-
تاک دنادن تا کے سے۔	"	۳/۵۰
روٹی کس نے پکائی۔	عبدالواحد سندھی	۲/۵۰
پھوٹیں بچکوں کیا خاک۔	"	۳/۵۰
پانچ بونے۔	"	۳/۵۰
چیونٹی رانی۔	"	۳/۵۰
بچوں کی کہانیاں۔	"	۲/۵۰
پان کھا کر طبلہ بجا کر ... ناچا۔	"	۲/۵۰
پکڑو دم کٹے کو۔	"	۳/۵۰
مدورانا پردیس چلے۔	"	۲/۵۰
ہیتو جیتو۔	"	۳/۵۰
سرخ جوتے۔	بیگم قدسیہ زیدی	۲/۵۰
ریڈیو فیچر۔	جگن ناتھ آزاد	(زیر طبع)
پلک سندرو۔	یوسف ناظم	۴/-
ایک دیس ایک خون۔	صالحہ عابد حسین	۳/-
جادو کے کھیل۔	اطہر پرویز	(زیر طبع)
انعامی مقابلہ۔	حسین حسان	۲/۲۵
دعوتِ ملا جی۔	"	زیر طبع
جیت کس کی؟	"	۲/۵۰
چینی کی گڑیا۔	"	(زیر طبع)
بہادر سیاح۔	"	۳/۵۰
چچا غالب۔ مرتبہ	"	(زیر طبع)
تانبیل خاں۔	محمد حسین حسان ندوی	۲/۵۰
جن حسن عبدالرحمٰن (دو حصے) ترجمہ قرۃ العین حیدر۔		۵/-
چوری کی عادت۔	عبدالغفار مدھولی	۳/۵۰
غیر ذمہ دار لڑکا۔	"	(زیر طبع)
جب اور اب۔	آصفہ مجیب	"
سندر چنار۔	صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
گلابو چچا اور غبارے۔	قدسیہ زیدی	۱/۵۰
گلابو چچا اور پری زاد۔	"	۲/-

ستاروں کی سیر۔ کرشن چندر — زیر طبع
لال مرغی۔ عبدالواحد سندھی — ۳/-
تین اناڑی۔ عصمت چغتائی — ۶/-
خربوزہ شہزادہ کا سرین گیا۔ کوثر بانو — زیر طبع
چھ ہاتھ کا آدم خور شیر۔ محمد حسین — ۱/۵۰
ننھا شو۔ خورشید سلطان — ۳/-
چنبیلی۔ محمد حسین حسان — ۱/۳۰
شہزادہ اور ٹھگ۔ ادارہ — ۲/-

تعلیم بالغاں کے سلسلے کی کتابیں

کفن دفن۔ " " " " — -/۵۰
حیات اللہ انصاری۔ " " " " — -/۵۰
پچکی۔ مشتاق احمد — ۱/-
آستین کا سانپ۔ محمد حسین حسان — ۱/-
چاند۔ " " " — ۱/-
دیمک۔ " " " — ۱/-
کتنی زمین۔ " " " — ۱/-
اندھ وشواس۔ ہندی — ۳/-
استری کو پڑھاؤ۔ " — ۳/۵۰
سب مل کر۔ " — ۳/۵۰
ہم آپ کی سیوا میں۔ " — ۳/۵۰
پنج تنتر دوم۔ — -/۵۰
" " سوم۔ — -/۵۰
ہر لیا نہ ہمارا ہے۔ — -/۵۰
مصطفےٰ کمال دوم — -/۵۰
گرو نانک — -/۵۰
تین سوال — -/۵۰
حفیظ خانساماں — -/۵۰
آدمی — -/۵۰
مقدمے کی مار — -/۵۰

لغات

پیامی قواعد اُردو ۵/- طلبہ ایڈیشن ۲/۵۰
پیامی جامع اردو انگریزی ڈکشنری — ۱۶/-
پیامی بیسک انگلش اردو ڈکشنری — ۴/-
فیروز اللغات کلاں مولوی فیروز الدین — ۱۳۰/-
اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری بابائے اردو — ۱۴/-
" اردو انگلش ڈکشنری " — ۱۴/-
فرہنگ عامرہ — ۲۵/-



ہندی کی دوسری کتابیں

ہمارے نبیؐ — زیر طبع
حضرت محمدؐ — -/۶۰
ایورسٹ کی کہانی — -/۵۰
گلستاں کی کہانیاں — -/۵۰
مولانا روم کی کہانیاں — -/۵۰
موسموں کا کھیل — -/۶۵
پرم پرا — -/۶۵
اپنا گھر — -/۵۰

[illegible] -/۷۵
دلی -/۵۰
منو، نجمی اور کام -/۵۰
چاندی کا چمچہ -/۴۰
چمپا کا پھول -/۲۵

ہماری درسی کتابیں

• اردو

اردو قاعدہ ۲/۵۰
رنگین قاعدہ حصہ اوّل ۱/۵۰
〃 حصہ دوم ۱/۵۰
اردو کی پہلی کتاب ۲/۵۰
〃 دوسری کتاب ۶/-
〃 تیسری کتاب ۸/-
〃 چوتھی کتاب ۸/۵۰
اردو کی پانچویں کتاب ۱۰/-
〃 چھٹی کتاب ۱۱/-
〃 ساتویں کتاب ۱۱/-
اردو کی آٹھویں کتاب ۱۲/-
بچوں کی پہیلی ۳/۵۰
اردو کی دوسری برائے دہلی ۷/۵۰
〃 تیسری 〃 ۸/۷۵
〃 چوتھی 〃 ۱۰/-
اردو خوش خطی حصہ اوّل ۳/۵۰
〃 〃 دوم ۳/۵۰
〃 〃 سوم ۳/۵۰
〃 〃 چہارم ۳/۵۰

• حساب

حساب درجہ دوم ترجمہ: یاور حسین ۱۴/-
حساب درجہ سوم ترجمہ: شکیل احمد ۱۲/-
حساب چہارم 〃 ملک حکیم قزلباش ۱۲/-
〃 پنجم 〃 محمد یونس ۱۲/۵۰

• طالبات کے لیے

ہمارا ملک بھارت ۱۴/-
بھارت اور سنسار ۱۴/-
ہماری دلی سوم کلاس کے لیے ۱۴/-
ماحول کے ذریعہ تعلیم سوم
〃 〃 〃 چہارم ۱۴/-
〃 〃 〃 پنجم ۱۱/-

• کالج کے طلبہ کے لیے درسی کتب

شعور ادب (ادارہ) ۱۸/-
نیا اردو نصاب۔ اوّل۔ قمر رئیس/محمد ذاکر ۸/۵۰
آئینہ ادب۔ ڈاکٹر محمد رضا/ڈاکٹر آدم شیخ ۱۲/-
انوار ادب۔ پروفیسر فصیح الدین/ڈاکٹر عابد حسین حسینی ۸/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵
شاخیں
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اردو بازار دہلی ۱۱۰۰۰۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ پرنسس بلڈنگ بمبئی ۴۰۰۰۰۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ ۲


بڑے بچوں کے لیے
مکتبہ پیامِ تعلیم کی
دلچسپ کتابیں
قیمت ۶/-
دلچسپ کہانیاں
۳/-
ایک دلچسپ ناول
سام پر کیا گزری
سید اظہر مہدی
پرواز کی کہانی
علی ناصر زیدی
قیمت ۳/-
میں مفلس ہوں
نھّا سیاح
(ناول)
محمد زکریا مائل
عجیب و غریب جزیرے میں ایک ننھے سیاح کے سفر کے حیرت انگیز واقعات۔ ایک دل چسپ اور چونکا دینے والا ناول۔
سمندری طوفان
اور
تین لڑکے
بچوں کے لیے
اشرف صبوحی
کی دلچسپ کہانیاں
نرالے گویے ۲/-
باکونی کچھوا ۲/-
بدر شہزادی ۲/-
جادو کی سارنگی ۳/-
جادو کا چھلا ۳/-

Payam-i-Taleem Monthly
Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64

مطبع لبرٹی آرٹ پریس: پروپرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دلّی ۱۱۰۰۰۲

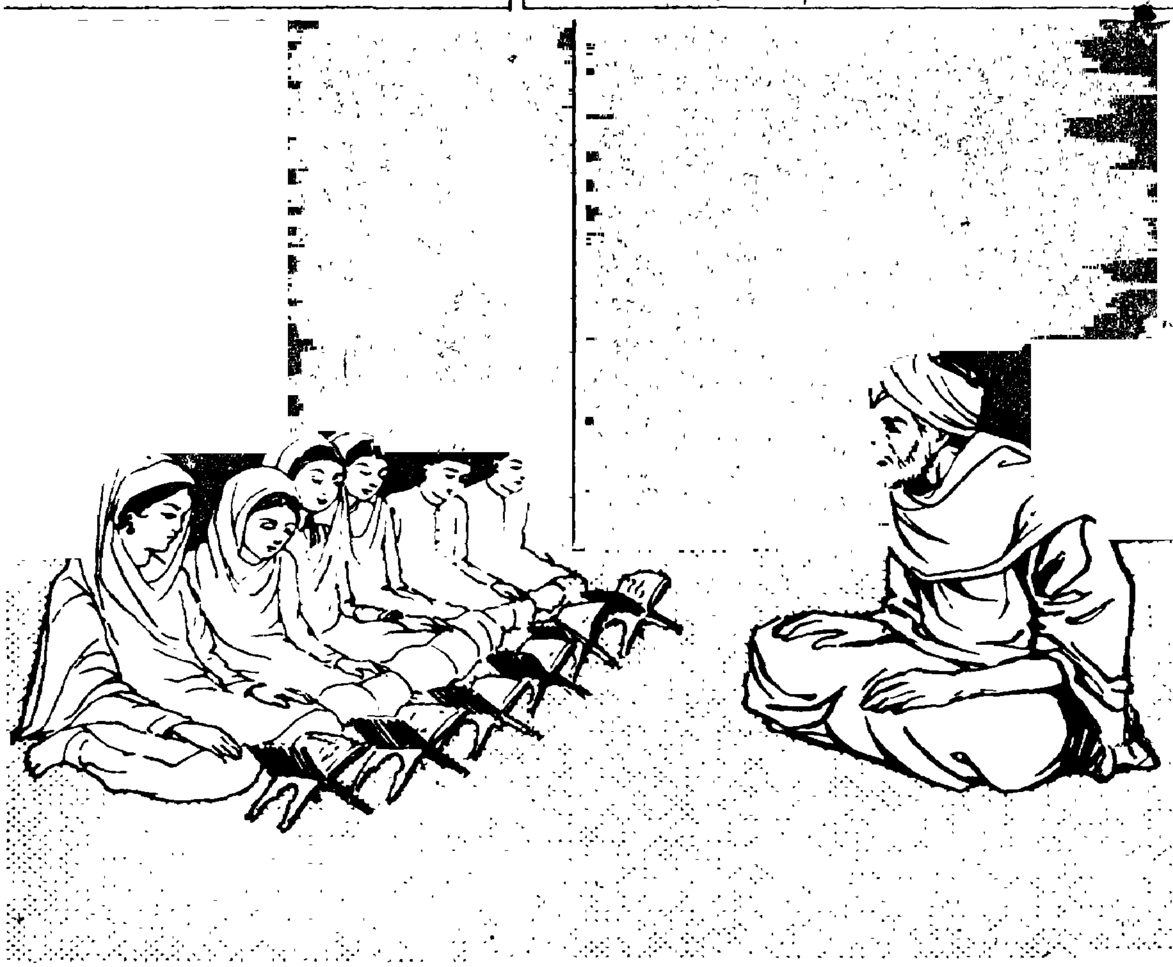
ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

رمضان کا چاند نکل آیا






بچوں کے لیے
نئی اور دلچسپ کتابیں
عرب دیسوں کی عوامی کہانیاں
انور خاں
قیمت ۶/۵۰
ابوعلی کا جوتا
قیمت ۵/۵۰ روپے
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی
قیمت ۶/۰
پُراسرار غار قیمت -/۵
قصہ اژدہا پکڑنے کا
قیمت ۵/۵۰
کھلونا نگر
قیمت -/۷
ننھا سراغ رساں
قیمت ۵ روپے
مکتبہ پیام تعلیم۔
جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

"ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" — سرسید احمد خاں

ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

مارچ ۱۹۹۲ جلد ۴۰ شمارہ ۳

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: =/40

سرکاری اداروں سے: =/55 روپے

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

۷۸۶

بچوں سے باتیں

رمضان شریف کی آمد آمد ہے اس لیے سب سے پہلے رمضان شریف کی مبارک باد قبول کیجیے۔

اب ایک ضروری درخواست ۔ امتحانات سر پر ہیں اس لیے کچھ دن کے لیے کھیل کود بند کر کے خوب دل لگا کر پڑھیے۔ روزے رکھیے، قرآن مجید کی تلاوت کیجیے اور نمازیں پڑھ کر اپنے بزرگوں کی صحت و سلامتی، اپنے اور اپنے ساتھیوں کی کامیابی کے لیے دعا کیجیے۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کی دعائیں قبول کرے گا۔ رمضان شریف کی وجہ سے اس ماہ میں معما شائع نہیں کیا جا رہا ہے آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے اکثر پیامی مضمون بھیجتے وقت اپنا پتا صرف لفافے پر لکھتے ہیں یہ طریقہ غلط ہے اپنی ہر تحریر کے آخر میں اپنا پورا پتا صاف صاف لکھیے مضمون مختصر، خوش خط، کاغذ کے ایک طرف اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیے۔ اس طرح آپ کا مضمون جلد چھپ سکے گا۔

خط و کتابت کے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیے۔

نیکیوں کا مہینا

عتیق الرحمٰن صدیقی

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا کے ایک کونے میں تنہا، بھوکے اور پیاسے عبادت میں مصروف تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کی خوش خبری لے کر نمودار ہوتے، یعنی پڑھ اپنے اس اللہ کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ یہ عظیم واقعہ رمضان کے مبارک مہینے میں رُونما ہُوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "رمضان وہ مہینا ہے جس میں قرآن اُترا" (القرآن)۔ اور جس رات یہ نازل ہُوا قرآن مجید نے اسے مبارک اور عزت والی رات قرار دیا۔ "ہم نے قرآن مجید کو ایک برکت والی رات میں اُتارا" (القرآن) اسی بنا پر رمضان کے پاک اور مقدّس مہینے میں بھوکا اور پیاسا یعنی روزے سے رہنا، اللہ کا ذِکر کرنا اور تنہائی میں اُس سے لَو لگانا گویا اعتکاف میں بیٹھنا اور شبِ قدر (لَیلۃُ القَدر) میں جاگ کر اللہ کے حضور سربسجود ہونا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔ چناں چہ اللہ نے پیارے نبیؐ کی زبان سے کہلوایا، "اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔"

روزے کو عربی میں صوم کہتے ہیں جس کے معنی رُکنے اور چُپ رہنے کے ہوتے ہیں۔ اس عمل کو صیام اس لیے فرمایا گیا ہے کہ انسان صُبح پَو پھٹنے سے لے کر سُورج کے غروب ہونے تک کھانے پینے اور دوسرے بُرے کاموں سے رُکا رہتا ہے۔ روزے سے مُراد فاقہ کشی نہیں ہے۔ اسلام کے آغاز میں غربت کی وجہ سے عرب کے لوگ ویسے بھی فاقوں سے دوچار ہو جاتے تھے۔ اگر ایسی ہی بات ہوتی تو پہلے روزہ فرض ہوتا، مگر جب لوگوں میں توحید کا تصوّر پختہ ہو گیا اور وہ نماز اور دوسرے قرآنی حکموں پر عمل کرنے کے عادی ہو گئے تو ان میں ایک ایسا جذبہ بیدار کرنا ضروری ہو گیا جس سے جُراَت، ہمّت، صبر اور ثابت قدمی پیدا ہو اور وہ ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کر کے کفر و شرک اور اخلاقی بگاڑ کا مقابلہ کر سکیں۔ چناں چہ رمضان کے روزے ۲ ہجری میں فرض ہوئے۔ حضرت ابُو ہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، " ہر گندگی کو دُور کرنے والی کوئی نہ کوئی چیز اللہ نے بنائی ہے اور جسم کو (بیماریوں سے) پاک کرنے والی چیز روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۔"
یہی وجہ ہے کہ تمام مُسلم اور غیر مُسلم ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی احکام کے مطابق روزہ رکھنے سے بہت سی خطرناک بیماریوں سے نجات مِل جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہُوا کہ روحانی بیماریوں کے ساتھ جسمانی بیماریوں کا علاج بھی روزے میں موجود ہے۔

روزے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ابنِ آدم کے تمام اعمال اپنی ذات کے لیے ہیں سوائے روزے کے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر اور بدلا دیتا ہوں۔ روزہ ڈھال ہے، جس دِن کوئی شخص روزے سے ہو تو اسے چاہیے کہ نہ تو بے ہودہ باتیں کرے، نہ چیخے چلّائے اور نہ جھگڑے اور اگر کوئی شخص اُسے گالی دے یا لڑے تو روزے دار کو چاہیے کہ کہہ دے، 'میں روزے سے ہوں' اور قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے، روزے دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مُشک کی خُوشبُو سے زیادہ پسندیدہ ہے! روزے دار کو دو مسرّتیں حاصل ہوتی ہیں جب افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب اپنے رَب سے ملے گا تو وہ بھی اس روزے کے سبب اُس سے خُوش ہوگا۔ حضرت سہل رضؓ بن سعد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، "جنّت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام "ریّان" (سرسبز و شاداب) ہے۔ اس دروازے سے قیامت کے دِن روزے دار داخِل ہوں گے۔ ان کے سوا کوئی اور اس دروازے سے داخِل نہیں ہوگا۔ پُکارا جائے گا، 'روزے دار کہاں ہیں؟' تو سب روزے دار اُٹھ کھڑے ہوں گے (اور اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے) اور ان کے سوا اس دروازے سے کوئی اور داخِل نہ ہو سکے گا۔ جب یہ سب داخِل ہو جائیں گے تو یہ دروازہ پھر بند کر دیا جائے گا اور کوئی دوسرا داخِل نہ ہوا ہوگا۔ (بخاری شریف)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر کسی شرعی عُذر کے چھوڑ دے تو عُمر بھر اس کی تلافی کے لیے روزے رکھے تب بھی اس ایک روزے کی کمی پُوری نہیں ہوگی۔ حضرت ابُو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ سے سُنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے، "میں سو رہا تھا کہ دو آدمی آئے۔ انھوں نے میرا شانہ پکڑا اور مجھے ایک سخت دُشوار گزار

پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھے اس پہاڑ پر چڑھنے کے لیے کہا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں اس پر چڑھ نہیں سکتا۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم آپ کے لیے آسانی پیدا کریں گے چڑھو۔ چناں چہ میں چڑھ گیا اور جب پہاڑ پر بیچ میں پہنچا تو میں نے وہاں کچھ شدید قسم کی چیخیں سنیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسی آوازیں آرہی ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ یہ اہلِ جہنم کی چیخیں ہیں۔ پھر مجھے آگے لے جایا گیا تو میں نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جو اُلٹے ٹانگ دیے گئے ہیں۔ ان کے جبڑے پھاڑ دیے گئے ہیں اور ان سے خون بہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ تو بتایا کہ یہ روزہ خور لوگ ہیں۔ یہ رمضان کے مہینے میں کھاتے پیتے تھے۔"

یہود کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے روزوں میں سحری نہیں کھاتے تھے۔ یہ طریقہ ان کے عالموں نے خود گھڑ لیا تھا۔ چناں چہ اس سرکشی کے نتیجے میں اللّٰہ تعالیٰ نے انھیں سحری کھانے سے منع کر دیا تھا، مگر نبیِ اکرمؐ کی اُمّت کو اللّٰہ تعالیٰ نے ہلکے پھلکے احکام دیے اور آسانیوں سے نوازا، اس لیے حضورؐ نے فرمایا، "سحری کھانا برکت کا باعث ہے۔ یہ برکت اللّٰہ نے تم لوگوں کو عطا کی ہے تو سحری کھانا مت چھوڑو۔" اور افطار کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا، "جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے خیریت کی حالت میں رہیں گے۔"

روزہ اسلام کا ایک اہم رُکن ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ پہلی اُمّتوں پر بھی فرض رہا ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں پر روزہ اس لیے فرض کیا کہ وہ اللّٰہ کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق اُس کی بڑائی اور عظمت کا اظہار کریں، اس کا شکر ادا کریں اور ان میں تقوٰی پیدا ہو جائے یعنی ان کے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جو اُنھیں ہر بھلے کام پر اُبھارے اور بُرے کام سے رُوکے اور وہ ہر وقت یہ خیال رکھیں کہ اللّٰہ تعالیٰ ان سے ناراض نہ ہونے پائے۔ یہ احساس پیدا کرنے میں روزے کا کردار بڑا اہم ہے اور زندگی کے سفر میں یہی بہترین توشہ ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا، "زادِ راہ (سامانِ سفر) ساتھ لے لو اور بہترین زادِ راہ تقوا ہے۔"

> اگر عزائم نڈھال ہو جائیں تو زندگی گراں ہو جاتی ہے۔ اگر حوصلے بلند ہوں تو انھی تاریکیوں کے شکم سے اُجالوں کو پھوٹنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔
> مرسلہ: کنیز مقصود،

گُل دستہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم : جب تم اپنے گھر میں داخل ہوا کرو تو پہلے گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ یہ تمہارے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے خیر و برکت کی بات ہے۔

مرسلہ: محمد آصف

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ : صبر کرنے میں کوئی پریشانی نہیں اور رونے دھونے میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔

مرسلہ: رحمٰن بیگ

حضرت علیؓ : جس کے پاس دولت ہو اس کے آس پاس بہت سے دشمن ہوتے ہیں اور جس کے پاس علم ہو اُس کے پاس دوست ہی دوست ہوتے ہیں۔ مرسلہ: لیاقت علی

حضرت امام حسینؓ : تمہاری عمر برابر گھٹ رہی ہے۔ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس سے کسی کی مدد کر جاؤ۔

مرسلہ: سجاد

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ : جان بوجھ کر جاہل نہ بنو۔ مرسلہ: علی اصغر

پبلی لئس سائرس : دوستوں سے اگر ناراضی کا اظہار کرنا ہو یا گلہ شکوہ کرنا ہو تو علاحدگی میں کرو، کسی کے سامنے نہ کرو۔ ہاں، اگر ان کی تعریف کرنی ہو تو سب کے سامنے کرو۔

مرسلہ: ممتاز قریشی

ہائنے ہائنریخ : ہم اپنی غلطیوں کے بارے میں اپنے آپ کو دھوکا دیتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ ہمیں اپنے گناہ بھی نیکیاں دکھائی دینے لگتے ہیں۔

مرسلہ: شمنیلا سعید

گوئٹے : مہربانی اور محبت وہ سنہری زنجیر ہے جس سے پورا معاشرہ آپس میں بندھا ہوا ہے۔

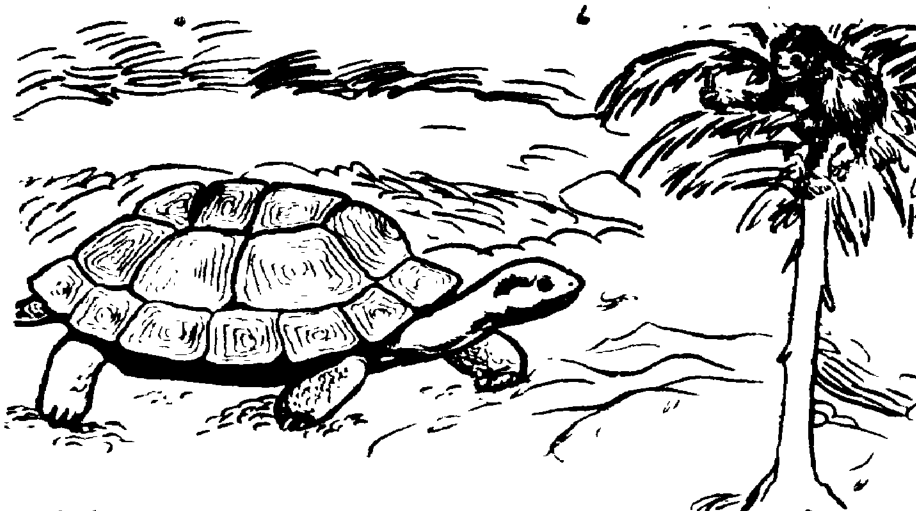
مرسلہ: شازیہ

نپولین : وقت کو پیچھے سے مت پکڑو، بلکہ اُسے آگے سے روک کر اس پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ مرسلہ: علی شفیق،

ژاں پال ریشتر : اپنی کامیابی اور بھلائی کے لیے غیر معمولی حالات کا انتظار نہ کریں۔ کوشش کریں کہ معمولی حالات ہی سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

مرسلہ: رضا زیدی

راجر بیکن : جو شخص دولت استعمال کرنے سے ڈرتا ہے وہ دولت پانے کا حق دار نہیں۔ مرسلہ: ناصر حسین۔



بے وقوف کون؟

کہانی پڑھیے اور فیصلہ کیجیے کہ
بے وقوف کون ہے؟

[illegible]

ایک روز دریا کے کنارے ایک کچھوا دھوپ میں لیٹا ہوا آرام کر رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر دریا میں ایک چیز پر پڑی جو بہتی ہوئی اسی طرف آ رہی تھی۔ کچھوا چپ چاپ پڑا اس کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ جب وہ بہتے ہوئے اس کے قریب آئی تو اس نے دیکھا کہ وہ کیلے کا ایک درخت ہے جو دریا میں بہتا ہوا چلا جا رہا ہے کچھوا فوراً پانی میں اترا اور تیرتا ہوا اس درخت تک پہنچا پھر اسے گھسیٹ کر کسی نہ کسی طرح کنارے تک لے آیا لیکن اسے کنارے سے اوپر لانے میں بڑی دقت پیش آئی کیونکہ وہ اتنا طاقت ور تو نہ تھا کہ اسے اٹھا کر کنارے پر لا ڈالتا۔ آخر کار اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی وہ یہ کہ کسی سے مدد لینا چاہیے۔

وہ درخت کو وہیں چھوڑ کر مدد کے لیے جنگل کی طرف چل پڑا۔ ابھی وہ زیادہ دور نہ گیا تھا کہ راستے میں ایک بندر مل گیا۔ کچھوے نے ساری بات اسے بتا دی۔ بندر اس شرط پر تیار ہوا کہ وہ بھی حصّے دار بنے گا۔

"یہ ہے وہ کیلے کا درخت جو میں نے دریا سے بہتا ہوا پکڑا ہے۔ میں اسے یہاں سے نکال کر کھیت میں لگانا چاہتا ہوں۔" دریا پر پہنچ کر کچھوے نے کہا، لیکن بندر تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔

اس نے کہا۔ "بے شک، لیکن پہلے ہمیں اپنا اپنا حصہ طے کر لینا چاہیے۔"

کچھوے نے جواب دیا "پہلے یہ کام کر لیں، پھر اطمینان سے بیٹھ کر حصہ بھی کر لیں گے۔"

بندر نے اس کی بات مان لی۔ دونوں مل کر درخت کو کھینچتے ہوئے کھیت تک جا پہنچے۔

کچھوے نے کہا کہ "اب ہمیں زمین کھودنا چاہیے تاکہ درخت لگایا جا سکے۔"

"نہیں پہلے حصّہ طے کر لو!" بندر بولا۔

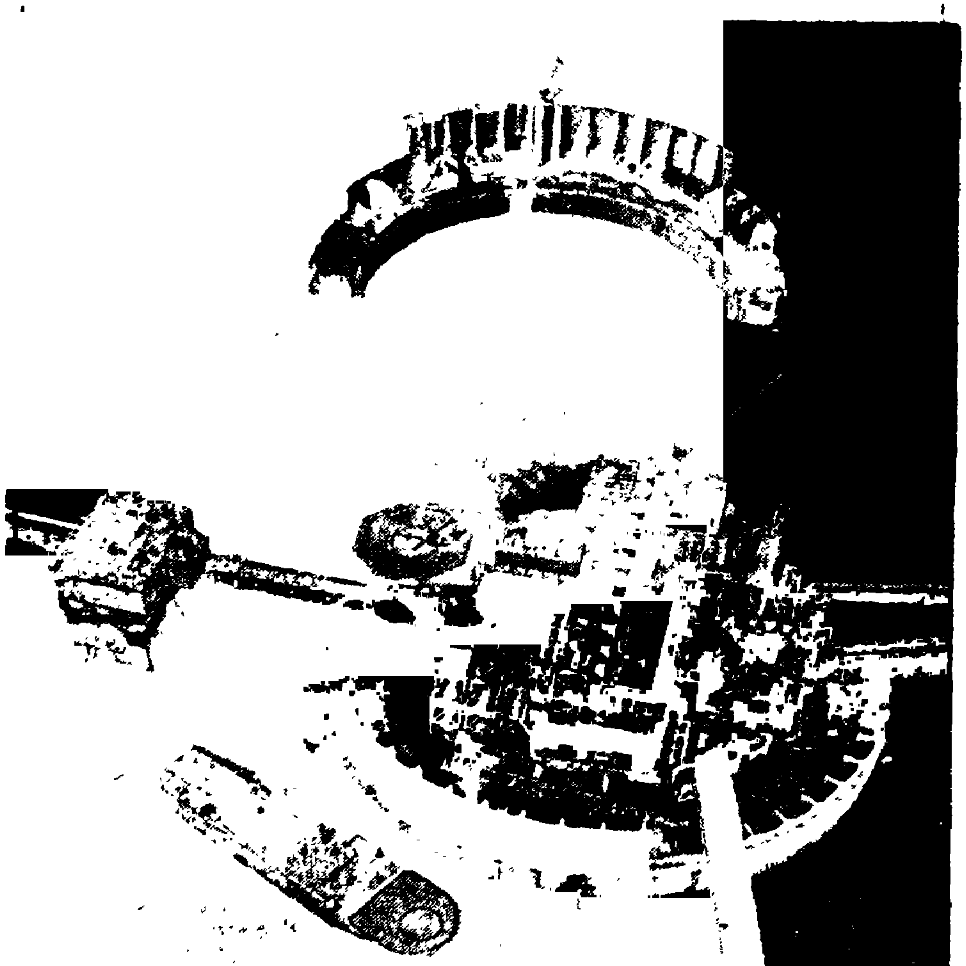
پھر کچھوے نے کہا۔ "یہ نامناسب ہے پہلے ہم درخت لگائیں گے پھر جب اس میں کیلے آنا شروع ہوں گے تو

اس کا حصہ ففٹی ففٹی کرلیں گے۔"
بندر بگڑ کر بولا۔" یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ میں ابھی اور اسی وقت اپنا حصّہ لوں گا۔ اس درخت کے دو حصے کرو' آدھا مجھے دو اور آدھا خود لو۔"
"یہ غصّہ کرنے کا وقت نہیں۔" کچھوے نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا لیکن بندر بہت چالاک اور خود غرض تھا' نہ مانا' لہٰذا درخت کو دو حصّوں میں تقسیم کردیا گیا۔ بڑے بڑے سبز پتوں کو دیکھ کر بندر نے اوپر کا حصّہ لیا۔ کچھوے نے چپ چاپ وہ حصہ بندر کے حوالے کردیا۔ بندر اپنا حصّہ لے کر چل دیا۔ بقیہ حصّہ جو دراصل جڑ تھی وہ کچھوے کے حصہ میں آئی۔ اس نے بڑی محنت سے اسے کھیت میں لگا دیا۔
دن گزرتے گئے۔ کچھوے کے لگائے ہوئے درخت میں اب کیلے آنا شروع ہوگئے۔ کچھوا روزانہ ان کی دیکھ بھال کرتا۔ پانی دیتا آخر کیلے پک کر تیار ہوگئے لیکن بیچارے کچھوے کے لیے ایک نئی مشکل آن پڑی۔ وہ یہ کہ وہ درخت پر نہیں چڑھ سکتا تھا۔ ناچار اسے پھر بندر کی مدد کی ضرورت پیش آئی۔ وہ بندر کے پاس گیا اسے سب بات بتائی۔ بندر دراصل اس وقت سخت غصے میں تھا۔ اس کے خیال کے مطابق کچھوے نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا تھا کیونکہ بندر کے لگائے ہوئے درخت نے سوکھنا شروع کردیا تھا۔ ظاہر ہے کہ صرف تنا لگانے سے درخت تو نہیں بن جاتا لیکن اچانک بندر مان گیا اور کہنے لگا" بھائی' جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اس میں میری ہی غلطی تھی۔ اب تم بھی مجھے معاف کردو۔"
کچھوا اس کی چکنی 'چپڑی باتوں میں آگیا۔ اب بندر نے درخت پر چڑھنا شروع کردیا۔ درخت پر چڑھنے کے بعد اس نے کیلے توڑ توڑ کر کھانا شروع کردیے کچھوا یہ صورتِ حال دیکھ کر پریشان ہوا اور کہنے لگا" بھائی بندر مجھے بھی تو کچھ دو یا خود ہی کھائے جاؤ گے۔" یہ سن کا بندر نے کہا۔ "یہ لو!" اور چند کیلے کے چھلکے نیچے پھینکے اور قہقہے مار کر ہنسنا شروع کردیا۔ کچھوے نے سوچا کہ اس طرح تو یہ میرا سارا حصّہ کھا جائے گا۔ اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ وہ جلدی سے جنگل کی طرف گیا اور وہاں سے کانٹے اور جھاڑیاں اٹھا کر کیلے کے درخت کے نیچے بچھا دیے اور کھڑا ہو کر تماشا دیکھنے لگا۔ جب بندر نے کیلے کھا کر نیچے چھلانگ لگائی تو کانٹے بری طرح اسے چبھ گئے اور وہ تلملا اٹھا۔ اور کچھوے کو پکڑ کر شدید غصے میں کہا۔ "بتا تجھے کیا سزا دوں؟"
کچھوے نے کہا۔" بھائی بندر مجھے جو سزا دینا ہے دے دو لیکن خدارا! پانی میں نہ پھینکنا' ورنہ میں ڈوب کر مر جاؤں گا۔"
"ہا ہا ہا ہا!" بندر نے قہقہہ لگایا اور کہا" اب تو نے خود ہی اپنی سزا تجویز کردی ہے۔"
دوسرے ہی لمحے بندر نے کچھوے کو اٹھایا اور دریا کی طرف چل پڑا۔ کچھوا اپنے دل میں خوش تھا۔ اور بندر بھی اپنی جگہ اپنے دل میں خوش تھا۔ دونوں کی الگ الگ وجوہات تھیں۔ کچھوا بندر کی بیوقوفی پر ہنس رہا تھا۔ جبکہ بندر سوچ رہا تھا کہ کیسا پاگل ہے کہ اپنے سزا خود ہی بتادی۔
دریا پر پہنچنے کے بعد بندر نے نہایت ہی شان سے اور فخر سے ہنستے ہوئے کہا کہ اب تیری زندگی ختم ہونے والی ہے اور کچھوے کو پانی میں ڈبو دیا لیکن یہ کیا؟ کچھوا تو تیرنے لگا تھا۔ تھوڑی دور پہنچ کر کچھوے نے خوش ہوتے ہوئے طنز کیا" پانی ہی تو میرا گھر ہے۔ اب یہ بتا میں بیوقوف ہوں یا تو!"

زمین کا ردِ عمل

انوار احمد اعوان

جب زمین کے اندر سے تیل نکالا جاتا ہے زمین اس پر دو طرح سے اپنے ردعمل کا اظہار کرتی ہے۔ پہلی صورت میں زمین کا وہ حصہ جہاں سے تیل نکالا جائے زمین کے اندر دھنسنا شروع ہو جاتا



آئل کمپلکس کو ڈوبنے سے بچانے کے لیے اس کے ارد گرد تعمیر کی گئی ۲۳ کروڑ کلو گرام وزنی دیوار

ہے۔ جیسا کہ ناروے کے ساحل سے ایک سو اسّی میل سمندر کے اندر واقع فلپس پیٹرولیم کمپنی کا آئل کمپلیکس ۱۹ سال قبل زمین میں دھنسنا شروع ہوا۔ کمپلیکس ۱۹۸۹ء تک تقریباً ۱۲ فٹ نیچے جاچکا تھا۔ جس کے تدارک کے لیے کمپنی کو اس کے اردگرد کنکریٹ کی ساڑھے تین سو فٹ اونچی اور قریباً ۳۲ کروڑ کلو گرام وزنی دیوار تعمیر کرنا پڑی۔

لیکن دوسری قسم کا ردعمل ماہرین کے لیے معما بنا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ گزشتہ سال "سیگال" نامی ماہر ارضیات نے اس کی سائنسی توجیہہ پیش کر کے اسے حل کیا۔ یہ ردعمل ہمیں زلزلے کی صورت میں محسوس ہوتا ہے۔ تیل نکالنے سے زلزلے کے جھٹکوں کا کیا تعلق ہو سکتا ہے، یہ سوال ماہرین کے لیے غور طلب تھا۔ سیگال نے امریکہ اور کینیڈا کے متعدد تیل کے کنوؤں کا بغور اور تفصیل سے مشاہدہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ تیل کے ذخائر نہیں بلکہ ان کے اردگرد واقع چٹانیں زلزلوں کے جھٹکوں کا باعث بنتی ہیں۔ تفصیل اس کی کچھ یوں ہے کہ جہاں سے تیل نکالا جاتا ہے وہاں دراصل بڑی بڑی مسام دار چٹانیں ہوتی ہیں جن میں تیل بھرا ہوتا ہے۔ جب تیل ان میں سے کھینچ لیا جائے تو یہ اسفنج کے ٹکڑے کی مانند سکڑتی ہیں۔ مسام دار چٹانوں کے اس سکڑاؤ (CONTRUCTION) کی وجہ سے وہاں ایک قسم کا خلا (VACUUM) پیدا ہو جاتا ہے۔ جسے پر کرنے کے لیے اردگرد کی چٹانیں کھنچتی چلی آتی ہیں۔ اور اس حرکت سے زمین میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ اگر اوپر کی چٹانیں اس خلا کو پُر کریں تو زمین نیچے کی طرف دھنس جاتی ہے اور اگر اطراف کی چٹانیں اس خلا کو پر کریں تو زمین ہلتی ہے اور ہمیں زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوتے ہیں۔

سیگال کے اس نظریئے نے اگرچہ زلزلوں کو روکنے کے سلسلے میں ماہرین کی کوئی رہنمائی نہیں کی لیکن اس کی وجہ سے اب تیل کے ذخائر کے محل وقوع کا قطعی پتہ چلانا نسبتاً آسان ہو گیا ہے۔ چنانچہ امید پیدا ہوئی ہے کہ مستقبل میں "خلا" والی جگہ پر سوراخ کر کے اس خطرے کا تدارک کیا جاسکے گا۔

سعادت مند

جوشؔ ملیح آبادی نے ایک مرتبہ مجازؔ سے پوچھا "کیا تمہارے والدین تمہاری روزانہ کی بے اعتدالیوں پر اعتراض نہیں کرتے؟" مجازؔ نے نہایت متانت سے جواب دیا۔ "لوگوں کی اولاد سعادت مند ہوتی ہے اور جوشؔ صاحب میری خوش نصیبی یہ ہے کہ میرے والدین سعادت مند ہیں۔"

□



راستے کا پتھر

ترجمہ: ہما سلیم

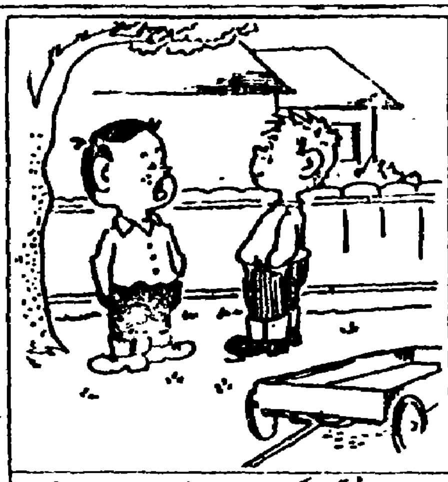
گاؤں کے قریب خوبصورت قیمتی محل میں رہنے والا شخص کو بہت امیر تھا مگر مزاجاً وہ بہت بھلا، رحم دل اور انسان دوست شخص تھا۔ اس نے گاؤں کے ہر گھر کے سامنے خوبصورت درخت اور پودے لگوا رکھے تھے تاکہ قصبہ اچھا معلوم ہو اور لوگ بھی صحت مند رہیں درختوں کی گھنی چھاؤں اور میٹھے پھل بستی والوں کو ہمیشہ خوش و خرم رکھیں۔

امیر شخص بستی کے بچوں کا بھی خیال رکھتا، لوگوں کے دکھ درد میں ان کے کام آتا مگر بستی کے لوگ پھر بھی مطمئن نہ تھے، لوگ چاہتے تھے کہ وہ بھی امیر ہو جائیں ان کا بھی محل ہو مگر کوئی بھی شخص محنت کرنے کو تیار نہ ہوتا۔ سب کی یہی خواہش ہوتی کہ انہیں گھر بیٹھے سب کچھ مل جایا کرے۔

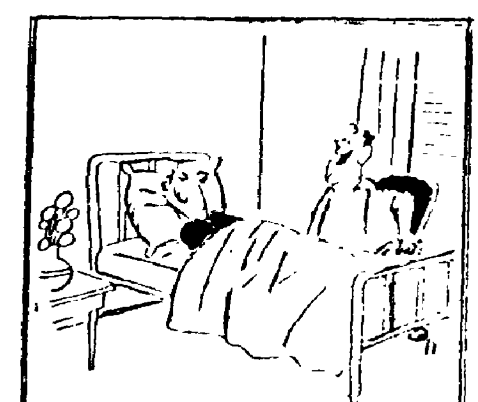
ایک روز امیر شخص صبح سویرے بلکہ منہ اندھیرے اٹھا اور اس نے اپنے ملازموں کی مدد سے ایک بھاری اور بڑا سا پتھر راستے کے بیچوں بیچ رکھ دیا۔ پتھر رکھنے کے بعد وہ شخص خود کہیں چھپ کر بیٹھ گیا تاکہ آنے اور جانے والوں کو دیکھ سکے اور یہ کہ اب کیا ہوگا؟

تھوڑی ہی دیر بعد ایک غریب شخص اپنی گائے کے ساتھ وہاں سے گزرا۔ اس نے پتھر کو غور سے دیکھا بھی مگر اسے ہٹانے کی توفیق نہ ہوئی. اور وہ آگے بڑھ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد ایک کسان وہاں سے گزرا، کسان نے راستے میں ایک بڑا پتھر دیکھا تو بہت دیر تک بڑبڑاتا رہا مگر پتھر کو راستے سے ہٹانے کی کوشش اس نے بھی نہ کی اور چل دیا۔

دن بھر بستی کے بہت سے لوگ وہاں سے گزرے، ہر شخص نے راستے میں پڑے ہوئے پتھر کی شکایت کی کہ کس طرح راستے سے گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے مگر کسی نے بھی پتھر ہٹانے کی کوشش نہ کی۔
دن ڈھل گیا اور سورج غروب ہو گیا مگر پتھر اپنی جگہ پڑا رہا۔
ہلکا ہلکا اندھیرا چہار سو پھیل چکا تھا۔ کسان کا جوان اور گھبرو بیٹا اس راستے سے گزرا۔ اس نے جب راستے میں بڑا سا پتھر پڑا ہوا دیکھا تو اسے خیال آیا کہ رات کے اندھیرے میں کوئی راہ گیر اس پتھر سے ٹکرا کر زخمی بھی ہو سکتا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی اس جفاکش اور محنتی لڑکے نے پتھر کو سرکانے کی کوشش کی مگر پتھر وزنی تھا اور وہ خود بھی دن بھر کی محنت سے نڈھال ہو چکا تھا۔
"میں اس پتھر کو ہٹا کر دم لوں گا۔" محنتی لڑکے نے خود سے کہا اور ایک بار پھر سے پتھر ہٹانے کی کوشش میں مگن ہو گیا۔ یہ احساس اس کے لئے تکلیف دہ تھا کہ کوئی رات کے اندھیرے میں وہاں سے گزرے اور پتھر سے ٹکرا کر زخمی ہو جائے۔ لڑکا کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ پتھر راہ سے ہٹ گیا۔
"یہ کیا!!" اسے پتھر کے نیچے کوئی چیز پڑی ہوئی نظر آئی۔ شائد یہ کوئی تھیلا سا تھا اس میں کیا ہو سکتا ہے؟ اس نے سوچا اور پھر یہ سوچ کر گھر کی سمت چل دیا کہ چلو گھر جا کر دیکھ لیں گے۔
گھر پہنچ کر اس نے تھیلے کا منہ کھولا تو حیران رہ گیا اس میں ہیرے جواہرات بھرے ہوئے تھے اور کاغذ کے ایک ٹکڑے پر یہ لکھا تھا کہ "یہ تمام ہیرے جواہرات اس کے ہیں جس نے راستے کا پتھر ہٹایا۔ اور دنیا کے تمام خزانے اس کا مقدر ہیں جس نے دل سے محنت کی اور جی جان سے کام کیا۔"



دوست! آج بھی ابا جان نے میرے ہوم ورک کے تمام سوالات غلط کر دیے۔ حساب میں کم زور وہ ہیں اور سزا مجھے ملتی ہے۔



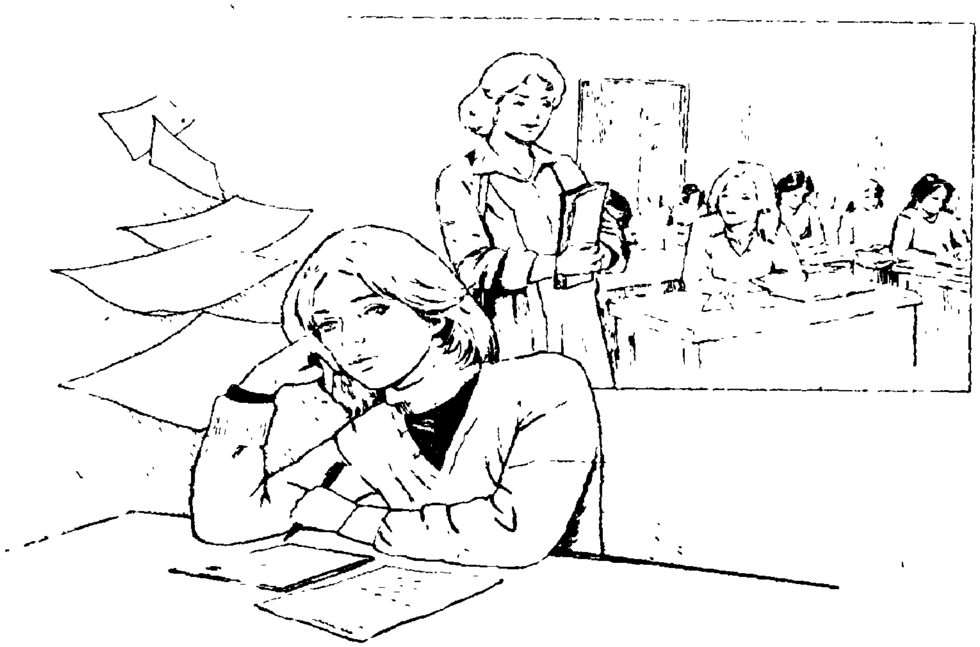
ایڈیٹر صاحب! آپ دفتر والوں کی فکر نہ کیجیے، جب سے آپ بیمار ہوئے ہیں سب مزے میں ہیں۔

کمرۂ امتحان میں

سیما صدیقی

صاعقہ اور ریحانہ یک جان دو قالب سہیلیاں سمجھی جاتی تھیں۔ رول نمبر کے حساب سے ہم ان کے درمیان آگئے تھے۔ دو دوستوں کے درمیان دیوار بننا تو نہیں چاہتے تھے مگر کیا کرتے، تقدیر کے لکھے کی طرح انرولمنٹ نمبر کو بھی بھلا کوئی مٹا سکا ہے؟ ہم نے اسے ریحانہ اور صاعقہ کی بدقسمتی قرار دیا مگر بعد ازاں ہمیں معلوم ہوا یہ ان کی نہیں ہماری بدقسمتی تھی، کیونکہ انھوں نے ہمیں رابطے کے پُل کی طرح بے دردی سے استعمال کیا۔

ہم نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ پیچھے والی لڑکی اللہ کے بعد صرف ہم پر بھروسا کر کے پرچہ دینے آئی



ہے۔ وہ مسلسل ہماری کمر پر دستک دے کر پوچھ رہی تھی کہ صرف یہ بتا دو کہ اس سوال کا جواب کتاب میں کہاں سے کہاں تک ہے؟ خوب!! پہلے تو طالب علم صفحات پھاڑ کر لاتے تھے یا محنت کر کے پھرّے تیار کرتے تھے اب ان جھنجھٹوں میں پڑنے کے بجائے کتاب ہی رکھ لاتے ہیں۔ بہرحال ہم کان لپیٹ کر اپنا کام کرتے رہے اور ظاہر کیا گویا کچھ سنا ہی نہ ہو۔

دو سوال کے حل کے بعد ہم پرچہ ہاتھ میں لیے خود کو یقین دلا رہے تھے کہ یہ ہمارے ہی کورس کا پرچہ ہے اور بالآخر اسے ہمیں ہی حل کرنا ہے کہ اچانک پیچھے سے ٹہوکا لگا اور ایک ضمیمہ (سپلیمنٹ کاپی) اُڑتا ہوا کسی کٹی پتنگ کی طرح ہماری کرسی پر آگرا۔ عقب سے سرگوشی ابھری "ذرا ریحانہ کو دکھا دو یہ جواب یہیں تک اتارنا ہے ناں!" اس دلیرانہ حرکت پر ہمارے اوسان خطا ہوگئے، مگر اب کاپی ہمارے زون میں داخل ہو چکی تھی چنانچہ سرسری نظر دوڑائی، اوہ مرے خدا! کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہے۔ اگر اس کی چوٹی کی ہانڈی میں دو پیسے کی بھی عقل ہوتی تو گزارا ہو جاتا۔ محترمہ نے یہ جواب صفحۂ کتاب سے براہِ راست اتارا تھا۔ چنانچہ روانی، نادانی یا بے دھیانی میں اوّل تا آخر لکھتی چلی گئی تھیں۔ ایک جگہ لکھا تھا "جیسا کہ آپ کو گزشتہ ابواب میں بتایا جا چکا ہے کہ ... " ہم جماعت ہونے کا حق تو ادا کرنا ہی ٹھہرا۔ چنانچہ پینسل سے اس قسم کے خطرناک جملوں کو خط کشیدہ کر کے دے دیا اور جھلا کر سرگوشی کی "بیوقوف! یہ کاپی میں نہیں لکھنا ہے۔" اس نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور ربر سے کچھ اس طرح مٹانے لگی کہ ہماری پوری نشست زلزلے کی زد میں آگئی۔ نشستیں بھی طلبہ کی سہولت کے لیے اس طرح پیوستہ کر کے رکھی گئی تھیں کہ پیچھے والی ہر لڑکی شانے کے عقب سے آگے والی کی کاپی پر کڑی نظر رکھ سکے۔

پانچ منٹ بعد ہی پھر ہماری کمر میں نقب لگانے کی کوشش کی گئی۔ ہماری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ پلٹ کر اسے گھورا ... تو اس نے "ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے" کے مصداق کاپی دوبارہ ہماری جانب اچھال دی۔ اف میرے خدا! یہ لڑکی تو ہمیں بھی پھنسائے گی۔ سامنے انگیز امنر صاحبہ بیٹھی اونگھ رہی تھیں۔ مگر خدانخواستہ وہ ابدی نیند نہیں تھی۔ آنکھ کھل بھی سکتی تھی۔ کاپی پر طائرانہ نظر ڈالی تو سر پیٹ لیا۔ واضح طور پر اس نے ہماری بات کا غلط مطلب اخذ کیا تھا۔ ہم نے کہا تھا "کاپی میں نہیں لکھنا ہے۔" چنانچہ انہوں نے کمال ذہانت سے کچھ اس طرح ترمیم فرمائی تھی۔ "جیسا کہ آپ کو گزشتہ ابواب میں نہیں بتایا گیا۔" اب ہم نے "ٹھیک ہے!" کہہ کر ہار مان لی اور کاپی پیچھے پھینک دی۔

دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ سوالات جلیبی کی طرح سیدھے سادے تھے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ کوئی طالب علم سرتوڑ کوشش کے بعد بھی یہ نہ جان سکے کہ آخر ممتحن پوچھنا کیا چاہ رہا ہے؟ چنانچہ

سوال سمجھنے اور پھر اپنے طور پر جواب ترتیب دینے میں کافی وقت صرف ہو رہا تھا۔ بعض سوالات کا کورس سے اتنا ہی تعلق تھا جتنا قیمتوں کا سرکاری نرخ ناموں سے۔ مزے کی بات یہ کہ کئی طلبہ مائیکرو بک ہاتھ میں لئے بغلیں جھانک رہے تھے اور شاید ممتحن کا مقصد بھی یہی تھا۔

رٹے، پر یقین رکھنے والے طلبہ کسی اداس بگلے کی طرح پَر گرائے بیٹھے تھے، ہمت نہ ہارنے والوں کی نشستوں سے کتابوں کے صفحات الٹنے پلٹنے کی واضح آوازیں آرہی تھیں۔ ہم نے انگیز امنر کی جانب دیکھا مگر وہ نجانے کیوں تغافل سے کام لے رہی تھیں۔

دوسرے دن ہمیں چکی کے دو پاٹوں میں پسنے والا محاورا سمجھ میں آگیا۔ کیونکہ ابھی ہم نے دوسرے سوال کا آغاز ہی کیا تھا کہ آگے والی محترمہ نے قدرے ترچھا ہو کر بھرائی ہوئی آواز میں سرگوشی کی، (اگر وہ زور سے بول لیتی تو شاید اتنا شور نہ ہوتا) ہم نے گھبرا کر انویجیلیٹر (Invigilater) کو دیکھا۔ "سنو! صاعقہ سے کہو مجھے معلّم کا منصب دے دے۔" "کیا!!" ہم ششدر رہ گئے۔ "بھلا صاعقہ تمھیں معلم کا منصب، کیسے دے سکتی ہیں؟ جب تک تم پڑھ لکھ کر کسی قابل نہ ہو جاؤ...... بلکہ بہت قابل نہ ہو جاؤ۔" "او نمو! بھئی معلّم کے منصب والے مضمون کا پرچہ مانگ لو۔" صاعقہ نے اس کا پیغام سن کر کندھے اچکا دیے اور انگوٹھا ترچھا کر کے برابر والی رو کی جانب اشارہ کیا۔ (یعنی معلّم کا منصب ادھر چلا گیا تھا) آگے والی نے اپنا مطالبہ پھر دہرایا ہم بھنا گئے۔ "بھئی پرچہ کرنے دو.... ویسے ہی ایک گھنٹہ گزر گیا ہے۔ معلّم کا منصب کہیں ادھر ادھر ہو گیا ہے۔ تلاش جاری ہے۔" اسی اثنا میں پیچھے والی نے پھر دستک دی اور ایک پرزہ ہماری طرف بڑھا دیا۔ ہم نے دیکھا کہ مسلسل گردش کے سبب معلّم کا منصب خاصا خستہ حال ہو چکا تھا۔ ویسے بھی یہ مائیکرو اسٹیٹ کاپی تھی اور ہم نے مائیکرو چشمہ نہیں بنوایا تھا۔ ہمیں حیرت آمیز مسرت ہوئی کہ ہمارے طلبہ ذہین نہ سہی باریک بین ضرور ہیں اور قیامت کی نگاہ رکھتے ہیں۔

چند طلبہ خاصی تیاری کر کے آئے تھے۔ اپنی ذہانت کے بل بوتے پر سر جھکائے لکھنے میں مصروف تھے مگر چونکہ ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی چنانچہ یہ چند طلبہ خود کو خاصا احمق محسوس کر رہے تھے۔ طلبہ پھرّوں سے مائیکرو تک جا پہنچے تھے اور یہ ابھی وہی لکھ پڑھ کر پرچہ دینے کے فرسودہ چکروں میں الجھے ہوئے تھے۔

اردو کے پرچے والے روز ہم چاہتے تھے کہ ابتدائی دو ڈھائی گھنٹوں میں جو تیر مارنا ہے، مار لیں، کیونکہ آخری آدھ گھنٹے میں انویجیلیٹر صاحبہ رضا کارانہ طور پر کمرے کے دروازے پر جا کھڑی ہوتی تھیں۔ ان کی پیٹھ پیچھے مذاکرات کی فضا اتنی ساز گار ہو جاتی تھی کہ کمرۂ امتحان مچھلی بازار بلکہ قومی اسمبلی کے

ہال کا منظر پیش کرنے لگتا تھا۔
تشریح کے آغاز کے لیے ہم کوئی عمدہ سا جملہ سوچ ہی رہے تھے کیونکہ سنا تھا کہ ممتحن پہلے اور آخری جملے کو پڑھ کر ہی تخت یا تختہ کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ جونہی ہمیں ایک شاندار جملہ سوجھا عین اسی لمحے پیچھے سے دھکا لگا اور جملہ آگے سے نکل گیا۔ "کیا مصیبت ہے! اتنا لمبا پرچہ... صرف تین گھنٹے اور اوپر سے ممتحن کی تمامتر معصومیت کے ساتھ یہ ہدایت کہ "صرف پانچ سوالوں کے جواب تحریر کیجیے۔" ظاہر ہے تین گھنٹوں میں بمشکل تین چار ہی سوالات کے جواب دیئے جاسکتے ہیں۔ اس ٹھوکا پٹی، امداد باہمی اور پیغام رسانی کا کوئی ایکسٹرا ٹائم تو ہمیں دیا نہیں جاتا۔ پیچھے سے صاعقہ نے پچکارا، "بس اتنا بتا دو کہ "اختر شیرانی" فرماتے ہیں یا فرماتی ہیں؟" ہم نے پلٹ کر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔ "یہ تو اختر شیرانی سے پوچھ کر ہی بتایا جاسکتا ہے اور یہ تمھیں ایسی متنازعہ شخصیت پر لکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟"
اسی اثنا میں پانی پلانے والی خاتون کمرے میں داخل ہوئیں۔ عقابی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ کمال ہشیاری سے چادر میں سے ایک پاکٹ سائز کتاب نکالی اور کونے میں بیٹھی طالبہ کی کرسی پر سرکا دی۔ صاعقہ نے با آواز بلند اطمینان کی سانس لی۔ "شکر ہے... بیرونی امداد آگئی۔" بیرونی امداد! جی ہاں کچھ خیر خواہ باہر بھی موجود تھے جو وقتاً فوقتاً حسب توفیق اندر والوں کو "ایڈ" بھیجتے رہتے تھے۔ چونکہ ہم رابطے کے پُل کا کام بھی کر رہے تھے لہٰذا گھومتے گھماتے وہ کتاب ہمارے پاس بھی آگئی۔ کتاب کیا تھی گویا کوزے میں دریا بند تھا۔ سرورق پر نگاہ ڈالی، لکھا تھا۔ "پروفیسر اے زیڈ خان کی طلبہ کی سہولت کے لیے آسان شرح" اور طلبہ نے مزید سہولت کے لیے شرح کی بھی مائیکرو بک تیار کروالی تھی تاکہ یاد کرنے کا جھنجٹ ہی نہ رہے۔ بیرونی رضا کار کی فرض شناسی اپنی جگہ۔ لیکن ان گائیڈ بک، ورک بک اور گیس پیپرز کو دیکھ کر ان اساتذہ کا بھی معترف ہونا پڑتا ہے، جن کو طلبہ کی سہولت اور ان کے مستقبل کی اتنی فکر ہے۔
ابھی ہم سرورق پر ہی اٹکے تھے کہ آگے والی نے جھٹکے سے کتاب اچک لی۔
اگلے روز انویجلیٹر ذرا اوکھری ٹائپ کی تھیں۔ چنانچہ کمرۂ امتحان میں "پن ڈراپ سائلنس" رہا انھوں نے ایسی دہشت بٹھادی تھی کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ اگر کوئی پیچھے مڑکر دیکھے گا تو پتھر کا ہو جائے گا۔ کرنے والوں نے اس دن بڑے سکون سے پرچہ حل کیا۔
آخری پیپر والے دن بڑا غضب ہوا۔ کہتے ہیں کہ مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی۔ چنانچہ امتحان کی مصیبت کے ساتھ "آشوب چشم" کا مرض بھی آ وارد ہوا۔ پیپر دیکھ کر دماغ ویسے ہی کام نہیں کرتا تھا اب آنکھوں نے بھی جواب دے دیا۔ بہرحال نیّا تو پار لگانی ہی تھی لہٰذا گز بھر لمبے رومال سے آنکھ دبا کر بیٹھ رہے۔ اب ہم مساوات کے اصولوں کے عین مطابق سب کو ایک آنکھ سے دیکھ رہے تھے۔ اندرونی دباؤ

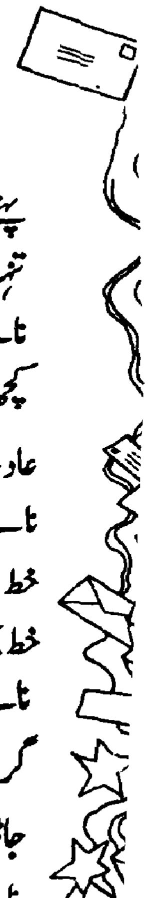
سے ویسے ہی ذہن منتشر رہتا تھا اب بیرونی مداخلت بھی شروع ہو گئی۔ انویجیلیٹر نے ایسی چشم پوشی سے کام لیا جیسے امریکہ کی مداخلت پر ہماری سرکار درگزر سے کام لیتی ہے۔ باہر کھلنے والی کھڑکیاں بند کر دی گئی تھیں۔ مگر ہمارے ہاں غیر قانونی کاموں کے لیے کوئی نہ کوئی روزن تو کھلا ہی رہتا ہے۔ چنانچہ ایک کاغذی راکٹ روشندان سے اڑتا ہوا آیا اور ریحانہ کی نشست کے پاس آ گرا۔ باہر سے ایک نہایت گھمبیر آواز آئی۔ "پلیز! یہ راکٹ ثمینہ کو دے دیں۔" "کیا!!" ثمینہ کو دے دیں؟ مگر آج تو وہ دوسرے کمرے میں بیٹھی ہے۔ اب ہم میں سے کوئی اتنا ڈھیٹ بھی نہیں کہ انویجیلیٹر کے سامنے راکٹ اٹھائے اور منہ اٹھا کر ثمینہ کو دینے نکل جائے۔ اسی اثنا میں باہر سے ایک دوسری آواز ابھری جس میں بے پناہ سوز اور درد پایا جاتا تھا۔ با آواز بلند ارشاد ہوا۔ "حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے، لڑکا ہوں اگرچہ میں ذرا سا۔" سن کر لڑکے کی آہ و زاری انویجیلیٹر کوئی پاس ہی سے بولیں۔ "اللہ نے دی ہے ان کو عقل، یہ خود ہی کریں گی پرچے کو حل...... " مگر ان کے خیالات پر لڑکے نے مطلق توجہ نہ دی اور آبجیکٹو (Objective) سوالوں کے نمبروار جواب بتانا شروع کر دیئے۔ افسوس ناک پہلو یہ تھا کہ اس کی معلومات نہایت ناقص تھیں۔ کسی اچھے گھر کا گھٹیا چشم و چراغ معلوم رہا تھا۔ جو ناحق طلبہ کو مس گائیڈ کر رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے کہا "میڈم باہر پولیس والے ڈنڈا لے کر بیٹھے ہیں۔ آخر وہ کونسی غیر مرئی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان سے کہیں ناں کہ ان کو بھگائیں۔" میڈم نے ہماری طرف ایسے دیکھا جیسے کسی بے وقوف کو بہت دن بعد دیکھا ہو۔ پھر خود اٹھ کر روشندان کے قریب آئیں اور تین مرتبہ ہش ہش کیا۔ گویا وہ لڑکے نہ ہوں کوّے ہوں جو ان کے ہُش ہُش کرنے سے اڑ ہی تو جائیں گے۔ شاید انھوں نے یہ ایکشن ہماری تسلی کے لیے لیا تھا۔ قدرے توقف سے بولیں۔ پولیس والے ڈنڈا لے کر تو بیٹھے ہیں مگر کہتے ہیں کہ ان لڑکوں سے ہم پنگا نہیں لے سکتے۔ ویسے بھی غالباً ان کے پاس ڈنڈے نہیں بندوقیں ہیں۔ ڈنڈے تو لاٹھی چارج کے کام آ بھی جاتے ہیں۔ ان کی بندوقیں بھلا کس کام کی؟

ہم نے تفہیمی انداز میں ہونقوں کی طرح سر ہلا کر میڈم کی بات سے اتفاق کیا اور بمشکل تمام دوبارہ کاپی کی طرف توجہ مرکوز کرنی چاہی۔ مگر یہ کیا!! ہم دھک سے رہ گئے کیونکہ اس طوفان بدتمیزی اور میڈم سے، پولیس کے کردار، پر مذاکرات میں ہم اپنے آنسوؤں کو قابو کرنا تو بھول ہی گئے تھے۔ صورت یہ تھی کہ آنکھ کا سمندر کاغذ پر لہریں مار رہا تھا۔ جو کچھ لکھا تھا وہ بھی دُھل دُھلا کر صاف ہو چکا تھا۔ اب رزلٹ کی فکر نہیں۔

واعظ کیسے ڈرائے ہے روزِ حساب سے
گریہ مرا نامۂ اعمال دھو گیا

ڈاکیا

جاوید عبدالکریم سحر

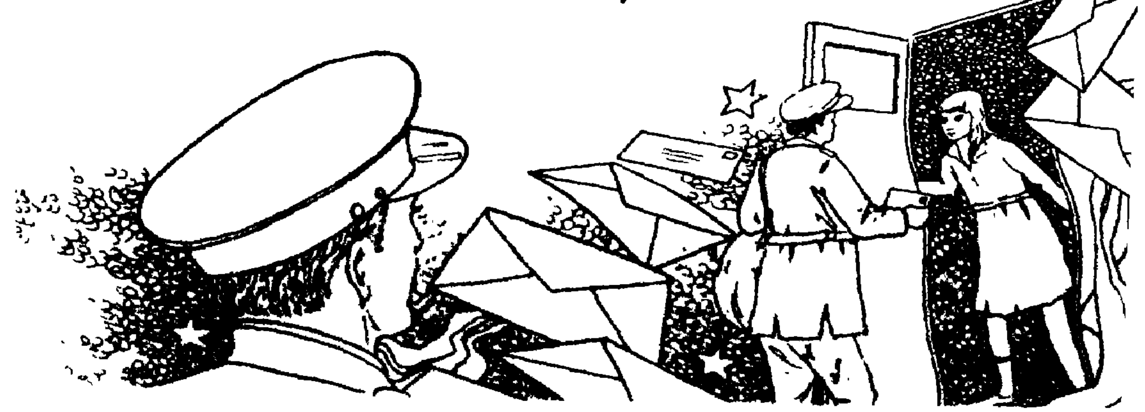


پہنے ہوئے یہ آدمی خاکی لباس ہے   لگتا ہے نوکری یہ بہت اس کو راس ہے
تنہا نہیں ہے بائیسکل بھی اس کے پاس ہے   تب ہی تو اتنا خوش نظر آتا ہے ڈاکیا
نامے بہت ہی دور سے لاتا ہے ڈاکیا   گھر گھر خطوط بانٹنے جاتا ہے ڈاکیا

کچھ ہاتھ میں خطوط ہیں تھیلے میں کچھ پڑے   سادے ہیں کچھ لفافے تو کچھ چھوٹے اور بڑے
عادت نہیں ہے اس کی کسی سے کہیں لڑے   سب کو رفیق اپنا بناتا ہے ڈاکیا
نامے بہت ہی دور سے لاتا ہے ڈاکیا   گھر گھر خطوط بانٹنے جاتا ہے ڈاکیا

خط بانٹنے میں ڈاکیا رکھتا ہے یہ خیال   بھولے سے بھی ہو چوک نہیں اس کا کچھ سوال
خط بھول میں کس کا غلط گھر میں دے نہ ڈال   جس کا ہے خط اسی کو تھماتا ہے ڈاکیا
نامے بہت ہی دور سے لاتا ہے ڈاکیا   گھر گھر خطوط بانٹنے جاتا ہے ڈاکیا

گرمی کی تیز دھوپ ہو، آندھی ہو یا ہوا   موسم کا حال کچھ بھی ہو اچھا ہو یا بُرا!
جاڑے کا ہو مہینا کہ ساون کی ہو گھٹا   خط سب کو بانٹتا نظر آتا ہے ڈاکیا
نامے بہت دور ہی سے لاتا ہے ڈاکیا   گھر گھر خطوط بانٹنے جاتا ہے ڈاکیا





میں لڑکی ہوں

شاہنواز فاروقی

میں لڑکی ہوں ابو مجھ سے پیار نہیں کرتے
فیصل مجھ سے چھوٹا ہے پر چونکہ لڑکا ہے
ابو جب بھی شام کو دفتر سے گھر آتے ہیں
فیصل کی ہر فرمائش ہے حاکم کا فرمان
فیصل کے گڈے کی پرسوں آٹھویں شادی ہے
فیصل گر اسکول نہ جائے کوئی بات نہیں
فیصل میری ہنسی اُڑائے کوئی بات نہیں
لیکن مجھ سے ہو جائے گر چھوٹا سا نقصان
بارہ سال کی ہو کر بھی ہو تم اب تک نادان
ابو جی کہتے ہیں یہ تو مال پرایا ہے
امی کہتی ہیں شب کو جب میں سو جاتی ہوں
تب ابو جی آکر میرا سر سہلاتے ہیں

کرتے ہوں گے پر اُس کا اظہار نہیں کرتے
ابو جی کے دل میں دھڑکن بن کے رہتا ہے
فیصل، فیصل، فیصل ہی کی ہانک لگاتے ہیں
فیصل ابو کا مستقبل، ابو کی پہچان!
لیکن میری گڑیا اب تک گھر پر بیٹھی ہے
فیصل مجھ پر ہاتھ اُٹھائے کوئی بات نہیں
فیصل کوئی چیز گرائے کوئی بات نہیں
ابو جی فوراً جاری کر دیتے ہیں فرمان
بوڑھی ہو کر بھی بن جاؤ تم شاید انسان
یہ لڑکی ہے، یہ تو بس دو دن کا سایہ ہے
خوابوں کی البیلی دُنیا میں کھو جاتی ہوں
سر سہلاتے ہیں اور آہستہ سے مُسکاتے ہیں

کاش کسی دن ایسے میں میں اک دم جاگ پڑوں
تا کہ اپنے ابو جی کے پیار کو دیکھ سکوں

کمانڈو

پہلا حصہ

دورانِ پرواز اچانک اُن پر اسلحہ تان لیا گیا، پھر جس جزیرے پر انہیں
اُتارا گیا وہ ان کے لیے اجنبی تھا
پل پل کروٹیں بدلتی تحریر

محمد سعید عباس

ملک کے مشہور سائنس داں پروفیسر احمد علی اس وقت اپنے مخصوص طیارے میں موجود تھے، وہ آج کل ایک اہم فارمولے پر کام کر رہے تھے ان کا معاون ناصر بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ دونوں آپس میں اسی فارمولے پر ات چیت کر رہے تھے۔

اچانک طیارے میں موجود پروفیسر احمد علی کی حفاظت پر مامور ایک محافظ کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی۔ وہ پنا سینہ پکڑتا ہوا جہاز کے فرش پر جا گرا۔ دوسرا محافظ صورتِ حال کو سمجھ نہیں پایا تھا کہ ایک آواز ابھری اور وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا ایک جانب لڑھک گیا۔ پروفیسر احمد علی اور ناصر نے دیکھا کہ سامنے جہاز کا پائلٹ اور سسٹنٹ پائلٹ ہاتھوں میں ریوالور لیے کھڑے تھے۔ ان کے چہروں پر خوفناک مسکراہٹ تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" پروفیسر احمد علی نے پوچھا۔

"پروفیسر! اس وقت تم اور تمہارا اسسٹنٹ ہمارے قبضے میں ہیں اور یہ جہاز ایک نامعلوم منزل کی جانب ہے۔"

مگر کیوں؟ تم یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو؟" پروفیسر احمد علی نے پوچھا۔

"پروفیسر، ہم تمہارے دشمن ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ چند دنوں پہلے تمہارے ملک کے ایک سائنس داں ر راشد نے ایک نہایت خطرناک لیزر گن کا فارمولا بنایا تھا مگر تم لوگوں نے یہ خبر اپنے ملک سے باہر نہیں دی مگر ہمارے ملک کے جاسوسوں نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ وہ پروفیسر راشد کی تجربہ گاہ میں فارمولا ا کرنے کے لیے جا پہنچے مگر افسوس کہ پروفیسر راشد وہ فارمولا ملک کے وزیرِ اعظم کے حوالے کر چکے تھے ے جاسوسوں نے پروفیسر راشد کو قتل کر دیا۔ اب ہم تمہارے بدلے میں وہ فارمولا حاصل کریں گے ماری حکومت سے اس فارمولے کا مطالبہ کریں گے اور تمہاری حکومت کو صرف چوبیس گھنٹوں کی مہلت



دیں گے اگر چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر وہ فارمولا ہمارے حوالے نہ کیا گیا تو تم دونوں کی لاشیں تحفوں کی صورت میں تمہارے ملک روانہ کردی جائیں گی۔" پائیلٹ نے یہ کہہ کر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اپنے ساتھی کو ان کی نگرانی کرنے کی ہدایت دیتا ہوا انجن روم کی جانب چل دیا۔

✿

آرمی ہیڈ کوارٹر میں اس وقت ملک کی تینوں فوجوں کے سربراہ موجود تھے ملک کے وزیر اعظم ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے سے پریشانی صاف ظاہر ہو رہی تھی۔ کیونکہ ایک گھنٹے پہلے انھیں کرنل مقصود نے اطلاع دی ہے کہ آرمی ہیڈ کوارٹر میں موجود ٹرانسمیٹر پر یہ اطلاع ملی تھی کہ پروفیسر احمد علی کے طیارے کو ہائی جیک کرلیا گیا ہے۔ آپ سب لوگ سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کریں کیوں کہ پرسوں تک پروفیسر احمد علی کا یہاں ہونا بہت ضروری ہے پرسوں اسلامی ممالک سے آئے ہوئے سائنس دانوں کی خفیہ کانفرنس ہو رہی ہے۔ پروفیسر احمد علی کو اس کانفرنس کی صدارت کرنا ہے۔ اگر پرسوں تک وہ یہاں نہ پہنچ سکے تو ملک کی بہت بدنامی ہوگی۔ وزیر اعظم نے اپنے سامنے موجود کرنل مقصود' ایئر مارشل نعمان اور ایڈمرل نسیم اقبال کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

" سر! سب کچھ ہمارے دشمن ملک کے کہنے پر ہو رہا ہے۔ اس وقت ہماری معلومات کے مطابق پروفیسر احمد ...ی کا جہاز ملک کے مشرقی سمندر میں موجود ایک جزیرے پر موجود ہے۔ ہائی جیکروں نے مطالبہ کیا ہے کہ پروفیسر ...اشد کا تیار کردہ لیزر گن " ایف بی فور " کا فارمولا ان کے حوالے کیا جائے تو وہ پروفیسر احمد علی اور ان کے ...سسٹنٹ کو ہمارے حوالے کردیں گے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پروفیسر احمد علی اور ان کے اسسٹنٹ کی زندگی ...طرے میں پڑ سکتی ہے انھوں نے چوبیس گھنٹوں کا ٹائم دیا کہ ہم کسی فیصلہ پر پہنچ سکیں۔" کرنل مقصود نے دیکھتے ...ئے کہا۔

"ویری گڈ کرنل! آپ نے اتنی جلد اتنی اہم معلومات کہاں سے حاصل کیں؟" وزیر اعظم نے پوچھا۔

" سر! کمپیوٹرائزڈ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہم نے اس جگہ کا پتا چلا لیا تھا جہاں سے ہائی جیکروں نے ہمیں کال کی تھی ...ر میری معلومات کے مطابق اس جزیرے پر دشمنوں کا قبضہ ہے۔ وہاں اکثر فوجی مشقیں ہوتی رہتی ہیں اس ...ت بھی وہاں دشمن کے پانچ سو فوجی موجود ہیں جو ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس ہیں۔" کرنل مقصود بولے۔

" اب کیا کیا جائے؟ پروفیسر احمد علی ہمارے ملک کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ان کی جان کو کسی قسم ...ی خطرہ ہو۔ آپ سب لوگ مل کر اس مسئلے کا حل تلاش کریں۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔"

" سر! میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے۔" کرنل مقصود نے کہا۔

" کہیے۔" وزیر اعظم ان کی جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

" سر اگر کسی کمانڈو کو پروفیسر صاحب کے اس جزیرے سے نکال لانے کے مشن پر روانہ کردیا جائے تو کیسا ...گا؟"

"ویری گڈ آئیڈیا!" وزیر اعظم نے کہا ان کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آئے۔

"میں بھی آپ کی تجویز سے متفق ہوں" ایڈمرل نسیم نے کہا۔

...یئر مارشل نعمان نے بھی سر ہلا کر تجویز سے متفق ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔

"کیا آپ کی نظروں میں کوئی ایسا کمانڈو ہے جو اس مشن کو بآسانی سرانجام دے سکے۔"

"جی ہاں سر! میں ابھی اس کی فائل منگوا کر آپ کو دکھاتا ہوں۔" کرنل مقصود نے کہا اور پھر پاس رکھا ہوا ٹیلی فون اٹھا کر دوسری جانب کچھ کہا۔

تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان ہاتھوں میں ایک فائل لیے ہال میں داخل ہوا۔ اس نے فائل میز پر رکھ دی اور خود واپس چلا گیا۔ وزیر اعظم نے وہ فائل اٹھائی۔ فائل میں ایک صفحہ موجود تھا جس پر بائیں جانب ایک خوب صورت نوجوان کی تصویر لگی ہوئی تھی اور نیچے اس کے بارے میں تفصیل لکھی ہوئی تھی۔ وزیر اعظم نے فائل پڑھنا شروع کی۔

نام 'نامعلوم۔ عرفیت کوبرا۔

پیدائش '۲۹ نومبر ۱۹۵۹ صبح سات بجے۔

حلیہ 'قد ۶ فٹ ۳ انچ ' آنکھوں کی رنگت بھوری۔ بال کالے ' جلد کی رنگت سرخ و سفید کمر ۳۲ انچ شانے ۴۰ انچ 'گردن ۱۴ انچ ' دائیں کان کے نیچے دو انچ لمبا چوٹ کا نشان ' بائیں بازو پر کہنی سے اوپر ایک تل۔ ہر طرح کے ہتھیار کے استعمال کا ماہر۔ چاقو زنی 'شمشیر زنی ' مارشل آرٹ پر مکمل عبور حاصل ہے بوئنگ 'نوکر 'B-5 فائیٹر اور دوسرے طیارے اڑانے میں ماہر ہے۔

وزیر اعظم نے ایک گہرا سانس لے کر فائل بند کی اور پھر کرنل مقصود کی جانب دیکھ کر بولے۔ "اس کمانڈو کو فوراً ہدایت دو کہ یہ اس مشن پر جانے کے لیے تیار ہو جائے کیونکہ ہائی جیکروں کے دیے گئے وقت میں اب صرف اکیس گھنٹے باقی رہ گئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے سر!" کرنل مقصود بولے اور پھر وزیر اعظم کے ساتھ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور ملٹری ہیڈ کوارٹر کے ہال سے باہر نکل گئے۔

ان کے نکلنے کے کچھ دیر بعد ایک سایہ ہال میں داخل ہوا۔ وہ سیدھا اس میز کی جانب بڑھا جہاں بیٹھ کر یہ میٹنگ کی گئی تھی۔ اس سائے نے ایک کرسی کے پاس بیٹھ کر میز کے نیچے اپنا ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا طاقتور ٹیپ ریکارڈ موجود تھا جس میں میٹنگ میں ہونے والی تمام گفتگو ٹیپ کر لی گئی تھی۔ وہ سایا تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا ہال سے باہر نکل گیا۔

✿

شاداب نگر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا یہاں کے لوگ زیادہ تر کھیتی باڑی کرتے تھے۔ افضال کو اس قصبے میں آئے ہوئے چھ سات سال ہوئے تھے مگر قصبے والوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اس نے پورے گاؤں میں اپنے اچھے اخلاق کی بدولت اپنے لیے جگہ پیدا کر لی تھی۔ وہ گاؤں کے دکھ درد میں شریک رہتا ان کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتا۔ گاؤں والوں کو صرف اتنا معلوم تھا کہ افضال ہر مہینے تین چار دنوں کے لیے کہیں جاتا ضرور تھا۔ گاؤں کے چودھری نے اسے اپنے کھیتوں میں کام کرنے پر ملازم رکھا ہوا تھا۔

افضال اس وقت چودھری کے کھیتوں میں کام کر رہا تھا کہ اچانک آسمان پر ایک چھوٹا سا طیارہ نمودار ہوا۔ اس پر کسی فلائنگ کلب کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس طیارے نے دو چکر کھیتوں پر لگائے اور آسمان پر سرخ رنگ کے

دھوئیں سے کراس کا نشان بنا کر ایک جانب چل دیا۔ افضال نے اس کراس کو دیکھا تو ہاتھوں میں پکڑا پھاوڑا ایک جانب رکھا اور چودھری صاحب کے گھر پہنچا۔ اس نے چودھری صاحب سے ایک ہفتے کی چھٹی لی اور پھر گاؤں سے باہر جانے والی پگڈنڈی پر چل دیا۔ جو بس اسٹاپ کی جانب جاتی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ بس میں بیٹھا ایک جانب جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار نمایاں تھے۔

طیارہ کسی نامعلوم جگہ پر اتر چکا تھا۔ پروفیسر احمد علی نے طیارے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹے سے رَن وے پر موجود تھے۔ ان کا اسسٹنٹ ناصر ان کے ساتھ تھا اور پیچھے طیارے کا پائیلٹ اور اس کا اسسٹنٹ ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھامے کھڑے تھے جو انھوں نے طیارے میں موجود محافظوں کو مارنے کے بعد حاصل کی تھیں۔

✿

پروفیسر احمد علی جب سیڑھیوں سے اتر کر نیچے پہنچے تو ایک جیپ ان سے کچھ فاصلے پر آکر رک گئی۔ جیپ سے چار آدمی نیچے اترے۔ انھوں نے فوجی لباس پہن رکھے تھے۔ آگے آنے والا ان کا افسر معلوم ہوتا تھا۔ وہ آدمی ان کے قریب آکر بولا۔ "پروفیسر تمھیں کرنل اے جی کرن اس جزیرے پر خوش آمدید کہتا ہے۔"

"اوہ!" پروفیسر صاحب ان کا نام سن کر چونک گئے انھوں نے سن رکھا تھا کہ کرنل اے جی کرن دشمن ملک کا بڑا ظالم اور جابر فوجی ہے۔ تو کیا ہم دشمن ملک میں ہیں۔ انھوں نے سوچا۔

"چلو اس جیپ میں بیٹھ جاؤ۔" کرنل کے ساتھ آنے والے ایک فوجی نے ہاتھوں میں پکڑی اسٹین گن سے پروفیسر کو جیپ کی جانب بڑھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پروفیسر احمد علی اور ان کا اسسٹنٹ ناصر جیپ میں بیٹھ گئے۔ جیپ ایک جانب چل دی۔

پروفیسر احمد علی خاموشی سے ادھر ادھر دیکھتے رہے انھیں ہر جانب فوجی مشقیں کرتے نظر آئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دشمن کے کسی فوجی اڈے میں موجود ہیں۔

انھوں نے سوچا۔ اچانک جیپ رک گئی۔ سامنے لکڑی کا ایک چھوٹا سا پُل بنا ہوا تھا۔ جس کے نیچے ساٹھ فٹ چوڑے حصے میں پانی ایک بڑی نہر کی صورت میں بہہ رہا تھا۔ وہ پُل عبور کر کے دوسری جانب پہنچے جہاں بیرک نما مکانات بنے ہوئے تھے۔ کرنل کرن نے پروفیسر احمد اور ان کے اسسٹنٹ ناصر کو ایک مکان میں داخل ہونے کے لیے کہا اور پھر دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اس مکان کے گرد چند فوجیوں کو پہرہ دینے کی ہدایت دے کر خود ایک جانب چل پڑا۔

✿

کرنل مقصود اس وقت اپنے آفس میں موجود تھے۔ ان کے سامنے ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا یہ کوبرا تھا۔ اس نے سامنے موجود ٹیپ ریکارڈر میں وہ کیسٹ لگا کر سنا جس میں اغوا کرنے والوں کے مطالبات ٹیپ تھے۔ کوبرا نے ٹیپ بند کر کے کرنل مقصود کی جانب دیکھا اور بولا۔ "سر! میں نے جو آواز سنی ہے وہ دشمن کا خطرناک آدمی کرنل اے جی کرن ہے۔ بہت چالاک و عیار آدمی ہے۔ اس نے پورے جزیرے پر سخت پہرہ لگا رکھا ہو گا اور میرے اس مشن پر جانے کی خبر اس تک پہنچ چکی ہو گی۔"

نرالا شوق

بہت سے لوگ ٹکٹ جمع کرتے ہیں تتلیاں یا نادر اشیاء جمع کرتے ہیں لیکن سڈنی آسٹریلیا کے آرای مسکوڈ اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ ان کا مشغلہ محض مکڑیاں جمع کرنا ہے۔ مسکوڈ صاحب کی عمر ساٹھ سال ہے بنیادی طور پر وہ شاعر ہیں اور آٹھ سال قبل انھوں نے مکڑیاں جمع کرنے کا مشغلہ اختیار کیا تھا۔ آج ان کا شمار آسٹریلیا میں مکڑی کے صفِ اول کے ماہرین میں ہوتا ہے۔ ان کے پاس آسٹریلوی مکڑیوں کی رنگین فلموں کا دنیا کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے اور وہ تمام دنیا کے مکڑی کے ماہرین سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ (نرگس فاطمہ۔)

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ میٹنگ میں میرے 'وزیرِ اعظم' ایڈمرل نسیم اور ایئر مارشل نعمان کے علاوہ کوئی اور موجود نہیں تھا۔" کرنل مقصود نے حیرانگی سے کوبرا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن لیکن سر' میں اس میٹنگ ہال میں موجود میز کا جائزہ لے چکا ہوں مجھے وہاں میز کے نیچے ایسے نشانات دکھائی دیے ہیں جیسے کوئی بہت طاقتور ٹیپ یا اس جیسی کوئی چیز چھپائی گئی ہو۔" کوبرا بولا۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ کرنل کرن اور اس کے آدمی تمھارے استقبال کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔ اس طرح تمھارا مشن زیادہ خطرناک ہو گیا ہے تمھیں سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا ہو گا۔"

"جی ہاں سر' آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" کوبرا بولا۔ ساتھ ہی اس نے سامنے رکھی ہوئی پرچیوں میں سے ایک پرچی پر کچھ لکھ کر کرنل مقصود کی جانب بڑھا دیا۔ کرنل مقصود کی پرچی پر لکھا تھا۔ "سر! آپ یوں ہی باتیں کرتے رہیں۔ مجھے شک ہے کہ کوئی دروازے سے لگا ہماری باتیں سن رہا ہے۔" اتنی دیر میں کوبرا دروازے تک پہنچ گیا۔ اس نے جھٹکے سے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے کھول دیا۔ ایک آدمی لڑکھڑاتا ہوا کمرے کے فرش پر آگرا۔ اس آدمی کو دیکھ کر کرنل مقصود کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہ ان کا اسسٹنٹ حامد تھا جس نے کوبرا کی فائل انھیں لا کر دی تھی۔

کرنل کرن نے سامنے لگے ایک بٹن کو دبا کر کہا۔ "میں کرنل کرن۔"

"بہت اہم خبر ہے۔" دوسری جانب سے آواز آئی۔

"کہو میں سن رہا ہوں۔" کرنل کرن نے کہا۔

"سر! اس ملک کے وزیرِ اعظم اور تینوں فوجوں کے سربراہوں نے مل کر ایک کمانڈو جسے کوبرا کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ پروفیسر کو آزاد کرانے کے لیے جزیرے پر بھیجنے کا پروگرام بنایا ہے۔" دوسری جانب سے آواز سنائی دی۔

"تم فکر نہ کرو۔ یہاں وہ کمانڈو تو کیا' کوئی پرندہ بھی میری اجازت کے بغیر پَر نہیں مار سکتا۔ تم صرف یہ پتا کرو کہ وہ کمانڈو کس طرح اس جزیرے میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔" کرنل کرن بولا۔

"ٹھیک ہے سر' میں جلد ہی آپ کو اطلاع دوں گا۔" دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور کرنل کرن نے ٹرانسمیٹر بند کر کے اپنی گھڑی کی جانب دیکھا۔ ان کے دیے گئے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف اٹھارہ گھنٹے باقی رہ گئے تھے۔ کرنل کرن نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں کہ وہ اپنا پہرہ سخت کر دیں تاکہ کوبرا کسی بھی

طریقے سے اس جزیرے میں داخل نہ ہو سکے۔

✿

حامد نے کرتے ہی ریوالور نکالنا چاہا مگر کوبرا کی ٹانگ حرکت میں آئی۔ حامد کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر دور جا گرا۔ "خبردار! جو تم نے اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش کی۔"

کوبرا کے ہاتھ میں ریوالور موجود تھا۔ "بتاؤ کیا تم کرنل کرن کے لیے کام کر رہے ہو۔" کوبرا نے حامد سے پوچھا۔

"نہیں میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔" اس کے ساتھ حامد نے اپنے جبڑے زور سے بھینچے۔ دوسرے ہی لمحے اس کے منہ سے نیلے سفید جھاگ نکلنے لگے۔

"ارے اس نے زہریلا کیپسول توڑ لیا ہے جو ضرور اس کے دانتوں میں موجود ہو گا۔" کوبرا نے حامد کے اکڑتے ہوئے جسم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ حامد دشمنوں سے ملا ہوا ہو گا۔" کرنل مقصود نے اپنا سر تھامتے ہوئے کہا۔

"سر! یہ دیکھیں۔" کوبرا نے آگے بڑھ کر حامد کی گردن کو ٹٹولا اور پھر ایک باریک ربڑ کی جھلی اتر کر اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ ان کے سامنے ایک نیا چہرہ موجود تھا۔

"اوہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حامد کو ٹھکانے لگا دینے کے بعد اس نے حامد کا روپ بھر لیا ہو گا۔" کرنل مقصود بولے۔

"سر! دشمن کے آدمی ہمارے اردگرد موجود ہیں۔ ہمیں سوچ سمجھ کر کام کرنا ہو گا۔ میرے ذہن میں جزیرے پر پہنچنے کا ایک منصوبہ ہے۔ آپ ایڈمرل نسیم کو فون کر کے یہاں بلائیں کیوں کہ ان کے مشورے کے بغیر منصوبہ ناکام ہو سکتا ہے۔" "ٹھیک ہے" کرنل مقصود نے کہا اور ایڈمرل نسیم کو ٹیلی فون کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ایڈمرل نسیم وہاں موجود تھے۔ اس عرصے میں حامد کے بھیس بدلنے والے کی لاش وہاں سے ہٹا دی گئی۔ "سر! یہ دیکھیں جزیرے کا مشرقی حصہ ادھر چھوٹی چھوٹی چٹانیں ہیں اور ان چٹانوں پر پہرا دینا مشکل کام ہے۔ میں ان چٹانوں کے پاس پہنچوں گا۔" کوبرا بولا۔

"مگر کیسے؟" کرنل مقصود اور ایڈمرل نسیم نے حیرت سے کہا۔ "سر میرا منصوبہ یہ ہے کہ آپ دو ایسے تارپیڈو کا بندوبست کریں جو اندر سے کھوکھلے ہوں ایک میں اسلحہ اور دوسرے تارپیڈو میں آکسیجن سلنڈر لگا دیں۔ میں آکسیجن سلنڈر والی تارپیڈو میں موجود ہوں گا اور پھر کسی آبدوز کے ذریعے یہ تارپیڈو اس جزیرے کی جانب فائر کر دیے جائیں گے۔ میں بآسانی ان چٹانوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ یہ کام ہم رات کو شروع کریں گے۔ آپ آبدوز لیے جزیرے کے قریب ہی موجود رہیں گے۔"

"ویری گڈ کوبرا! ویری گڈ' تم نے بہت اچھی ترکیب سوچی ہے۔ کرنل کرن کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو گا کہ تم اس طرح جزیرے پر پہنچو گے۔ میں ابھی تمام چیزوں کا بندوبست کرتا ہوں۔" ایڈمرل نسیم بولے اور پھر ٹیلی فون پر کسی کو ہدایت دینے لگے' جب کہ کوبرا اور کرنل مقصود اس نقشے کو دیکھنے لگے جو سامنے میز پر پھیلا ہوا تھا۔

کتابوں کے اقتباسات، لطائف، اقوال اور حیرت انگیز معلومات
پر مشتمل قارئین کی شمولیت کے لیے مستقل سلسلہ



پھول پھول چھیو

بے موقع

مولانا روم اپنی مشہور مثنوی میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک گیدڑ کسی گاؤں میں گیا۔ وہاں ایک مرغا دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا، فوراً بولا۔ "میاں مرغے! تمہارے والد صاحب میرے گہرے دوست تھے۔ ان کی آواز بڑی دلکش تھی۔ میں جب بھی آتا وہ دو چار بانگیں دیتے اور میں جھوم اٹھتا۔ اب وہ صحبتیں کہاں؟"

مرغا کہنے لگا۔ "میں بھی اپنے والد صاحب سے کم خوش آواز نہیں۔ میری بانگ بھی سنیے"۔ یہ کہا اور آنکھیں بند کر کے بانگ دینے لگا۔

گیدڑ تو موقع کی تاک میں تھا۔ اس نے فوراً جھپٹا مارا اور اسے منہ میں دبا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جب وہ اگلی بستی میں پہنچا تو کتّوں کی نظر گیدڑ پر پڑی اور وہ اس کا تعاقب کرنے لگے۔

مرغا کہنے لگا۔ "جناب بلند آواز سے ان کتّوں کو بتائیں کہ یہ مرغا تمہاری بستی سے نہیں پکڑا ورنہ یہ کتّے آپ کی تکا بوٹی کر دیں گے"۔

گیدڑ بوکھلا گیا۔ اس نے بولنے کے لیے منہ کھولا تو مرغا فوراً اڑ کر قریبی درخت پر جا بیٹھا۔ گیدڑ کو اپنی حماقت پر بہت افسوس ہوا اور بولا۔ "لعنت ہے اس منہ پر جو بے موقع کھل جائے۔"
مرغے نے بھی فوراً کہا۔ "لعنت ہے اس آنکھ پر جو بے موقع بند ہو جائے"۔
(محمد ہاشم رزاق۔)

☆☆☆...☆☆☆

ایک ادیب اپنے دوست سے کہہ رہا تھا۔ "جب میں مسلسل دس سال تک لکھتا رہا تو مجھے احساس ہوا کہ میرے اندر لکھنے کی صلاحیت بالکل نہیں ہے۔"
دوست۔ "تو پھر تم نے لکھنا بند کر دیا ہو گا؟"
"نہیں اس وقت تک میں بہت مشہور ہو چکا تھا۔" ادیب نے جواب دیا۔

(محمد اکرم مشتاق)

☆☆☆...☆☆☆

نوکرانی (مالکہ سے) آپ نے مجھ پر چوری کا فضول الزام لگایا ہے۔ مجھے وہ الفاظ نہیں مل رہے کہ آپ کی تسلی کراؤں۔
مالکہ۔ تمہیں الفاظ نہیں مل رہے اور مجھے دو قمیص، ایک شلوار اور دو میز پوش نہیں مل رہے۔
(مہ جبیں۔ ارشد خان)

ہارن

کسی خاتون کی موٹر کار عین سڑک کے درمیان خراب ہو گئی۔ خاتون نے لاکھ کوشش کی کہ کار اسٹارٹ ہو جائے مگر گاڑی ٹس سے مس نہ ہوئی۔ جب پیچھے کی ساری ٹریفک رک گئی تو اس کے عین پیچھے کی ایک کار نے لگاتار ہارن بجانا شروع کر دیا۔ اس پر وہ خاتون اپنی موٹر سے اتر کر اس شخص کے پاس آئیں اور بڑی سادگی سے کہنے لگیں۔ "میں اتنی دیر آپ کی موٹر کا ہارن بجاتی ہوں، آپ ذرا جا کر میری کار اسٹارٹ کر دیں۔"
(شازیہ انور۔)

شناخت

ایک عورت کا چیک یہ کہہ کر بینک کلرک نے واپس کر دیا کہ پہلے کسی ایسے آدمی سے اپنی شناخت کرائیے جسے بینک جانتا ہو۔"
عورت فوراً باہر چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد علاقے کے پولیس انسپکٹر کو ساتھ لے آئی۔ بینک کلرک کے پوچھنے

پر پولیس انسپکٹر نے تصدیق کی کہ وہ اس عورت کو اچھی طرح جانتا ہے۔
جب عورت چیک کی رقم لے کر رخصت ہو گئی تو بینک کلرک نے پولیس انسپکٹر سے کہا۔ "آپ کی مدد کا شکریہ! یہ صاحبہ آپ کی عزیز ہیں کیا؟"
پولیس انسپکٹر بولا۔ "ہرگز نہیں! میں تو اسے اس لیے جانتا ہوں کہ یہ کئی بار جیل جا چکی ہے۔ ایک بار تو یہ تین سال کے لیے اندر گئی تھی جعلی چیک بنانے کے جرم میں!"

(احسن خان)

امریکہ کا سونے کا سب سے بڑا خزانہ

امریکہ کا سونے کا سب سے بڑا خزانہ لوزویل، کینٹکی سے ۳۰ میل جنوب مغرب میں ایک قلعہ نما عمارت میں واقع ہے جو فورٹ ناکس کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں دسمبر ۱۹۳۶ء سے امریکی سونا رکھا جا رہا ہے۔ یہاں سونے کی جو اینٹیں محفوظ کی گئی ہیں ان میں ہر ایک کا وزن ۱۲۴۴ء۱۲ کلوگرام ہوتا ہے اور یہ اینٹیں پانچ انچ لمبی تقریباً تین انچ چوڑی اور ڈیڑھ انچ موٹی ہوتی ہیں۔ ۲۱ جنوری ۱۹۸۰ء کو سونے کی قیمت ۸۵۰ ڈالر کے ساتھ اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔

(وقاص افضل۔)

طویل ترین عرصے تک پتنگ اڑانے کا ریکارڈ

ایڈمنڈس کیونٹی کالج کی ایک ٹیم نے سب سے زیادہ دیر تک پتنگ اڑانے کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ لانگ بیچ، واشنگٹن امریکہ میں ۲۱ اگست سے ۲۹ اگست ۱۹۸۲ء کے دوران ۱۸۰ گھنٹے ۷ منٹ تک ۲۵ "پیرافوائل" پتنگ کی پرواز کو کنٹرول کرنے میں ہیری این اوسعون نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔

(سعیدہ اقبال)

سب سے زیادہ فی کس آمدنی والا ملک

عالمی بینک کے ۱۹۸۸ء کے ایک جائزے کے مطابق فی کس آمدنی کے لحاظ سے دنیا کا امیر ترین ملک برمودا ہے جہاں کی فی کس اوسط آمدنی ۲۴۳۲۰ ڈالر بتائی گئی ہے۔ ۱۹۱۰ء میں فی کس آمدنی کی شرح کے لحاظ سے امریکہ سرفہرست تھا لیکن ۱۹۸۸ء میں وہ تیسرے نمبر پر تھا جبکہ اس سے پہلے دوسرے نمبر پر سوئٹزرلینڈ تھا۔ برطانیہ کی ۲۳ ویں پوزیشن تھی اور وہاں فی کس آمدنی کا تخمینہ ۸۹۲۰ ڈالر لگایا گیا تھا۔

(محمد رضوان داؤد۔)

مہکتی کلیاں

☆ جھگڑے بھی بچوں کی طرح ہوتے ہیں۔ انھیں پالتے رہیں تو بڑے ہو جاتے ہیں۔
☆ جو شخص انتقام کے طریقوں پر غور کرتا رہتا ہے اس کے زخم ہمیشہ تازہ رہتے ہیں۔
☆ عمل دل کو اسی طرح زندہ رکھتا ہے جیسا کہ بارش زمین کو۔

☆ والدین کی باتیں ماننے کے لیے اپنی تمنائیں کچل دو۔
☆ اپنی بہتری کا خیال نہ کرو بلکہ خدا کی خوشنودی کو افضل سمجھو۔
☆ جھوٹ تمام گناہوں کی ماں اور سچ تمام برائیوں کا علاج ہے۔
☆ دوستوں کے ساتھ اس قدر اخلاص رکھنا چاہیے جو تھوڑے سے تغیر پر زوال پذیر نہ ہو۔
(فرزانہ جبیں۔)

بڑے لوگوں کی باتیں

☆ آنسو بہاؤ اور خوب بہاؤ یہ سوچ کر نہیں کہ ہماری خواہشات پوری نہیں ہوتیں بلکہ یہ سوچ کر کہ ہم اتنے زیادہ گناہگار ہیں کہ خدا تک ہماری دعائیں نہیں پہنچ پاتیں۔
☆ نیک دل انسان صندل کی لکڑی کی طرح ہوتا ہے جو کلہاڑی اسے کاٹتی ہے اسے بھی خوشبودار کر دیتی ہے۔
☆ جیو تو اس طرح کہ لوگ تم سے ملنے کو بے چین ہوں اور مرجاؤ تو تمھاری یاد میں رونے لگیں۔
☆ اگر روزی عقل سے حاصل کی جاتی تو دنیا کے تمام بے وقوف بھوکے مرجاتے۔
(سید فصیح الزماں۔)

غریب ترین ملک

فی کس آمدنی کے اعتبار سے دنیا کا سب سے غریب ترین ملک چاڈ ہے۔ ۱۹۸۳ء میں شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق اس سال چاڈ کی فی کس سالانہ آمدنی صرف ۵۹ ڈالر تھی۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ عالمی بینک کے پاس ۱۷ کمیونسٹ ممالک کی فی کس آمدنی کے بارے میں کوئی اعداد و شمار موجود نہیں ہیں جو شائع کیے جاسکیں۔

(محمد یونس سورتی۔)

سونے کے ذخائر

وہ ملک جس کے پاس سونے کے سب سے زیادہ ذخائر ہیں، امریکہ ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ دنیا بھر کے ممالک کے پاس ۹۴ کروڑ ۹۸ لاکھ ۶۰ ہزار اونس بہترین سونا موجود ہے۔ مارچ ۱۹۸۷ء میں صرف امریکہ کے خزانے میں ۲۶ کروڑ ۳۹ لاکھ اونس بہترین سونے کے ذخائر موجود تھے۔ اگر ایک اونس سونے کی قیمت ۴۰۰ ڈالر لگائی جائے تو دنیا کے مختلف ممالک کے خزانوں میں ۳ کھرب ۷۹ ارب ۹۴ کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر مالیت کا سونا ہے جب کہ امریکہ اس میں ایک کھرب ۵ ارب ۵۶ کروڑ ڈالر مالیت کے سونے کا تنہا مالک ہے۔
(عمران جمیل شامی۔)

ایمان محمود

درِ حیرت

سائنسی موضوعات پر سوال و جواب کا سلسلہ

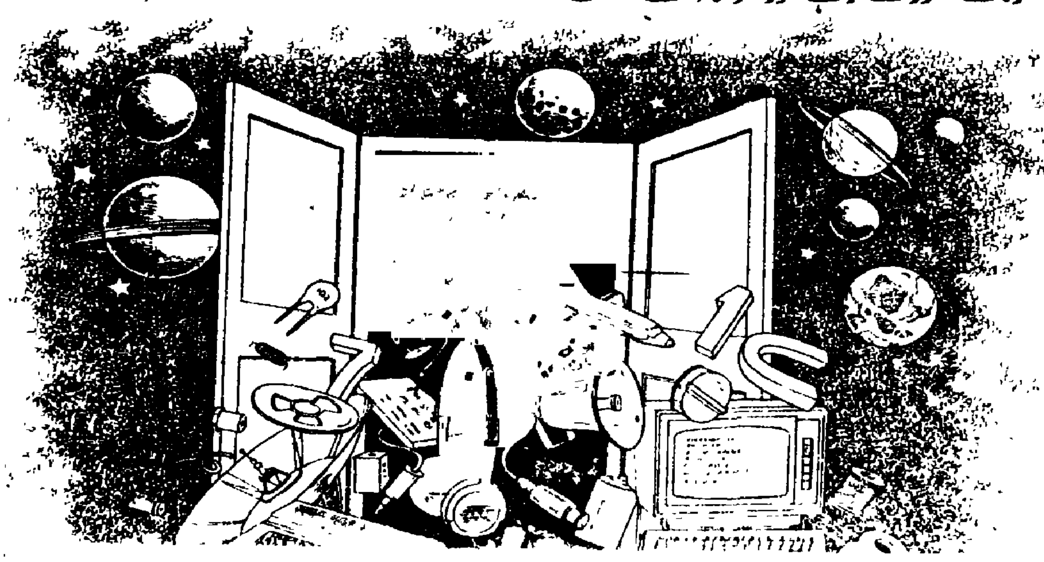
سوال :۔ ڈائنو سار کیا تھے اور وہ کہاں چلے گئے ہیں؟

جواب :۔ ہماری اس زمین کی عمر لگ بھگ ساڑھے چار ارب سال ہے۔ اپنی ابتدائی حالت میں یہ بے انتہا گرم تھی۔ پھر آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہونی شروع ہوئی اور تمام کرہ ارض پر ایک نہ رکنے والی بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو ایک زمانے تک جاری رہا۔ یہ بارشیں اس تواتر سے ہوئیں کہ زمین کا تین چوتھائی سے زیادہ حصہ سمندروں، تالابوں، جھیلوں اور دریاؤں کی شکل میں غرق آب ہوگیا۔ ہماری زمین کے اولین جاندار پانی ہی میں پیدا ہوئے۔

زمانے گزرتے رہے اور ارتقاء کے مختلف مدارج طے کرتے ہوئے ایسے جاندار وجود میں آئے جو پانی کے ساتھ ساتھ خشکی پر بھی رہ سکتے تھے۔ انہیں (AmPhibian) یا جل تھلیے کہا جاتا ہے۔

جل تھلیوں کی بعض اقسام پانی سے دور خشکی پر رہنے لگیں اور وہیں اپنا مستقل گھر بنالیا۔ یہ رینگنے والے جاندار تھے جو جل تھلیوں کی نسبت زیادہ پھرتیلے تھے۔ ان جانداروں کو REPTILE یا ہوام کا نام دیا گیا۔

زمانہ قدیم کے عظیم الجثہ جانور جنھیں ڈائنوسار کہا جاتا ہے دراصل ہوام نسل سے وجود میں آئے۔ ان کی تقریباً پانچ ہزار اقسام تھیں۔ ان میں سے بعض تو اتنے بڑے تھے کہ ہاتھی بھی ان



کے سامنے بونا لگے۔ یہ آج سے تقریباً بیس کروڑ سال پرانا دور ہے۔

ایک جانور جسے ٹائٹانو سارس کا نام دیا ۲۵ فٹ اونچا اور ۴۴ فٹ لمبا تھا۔ ان جانوروں کی زیادہ تر قسمیں سبزی خور تھیں اور یہ درختوں کے پتے اور پودے وغیرہ کھا کر اپنا گزارہ کرتے تھے۔ اس کے برخلاف بعض ڈائنوسار نہایت وحشی اور جنگ جو تھے جو دوسرے جانوروں کو اپنا شکار بناتے تھے۔



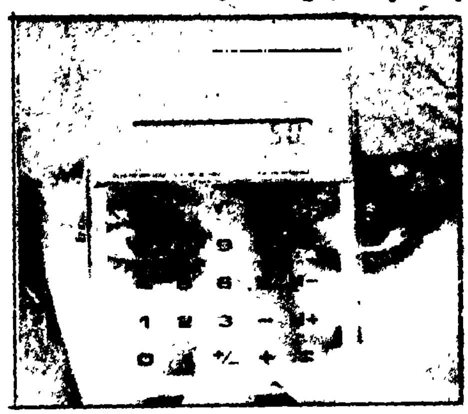
اس زمانے کے ایک اور جانور براون ٹوسارس کا ڈھانچہ امریکہ کے ایک عجائب گھر میں موجود ہے جس سے ان کے قد و قامت اور چلنے کا بخوبی پتا چلتا ہے۔ براان ٹوسارس کا ڈھانچہ ۲۶ فٹ لمبا اور ۱۸ فٹ اونچا ہے۔

ان خوفناک اور دیو زاد جانوروں کے دور میں نہایت بڑی جسامت کے پرندے بھی ہوا کرتے تھے۔ آج کل کے پرندوں کا ان سے کوئی مقابلہ نہیں ہوسکتا۔

آپ نے پوچھا ہے کہ ڈائنوسار آخر کہاں چلے گئے۔ تو بھائی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ گذرتے ہوئے وقت اور موسمی اور ماحولیاتی تغیرات کا شکار ہوتے چلے گئے۔ یہ مرطوب اور دلدلی خطوں کے رہنے والے جانور تھے۔ آج سے تقریباً دس کروڑ سال پہلے دنیا کا موسم تبدیل ہونے لگا اور کرہ ارض بتدریج ٹھنڈا ہوتا گیا۔ ڈائنوسار ان تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ خود کو نہ ڈھال سکے اور آہستہ آہستہ بالکل ہی ختم ہوگئے۔ یہ تقریباً ساڑھے چھ سو سال پہلے کی بات ہے۔

دیو زاد جانوروں کا ذکر ہو رہا ہے تو بلوچی تھیریم کا ذکر بھی سن لیجیے تم کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ یہ نہایت بھاری بھرکم جانور بلوچستان کے گھنے جنگلوں میں پایا جاتا تھا۔ ۱۷ فٹ اونچا یہ جانور گینڈے سے مشابہت رکھتا تھا۔ اب ذرا ۱۷ فٹ اونچے گینڈے کا تصور کرو۔ ساڑھے تین کروڑ سال پرانے اس جانور کی ہڈیاں ۱۹۱۱ء میں ایک امریکی ماہر کو بلوچستان میں ملیں۔ بلوچی تھیریم کے دور میں بلوچستان نہایت گھنے اور مرطوب جنگلات پر مشتمل تھا جہاں بہت زیادہ بارشیں ہوتی تھیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ موسموں کی تبدیلی کے نتیجے میں آج یہ سرزمین خشک اور بے آب نظر آتی ہے۔

بلوچی تھیریم کا ذکر ہم نے تمھاری دلچسپی کے لیے برسبیل تذکرہ کر دیا۔ اس کو ڈائنو سار سے مت ملانا۔ یہ تو دودھ پلانے والا جانور ہے جب کہ ڈائنو سار نسبتاً غیر ترقی یافتہ رینگنے والے جانوروں کی اعلیٰ نسل سے تھے۔



شفاف کیلکولیٹر

جاپان کی پیناسونک نامی کمپنی نے شیشے کی مانند انتہائی شفاف کیلکولیٹر بنایا ہے جس کے آر پار دیکھنا ممکن ہے اس میں استعمال ہونے والے تار اس قدر باریک ہیں کہ آسانی سے نظر نہیں آتے۔

سوال: پلاسٹک کیا ہے؟ اسے کیسے حاصل کیا جاتا ہے؟

پلاسٹک کے دو بنیادی اجزا کاربن اور ہائیڈروجن ہیں۔ ان میں اضافی کیمیائی اجزا کے ذریعے پلاسٹک میں بہت سی خصوصیات پیدا کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً اسے بے حد مضبوط بنایا جاسکتا ہے، ضرورت کے مطابق اس میں لچک پیدا کی جاسکتی ہے یا ایسا پلاسٹک بنایا جاسکتا ہے کہ جس پر آگ اثرانداز نہ ہو۔

پلاسٹک جن سالموں سے مل کر بنتا ہے انھیں پولی مر کہتے ہیں۔ یہ بڑے سالمے ہوتے ہیں جو دیگر چھوٹے چھوٹے سالموں سے مل کر بنتے ہیں۔ ابتدا میں لوگ پلاسٹک کی صرف ایک قسم سیلیولائیڈ سے واقف تھے۔ سیلیولائیڈ کا خام مال پودوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ بعد میں پلاسٹک کی دوسری قسمیں ایجاد ہوئیں مثلاً نائیلون، پولی تھین اور پولی وینائیل کلورائیڈ جسے عرف عام میں پی وی سی (PVC) کہا جاتا ہے۔

پلاسٹک بہت کام کی چیز ہے۔ اپنے اردگرد نظر دوڑایئے۔ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ دور دراصل پلاسٹک کا ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں زنگ نہیں لگتا اور نہ ہی یہ گلتا اور سڑتا ہے۔ لیکن اس کی یہ خوبی ایک مصیبت بھی ہے اور وہ یہ کہ اس کا ضائع کرنا بہت مشکل کام ہے۔ کاغذ کی تھیلیاں اور لفافے تو کچھ عرصہ کے بعد گل سڑ کر ختم ہوجاتے ہیں مگر یہ پلاسٹک کی تھیلیاں گلنے اور سڑنے سے محفوظ ہیں لہٰذا ہمارے شہروں کا کوڑا بڑھتا ہی جارہا ہے۔ اس مصیبت سے نجات پانے کیلئے اب ایسا پلاسٹک ایجاد کرلیا گیا ہے جو اگر زمین میں دفن کر دیا جائے تو کچھ عرصہ بعد خود ہی ختم ہوجاتا ہے۔

پلاسٹک کی بیشمار اقسام ہیں لیکن ان کے بنیادی

اجزا کاربن اور ہائیڈروجن ہی ہیں جنہیں خام تیل سے حاصل کیا جاتا ہے۔

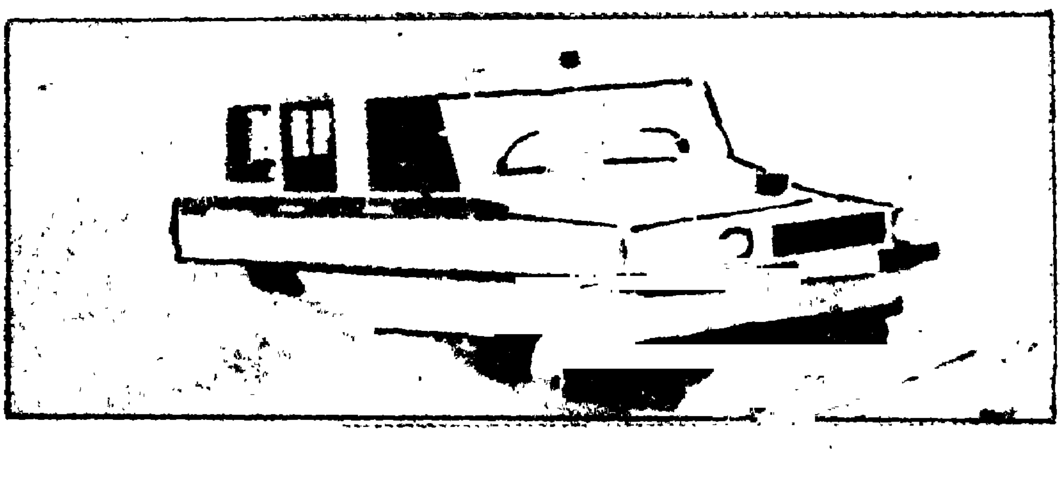
سوال...... اگر ہم چاند پر کھڑے ہو کر دنیا کو دیکھنا چاہیں تو ہمیں دنیا دیکھنے کیلئے اوپر آسمان کی طرف دیکھنا پڑے گا یا زمین کی طرف؟ کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ چاند پر کھڑے ہو کر دنیا کو نیچے دیکھنے کے بجائے اوپر آسمان کی طرف دیکھنا پڑتا ہے۔

سید منصور علی....

جواب...... یہ سوال آپ کے ذہن میں غالباً اس لیے پیدا ہوا کہ بظاہر یوں لگتا ہے کہ ہم زمین والے نیچے ہیں اور چاند اوپر کی سمت ہے۔ لہٰذا ہمیں چاند کو دیکھنے کیلئے سر اٹھا کر اوپر دیکھنا پڑتا ہے۔ اس حساب سے تو امریکا والے الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور زمین چونکہ اپنے محور پر گھوم رہی ہے تو اگلے چکر میں وہ اوپر آجائیں گے اور ہم الٹے لٹکنے لگیں گے۔ تو بھائی یہ سارا جھگڑا اوپر اور نیچے کا ہے لیکن کائنات کی ہر شے سائنس کی رو سے اضافی (Relative) ہے۔ یہاں نہ کوئی اوپر ہے اور نہ کوئی نیچے۔ لہٰذا ہم چاند کو اوپر کی سمت میں دیکھتے ہیں جو زمین کے حوالے سے اوپر ہے تو چاند پر کھڑے ہوئے خلانورد زمین کو دیکھنے کیلئے اپنے طور پر اوپر ہی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

پانی اور خشکی کی گاڑی

جرمنی کی بنی ہوئی یہ 4WD جیپ نہ صرف سڑک پر ۸۷ میل فی گھنٹے کی رفتار سے بھاگتی ہے بلکہ ۱۱ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پانی میں بھی چل سکتی ہے۔ اس طرح سے راستے میں پڑنے والے چھوٹے موٹے دریا بآسانی عبور کر سکتی ہے۔



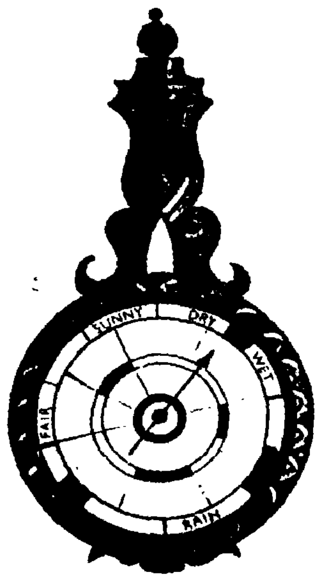
بیرومیٹر

ساجد سعید

ہوا کا دباؤ معلوم کرنے والا آلہ

آپ نے اکثر ٹی وی یا ریڈیو وغیرہ میں موسم کا حال تو سنا ہوگا جس میں موجودہ اور آنے والے موسم کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ بارشیں، تیز ہوائیں، طوفان، برف باری اور گرمی سردی وغیرہ سب موسم کی تبدیلیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ابھی موسم صاف ہے آسمان پر بادل بھی نہیں سورج کی سنہری کرنوں نے اپنی روشنی سے آس پاس کے علاقوں کو روشن کیا ہوا ہے اچانک سیاہ بادلوں کے دیو قامت ٹکڑوں نے سورج کو اپنی آغوش میں لے لیا اور کالی گھٹائیں چھا گئیں اور پھر موسلا دار بارش شروع ہو گئی اسی طرح کی کئی موسمی تبدیلیاں سال بعد میں ہمیں نظر آتی ہیں ان موسموں پر ہوا کا جو دباؤ رہتا ہے اس کا پتا ہمیں ایک چھوٹا سا آلہ بیرومیٹر دیتا ہے جس کو ہم ہوا کا دباؤ ناپنے کا آلہ بھی کہتے ہیں۔

بیرومیٹر دو طرح کے ہوتے ہیں پہلے قسم کا بیرومیٹر ایک لمبی سی شیشے کی ٹیوب پر مشتمل ہوتا ہے جس



پر نلی لگی ہوتی ہے اور جس میں پارہ (Mercary) بھرا ہوتا ہے۔ اسے کاٹ کر نچلا حصہ پارہ سے بھری ہوئی نلی میں ڈبو دیا جاتا ہے۔ پیالی کا نیچے کا حصہ ایک پیچ کے ذریعے اوپر نیچے کیا جاتا ہے۔ پیالی پر ایک سوئی ہوتی ہے۔ پیچ کو اس طرح گھمایا جاتا ہے کہ سوئی کا سرا پیالی کے پارے کی سطح کے ساتھ چھو جائے اس طرح باریک پارہ ٹیوب کے اندر ہوا کے دباؤ کے ساتھ ساتھ چڑھتا اور گرتا رہتا ہے اور اس طرح اوپر دیا ہوا (Vernier Scale) ہمیں ہوا کا دباؤ بتا دیتا ہے۔

عام طور پر گھروں میں ایک گھریلوں ساخت کا بیرومیٹر استعمال کیا جاتا ہے جسے (Aneroid Barometer) کہتے ہیں۔ یہ ایک چھوٹے سے بکس

پر مشتمل ہوتا ہے جو کہ ایک دھات کا بنا ہوتا ہے۔ اس کے ڈھکنے لچک دار ہوتے ہیں جو کہ زیادہ ہوا کے دباؤ کی وجہ سے دب جاتے ہیں اور ہوا کم ہو تو بکس کے اندر کی ہوا اس کے ڈھکنے کو باہر دھکیلتی ہے۔ ڈھکنے کہ ساتھ ایک سوئی ہوتی ہے جو ڈائل پر حرکت کرتی ہے۔ ڈائل پر ایک اسکیل ہوتا ہے جیسے آپ تصویر پر دیکھ رہے ہیں جو ہوا کے دباؤ کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ آلہ ۱۹۹۷ء میں ڈبلیو۔ جے کینڈٹ نے ایجاد کیا۔ آپ ریڈیو ٹی وی پر با آسانی موسم کا حال سن سکتے ہیں۔ ہوا کا دباؤ کافی چیزوں پر اثر انداز ہوتا ہے تیز ہوائیں، بارشیں، برف اور اولوں کا پڑھنا، طوفان یہ سب موسم ہی کی سوغات ہیں۔ لیکن یہ بات حقیقت ہے کہ بیرو میٹر ہمیں بالکل صحیح کسی چیز کا پتہ نہیں دے سکتا کہ کیا ہونے والا ہے اور کب۔ ہم اسے صرف (Very General Guide) کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

فارم IV حسب قاعدہ 8

بابت پیام تعلیم ۔ نئی دہلی ۲۵

۱۔ مقام اشاعت: جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔۱۱۰۰

۲۔ وقفۂ اشاعت: ماہنامہ

۳۔ پرنٹر کا نام: سید وسیم کوثر ہندستانی پتا: جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔۱۱۰۰

۴۔ پبلشر کا نام: " "

۵۔ اڈیٹر کا نام: شاہد علی خاں " "

مالکان کا نام اور پتے: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵۔۱۱۰۰

چیرمین: کرنل بشیر حسین زیدی: جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔۱۱۰۰

۱۔ ڈائرکٹر: نواب اقبال محمد خاں۔ کف پریڈ کولابہ بمبئی ۵

۲۔ " سید مجتبیٰ حسین زیدی۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔۱۱۰۰

۳۔ " ضیاء الحسن فاروقی۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔۱۱۰۰

۴۔ " مالک رام بوہرہ ۔ اسی ۴۔۵۰ ڈیفنس کالونی نئی دہلی

۵۔ " سید ظہور قاسم وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

کمپنی کے سرمایے کے ایک فیصد سے زیادہ کے حصے دار جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔ اسلامی یتیم خانہ کینڈی سی فیس بمبئی

میں سید وسیم کوثر تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا اطلاعات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔ دستخط

مارچ ۱۹۹۲ء سید وسیم کوثر

رمضان میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔ نماز پابندی سے پڑھنی چاہیے اور روزے رکھنے چاہییں۔ روزے رکھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ رمضان کے روزے ہمیں بہت سے فائدے پہنچاتے ہیں۔ ان سے اللہ میاں کی خوشنودی حاصل ہونے کے علاوہ صحت بھی اچھی ہوتی ہے۔ اگر تمھاری عمر ابھی روزے رکھنے کی نہیں ہوئی ہے تو قرآن پڑھو اور علم حاصل کرو۔ علم حاصل کرنا بھی عبادت ہے۔

ایک یتیم لوہار بچہ، دو بڑے مجرم، ایک گم نام محسن، ایک سنکی عورت کی عجیب و غریب کہانی

ہزاروں خواہشیں

پانچواں ٹکڑا

چارلس ڈکنس کے عظیم ناول کا خلاصہ مسعود احمد برکاتی کے قلم سے

پچھلی قسطوں کا خلاصہ

میرا نام پپ ہے۔ ہوش سنبھالا تو خود کو بہن اور لوہار بہنوئی "جو" کے ساتھ پایا۔ ایک دن قبرستان میں مجھے ایک بھگوڑا قیدی ملا جس کی میں نے مدد کی مگر بعد میں وہ پکڑا گیا۔ پھر مجھے ایک مال دار خاتون مس شام کے ہاں ملازمت مل گئی۔ میں ایک لڑکی اسٹیلا کے ساتھ تاش کھیلتا تھا۔ کچھ عرصے بعد مس شام نے مجھے چھٹی دے دی اور میں "جو" کے ساتھ کام کرنے لگا۔ اسٹیلا اعلا تربیت حاصل کرنے کے لیے غیر ملک چلی گئی۔ میری بہن پر کسی نے حملہ کردیا۔ وہ چلنے پھرنے اور بولنے سے محروم ہوگئی۔ اب ہمارا کام بڈی کرتی تھی۔ وہ ہمارے ساتھ رہتی بھی تھی۔ چند سال بعد مسٹر جاگرس وکیل نے آکر بتایا کہ کوئی گم نام محسن مجھے دولت، جائداد کا مالک بنائے گا۔ وہ مجھے لندن بھیجنا چاہتا ہے۔ میں لندن جا پہنچا جہاں مسٹر جاگرس نے مجھے ہربرٹ کے پاس بھیج دیا۔ ہربرٹ مجھے اچھے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کے آداب سکھانے لگا۔ ہربرٹ نے مس شام کے بارے میں بتایا کہ وہ اپنے باپ کی لاڈلی تھیں۔ ان کا ہونے والا شوہر عین شادی کے دن انھیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسی لیے وہ دیوانی ہوگئیں۔ ہربرٹ مجھے اپنے باپ کے پاس لے گیا جو اچھے آدمی تھے مگر ان کی بیوی پھوہڑ تھی۔ ایک دن جاگرس صاحب نے مجھے ہربرٹ کو، اسٹارٹاپ کو اور ڈرمل کو اپنے گھر کھانے پر بلایا۔ وہاں میں نے مولی کو دیکھا جو مجھے دیکھی دیکھی سی لگی۔ اسی دوران میرا بہنوئی "جو" مجھ سے ملنے آیا۔ مگر وہ مجھے اچھا نہیں لگا۔ بعد میں میری بہن مرگئی۔ کئی سال بعد پتا چلا کہ اسٹیلا واپس آگئی ہے اور مجھ سے ملنا چاہتی ہے۔ ہربرٹ نے مجھ سے کہا کہ اسٹیلا کا خیال دل سے نکال دوں۔ میں ہربرٹ کی آمدنی بڑھانے میں اس کی مالی مدد کرنے لگا، مگر اس کو بتائے بغیر۔ اسٹیلا لندن میں ایک بیوہ کے ساتھ رہ رہی تھی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ پارٹیوں میں اور خریداری کو لے جانے لگی مگر اس کا سلوک میرے ساتھ اچھا نہ تھا۔ میں اسٹیلا کے ساتھ مس شام کے ہاں گیا جہاں دونوں میں گرما گرمی ہوئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ میرے خرچے بڑھنے لگے اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی قرض لینے لگا۔ ایک رات جب طوفان آیا ہوا تھا ایک اجنبی بوڑھا مجھ سے ملنے آیا۔ پتا نہیں وہ کون تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ یہاں کوئی اور تو نہیں ہے؟ اب آگے پڑھیے

مجھے غصہ آگیا۔ میں نے کہا، "آپ کو یہ پوچھنے کا کیا حق ہے؟ ایک اجنبی ہوتے ہوئے رات کے اس وقت میرے کمرے میں آئے ہو۔"

اس نے سر ہلایا اور محبت سے بولا، "تم بہت بہادر ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم بڑے ہو کر بھی بہادر ہی رہے۔"

اسی وقت میرے دماغ میں بجلی سی چمکی اور مجھے یاد آگیا کہ یہ شخص کون ہے۔ کینٹ کے دلدلی علاقے میں مجھے یہی قیدی ملا تھا۔ اب اس نے میرے چہرے سے سمجھ لیا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے اور ایک بار پھر وہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھا۔ میں نے بھی بے سوچے سمجھے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔ اس نے بڑے جوش کے ساتھ میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور بولا:

"میرے بچے! تم نے مجھ سے بڑا شریفانہ برتاؤ کیا تھا۔ میں شریف پپ کو نہیں بھلا سکا۔"

وہ مجھے گلے لگانے ہی والا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کو روک دیا:

"اگر آپ شکریہ ادا کرنے آئے ہیں تو اس کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے بچپن میں آپ کی مدد اس لیے کی تھی کہ مجھے امید تھی کہ آپ متاثر ہو کر اپنی زندگی کا راستہ بدل لیں گے۔ لیکن میں کسی صورت میں اب آپ کو پناہ نہیں دے سکوں گا۔"

وہ ذرا پیچھے ہٹا اور چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا۔ جب اس کی نظریں سائڈ بورڈ پر رکھی ہوئی بوتلوں کی قطار پر رکیں تو فوراً میرے منہ سے نکلا، "لیکن آپ کو واپس جانے کے لیے کچھ گرمی کی ضرورت معلوم ہوتی ہے اور میں نے گرم چائے کی دو پیالیاں بنالیں۔ چائے پیتے ہوئے میں نے سوال کیا:

"اس پورے عرصے میں آپ کیسے رہے؟"

اس نے بتایا کہ میں نیو ساؤتھ ویلز میں ہوں اور بہت آرام سے ہوں۔ میرا بھیڑوں کا فارم ہے۔ کیا یہ پوچھنے کی جرات کر سکتا ہوں کہ جب ہم دلدلی علاقے میں ملے تھے، اس وقت سے اب تک تم کیسے رہے؟"

میں نے رکتے رکتے اپنی داستان سنادی۔ جب میں نے کہانی پوری کی تو وہ بڑے سکون سے

بولا :



"کیا میں تمھاری آمدنی کا اندازہ لگا سکتا ہوں ، یعنی جب سے تم یہاں آئے ہو تمھیں ۵۰۰ پاؤنڈ سالانہ پابندی سے مل رہے ہیں نا ؟" اس کی نظریں مجھ پر مسلسل جمی ہوئی تھیں ۔ حال آنکہ وہ نرمی سے بات کر رہا تھا ، لیکن مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے وہ چیخ رہا ہو ۔ میں لرزنے لگا ۔ وہ کہنے لگا :

میں نے بڑی زبردست محنت کی ہے

"میرا خیال ہے کہ کوئی درمیانی شخص اس معاملے کی دیکھ بھال کر رہا ہے جس کے نام کا پہلا لفظ "ج" ہے ۔"

میرے منھ سے کوئی لفظ نہیں نکل سکا ۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے میرا دم گھٹ رہا ہے ۔ میں نے سہارے کے لیے میز کو پکڑ لیا ۔ لیکن اس نے اپنی بات جاری رکھی :

"یہ سچ ہے نا کہ اس شخص کا نام جاگرس ہے اور اس کے منشی کا نام ویمک ہے ؟"

میرا سر چکرانے لگا اور مجھے صوفے کی طرف لپکنا پڑا ، جس کے اوپر میں دھڑام سے گر گیا ۔ اس شخص نے مجھے سہارا دے کر بٹھایا ۔ اس کے بعد میرے سامنے ایک گھٹنا ٹکا کر جھک گیا :

"میرے پیارے بچے پپ ، میں نے تمھاری تربیت کر کے تمھیں ایک معزز آدمی



نیو ساؤتھ ویلز میں میرا بھیڑوں کا فارم ہے

بتایا ہے۔ ہاں میں نے ہی یہ کام کیا ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنی کمائی کا ایک ایک پنس تم پر خرچ کروں گا۔ اور اب اچھی آمدنی کے باوجود میں موٹا جھوٹا کھاتا ہوں تاکہ تم عیش و آرام سے رہ سکو۔"

میں سکڑ کر بیٹھ گیا گویا وہ ایک بہت ہی خطرناک درندہ ہے۔ مجھے اس سے ڈر لگنے لگا۔

اس نے بات جاری رکھی، "پپ، تم مجھے اپنے حقیقی بیٹے سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ میں دن کو بھیڑیں چراتا تھا اور صرف ایک وقت رات کو کھانا کھاتا تھا۔ ان تنہا راتوں میں کئی بار تمہارا چہرہ میرے سامنے آیا۔ میں نے تمہاری وہ باتیں یاد کیں جو تم نے میرے ساتھ قبرستان میں کی تھیں۔ میں نے دوبارہ قسم کھائی کہ میں تمہیں معزز آدمی بناؤں گا اور اس جذبے نے مجھ میں دوبارہ زندگی پیدا کردی اور میں نے یہی کیا۔"

اب اس نے کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور قالین، تصویریں، میرے اعلا درجے کی کپڑے، قیمتی انگوٹھی جو میں نے پہن رکھی تھی اور کتابیں بڑی خوشی کے ساتھ دیکھنے لگا۔

وہ کہتا رہا اور میں ساکت بیٹھا رہا۔ "نیو ساؤتھ ویلز میں' میں اپنی ترقی کی وجہ سے مشہور ہوں۔ میرے پیچھے وہ ضرور میرے مجرم ہونے کا ذکر کرتے ہیں' لیکن یہ بات صرف میں جانتا ہوں کہ میں ایک شریف آدمی کی خدمت کر رہا ہوں اور ایسا ان لوگوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ جس چیز نے مجھے زندہ رکھا وہ یہ تھی کہ میں ایک دن ضرور اس لڑکے سے ملنے جاؤں گا اور اس سے اپنا تعارف کراؤں گا۔"

اس نے جوش اور فخر میں یہ بھی نہیں دیکھا کہ میں اس سے کتنا ڈر رہا ہوں اور اس کے انکشافات سن کر کتنا پریشان ہو رہا ہوں۔

"پیارے لڑکے' میں کہاں سوؤں گا؟ میں طویل خطرناک سفر سے آیا ہوں۔"

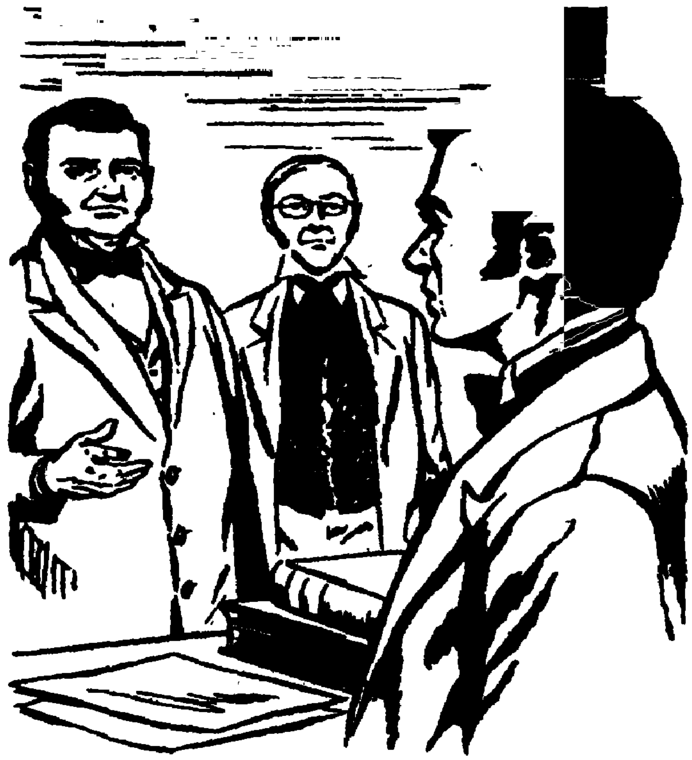


میں نے اپنی مالکہ مکان سے کہا کہ میرے چچا آئے ہیں

جب میری آواز بحال ہوئی تو میں نے کہا' "میرا ساتھی کہیں گیا ہوا ہے۔ آپ اس کے بستر پر سو سکتے ہیں' لیکن خطرناک سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

اس نے سادگی سے جواب دیا کہ مجھے افسران پھانسی دے دیں گے اگر ان کو یہ معلوم ہوگیا کہ میں لندن واپس آگیا ہوں میں نے فوراً تمام

پردے گرا دیئے اور اس شخص کو ہربرٹ کے کمرے میں پہنچادیا ۔ میرا دل دکھ رہا تھا کہ اس شخص نے مجھ سے ملنے کے لیے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا اور میں اس بات پر پشیمان بھی تھا کہ میں نے اس شخص سے اچھا سلوک نہیں کیا ۔ شب بخیر کہنے سے پہلے میں نے پوچھا کہ کیا میرے لیے یہ سب کچھ کرنے والے آپ ہی تھے ؟



جاگرس صاحب نے مجھے بتایا کہ میگ صحیح کہہ رہا ہے

اس نے میری طرف تعجب سے دیکھا اور کہا کہ ہاں پیارے بچے ' میں ہی ہوں ۔

اب مجھے اسٹیلا کا خیال ستانے لگا ۔ مس ہیوی شام نے مجھے اسٹیلا کا شوہر بننے کے لیے منتخب نہیں کیا تھا ' بلکہ میری حیثیت اس کے محافظ کی سی تھی ۔ اس بوڑھی عورت کو کسی ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو احتیاط سے اسٹیلا کے ساتھ کھیل سکے ۔ میں بجھتی ہوئی آگ کے سامنے صبح تک بیٹھا رہا ۔ بدنصیبی کا اس سے زیادہ احساس پہلے کبھی نہیں ہوا ۔

میرے دوست قیدی کا نام ایبل میگ وچ تھا ۔ اس کی ملاقات جاگرس صاحب سے

مقدمے کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ جاگرس صاحب نے اس کو پھانسی سے بچایا تھا مگر یہ بھی کہا تھا کہ اس کو لندن چھوڑ کر نیو ساؤتھ ویلز (اوسٹریلیا) جانا پڑے گا۔ میگ کے آجانے سے کئی مسئلے پیدا ہو گئے تھے۔ میں نے ایک ایک کرکے مسئلے حل کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنی مالکہ مکان سے کہا کہ میرے چچا آئے ہیں۔ لیکن یہ بھی تھا کہ جلد ہی ہربرٹ اپنے تجارتی دورے سے واپس آجائے گا اور مجھے میگ کے لیے دوسری جگہ تلاش کرنی ہوگی۔

دوسرے دن صبح میگ نے "تگڑا" ناشتا کیا اور خوب مزے لے لے کر کھایا اور پھر اطمینان سے پائپ سلگایا۔ پائپ کی کالی کالی تمباکو کی بو بڑی خراب تھی۔ میگ بولا کہ "پپ" تمھیں اپنے لیے گھوڑے خریدنے چاہئیں۔ تمھارے پاس گاڑی بھی ہو اور اس کے ہانکنے کے لیے ملازم بھی ہو۔ اس نے رقم سے ابلتا ہوا ایک پرس میز پر اچھال دیا اور کہنے لگا:



"عزیز من! خوب خرچ کرو۔ جہاں سے یہ رقم آئی ہے وہاں اور بہت ہے۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ تم اس رقم کو ایک بڑے معزز آدمی کی طرح خرچ کرو۔ مجھے اس سے خوشی ملے گی۔"

میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا اور کہا کہ ہمیں اس کے بارے میں بات نہیں کرنی چاہیے بلکہ

ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ جب تک آپ یہاں ہیں آپ کو کس طرح محفوظ رکھا جائے۔ آپ کتنے عرصے تک یہاں ٹھہریں گے؟
میگ نے مجھے گھور کر دیکھا اور بتایا کہ میں تو یہاں مستقل رہنے کے لیے ہی آیا ہوں۔ خضاب لگے ہوئے میرے بال، چشمے اور شان دار لباس کی وجہ سے میں پہچانا نہیں جاؤں گا اور محفوظ رہوں گا۔ میں نے رائے دی کہ دھوپ سے سنولائے ہوئے چہرے اور مزدور کے سے کھردرے ہاتھوں کے لیے ایک خوش حال کسان کا لباس زیادہ موزوں رہے گا۔ کپڑے خریدنے سے پہلے میں جاگرس صاحب کے دفتر گیا۔ جیسے ہی میں دفتر میں داخل ہوا انھوں نے اور مسٹر ویمک نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی بات کی۔ اس سے پہلے کہ میرے منہ سے کوئی لفظ نکلتا جاگرس صاحب نے کہا :
"کسی کا نام زبان پر نہ لانا۔"
"بہتر ہے جاگرس صاحب! نیو ساؤتھ ویلز سے ایک مہمان میرے ہاں آیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا محسن وہی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟"
جاگرس صاحب نے بتایا کہ ہاں یہ صحیح ہے۔ میں نے مایوس ہو کر کہا کہ میں ہمیشہ یہ سمجھتا رہا کہ مس ہیوی شام میری محسن ہیں۔ آپ کی باتوں سے بھی میں یہ سمجھا تھا۔ جاگرس صاحب نے کہا، "نہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا۔ مس شام نے تمھارے اس خیال کو پکا کرنے میں مدد دی ہوگی، لیکن یہ صرف ان کے بیمار ذہن کی تفریح تھی۔"
اب مجھے یقین ہو گیا کہ میگ ہی میرا محسن ہے۔ میں بھاگا بھاگا گھر لوٹا تاکہ میگ کے لیے اپنے قریب ہی کمرے کرائے پر لے لوں۔ میں اس کے لیے کسان کے سے کپڑے خرید لایا، مگر ان سے زیادہ فائدہ نہیں ہوا۔ میگ ایک عام آدمی نہیں بن سکا۔
اس رات وہ کپڑے پہنے پہنے ہی سوفے پر سو گیا۔ میں اس کو دیکھتا رہا۔ میں بھاگ جانا چاہتا تھا نہ صرف کمرے سے، نہ صرف لندن سے بلکہ انگلستان سے ہی بھاگ جانا چاہتا تھا۔ لیکن ہربرٹ کے انتظار میں رکا رہا تاکہ اس سے مشورہ کر سکوں۔
جب تک میگ خود ہربرٹ کو دیکھ نہ لے اور اس کو بھروسے کے قابل نہ سمجھ لے، مجھے میگ کے بارے میں ہربرٹ کو بتانے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن ہربرٹ کے پہنچنے پر میگ نے



اشپلہ نے بتایا کہ وہ ڈرمل سے شادی کر رہی ہے

انجیل کی ایک بوسیدہ کاپی
نکالی اور ہربرٹ سے اس
پر قسم لینے کو کہا۔
میگ کو اس کے
نئے کمرے تک پہنچانے
کے بعد میں ہربرٹ سے
رات گئے تک باتیں کرتا
رہا۔ میرے ذہن میں جو
کچھ بھی تھا وہ میں نے
کہہ ڈالا اور پھر ایک فیصلہ
کیا۔ میرا فیصلہ یہ تھا کہ
میں اب میگ سے ایک
پنس بھی نہیں لوں گا کیوں
یہ رقم ایک مجرم کی ہے۔ حال آنکہ میں بہت قرض دار ہوں اور مجھے کوئی ہنر بھی نہیں آتا
ہے۔ ہربرٹ میرے فیصلے سے متفق نہیں ہوا۔ اس نے کہا :

"پپ میں تمہارے احساسات کو سمجھتا ہوں، لیکن اگر تم اس کی رقم نہیں لوگے تو تم اس کو برباد کردوگے۔ وہ اسی مقصد کے لیے جی رہا ہے۔ وہ بالکل مایوس ہو جائے گا۔"

میں چلایا، "میں اس سے زیادہ تعلق نہیں بڑھانا چاہتا۔ میں اس کی دولت نہیں لوں گا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ چلا جائے۔"

ہربرٹ بولا، "تو پھر اگر تم نہیں چاہتے کہ وہ گرفتار ہو اور سولی پر چڑھایا جائے تو اس کو راضی کرو کہ وہ انگلستان سے چلا جائے۔"



میں مایوسی کی حالت میں سڑکوں پر پھرتا رہا

میں پھر چلایا، "لیکن وہ نہیں جائے گا۔"

"تو پھر تمھیں بھی اس کے ساتھ جانا چاہیے۔" میں نے ہربرٹ کو گھورا۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی، "جب تم اس کو صحیح سلامت پہنچا دو تو پھر اس سے جدا ہو جاؤ اور واپس آ کر میرے ساتھ کلاریکر کے ہاں کام کرو۔"

میں نے سوچا اور مانا کہ صرف یہی حل ہے۔

میں ان کاموں میں مصروف تھا کہ اسٹیلا نے مجھے بلایا اور بتایا کہ میں بہت جلد شادی کر رہی ہوں۔ اس نے یہ بات بڑے سکون سے بتائی کہ بینٹلے ڈرمل اس کا شوہر ہوگا، جس کو میں بدنما مکڑی سمجھتا تھا۔ میں نے سخت غصے کا اظہار کیا۔ اسٹیلا نے کندھے جھٹک کر جواب دیا:

"یہ موزوں جوڑ ہے۔ وہ مال دار ہے اور میں نے یہی فیصلہ کیا ہے۔"

اسٹیلا کے چلے جانے کے بعد میں غصے میں لندن کی سڑکوں پر گھومنے پھرنے لگا۔ میری حالت اب ایسی نہیں رہی تھی کہ میں اسٹیلا کو شادی کا پیغام دے سکوں، مگر یہ بات بڑی

تکلیف وہ تھی کہ اسٹیلا نے مجھے ٹھکراکر اکل کمرے ڈرمل کا انتخاب کیا تھا۔ اسٹیلا نے مجھ سے ایک اداس ہنسی کے ساتھ کہا تھا کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں ڈرمل کو خوش رکھوں گی' لیکن اس کے اس کہنے سے بھی مجھے تسکین نہیں ہوئی۔

رات گئے جب میں اپنے کمرے پر پہنچا تو میں نے دروازہ کھولتے ہی دیکھا کہ آتش دان کے قریب کرسی سے ایک آدمی سوتے سے اٹھا۔ ہم دونوں کو حیرت ہوئی' لیکن میں جلد ہی پہچان گیا کہ یہ منشی ویمک تھے۔ انھوں نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور میرے قریب آگئے۔ انھوں نے دھیمی آواز میں کہا :

" مسٹر پپ ! معاف کیجیے' میں نے آپ کو حیران کیا۔ مجھے ہربرٹ نے کنجی دی ہے۔ اب اس کے بعد ہم اپنی بات چیت میں کسی کا نام نہیں لیں گے۔ سمجھ گئے ؟ "



مسٹر ویمک نے اشارے سے مجھے چپ رہنے کو کہا

میں نے اشارے سے اقرار کیا۔ میرے دل نے بڑی تیزی سے اچھلنا شروع کیا۔ میں نے آہستہ سے کہا :

" کیا کوئی گڑبڑ ہے ؟ "

" ہاں اور نہیں ! "

میں نے اپنا ہیٹ اور کوٹ اتار کر پھینکا اور ویمک کے برابر بیٹھ گیا۔ انھوں نے کہنا شروع کیا :

" آپ نے دیکھا ہوگا کہ جاگرس صاحب

کے موکلوں میں قسم قسم کے لوگ شامل ہیں ۔ سب اچھے ہی نہیں ہیں ۔ بہت خراب لوگ بھی ہوتے ہیں ۔ اسی لیے جاگرس صاحب جیسے لوگوں کے کانوں میں بہت سی ایسی باتیں بھی پڑ جاتی ہیں جو اور لوگوں کو نہیں معلوم ہوتیں ' کیوں کہ ہم معمولی ہوٹلوں میں نہیں بیٹھتے اور مجرموں سے نہیں ملتے ۔ "



مسٹر ویمک کی باتیں سن کر میں پریشان ہو گیا

" میں اس پر احتجاج کرنے والا تھا ' مگر پھر خاموش ہو گیا ۔ ویمک نے بات جاری رکھی :

" ایسا ہی ایک شخص ہر قسم کی خبریں اور افواہیں ہم تک پہنچاتا ہے ' کیوں کہ وہ جاگرس صاحب کو خوش رکھ کر ان کی قانونی مدد حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ آج کوپے سن نامی ایک شخص ایک افواہ یہ پھیلا رہا ہے کہ نیو ساؤتھ ویلز سے ایک شخص لندن آیا ہے اور اس کی اطلاع جلد ہی افسران کو پہنچ جائے گی ۔ "

یہ سن کر میں پیلا پڑ گیا اور آتش دان کی گرمی کے باوجود ٹھنڈا پڑنے لگا ۔

میں چلایا :

" نہیں ' اس کو گرفتار نہیں ہونا چاہیے ! "

(جاری ہے)

پیامِ حکیم

حکیم محمد سعید

دنیا کے سب سے بڑے انسان

اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سارے انسانوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی بندگی سکھائی اور اچھا انسان بننے کے لیے تمام وہ باتیں بتائیں جو ضروری ہیں۔

حضورؐ کی عظمت اور بڑائی صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ آپؐ نے ہمیں اچھی باتیں بتلائیں جو ضروری ہیں۔ اچھی باتیں بتلانے والوں کی دنیا میں کبھی کمی نہیں رہی ہے۔ انسانیت کا جوہر صرف بتا دینے سے نہیں نکھرتا بلکہ اس کے لیے عمل کا جیتا جاگتا نمونہ بھی ضروری رہا ہے ہمارے حضورؐ کا کمال اور ہم سب پر آپؐ کا احسان یہی ہے کہ آپؐ نے ہر وہ بات جس کی تعلیم دنیا کو دی اس پر خود عمل کر کے دکھایا۔ آپؐ نے سب سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ اللہ کا حکم مانو۔ اسی کے آگے سر جھکاؤ تم کامیاب رہو گے۔

ہمارے حضورؐ شرک اور تمام بری باتوں سے ہمیشہ دور رہے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ پابند فرمایا بلکہ اس کی تعمیل میں سب سے آگے رہے۔ خندق کی جنگ میں عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر خندق کھودی مسجد نبوی کی تعمیر میں عملی طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دوسروں کو پانچ وقت کی نمازیں پڑھنے کا حکم تھا۔ لیکن آپؐ تہجد بھی پڑھتے یہاں تک کہ آپؐ کے پائے مبارک ورم کر جاتے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم دنیا کو اللہ کا حکم ماننے اور قانون پر عمل کرنے کی تاکید کرتے ہیں مگر خود اپنے آپ کو ہم ہر قانون سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں ہم دوسروں کو محنت کی تاکید کرتے ہیں مگر خود محنت و مشقت سے بھاگتے ہیں کیا دنیا کے سب سے بڑے انسان کی سیرت سے ہمارے عمل کا کوئی تعلق ہے؟

ہمارے پیارے رسولؐ کو سادگی بہت پسند تھی۔ رہنے سہنے میں، کھانے پینے میں، اٹھنے بیٹھنے میں، غرض زندگی کے ہر معاملے میں آپؐ کو تصنع و بناوٹ سے نفرت تھی۔

ایک مرتبہ آپؐ اپنی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے مگر دروازے ہی سے پلٹ آئے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ حضور کیوں واپس تشریف لائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کسی پیغمبر کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کسی ایسے گھر میں داخل ہو جس میں باہر ہی سے نمود و نمایش کا سامان نظر آئے۔ بات صرف اتنی تھی کہ حضرت فاطمہؓ نے گھر کی سجاوٹ کے لیے دروازے پر کچھ رنگین پردے ڈال لیے تھے۔

آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہمارے جن عزیزوں اور رشتہ داروں کے گھروں میں آرائش و زیبائش کا سامان نہ ہو، قیمتی فرش نہ ہو ایرکنڈیشنڈ اور منقش پردے نہ ہوں تو ہم ان کے گھر عیدبقرعید میں سلام کو بھی جانا پسند نہ کریں۔ آج ہم اپنے گھروں کو سجانے کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے۔ وقت اور پیسے تو ضائع کرتے ہی ہیں۔ حرام و حلال کا بھی خیال نہیں کرتے۔

ہمارے پیارے رسولؐ گھر پر کیسے رہتے تھے۔ بخاری میں ہے کہ حضورؐ گھر کے کام کاج میں ہماری ماؤں یعنی اپنی پاک بیبیوں کے ہاتھ بٹاتے۔ آپؐ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگاتے۔ خود اپنے ہاتھ سے گھر کی صفائی کرتے، دودھ دوہ لیتے، بازار سے سودا سلف لے آتے، اونٹ کو خود ہی باندھ دیتے۔ غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھ دیتے۔ آؤ ذرا ہم سوچیں کہ کیا ہم اپنے سارے کام خود کر لیتے ہیں یا ان میں سے ہر ایک کام کے لیے ہم دوسروں کے محتاج رہتے ہیں۔ کیا جس کمرے میں ہم رہتے ہیں اسے خود صاف کر لیتے ہیں؟ کیا اپنے کپڑے دھو لیتے ہیں؟ اپنے سارے کام خود کر لیتے ہیں؟ سچی بات ہے کہ نہ بڑے کرتے ہیں نہ چھوٹے۔ اپنے کاموں کے لیے دوسروں کا سہارا لینے کی یہی بری عادت آگے چل کر ہمیں قومی طور پر دوسروں کا دست نگر بنا دیتی ہے۔ آج ہمیں ذلت کا منہ اس لیے دیکھنا پڑا کہ ہم میں سے کوئی اپنے کام خود سے کرنے کا عادی نہ بنا جب کہ ہمارے پیارے رسولؐ کا اسوۂ حسنہ یہی ہے۔

اپنا تو اپنا حضورؐ تو دوسروں کا بھی کام کر دیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ ایک صحابی جہاد میں گئے تھے۔ ان کی بیوی حضورؐ کی خدمت میں پہنچیں اور درخواست کی کہ میرے گھر کوئی دودھ دوہنے والا نہیں آپ چل کر دودھ دوہ دیں۔ حضورؐ نے بخوشی ان کا کام کر دیا۔ اور دنیا کو یہ تعلیم دی کہ جس کے گھر کوئی نہ ہو اس کی خبر گیری اس طرح کرنی چاہیے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنے پاس پڑوس کے تڑپتے ہوئے مریض کو شفاخانے پہنچانے کی اخلاقی ذمہ داری بھی محسوس نہیں کرتے۔

ہمارے پیارے رسولؐ کی تعلیم یہ تھی کہ لوگ ایک دوسرے کی مدد کیا کریں۔ دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور محبت سے پیش آئیں اور محبت و مہربانی کے سلوک میں چھوٹے بڑے اور بیگانے میں فرق نہ کریں۔ ایسی ہی محبت اور تعاون کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

آپؐ کو ایسی باتوں سے سخت نفرت تھی۔ جس سے دل میں کدورت پیدا ہو۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے آپؐ کو دو افراد کے متعلق کوئی شکایت پہنچائی۔ یہ سن کر آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا اور آپؐ نے ان کو فرمایا کہ اس طرح کی باتیں مجھے نہ پہنچایا کرو۔ حضورؐ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے سامنے دوسروں کی ایسی باتیں نہ کیا کرو جنھیں سن کر میرے دل میں کدورت پیدا ہو جائے کیوں کہ میں چاہتا ہوں کہ سب سے صاف دل کے ساتھ ملوں۔

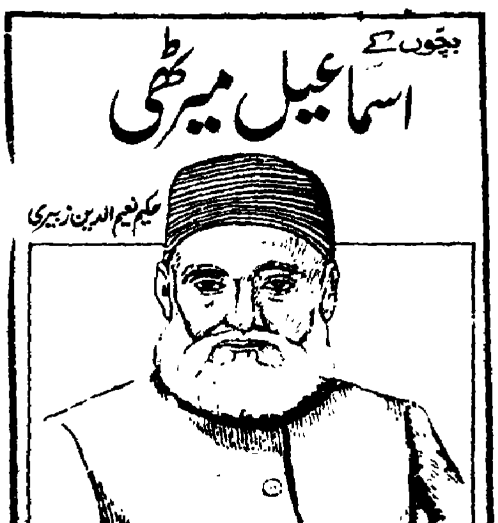
ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہم بھی اپنے دلوں کی ایسی صفائی چاہتے ہیں؟ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے شکایت ہے کسی کی طرف سے دل صاف نہیں۔ عزیزوں سے، دوستوں سے، محلے والوں سے، غرض ہر چھوٹے بڑے کو ایک دوسرے سے شکایت ہے، دل میں کینہ ہے، خلوص و صفائی نہیں ہے۔ اس لیے ہم میں سے ہر شخص ذہنی طور پر پریشان ہے اور اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتا ہے مگر یہ عادت ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ وہ کسی کی غیبت کرے اور نہ کسی کی غیبت سنے۔ یہ کدورت اور باہمی رنجش صرف گھروں، اور محلوں، درسگاہوں اور بازاروں تک ہی نہیں ہے بلکہ قومی سطح پر

اُبھر کر نفاق کی بیماری کو عام کر رہی ہے۔ ہمیں اس شخص کو روک دینا چاہیے جو کسی کی بُرائی کرے اور نہ سننا چاہیے اگر کسی کو کوئی بُرا کہے ہمارے حضورؐ کا اسوہ حسنہ یہی ہے۔

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بچّوں کی تعلیم و تربیت کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ آپؐ کے نزدیک بچّوں کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے افضل تھا۔ اگر کسی بچّے سے کوئی غلطی ہو جاتی تو نہایت محبت سے اسے سمجھاتے اور پھر شفقت سے اس کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرتے، دعا دے کر اسے رخصت فرماتے۔ ہمارے حضورؐ بچّوں کی تربیت نہایت مشفقانہ انداز سے فرماتے اگر کوئی بچّہ بغیر سلام کیے اور اجازت مانگے اندر چلا آتا تو آپؐ اس سے نہایت نرمی سے فرماتے، پہلے باہر جا کر سلام کرو اور کہو کہ میں اندر آ سکتا ہوں؟ جب اجازت مل جائے تو اندر آنا۔







بیٹا :۔ ابّی میں دعوت میں اتنا کھایا کہ میں چل نہیں سکتا تھا اس لیے گھوڑے پر بیٹھ کر آیا ہوں۔
باپ :۔ تمھیں شرم آنی چاہیے تمھارے ابو کو لوگ دعوت کے بعد چارپائی پر ڈال کر لائے تھے۔

ڈاکٹر کے۔ بھکتہ وتسل راؤ

قومی یکجہتی

ہندستان کی تہذیب کافی پُرانی ہے۔ اس ملک کا تمدّن ہمیشہ درخشاں رہا ہے۔ کئی مذاہب کا سنگم ہے۔ مختلف مذاہب کے پیروؤں نے مل جل کر رہنے کے لیے کہا ہے۔ مشورہ دیا ہے۔ سچّائی، بھائی چارگی، محبت کا پیام دیا ہے۔ پریم بھاونا کو جگایا ہے۔ خدمتِ خلق کا جذبہ اُجاگر کیا ہے۔ سنت کبیر، رامانج، تلسی داس، میرا بائی گیان دیو، سائی بابا، گرو گوبند سنگھ، تکارام، خواجہ معین الدین چشتی، حضرت نظام الدین کے تصانیف کا نچوڑ انسان کی خدمت میں مصروف رہ جانا اور خدا کی خدمت میں آداب بجا لانا ہے۔ زبانیں الگ الگ ہیں۔ پندرہ زبانیں آئین میں مصدّقہ ہیں۔ ارمان ایک ہیں۔ شاعر انیک زبانوں میں اشعار لکھتے ہیں، گیت الاپتے ہیں۔ لیکن مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ وہ ہے امن کی بحالی۔ سکھ شانتی کا فروغ اور ترقی کی طرف گامزن ہونا۔

ہمارے دیش میں کئی ندیاں ہیں۔ ان کے کنارے آبادیاں ہیں۔ گنگا قدیم ندی ہے تو گوداوری کی سوانح بھی ہے۔ کرشنا، کاویری، منار، مہاندی، نربدا، برہم پُتر، یمنا ندیاں کئی ہزار ایکڑ زمین کو سیراب کرتی جارہی ہیں۔ سیلاب آتے ہیں تو نقصان بلا مذہب و ملت ہو جاتا ہے۔ فصل جب اچھی نکل آتی ہے تو فیضیاب ہندو بھی ہوتے ہیں، مسلمان، سکھ، عیسائی بھی۔

جس طرح سورج کی کرنیں ہر سمت اشاعت ہوتی چلی جاتی ہیں۔ ٹھنڈی کو دور کرتی ہیں۔ گرم آب و ہوا کی ابتدا ہوتی ہے۔ ان کرنوں سے عمل انعکاس سے کھانا پکا سکتے ہیں۔ بجلی بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ اس توانائی کا استعمال یکجہتی کے ماحول میں ہوتا جاتا ہے۔ ایک شاعر نے عرض کیا ہے ؎

سورج کی کرنوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا
جب اس کی فیض بخشی عام ہے

1/B/ ۴۴/ ۱۱-۲-۲ پوسٹ آفس لین، نیو نلہ کنٹہ، حیدرآباد (اے۔ پی) ۵۰۰۰۴۴۔

تو فیض والوں کے دلوں میں
یہ فاصلے کیسے

عید، تہوار، مقدس ایام لوگ مناتے ہیں۔ عبادت کرتے ہیں۔ اجتماعات کیے جاتے ہیں۔ مذہبی کتب کا پاٹھ کیا جاتا ہے۔ ہندو لوگ بھگوت گیتا، رامائن، مہابھارت کے ابواب سنتے ہیں تو سکھ گرو گرنتھ صاحب کا پاٹھ کرتے ہیں۔ مسلمان قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ پارسی لوگ زنداوستا، عیسائی بائبل پڑھتے ہیں۔ تمام مذاہب کا ایک ہی پیغام ہے۔ وہ ہے دنیا میں دی ہوئی زندگی کو امن، بھروسا، ایمان کے ساتھ گزارنا ہے۔ خدا پر یقین کرنا ہے۔ راستے الگ الگ ہیں جاننے کے لیے پہچاننے کے لیے لیکن منزلِ مقصود ایک ہی ہے اس کے جلوہ کا دیدار کرنا۔

عید، تہوار کے موقع پر ایک دوسرے کو بدھائی دیتے ہیں۔ گلے ملتے ہیں۔ خوشی کا ماحول اُبھر آتا ہے۔ درگاہوں پر حاضری دیتے ہیں۔ دعا مانگتے ہیں خواجہ غریب نواز کا اجمیر شریف پر حاضری دینے والے شاگرد، شیدا، خدمت گاروں کی کمی نہیں۔ خواجہ بندہ نواز گلبرگہ شریف کے عرس میں بلا لحاظ مذہب و ملت لوگ ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ تروملا تروپتی، سبری ملئی، ویشنو دیوی کاشی وشوا ناتھ، بدری ناتھ، پوری جگناتھ، رامیشورم، کالی گھاٹ کالی دیوی کی پوجا عقیدتمند بھاری پیمانے پر کرپاتے ہیں۔

میسور کا دسہرہ نامور ہے۔ بمبئی کی دیوالی مشہور ہے۔ بھدراچلم میں رام نومی کے موقع پر سرکار کی طرف سے مندر میں مورتیوں کو بھینٹ کیا جاتا ہے۔ ابوالحسن تاناشاہ کے زمانے میں یہ رواج شروع ہوا تھا۔ مذہبی رواداری کی علامت ہے۔

موسیقی میں ہندستانی، کرناٹک الگ شاخیں ہیں چاہے وابلن پر طبلہ پر، سارنگ پر، مردنگ پر ستار پیش کریں۔ ہندو مسلم کا فرق نہیں رہتا۔ اللہ رکھے ہیں تو بڑے غلام علی خاں نامور ہیں۔ میرا بائی بڑو دیکر ہیں تو بالم مرلی کرشنا ہیں۔ جیو داس گیت الاپتے ہیں تو لتا منگیشکر ہیں۔ پروگرام جب ترتیب دیتے ہیں تو قومی یک جہتی کا سماں پیش ہوتا ہے۔

شاعر، لیڈر، سماجی کارکن بھی سماج میں کئی مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس کا مقصد ہے خدمت انجام دینا۔ جب کبھی نئی ایجاد کی جاتی ہے تو فرد ملک کا ہوتا ہے۔ اس کی قدر پورے لوگ کرتے ہیں۔ یکتا کا اشارہ ہوتا ہے۔

ہمارے ہردلعزیز آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو سابق وزیر اعظم ہند نے کہا تھا۔

"جب کوئی فرد کسی کام کے کرنے سے پہلے یہ سوچیں کہ اس کام

سے ایکتا ہوگی یا پھوٹ۔ پھوٹ ہوگی تو اس کام کو پرے رکھیں"۔

تعلیم کے ذریعے، محنت کے ذریعے، اشاعت کے ذریعے، خدمت کے ذریعے قومی یک جہتی کو فروغ دے سکتے ہیں۔ خصوصاً نوجوان طبقہ کا فرض ہے کہ اپنے مسائل کا حل سوچ وچار سے، مشورے سے، سمجھوتے سے، بات چیت سے نکال لیں۔ امن کی بحالی میں، خوشحالی کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور ملک کی سالمیت کے لیے ہاتھ بٹائیں۔

شاہزادہ محمد عامر

قرآن شریف کی تلاوت کے آداب

قرآن پاک عام کتابوں کی طرح نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں کا نچوڑ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مقدس ترین کتاب ہے۔ اور سب آسمانی کتابوں سے بہتر ہے۔ ہم سب مسلمان اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ روزانہ اس کی تلاوت کریں۔ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت ثواب ملتا ہے۔ اس میں نیکی بدی کی ساری باتیں بتائی گئی ہیں جن پر عمل کرنے سے ہماری دنیا و آخرت دونوں سنور سکتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم کے ایک ایک حرف پڑھنے پر دس دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم سورہ بقرہ کا پہلا لفظ الٓمٓ پڑھیں تو چونکہ "الف" ایک حرف ہے 'لام' دوسرا حرف ہے اور 'میم' تیسرا اس لیے ہمیں اس لفظ کے پڑھنے پر پوری تیس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ہم شوق سے سارا قرآن شریف پڑھیں گے تو ہمیں ڈھیر ساری نیکیاں ملیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ الگ خوش ہو گا۔ قرآن کا پڑھنا اور دوسروں کو پڑھانا بڑے ثواب کا کام ہے۔ ایک حدیث میں آنحضرت نے فرمایا ہے۔ "تم (مسلمانوں) میں بہترین شخص وہ ہے، جو خود قرآن پڑھے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے۔" قرآن شریف کو پڑھتے وقت ان باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔

۱۔ ہمارا جسم، لباس، اور وہ جگہ، جہاں ہم قرآن پڑھیں، پاک ہو۔
۲۔ قرآن شریف پڑھنے سے پہلے وضو کرنا چاہیے
۳۔ قرآن شریف پڑھنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں۔
۴۔ قرآن شریف آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔
۵۔ قرآن شریف کو رحل پر یا کسی اونچی جگہ یا چیز پر رکھ کر پڑھیں۔
۶۔ قرآن شریف پڑھتے وقت اِدھر اُدھر کی باتیں نہ کریں۔ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو چودہ سو برس سے مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ لاکھوں اور کروڑوں مسلمان ہر روز اسے پڑھتے ہیں اور ثواب حاصل کرتے ہیں۔ اور قرآن کریم کا اس سے بڑھ کر معجزہ اور کیا ہو گا کہ یہ آج تک محفوظ ہے اور قاری حضرات کے سینوں میں محفوظ ہے۔

نذیر احمد

آدابِ جمعۃ المبارک

استاد (عمران سے) بتاؤ تمہیں کون سے جانور زیادہ پسند ہیں۔
عمران :- جناب مجھے بلی بہت پسند ہے۔
استاد :- کیوں ؟
عمران :- اس لیے کہ میں الماری سے جو حلوہ چرا کر کھا جاتا ہوں اس کا الزام بلی پر لگ جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ ـــــ مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو جلد از جلد خدا کے گھر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اگر تمہاری سمجھ میں آجائے تو تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کے فضل میں سے اپنا حصہ ڈھونڈنے میں لگ جاؤ۔ اور خدا کو خوب یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ (سورۃ الجمعہ) ـــ ان آیات سے مومن کو جو ہدایات ملتی ہیں وہ یہ ہیں کہ ـ (۱) مومن کو پورے شعور و فکر کے ساتھ نمازِ جمعہ کا اہتمام کرنا چاہیے اور اذان کی آواز سنتے ہی سب کچھ چھوڑ کر مسجد کی طرف دوڑ پڑنا چاہیے ـــ (۲) اذان سننے کے بعد مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کاروبار کرے یا کسی اور دنیوی مشغولیت میں پھنسا رہے۔ اور خدا سے غافل دنیادار بن جائے ـــ (۳) مومن کی بھلائی کا راز یہ ہے کہ وہ دنیا میں خدا کا بندہ اور غلام بن کر رہے اور جب بھی خدا کی طرف سے پکار آئے تو وہ ایک وفادار اور اطاعت شعار غلام کی طرح اپنی ساری دلچسپیوں سے منہ موڑ کر اور سارے دنیوی مفادات کو ٹھکرا کر خدا کی پکار پر دوڑ پڑے۔ اور اپنے عمل سے یہ اعلان کرے کہ تباہی اور ناکامی یہ نہیں کہ آدمی دین کے تقاضوں پر دنیوی مفاد کو قربان کر دے بلکہ ناکامی اور تباہی یہ ہے کہ آدمی دنیا بنانے کی دھن میں دین کو تباہ کر ڈالے ـ (۴) دنیا کے بارے میں یہ نقطۂ نظر صحیح نہیں ہے کہ آدمی اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لے اور ایسا دیندار بن جائے کہ دنیا کے لیے بالکل ہی ناکارہ ثابت ہو۔ بلکہ قرآن ہدایت دیتا ہے کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی خدا کی زمین میں پھیل جاؤ اور خدا نے اپنی زمین میں سے رزق رسانی کے جو ذرائع اور وسائل بھی فراہم کر رکھے ہیں ان میں سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ اور اپنی صلاحیتوں کو پوری طرح کھپا کر اپنے حصے کی روزی تلاش کرو۔ اس لیے کہ مومن کے لیے نہ یہ صحیح ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں کے لیے دوسروں کا محتاج رہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ وہ اپنے متعلقین کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں کوتاہی کرے اور وہ پریشانی اور مایوسی کا شکار رہے (۵) آخری اہم ہدایت یہ ہے کہ مومن دنیا کے دھندوں اور کاموں میں اس طرح نہ پھنس جائے کہ وہ اپنے خدا سے غافل ہو جائے۔ اسے ہر حال میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی زندگی کا اصل سرمایہ اور حقیقی جوہر خدا کا ذکر ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ "خدا کا ذکر صرف یہی ہے کہ زبان سے تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کے بول ادا کیے جائیں۔ بلکہ ہر وہ شخص ذکر الٰہی میں مصروف ہے جو خدا کی اطاعت کے تحت اپنی زندگی کا نظام تعمیر کرنے میں لگا ہوا ہو ـــ جمعہ کی نماز کے لیے جلد از جلد مسجد میں پہنچنے کی کوشش کیجیے اور اول وقت میں جا کر پہلی صف میں

جگہ حاصل کرنے کا اہتمام کیجیے ۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ کا بیان ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے روز نہایت ہی اہتمام کے ساتھ اس طرح نہایا جیسے پاکی حاصل کرنے کے لیے غسل کرتے ہیں۔ تو پھر اوّل وقت میں مسجد میں جا پہنچا تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی کی اور جو اس کے بعد دوسری ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے گائے کی قربانی کی ۔ جو اس کے بعد تیسری ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے سینگ والا مینڈھا قربان کیا اور جو اس کے بعد چوتھی ساعت میں پہنچا تو گویا اس نے خدا کی راہ میں ایک انڈا دیا۔ پھر جب خطیب خطبہ پڑھنے کے لیے نکل آیا تو فرشتہ مسجد کا دروازہ چھوڑ کر خطبہ سننے اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آ بیٹھتے ہیں ۔ (بخاری ومسلم) اور حضرت عرباض بن ساریہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلعم پہلی صف والوں کے لیے تین بار استغفار فرماتے اور دوسری صف والوں کے لیے ایک بار (ابن ماجہ ۔ نسائی)۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ لوگوں کو پہلی صف کا اجر و ثواب معلوم نہیں اگر پہلی صف کا اجر و ثواب معلوم ہو جائے تو لوگ پہلی صف کے لیے قرعہ اندازی کرنے لگیں (بخاری مسلم)۔ (۹) جمعہ کی نماز جامع مسجد میں پڑھیے اور جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائیے ۔ لوگوں کے سروں اور کندھوں پر سے پھاند پھاند کر جانے کی کوشش نہ کیجیے ۔ اس سے لوگوں کو جسمانی تکلیف بھی ہوتی ہے اور قلبی کوفت بھی اور ان کے سکون یکسوئی اور توجہ میں بھی خلل پڑتا ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص پہلی صف کو چھوڑ کر دوسری صف میں اس لیے کھڑا ہوا کہ اس کے بھائی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے ۔ تو خدا تعالیٰ اسے پہلی صف والوں سے دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا ۔ (طبرانی) حضرت سلمان رضؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلعم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص جمعہ کے دن نہایا دھویا اور اس نے پاکی اور صفائی کا بھی اہتمام کیا پھر تیل لگایا یا خوشبو لگائی اور دوپہر ڈھلتے ہی مسجد میں جا پہنچا اور دو آدمیوں کو ایک دوسرے سے نہیں ہٹایا یعنی اس نے ان کے سروں اور کندھوں پر سے پھاند نے ، صفوں کو چیر کر گرانے اور دو بیٹھے ہوئے نمازیوں کے بیچ میں بیٹھنے کی غلطی نہیں کی بلکہ جہاں جگہ ملی وہیں خاموشی سے بیٹھ گیا نماز سنت وغیرہ ادا کی جو بھی خدا نے اس کے حصّہ میں لکھ دی تھی اور پھر جب خطیب ممبر پر آیا تو خاموش بیٹھا خطبہ سنتا رہا تو ایسے شخص کے وہ سارے گناہ بخش دیے گئے جو ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اس سے سرزد ہوتے تھے ۔

فروری ۹۲ء میں شائع ہونے والی نگارشات پر انعام

بچوں کی کوشش	پسندیدہ اشعار
۱۔ محمد ایاز انصاری ۔ مبارکپور	۱۔ فاروق عبدالرزاق شیخ ۔ بھٹکل ۲ ۔
۲۔ الزاہد احمد ، خالد احمد ۔ بھیونڈی	۲۔ انصاری طیبہ تبسم ، مالیگاؤں
۳۔ افشاں پروین رانچی	۳ کفیل حبیراج پوری کرلا بمبئی
۴۔ زہرا انصاری ۔ علی گڑھ	
۵۔ محمد نظیر شاد ۔ بمبئی ۔	



● ایک شخص نہانے کے لیے باتھ روم گیا۔ دروازے میں داخل ہوا۔ اس پر لکھا ہوا تھا کہ ارے اُدھر کیا دیکھتا ہے دائیں طرف دیکھ۔ دائیں طرف لکھا تھا کہ بائیں طرف دیکھ۔ بائیں طرف لکھا تھا کہ اوپر دیکھ جب اس شخص نے اوپر دیکھا تو وہاں لکھا تھا کہ "احمق نہانے آئے ہو یا اِدھر اُدھر دیکھنے کے لیے؟

رشید احمد ——— رحمت نگر بنگلور

● مجسٹریٹ — تمھیں پھانسی کی سزا دی جاتی ہے

ملزم — حضور مجھ غریب پر رحم کریں۔

مجسٹریٹ — زیادہ بک بک مت کرو، ورنہ دو چار سال اور بڑھا دوں گا۔

محمد بصیر احمد ——— منصورہ ہاسن

● ایک آدمی — (لڑکے سے) کیوں؟ تمھارے پتاجی گھر پر ہیں؟

لڑکا — نہیں جی، باہر گئے ہیں۔

آدمی — کب تک آئیں گے؟

لڑکا — جب آپ چلے جائیں گے۔

محمد منظر نعمانی ——— مہراج گنج، اورنگ آباد

● دو گپی آپس میں گپ کر رہے تھے۔

پہلا بولا — میرے باپ کی اتنی بڑی چارپائی تھی کہ سارا گانو، اس پر سو سکتا تھا۔

دوسرا بولا — میرے باپ اتنے بڑے تھے کہ سارے گانو کی چارپائیاں اکٹھا کر کے اس پر سوتے تھے

پہلا بولا — پھر گانو والے کہاں سوتے تھے۔

دوسرا بولا — تمھارے باپ کی چارپائی پر۔

اجیت کمار ——— کوری گوا، سیوان

● ایک آدمی دکان میں گیا اور بولا، مچھر دانی دکھاؤ دکان دار نے مچھر دانی دکھائی تو آدمی نے پوچھا۔ "اس میں مچھر نہیں گھسے گا؟" دکان دار نے کہا، "نہیں" آدمی نے کہا کہ تو پھر ہم مچھر دانی کے اندر کیسے گھسیں گے"

لطف الرحمٰن ——— پہاڑپور، مظفر پور

● ایک کنجوس کو اس کے ایک بہت قریبی دوست نے ایک خط لکھ کر دس روپے قرض مانگا۔

کنجوس شخص نے ایک روپیا لفافہ میں رکھ کر روانہ کیا اور ایک پرچہ لکھا — تحریر تھا۔

"آپ نے غلطی کی ایک روپیا کے آگے صفر لگانا بے وقوفی ہے یعنی صفر کی کوئی قیمت نہیں ہوتی"۔

شیخ عبدالباسط مسیح اللہ ——— عبداللہ نگر مالیگاؤں

● "ایک بہاری اور ایک اتر پردیشی ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ دونوں بیٹھ کر گفتگو کر رہے تھے۔ تب اتر پردیشی نے کہا، ارے بہاری! تجھے بات کرنے کا ڈھنگ نہیں ہے۔ تم سے کہیں اچھا تو میرے ہاں کی بلیاں بول لیتی ہیں یعنی جب میں انھیں پوسی کہہ کر بلاتا ہوں تو وہ کہتی ہیں "میں آؤں، میں آؤں"

تب بہاری نے کہا بلی کو تو تم لوگ بلواتے ہو تبھی وہ بولتی ہے لیکن ہمارے ہاں کے گیدڑ تو بغیر سکھائے ہوئے انگلش میں بول لیتا ہے۔ یعنی وہ

یہ کہتا ہے کہ ہو آر یو، ہو آر یو۔

آفتاب عالم ——— جگابائی نئی دہلی

● باپ بیٹے سے — کیوں بیٹے آج تم آنکھ کھول کر سوئے ہوئے ہو۔
بیٹا۔ میں اس لیے سویا ہوا ہوں کہ مجھے دیکھنا ہے کہ نیند کہاں آتی ہے۔

محمد جابر حسین ——— بہار شریف

● ایک بچہ ایک باغ میں گیا اور درخت پر چڑھ گیا بچے نے مالی کو آتے ہوئے دیکھ لیا تو جلدی سے نیچے اترنے لگا تب تک مالی آگیا۔
مالی۔ ابے درخت پر کیوں چڑھا تھا؟
بچہ — بکری کے لیے گھاس لانے کے لیے۔
مالی — پاگل کہیں کے، درخت پر کہیں گھاس ہوتی ہے — بچے نے کہا اس لیے تو میں نیچے اتر رہا ہوں

عبدالرقیب ——— بھلوہیا۔ گونڈہ

● ایک دیہاتی بمبئی گھومنے کے بعد جب اپنے گاؤں پہنچا تو لوگوں نے اسے گھیر لیا وہاں کا حال چال دریافت کرتے ہوئے سوال کیا، "بمبئی کیسی ہے؟" اس نے جواب دیا کہ "بمبئی تو بہت اچھی ہے مگر وہاں کی سرکار بڑی کنجوس ہے ایک ڈرائیور کی تنخواہ بچانے کے لیے بس کے اوپر بس رکھ کر چلاتی ہے۔"

صہیب احمد خاں ——— سرونج

● شوہر (بیوی سے) کیا تم میری ماں جیسی روٹی پکا نہیں سکتیں؟
بیوی — کیا آپ میرے باپ جیسا آٹا گوندھ نہیں سکتے؟

سید قذافی برماور ——— بھٹکل

● کتاب بیچنے والا: "تم ہر روز آتے ہو، کتابیں الٹ پلٹ کر چلے جاتے ہو، خریدتے کچھ نہیں۔"
لڑکا — واہ، میں ہر روز دو تین رسالے لے جاتا ہوں۔ اگر آپ کو پتا نہ چلے تو میں کیا کروں۔

عافیہ نصرت ——— بالاپور

● شوہر (اپنی بیوی سے) یہ بیلن لے کر کہاں جا رہی ہو۔
بیوی — پڑوسی کے گھر
شوہر — کل تو جھگڑ کر آئی تھی؟
بیوی — "کل سیمی فائنل تھا آج فائنل ہے"۔

سید اظہر علی ——— اسلام پورہ کلب

● ایک سوالی کے دیر تک آواز لگانے پر گھر کی عورت نے کہا۔ کیا تم کل کا بچا ہوا کھانا کھا لوگے۔
سوالی نے خوش ہو کر کہا۔ ضرور بیگم صاحبہ!
عورت نے کہا "ٹھیک ہے تو پھر کل آنا"۔

محمد عباس ——— قسمت نگر بمبئی

● ڈاکٹر (بچے سے) — مجھے ہر بیماری کا علاج آتا ہے تمھیں کیا بیماری ہے؟
بچہ — معصومیت سے — جناب فیل ہونے کی۔

راحیل احمد جیراج پوری ——— کرلا بمبئی

● ایک عمارت میں دو پڑوسی رہتے تھے ایک پارسی اور ایک پنجابی تھا۔ پارسی کا لڑکا بہت شرارتی تھا۔ ایک دن اس نے پنجابی کی کھڑکی کا کانچ توڑ دیا تو پنجابی نے کہا۔
پنجابی۔ (پارسی سے) ارے یار تیرے لڑکے نے میری کھڑکی کا کانچ توڑ دیا۔
پارسی — میرا بچہ تھوڑا پاگل ہے۔
ایک گھنٹے کے بعد . . . .
پنجابی — ارے یار تیرے لڑکے نے میرے لڑکے کا سر پھوڑ دیا۔
پارسی — میں بولا نا کہ میرا بچہ تھوڑا پاگل ہے۔
پھر ایک گھنٹے بعد۔ . . . .
پنجابی — ارے یار تیرے لڑکے نے حد کر دی اس نے میرا ٹی وی توڑ دیا۔
پارسی — ارے یار میرا بچہ تھوڑا پاگل ہے نا
پنجابی — ارے پاگل ہے تو اس سے اپنے گھر

کا ٹی وی تڑوا دے۔

پارسی — "وہ اتنا پاگل تھوڑی ہے"۔

محمد رفیق —— گیانیشور نگر۔ بمبئی

● ایک بے وقوف نے دوسرے بے وقوف سے کہا اگر تم یہ بتادو کہ میری جھولی کے اندر کیا ہے تو میں جھولی کے سارے انڈے تمھیں دے دوں گا۔

دوسرا بے وقوف کچھ دیر سوچ کر بولا۔ دوست کچھ نشانی بتادو۔ تو پھر پہلا بے وقوف بولا "اے بھائی وہی چیز جو اوپر سفید ہوتی ہے اور نیچے نارنجی"۔

دوسرا بے وقوف بولا "اے بھئی تم نے جھولی کے اندر گاجر گھسا رکھی ہے"۔

مظفر حسین —— جوگا بائی نئی دہلی ۲۵

● ایک مسافر (بہرے دکان دار سے) یہ راستہ کہاں جاتا ہے۔

بہرا دکان دار — یہ رس دو روپے گلاس ہے۔

مسافر — میں پوچھ رہا ہوں! یہ راستہ کہاں جاتا ہے

بہرا دکاندار — کہا نا کہ دو روپے گلاس ہے۔

مسافر — مجھے رس نہیں چاہیے میں پوچھ رہا ہوں یہ راستہ کہاں جاتا ہے۔

بہرا دکاندار — سستا رس! یہاں نہیں ملے گا اس راستے سے جاییے یہ بمبئی جاتا ہے وہاں سستا رس ملے گا۔

ایچ یا بوشتاقی —— مالیگاؤں، ناسک

● ایک جگہ تین عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ ایک نے کہا میرے شوہر اتنے بھلکڑ ہیں کہ ہاتھ میں تھیلا لیے بازار جاتے ہیں تو اپنے دفتر ہی چلے جاتے ہیں۔

دوسری نے کہا کہ میرے شوہر اتنے بھلکڑ ہیں کہ ایک دن اسکول میں بچے کا نام لکھوانے گئے تو خود اپنا ہی نام لکھا کر آ گئے۔

تیسری نے کہا میرے شوہر کا حال مت پوچھو ایک دن میں بازار جا رہی تھی اور وہ اپنے دفتر سے آ رہے تھے۔ راستے میں ہم دونوں کی ملاقات ہوئی تو وہ سلام کرتے ہوئے بولے "بہن جی میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے"۔

شکیل احمد شکیل —— رحمت نگر بنگلور

● انگریز نے ہندستانی سے کہا کہ تمھارے ملک میں آدمی ہر رنگ کے کیوں ہوتے ہیں۔ گورے، کالے وغیرہ وغیرہ۔ اور ہمارے ملک میں ایک ہی طرح کے آدمی ہوتے ہیں۔

ہندستانی — "گھوڑے کئی طرح کے ہوتے ہیں البتہ گدھے ایک ہی رنگ کے ہوتے ہیں"۔

رضاء المصطفٰے —— گوونڈی بمبئی

● میاں بیوی ایک ہوٹل میں کھانا کھا رہے تھے میاں نے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ تصویر مرد کی بنائی ہوئی ہے لیکن بیوی کا کہنا تھا کہ یہ تصویر کسی عورت نے بنائی ہے۔ کافی دیر یہ بحث چلتی رہی۔ جب بیرا ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہا چلو اس سے پوچھتے ہیں۔ میاں نے بیرے سے پوچھا کیوں بھائی یہ تصویر کسی مرد نے بنائی ہے یا عورت نے؟ بیرے نے جواب دیا۔ صاحب نہ تو یہ تصویر کسی مرد نے بنائی ہے نہ عورت نے یہ تو دیوار کا پلاسٹر اکھڑا ہوا ہے

کفیل جیراجپوری —— کرلا بمبئی

● چھوٹے سے شہر میں ایک دن ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا زخمی کو دیکھنے کے لیے لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔

ایک شخص دیر سے پہنچا اور بار بار کوشش کی کہ میں بھی دیکھ لوں مگر دیکھ نہیں سکا۔ آخر زور سے چلایا میں اس کا بھائی ہوں۔ لوگ ہٹ گئے "اس شخص نے دیکھا کہ وہ زخمی ... ایک گدھا ہے"

محمد آصف ڈاڈکر —— گوونڈی بمبئی نمبر ۴۳

اقوالِ زریں

جمعہ کا دن سب سے افضل دن ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن ہی پیدا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام اسی مبارک دن جنت میں داخل کیے گئے اور اسی روز جنت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے

جمعہ کے دن ہی حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی اور جمعہ کے دن ہی قیامت واقع ہو گی۔

محمد ضیاء الہدیٰ عرف حبیب اسٹور محلہ چھجو بہار شریف

اچھے خیالات

● خوف خدا ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے شیطانی منصوبے ناکامیاب ہو جاتے ہیں۔

● انسان کا ہر کام عبادت ہے بشرطیکہ اس میں خلوص اور دلی محبت کا جذبہ موجود ہو۔

● اصل احسان وہی ہے جو کر کے بھول جائے نہ کہ بار بار جتائے۔

● آدمی مال وزر سے نہیں بلکہ حسنِ اخلاق کے زیور سے دولت مند سمجھا جاتا ہے۔ یہ کسی کی میراث نہیں ہے۔

● آخرت کا سفر نہ ختم ہونے والا سفر ہے اس سفر میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جن کے پاس نیک اعمال کا توشہ ہوتا ہے۔

● ماں، باپ، استاد اور بزرگوں کی خدمت ہی میں عظمت پوشیدہ ہے۔

شیخ حسن محمد وارثی، ۱۷/۲۰۱۔ ربڑی والا بیٹھ وائی ضلع ستارہ (مہاراشٹر)

● مظلوم کی بد دعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔

● ہمسایہ کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر نہ سمجھو۔

● علما بے عمل پارس کا پتھر ہے جو اوروں کو سونا بناتا ہے مگر خود پتھر کا پتھر ہے۔

● شکستہ قبروں پر غور کرو کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔

● لوگوں کے آگے جھکنے سے ان سے مایوس ہو جانا اچھا ہے۔

● زبان پر نگاہ رکھو یہ ایسی ناوک ہے جس کا نشانہ اکثر غلط ہی ہوتا ہے۔

مشیر فاروقی خاں فراہی اعظمی، اعظم گڑھ۔

★ جب جیب خیرات سے خالی ہو جاتی ہے تو دل خوشی سے بھر جاتا ہے۔

★ انسانوں کی بے غرض خدمت کرنا ہی انسانیت کی معراج ہے۔

★ جو آدمی ایک جھوٹ بولتا ہے تو آگے چل کر اسے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں

مصباح الدین بکس رلٹہ نئی بازار روڈ مظفر پور۔ بہار

اچھی باتیں

● جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

● صبر کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے۔
● جنت سخی لوگوں کا گھر ہے۔

حافظ مجیب الرحمان رحیم آبادی، ۱۸ اے ٹیمپل اسٹریٹ کلکتہ ۷۰۰۰۷۲

سنہرے اقوال

★ جو شخص کسی مسلمان کے ساتھ مکر کرے یا ضرر پہنچائے وہ ملعون ہے۔
★ حسد کی آنکھیں نہیں ہوتیں مگر کان بڑے ہوتے ہیں۔
★ قیامت کے دن ظالم کو ہر طرف سے تاریکی گھیرے گی۔
★ مومن بزدل، بخیل ہو سکتا ہے مگر جھوٹا نہیں ہو سکتا۔
★ جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنادے تو جب تک اس کا اس شخص پر ایک پیوند بھی رہے گا وہ شخص اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔
★ صدقہ بلاؤں کو اس طرح ختم کرتا ہے جس طرح پانی آگ کو۔
★ توبہ کرلینا آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

محمد شمعون حاجی فقیہہ ـــــ بھٹکل

چند پیغمبروں کی عمریں

حضرت آدمؑ کی عمر	۱۰۰۰	سال تھی
حضرت نوحؑ کی عمر	۱۲۰۰	سال تھی
حضرت ابراہیمؑ کی عمر	۱۹۵	سال تھی
حضرت سلیمانؑ کی عمر	۱۵۰	سال تھی
حضرت الیاسؑ کی عمر	۱۲۵	سال تھی
حضرت موسیٰؑ کی عمر	۱۲۵	سال تھی
حضرت اسحاقؑ کی عمر	۱۱۹	سال تھی
حضرت یوسفؑ کی عمر	۱۱۰	سال تھی
حضرت شعیبؑ کی عمر	۸۸۲	سال تھی
حضرت محمدؐ کی عمر	۶۳	سال تھی

محمد زاہد قاضی کاشف العلوم، اورنگ آباد شیوگاؤں، احمد نگر

تین چیزیں

★ تین چیزیں انسان کو ایک بار ملتی ہے
والدین ۔ حسن ۔ جوانی
★ تین چیزیں خلوص دل سے کرنی چاہیے
رحم ۔ کرم ۔ دعاء
★ تین چیزیں کسی کا انتظار نہیں کرتی۔
وقت ۔ موت ۔ گاہک
★ تین چیزیں انسان کو برباد کردیتی ہے
بدخلقی ۔ غصہ ۔ حرص
★ تین چیزیں کوئی چرا نہیں سکتا۔
عقل ۔ علم ۔ ہنر

محمد عامر قاضی، شیوگاؤں، احمد نگر، مہاراشٹر

کیا آپ کو معلوم ہے؟

● اس خاتون کا نام بتایئے جس کا ذکر قرآن مجید میں ان کے نام کے ساتھ آیا ہے۔
● حضورؐ کی والدہ حضرت آمنہ کا تعلق کس قبیلہ سے تھا۔
● حضورؐ کی وہ کونسی پھوپھی تھی جو شاعرہ تھی۔
● دنیا کی پہلی سرجن خاتون کا کیا نام ہے۔

جوابات۔ مریمؑ۔ بنی زہرہ۔ حضرت صفیہؓ۔ الزبتھ ویل۔

محمد عابد قاضی، شیوگاؤں ضلع احمد نگر، مہاراشٹر

روحِ حیات

- کوئی کام کرنے سے انجام پاتا ہے سوچنے سے نہیں۔
- سچ بولنے والے کی دنیا میں عزت ہوتی ہے۔
- آرام کرنے کی بہ نسبت کام کرنا اچھا ہے۔
- بھائی سے بھائی کی لڑائی خدا کے خلاف بغاوت ہے۔

سکینہ فردوس۔ شیوگاؤں، احمد نگر

قرآن مجید کے حروف کی تعداد

الف	۴۸۹۹۲	ص	۲۰۰۸۳
ب	۱۳۲۲۸	ض	۶۸۲
ت	۲۴۰۴	ط	۱۳۰۷
ث	۳۱۰۵	ظ	۷۸۲
ج	۴۲۲۲	ع	۹۲۷۴
ح	۴۱۳۰	غ	۹۲۱۱
خ	۲۱۰۵	ق	۶۶۱۳
د	۶۹۷۲	ک	۱۰۶۲۸
ذ	۴۷۳۹	ل	۳۳۵۲۰
ر	۲۲۴۰	م	۳۶۵۱۵
ز	۳۵۸۰	ن	۴۴۱۹۰
س	۵۹۷۶	و	۲۰۵۸
ش	۲۱۱۵	ہ	۱۶۰۰۰

ی ۲۵۹۹ ف ۴۴۱۸

محمد عارف قاضی، شیوگاؤں، عالمگیر درگاہ
احمد نگر۔ مہاراشٹر

قدر کرو

۱۔ ماں کی قدر کسی یتیم سے پوچھو۔
۲۔ علم کی قدر کسی اَن پڑھ سے پوچھو
۳۔ دین کی قدر کسی عالمِ دین سے پوچھو
۴۔ روٹی کی قدر کسی بھوکے سے پوچھو
۵۔ وقت کی قدر کسی محنتی سے پوچھو
۶۔ پانی کی قدر کسی پیاسے سے پوچھو۔
۷۔ دولت کی قدر کسی غریب سے پوچھو
۸۔ صحت کی قدر کسی بیمار سے پوچھو
۹۔ ملازمت کی قدر کسی بیکار سے پوچھو

اسماء خاتون معرفت ڈاکٹر مکی حسن شانتی نگر بھیونڈی
ضلع تھانہ مہاراشٹر

جواہر ریزے

- ★ تلوار کا زخم جسم پر لگتا ہے اور گناہ کا روح پر
- ★ دشمن سے زیادہ بُرا وہ ہے جو دوست بن کر دھوکا دے
- ★ دشمن ایک بھی زیادہ ہے اور دوست سو بھی کم۔
- ★ محبت سے خوب صورتی پیدا ہوتی ہے نہ کہ خوب صورتی سے محبت۔
- ★ دولت کی محبت، محبت کی دولت کو ختم کردیتی ہے

الیس مظہر فرید محمد طاہر اینڈ کمپنی دانہ بازار جالنہ
ضلع جالنہ ۴۳۱۲۰۳

پیام تعلیم

انمول موتی

- دوستوں کا امتحان مصیبت میں لیا جاتا ہے
- جو زخم تمھیں دوسروں نے دیے ہیں انھیں یاد رکھو۔
- بیوی کو غلام کی طرح مت مارو۔
- سچا حاجی حج کے بعد اس طرح گناہوں سے پاک، صاف ہوکر واپس ہوجاتا ہے جیسے اسی دن پیدا ہوا ہے۔

راشد عرفان ——— مخدوم پورہ

نماز

★ نماز اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے۔
★ نماز دین کا ستون ہے۔
★ نماز قبر کا روشن چراغ ہے۔
★ نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔
★ نماز پیغمبروں کی سنت ہے۔
★ نماز انسانوں کو برائیوں سے روکتی ہے۔
★ نماز دل کو غرور سے پاک رکھتی ہے۔
★ نماز مومن کی معراج ہے۔
★ نماز قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔
★ نماز پڑھنے والے کی دعا جلد قبول ہوتی ہے
★ نماز جنت کی کنجی ہے

ایس عبدالماجد غوری، رحمان باغ، نلگنڈہ

- اخلاق جسمانی حسن کی کمی کو پورا کر دیتا ہے۔ — سویٹ مارڈن
- خاموشی اعلاترین تقریر ہے۔ — گاندھی
- اگر چڑیاں متحد ہوجائیں تو شیر کی کھال کھینچ سکتی ہے — شیخ سعدی
- شرم عورت کا سب سے قیمتی زیور ہے۔ — کولٹن
- عالم وہ لوگ ہیں جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ — حضرت محمدؐ
- قرض مانگنا بھیک مانگنے سے بہتر ہے۔

دانش احمد (شبلی) چکجادو ویشالی (بہار)

اچھی باتیں

★ پوری محنت و لگن سے دین کا کام کرو
★ محمدؐ خدا کے بندے اور رسولؐ ہیں۔
★ تلاوتِ قرآن ہر روز کیا کرو
★ عورتوں کو بھی دین کی طرف متوجہ ہونا چاہیے
★ لوگوں میں جن میں دین نہ ہو انھیں دین کی باتیں بتائیں۔
★ یقیناً تم کامیاب ہوگے جب سچے دل سے خدا کی عبادت کروگے۔

نفیس احمد ماسٹر جمیل احمد، چونا بھٹی مالیگاؤں

ڈائری لکھنے کی عادت ڈالیے

اپنی ڈائری میں روزانہ کے اہم واقعات، بزرگوں کے اقوال، کارآمد باتیں لکھیے اور جو بات آپ کے دل کو زیادہ چھوئے وہ ضرور لکھ کر رکھیے۔



معلومات

● دنیا میں سب سے زیادہ جھونپڑیاں برازیل میں ہوتی ہیں۔
● دنیا کی سب سے بڑی ندی نیل ہے۔
● خرگوش سامنے دیکھتے ہوئے پیچھے بھی دیکھ سکتا ہے
● چار مینار (حیدرآباد دکن) قلی قطب شاہ نے تعمیر کروایا۔
● ہندستان میں سب سے زیادہ کوئلہ بہار میں ہوتا ہے
● ہالینڈ کو نگر مچھوں کا ہیڈ کوارٹر کہتے ہیں۔
● ناگالینڈ کی صوبائی زبان انگریزی ہے۔

سید احمد زکریا غوری مدرسہ تجوید القرآن تلگنڈا

بلند دروازہ — یہ دنیا کا سب سے مشہور اور سب سے بڑا دروازہ ہے جو فتح پور میں ہے اسے اکبر بادشاہ نے ۷۶-۱۵۷۵ میں بنایا تھا۔
دنیا کی سب سے اونچی سڑک تبت میں ہے اور اس کی اونچائی ۶۰۸۰ میٹر ہے۔
دنیا کی سب سے بڑی دیوار چین میں ہے۔
بھارت کا سب سے بڑا ڈیلٹا گنگا اور برہم پتر میں ہے یہ ڈیلٹا ۷۵۰۰ کلو میٹر لمبا ہے۔

محمد مفید انجم، مسجد راورکیلا، مین روڈ سندر گڑھ۔ اڑیسہ

● دنیا میں سب سے اونچا جانور زراف ہے۔
● دنیا میں سب سے بڑا جزیرہ گرین لینڈ ہے۔

● دنیا میں سب سے بڑا پہاڑ ایورسٹ ہے۔

سعید احمد جلیل احمد، گنیش پیٹھ بسمت نگر پربھنی، مہاراشٹر

ہومر —— ایک معمولی زمین دار کا لڑکا تھا
بقراط —— ایک بڑھئی کا لڑکا تھا
شیکسپیئر —— ایک لکڑی فروش کا لڑکا تھا
نپولین اعظم —— ایک معمولی سپاہی تھا
جوزیفائن (ملکہ فرانس) — ایک تمباکو فروش کی لڑکی تھی

عزیز الرحمان انصاری، علی نگر، بھیونڈی

پیغمبر اور اُن کے پیشے

حضرت ادریسؑ، درزی کا کام کرتے تھے۔
حضرت نوحؑ، بڑھئی کا کام کرتے تھے۔
حضرت شیثؑ، کپڑا بنتے تھے
حضرت داؤدؑ، زرہ ساز تھے۔
حضرت ابراہیمؑ، کپڑا فروخت کرتے اور کاشتکاری کرتے تھے۔
حضرت اسماعیلؑ، تیر بناتے تھے۔
حضرت صالحؑ، کمبل بنا کرتے تھے۔
حضرت سلیمانؑ، چٹائی اور پنکھا بنا کرتے تھے۔
حضرت موسیٰؑ، بکریاں چرایا کرتے تھے۔
حضرت لوطؑ، کاشتکاری کیا کرتے تھے۔

مریم جمیلہ، نور الاسلام اسکول تلک نگر ساکی ناکہ بمبئی ۷۲ ...۴۰۰

● اردو کی پہلی نقاد خاتون ممتاز شیریں کو کہا جاتا ہے۔
● دنیا کی پہلی خاتون پائلٹ ترکی کی صبیحہ خانم کو مانا

جاتا ہے۔

● دنیا کی پہلی خاتون پروفیسر کہلوانے کا شرف مادام کیوری کو حاصل ہے۔

● اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ ماہ لقابائی چندا تھیں۔

دنیا کی پہلی لیڈی ڈاکٹر ایلزبیتھ بلیک ویل تھیں۔

جاوید اقبال، رانی پور - سیوان بہار -

● خانہ کعبہ کی عمارت کی بلندی ۴۹ فٹ ½ ۲ انچ ہے

● خانہ کعبہ کے مشرقی دیوار کی لمبائی ۳۸ فٹ ۸ انچ ہے

● خانہ کعبہ کے جنوبی دیوار کی لمبائی ۳۲ فٹ ½ ۲ انچ ہے

● خانہ کعبہ کے شمالی دیوار کی لمبائی ۳۲ فٹ ½ ۲ انچ ہے

● خانہ کعبہ کے کرسی کی بلندی زمین سے ۴ فٹ ½ ۶ انچ ہے۔

● خانہ کعبہ کے دروازے کی چوڑائی ½ ۳ فٹ ہے۔

● خانہ کعبہ کے دروازے کی لمبائی ۴ فٹ ½ ۶ انچ ہے

● حجر اسود کی زمین سے بلندی ۴ فٹ ۷ انچ ہے۔

● حجر اسود خانہ کعبہ کے جنوب مشرق کی سمت واقع ہے۔

ارشد یونس محلہ مونگیری گنج بیگوسرائے بہار

خوب صورتی میں کون تھے؟ ——— یوسفؑ
ملک گیری میں کون تھے؟ ——— سکندر اعظم
سیاحت میں کون تھے؟ ——— ابن بطوطہ
انصاف میں کون تھے؟ ——— نوشیرواں
سخاوت میں کون تھے؟ ——— حاتم طائی
بہادری میں کون تھے؟ ——— محمد بن قاسم
رضا جوئی میں کون تھے؟ ——— ابراہیمؑ
جہالت میں کون تھے؟ ——— ابوجہل

عبدالمجیب رنگریزاں کلاں - گونڈہ یو پی ۲۷۱۲۱۲

★ دنیا میں پہلی دوربین گلیلیو نے ایجاد کی۔
★ "کامریڈ" محمد علی جوہر نے نکالا۔
★ واسکوڈی گاما ۱۴۹۸ء میں بھارت آیا۔

صدیقی پرویز عبدالرشید، ظہیر مولوی کی چال بندر روڈ - کلیان ضلع تھانہ

۱- پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کون تھے؟
۲- بنگلہ دیش کے پہلے وزیر اعظم کون تھے؟
۳- ہندستان کے پہلے صدر کون تھے؟
۴- "دہلی چلو" کا نعرہ کس نے لگایا تھا؟
۵- انڈین نیشنل کانگریس کے بانی کون تھے؟

(۱) محمد علی جناح (۲) حبیب الرحمٰن (۳) ڈاکٹر راجندر پرساد
(۴) سبھاش چندر بوس (۵) اے، او، ہیوم

عمر انصاری، مکان نمبر ۱۹۵، ۵واں مین روڈ رحمت نگر، بنگلور ۵۶۰۰۳۲

۱- قرآن مجید میں کل حروف کتنے ہیں؟
۲- قرآن مجید میں کل الفاظ کتنے ہیں؟
۳- قرآن مجید میں کل کلمے کتنے ہیں؟
۴- قرآن مجید میں کل سورتیں کتنی ہے؟
۵- قرآن مجید میں رکوع کتنے ہیں؟
۶- قرآن مجید میں کل نقاط کتنے ہیں؟
۷- قرآن مجید میں کل کتنے زیر ہیں؟
۸- قرآن مجید میں کل زبر کتنے ہیں؟

(۱) ۳۲۳۶۷۱ (۲) ۳۲۱۲۶۶۷۰۰ (۳) ۶۰۰۷ (۴) ۱۱۴
(۵) ۵۴۰ (۶) ۱۰۵۶۸۴ (۷) ۹۲۵۸۲ (۸) ۵۲۲۴۳

ابوبکر موضع سمرا گلر ما پوسٹ بدل پور ضلع گونڈہ یوپی

قلمی دوستی

نام :- پروین بانو، عمر ۱۰ سال
تعلیم :- ساتویں جماعت
مشغلہ :- پیام تعلیم اور نور کا مطالعہ کرنا۔
پتا :- مسلم سوسائٹی لنک روڈ مسا کی ناکہ بمبئی

نام :- شبانہ مُلّا ، عمر ۱۲ سال
تعلیم :- چھٹی جماعت
مشغلہ :- گھر کا کام کرنا اور خوب مطالعہ کرنا۔
پتا :- فرینڈس کاٹیج ساکی ناکہ، بمبئی ۷۲

نام :- محمد گولڈن ، عمر ۱۲ سال
تعلیم :- آٹھویں جماعت
مشغلہ :- روزانہ اسکول جانا، سبھوں کے ساتھ اچھی طرح سے باتیں کرنا۔
پتا :- معرفت صبو پاکیٹ والا
بائکلہ ہلس روڈ بمبئی ۱۱

نام :- شکیل احمد شبیر
تعلیم :- آٹھویں جماعت
مشغلہ :- پیام تعلیم پڑھنا، فٹ بال کھیلنا، نعت شریف پڑھنا، پابندی کے ساتھ اسکول جانا۔
پتا :- اسپات مارکیٹ
دکان نمبر ۲۹۵ اور ۳۱۲، راورکیلا

نام :- شیخ ناصر محمد، عمر ۲۰ سال
تعلیم :- بی ایس سی
مشغلہ :- قلمی دوستی، مطالعہ، ڈاک ٹکٹ جمع کرنا۔
پتا :- محلہ رسول پور، ڈاکخانہ کود سونگڑہ ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ پن ۷۵۴۲۱۱

نام :- اختر جمال ، عمر ۱۴ سال
تعلیم :- ہائی اسکول
مشغلہ :- قلمی دوستی
پتا :- سی ۱۵/۹۲ - ایک رات کی مسجد
للہ پورہ بنارس ۲۲۱۰۰۲

نام :- عبدالقوی ولد عبدالغنی ، عمر ۱۶ سال
تعلیم :- دسویں پاس
مشغلہ :- پیام تعلیم پڑھنا، دوسرے اردو رسالے پڑھنا، اور تجارت کرنا۔
پتا :- معرفت، عبدالقیوم ٹریڈرس مینار گلی ناندیڑ، مہاراشٹر۔

نام :- رئیس احمد حافظ عبدالواحد، عمر ۱۵ سال
تعلیم :- نویں جماعت
مشغلہ :- خیر اندیش، امنگ، پیام تعلیم اور دیگر اردو رسائل کا مطالعہ کرنا، پڑھائی پر توجہ دینا۔
پتا :- ۲۹۵ نشاط روڈ کمال پورہ ، مالیگاؤں۔

نام :- افشین گوہر، عمر ۱۰ سال
تعلیم :- پانچویں جماعت
مشغلہ :- پابندی سے دل لگا کر پڑھنا پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا۔

پتا :- معرفت، محمد محسن الفضی، موضع و ڈاکخانہ، بلھوری مولہن بازار، پٹنہ

نام :- محمد رضوان عالم
تعلیم :- بی۔ اے
مشغلہ :- پیام تعلیم اور دوسری کتابیں پڑھنا، کرکٹ کھیلنا۔
پتا :- مقام ابرکی، پوسٹ ضلع جہاں آباد (بہار)

نام :- محمد یعقوب، عمر ۱۴ سال
تعلیم :- نویں جماعت
مشغلہ :- دینی کتب پڑھنا۔ خدمت خلق
پتا :- ۱۸، دوسرا کراس لال باغ فورٹ روڈ ماولی بنگلور۔

نام :- صہیب اقبال
تعلیم :- جماعت دہم
مشغلہ :- پیام تعلیم، نور کا مطالعہ کرنا، انگلش سیکھنا، S.I.O کے اجتماعات میں شرکت کرنا۔
پتا :- معرفت فضل اللہ قریشی، امیر جماعت اسلامی، آرمور۔ نظام آباد

نام :- مریم جاوید عمر ۱۳ سال
تعلیم :- آٹھویں جماعت
مشغلہ :- پیام تعلیم اور نور کا مطالعہ کرنا، اور سائنس دانوں کے بارے میں مطالعہ کرنا۔
پتا :- مسلم سوسائٹی لنک روڈ ساکی ناکہ بمبئی ۷۲

نام :- اشتیاق عالم، عمر ۱۳ سال
مشغلہ :- کرکٹ و فٹ بال کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا، اپنے گھر والوں سے پیار کرنا، خوش خط لکھنا۔
پتا :- معرفت مبین الدین ندوی۔ معہد دارالعلوم ندوہ لکھنؤ۔

نام :- محمد ارشد، عمر ۱۰ سال
مشغلہ :- کرکٹ کھیلنا، مدرسہ میں پابندی سے حاضری دینا، پیام تعلیم اور دوسرے رسالوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا دارالعلوم ندوہ لکھنؤ۔

نام :- محمد اعظم خاں، عمر ۱۲ سال
مشغلہ :- کرکٹ اور فٹ بال کھیلنا اور پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا۔
پتا :- دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نام :- محمد شاکر محمد اسمٰعیل مومن، عمر ۱۸ سال
مشغلہ :- کرکٹ کھیلنا، اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا :- اکوٹر گیٹ، زیتون پورہ بھیونڈی (تھانہ) مہاراشٹر۔

نام :- سعد الطاف حسین عمر ۱۴ سال
تعلیم :- دہم جماعت
مشغلہ :- قلمی دوستی کرنا، تیرنا، تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنا اور پیام تعلیم شوق سے پڑھنا۔
پتا :- "گلستان" گھر نمبر ۶۰۳ نیشنل ہائی وے نوائط کالونی، بھٹکل کرناٹک

نام :- دیبا علی ،
تعلیم :- ہائی اسکول
مشغلہ :- قلمی دوستی کرنا صرف بہنوں سے
اچھی کتابیں پڑھنا ۔
پتا :- پوسٹ بکس نمبر ۳۳۸ کانپور ۔

نام :- شیبا علی ،
تعلیم : انٹرمیڈیٹ
مشغلہ : قلمی دوستی کرنا صرف بہنوں سے ، کرکٹ دیکھنا
پتا :- ۱۰۰/۲۰ پٹکاپور کانپور ۔

نام :- سعیدہ خاتون
تعلیم :- چھٹی جماعت
مشغلہ :- کہانی لکھنا ۔ اچھی کتابیں پڑھنا
ماں باپ کی عزت کرنا ، ڈرائینگ بنانا
پتا :- مکان نمبر ۳۲ لین نمبر ۲ غفار منزل
جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ ۔

نام :- پی ۔ آفتاب حسین ، عمر ۱۹ سال
تعلیم :- بی ۔ ایس ۔ سی (کمپیوٹر سائنس)
مشغلہ :- والی بال کھیلنا ، اچھے رسالوں
کا مطالعہ کرنا ۔
پتا :- ۳ حسین صاحب والی گلی ۔ آمور ، تامل ناڈو

نام :- نیر اعظم ، عمر ۱۶ سال
تعلیم :- گیارہویں جماعت
مشغلہ :- ڈاک ٹکٹ جمع کرنا ، قلمی دوستی
کرنا ، عجائبات دنیا پر غور فکر کرنا ۔
پتا :- معرفت ڈاکٹر ظفر الاسلام
ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز
اے ، ایم ، یو ۔ علی گڑھ ۔

نام :- عادلہ خاتون انصاری ۔
تعلیم :- دسویں جماعت
مشغلہ :- کہانی لکھنا ، پابندی سے اسکول
جانا ۔ اچھی کتابیں پڑھنا ۔
پتا :- مکان نمبر ۱ ، لین نمبر ۴ نور نگر اوکھلا
نئی دہلی ۲۵

نام :- سلمان ظفر ، عمر ۱۲ سال
مشغلہ :- دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا ، ڈاک
ٹکٹ جمع کرنا ۔
پتا :- معرفت ڈاکٹر ظفر الاسلام شعبۂ
علوم اسلامیہ اے ۔ ایم ۔ یو ۔ علی گڑھ

نام :- نعیم اختر آزاد ، عمر ۱۷ سال
تعلیم :- عربی پنجم
مشغلہ :- تعلیم حاصل کرنا ۔
پتا :- مقام بلوا ، ارریہ کورٹ بہار ۔

نام :- سعید سلیم جاوید ، عمر ۱۰ سال
تعلیم :- چھٹی جماعت
مشغلہ :- پیام تعلیم اور اُمنگ پڑھنا ، سبھی درسی
کتابوں کا مطالعہ کرنا ، والی بال کھیلنا
پتا :- معرفت ، اے ، ایم قاسمی ، دارالعلوم جنک پور سیتامڑھی

نام :- محمد اطہر جمال ، عمر ۱۸ سال
تعلیم :- انٹرمیڈیٹ
مشغلہ :- پیام تعلیم و اخبارِ نوجواں
کا مطالعہ کرنا ، قلمی دوستی
کرنا ، پابندی سے لائبریری میں بیٹھنا
پتا :- معرفت : اقبال اردو لائبریری
محلہ پوکھریا ، ڈاکخانہ و ضلع
بیگوسرائے (بہار)



پیام تعلیم دسمبر ۹۱ء صفحہ ۹۳ پر "آمھڑ کا کمال" اور "بتایئے" کوششیں میں شائع دیکھ کر عزیزہ سارا اختر اور مشیر سلمہ بہت خوش ہوئیں۔ "حضرت عمر بن عبدالعزیز" بھی شائع ہو جاتا تو عزیزہ سعدیہ کوثر کی بھی ہمت بڑھ جاتی۔ کیا امید کروں کہ آیندہ شمارہ میں آپ اسے جگہ دیں گے۔

نام و پتا نہیں لکھا

مجھ ناچیز کو آپ نے رسالے میں جگہ دے کر بہت مہربانی اور حوصلہ افزائی کی، اس بات کا بہت بہت شکریہ۔

رئیس احمد ہلال۔ کمال پورہ، نشاط روڈ
مالیگاؤں۔ مہاراشٹر

فروری کا شمارہ ملا۔ سچ پیام تعلیم اب دن بدن نکھرتا جا رہا ہے۔ بچوں کی حوصلہ افزائی اور انھیں ادب کے میدان میں آگے بڑھانے کے لیے نئے نئے منصوبے اور نئے نئے کالمس شروع کیے جا رہے ہیں اور آپ نے ہر ماہ بچوں کی تخلیقات پر انعام دینے کا فیصلہ کیا یہ بہت ہی اچھا قدم ہے لیکن آپ نے اشعار پر بھی انعام دیا یہ تو آپ کو بھی انتخاب کرنے میں بھی مشکل پیش آتی ہوگی اور ہمیں بھی انتخاب کر کے بھیجنے میں دشواری (یعنی لتنے اشعار ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سا بھیجیں) بعض لوگ تو پھر بہت سے اشعار دوسروں کے نام سے بھیجیں گے۔ اور اس میں پیامی بچوں کا فائدہ نہیں ہے ان کی صلاحیت بھی نہیں ابھرے گی۔ میرا خیال ہے کہ آپ اشعار پر انعام نہ دیں۔ بلکہ اس کی جگہ آپ پیام تعلیم کا ایسا ٹائٹل شائع کریں جس پر ہم عنوان بھیج سکیں یا پھر اسی طرح کارٹون بنا رہے اور ہم دلچسپ مزاحیہ جملہ چسپاں کر کے بھیجیں گے۔

محمد لیسین ۵۵/۱۳۳ گولڈن نگر۔ نزد سوپر سائزنگ
مالیگاؤں ضلع ناسک ۴۲۳۲۰۳

ضروری بات یہ ہے کہ پیام تعلیم میں دماغی ورزش کیوں نہیں بھیجی جاتی جب کہ یہ ایک اچھی کتاب کے نام سے مانی جاتی ہے آپ یہ سلسلہ شروع کریں۔

مجاہد ضیاء اسلامی عربک کالج منصورہ آلور

ماہ جنوری کے پیام تعلیم میں پیامیوں کی نگارشات اور دیگر مستقل کالم کے ساتھ ساتھ یوسف ناظم صاحب کا "مقابلہ"، سارا کی کہانی اور مستقل کالم میں بچوں کی کوششیں تو بہت پسند آئیں۔ تمام مضمون نگاروں کو دلی مبارکباد۔

جاوید اقبال آکولہ ضلع آکولہ مہاراشٹر

پیام تعلیم کا صرف سات مہینے سے خریدار ہوں اور آپ کے اس کالم میں پہلی بار شامل ہو رہا ہوں مجھے پیام تعلیم کا ہر ماہ بے چینی سے انتظار رہتا ہے لیکن پیام تعلیم مجھے بہت لیٹ سے ملتا ہے، اس لیے میں بہت ناراض ہوں۔ جنوری کے پیام تعلیم سے جو فیصلہ کیا گیا ہے وہ بہت اچھا ہے

لیکن میری گذارش یہ ہے کہ اچھے چٹکلے لکھنے والے پیامیوں کو بھی اوّل، دوم، سوم انعامات دیئے جائیں۔

محمد عبدالکریم انصاری کھریک بازار بھاگلپور بہار

دسمبر کا "پیام تعلیم" ملا۔ یہ پڑھ کر دکھ ہوا کہ ہمارے پیامی ساتھی نیاز احمد ہم سب سے رخصت ہو گئے۔ ہم سب بھی اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے (آمین)

"بچوں کی کوششیں" میں جی اے صدیق صاحب کی کہانی "سچا لڑکا" اس سے پہلے بھی "پیام تعلیم" میں شائع ہو چکی ہے۔ صدیق صاحب کو آیندہ اس بات کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔ نمبر کب شائع کریں گے۔ ہم سب کو اس نمبر کا بہت انتظار ہے۔

طلحہ نقشبندی۔ بالاپور۔ ضلع آکولہ مہاراشٹر

فروری ۱۹۹۲ کا شمارہ پڑھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس میں سب سے زیادہ پسند کرنے والی کہانی "گڑیا شہزادی" ہے مجھے یہ کہانی بے حد پسند آئی۔ آیندہ بھی اسی طرح کی کہانیاں شائع کرنے کی کوشش کریں۔

عبدالباری تنگن گنڈی روڈ جامعہ آباد، پوسٹ بیلے بھٹکل یو، کے

آپ نے یہ بہت اچھا کیا ہے کہ سرورق کے مقابلے کے بجائے "بچوں کی کوششیں" میں انعام دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ان کہانیوں کو ضرور چھاپئے گا جو کہ سرورق پر لکھی گئی ہیں۔ بھلے ہی ان پر انعام نہ دیں۔

(ضرور چھپیں گی۔ ادارہ)

عبدالباقی غالب، جھا جھا مونگیر (بہار)

پیام تعلیم ایک ایسا واحد رسالہ ہے جس میں نئے نئے لطیفے اور کہانیاں پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔

ابھی حال ہی میں جنوری ۱۹۹۲ء میں بہ عنوان "راستہ کے مار" سلمان احمد کھائی ڈورا علی گڑھ نے حرف بہ حرف دوسرے ماہنامہ سے نقل کی ہے۔

یہ کہانی بچوں کا ماہ نامہ "اُمنگ" ماہ فروری ۱۹۸۹ میں بہ عنوان "بدھو لال" سے شائع ہوا تھا۔ تو سلمان احمد صاحب ہی نہیں بلکہ سبھی پیامیوں سے یہ درخواست ہے کہ آپ بیتی اور جگ بیتی لکھنے کی کوشش کریں۔

منہاج العارفین، دوگھرا، دربھنگہ (بہار)

میں آپ کا رسالہ "پیام تعلیم" جنوری ۹۱ء سے خرید رہا ہوں۔ مجھے یہ رسالہ بہت پسند ہے۔ جنوری ۹۲ء کے شمارہ میں "مقابلہ" اور "سارا کی کہانی" بے حد پسند آئی۔ بچوں کے کالم میں مجھے کہانی "سونے کی بلی" اور اشعار "انصاری نشاط انجم" کا پسند آیا۔

محمد اعجاز عادل، رفیع گنج اورنگ آباد (بہار)

مرحوم پیامی کے والد کا درد بھرا خط پڑھ کر میری آنکھیں بھیگ گئیں۔ سچ ہے اولاد کا غم برداشت

کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ میری یہی دعاء ہے کہ مرحوم پیامی نیاز احمد کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے (آمین)،

ہم پیامیوں کی گزارش ہے کہ مرحوم کے والد غم نہ کریں اور جہاں تک ہو سکے صبر سے کام لیں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو بھی نیک بندوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے مرحوم میرے سگے بھائی جیسے تھے مجھ کو بہت غم ہے۔ ہمارے اس چمن کا کوئی ساتھی بچھڑ گیا ہے۔ اور کیا لکھوں سمجھ میں نہیں آتا، دل بیٹھا جا رہا ہے اور آگے لکھنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ بس مرحوم کے والد صبر سے کام لیں۔ غم نہ کریں۔ ہم سب پیامی اپنے مرحوم ساتھی کے لیے دعاگو ہیں۔

محمد حامد حسن خوط، مکان نمبر ۳-۲۱-۴۲ بے دون ضلع رائچور ۵۸۴۱۰۱

ماہ فروری کا "پیام تعلیم" کا سرسری مطالعہ کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ رسالہ بچوں میں دینی و دنیاوی جذبات پیدا کرنے کے لیے بے انتہا مفید ہے کسی رسالہ میں نہ تو اس قدر معلومات ہوتی ہے نہ ہی اس قدر اچھی کہانیاں ہوتی ہیں کہ بچوں کے تعمیری جذبات کو ابھارنے میں مدد دے۔

عبدالرحمٰن۔ پرانی جاوڑی، مومن پورہ بالاپور

یہ خط لکھنے کی مجھے اس لیے ضرورت پڑی کہ مجھے پیام تعلیم کی ضرورت ہے اور آپ سمجھیں گے کہ اتنی دیر سے خط کیوں لکھا۔ مگر سچ پوچھیے تو ہمیں معلوم ہی نہیں تھا اس لیے میں آپ سے معافی چاہتی ہوں مجھے پیام تعلیم کا تب پتا لگا جب میں اپنی ایک سہیلی کے یہاں گئی تو وہاں پیام تعلیم دیکھا۔ مجھے یہ رسالہ بہت ہی اچھا لگا۔ فوراً میں نے یہ رسالہ اپنے والد صاحب کو دکھایا۔ میرے والد صاحب نے مجھے ساٹھ روپے دیے۔ برائے مہربانی آپ اتنی تکلیف کیجیے اور مجھے خط لکھیے کہ پیسے کس طرح بھیجوں۔ میں ابھی صرف ۹ سال کی ہوں اور جب میں پیسے بھیجوں گی تب آپ جنوری اور فروری کے رسالہ بھیجیے گا اور پھر ہر مہینے بھیجتے رہیے گا۔ خط ملتے ہی فوراً مجھے اطلاع کر دیجیے۔ تاکہ میں جلد ہی پیسے بھیج دوں میں بہت ہی بے چین ہوں۔ میں اسکول کی پڑھائی بھی کر رہی ہوں اور چاہتی ہوں کہ خالی وقت میں پیام تعلیم پڑھوں۔ میں چاہتی ہوں کہ خط ملتے ہی فوراً آپ قلم اٹھا کر خط لکھیں۔

خدیجہ، چپا کمپاؤنڈ میونسپل چال ۲/۴ محمد عمر رجب روڈ بمبئی ۸



جو بات کہو صاف کھری ستھری ہو بھلی ہو
کڑوی نہ ہو کھٹی نہ ہو مصری کی ڈلی ہو
• محمد عیسیٰ قمرالدین۔ بالا کمپاؤنڈ اسلم نگر، ضلع تھانہ مہاراشٹر

یہ بات میں نے بہت احترام سے کی ہے
کہ ابتدائے سخن تیرے نام سے کی ہے
• مبین احمد انصاری
اسلام پورہ، مالیگاؤں۔

ایک آنسو بھی اگر خوف خدا سے ٹپکے
روز محشر تیری بخشش کیلئے کافی ہے
• شہزادہ انجم خورشید احمد
نیا آزاد نگر، مالیگاؤں

اپنی مٹی پر چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پر چلوگے تو پھسل جاؤ گے
• فیروز احمد سنوارہ اعظم گڑھ۔

دریا کو اپنے موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے
• محمد مسلم خاں۔ فتح نگری ضلع گونڈہ

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے
• مرسلہ:- محمد فہد۔ بھٹکل۔ (کرناٹک)

کچھ لوگ زمانے میں ایسے بھی ہوتے ہیں
محفل میں جو ہنستے ہیں تنہائی میں روتے ہیں

کلیوں کو پھول بنتے لگتا ہے ایک زمانہ
پھولوں کی زندگی ہے ایک رات مسکرانا
• کلیم الدین معرفت بلال یزدانی اعظم گڑھ

مسلمانو، نہ گھبراؤ خدا کی شان باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے ابھی قرآن باقی ہے

یہ کافر کیا سمجھتے ہیں جو اپنے دل میں ہنستے ہیں
ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے
• بی امینہ خاتون۔ متعلم مدرسہ اسلامیہ تحریک بازار بھاگلپور

محمد کی جس دل میں الفت نہ ہو گی
تو پھر اس کی قسمت میں جنت نہ ہو گی
• ندیم قریشی۔ کروار۔ کرناٹک

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

• رخسانہ پروین۔ چھپر والی مسجد جامعہ نگر، نئی دلی۔ ۲۵

برسات ہے شعلوں کی اک شور قیامت ہے
شہدا، محمد کا گھر پھر بھی سلامت ہے

• رحمت اللہ۔ رستم پٹیل ادرواڑ ضلع کولہاپور • حافظ جمال الدین، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

خطبہ میں بتاتے ہیں عمر جنگ کے حالات
یہ سرورِ کونین کی صحبت کا اثر ہے

فریب ایسا دیا رِ دشمنی نے جگنو کو
چراغ کے لیے بھٹکتا ہے روشنی کے لیے

● امتیاز احمد۔ ابراہیم پور۔ اعظم گڑھ
ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی۔

تشدد کی فضاؤں میں جینا میری فطرت ہے
قاتل تیری تلواریں کیوں مجھکو ڈراتی ہیں

● حافظ جمال الدین۔ موضع، اہراڈیہہ
ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)۔

ہم پرورشِ لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے۔ رقم کرتے رہیں گے
چھوڑ کر قرآن، مسلم حق سے بیگانہ ہوا
دین بھی رسوا کیا اور آپ بھی رسوا ہوا

● محمد فاروق عبدالرزاق شیخ
اسلامیہ اینگلو اردو ہائی اسکول بھٹکل

بھلائی چھپ نہیں سکتی، بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

● تسمینہ شفیق۔ گدن واڑی کلیان۔ ایم۔ ایس

میری زندگی یہی ہے کہ ہر ایک کو نفع پہنچے
میں چراغِ رہگزر ہوں مجھے شوق سے جلاؤ

مصائب سے اُلجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

● محمد فہیم شیخ اسماعیل۔ بھگی نائر فائٹرس

گرنے والے کو اٹھاتا نہیں کوئی زاہد
مرنے والے کا جنازہ تو اٹھا لیتے ہیں

اگر ہو عزم تو شیرانِ غاب کی مانند
اگر ہو بزم تو رعنا غزالِ تاتاری

میں ہوں اک سوکھا ہوا پتہ ہوائی گود کا
جب بھی چاہے گی ہوا مجھ کو اڑا لے جائے گی

● حافظ صغیر احمد۔ گرام سمرا، پوسٹ سمری
خانکوٹ۔ ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

دستارِ فضیلت

یہ میرے بھائی منہاج العارفین کی دستار بندی میں پڑھا گیا تھا۔

اللہ کرے سایۂ رحمت ہو مبارک
یہ لمحۂ دستارِ فضیلت ہو مبارک
قرآن کا ہر لفظ کہ احکامِ خدا ہے
انسان کو اک تحفۂ پیغامِ خدا ہے
منہاج کو یہ تحفۂ برکت ہو مبارک
ہر روز تمھیں اس کی تلاوت ہو مبارک
ہر حافظِ قرآن کے سر پہ تاج یہی ہے
ایمان یہی، دین یہی راج یہی ہے
آقا نے دمِ وصل یہ فرمایا ہے سب سے
دستار کی ہر تار کی برکت ہو مبارک
اے وارثِ دین اس کی حفاظت ہے ضروری
تجھ کو یہ مری خاص امانت ہو مبارک
اللہ کرے سایۂ رحمت ہو مبارک
منہاج کو دستارِ فضیلت ہو مبارک

● فرزانہ خاتون۔ دوگھرا، جالے
دربھنگہ۔ بہار

پیامیوں کی پسند

ہم پاس ہوئے

شاعر۔ محمد حامد بلال

جو محنت سے گھبراتے تھے
جو پڑھنے سے کتراتے تھے

جو ناحق وقت گنواتے تھے
وہ فیل ہوئے ہم پاس ہوئے

جو قصداً ناغہ کرتے تھے
جو چھٹی کا دم بھرتے تھے

جو ہم پر تہمت دھرتے تھے
وہ فیل ہوئے ہم پاس ہوئے

ہر شخص سنے یہ افسانہ
جو کہتے تھے ہمیں دیوانہ
وہ فیل ہوئے ہم پاس ہوئے

ڈاکٹر

شاعر؛ رئیس فروغ

جسے تکلیف میں پاؤں اسے آرام پہنچاؤں
جہاں غم کا اندھیرا ہو خوشی کی روشنی لاؤں
جہاں آنسو برستے ہوں ہنسی اس گھر میں بکھراؤں
دعا ہے ڈاکٹر بن کر دکھی لوگوں کے کام آؤں

نعت

مدینے کی مہکی بہاروں میں گم ہوں
میں گنبد کے رنگیں نظاروں میں گم ہوں
میں گم ہوں سلاموں کی پیہم صدائیں
اذانوں کی دل کش پکاروں میں گم ہوں
مرے عالمِ شوق کا پوچھنا کیا
مجھے جو ملے اُن سہاروں میں گم ہوں
یہ اقبال عشقِ نبیؐ کا کرم ہے
میں کالی گھٹا کے نظاروں میں گم ہوں
جہاں سے بھی گزرے تھے شاہِ دو عالم
میں اقبال ان رہ گزاروں میں گم ہوں
مدینے کی مہکی بہاروں میں گم ہوں
میں گنبد کے رنگیں نظاروں میں گم ہوں

ریل کا سفر

شاعر:۔ سید منیر جعفری

نہ گنجائش کو دیکھ اس میں نہ تو مردم شماری کر
لنگوٹی کس، خدا کا نام لے، گھس جا سواری کر

عبث گننے کی کوشش ہے کہ ہیں کتنے نفوس اس میں
کہ نکلے گا ذرا تو دیکھ تیرا بھی جلوس اس میں

وہ کھڑکی سے کسی نے مورچہ بندوں کو للکارا
پھر اپنے سر کا گٹھر دوسروں کے سر پہ دے مارا

صراحی سے گھڑا، روٹی سے دسترخوان لڑتا ہے
مسافر خود نہیں لڑتا، مگر سامان لڑتا ہے

بہم یوں گفت گو میں آشنائی ہوتی جاتی ہے
لڑائی ہوتی جاتی ہے صفائی ہوتی جاتی ہے



ہیم شوکا

ایک راجا کے تین لڑکے تھے تینوں لڑکے ذہین تھے۔ ایک دن راجا نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا: فرض کرو میں اپنی عزت اور اپنی جان کی حفاظت کے لیے ایک آدمی پر بھروسا کرتا ہوں اور بھروسے کے قابل نہ نکلے تو اسے کیا سزا دینی چاہیے؟" ایسے آدمی کو پھانسی دینی چاہیے۔ بڑے لڑکے نے کہا اور پھر منجھلے لڑکے نے بھی یہی کہا۔

چھوٹے شہزادے سے پوچھا گیا تو اس نے کہا بغیر جرم ثابت ہوئے کسی کو سزا نہیں دینا چاہیے۔ اس نے ایک کہانی سنانی شروع کی۔

" ودربھ کے راجا کے پاس کئی پالتو چڑیاں تھیں۔ ان چڑیوں میں ایک نہایت حیرت انگیز توتا تھا جس کا نام ہیم شوکا تھا۔ وہ محل میں رہتا تھا اور دوسری چڑیوں کے مقابلے میں آزادی سے محل میں گھومتا تھا۔ وہ بہت ہی چالاک تھا۔ وہ کئی زبانیں جانتا تھا۔ راجا اس پر فخر کرتا تھا اور ضروری باتوں پر مشورہ کرتا تھا۔ راجا کا پردھان منتری اس سے نفرت کرتا تھا۔

ایک بار ہیم شوکا راجا سے اجازت لے کر اپنے والدین سے ملنے گیا وہ اپنے بیٹے سے مل کر بے حد خوش ہوئے۔ ہیم شوکا دس پندرہ دن گھر رہ گیا۔ ہیم شوکا نے کہا مجھے واپس محل جانا چاہیے۔

اس کا باپ ایک سنہرا پھل لے آیا اور اپنے بیٹے کو وہ پھل دیتے ہوئے بولا کہ یہ پھل راجا کو تحفے (Gift) کے طور پر دے دینا۔ ہیم شوکا اڑتا اڑتا بہت دور تک گیا۔ جنگل میں ایک پیڑ کے بل میں پھل رکھ کر اور خود ایک ٹہنی پر جا بیٹھا وہ سانپ کا بل تھا اس سانپ نے اس پھل کو ڈس لیا صبح ہوتے ہی ہیم شوکا محل کی سمت چل پڑا۔ وہ محل میں گیا اور وہ سنہرا پھل راجا کو دے دیا اور کہا کہ اسے کھانے سے آدمی کبھی نہیں مرتا۔

پردھان منتری نے کہا پہلے آپ کسی کوّے کو اس پھل کا ٹکڑا کاٹ کر ڈال دیں۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اس کوّے نے پھل کھایا اور مر گیا۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے ہیم شوکا کو قتل کر دیا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے بہت دور گڑھے میں پھینک دے۔

وہاں ایک درخت اُگ آیا وہیں دو بوڑھے میاں بیوی رہتے تھے وہ اپنی زندگی سے تنگ آ گئے تھے۔ دونوں نے وہ پھل کھا لیا اور جوان ہو گئے۔ راجا کو یہ خبر پہنچی تو انھیں خود دیکھنے کے لیے آیا اسے بہت افسوس ہوا کہ اس نے ہیم شوکا کو جرم ثابت ہوئے بغیر ہی اسے مار ڈالا۔ دیکھا پیاریو! بغیر جرم ثابت کیے کسی کو سزا دینا نہیں چاہیے۔

منور سلطانہ لائن مین۔ کلمب۔

علم بڑی دولت ہے

یہی وہ دولت ہے جس کے بارے میں احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے"۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو علم سیکھے سکھائے"

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام دنیا ادب سے لیتی ہے یہ شیراز کے رہنے والے تھے۔ شیخ سعدیؒ کی عمر زیادہ ہوگئی تھی اور ان کی شادی بھی ہوگئی تھی کسی بات پر ان کی بیوی نے چمچہ سے مارا تو اُن کو دُکھ ہوا کہ میرے پاس علم کا خزانہ ہوتا تو اس میں مارنے کی جرأت نہیں ہوتی اور اسی وقت انھوں نے اپنے دل میں ارادہ کرلیا کہ اب گھر چھوڑ کر نکل جاؤں گا یا تو علم حاصل کرکے آؤں گا یا اپنی جان گنوا دوں گا۔ وہ گھر سے نکل پڑے اور ایک گاؤں میں پہنچے اور معلوم کیا کہ یہاں مکتب ہے؟ تو معلوم ہوا کہ ہے وہ ایک کتاب لے کر بچوں کے ساتھ مکتب میں بیٹھ گئے تو سب بچے ہنسنے لگے بچوں کے ساتھ ۲۲ سال کا جوان بھی وہی کتاب پڑھے۔ شیخ سعدی خودکشی کرنے چلے بستی کے کنارے کنویں کے پاس پہنچے۔ اکثر کنویں پر لکڑیاں رکھی رہتی ہیں جو رسّی سے گھس جاتی ہیں وہاں بھی کنویں پر ایک لکڑی گھس گئی تھی غور کرنے لگے جب ایک معمولی سی رسّی اتنی موٹی لکڑی کو کاٹ سکتی ہے تو کیا ہم اتنے بڑے ہوکر زبان توڑ موڑ نہیں سکتے؟ بچے سب ہنستے ہیں تو ہنسا کریں میں مکتب میں حصولِ علم کے لیے جاؤں گا۔ چنانچہ وہ خودکشی کا خیال ترک کرکے مکتب واپس چلے آئے اور سب کے ساتھ حسب معمول پڑھنے لگے اور محنت و کوشش کرتے کرتے علم کے خزانہ کو حاصل کر ہی لیا جس سے انھیں شیخ کا مقام ملا

پیارے بچو! آپ نے دیکھا کس طرح انھوں نے اس خزانۂ علمی کو حاصل کیا آج آپ بھی اپنے دل میں عہد کریں انشاء اللہ العزیز کامیابی قدم چومے گی مگر محنت اور لگن شرطِ اوّلیت ہے۔

● معراج المومنین۔ دوگھرا۔ دربھنگہ۔ (بہار)

عقلمند بڑھیا



ایک چور کو کہیں سے ایک گھنٹی مل گئی جسے لے کر وہ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ جہاں اس نے چیتے کا شکار کیا اور گھنٹی پہاڑی پر چھوڑ دی۔ بہت دنوں تک وہاں پڑی رہی۔ اتفاقاً بندروں کا غول وہاں سے گزرا گھنٹی کو دیکھ کر انھوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا یہ کیا چیز ہے۔ ان میں سے ایک نے اٹھاتے ہوئے جب ہلایا تو گھنٹی بجنے لگی۔ انھیں اس کی آواز بہت اچھی لگی۔ اب بندر روز آتے اور گھنٹی بجاتے پہاڑی کے

نیچے بستی کے سیدھے سادے لوگوں نے سمجھا کہ پہاڑی پر کوئی بھوت آگیا ہے۔ جو ہمیں گھنٹی بجا بجا کر کھانے کو بلاتا ہے۔ اس خیال سے لوگ خوفزدہ ہو گئے لوگ اس آواز کے عادی ہو گئے۔ مگر ان کا ڈر ختم نہ ہوا گھنٹی والے بھوت کا چرچا دوسری بستیوں میں بھی ہو گیا۔ ایک بستی جس کا نام وزیر پور تھا۔ وہاں ایک بڑھیا رہتی تھی وہ فوراً اس بستی کی طرف چل پڑی۔ اور بادشاہ کے پاس پہنچ کر بولی اگر آپ مجھے انعام دینے کا وعدہ کریں تو میں اس بھوت کو بھگا سکتی ہوں۔ بادشاہ بھی اس بھوت کے قصے سے تنگ آچکا تھا۔ اس نے سونے کی اشرفیوں سے بھرا تھیلا دینے کا وعدہ کیا۔

بڑھیا نے دیکھا کہ بندروں کا ایک غول گھنٹی بجا بجا کر خوش ہو رہا ہے چنانچہ بوڑھی عورت واپس نیچے آگئی اور پھلوں سے بھری ٹوکری لے کر پہاڑی پر رکھ دی۔ پھلوں کو دیکھتے ہی بندر گھنٹی بجانا چھوڑ کر پھلوں کی طرف دوڑ کر پھل کھانے لگے۔ بوڑھی عورت نے جلدی سے جا کر گھنٹی کو اٹھا لیا۔ پھر وہ بادشاہ کے پاس پہنچی اور بادشاہ سے کہا کہ میں نے بھوت کو بھگا دیا۔ اب آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ بادشاہ نے وعدہ کے مطابق اسے سونے کی اشرفیوں سے بھرا تھیلا دیا۔ اور جب بستی میں گھنٹی کی آواز سنائی نہیں دی تو بستی کے لوگوں کو اطمینان ہوا وہ اس بوڑھی عورت سے بہت خوش ہوئے اور اس کی زیادہ عزت کرنے لگے۔ اس نے اپنی عقلمندی سے عزت اور دولت حاصل کی۔

● فیصل امین مومن تین بتی بھیونڈی تھانہ۔

لالچ کا انجام

کسی گانو میں ایک دودھ والا رہتا تھا وہ بہت ہی نیک اور ایمان دار تھا۔ اس کا نام شنکر تھا۔ لیکن شنکر کی بیوی بے ایمان اور دھوکے باز تھی۔ وہ روز دودھ بیچ کر اپنا گزارا کرتا تھا۔ اس کی بیوی اسے اکثر طعنے دیا کرتی تھی کہ دنیا والے بے ایمانی سے اتنا روپیا کماتے ہیں اور تم سے بے ایمانی نہیں ہوتی۔

ایک بار اس نے شنکر سے کہا تم اتنے بے وقوف کیوں ہو۔ میری ایک بات مانو تو کیوں۔ تمہارے ہی فائدے کی کہتی ہوں۔ اگر تم نے میری بات مان لی تو بہت فائدہ ہوگا۔ ایسی کیا بات ہے جس سے مجھ کو اتنا فائدہ ہو سکتا ہے۔ ذرا مجھے بتاؤ میں اسے ضرور مانوں گا۔ پھر شنکر کی بیوی نے کہا۔ اگر تم دودھ میں برابر کا پانی ملانے لگو تو تم کو دودھ کی دگنی قیمت ملے گی۔ شنکر نے سوچا کہ ذرا دودھ میں پانی ملا کر بے ایمانی کرکے تو دیکھیں بھلا کیا ہوتا ہے۔ دوسرے دن اس نے ایسا ہی کیا۔ اسے دگنی قیمت ملی پھر اس نے ایسا ہی کرنا شروع کر دیا۔ اسے بہت منافع ہوا۔ اس نے سوچا کہ آج وہ شہر سے جا کر ایک اور گائے خرید لائے۔ وہ گائے خریدنے کے لیے شہر جانے لگا۔ دوپہر ہو گئی۔ ایک ندی کے قریب آم کے پیڑ کے نیچے بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔ سڑک کے اوپر ایک بندر بیٹھا تھا وہ روپیوں کی تھیلی لے کر پیڑ کی شاخ پر جا بیٹھا۔ کھانا کھانے کے بعد

روپیوں کی تھیلی تھا کر اُنہنے ڈھونڈنا شروع کر دیا اوپر دیکھا تو بندر روپیوں کی گٹھری لیے تھا اس نے اسے پتھر مارنا شروع کر دیا۔ اس کے جواب میں بندر ایک روپیا ندی میں پھینکتا تھا اور ایک روپیا شنکر کے سر پر مارتا تھا۔

شنکر کو بے ایمانی کا سبق بندر نے سکھایا جس طرح آدھا دودھ تھا اور آدھا پانی اس طرح آدھا روپیا شنکر کے پاس آیا یعنی دودھ کی اصلی قیمت۔ اور پانی کا پیسا پانی میں۔

● فیصل علی۔ قاضی پورہ بالاپور۔ (آکولہ)

دیوار چین

دیوار چین دنیا کے سات عجائب میں سے ہے۔ آج سے دو ہزار ایک سو پچیس سال پہلے چین پر شہنشاہ "چی ہوانگ تی" حکومت کرتا تھا۔ چی چین کا سب سے پہلا شہنشاہ تھا۔ اور اب تک اس ملک پر جتنے بادشاہوں نے حکومت کی ہے ان میں سب سے بڑا بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے چی اعظم کہتے ہیں۔

چی لڑکا سا تھا جب وہ ایک چھوٹی سی ریاست کے تخت پر بیٹھا۔ اس وقت اس کا نام ین چنگ تھا۔ اس عمر میں بھی وہ اپنے دشمنوں سے بے خبر نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ تاتاری اور منگول ہر سال شمال کی طرف سے اس کی ریاست پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ان کے گھوڑوں کی ٹاپیں اس کے کھیتوں اور سبزہ زاروں کو روند ڈالتی ہیں اور اس کی رعایا لوٹ لی جاتی ہے۔

اس نے سوچا کہ اتنے بڑے اور بے رحم دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے صرف تخت پر بیٹھنا کافی نہیں ہے۔ طاقت ور ہونا بھی ضروری ہے سو اس نے اپنے آپ کو شہزادہ ین چنگ کے بجائے شہنشاہ چی ہوانگ تی کہلانا شروع کیا اور آس پاس کی تمام ریاستوں کو یکجا کر کے انھیں اپنی ریاست کا نام دیا۔ اس کی چھوٹی سی ریاست کا نام چین تھا یوں اس چین کی سرحدیں دور دور تک پھیل گئیں جو آج دنیا کا سب سے بڑا ملک کہلاتا ہے۔

ایک چھوٹی سی ریاست کے بجائے ایک بڑے ملک کا حکمراں ہونے کے بعد اس نے شمال کی طرف اپنے تاتاریوں اور منگولوں پر چڑھائی کر دی۔ جگہ جگہ وہ انھیں شکست دیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اس کے اپنے ملک میں بغاوت ہو گئی۔ پرانے زمانے میں عموماً یہی ہوتا تھا کہ بادشاہ اپنے ملک کے دشمن کی سرکوبی کے لیے اپنے صدر مقام سے کچھ دور پہنچا تو باغیوں نے صدر مقام پر قبضہ کر لیا۔ چین میں یہی ہوا۔ اس لیے چی اپنی فتح کو ادھورا چھوڑ کر پلٹا اور چین واپس آ کر سرکشوں کے سر کاٹ لگا۔

بغاوت کچلنے کے بعد اس نے سوچا کہ یہ تو بڑی مشکل ہے۔ اگر تاتاریوں اور منگولوں سے لڑنے جاتا ہوں تو اپنے ملک میں بغاوت ہو جاتی ہے۔ اور اگر اپنے ملک میں بیٹھا رہتا ہوں تو تاتاری اور منگول ہزاروں کی تعداد میں ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اس لیے کوئی ایسا کام کرنا چاہیے کہ میں ایک طرف سے بالکل مطمئن ہو جاؤں۔ شہنشاہ چی کی یہی سوچ دنیا کے اس عجوبے کی بنیاد بنی

جسے "دیوارِ چین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چی نے حکم دیا کہ تاتاریوں اور منگولوں کے حملوں کو روکنے کے لیے میری سلطنت کی شمالی سرحد پر تیس فٹ اونچی اور پچیس فٹ چوڑی دیوار تعمیر کی جائے۔ یاد رہے کہ چین کی شمالی سرحد ہزارہا میل لمبی تھی۔ ان ہزاروں میل پر اتنی اونچی اور اتنی چوڑی دیوار تعمیر کرانا آج اس ترقی یافتہ زمانے میں بھی ناممکن نظر آتا ہے اور چی نے جب یہ حکم جاری کیا تھا تو انسان کے پاس اگر کوئی مشین تھی تو وہ صرف اس کے ہاتھ تھے۔

شہنشاہ کا حکم تھا۔ سرتابی کی مجال کیسے ہوتی۔ لاکھوں انسان چیونٹیوں کی طرح کام کرنے لگے چین کا ہر تیسرا آدمی دیوار کا معمار یا مزدور بنا اور اس کام کی کوئی اجرت نہیں تھی۔ شہنشاہ کے کارندے عجیب وغریب بہانوں سے لوگوں کو گرفتار کر کے لاتے اور سزا کے طور پر ان سے دیوار کے پتھر اور مسالا ڈھلواتے۔ چین کی تاریخ گواہ ہے کہ اس زمانے میں اگر ایک سرکاری اہلکار نے کسی چینی کے گھر میں ایک کتاب پڑی دیکھ لی تو اسے چار سال قید با مشقت کی سزا دی گئی اور مشقت کا یہ کام اسے دیوار پر کرنا پڑا۔

یہ عظیم دیوار، چین کے شمالی مشرقی ساحل پر شان ہائی کوان سے شروع ہوتی ہے اور مغرب کی طرف موجودہ چین کے چار صوبوں ہوپیہ، شانسی، سنسی اور کانسو میں پھیلی ہوئی ہے۔ صوبہ کانسو میں وہ کایوکوان کے مقام پر یکایک ختم ہو جاتی ہے۔ شان ہائی کوان سے کایوکوان تک کا سیدھا فاصلہ تو ستر ہزار میل ہے مگر یہ دیوار سیدھی نہیں ہے یہ ایک بپھرے ہوئے اژدہے کی طرح بل کھاتی ہوئی بڑھتی ہے۔ یہ دیوار اپنی صورت کے لحاظ سے پہاڑی سڑک کے مشابہ ہے یہ پہاڑوں پر سے گزرتی، چوٹیوں پر چڑھتی کھائیوں میں اترتی، وادیوں میں بڑھتی، دریاؤں کو عبور کرتی اور جنگلوں میں سے اپنا راستہ بناتی چلی جاتی ہے۔ ایک مقام پر تو وہ پہاڑ کی ایک ایسی چوٹی پر سے بھی گزری ہے جو سطح سمندر سے سات ہزار فٹ بلند ہے۔ یوں دیوار چین کی اصل لمبائی تین ہزار میل سے بھی زائد ہے۔ اس ۳۰ فٹ اونچی اور ۲۵ فٹ چوڑی دیوار پر چھے گھوڑ سوار بڑی آسانی سے پہلو بہ پہلو چل سکتے ہیں۔ ہر تین سو فٹ کے بعد پہرہ دینے والے سپاہیوں کے لیے ایک مینار ہے۔ یوں اس دیوار میں پچیس ہزار مینار ہیں۔ انسانی محنت کا یہ شاہکار آج بھی اس زمانے کی ایک عظیم الشان تصویر پیش کر رہا ہے۔

(ماخوذ "سات عجائبات") عبدالرشید خان

● التماس بانو۔ اسماعیل شیخ فائر فائٹرس کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی۔ بمبئی ۱۱

عقلمند بادشاہ

بہت پرانے زمانے کی بات ہے ایک راجا تھا۔ جو اپنی فراست (عقل) میں مشہور تھا۔ یہاں تک کہ وہ چڑیوں اور جانوروں کی زبان بھی سمجھ لیتا تھا۔

راجا کا وفادار ملازم پرتاپ نامی ایک ایمان دار نوجوان تھا۔ شام کو

اس کو ایک عجیب کام انجام دینا پڑتا تھا۔ اُسے بادشاہ کے کمرے میں ایک قاب (برتن) لے جانا پڑتی جو ہمیشہ ڈھکی ہوئی ہوتی۔ پرتاپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس قاب (برتن) میں کیا ہے۔ بادشاہ جس وقت رات کا کھانا کھاتا تھا۔ اس وقت کسی کو حاضر رہنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

پرتاپ ہمیشہ یہ معلوم کرنے کے اشتیاق میں رہتا تھا کہ اس قاب (برتن) میں کیا ہے۔ ایک دن وہ بادشاہ کا کھانا حسب معمول کمرے میں لے گیا۔ لیکن بادشاہ موجود نہیں تھا۔ پرتاپ نے چاروں طرف دیکھا اور جلدی سے قاب (برتن) کا ڈھکن اٹھا دیا۔ اس کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ قاب (برتن) میں ایک سفید سانپ ہے۔

"کھانے کے لیے کیا عجیب چیز ہے۔ اس نے سوچا میرا خیال ہے مجھے بھی اس کا مزہ چکھنا چاہیے۔

اس نے چاقو اٹھایا اور جلدی سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا کاٹا اور اپنے منہ میں رکھ لیا۔ پھر اس نے قاب (برتن) کو ڈھکا اور کمرے سے باہر چلا آیا۔

جب وہ باہر آیا تو اس نے عجیب کھسر پھسر سُنی۔ وہ چڑیوں کی باتیں سن رہا تھا۔ چڑیاں جو بھی بات کرتی تھیں وہ سمجھ لیتا تھا۔ اس عجیب و غریب غذا نے اسے جانوروں اور چڑیوں کی زبان سمجھنا سکھا دیا۔

ایک دن رانی کی انگوٹھی کھو گئی۔ سب جگہ تلاش کرائی گئی لیکن کہیں پتا نہ چلا۔ رانی کو پرتاپ پر شک ہوا۔

رانی: ۔ مجھے انگوٹھی ملنا ہی چاہیے۔ میں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گی جب تک انگوٹھی نہ مل جائے۔

راجا: ۔ کسی نے وہ انگوٹھی چرائی ہوگی میں دربانوں سے کہوں گا کہ وہ چور کو تلاش کریں۔ میں اس چور کو سخت سزا دوں گا۔ پرتاپ میں تمھیں سارا دن دیتا ہوں۔ انگوٹھی کی تلاش کرو یا چور پکڑو۔

پرتاپ بہت پریشان تھا۔ وہ محل کے دربانوں کے پاس گیا۔

پرتاپ: ۔ (پہرے دار سے) رانی بہت خفا ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ راجا سے کہہ رہی تھیں کہ میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گی جب تک انگوٹھی نہ مل جائے۔

پہلا پہرے دار: ۔ لیکن پرتاپ رانی کا خیال ہے کہ تم نے انگوٹھی چرائی ہے۔ تم پر شک کیا جا رہا ہے۔

دوسرا پہرے دار: ۔ تم جانتے ہو پرتاپ کہ تمھیں محل میں ہر جگہ آنے جانے کی اجازت ہے۔ اسی لیے رانی تم پر شبہ کرتی ہیں۔

پرتاپ: ۔ کیا راجا بھی؟

پہلا پہرے دار: ۔ میرا خیال ہے کہ راجا تم پر اعتماد کرتے ہیں لیکن تم ہوشیار رہو۔

پرتاپ بہت پریشان تھا۔ شام کو وہ ایک جھیل کے کنارے ٹہلنے نکل گیا۔ جھیل میں کچھ بطخیں تیر رہی تھیں۔ پرتاپ نے انھیں باتیں کرتے ہوئے سنا۔

پہلی بطخ: ۔ کیا تم نے تازہ خبر سنی ہے؟ رانی نے اپنی انگوٹھی کھو دی ہے۔ رانی کا کہنا ہے کہ وہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گی جب تک انگوٹھی نہ مل جائے۔

دوسری بطخ: ۔ کیا یہ سچ ہے؟ اب میں سمجھی۔

پہلی بطخ :- کیا تھی

دوسری :- بطخ :- میں اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کررہی ہوں۔ یہ بھاری ہے اور تکلیف پہنچا رہا ہے۔ یہ وہی انگوٹھی ہوگی۔ میں غلطی سے اسے نگل گئی ہوں۔

پرتاپ سنتے ہی ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے فوراً ہی بطخ کو پکڑ لیا اور راجا کے باورچی خانے میں آیا۔ اس نے باورچی سے کہا۔ اس کا پیٹ چاک کرو۔ اس نے یہ کام کردیا۔ انگوٹھی نکلی۔ پرتاپ باورچی کو ساتھ لیے ہوئے راجا کے سامنے گیا اور وہاں پرتاپ نے اپنی عجیب و غریب کہانی سنائی۔ راجا اور رانی دونوں بہت خوش ہوئے انھوں نے پرتاپ سے پوچھا کہ وہ کیا انعام مانگتا ہے۔ پرتاپ نے ایک اچھا گھوڑا اور تلوار انعام میں مانگے دونوں چیزیں اسے دی گئیں۔ محل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی

• شیخ فیاض شیخ مناف

قریشی محلہ شہادہ ضلع دھولیہ۔

ڈاک ٹکٹ سب سے مقبول مشغلہ

دنیا بھر میں ایسے لوگ ہیں جن کا مشغلہ کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ کوئی فوٹوگرافی میں دلچسپی لیتا ہے کوئی پتھر جمع کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن دنیا میں سب سے مشہور و مقبول ترین مشغلہ ڈاک ٹکٹ جمع کرنا ہے۔ یہ مختلف مشاغل انسان کے فارغ اوقات کو پُرلطف بناتے ہیں۔ دنیا بھر میں کروڑوں کی تعداد میں لوگ ڈاک ٹکٹ کے حصول کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں اور ان ٹکٹوں کو سنبھال کر البم میں رکھتے ہیں۔ ان

باریکی سے مطالعہ کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ٹکٹوں میں کوئی غلطی وغیرہ چھپائی کے وقت تو نہیں رہ گئی ہے۔ غلطی والے ٹکٹ اگر کسی کو مل جاتے تو اس کے خوشی کا ٹھکانا نہیں رہتا ہے۔ ٹکٹوں کو کس پریس میں چھاپا گیا ہے۔ کتنے رنگ ہیں اس میں کتنے سائز کا کتنی تعداد میں چھپا ہے۔ ڈاک ٹکٹ جمع کرنے والوں کو ان تمام سوالوں سے کافی دلچسپی ہوتی ہے۔

ڈاک ٹکٹ سب سے پہلے برطانیہ میں جاری ہوا۔ اس کا پہلا ٹکٹ برطانیہ میں یکم مئی ۱۸۴۰ء میں جاری کیا گیا۔ اس پر ملکہ وکٹوریہ کی تصویر بنی ہوئی تھی اس کا رنگ سیاہ تھا اور قیمت ایک پنس تھی آج یہ ٹکٹ "پینی بلیک" کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ نایاب ہوچکا ہے۔ اس پر برطانیہ کا نام نہیں لکھا تھا اس وقت بھی وہاں کے ٹکٹ پر ملک کا نام نہیں لکھا ہوتا ہے۔ یہ برطانیہ کے ٹکٹ کی پہچان ہے۔ اور یہ واحد ایسا ملک ہے جس کے ٹکٹ پر اس ملک کا نام نہیں ہوتا ویسے ابھی حال ہی میں سعودی عرب نے یہ طریقہ اپنایا ہے اور اپنے ملک کا نام لکھنے کے بجائے صرف سرکاری نشان چھاپا ہے۔

یہ مشغلہ قدیم نہیں ہے کیوں کہ پہلے ڈاک ٹکٹ کے منظر عام پر آئے ابھی تک بمشکل ۱۵۰ سال ہی ہوئے ہیں۔ ڈاک ٹکٹ کافی وقت گزرنے کے بعد لاکھوں روپے میں فروخت ہوتے ہیں۔ ٹکٹوں کے اجرا کے بالکل ابتدائی دور میں ایک برطانوی نوآبادکاری برٹش گیانا نے ایک سینٹ کا ٹکٹ جاری کیا تھا۔ یہ ٹکٹ اتنی کم تعداد میں چھپا کہ کچھ ہی عرصہ بعد نایاب ہوگیا۔ کسی شوقین کے پاس یہ ٹکٹ محفوظ تھا انھوں نے اسے ۸ لاکھ روپے میں ۱۸۵۶ میں فروخت کیا یہی ٹکٹ ۱۱۴

سال کے بعد ۱۹۷۰ میں ۲۵ لاکھ روپے میں فروخت ہوا۔

برطانیہ کے بعد امریکہ کے شہر نیویارک میں دوسرا ٹکٹ فروری ۱۸۴۲ میں جاری کیا گیا اس ٹکٹ پر جارج واشنگٹن کی تصویر تھی یہ ٹکٹ ڈاک کا کام سنبھالنے والی ایک نجی فارم نے جاری کیا تھا۔ پانچ سال بعد باقاعدہ طور پر امریکی حکومت نے ٹکٹ جاری کیا۔ ۱۸۴۳ سے ۱۸۴۷ء کے عرصہ میں برازیل ماریشس باویریا، فرانس، بلجیم اور سوئٹزرلینڈ نے ٹکٹ جاری کیے اس کے بعد ڈاک ٹکٹوں نے کافی تیزی سے فروغ حاصل کیا۔ آسٹریلیا نے نیوساؤتھ ویلز اور وکٹوریہ نے بھی جاری کیا۔ ایشیا میں سب سے پہلے اس خطے نے ڈاک ٹکٹ جاری کیا جو بٹوارے سے پہلے ہندوستان کہلاتا تھا۔ ۱۸۵۲ء میں سندھ ڈاک آف انڈیا کے نام سے جاری ہوا۔ ایک سال بعد افریقہ کے ایک ملک کیپ آف گڈ ہوپ نے تکونے ٹکٹ جاری کیے۔ جاپان میں ۱۸۷۱ میں چین میں ۱۸۷۸ء میں ڈاک ٹکٹ جاری ہوا۔

پہلا ٹکٹ چھپنے کے دس سال بعد ڈاک ٹکٹ نے مشغلے کی صورت اختیار کی اس مشغلے کی مقبولیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے رسالے بھی شائع ہونا شروع ہوئے۔ اس وقت دنیا بھر میں ڈاک ٹکٹ کا کاروبار کرنے میں دو اداروں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے یہ برطانیہ کے اسٹینلے گبنز اور نیویارک کے بجے والٹر اسکاٹ ہیں یہ دونوں ادارے ڈاک ٹکٹوں کے بارے میں چھوٹی سے چھوٹی تفصیل اپنے ماہناموں اور سالانہ کیٹلاگ میں شائع کرتے ہیں۔ مثلاً یہ ٹکٹ کتنی تعداد میں چھپا اس کا سائز کیا تھا کس نے ڈیزائن تیار کیا رنگ الزوں کی تعداد کتنی ہے کون کون سے رنگ استعمال ہوتے کس ٹکٹ میں کیا غلطی رہ گئی ہے ٹکٹ کے کس حصے میں ہے۔

شروع میں ڈاک ٹکٹ خرچ وصول کرنے کی غرض سے شائع ہوا تھا۔ ڈاک ٹکٹ کی ہر شخص کو ضرورت ہے اور اس لیے بھی ان ٹکٹوں کو اپنے ملکوں کی تشہیر کرنے بعض مقامات سے لوگوں کو روشناس کرانے اور کسی مقصد یا پیغام کی تشہیر کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے عالمی پیمانے پر بھی تشہیر کا طریقہ اپنایا گیا مثلاً اولمپک کھیلوں کے انعقاد کے موقع پر دنیا کے مختلف ممالک ٹکٹ جاری کرتے ہیں۔ سعودی عرب حج کے موقع پر ٹکٹ جاری کرتا ہے شروع میں ٹکٹ عام طور پر دو رنگوں میں ہوتے تھے بعد میں رنگین طباعت کے فروغ نے ڈاک ٹکٹ کو زیادہ خوبصورت بنا دیا۔ اپنے ملک کے مناظر رنگین ٹکٹوں پر چھاپ کر اپنے ملک کو مقبول بنانے کا بھی کام لیا۔

ڈیزائنوں کے لحاظ سے بھی ٹکٹ طرح طرح کی شکلوں میں آنے شروع ہوئے چوکور مستطیل تکونے ہیرے کے شکل کے گول غرضیکہ ہر ڈیزائن کے ٹکٹ آنے شروع ہوئے ۱۹۴۴ء میں سیرالیون نے ایسا ٹکٹ جاری کیا جو اس ملک کے نقشے کی شکل کا تھا۔ تونگا نامی ملک نے بالکل گول شکل کا ٹکٹ جاری کیا۔

ہنگری ایسے ملکوں میں سرفہرست ہے جو بڑے ٹکٹ نکالتا ہے۔ اس ٹکٹ کے استعمال کے لیے لفافے بڑے سائز کے ہونے ضروری ہیں۔ ان میں مصر کے سابق شاہ فاروق برطانیہ کے شاہ جارج پنجم، فرانس نے فلپ اور پاکستان کے نواب بہاولپور شامل ہیں۔ برطانیہ

اور جرمنی میں ٹکٹ جمع کرنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

شاہد ظفر۔ غیاث نگر، رانی پور برا ہڑیا
سیوان بہار۔

صحیح فیصلہ

ایک مولوی صاحب کہیں جا رہے تھے انھیں راستے میں پیڑ پر بیٹھی چڑیا کے گانے کی آواز سنائی دی۔ وہ وہیں کھڑے ہو کر اس کی آواز سننے لگے اتنے میں ادھر سے ایک پنڈت بھی آئے اور مولوی صاحب سے پوچھا۔ کیا کر رہے ہو؟ دیکھو یہ چڑیا کتنا اچھا گا رہی ہے۔ سبحان تیری قدرت، سبحان تیری قدرت۔ پنڈت جی نے چڑیا کی آواز کو غور سے سنا اور کہا۔ نہیں مولوی صاحب یہ تو کہہ رہی ہے سیا رام دشرتھ، سیا رام دشرتھ۔ دونوں میں بحث چھڑ گئی اتنے میں ان کی نظر سبزی فروش پر پڑی جب وہ ان دونوں کے قریب آیا تو دونوں نے پوچھا بھئی تم ہی بتاؤ یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے۔ اس نے پہلے تو چڑیا کی آواز سنی اور کہا یہ گا رہی ہے آلو پیاز ادرک، آلو پیاز ادرک۔

مرسلہ:۔ شاداب احمد۔ چکجادو
ویشالی (بہار)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کا زمانہ کیسا اچھا زمانہ تھا۔ اور آپ کتنے عدل و انصاف والے تھے اس کا اندازہ آپ کو اس واقعہ سے ہوگا۔

حضرت مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو چرواہے تعجب سے پوچھنے لگے کہ کون شخص خلیفہ ہوا ہے کہ بھیڑیے ہماری بکریوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ہم کیرمان میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اور بھیڑیے ہماری بکریوں کے ساتھ چلتے ایسا ہوا کہ بھیڑیا ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا میں نے اسی روز کہہ دیا کہ آج خلیفہ صالح یقیناً فوت ہو گیا ہے۔ چنانچہ جب معلوم کیا گیا تو پتا چلا اسی روز حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انتقال فرمایا ہے۔

● سعدیہ کوثر۔ خان عبدالغفار خان مارگ،
تیلی پورا۔ چوک۔ اکولہ۔

بہادر لڑکی حسن

ایک لڑکی تھی۔ اس کا نام حسن تھا وہ کسی جنگل میں اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ رہتی تھی۔ اس کی ماں کا انتقال اس کی پیدائش کے چند ماہ بعد ہی ہو گیا تھا۔ اس کا باپ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر شہر میں بیچتا اور اس سے جو پیسے ملتے اس سے اپنا اور بیٹی کا پیٹ پالتا تھا۔ ایک دن حسن نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ماں اسے ایک تصویر دکھا رہی ہے اور کہہ رہی ہے۔ بیٹی یہ نوجوان اسی جنگل میں شکار کرنے آتا ہے۔ تم اسے تلاش کرو۔ اس کے بعد خواب ختم ہو گیا۔ صبح سویرے حسن اٹھی والد کو ناشتا کرایا۔ اس کا باپ شہر چلا گیا تو اپنے باپ کی تلوار لی اور نوجوان کی تلاش میں

چل پڑی۔ آخر ایک جگہ وہ نوجوان اسے مل ہی گیا۔ وہ نہتا ایک شیر سے لڑ رہا تھا۔ اس کی تلوار ٹوٹ چکی تھی جسن نے تلوار نکال لی اور ایک ہی وار میں شیر کا کام تمام کر دیا۔ اس کی بہادری دیکھ کر نوجوان نے حسن سے شادی کے لیے کہا۔ شہر جا کر شادی ہو گئی اور سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔

● سرور نواز نظامی۔ درگاہ بیلا، ویشالی، بہار

چاکلیٹ کی کہانی

۱۵۲۸ سے پہلے متمدن دنیا کو اس کا کوئی علم نہ تھا لیکن جب ہسپانوی فاتح برنیڈ کرائس نے میکسیکو فتح کیا تو اس نے ایک طرح کا شربت اسپین بھیجا جسے چاکلیٹل کہا جاتا تھا یہ شربت اس زمانے میں میکسیکو میں رہنے والے ریڈ انڈینوں کا دل پسند مشروب (شربت) تھا۔ دراصل یہ کوکو کے درخت سے نکلنے والے بیجوں کو پانی میں ابال کر کچھ مصالح ملا کر پلایا جاتا تھا چاکلیٹل کڑوا ہوتا تھا اس لیے اسپین والوں نے اس میں شکر ملا کر پینا شروع کیا۔ یہ ایسی مفید اور مقوی چیز تھی کہ اس کی تلخی (کڑواہٹ) کا خیال نہ کیا جاتا تھا۔ تین اونس چاکلیٹ میں اتنی قوت اور غذائیت ہوتی ہے جتنی کہ انڈوں یا ڈیڑھ پاؤ مچھلی میں ظاہر ہے قیمت کے اعتبار سے اور چیزوں سے کم ہے جہاں چاکلیٹ پیدا ہوتی ہے وہاں یہ ایک بہت ہی سستی چیز ہے۔

اسپین والوں نے اس مفید شربت کو ایک عرصہ تک راز رکھا دنیا والوں کو اس کی اصلیت اور ماہیت معلوم نہ ہو سکی لیکن ۱۶۰۶ء میں کسی طرح یہ بیج اٹلی لائے گئے پھر آسٹریلیا اور فرانس پہنچے اور آخر کار ۱۹۵۷ء میں یعنی اب سے تقریباً پانچ سو سال پہلے کوکو کے بیجوں سے چاکلیٹ تیار کرنے کا طریقہ ایک فرانسیسی نے ایجاد کیا۔ اور اسے لندن میں بہت زیادہ قیمت پر فروخت کرنا شروع کر دیا لیکن اس وقت تک اس کی شکل شربت ہی کی تھی۔ اس طرح ٹکیوں کی صورت میں تیار نہ کی جا سکی ۱۸۱۹ء میں ویکو ٹس لوتی نامی شخص نے ایک کارخانہ قائم کر کے چاکلیٹ کی گولیاں تیار کیں۔

اس کے بعد اور لوگوں نے بھی اس کی صورت شکل لذت میں تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن ایسی چاکلیٹ جیسی آپ آج کل بازار سے لے کر کھاتے ہیں ۱۸۷۵ء میں دودھ کی آمیزش سے تیار کی جا سکی اور اس کا سہرا ڈیٹل پنٹر کے سر بندھا۔ کوکو کے بیجوں کو چُن کر صاف کیا جاتا ہے اس کے بعد انھیں احتیاط سے بھونا جاتا ہے بھونتے وقت اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ اس حد تک بھونیں کہ ان کی لذت مناسب ہو کم یا زیادہ بھن جانے سے چاکلیٹ کا مزہ خراب ہو جاتا ہے۔ بھوننے کے بعد ان بیجوں کو ایک مشین میں پیسا جاتا ہے اور پھر اسے ایک دوسری مشین میں ۲۷ گھنٹے تک رکھا جاتا ہے۔ یہ مشین اسے ایسا بنا دیتی ہے کہ منہ میں رکھتے ہی گل جائے۔ چاکلیٹ کا سفوف جس میں دودھ اور شکر وغیرہ مل جاتی ہے مختلف طریقوں سے اکثر میوہ جات مثلاً بادام، گری، کشمش، اخروٹ وغیرہ میں ملا کر اور اکثر سادہ خوبصورت ٹکیوں کی شکل میں ڈھال کر پنی کے چمکدار کاغذ میں لپیٹا جاتا ہے جس پر تیار کرنے والی کمپنی کا نام اور چاکلیٹ کی قسم چھپی ہوتی ہے

چاکلیٹ میوہ جات کے علاوہ بسکٹوں پر چڑھاکر اسی طرح کے پیکٹوں میں فروخت کی جاتی ہے اسے کرس برس (Cream Bars) کہتے ہیں چاکلیٹ تیار کرنے والی سب سے بڑی کمپنی کا نام کیڈبری ہے جس کی تیار کی ہوئی چاکلیٹ ساری دنیا میں فروخت ہوتی ہیں اور واقعی وہ سب سے بہتر ہوتی ہیں دراصل چاکلیٹ ایک بہترین غذا ہے۔ چاکلیٹ کو ٹھنڈی اور خشک جگہ میں رکھنا چاہیے گرمی سے یہ پگھل جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بھارت میں اس کا استعمال زیادہ تر جاڑوں میں ہوتا ہے (انگریزی سے ماخوذ)

● شاہد ملک ریاض احمد۔ مولانا اسحاق چوک شنگمیشور، مالیگاؤں۔ مہاراشٹر۔

ولی اللہ کون ؟

ولی کے معنی سرپرست کے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی آپ نے پڑھا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ولی اور کارساز ہے۔ لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اللہ کا ولی ہے تو یہاں ولی کے معنی دوست کے لیے جاتے ہیں۔ اللہ کا دوست وہی ہوسکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر چلے اور شریعت کا سختی کے ساتھ پابند رہے۔

لیکن آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض ایسے لوگوں کو جو نماز روزے کے پابند ہوتے ہیں، نہ حلال و حرام میں تمیز کرتے ہیں انھیں بھی ولی اللہ کہہ دیتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہوتے ہوئے بھی زندگی بھر فرائض کی پابندی کرتے رہے یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کی آخری سانس لے رہے تھے اس وقت بھی آپ کو نماز کی فکر تھی۔ ذرا ہوش آتے ہی آپ وضو کرنے کے لیے اٹھتے اور نماز ادا کرتے

اللہ کے سب سے بہترین دوست حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے طریقے پر جو چلے گا وہ بھی اللہ تعالیٰ کا دوست ہوگا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی سے دنیا و آخرت میں کامیابی مل سکتی ہے اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ کے احکام پر چل کر اس کو اپنا دوست بنائیں۔

● محمود عالم انصاری۔ ۱۱، کوٹر گیٹ زیتون پورہ بھیونڈی (تھانہ) مہاراشٹر

قیامت آنے کا حال اور اس کی نشانیاں

ایک دن تمام دنیا انسان، حیوان، جن فرشتے، زمین آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب فنا ہوجائیں گے۔ اللہ کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔ اسی کو قیامت آنا کہتے ہیں۔ قیامت آنے سے پہلے کچھ قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی جن میں سے تھوڑی سی یہ ہیں۔

۱۔ خسف یعنی تین جگہ آدمی زمین میں دھنس جائیں گے۔

۲۔ علم دین اٹھ جائے گا یعنی علما اٹھا لیے جائیں گے۔

۳۔ جہالت کی کثرت ہوگی۔
۴۔ شراب اور زنا کی زیادتی ہوگی۔
۵۔ مرد کم ہوں گے عورتیں زیادہ ہوں گی یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورتیں ہوں گی۔
۶۔ مال کی زیادتی ہوگی۔
۷۔ مرد اپنی عورت کے کہنے میں ہوگا ماں باپ کی نہ سنے گا۔ دوستوں سے میل جول رکھے گا اور ماں باپ سے جدائی۔
۸۔ گانے بجانے کی کثرت ہوگی۔
۹۔ بدکار اور نا اہل سردار بنائے جائیں گے
۱۰۔ ذلیل لوگ جن کو تن کا کپڑا نہ ملتا تھا وہ بڑے بڑے محلوں پر اتر آئیں گے۔
۱۱۔ مسجد میں لوگ چلائیں گے۔
۱۲۔ اسلام پر قائم رہنا اتنا کٹھن ہوجائے گا جیسے مٹھی میں انگارا لینا یہاں تک کہ آدمی قبرستان میں جاکر تمنا کرے گا کہ کاش میں اسی قبر میں ہوتا۔
۱۳۔ وقت میں برکت نہ ہوگی۔

مرسلہ: مزمل حیات جلیسر ضلع ایٹہ

ابراہیم لنکن

ابراہیم لنکن کی پیدائش ۱۸۰۹ء میں امریکہ میں ہوئی۔ ان کے والد تھامس لنکن ایک غریب آدمی تھے وہ سخت محنت کے باوجود اپنے بچوں کو اچھی غذا، کپڑے اور کتابیں مہیا نہیں کرا سکتے تھے۔

کچھ عرصے بعد یہ خاندان امریکہ کے اس علاقے کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہوگیا۔ اور وہاں کے ایک اچھے اسکول میں ابراہیم لنکن کا داخلہ کرادیا گیا۔ جب لنکن کے دوست کھیلنے کے لیے کہتے تو وہ انکار کردیتا۔ وہ اپنا زیادہ وقت گھر میں ہی مطالعہ میں گزارتا

تھامس لنکن غریب ہونے کی وجہ سے ابراہیم کو پیپر، پینسل اور کتابیں مہیا نہیں کرا سکتا تھا۔ مگر وہ پھر بھی آدھی رات تک مطالعہ میں مصروف رہتا اور آگ کی روشنی میں کوئلے سے لکڑی کے تختوں پر لکھتا۔ وہ دوسرے لوگوں سے کتابیں مانگ لاتا تھا۔

بہت جلد ابراہیم کا اسکول جانا بند ہوگیا۔ وہ والد کے ساتھ کھیتوں پر جانے لگا۔ دن بھر کھیتوں میں کام کرنے کے بعد رات کو چپ چاپ پڑھتا رہتا۔

ابراہیم لنکن کے والد تھامس لنکن کو یہ پتا چلا کہ وہ رات کو پڑھتا بھی ہے تو انھوں نے ابراہیم کو سمجھایا کہ تم اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ تم صرف کام کرو۔ مزدور کا بیٹا مزدور رہے گا ہم لوگ غریب ہیں اور غریبوں کو صرف محنت سے ہی روٹی ملتی ہے۔ اگر تم پڑھوگے تو اپنے خاندان کا پیٹ کیسے پالوگے۔

ابراہیم نے جواب دیا مگر میں تو امریکہ کا صدر بننا چاہتا ہوں اور صدر بننے کے لیے پڑھتا ہوں۔

اس بات کو سن کر گھر کے تمام لوگوں کو ہنسی آگئی۔

ابراہیم لنکن اپنے دوستوں اور پڑوسیوں سے کتابیں مانگ کر آدھی رات تک پڑھتا رہتا اور ان کی ضروری باتیں ذہن نشین کرکے انھیں واپس کر دیتا۔

ایک بار لنکن نے ایک کتاب اپنے پڑوسی سے مانگی جس میں جارج واشنگٹن کی زندگی کا حال تھا۔ ابراہیم نے اس کتاب کو اور جارج واشنگٹن کو بہت پسند کیا۔ اس کتاب کو کئی بار پڑھا۔

ایک دفعہ وہ یہ کتاب آدھی رات تک پڑھتا رہا۔ اور پھر کھڑکی کے ساتھ لگ کر سو گیا۔ اس رات کافی برف باری ہوئی اور کتاب کی جلد خراب ہو گئی۔ لنکن نے صبح اٹھ کر دیکھا تو کتاب کی جلد کی خرابی کی وجہ سے بہت دکھی ہوا۔ ابراہیم نے کتاب پڑوسی کو واپس کی تو پڑوسی نے ابراہیم پر بہت غصّہ کیا۔ ابراہیم نے معافی مانگی تو پڑوسی نے کہا "میں تم کو جب معاف کروں گا جب تم میرے کھیتوں پر تین دن تک کام کرو گے۔ ابراہیم نے کھیتوں پر کام کیا۔ اس بات سے خوش ہو کر پڑوسی نے وہ کتاب ابراہیم کو دے دی۔ ابراہیم ہر رات اس کتاب کو پڑھتا رہا۔

آخر وہ دن بھی آیا کہ عوام نے ابراہیم کو ۱۸۶۱ میں امریکہ کا صدر چن لیا۔

سہیل احمد۔ مکان نمبر ۱۳۲۹ پہاڑی املی چوڑی والان جامع مسجد دہلی ۶۔

ناریل کے فائدے

ایک مسافر جنگل میں سخت گرمی کی حالت میں ایک ایسی جھونپڑی میں پہنچا جس پر ناریل کے درختوں کا سایہ تھا۔ صاحب خانہ نے مسافر کو دودھ اور حلوہ نہایت ہی خوب صورت برتنوں میں پیش کیا۔ مسافر نے پوچھا اس جنگل میں یہ غذائیں کہاں سے آگئیں۔ مالک نے کہا یہ سب ناریل کی بدولت ہے۔ (۱) میں کچے ناریل سے پانی حاصل کرتا ہوں (۲) پکے ناریل سے دودھ۔ (۳) پتوں سے حلوا (۴) پھولوں سے شکر۔ (۵) چھال سے برتن (۶) لکڑی سے ایندھن (۷) پتوں کو جوڑ کر چھت اور جھاڑو (۸) ریشوں سے رسّیاں (۹) ناریل کے تیل سے کھانا پکانا اور روشنی حاصل کرتا ہوں

• محمد عثمان شیخ
۹/۳ ڈی یما اسٹریٹ۔ عائشہ منزل
مجگاؤں بمبئی نمبر ۱۰

تعلیم کی اہمیت

تعلیم کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک نصابی دوسری غیر نصابی/رسمی اور ان کے علاوہ تجرباتی وغیرہ۔ نصابی تعلیم اسکولوں میں دی جاتی ہے۔ دوسری تعلیم انسان خود مختلف ذریعے سے حاصل کرتا ہے اکثر ان

پڑھ لوگ سورج کے ڈھلنے سے وقت کا تقریباً صحیح اندازہ لگا لیتے ہیں۔ اس کا تعلق تجرباتی تعلیم سے ہے۔ تعلیم کے ذریعے انسان کی اخلاقی ترقی ہوتی ہے۔ تعلیم حاصل کرنے سے انسان کی زندگی خوشگوار گذرتی ہے۔ اس کے سوچنے سمجھنے کے انداز اور خیالات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس کے خیالات روشن ہوتے ہیں۔ تعلیم گود سے گور تک مسلسل جاری رہتی ہے۔ تعلیم کے ذریعے انسان کو سماج میں ایک اچھا مقام حاصل ہوتا ہے۔ وہ عزت کی زندگی بسر کرتا ہے تعلیم کے ذریعے انسان اپنی معاشی حالت کو سدھارتا ہے۔ تعلیم کا حاصل کرنا انسانی زندگی میں بے حد ضروری ہے۔ تعلیم کے ذریعے انسان میں مختلف قسم کی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں اسے اچھے بُرے کی تمیز کا صحیح علم ہوتا ہے۔ وہ بڑوں کا ادب و احترام اور چھوٹوں پر شفقت کرتا ہے۔ انسان میں اٹھنے بیٹھنے، دوسروں سے گفتگو کرنے، کھانے پینے اور دوسری اہم باتوں کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے دل و

دماغ میں اچھی باتیں اچھے ارادے اور مقصد کو پورا کرنے کا حوصلہ پروان چڑھتا ہے۔ اکثر لوگوں کو یہ کہتے سُنا گیا ہے کہ تعلیم حاصل کرنے سے کیا فائدہ؟ تو اُن لوگوں کی یہ بات توجہ کے لائق ہے وہ کہتے ہیں کہ آج کے دور میں تعلیم حاصل کرنا بڑا مشکل ہے۔ اور پھر تعلیم مکمل ہونے کے بعد ملازمت کے لیے بھی رشوت دینی پڑتی ہے۔ یعنی پہلے تو پڑھائی کے لیے کافی سرمایہ خرچ کرنا پڑتا ہے اور پھر ملازمت حاصل کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

دنیا میں کوئی کام آسانی سے گھر بیٹھے نہیں ہو جاتا۔ تعلیم کے ذریعے ہی معاشی حالت کو سدھارا جا سکتا ہے۔ تعلیم کے ذریعے انسان کو اپنی انفرادی زندگی میں فائدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ سماجی خدمت بھی کر سکتا ہے اور لوگوں میں مقبول ہو سکتا ہے۔

● محمد نظیر یعقوب، بمبئی ۹۔

ڈاکو بن گیا سادھو

ایک گھنا جنگل تھا۔ وہاں ایک ڈاکو رہتا تھا۔ اس کا نام تھا والیہ۔ وہیں تھوڑے فاصلے پر ایک سادھو جی بھی رہتے تھے۔ سادھو کو رشی بھی کہتے ہیں۔ ان کا نام رشی نارد منی تھا۔ ایک دن رشی نارد منی اس جنگل سے اپنی

دُھن میں چلے جا رہے تھے۔ والیہ ایک گھنی جھاڑی میں چھپا بیٹھا تھا۔ جیسے ہی نارد منی اس جھاڑی کے پاس سے گذرے والیہ پھرتی کے ساتھ باہر نکلا اور ان کا راستا روک کھڑا ہو گیا۔ اور بولا "تمہارے پاس جو کچھ بھی ہو وہ سب مجھے دے دو۔ ورنہ جان سے مار ڈالوں گا۔

رشی نارد منی ذرا بھی نہیں گھبرائے نھوں نے بہت ہی نرمی اور پیار سے

پوچھا تو یہ بتا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اس نے جواب دیا:۔ میرا نام والیہ ہے۔ انھوں نے والیہ کو سمجھاتے ہوئے کہا تم جانتے ہو کہ یہ پاپ کا کام ہے: والیہ نے جواب دیا:۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ رشی نارومنی نے پوچھا:۔ پھر بھی یہ کام کرتے ہو؟" اس نے جواب دیا: بیوی بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے، رشی نارومنی نے کہا اچھا اب سمجھا۔ بیوی بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے تم یہ پاپ کرتے ہو۔ مگر جب بھگوان تم کو اس کی سزا دیں گے تو کیا تمھارے بیوی بچے تمھاری سزا کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے تھوڑی سی سزا خود بھگت لیں گے۔ والیہ نے جواب دیا "مجھے کیا معلوم" رشی نارومنی بولے "تو جاؤ ان سے پوچھ آؤ۔ والیہ نے کہا "تم یہیں رکو میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں" یہ کہہ کر والیہ دوڑا دوڑا اپنے گھر گیا۔ اس نے بیوی بچوں سے پوچھا مگر ان لوگوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا تمھارے پاپ کی سزا ہم کیوں بھگتیں۔

والیہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ الٹے پیر لوٹا، سیدھا رشی نارومنی کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور ان کے قدموں میں گر کر بولا "میری بیوی اور بچے سزا بھگتنے کو تیار نہیں۔ اب آپ مجھے اپنے ساتھ ہی رکھیے۔

● ارشد اللہ عشرت اللہ
نبی نگر بھیونڈی۔ تھانہ

پانچ تارے

بہت پرانی بات ہے ایک وقت ایسا سوکھا پڑا کہ پیڑ پودے اور ندی تالاب تک سوکھ گئے۔ پرندے جانور اور آدمی پیاس کے مارے تڑپنے لگے۔

چندا نام کی ایک لڑکی تھی وہ اپنی بیمار ماں کے لیے ایک گھڑا لے کر پانی کی تلاش میں نکل پڑی۔ وہ ادھر ادھر بھٹکتی رہی لیکن پانی نہیں ملا۔

چندا بھٹکتے بھٹکتے ایک جنگل میں پہنچی اور تھک کر سو گئی جب وہ سو کر اٹھی تو دیکھا کہ اس کا گھڑا صاف اور تازہ پانی سے بھرا ہوا ہے۔ چندا بہت خوش ہوئی وہ ہونٹوں کو گھڑے سے لگانا ہی چاہتی تھی کہ اچانک اسے اپنی ماں کی یاد آئی۔ چندا اپنے سر پر گھڑا رکھ کر چل پڑی۔ وہ اتنی تیزی سے جا رہی تھی کہ راستے میں پڑے کتے کو بھی نہ دیکھ سکی اور وہ کتے کے اوپر جا گری کتے کو پیاس لگی تھی چندا نے چلو سے کتے کو پانی پلایا۔ چندا نے دیکھا کہ کتے کو پانی پلانے کے بعد اس کا گھڑا چاندی کا ہو گیا ہے۔

چندا وہ چاندی والے گھڑے کو اٹھا کر چل پڑی۔ گھر جا کر اس نے اپنی ماں کو پانی دیا لیکن اس کی ماں نے کہا "بیٹا! پانی تم پیو، میری فکر نہ کرو۔" یہ کہہ کر اس نے چندا کو گھڑا دیا۔ چندا نے دیکھا کہ گھڑا اب سونے کا بن گیا ہے۔

گھڑے سے منہ لگا کر چندا پانی پینا ہی چاہتی تھی کہ اتنے میں ایک بھکاری نے پانی کے لیے آواز لگائی، چندا بھکاری کو پانی پلا ہی رہی تھی کہ اُسی وقت گھڑے سے سات بڑے بڑے ہیرے نکلے اور گھڑے سے صاف اور تازہ پانی بہنے لگا۔

یہ ساتوں ہیرے اوپر اٹھنے لگے اور آسمان میں پہنچ کر سات تارے بن گئے۔ جیسے ہی یہ تارے آسمان میں پہنچے بڑی تیزی سے بارش ہونے لگی۔ پیڑ پودے ہرے بھرے ہو گئے۔ ندی تالاب پانی سے بھر گئے۔

تو دیکھا پیامیو! چندا کی ہمدردی سے سب کا بھلا ہوا۔

● فاروق اعظم، سبزی باغ
پٹنہ ۸۰۰۰۰۴ (بہار)

فن کار

کئی سو برس پہلے کی بات ہے کہ ریاست اتر پردیش کے ایک چھوٹے سے گانو میں ایک لڑکا رہتا تھا۔ اس کا باپ ایک غریب لکڑہارا تھا۔ روز کنواں کھودنا اور روز پانی پینا اس لکڑہارے کا مقصد بن گیا تھا۔ لکڑہارے کی بیوی بھی کچھ محنت مزدوری کر لیتی تھی غریبی کے باوجود وہ دونوں ہنسی خوشی زندگی بسر کرتے تھے اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بیٹے کی پیدائش پر ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ مگر لڑکا تین سال کا ہی تھا کہ لکڑہارے کی بیوی چل بسی، بے چارے لکڑہارے کو بیوی کی موت کا غم بہت تھا۔ لکڑہارے نے خودکشی کا ارادہ کیا لیکن وہ لڑکے کے واسطے جینا چاہتا تھا۔ جوں توں کر کے اس نے محنت مزدوری جاری رکھی۔ آخر جب لڑکا دس سال کا ہوا تو ایک دن لکڑہارا بھی چل بسا۔ اب بے چارہ لڑکا اکیلا بے سہارا، یتیم اور لاوارث ہو گیا۔ باپ کے انتقال کے بعد لڑکے نے اپنے نرم اور چھوٹے ہاتھوں سے کلہاڑی اٹھائی اور جنگل کی لکڑی کاٹ کر فروخت کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے چھوٹے موٹے سوکھے درخت کاٹ کر اس کا ایک گٹھر بناتا اور اسے بازار میں لا کر بیچتا اور جو مزدوری ملتی اس میں گذارہ کر لیا کرتا تھا۔ اسی طرح کئی سال تک یہی کام کرتا رہا جب وہ بارہ سال کا ہوا تو ایک روز اس گانو سے بادشاہ کی سواری گذری گانو کے سب لوگ بادشاہ کا جلوس دیکھنے گانو کے باہر ایک بڑے میدان میں جمع ہو گئے۔ لکڑہارے کا لڑکا بھی ان میں شامل ہو گیا۔ بادشاہ کی سواری بڑی شان و شوکت سے گذری۔ آگے پیچھے گاجے باجے اور ہزاروں فوجی سپاہی وزیر بیچ میں سجے سجائے ہاتھی اس پر بادشاہ سلامت بیٹھے ہوئے تھے۔ لکڑہارے کے لڑکے نے بادشاہ کو غور سے دیکھا۔ اسے بادشاہ کی صورت بہت اچھی لگی۔ اس نے بادشاہ کے تاج اور کپڑوں کو بھی غور سے دیکھا اپنے جھونپڑے میں آ کر اس نے زمین

پر سے چونا اٹھایا اور بادشاہ کی تصویر بنائی وہ سوچنے لگا کہ بادشاہ سلامت اس جھونپڑے میں کیوں کر جھانکیں گے۔ وہ تو خود محلوں میں رہتے ہیں۔ جنگل میں لکڑیاں جمع کرتے ہوئے وہ یہی سوچا کرتا تھا۔ اچانک اس کے دماغ میں ایک ترکیب آئی اس کے جھونپڑے میں اس کے باپ کے زمانے کا شیشم کے ایک درخت کا تنا رکھا تھا۔ اس نے سوچا کہ بادشاہ کی تصویر دیکھ کر اس تنے سے بادشاہ کا مجسمہ کیوں نہ بنایا جائے۔ بس پھر کیا تھا۔ دوسرے روز اس نے تنے کو چھیل چھال کر صاف چکنا اور چمکیلا بنایا۔ گاؤں کے لہار سے ایک ہتھوڑا اور دو تین اوزار اور مشینیں لیں اب اس کا روز کا معمول بن گیا تھا کہ ایک روز جنگل میں لکڑیاں جمع کرنے جاتا اور دوسرے دن گھر پر چھینی اور ہتھوڑا لے کر مجسمہ بناتا۔ وہ بڑی احتیاط اور آرام سے کام کرتا تھا تاکہ مجسمہ خراب اور بیکار نہ ہو جائے۔ کچھ دن کے بعد بادشاہ سلامت کا مجسمہ تیار ہو گیا لڑکا کئی روز تک مجسمے کو دیکھتا رہا۔ جب ہر طرف سے اطمینان ہو گیا تو وہ مجسمہ لے کر بادشاہ کے محل کی طرف چل دیا۔ بڑی مشکل سے بادشاہ کے محل میں رسائی ہوئی۔ جب لڑکے نے بادشاہ کا مجسمہ پیش کیا تو بادشاہ اپنا مجسمہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ سارے درباری بھی واہ واہ کرنے لگے۔ لڑکے کی خوب تعریف و عزت ہوئی بادشاہ اس سے بہت خوش ہوا۔ اور اسے خوب انعام و اکرام سے نوازا۔ اور اسے اپنا ملازم بھی بنا لیا۔ لکڑہارے کا لڑکا اب نقاش بن چکا تھا۔ بادشاہ کے محل میں دروازے پر نقش و نگار کا کام کرنے لگا۔ اس نے بادشاہ کے خاندان والوں کے مجسمے بھی بنائے اس طرح وہ اپنی محنت اور لگن سے ایک بہت بڑا فنکار بن گیا۔

● عبدالقیوم، بائیکلہ۔ ہنس روڈ۔ ڈوباش بلڈنگ گراؤنڈ فلور دوکان نمبر ۸ بمبئی نمبر ۸

جہیز ایک سماجی لعنت

آج صبح کا واقعہ ہے میں اخبار پڑھ رہا تھا۔ بادل گھرے ہوئے تھے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ سورج نکل رہا تھا اور میں صبح کی چائے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میری نظر اخبار کے آخری صفحے پر تھی کہ اچانک پتا نہیں میں نے کیا پڑھا اور میری چائے میرے کپڑوں پر گری میرے جسم میں ایک گرم لہر دوڑ گئی میں اپنے آپ پر قابو نہیں پا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ہوش آیا تو میں نے پھر اخبار پر نظر ڈالی۔ تو معلوم ہوا کہ میں نے ایک عورت کی جلی ہوئی لاش دیکھی تھی۔ اور اس کے نیچے لکھا تھا کہ "جہیز نہ دینے کی وجہ سے یہ عورت جلی" اس کے شوہر کو گرفتار کیا جا چکا ہے" فوٹو:۔ مکیش کمار"۔ اس وقت میری حالت بہت خراب ہو رہی تھی میرے ذہن میں ہزاروں سوالات اٹھ رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آج کا

انسان کس قدر گر چکا ہے۔ آج کل کیا شادی صرف جہیز کے لیے ہوتی ہے؟ ایک باپ اپنی بیٹی کو کس قدر لاڈ پیار سے پالتا ہے۔ اپنا پیٹ کاٹ کر اپنی بیٹی کا پیٹ بھرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور پھر ایک وہ وقت آتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اپنا حق ادا کر دیا اور خوشی خوشی اپنی بیٹی کا ہاتھ ایک خود غرض انسان کے ہاتھ میں پکڑا دیتا ہے۔ اور دوسرے دن ہی اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پوری زندگی برباد ہو گئی صرف چند کاغذ کے ٹکڑوں کے نہ دینے کی خاطر۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ کسی ہندو خاندان کی بات نہیں بلکہ مسلمانوں کے خاندان میں بھی ہوتا ہے۔ جو یہ کہتا ہے میں مسلمان ہوں! کس لیے؟ اس لیے کہ میں مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا۔ میں جنت میں جانے کا مستحق ہوں اس لیے کہ میں مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اس مسلمان سے یہ پوچھا جائے کہ تو حضورؐ اکرم کے طریقے پر چلنے کا دعوا کرتا ہے؟ کیا تو اللہ کے بتلائے ہوئے طریقے پر چلتا ہے؟ یاد کیجیے وہ وقت کہ حضور اکرمؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ کا نکاح ہوا تھا اور اس میں کیا یہی سب کچھ دیا گیا تھا۔ جو آج کا مسلمان دیتا ہے۔ کیا اُنؐ کے پاس دینے کو نہیں تھا۔ کہ وہ اپنی بیٹی کو خوب جہیز دیتے؟ کس لیے صرف اس لیے کہ ایک غریب آدمی بھی اپنی بیٹی کی زندگی کو خوشی سے گزارتا دیکھ لے۔ آج شادی شادی کے لیے نہیں بلکہ پیسا کمانے کا ایک گندا دھندا بن گیا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ کیا کوئی انسان اس مسئلہ پر نہیں سوچتا؟ سوچتا ہے مگر کب؟ جب اس پر وقت پڑتا ہے۔ آج ہر آدمی یہی سوچتا ہے کہ اگر میں نے جہیز نہیں دیا تو دنیا والے کیا سوچیں گے اگر میں نے اچھا کھانا نہیں کھلایا تو میری اپنی بستی میں بدنامی ہو جائے گی۔ اگر میں نے شادی میں بینڈ باجے کا انتظام نہیں کیا تو دیکھنے والے کہیں گے کہ یہ بھی کوئی شادی تھی۔ یہی سب باتیں سوچ کر وہ ان سب چیزوں کا انتظام کرتا ہے۔ اپنا پیٹ کاٹتا ہے اپنی بیوی کے زیور بیچتا ہے لوگوں سے قرض لیتا ہے کس لیے! صرف اس لیے کہ دیکھنے والے کہیں کہ واہ! کیا انتظام کیا ہے۔ مگر صرف چند لمحے کی شہرت کے لیے اپنی پوری زندگی برباد کر لیتا ہے۔ پوری زندگی قرض اتارتا ہے اور آخر میں کیا ہوتا ہے کہ وہی شہرت جو کچھ وقت کے لیے تھی جہیز میں کوئی چیز کم لانے کی وجہ سے مٹی میں مل جاتی ہے۔ دنیا والے تو کہتے ہیں کہ بھئی واہ کیا انتظام کیا تھا۔ لیکن اس سے پوچھیے کہ اس نے کیسے انتظام کیا تھا؟

● محمد آصف اقبال
۸-۴ ابوالفضل انکلیو اوکھلا نئی دہلی ۲۵

درس گاہ اسلامی کمہرولی

ایک تعارف

میں درس گاہ اسلامی کمہرولی کی آٹھویں

کلاس کی طالبہ ہوں۔ یہ ایک مشہور و معروف درس گاہ ہے۔ جو ۱۹۴۹ میں قائم کی گئی اس وقت صرف دو طالب علم اور ایک استاد تھے۔ آج الحمد اللہ ایک بڑے رقبۂ زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور تقریباً ۸۰۰ بچے بچیاں زیرِ تعلیم ہیں۔ ہماری درس گاہ میں تقریباً ۲۴ اساتذہ ہیں جن میں ۹ (نو) استانیاں ہیں۔ اساتذہ کرام بہت شفیق اور با صلاحیت ہیں۔ یہ اردو میڈیم اسکول ہے۔ لڑکوں کے لیے صرف ساتویں کلاس تک ہی انتظام ہے۔ لڑکیوں کے لیے ۱۹۸۰ سے سابق صدر مدرس جناب مولانا محمد اثری صاحب اور دیگر لوگوں کی کوششوں سے ہائی اسکول کی کلاسز شروع کی گئیں۔ یہ درس گاہ گورنمنٹ ایڈ کے بغیر محض اہلِ خیر حضرات کے تعاون سے چل رہی ہے۔ موجودہ صدر مدرس جناب محمد خلیل الرحمٰن صاحب ہیں جو اچھے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے منتظم بھی ہیں۔ اس درس گاہ میں اردو ہندی، انگریزی، اسلامیات، قرآن، سائنس ریاضی، مطالعہ، سماج، عربی اور فارسی وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں۔ ہماری درس گاہ اقامتی نہیں ہے۔ درسگاہ کے منتظمین اس کے لیے کوشاں ہیں۔ ہمارے مدرسہ میں ہر سال سالانہ جلسہ ہوتا ہے جس میں مہمانِ خصوصی، ناظم درس گاہ اور دیگر لوگوں کی تقریریں ہوتی ہیں۔ ہماری ہمت افزائی کے لیے ہمیں بھی تقریریں ڈرامے اور نظمیں پڑھنے کی اجازت ہے اور فرسٹ، سیکنڈ، اور تھرڈ آنے والے طلبہ و طالبات کو انعام دیے جاتے ہیں واقعی جلسے کا دن ہمارے لیے خوشیوں اور امنگوں سے بھرا دن ہوتا ہے

ہماری درس گاہ میں ایک لائبریری ہے۔ جس میں تقریباً سبھی موضوعات پر کتابیں موجود ہیں۔ اور مختلف رسائل جریدے اور اخبار آتے ہیں۔ جس سے بچوں میں ادبی شوق پروان چڑھتا ہے

یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ہماری درس گاہ کا رزلٹ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ یہاں صرف تعلیم پر ہی زور نہیں دیا جاتا بلکہ بچوں کے اخلاق و عادات سنوارنے، انھیں نماز کا پابند کرنے میں بھی درس گاہ کے اساتذہ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

درس گاہ ہمارے گاؤں کے لیے ایک نعمت ہے۔ جس سے کمہر ولی اور قرب و جوار کے کئی گاؤں کے بچے بچیاں بھی فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

انشاء اللہ

میری دعا ہے کہ درس گاہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے اور اپنے تمام منصوبوں میں کامیابی حاصل کرے (آمین)

عرفانہ تسنیم جیلانی نشاط
کمہر ولی، کمتول دربھنگہ، بہار۔

> پیامیوں سے درخواست:- آپ بھی اپنی درس گاہ، اپنے اساتذہ، اپنے دوستوں کا تعارف اپنے دوسرے پیامی دوستوں سے کرائیے۔

جھگڑے کا انجام



ایک مرتبہ دو بلیوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا پایا۔ چنانچہ جب اس کے بانٹنے کا وقت آیا، تو دونوں نے اس کے بانٹنے میں اختلاف کیا پھر اس بات پر متفق ہوئیں کہ اس کو بندر بانٹے گا۔ چنانچہ وہ دونوں اس کے پاس گئیں۔

بندر نے روٹی کے دو ٹکڑے کیے ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ٹکڑا۔ اور ایک ترازو کے دونوں پلڑوں میں ہر ایک کو رکھا۔ تو ایک پلڑا جھک گیا چنانچہ اس نے جھکے ہوئے پلڑے میں سے اس طرح کاٹ کر کھایا کہ اس کا مخالف والا پلڑا جھک گیا۔ پھر اس کے بعد ہر جھکے ہوئے پلڑے میں روٹی اس طرح کاٹتا تھا کہ دوسرا پلڑا جھک جاتا تھا اسی طرح اس نے روٹی کا ٹکڑا کھا کر ختم کر دیا۔ دونوں بلیاں اس تقسیم پر نادم و شرمندہ ہوئیں۔

● مرسلہ شرف الدین کتاب اللہ عاصم
معہد التعلیم الاسلامی نئی دہلی ۲۵

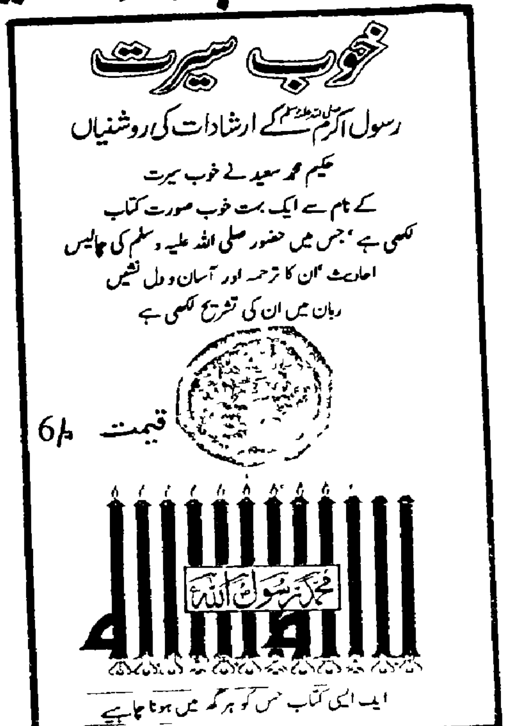
ذهنی آزمائش ۳۲ .... مرتب - علی امام نقوی

جدول میں منتشر حروف تہجی کو ملانے کے بعد آپ اردو زبان کی کلاسک کتابوں کے نام ترتیب دے سکتے ہیں۔ کتابوں کے انتخاب میں کچھ نئی کتابوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اور ذیل میں آپ کی سہولت کے لیے کتابوں کے ناموں کے ساتھ ان کے مصنفین کے اسما بھی تحریر کر دیے گئے ہیں۔

ن	ا	ج	و	ا	ر	م	ا	س	د
ج	ت	س	ک	ش	آ	ف	غ	ص	و
ب	ی	ض	ن	ب	ل	ق	ض	ط	گ
ن	ک	م	ع	ر	ا	ک	ن	جھ	ز
و	ن	ی	ف	ر	ب	ع	م	خ	ر
ی	ا	گ	ن	ل	ی	ب	ر	ز	م
ث	س	ر	ک	ل	گ	ش	ت	آ	ی
ج	پ	ہ	ا	ے	ن	گ	ر	ب	ن
و	ر	ل	ر	ی	ت	س	ب	ی	ل
ث	س	ا	ی	ر	د	ا	ک	گ	آ

(۱) سب رس (ملا وجہی) (۲) امراؤ جان ادا (مرزا ہادی رسوا) (۳) گرہن (راجندر سنگھ بیدی) (۴) فن کاری (انور خاں) (۵) آب حیات (محمد حسین آزاد) (۶) شکست (کرشن چندر) (۷) آگ کا دریا (قرۃ العین حیدر) (۸) نشیب (عبداللہ حسین) (۹) برگ نَے (ناصر کاظمی) (۱۰) دو گز زمین (عبدالصمد) (۱۱) نئی بستی (مظہر جہاں) (۱۲) معتبر (سلام بن رزاق) (۱۳) زنبیل (مقدر حمید)

مکتبہ پیامِ تعلیم کی دلچسپ اور سائنسی کتابیں











بچوں کے لیے
مذہب

خوب سیرت	حکیم محمد سعید	۶/-
رسولؐ اللہ کی صاحبزادیاں	فضل قدیر ندوی	۴/۵۰
رحمان کا مہمان	رفیع الزماں زبیری	۶/-
کمسن صحابی	〃	۵/-
اسلام کے جاں نثار	〃	۴/-
سیرت پاک مختصر مختصر	احمد خاں خلیل	۳/-
نور کے پھول	حکیم محمد سعید	۹/-
سب سے بڑے انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	〃	۳/۵۰
حضرت حمزہؓ	احتشام علی رحیم آبادی	۳/-
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	〃 〃	۳/-
حضرت ابوہریرہؓ	〃 〃	۴/-
حضرت محبوب الٰہیؒ	مشیر الحق	۳/-
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	〃	۲/-
حضرت فریدالدین گنج شکرؒ	〃	۳/-
حضرت معین الدین چشتیؒ	〃	۳/-
حضرت ابوبکر صدیقؓ	〃	۶/-
حضرت طلحہؓ	〃	۳/-
حضرت سلمان فارسیؓ	〃	۳/-
حضرت ابوذر غفاریؓ	〃	۳/-
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	〃	۳/-
〃 عبداللہ بن عباسؓ۔	〃	۳/-
نیک بیٹیاں۔	〃	۳/۵۰
اسلام کیسے پھیلا؟ حصہ اوّل	عبدالواحد سندھی	۷/۵۰
〃 حصہ دوم	〃	۶/-
قرآن کیا ہے؟	〃	۳/-

اسلام کیسے شروع ہوا؟	عبدالواحد سندھی	۶/۵۰
اسلام کے مشہور سپہ سالار 'اوّل' ۴/- 'دوم'		۴/-
اسلام کے مشہور امیر البحر۔	〃	۹/-
رسولِ پاکؐ۔	〃	۶/-
دس جنتی۔	الیاس احمد مجیبی	۶/-
سرکار کا دربار۔	〃 〃	۶/۵۰
چار یار۔	الیاس مجیبی	۷/-
آں حضرتؐ (اردو)	الیاس مجیبی	۴/۵۰
حضرت محمدؐ (ہندی)	〃	/۶۰
اللہ کا گھر۔	خلیل احمد حامدی	۴/۵۰
اللہ کے خلیل۔	〃 〃	۳/۵۰
رسول پاک کے اخلاق۔	〃 〃	۳/-
اللہ کے صفی۔	〃 〃	۲/-
ہمارا دین حصہ اوّل	سید شہاب الدین دسنوی	۸/۵۰
〃 'دوم'	〃 〃 〃	۷/۵۰
〃 'سوم'	〃 〃 〃	۹/۵۰
تحسین القرآن۔ تالیف، خدیجہ سیدنا طاہر سیف الدین		۴/۵۰
منہاج القرآن۔	〃 〃	۴/۵۰
ائمۂ اربعہ۔	مولانا ابوالعرفان ندوی (زیر طبع)	
ارکانِ اسلام۔	مولانا اسلم جیراجپوری	۳/۵۰
عقائدِ اسلام۔	〃 〃	۳/۵۰
خلفائے اربعہ۔	خواجہ عبدالحی فاروقی	۹/-
نبیوں کے قصے۔	〃 〃	۵/۵۰
ہمارے رسولؐ۔	〃 〃	۶/-
پیارے رسولؐ۔	سلطانہ آصف فیضی	۴/۵۰
حضرت نظام الدین اولیاءؒ۔	ادارہ	۳/-
مسلمان بیبیاں۔	اعجاز الحق قدوسی	۶/-
ہمارے نبیؐ (اردو)	سید نواب علی رضوی	۳/۵۰
〃 (ہندی)	〃 〃 〃	۰/۴۰
سرکارِ دو عالم۔	محمد حسین حسان	۹/-
قاعدہ یسرنا القرآن	(خورد)	۲/۵۰
〃 〃	(کلاں)	۳/۵۰

نظمیں

مولانا اسماعیل میرٹھی حکیم نعیم الدین زبیری ۲۱/-
بتاشے (نرسری گیت ۔ باتصویر) ۶/۵۰
مہکتی کلیاں ۔ خضر برنی (زیر طبع)
ٹوٹے کھلونے ۔ سطوت رسول ۵/-
سہانے ترانے ۔ شان الحق حقی ۶/۵۰
بچوں کے افسر ۔ افسر میرٹھی ۶/-
بچوں کے اقبال ۔ مرتبہ: اطہر پرویز ۴/۵۰

معلومات و سوانح

سائنس کی دنیا فریدالدین احمد ۸/-
غذائیں دوائیں ۸/-
کیوں اور کیسے محمد ابراہیم شاہ ۶/-
علاج میرا دشمن قاسم صدیقی ۶/-
مولانا شبلی ڈاکٹر اسلم فرخی ۴/۵۰
مولانا اسماعیل میرٹھی حکیم نعیم الدین زبیری ۲۱/-
کمپیوٹر کیا ہے حکیم نعیم الدین زبیری ۸/-
ہمارے عظیم سائنس داں حکیم محمد سعید ۸/-
خلائی مسافر (ادارہ) ۴/-
عجائب گھر قاسم صدیقی ۱۰/-
چند مشہور طبیب اور سائنس داں (سوانح) ۹/-
پرواز کی کہانی علی ناصر زیدی ۳/-
غذا کی کہانی علی ناصر زیدی ۳/-
سنہرے اصول حکیم محمد سعید ۴/-
مولانا آزاد کی کہانی ۔ ظفر احمد نظامی ۱۸/-
ذرے کی کہانی ۔ مہدی جعفر ۲۱/-

پرندوں سے جانوروں تک ۔ شاہد عظیم ۴/۵۰
بچوں کے ذاکر صاحب ۔ مرتبہ: عبداللہ ولی بخش قادری ۶/-
اندرا گاندھی کی کہانی ۔ شمیم حنفی ۶/-
بچوں کے چار بزرگ دوست ۔ صالحہ عابد حسین ۲/۵۰
امیر خسرو ۔ ادارہ ۳/-
رنگوں کی بستی ۔ سہیل انور ۴/-
دہلی کی چند تاریخی عمارتیں ۔ زہرہ مشیر ۵/-
صحت کے ۹۹ نکتے ۔ مسعود احمد برکاتی ۲/-
گاندھی جی دکھنی افریقہ میں ۔ یوسف ناظم ۲/-
جدید پہیلیاں ۔ راج کشور ۶/-
جوہر قابل ۔ مسعود احمد برکاتی ۳/-
شفیع الدین نیر ۔ اطہر پرویز ۷/۵۰
صحت کی الف بے ۔ مسعود احمد برکاتی ۵/-
موم کا محل ۔ پروفیسر محمد انس (زیر طبع)
چٹانوں کی کہانی ۔ محمد امین ۳/۵۰
گاندھی بابا کی کہانی ۔ بیگم قدسیہ زیدی ۱۰/-
میر انیس ۔ محمد حسین حسان ۲/-
انوکھا عجائب خانہ (۳ حصے) " ۱/۵۰
ہمارے محاورے ۔ ڈاکٹر سیفی پریمی ۸/۵۰
مقناطیس کی کہانی ۔ (زیر طبع)
دہلی ۔ مجاہد حسین زیدی ۳/-
تاریخ ہند کی کہانیاں (اول تا چہارم) ۷/۷۵
سماجی زندگی ۔ (اول تا چہارم) ۴/۹۰
کہاوت اور کہانی ۔ ڈاکٹر سیفی پریمی ۸/-

کہانیاں، ناول، ڈرامے
ننھے منے بچوں کے لیے

بتاشے (نرسری کے گیت باتصویر) ۶/۵۰
جاں نثار دوست (باتصویر کہانیاں) ۵/-

شیر اور بکری ۔	باتصویر کہانیاں	۶/۵۰
چاند کی بیٹی ۔	(باتصویر کہانیاں)	۵/-
بھیڑیے کا گانا ۔	〃	۶/۵۰
جادو کی ہنڈیا ۔	〃	۵/-
چالاک بلّی ۔	〃	۶/۵۰
دُم کٹی لومڑی ۔	〃	۶/۵۰
کوے کا خواب ۔	〃	۴/-
گدھے نے بجائی بانسری ۔	کشور ناہید	۷/۵۰

بڑے بچوں کے لیے دلچسپ کہانیاں

چالاک خرگوش کی واپسی	معراج	۵/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	مسعود احمد برکاتی	۹/-
غریب لکڑہارے کی کہانی	(ادارہ)	۶/-
نردولی کا آدم خور	〃	۲/-
ہمت کے کرشمے	〃	۶/-
خلائی مسافر	〃	۶/-
ابو خاں کی بکری	ڈاکٹر ذاکر حسین	۱۵/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	(کہانیاں)	۶/-
نرالے گوتیے	اشرف صبوحی	۴/-
باتونی کچھوا	〃 〃	۴/-
جادو کا چھلا	〃 〃	۳/-
جادو کی سارنگی	〃 〃	۳/-
بدر شہزادی	〃 〃	۲/-

سمندری طوفان اور تین لڑکے	(مختلف کہانیاں)	۶/-
ننھا سیاح	محمد زکریا سائل	۷/-
زیور	(مختلف کہانیاں)	۹/-
شہنشاہ نے کہا...	(مختلف کہانیاں)	۶/-
سام پر کیا گزری	سید اظفر مہدی	۳۲/۵۰
جنگو کی بلّی	عبدالاحد سندھی	۲/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	معراج	۷/۵۰
چور پکڑو	مسعود احمد برکاتی	۳/-
بہادر علی ۔	قمر علی عباسی	۷/۵۰
خالی ہاتھ ۔	انصار عبدالعلی	۹/-
کھلونا نگر ۔	ادارہ	۷/-
حاجی بابا کی ڈائری ۔	ظ۔ انصاری	۴/۵۰
قصہ اژدھا پکڑنے کا ۔	ادارہ	۵/-
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	〃	۶/-
ابو علی کا جوتا ۔	〃	۵/-
ننھا سراغ رساں ۔	ادارہ ۔	۵/-
پُراسرار غار ۔	〃	۵/-
ظالم ڈاکو ۔	ریاض احمد خاں	۶/-
عرب دیسوں کی عوامی کہانیاں ۔	انور خاں	۶/۵۰
دلّی کی شادی ۔	اشرف صبوحی	۴/-
رحمت شہزادہ ۔	〃 〃	۴/-
اندھے کا بیٹا ۔	شعیب اعظمی	۲/۵۰
پانچ جاسوس ۔	امۃ الرحمٰن محسنی	۸/۵۰
جنگل کی ایک رات ۔	ریحان احمد عباسی	۶/-
اچھی کہانیاں ۔	مرتبہ، ہمدرد فاونڈیشن	۲/۵۰
ہرن کا دل ۔	اشرف صبوحی	۲/-
دریا کی رانی ۔	〃 〃	۲/-
گوہر شہزادی ۔	〃 〃	۴/-
شریر شیرا ۔	〃 〃	۳/۵۰
پری رانی ۔	صالحہ خاتون	۳/-
خطرناک سفر ۔	ریاض احمد خاں	۳/۵۰

ننھا جھرو۔ ریحان احمد عباسی ۳/۵۰
مرغی کی چار ٹانگیں۔ یوسف ناظم ۲/۵۰
بابا نامہ۔ رشید الوحیدی ۳/-
سلامہ و صمصامہ۔ " " ۵/-
پہاڑ کی چوٹی پر۔ میرزا ادیب ۶/-
شرارت۔ محمد حسین حسان ۳/-
ننھا فرشتہ۔ فہمیدہ عتیق ۶/-
ایک کھلا راز۔ مسعود احمد برکاتی ۳/۵۰
مچھیرا اور اس کی بیوی۔ عبدالواحد سندھی ۳/۵۰
بھوتوں کا جہاز۔ شمیم حنفی ۴/۵۰
ہار کی تلاش۔ ریاض احمد خاں ۴/-
خرگوش کی چال۔ بیگم آصفہ مجیب ۳/-
آؤ ڈراما کریں۔ محمد مجیب ۳/-
خرگوش کا سپنا۔ کرشن چندر ۹/-
دادا نہرو۔ منور لکھنوی ۶/-
نیلا ہیرا۔ مظفر حنفی ۴/۵۰
ایک کچوری تیل میں۔ عبدالواحد سندھی (زیر طبع)
شیر خاں۔ قرۃ العین حیدر ۳/-
بھیڑیے کے بچے۔ " " ۳/-
لومڑی کے بچے۔ " " ۳/-
میاں ڈھینچو کے بچے۔ " " ۲/۵۰
بہادر۔ " " ۲/۵۰
ہرن کے بچے۔ " " ۱/۵۰
اس نے کیا کرنہ جانا۔ آصفہ مجیب ۳/-
کٹا ہوا ہاتھ۔ شمیم حنفی ۴/۵۰
میگھ نگر کا راجا۔ ریاض احمد خاں (زیر طبع)
جی دارا اور ننھا فرشتہ۔ " (")
سرکس۔ ڈین گیسپر ۱/۵۰
بندر اور نائی۔ عبدالواحد سندھی ۳/۵۰
لومڑی کا گھر۔ " ۲/۵۰
جادو کا گھر۔ " ۲/۵۰

بی مینڈکی اور کوا۔ " ۳/-
تاک دنا دن تاکے سے۔ " ۳/۵۰
روٹی کس نے پکائی۔ عبدالواحد سندھی ۲/۵۰
پھر میں چگوں کیا خاک۔ " ۳/۵۰
پانچ بونے۔ " ۳/۵۰
چیونٹی رانی۔ " ۳/۵۰
بچوں کی کہانیاں۔ " ۳/۵۰
پان کھاکر طبلہ بجاکر رام ناچا۔ " ۳/۵۰
پکڑ دُم کٹے کو۔ " ۳/۵۰
مدورانا پردیس چلے۔ " ۳/۵۰
ہپتو جپتو۔ " ۳/۵۰
سُرخ جوتے۔ بیگم قدسیہ زیدی ۳/۵۰
ریڈیو فیچر۔ جگن ناتھ آزاد (زیر طبع)
بلک نہ مارو۔ یوسف ناظم ۶/-
ایک دیس ایک خون۔ صالحہ عابد حسین ۳/-
جادو کے کھیل۔ اطہر پرویز (زیر طبع)
انعامی مقابلہ۔ حسین حسان ۳/۲۵
دعوتِ ملاجی۔ " زیر طبع
جیت کس کی؟ " ۲/۵۰
چینی کی گڑیا۔ " (زیر طبع)
بہادر سیاح۔ " ۳/۵۰
چچا غالب۔ مرتبہ " (زیر طبع)
تانبیل خاں۔ محمد حسین حسان ندوی ۲/۵۰
جن حسن عبدالرحمٰن (دو حصے) ترجمہ قرۃ العین حیدر۔ ۵/-
چوری کی عادت۔ عبدالغفار مدھولی ۳/۵۰
غیر ذمہ دار لڑکا۔ " (زیر طبع)
جب اور اب۔ آصفہ مجیب "
سندر چنار۔ صالحہ عابد حسین ۱/۵۰
گلابو چوہیا اور غبارے۔ قدسیہ زیدی ۱/۵۰
گلابو چوہیا اور پری زاد۔ " ۲/-

ستاروں کی سیر ۔ کرشن چندر زیر طبع
لال مرغی ۔ عبدالواحد سندھی ۳/-
تین اناڑی ۔ عصمت چغتائی ۶/-
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا ۔ کوثر بانو زیر طبع
چپاوت کا آدم خور شیر ۔ محمد معین ۱/۵۰
ننھا ٹٹو ۔ خورشید سلطان ۳/-
چنبیلی ۔ محمد حسین حسان ۱/۲۰
شہزادہ اور ٹھگ ۔ ادارہ ۲/-

تعلیم بالغاں کے سلسلے کی کتابیں

کفن دفن ۔ 〃 〃 〃 〃 -/۵۰
حیات اللہ انصاری ۔ 〃 〃 〃 〃 -/۵۰
چیچک ۔ مشتاق احمد ۱/-
آستین کا سانپ ۔ محمد حسین حسان ۱/-
چاند ۔ 〃 〃 ۱/-
دیمک ۔ 〃 〃 ۱/-
کتنی زمین ۔ 〃 〃 ۱/-
اندھ وشواس ۔ ہندی ۳/-
استری کو پڑھاؤ ۔ 〃 ۳/۵۰
سب مل کر ۔ 〃 ۳/۵۰
بینک آپ کی سیوا میں ۔ 〃 ۳/۵۰
پنچ تنتر دوم ۔ -/۵۰
〃 〃 سوم ۔ -/۵۰
ہرا چارہ ہرا رہے ۔ -/۵۰
مصطفےٰ کمال دوم -/۵۰
گرو نانک -/۵۰
تین سوال -/۵۰
حفیظ خانساماں -/۵۰
آدمی -/۵۰
مقدمے کی مار -/۵۰

لغات

پیامی قواعد اردو ۵/- طلبہ اڈیشن ۲/۵۰
پیامی ہوم اردو انگریزی ڈکشنری ۱۶/-
پیامی بیسک انگلش اردو ڈکشنری ۱۲/-
فیروز اللغات کلاں مولوی فیروزالدین ۱۳۰/-
اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری بابائے اردو ۱۲۰/-
〃 اردو انگلش ڈکشنری 〃 ۱۲۰/-
فرہنگ عامرہ ۴۵/-



• ہندی کی دوسری کتابیں

ہمارے نبیؐ زیر طبع
حضرت محمدؐ -/۶۰
ایورسٹ کی کہانی -/۵۰
گلستاں کی کہانیاں -/۵۰
مولانا روم کی کہانیاں -/۵۰
موسموں کا کھیل -/۴۵
پرم پرا -/۴۵
اپنا گھر -/۵۰

بامریکہ ۵/-
دہلی -/۵۰
منورنجن اور کام -/۵۰
چاندی کا چمچہ -/۴۰
چمپا کا پھول -/۲۵

ہماری درسی کتابیں

• اُردو

اُردو قاعدہ ۳/۵۰
رنگین قاعدہ حصہ اوّل ۱/۵۰
〃 حصہ دوم ۱/۵۰
اردو کی پہلی کتاب ۲/۵۰
〃 دوسری کتاب ۶/-
〃 تیسری کتاب ۸/-
〃 چوتھی کتاب ۸/۵۰
اردو کی پانچویں کتاب ۱۰/-
〃 چھٹی کتاب ۱۱/-
〃 ساتویں کتاب ۱۱/-
اردو کی آٹھویں کتاب ۱۲/-
بچوں کی پہلی ۳/۵۰
اردو کی دوسری برائے دہلی ۷/۵۰
〃 تیسری 〃 ۸/۷۵
〃 چوتھی 〃 ۱۰/-
اردو خوش خطی حصہ اوّل ۳/۵۰
〃 〃 دوم ۳/۵۰
〃 〃 سوم ۳/۵۰
〃 〃 چہارم ۳/۵۰

• حساب

حساب درجہ دوم ترجمہ: یاور حسین ۱۴/-
حساب درجہ سوم ترجمہ: شکیل احمد ۱۴/-
حساب چہارم 〃 ملکہ بیگم قزلباش ۱۴/-
〃 پنجم 〃 محمد یونس ۱۴/۵۰

• طالبات کے لیے

ہمارا ملک بھارت ۱۴/-
بھارت اور سنسار ۱۴/-
ہماری دلی سوم کلاس کے لیے ۱۴/-
ماحول کے ذریعہ تعلیم سوم
〃 〃 〃 چہارم ۱۴/
〃 پنجم ۱۴/-

• کالج کے طلبہ کے لیے درسی کتب

شعور ادب (ادارہ) ۱۸/-
نیا اردو نصاب۔ اوّل۔ قیصر زیدی/محمد ذاکر ۸/۵۰
آئینہ ادب۔ ڈاکٹر محی رضا/ڈاکٹر آدم شیخ ۱۲/-
انوار ادب۔ پروفیسر فصیح الدین/ڈاکٹر مجاہد حسین حسینی ۸/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
شاخیں
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اردو بازار دہلی ۱۱۰۰۰۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ پرنسس بلڈنگ بمبئی ۴۰۰۰۰۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ ۲


بڑے بچوں
کے لیے
مکتبہ
پیامِ تعلیم
کی
دلچسپ کتابیں
زلیخا
مزیدار
کہانیاں
قیمت ۶/
غذا کی کہانی
۳/=
ایک دلچسپ ناول
سام پر کیا گزری
سید اظفر مہدی
قیمت ٣/٥
شہنشاہ نے کہا
"میں مفلس ہوں"
قیمت ۶/
دلچسپ کہانیاں
پرواز
کی
کہانی
علی ناصر زیدی
قیمت ۳/
سمندری طوفان
اور
تین لڑکے
قیمت: ۶ روپے
ننھا سیاح
(ناول)
محمد زکریا مائل
عجیب و غریب جزیرے میں
ایک ننھے سیاح کے سفر کے
حیرت انگیز واقعات۔ ایک
دلچسپ اور چونکا دینے
والا ناول۔
قیمت
بچوں کے لیے
اشرف صبوحی
کی دلچسپ
کہانیاں
نرالے گویے ۴/
باتونی کچھوا ۴/
بدر شہزادی ۶/
جادو کی سارنگی ۳/
جادو کا جھلا ۳/

Licence No. U(SE)21 to post without prepayment of postage
Regd. No. DL-16013/92 March, 1992
Payam-i-Taleem Monthly
Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.
Regd. with R.N.I. at No 10537/64





نکل گئے ہیں
نئی اور دلچسپ کتابیں
ابوعلی کا جوتا
قیمت ۵/۵۰ روپے
عرب دیسوں کی عوامی کہانیاں
انور خاں
قیمت ۶/۵۰
ایک وحشی لڑکی کی آپ بیتی
قیمت ۶/-
پُراسرار غار قیمت -/۵
قصہ اژدہا پکڑنے کا
قیمت ۵/۵۰
کھلونا نگر
قیمت -/۷
ننھا سراغ رساں
قیمت ۵ روپے
مکتبہ پیام تعلیم -
جامعہ نگر - نئی دہلی ۲۵

"ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" — سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

اپریل ۱۹۹۲ جلد ۴۰ شمارہ ۴

بچوں کی نگارشات اور
دیگر مستقل کالم

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: =/40
سرکاری اداروں سے: =/55 روپے
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

اڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ

بچوں سے باتیں

یہ شمارہ جب آپ کے ہاتھ میں ہوگا اس وقت رمضان شریف رخصت ہونے والے ہوں گے اور آپ سب نے عید کی تیاری شروع کردی ہوگی، ہماری طرف سے سب پیامیوں اور ان کے بزرگوں کو عید کی پیشگی مبارک باد۔

اس بار ہمارے برہنپور کے مندرجہ ذیل پیامیوں نے اردو میں پتے لکھ کر ہمیں جوابی خطوط بھیجے۔ خطوط ذرا دیر سے ضرور ملے مگر مل گئے۔ آپ بھی اردو میں پتے لکھیے تاکہ کم از کم ڈاکیوں کے لیے اردو جاننا لازمی قرار دیا جائے۔ پیامیوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) عزیزہ یمین النساء (۲) عزیزی محمد امتیاز (۳) عزیزی عرفان عارف (۴) عزیزہ فہمیدہ خاتون (۵) عزیزی فخر عالم (۶) عزیزہ عشرت بیگم۔

ہم ان کے جذبے کی قدر کرتے ہیں۔ اپنی علالت کی وجہ سے ہم ان کو پہلے جواب نہ دے سکے ان کو شکریے اور مبارک باد کے خطوط لکھ رہے ہیں۔

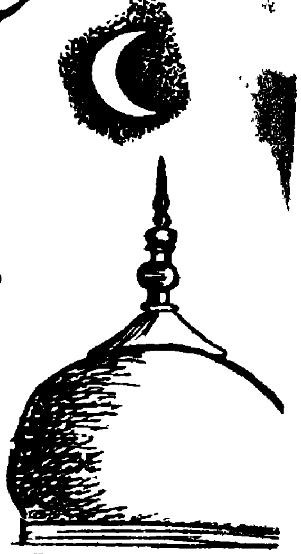
پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

۲

عید الفطر

جیندر بہادر موج
د ج مارگ، فتح گڑھ



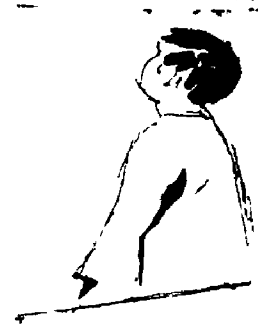


ہندو کی عید ہے نہ مسلماں کی عید ہے
دنیا میں رہنے والے ہر انساں کی عید ہے

تنظیمِ نو بہارِ گلستاں کی عیٔد ہے
برگ و سمن کی سنبل و ریحاں کی عید ہے

سرشارِ لطفِ عید کہیں حرف یہ جہاں
تاروں کی ماہ و مہرِ درخشاں کی عید ہے





روزہ نماز و زہد کی پابندیوں کے ساتھ
اہلِ خرد کی صاحبِ ایماں کی عید ہے

چاروں طرف ہیں رحمت باری کی بارشیں
یعنی نزولِ رحمتِ یزداں کی عید ہے





ناقوس اور اذاں کی صداؤں کے درمیاں
دیر و حرم میں گیتا و قرآں کی عید ہے

ساحل سے ہمکنار ہیں موجیں سرور میں
اے موج آج ساحل و طوفاں کی عید ہے



ہمارے نبی کتنے پیارے نبیؐ

مولانا عبدالوحید خاں کی کتاب "پیغمبرِ انقلاب" کے ایک باب کی تلخیص

انتخاب: م۔ الف راشد

فرانس کے مشہور فلسفی والیٹر نے کہا تھا کہ کوئی شخص اپنے قریبی لوگوں میں ہیرو نہیں ہوتا۔ کیونکہ قریبی لوگ کسی شخص کی پوری زندگی کے بارے میں جانتے ہیں اور کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہوتا جو زندگی کے ہر معاملے میں بہت اچھا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دور رہنے والوں کو ایک شخص جتنا اچھا معلوم ہوتا ہے، قریب رہنے والوں کو وہ اتنا اچھا نہیں لگتا۔ اسی لیے وہ ان کے لیے کوئی ہیرو نہیں ہوتا۔ مگر یہ کلیہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق نہیں آتا کیوں کہ تاریخ بتاتی ہے، کہ جو شخص آپ سے جتنا قریب تھا وہ اتنا ہی آپ کا گرویدہ تھا اور آپ پر فدا تھا۔

اخلاق کی دو سطحیں ہوتی ہیں۔ ایک معمولی سطح اور ایک برتر سطح۔ معمولی اخلاقیات تو یہ ہے کہ آپ سے جو شخص جیسا سلوک کرے آپ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں۔ یعنی جو آپ کے ساتھ اچھائی کرے، آپ اس کے ساتھ اچھائی کریں اور جو آپ کے ساتھ برائی سے پیش

ئے آپ بھی اس کے ساتھ برائی سے پیش آئیں۔ اسے جوابی اخلاق کہتے ہیں۔ لیکن اخلاق کی برتر سطح یہ ہے کہ آپ سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔ ان کے ساتھ بھی جو آپ کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور ان کے ساتھ بھی جو آپ سے برائی کرتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبیؐ برتر اخلاق کی اسی اعلیٰ سطح پر فائز تھے۔ آپؐ کے دشمن بھی آپؐ کے اچھے اخلاق کے قائل تھے۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں، جو مجھ کو نہ دے میں اس کو دوں، جو مجھ پر ظلم کرنے میں اسے معاف کر دوں۔

آپؐ نے اپنی عملی زندگی میں بار بار اللہ کے اس حکم کی عملی شہادت پیش کی۔ وادیٔ طائف میں جب آپ وہاں کے سرداروں کے پاس اللہ کا پیغام لے کر پہنچے تو انھوں نے اسلام قبول کرنے کی بجائے شہر کے شریر اور آوارہ لڑکوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ جنھوں نے پتھر مار مار کر آپؐ کو لہو لہان کر دیا اور آپؐ نے ایک باغ میں چھپ کر اپنی جان بچائی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔ آپؐ کہیں تو میں آپؐ پر ظلم کرنے والوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر تباہ کر دوں مگر آپؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خدایا ان کو صحیح راستہ دکھا۔ کیوں کہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ کا یہی اخلاق تھا جس نے دشمنوں کو اس طرح زیر کیا کہ سارے عرب نے آپؐ کے پیغام کو قبول کر لیا۔ آپؐ کے اعلیٰ کردار کے آگے کوئی تعصب، کوئی عداوت اور کوئی ہٹ دھرمی ٹھہر نہ سکی۔ آپؐ کی بلند سیرت لوگوں کو جادو کی طرح تسخیر کرتی چلی گئی۔

زید بن حارث آپ کے ذاتی غلام تھے۔ یہ بچپن میں اغوا ہوئے اور اپنے ماں باپ سے بچھڑ گئے تھے۔ مختلف ہاتھوں سے ہوتے ہوئے جب یہ آپؐ کے پاس پہنچے تو پھر آپؐ ہی کے ہو کر رہ گئے۔ ایک مرتبہ ان کے باپ اور چچا کو معلوم ہوا کہ زید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں تو وہ لوگ آپؐ کے پاس حاضر ہوئے اور زید کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر زید جانا چاہے تو چلا جائے میں اسے نہیں روکوں گا۔ زید سے پوچھا گیا تو انھوں نے پیارے نبیؐ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی اور باپ اور چچا کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ باپ اور چچا بہت حیران تھے۔ انھوں نے کہا "تم آزادی کو چھوڑ کر غلامی کو پسند کرتے ہو اور اپنوں کو چھوڑ کر غیروں میں رہنا چاہتے ہو۔" زید نے کہا۔ "میں نے محمدؐ کے اندر جو خوبیاں دیکھی ہیں اس کے بعد میں کسی کو بھی ان کے اوپر ترجیح نہیں دے سکتا۔" یہ اللہ کے نبیؐ کے اعلیٰ اخلاق کا کرشمہ تھا کہ ایک بچہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر آپؐ کے ساتھ رہنا پسند کرتا

تھا

○ اللہ کے رسول ؐ کے صحابی بھی آپ کے اعلا اخلاق کو اپنی زندگیوں میں اپنانے کی ہمت کوشش کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کا واقعہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ پر جھوٹی تہمت لگائی گئی تو آپؓ نے تہمت لگانے والے اپنے غریب رشتہ دار کی، جس کی آپ مالی مدد کیا کرتے تھے، امداد بند کردی۔ اس پر اللہ کے رسول ؐ کے پاس وحی آئی کہ اگر کوئی شخص معاشی اعتبار سے ضرورت مند ہے تو اس کے اخلاقی جرم کی وجہ سے اس کی مالی امداد بند نہ کرو بلکہ اس کے جرم سے درگزر کرو اور اس کا قصور معاف کرتے ہوئے اس کی مدد جاری رکھو۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے اس غریب رشتہ دار کی مدد دوبارہ شروع کردی۔

ایک بار حضرت ابو بکر صدیقؓ رسول اکرم ؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر آپؓ کو بُرا بھلا کہنا شروع کردیا۔ دو مرتبہ تو آپؓ خاموش رہے مگر تیسری بار آپؓ نے جواب دیا تو حضور پاک ؐ ناراض ہو کر وہاں سے اٹھ گئے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی ناراضگی کی وجہ پوچھی تو آپ ؐ نے فرمایا کہ "جب تک تم خاموش تھے تمھاری طرف سے ایک فرشتہ جواب دے رہا تھا۔ جب تم بولے تو فرشتہ درمیان سے ہٹ گیا۔" اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی شخص برائی کا انتقام خود نہیں لیتا تو اس کی طرف سے اللہ انتقام لیتا ہے۔ اور بھلا اللہ سے اچھا انتقام لینے والا کون ہے۔

ایک مرتبہ آپ ؐ نے ایک یہودی سے کچھ اشرفیاں قرض لیں۔ کچھ دن کے بعد یہودی نے تقاضا کیا، آپ نے کہا، "اس وقت تو میرے پاس تمھیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔" یہودی اس پر بگڑ گیا اور بدزبانی کرنے لگا، یہ اس دور کی بات ہے جب آپ ؐ کی حکومت مدینہ میں قائم ہو چکی تھی اور آپ ؐ اس کے خلاف کارروائی کرنے کی طاقت رکھتے تھے چنانچہ صحابہ نے ڈانٹ کر اس یہودی کو بھگانا چاہا تو آپ ؐ نے اپنے ساتھیوں کو منع کیا اور کہا کہ "مجھے ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔" آپ ؐ کا یہ اخلاق دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

ایک مرتبہ یہودی عالموں کی ایک جماعت آپ ؐ کے پاس آئی۔ جب وہ لوگ آپ ؐ کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا "السام علیکم (تباہی ہو تم پر)۔ اس وقت حضرت عائشہ وہاں موجود تھیں۔ انھوں نے کہا، "بلکہ تم لوگ غارت ہو اور تم پر خدا کی لعنت ہو۔" آپ نے حضرت عائشہ کو اس قسم کا جواب دینے سے منع فرمایا اور کہا "خدا مہربان ہے اور وہ ہر کام میں مہربانی کو پسند کرتا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ مخالف کا دل جیتنے کے لیے اس سے بڑا کوئی حربہ نہیں ہے کہ بدزبانی کا جواب نرم باتوں سے دیا جائے۔

ایک مرتبہ ثمامہ نامی ایک شخص مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوا۔ عرب کے قبائلی ماحول میں کسی شخص کا دشمن کی قید میں چلا جانا اس کی یقینی موت کا سبب بنتا تھا۔ مگر حضور پاک ؐ نے ثمامہ کی خواہش پر اسے

آزاد کر دیا۔ وہ شخص اتنا متاثر ہوا کہ اسلام دشمنی سے توبہ کر لی اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے کہ حضور پاکؐ کا اخلاق قرآن مجید کی عملی تفسیر تھا۔ آپؐ نے کبھی کسی خادم کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا نہ کسی عورت کو نہ کسی مرد کو۔ البتہ آپؐ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔ آپؐ کو خواہ کوئی بھی تکلیف پہنچائی گئی ہو، کبھی آپؐ نے اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑا جاتا تھا تو آپؐ اللہ کے لیے اس کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔

حضرت انسؓ کا یہ بیان ہے کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی مگر کبھی آپؐ نے اُف تک نہ کیا اور نہ کبھی میرے کسی کام کے بارے میں آپؐ نے کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کی بابت بھی آپؐ نے کبھی یہ نہ کہا کہ تم نے اس کو کیوں نہیں کیا۔ وہ تمام لوگوں میں اچھے اخلاق والے تھے۔

حضرت انسؓ کا یہ بیان آپؐ کے اعلا اخلاق کی شہادت ہے اور بہترین شہادت تو وہی ہوتی ہے جو گھر کا بھیدی دے۔

بہلایا گیا ہوں

عبد اللہ ابن اظہر، راولپنڈی

کبھی بسکٹ سے بہلایا گیا ہوں
کبھی چائے پہ ٹرخایا گیا ہوں

جہاں کھانے کی کوئی چیز آئی
وہیں میں یاد فرمایا گیا ہوں

شرارت کے لیے کافی ہے جب گھر
تو کیوں اسکول بھجوایا گیا ہوں

مہینے بھر سے بچتا پھر رہا تھا
بالآخر آج نہلایا گیا ہوں

ابھی میں طفلِ مکتب ہی ہوں لیکن
پڑھے لکھوں میں لکھوایا گیا ہوں

بہت اچھی غزل کا شعر ہوں میں
بہت ہی خوب فرمایا گیا ہوں

پلاؤ کے بہانے دعوتوں میں
چھری کانٹوں میں اُلجھایا گیا ہوں

ابھی بچپن ہے عبد اللہ میرا
کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

جاگو جگاؤ

اچھا انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں سے محبت کرے۔ لڑے جھگڑے نہیں۔ دوستی کا حق ادا کرے۔ اپنے دوستوں، ساتھیوں، بھائیوں کو برائی سے روکے۔ ان کی برائی نہ چاہے، ان کی برائی نہ کرے۔ ان کی بھلائی چاہے۔ نہ خود ان سے لڑے نہ ان کو آپس میں لڑائے۔ انسانوں کو آپس میں لڑانا بہت بڑا عیب ہے، گناہ ہے۔ انسانوں کو ملانا جوڑنا، دوستی کرانا اور صلح کرانا بہت بڑی نیکی اور بھلائی ہے۔

قرآن حکیم کی سورۂ النسا میں فرمانِ الٰہی ہے کہ صلح بہتر ہے :

والصلح خیر (آیت : ۱۲۸)

جب دو انسان آپس میں محبت اور پیار سے ملتے ہیں تو دونوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ پیار، محبت میں جو سکون ہے وہ دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے۔ زندگی کا لطف محبت ہی میں ہے۔ اگر دو انسانوں یا گروہوں یا دو قوموں میں لڑائی یا رنجش ہوجائے تو ان میں دوستی کرانا، بہت نیک کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کریں۔ سورۂ حجرات میں ہے :

"بے شک مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح قائم رکھو"۔

(ترجمہ آیت : ۱۰)

میل، محبت، دوستی، مروت، خوش کلامی، اتفاق اور اتحاد میں بڑی برکت ہے، مزہ ہے، سکون ہے، مل جل کر رہنا، ایک دوسرے کے کام آنا، ایک دوسرے کی ہمدردی کرنا ــــ اچھے انسانوں میں یہ سب خوبیاں ہوتی ہیں ۔ ایسے انسان بڑے آرام اور اطمینان سے رہتے ہیں۔ لڑنے لڑانے والے لوگ نہ خود آرام پاتے ہیں نہ دوسروں کو سکون سے رہنے دیتے ہیں۔

خود بھی پیار، محبت سے رہو اور دوسروں کو محبت اور دوستی کرنا سکھاؤ۔

تمھارا دوست اور ہمدرد — حکیم محمد سعید

آخری حصہ

کمانڈو

دورانِ پرواز اچانک اُن پر اسلحہ تان لیا گیا۔ پھر جس جزیرے پر انہیں

اُتارا گیا وہ اُن کے لیے اجنبی تھا

پل پل کروٹیں بدلتی تحریر

محمد سعید عباس

ایک لڑکی (سہیلی سے) اب میں تمہارے گھر تھوکنے بھی نہ آؤں گی۔
سہیلی: بڑی اچھی بات ہے تھوکنے سے بیماری پھیلتی ہے۔

پروفیسر احمد علی نے گھوم کر اس کمرے کو دیکھا جس میں انھیں بند کیا گیا تھا۔ ان کا اسسٹنٹ ناصر بھی ان کے ساتھ تھا۔

"ناصر! ہمیں یہاں آئے ہوئے نو گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اب ہمیں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنا چاہیے۔" پروفیسر احمد علی بولے۔

"مگر کیسے؟ پروفیسر صاحب، دیکھیے، باہر فوجی کتنے چوکنے انداز میں پہرہ دے رہے ہیں۔" ناصر نے دائیں جانب موجود کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "پروفیسر صاحب! مجھے یہاں سے بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ ہم یہاں بری طرح پھنس چکے ہیں۔"

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔" پروفیسر صاحب نے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا اور پھر اچانک ان کی نظر کمرے میں موجود آتشدان پر پڑی، جس میں سے اٹھنے والے دھوئیں کو باہر نکالنے کے لیے ایک چوڑا سا راستہ بنا ہوا تھا

"ناصر! میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ اگر ہم کوشش کریں تو اس چمنی کے ذریعے فرار ہو سکتے ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں سر! ہم کوشش کریں تو یہاں سے نکل سکتے ہیں۔ ٹھہریے میں پہلے اندر گھس کر دیکھتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے ناصر اندر گھس گیا۔

تھوڑی دیر بعد پروفیسر احمد علی کو اس کا مایوس چہرہ نظر آیا۔

"کیا ہوا ناصر؟" پروفیسر احمد علی نے آگے بڑھ کر پوچھا۔



"سر! چمنی کے درمیان لوہے کی جالی لگی ہوئی ہے ہم جب تک اس جالی کو نہ توڑلیں یہاں سے نہیں نکل سکتے۔
ناصر کی یہ بات سن کر پروفیسر احمد علی کچھ سوچنے لگے۔

....☆....☆....

پروفیسر صاحب صوفے پر خاموش بیٹھے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی' پھر کرنل کرن کمرے میں داخل ہوا۔ "پروفیسر صاحب! یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کیجیے گا کیوں کہ میرے آدمیوں کی گولیاں یہ نہیں دیکھیں گی کہ سامنے کون ہے اور ہاں آپ کے ملک سے ایک کمانڈو آپ کو چھڑانے کے لیے آرہا ہے۔ دیکھیے گا ہم اس کا استقبال کس شاندار طریقے سے کریں گے۔ رات ہو چکی ہے میں نے آپ کے کھانے کا بندوبست کردیا ہے۔ تھوڑی دیر میں میرا آدمی کھانا لے آئے گا۔ آپ کھا لیجیے گا ویسے بھی آپ کی زندگی کے چند گھنٹے رہ گئے ہیں۔ اس لیے جس چیز کی ضرورت ہو مجھے ضرور بتا دیجیے گا۔ کرنل کرن یہ کہہ کر مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

پروفیسر احمد علی کرنل کے جانے کے بعد بولے۔" ناصر! تم نے سنا کرن کیا کہہ رہا تھا۔ حکومت نے کوئی کمانڈو ہمیں چھڑانے کے لیے بھیجا ہے۔" اچانک ان کی نظر آتش دان والی سلاخ پر پڑی ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا وہ بولے۔" ناصر! ہم اس سلاخ کی مدد سے چمنی کے درمیان موجود لوہے کی جالی کو توڑ سکتے ہیں!"

"کیوں نہیں سر!" ناصر نے کہا اور پھر احمد علی کے ہاتھ سے سلاخ لے کر آتش دان میں گھس گیا۔

....☆....☆....

کوبرا کے ہاتھوں میں مشین گن تھی جبکہ دائیں جانب ران کے ساتھ کمانڈو چاقو لٹک رہا تھا۔ گلے میں کیمرہ نما دوربین تھی۔ کوبرا نے آخری بار ہتھیاروں کا جائزہ لیا پھر ایک ڈبیا نکال کر اس میں سے کالے رنگ کی سیاہی سے اپنے منہ پر چار لکیریں کھینچ لیں۔ اس نے اپنی گھڑی کی جانب دیکھا جس میں چار بج کر تیس منٹ ہونے والے تھے۔

ٹھیک ساڑھے چار بجے کوبرا دبے قدموں چلتا ہوا چٹانوں کی جانب بڑھا۔ اس کی آنکھوں سے دوربین لگی ہوئی تھی۔ اس نے دیکھا سامنے کچھ فاصلے پر بیرکیں بنی ہوئی تھیں۔ دائیں جانب چند مکانات موجود تھے جن کے درمیان میں پانی ایک چوڑی نہر کی صورت میں بہہ رہا تھا جبکہ ان مکانوں تک پہنچنے کے لیے درمیان میں ایک لکڑی کا پل بنا ہوا تھا۔ اس مکان سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا رن وے بھی بنا ہوا تھا' جہاں تین F-5 اور دو فائیٹر کھڑے تھے۔ ایک جانب ایک پسنجر جہاز بھی کھڑا تھا۔ دائیں جانب اسے چند فوجی ٹرک بھی نظر آئے۔ کوبرا نے دیکھا کہ چاروں طرف مسلح فوجی چوکنے انداز میں پہرہ دے رہے تھے۔ اس نے بائیں جانب بنی بیرکوں کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کیا اور چٹانوں سے نکل کر ان بیرکوں کی طرف رینگنا شروع کردیا۔

کچھ دیر بعد وہ پہلی بیرک کے عقب میں پہنچ گیا۔ اس نے وہاں ریموٹ کنٹرول بم فٹ کردیا' اچانک اسے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ بیرک کی دیوار کے ساتھ لگ کے کھڑا ہوگیا۔ دوسرے ہی لمحے چاقو اس کے ہاتھوں میں موجود تھا۔ یہ ایک پہرے دار سپاہی تھا جو بیرکوں کے گرد چکر لگا کر اس کی حفاظت کررہا تھا جیسے ہی سپاہی

نمودار ہوا کوبرا کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر جم گیا جبکہ چاقو نے پل بھر میں سپاہی کی گردن کاٹ ڈالی۔ وہ بیچارہ منہ سے آواز بھی نہ نکال سکا۔

کوبرا سپاہی کی لاش گھسیٹتا ہوا ایک جانب لے گیا اور خود دوسری بیرکوں کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے وہاں بھی ریموٹ کنٹرول بم لگا دیے۔ اب وہ سامنے کھڑے ٹرکوں کی جانب جانا چاہتا تھا کہ اچانک ایک طرف سے دو سپاہی تیزی سے نمودار ہوئے وہ کوبرا کو سامنے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کوبرا نے ان کی حیرانی سے پورا فائدہ اٹھایا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ سے نکل کر چاقو ایک سپاہی کی گردن میں پیوست ہو گیا دوسرے نے اپنے ہاتھوں میں موجود اشین گن سیدھی کرنے کی کوشش کی لیکن کوبرا نے پلک جھپکتے میں بائیں جانب جیب میں موجود سائیلنسر لگے ریوالور کا ٹرائیگر دبادیا۔ سپاہی گولی چلانے کی حسرت دل میں لیے وہیں گر پڑا اس کے گرنے سے آواز پیدا ہوئی اور وہ علاقہ تیز روشنی میں نہا گیا۔ کوبرا نے فوراً ایک جانب چھلانگ لگا دی۔ دوسرے ہی لمحے مشین گن کی گولیاں ٹھیک اسی جگہ پڑیں جہاں تھوڑی دیر پہلے کوبرا کھڑا تھا۔ دراصل کوبرا اس ٹاور کو نہیں دیکھ سکا تھا جہاں سپاہی کھڑے تھے۔

اس نے زمین پر گرتے ہی پھرتی سے آئی راکٹ لانچر کو ٹاور کی طرف کر کے بٹن دبا دیا۔ ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ لانچر سے نکلنے والے راکٹ نے ٹاور کے پرخچے اڑا دیے۔ کوبرا نے فوراً اپنی جگہ چھوڑی اور دو راکٹ بائیں جانب ٹرکوں کی طرف فائر کر دیے۔ خوفناک دھماکوں کے ساتھ ٹرکوں کا ملبہ چاروں طرف پھیل گیا۔ کوبرا نے لانچر کو ایک طرف پھینکا۔ مشین گن پر اپنی گرفت مضبوط کر لی اور جیب میں رکھے ہوئے ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبا دیا۔ دوسرے ہی لمحے تمام بیرکیں ٹکڑوں کی صورت میں فضا میں بکھر گئیں۔ سپاہی ادھر ادھر بھاگنے لگے آگ کے شعلے لپک رہے تھے۔ کوبرا مشین گن سے فائرنگ کرتا ہوا پل کی جانب بڑھا۔ اسے یقین تھا کہ پروفیسر سے

پل کی دوسری جانب بنے ہوئے مکانوں میں سے کسی ایک مکان میں موجود ہے ۔اسی عرصے میں جزیرے میں موجود باقی فوجیوں نے بھی جگہ سنبھال لی تھی اور کوبرا پر فائرنگ کر رہے تھے ۔ کوبرا جب پل کے نزدیک پہنچا تو اسے بائیں جانب سے چند فوجی فائرنگ کرتے اپنی جانب بڑھتے دکھائی دیے ۔ اس نے تیزی سے مشین گن کو ایک جانب پھینکا اور جیکٹ کے اندر موجود گرنیڈ نکال کر اس کی پن کھینچی اور اسے سپاہیوں کی طرف اچھال دیا۔ ایک دھماکا ہوا اور سپاہی دور جاگرے ۔ گرنیڈ پھٹنے سے وہ بری طرح زخمی ہو گئے تھے کوبرا نے مشین گن دوبارہ اٹھائی ۔ اب کوبرا کے ہاتھوں میں مشین گن آگ اگل رہی تھی ۔ وہ تیزی سے بھاگتا ہوا پل پار کر گیا۔ جاتے ہوئے اس نے پلٹ کر دو گرنیڈ پل کے درمیانی حصے میں پھینکے ۔ زوردار دھماکے ہوئے اور پل درمیان سے ٹوٹ گیا ۔ دوسری جانب فوجی مسلسل کوبرا پر فائرنگ کر رہے تھے ۔ پل کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے فوجی اس طرف نہیں آسکتے تھے کوبرا فائرنگ کرتا ہوا مکان تک پہنچ گیا ۔ یہاں شیشوں کے روشندان موجود تھے اچانک اسے روشندان میں سے ایک حیرت ناک منظر دکھائی دیا اور دوسرے ہی لمحے اس نے روشندان کے اندر چھلانگ لگادی۔

....☆....☆....

" سر! جالی اس سلاخ سے نہیں ٹوٹ رہی ۔" پروفیسر احمد علی کے اسسٹنٹ ناصر نے آتشدان سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

" اوہ ۔" پروفیسر صاحب بولے ۔ اچانک باہر انھیں دھماکوں اور فائرنگ کی آواز سنائی دی ۔" ارے یہ کیا ہو رہا ہے ۔شاید کوئی ہماری مدد کو پہنچ گیا ہے ۔" پروفیسر احمد علی یہ کہتے ہوئے کھڑکی کی جانب بڑھے انھوں نے دیکھا کہ جزیرے میں موجود تمام بیرکیں تباہ ہو چکی ہیں ۔ چاروں طرف آگ کے شعلے ہیں۔

کمرے کا دروازہ کھلا ۔ کرنل کرن اندر داخل ہوا اور غصے سے پروفیسر کی جانب دیکھتے ہوئے بولا ۔" پروفیسر! تمھارے ملک کا بھیجا ہوا کمانڈو پہنچ گیا ہے مگر وہ تمھیں یہاں سے زندہ نہیں لے جاسکے گا ۔" یہ کہہ کر کرنل نے تیزی سے اپنا بایاں ہاتھ آگے بڑھایا اس کے ہاتھوں میں خوفناک ریوالور چمک رہا تھا اور ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔

اچانک ناصر نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور پروفیسر کو ایک جانب دھکیل دیا ۔ کرنل کرن کے ریوالور سے نکلی ہوئی گولی ناصر کے سینے میں جا گھسی ۔ اسی لمحے شیشہ ٹوٹنے کی آواز سنائی دی۔ کوبرا روشندان کا شیشہ توڑتا ہوا کرنل کرن پر آگرا ۔ کرنل نے کوبرا کو اپنے اوپر سے دھکیلا اور خود پروفیسر کا نشانہ لے کر گولی چلادی۔ کوبرا نے فرش پر گرتے ہی پروفیسر احمد علی کی جانب چھلانگ لگادی اور انھیں لیتا ہوا صوفے کے پیچھے جاگرا۔ کرنل کی چلائی ہوئی گولی کوبرا کے بازو میں گھس گئی ۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے جسم میں انگارے بھر دیے ہوں ۔ دوسرے ہی لمحے کوبرا کے ہاتھوں میں اس کا ریوالور موجود تھا ۔ کرنل کرن یہ سمجھ رہا تھا کہ کوبرا خالی ہاتھ ہے۔

کوبرا نے اچانک صوفے کے پیچھے سے کرنل کرن پر گولی چلادی ۔ ریوالور سے نکلی ہوئی گولی سیدھی کرنل کی پیشانی میں جا گھسی اور وہ ریوالور ہاتھوں میں لیے زمین پر جا گرا ۔

"جلدی کریں پروفیسر۔" کوبرا نے پروفیسر احمد علی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جو ناصر کا سر اپنی گود میں لیے بیٹھے تھے۔

"ناصر! تم نے ایسا کیوں کیا؟" پروفیسر احمد علی نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

ناصر جو زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا' بولا ۔ "پروفیسر صاحب! اس وطن کو مجھ سے زیادہ آپ کی ضرورت ہے۔" اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔

"چلیے پروفیسر صاحب!" کوبرا پروفیسر صاحب کو رن وے کی جانب لے کر دوڑا جہاں F-5 اور فائیٹر طیارے کھڑے تھے۔ کچھ دیر میں وہ ایک فائیٹر طیارے کے پاس پہنچ گئے۔ کوبرا نے پروفیسر صاحب کو طیارے کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد انجن جاگ اٹھا اتنی دیر میں چند دشمن فائر کرکے وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے طیارے کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ گولیاں برساتے ہوئے آ رہے تھے۔

طیارے نے رن وے پر آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا۔ کوبرا نے طیارے کی اسپیڈ میں اضافہ کر دیا۔ کچھ دیر بعد طیارہ رن وے سے بلند ہو گیا وہ ایک فائیٹر طیارہ تھا اس میں اینٹی کرافٹ گن فٹ تھی۔

"پروفیسر صاحب! آپ دائیں جانب لگی گن کو دیکھ رہے ہیں۔" کوبرا بولا۔

"ہاں!" پروفیسر نے جواب دیا۔

"میرا اندازہ ہے کہ دشمن کے طیارے ہمارے طیارے پر حملہ کرکے ہمیں مار گرانے کی کوشش کریں گے۔ آپ اس گن کے پاس موجود سیٹ پر بیٹھ جائیے اور اپنے آپ کو اس حفاظتی بیلٹ سے باندھ لیجیے۔" کوبرا بولا۔ "جب میں کہوں آپ گن کے دائیں جانب لگا بٹن دبا دیجیے گا۔" کوبرا بولا۔

"ٹھیک ہے۔" پروفیسر نے کہا اور وہ گن کے پاس سیٹ پر جا کر بیٹھ گئے۔

"دیکھیے' دشمن ہم پر حملہ کرنے آگیا ہے۔" وہ تینوں F-5 لڑاکا طیارے تھے جو کوبرا کے فائیٹر کے قریب پہنچ گئے تھے۔ کوبرا نے طیارے کو ایک جانب جھکاتے ہوئے چیخ کر کہا۔ "فائر!"

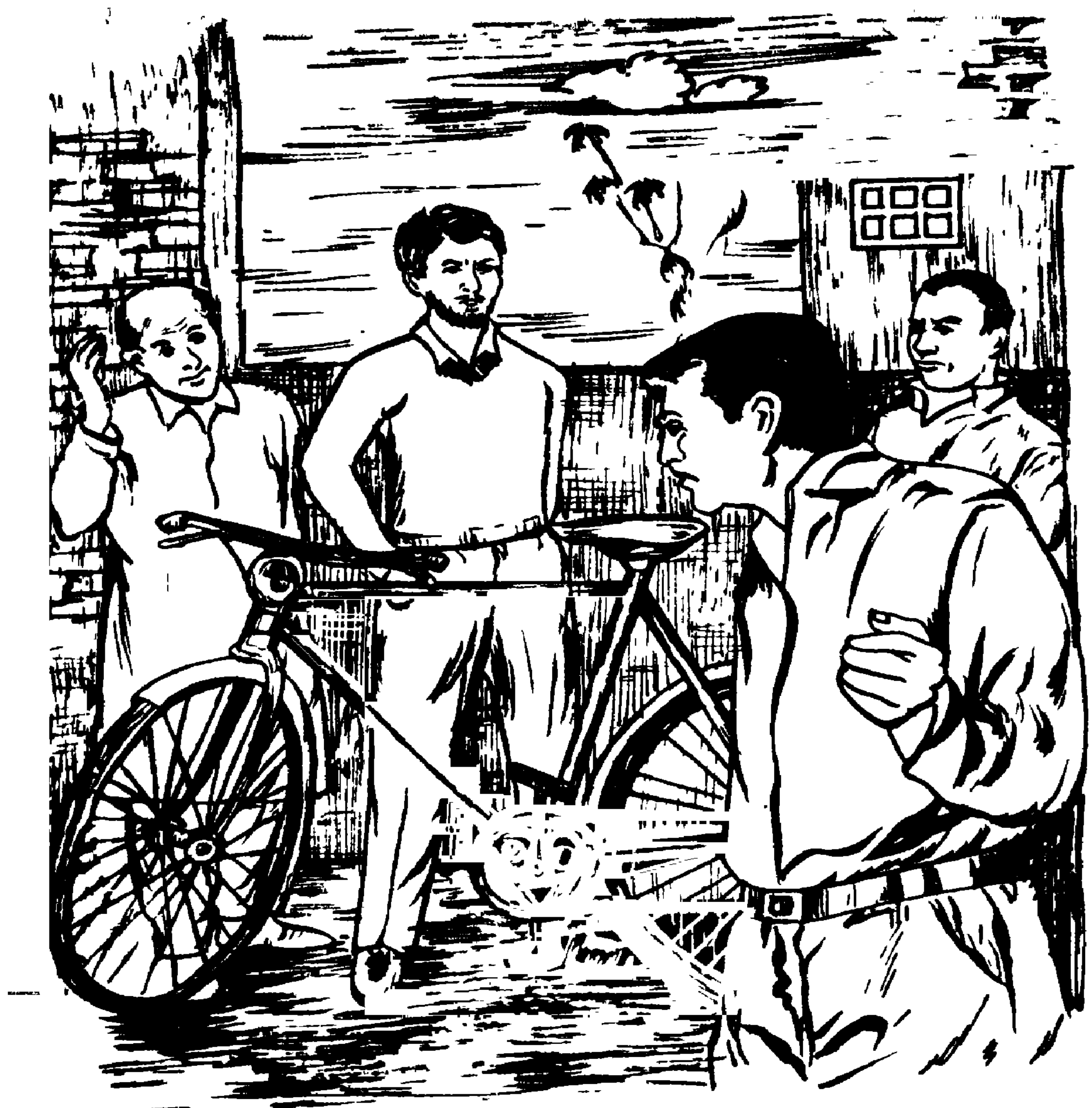
پروفیسر احمد علی نے بٹن دبا دیا۔ دوسرے ہی لمحے اینٹی ایئر کرافٹ گن سے نکلی گولیاں سیدھی ایک F-5 کے انجن میں جا لگیں اور وہ دھواں چھوڑتا ہوا سیدھا زمین کی طرف گرتا چلا گیا۔ بقیہ دونوں طیارے اب محتاط ہو کر حملہ کرنے لگے۔ کوبرا ہر دفعہ اپنے طیارے کو بچاتا۔ زندگی اور موت کی اس جنگ میں کوبرا نے سامنے دیکھا تو اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ دور سے اپنے ملک کے پانچ لڑاکا طیارے آ رہے تھے۔ انھوں نے آتے ہی کوبرا کے طیارے کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

کچھ دیر بعد کوبرا کا طیارہ ملک کے ایک ائیر بیس کے رن وے پر اتر چکا تھا وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو چکا تھا۔

☆☆☆....☆☆☆

نوکرانی (مالکہ سے) آپ نے مجھ پر چوری کا فضول الزام لگایا ہے۔ مجھے وہ الفاظ نہیں مل رہے کہ جس سے آپ کی تسلی کراؤں۔

مالکہ: تمھیں الفاظ نہیں مل رہے اور مجھے دو قمیص' ایک شلوار اور دو میز پوش نہیں مل رہے۔



یادگار عید

محمد خالد

میرا نام خوشی محمد ہے۔ میں اپنی زندگی کی کتی عیدیں منا چکا ہوں۔ جب بھی عید آتی ہے تو نئے کپڑے بنتے ہیں، نئے جوتے آتے ہیں۔ عید کی تیاری رمضان آتے ہی شروع کردی جاتی ہے اور پھر رمضان کے بعد عید آتی ہے۔ اس دن نئے کپڑے اور نئے جوتے پہن کر سب لوگ خوش خوش عید ک

پڑھنے جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے گلے مل کر مبارک باد دیتے ہیں۔ بچوں کو عیدی ملتی ہے اور بچوں ہونے کے ساتھ ساتھ عید کی خوشی بھی رفتہ رفتہ کم ہونے لگتی ہے۔ دو تین روز بعد زندگی کا وہی معمول شروع ہو جاتا ہے۔ عید پرانی ہو جاتی ہے۔ لوگ اسے بھول جاتے ہیں اور اگلی عید کی باتیں کرنے لگتے میں ابھی تک اپنی زندگی کی ایک عید کو نہیں بھول سکا ہوں۔ اس عید نے مجھے جو خوشی دی تھی اس کو شاید کبھی نہ بھول سکوں۔

رمضان المبارک کے آخری روزے چل رہے تھے۔ عید کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں۔ اس ابو نے مجھ سے کہا تھا کہ عید کی خریداری میں اپنی جیب سے کروں۔ اپنے نئے کپڑے، نئے جوتے دوسری چیزیں خود خریدوں۔ چناں چہ میں نے ارادہ کر لیا کہ اس بار عید اس انداز سے مناؤں کہ ایک عید بن جائے۔

عید کے دن قریب آ رہے تھے۔ نئے کپڑے، نئے جوتے اور دوسری چیزیں تو عید منانے کے لیے یدی ہی جاتی ہیں۔ مگر میری خواہش تھی کہ اس مرتبہ کچھ اور ہی خریدوں۔ کوئی انوکھی اور نادر چیز، مگر وہ کیا ہو، یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ غرض دن گزرتے رہے۔

عید میں چند دن باقی رہ گئے تھے۔ مجھے تنخواہ عید کی وجہ سے پہلے ہی مل گئی تھی۔ اپنی عید کو بنانے کے لیے سوچتا چلا آ رہا تھا۔ میرے ذہن میں بہت سی باتیں تھیں۔ اپنی دھن میں مگن چلا رہا تھا کہ راستے میں ایک جگہ لوگوں کی بھیڑ دیکھی۔ وہاں اچھی خاصی ہلچل تھی۔ طرح طرح کی آوازیں بھی دے رہی تھیں۔ میں نے قریب جا کر دیکھا تو ہجوم کے بیچ میں ایک نئی سائکل کھڑی تھی، اس کے ایک شخص کھڑا تھا وہ شاید اس سائکل کا مالک تھا۔ اُس کے چہرے پر مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ میں کچھ کچھ سمجھ گیا تھا مگر پھر بھی میں نے ایک شخص سے پوچھا۔ اُس نے بتایا کہ وہ بہت پریشان ہے۔ ضرورت ہے اس لیے اپنی سائکل بیچ رہا ہے۔ وہ اپنی سائکل نیلام کر رہا تھا۔ خرید لو، موقع اچھا سستی مل جائے گی۔

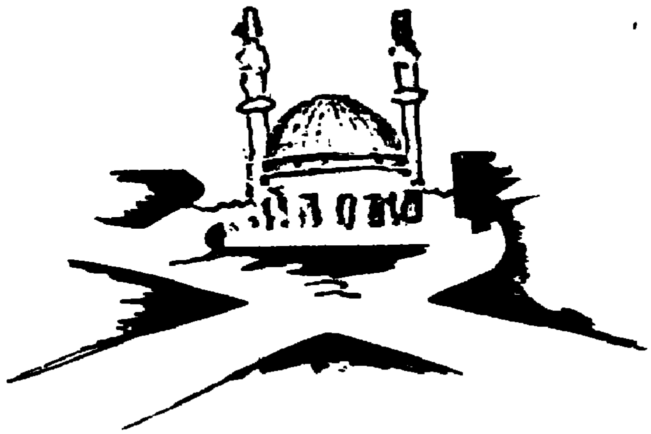
نیلام کی بولی ڈیڑھ سو روپے سے شروع ہوئی تھی اور اب ساڑھے تین سو روپے پر رکی ہوئی تھی۔ لگانے والا ساڑھے تین سو ایک..... ساڑھے تین سو دو... اور .... کہہ رہا تھا مگر بولی آگے بڑھ رہی تھی۔ سائکل کا مالک پریشانی کی عالم میں اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اُس کا دل لوگوں کی ائی اور خود غرضی پر رو رہا تھا جو کسی کی ضرورت اور مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس کو لوٹنا چاہتے

تھے۔ اُس پریشان شخص کا اکلوتا بیٹا سخت بیمار تھا۔ اُس کے علاج کے لیے اُس کے پاس پیسے نہ تھے، اِس لیے وہ مجبوراً یہ سائکل بیچ رہا تھا۔ اُس کا اپنا خیال تھا کہ آٹھ، نو سو رُپے مل جائیں گے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اُلٹا ہو گیا تھا۔ اُس کے اپنے لوگ اُس کو لوٹ رہے تھے۔ کوئی بھی تو نہ تھا جو اُس کی مجبوری کو سمجھتا۔

اِدھر میرے ذہن میں عجیب کش مکش جاری تھی۔ اور پھر اچانک میں نے ہجوم سے نکل کر نو سو رُپے کی بولی لگا دی۔ سب لوگ حیران رہ گئے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے میں نے کوئی انہونی بات کر دی ہو۔ سائکل کا مالک احسان مند نظروں سے مجھے تک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان نظر آیا۔ میں نے آگے بڑھ کر نو سو رُپے اس کو دے دیے جو میری کُل تنخواہ تھی۔ اُس نے جذبات سے بے قابو ہو کر مجھے گلے لگا لیا۔ لوگ دیر تک مجھے گھورتے رہے۔ اُنھیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے رقم ادا کر دی ہے۔ اکثر لوگ مجھے بے وقوف سمجھ رہے تھے۔ ایک دو نے آہستہ سے کہا بھی کہ "میاں! تمھیں یہ چار پانچ سو کی مل ہی جاتی۔ تم نے خواہ مخواہ نو سو رُپے ضائع کیے۔" مگر میں اُنھیں کیا جواب دیتا، کیوں کہ مجھے تو یہ سچی خوشی بہت سستی معلوم ہو رہی تھی۔ مجھے جو خوشی اُس وقت ملی تھی اس کا مزہ میں آج تک محسوس کرتا ہوں۔

پھر عید بھی آگئی۔ سب لوگ نئے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ چمکتے ہوئے جُوتے اُن کے پیروں میں نظر آ رہے تھے۔ چہروں پر خوشیاں تھیں۔ تفریح گاہوں میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ مگر میں نے اُس عید پر پُرانے کپڑے اور پُرانے جوتے ہی پہنے اور سیر و تفریح بھی نہیں کی لیکن میں نے ان پُرانے جوتوں میں اپنے آپ کو ہواؤں میں اُڑتے ہوئے محسوس کیا۔ جیسے میں ہی سب سے بلند ہوں۔ میں پُرانے جوتوں سے زمین پر چل رہا تھا مگر اپنے آپ کو بلندیوں پر چلتا دیکھ رہا تھا۔ مجھے بڑی انوکھی اور یادگار خوشی ملی تھی۔ وہ میری یادگار عید تھی۔

ہمارا دل بند مُٹھی کے برابر ہوتا ہے۔ اس کا وزن عام طور پر دس گیارہ اونس (تقریباً ۲۸۵ گرام) ہوتا ہے۔ جسم کا یہ چھوٹا سا حصّہ نبض کی ہر دھڑکن پر ۵ اونس (تقریباً ۱۴۲ گرام) خون پمپ کرتا ہے۔ اس طرح ایک دن میں یہ ۱۸۰۰ گیلن خون ہماری خون کی نسوں میں پمپ کرتا ہے جن کی کل لمبائی ساٹھ ہزار میل ہے۔



ظالم کی گرفت

جمل الیاس

حضرت عمر ابن دینار سے مروی ہے کہ ایک شخص اسرائیل نے سنا کہ ایک شخص پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ "جو
شخص مجھے دیکھے، کسی پر ظلم نہ کرے۔"

اسرائیل نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔ "اے عبداللہ! تیری کیا داستان ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں ایک سپاہی تھا۔ ایک دن میں اس ساحل پر آیا تو میں نے ایک شخص کو شکار کرتے دیکھا۔
اس نے میرے سامنے ایک مچھلی پکڑی، میں نے اسے کہا یہ مجھے دے دو۔ اس نے انکار کیا، میں نے کہا میرے
ہاتھ فروخت کردو۔ اس شخص نے اس سے بھی انکار کیا تب میں نے ایک کوڑا اس کے سر پر رسید کیا اور مچھلی
اس سے چھین لی۔ میں اسے ہاتھ میں لٹکائے گھر جا رہا تھا کہ اچانک اس مچھلی نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا، میں نے اپنا
انگوٹھا چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ آخر بڑی محنت کے بعد مجھے اس سے چھٹکارا ملا مگر انگوٹھا سڑ گیا۔
میں اپنے ایک طبیب دوست کے پاس گیا جس نے بتایا کہ یہ مرض آکلہ ہے۔ اگر تم اپنا انگوٹھا نہیں کٹواؤ گے
ہلاک ہو جاؤ گے۔ میں نے انگوٹھا کٹوایا، تو میری ہتھیلی پر پھوڑا نکل آیا۔ میں پھر اس طبیب کے پاس گیا۔ اس
نے کہا۔ "اگر ہتھیلی نہیں کٹواؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔"

میں نے ہتھیلی بھی کٹوا دی۔ تب پھوڑا میری کلائی پر نکل آیا۔ طبیب کے پاس گیا پھر اس نے کہا۔ "اگر کلائی
نہیں کٹواؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔" پھر وہ پھوڑا میرے بازو میں ہو گیا، جب میں نے یہ حالت دیکھی تو وہاں سے

ایک روز ایک سوار سپہ گری کے ہتھیار لگائے خانِ خاناں کے سامنے آیا اور اسے سلام کیا۔ سوار کا بانکپن یہ تھا کہ اس نے پگڑی میں دو میخیں بھی لگا رکھی تھیں۔

خانِ خاناں نے پوچھا۔ "میاں سپاہی! ان میخوں کا کیا معاملہ ہے؟"

سپاہی نے کہا۔ "ایک میخ اس کے لیے ہے جو نوکر رکھے اور تنخواہ نہ دے۔ دوسری اس کے لیے ہے جو تنخواہ لے اور کام نہ کرے۔"

خانِ خاناں اس شخص کو اپنے ساتھ گھر لایا اور پوچھا۔ "آدمی کی طبعی عمر زیادہ سے زیادہ کتنی ہوتی ہے؟"

اس نے کہا۔ "۱۲۰ برس"

خانِ خاناں نے اس کی پوری عمر کی تنخواہ مقررہ ادا کر دی اور اس سے کہا۔ "ایک میخ کا بوجھ تو سر سے اتاریں، دوسری کا تمہیں اختیار ہے۔"

بھاگ نکلا۔

ایک دن میں چلتا پھر رہا تھا کہ مجھے ایک درخت نظر آیا۔ میں اس کے سائے میں جا بیٹھا تھوڑی دیر بعد مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ خواب میں ایک شخص نے مجھ سے کہا۔ "کب تک ایک ایک کر کے اپنے اعضا کٹوائے گا۔ حق دار کو حق پہنچا دے تو اس سے نجات پائے گا۔"

مجھے وہ حق یاد آیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ میں ساحل پر اس آدمی کے پاس گیا' دیکھا تو وہ جال پھینکے بیٹھا تھا۔ میں اس کے جال کھینچنے کا منتظر رہا' جب اس نے جال کھینچا تو اس میں بہت سی مچھلیاں تھیں۔ میں نے اس کے پاس جا کر کہا۔ "اللہ کے بندے میں تیرا غلام ہوں۔"

اس نے کہا۔ "تو کون ہے؟"

میں نے کہا۔ "میں وہی ہوں' جس نے تمہارے سر پر کوڑا مار کر مچھلی چھینی تھی۔"

میرا ہاتھ دیکھ کر اس نے اللہ تعالیٰ کی بلا سے پناہ مانگی اور مجھے کہا۔ "میں نے تجھے معاف کیا۔" یہ کہتے ہی میرے زخم سے کیڑے گرنے لگے۔

جب میں وہاں سے پلٹنے لگا تو اس نے مجھ سے کہا۔ "ٹھہر جا' یہ مجھ سے ناانصافی ہوئی کہ ایک مچھلی کی وجہ سے میں نے تجھے بددعا دی' حالانکہ اس کی کوئی وقعت نہ تھی۔" پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے گھر لے گیا پھر دس ہزار درہم دیے کہ انھیں غربا میں تقسیم کر دوں۔

جب میں واپس آنے لگا تو میں نے اس سے پوچھا۔ "خدا کے لیے اتنا بتا دے کہ تو نے کیا کہہ کر بددعا دی تھی۔"

اس نے جواب دیا۔ "جب تو نے میرے سر پر کوڑا مارا اور مچھلی چھین لی' تو میں آسمان کی جانب نگاہ کر کے رو دیا اور کہا۔ "اے رب! تو نے ہی اسے اور مجھے پیدا کیا مگر اسے طاقت ور بنایا اور مجھے کمزور پھر اسے مجھ پر مسلط کیا۔ تو نے مجھے بچایا' نہ اتنی طاقت دی کہ اس کے ظلم سے محفوظ رہتا' اپنے آپ کو بچاتا۔ میں تجھ سے اس قدرت کے وسیلے سوال کرتا ہوں جس سے تو نے اسے طاقتور اور مجھے کمزور بنایا۔ اسے مخلوق کے واسطے عبرت بنا۔"

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

غصے کا ایک گھونٹ جو اللہ کے کسی بندے نے اس کی خوش نودی کے لیے پیا ہو اس سے بڑھ کر اجر و ثواب میں کسی چیز کا گھونٹ نہیں۔

مرسلہ : نجمہ اشرف

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں :
اول : سلام کرنا۔ دوم : دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ خالی کرنا اور سوم : مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔

مرسلہ : سودئی ممتاز قریشی'

حضرت علی رضی اللہ عنہ

کسی کے سوال کا جواب معلوم نہ ہو تو لاعلمی کا اظہار کر دینا آدھا علم ہے۔

مرسلہ : شہباز حسین تبسم

شیخ سعدی

جو دوسروں کے غم سے بے غم ہے آدمی کہلانے کے لائق نہیں۔

مرسلہ : راحیلہ شارق یوسف زئی

راجر بیکن

علم سے انسان کی وحشت دور ہوتی ہے۔

مرسلہ : رضوان الحق شاہ ہاشمی'

والٹیئر

تعمیری کام کرنے سے تین برائیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے: (۱) غربت (۲) گناہ (۳) اداسی۔

مرسلہ : امداد شاہد مغل

گورکی

اچھی باتوں کو کس کر اپنی گرہ میں باندھ لینا چاہیے اور جو بُری باتیں اور یادیں ہوں ان کو اچھال پھینکنا چاہیے۔

مرسلہ : یاسر وسیم خاں

لانگ فیلو

دیوار کا پتھر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اپنی قیمت رکھتا ہے۔

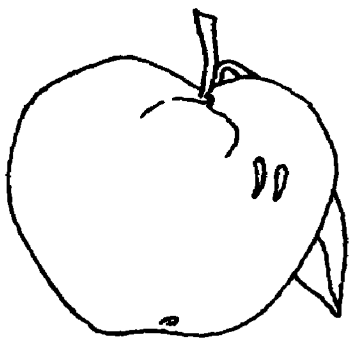
مرسلہ : شیرازہ نذیر

●●



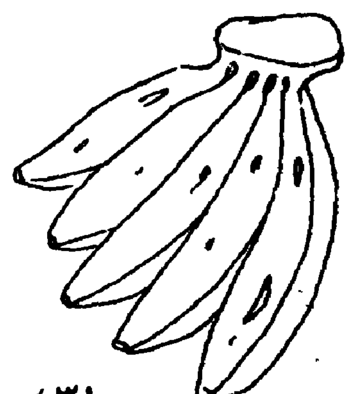
دل چسپ پہیلیاں

فیض لودھیانوی



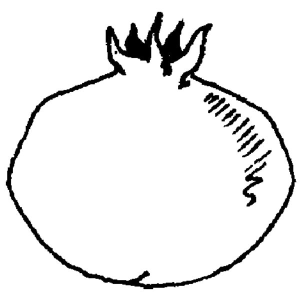
(۱)

پری زادہ چمن آباد کا دو رنگ رکھتا ہے
ادھر ماتھے پہ سرخی ہے اُدھر گورا ہے رنگ اس کا
اگر تم آ کہو اُس کو تو وہ "آسیب" بن جائے
پُرانے مرتبانوں سے کرو معلوم حال اس کا



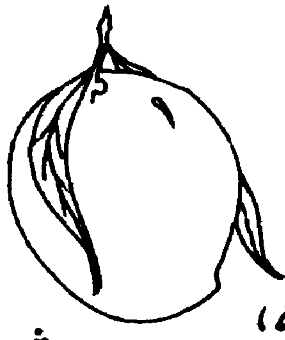
(۲)

کبھی دُم سے لٹکتا تم نے دیکھا ہوگا چوہا سا
جو اُس کا گوشت میٹھا ہے تو اس کی کھال موٹی ہے
"اکیلا" آدمی رغبت سے کھا جائے اسے سالم
نہ پوچھو کس قدر مرغوب اُس کی بوٹی بوٹی ہے



(۳)

رسیلی گولیاں لپٹی ہوئی ہیں چند پردوں میں
نرالے ڈاکٹر کے بھید کیا سمجھے بھلا کوئی
بہ ظاہر نام میں اُس کے چھپی ہے "نار" دوزخ کی
مگر ٹھنڈک سے کرتا ہے وہ بیماروں کی دل جوئی



(۴)

بہشتی شہد کھا کر پرورش پاتا ہے وہ توتا
تم اُس کا خون پی کر اُس کی ہڈی پھینک دیتے ہو
الف اللہ کا تو میم ہے اس میں محمدؐ کا
طبیعت شاد ہوتی ہے جب اُس کا نام لیتے ہو

(۵)



محلّے کا وہ چوکیدار ہے ہر چور کا دشمن
بدن وردی سے بیگانہ مگر آواز ہے بھاری
کہیں جاتا نہیں آقا کے دَر کو چھوڑ کر ہرگز
جہاں میں چار سُو مشہور ہے اس کی وفاداری



(۶)

وہ غازی دوڑ کر لوگوں کی خدمت خوب کرتا ہے
لگاتے ہیں ستم گر پھر بھی اُس کی پیٹھ پر کوڑے
سمجھ میں آ ہی جائے گا پہیلی کا جواب آخر
مناسب ہے کہ دوڑاتے رہو تم عقل کے گھوڑے

(۷)



نہایت زور سے نعرے لگاتا ہے وہ بے مقصد
اُسے دُنیا کے سارے بے وقوفوں کا چچا سمجھو
کسی کا ظلم سہ کر بھی خوشی سے بوجھ ڈھوتا ہے
جو اُس کے نام سے واقف نہیں اُس کو گدھا سمجھو

(۸)



عطا کی ہے خدا نے اُس کو جنگل کی شہنشاہی
گرج ہے رُعب دار اُس کی عمل ہے باوقار اُس کا
وزیروں کی اُسے حاجت نہ وہ دربار کا خواہاں
رعایا سامنے آئے تو کرتا ہے شکار اُس کا

حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ

شہمین گُل

غابہ مدینہ طیبہ سے چار، پانچ میل کے فاصلے پر ایک آبادی تھی۔ وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اونٹ چرا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کافروں کے ایک مجمع کے ساتھ عبدالرحمٰن فزاری نے ان کو لوٹ لیا۔ جو صاحب اونٹ چراتے تھے، لٹیروں نے اُن کو قتل کردیا اور اونٹوں کو لے کر چل دیے۔ یہ سب لوگ گھوڑوں پر سوار تھے اور مسلح تھے۔ اتفاقاً حضرت سلمہؓ اس وقت غابہ کی طرف پیدل چلے جارہے تھے۔ آپؓ تیر کمان سے لیس تھے۔ اچانک آپ کی نظر ان لٹیروں پر پڑی۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی دوڑ کی پوری عرب میں مثالیں دی جاتی تھیں۔ آپ اتنا تیز دوڑتے تھے کہ گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے مگر گھوڑا اُن کو نہیں پکڑ پاتا تھا۔ اس کے علاوہ تیر اندازی میں بھی بہت مشہور تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کرکے ایک پہاڑی پر چڑھ کر اعلان کیا کہ لٹیروں نے اونٹوں کو لوٹ لیا ہے۔ اس کے بعد تیر کمان سنبھال کر ان لٹیروں کے پیچھے دوڑ پڑے اور اتنے تیز دوڑے کہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ پھر آپ نے اُن پر تیر برسانے شروع کردیے۔ لٹیرے بہت سارے تھے اور حضرت سلمہؓ تنہا تھے۔ اس کے علاوہ پیدل بھی تھے۔ جب کوئی لٹیرا گھوڑا لوٹا کر ان کا پیچھا کرتا تو کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے اور اس کے گھوڑے کے تیر مارتے جس سے وہ زخمی ہوجاتا۔ پھر وہ اس خیال سے واپس بھاگ جاتا کہ گھوڑا گر گیا تو پکڑا جاؤں گا۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ وہ بھاگتے رہے اور میں پیچھا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جتنے اونٹ انھوں نے حضورؐ کے لوٹے تھے وہ میرے پیچھے ہوگئے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے تیس برچھے اور تیس چادریں چھوڑ گئے۔

اُستاد کا ادب

خان زادہ سمیع الوری

علم و ادب کی دُنیا میں اُستاد کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ جن لوگوں نے دل سے اپنے استادوں کا ادب و احترام کیا وہ دنیا میں سربلند ہوئے اور انھوں نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیے جو رہتی دُنیا تک باقی رہیں گے۔ اسلامی دنیا کی علم و ادب، طب، قانون، ہیئت، مذہب، سیاست، علم نجوم و ہندسہ، علمِ ارضیات، علم فلکیات، فنونِ لطیفہ، سائنس و ایجادات میں زبردست شہرت حاصل کرنے والی ہستیوں نے اپنے استادوں کا ادب و احترام کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی اور اُن کی ہر بات کو حکم سمجھ کر پوری ذمّے داری کے ساتھ پورا کیا۔ اسلام میں بھی استاد کا دل سے ادب کرنے اور اس کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی واضح ہدایات ہیں۔ تمام دوسرے مذہبوں میں بھی اُستاد کا ادب کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

دنیا میں علم سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے اور اس کا حاصل کرنا تمام مردوں، عورتوں اور بچوں پر فرض ہے۔ علم کے بغیر کوئی آدمی اپنی پیدائش اور کائنات کی تخلیق کے بُنیادی مقصد کو نہیں سمجھ سکتا۔ چناں چہ دنیا میں بامقصد زندگی گزارنے کے لیے علم کا حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔ علم انسان کی پہلی اور سب سے اہم ضرورت ہے۔ اس بنیادی ضرورت کو استاد ہی کے ذریعہ سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ اُستاد علم سکھانے کا اہم فرض انجام دیتا ہے اس لیے اُس کا ادب و احترام کرنا ضروری ہے۔ اُستاد کا ادب کیے بغیر کوئی بھی آدمی نہ تو صحیح طور پر علم حاصل کر سکتا ہے اور نہ دُنیا میں کام یاب زندگی گزار سکتا ہے۔

استاد کے ادب کے بارے میں یہاں پر صرف ایک مثال دینا کافی ہوگا۔ شاعرِ مشرق حضرت علاّمہ اقبالؒ کو اُن کی علمی و ادبی خدمات کے صلے میں جب انگریز حکومت نے "سر" کا خطاب دینا چاہا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ جب تک میرے اُستاد کو شمس العلما کا خطاب نہیں دیا جائے گا میں "سر" کا خطاب قبول نہیں کروں گا۔ حکومت نے پوچھا کہ آپ کے استاد کو کون سی خدمت کے صلے میں یہ خطاب دیا جائے؟ تو علاّمہ اقبالؒ نے جواب دیا:

"اقبال کو اقبال بنانے والے میرے اُستاد مولوی میر حسن صاحب ہیں۔ اس لیے پہلے اُن کو شمس العلما کا خطاب دیا جائے۔"

چناں چہ انگریز حکومت نے یہی کیا۔ پہلے علامہ اقبالؒ کے استاد مولوی میر حسن کو شمس العلما کا خطاب دیا اور بعد میں علامہ اقبالؒ کو سَر کا خطاب دیا گیا۔ اس ایک مثال سے استاد کی عظمت کا اندازہ بہ خوبی ہوجاتا ہے۔ بچّو! اگر تم کو بھی علم کی دولت سے مالامال ہونا ہے تو اپنے استادوں کا ہر لمحے دل کی گہرائیوں سے ادب کرو۔

علم سے قائم ہے دنیا کا نظام
علم دیتا ہے حقیقی زندگانی کا پیام

چاند کی پَریاں

(صائمہ قیصر، راولپنڈی)

دادی امّاں کہتی ہیں
چاند پہ پریاں رہتی ہیں
جب بھی عیدیں آتی ہیں
پَریاں پَر پھیلاتی ہیں
پھر یہ اُڑ کر آتی ہیں
دِل کش گانے گاتی ہیں
سب کا دل بہلاتی ہیں
پیار کے سپنے لاتی ہیں
چاند کے سپنے کیسے ہیں
لوگ وہاں کیا رہتے ہیں
دادی امّاں کہتی ہیں
چاند پہ پریاں رہتی ہیں



خوفناک بلائیں

سعید

پروفیسر ابراہیم جانوروں پر اپنی ریسرچ کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت رکھتے تھے۔ پروفیسر ابراہیم نے غازی نگر
ای قصبے میں اپنی لیبارٹری بنائی تھی۔ یہ قصبہ شہر کی ہنگامہ خیز اور پر شور زندگی کی نسبت کافی پر سکون تھا اور ویسے
بھی پروفیسر ابراہیم کی آبائی حویلی یہیں تھی۔ قصبے کے لوگ پروفیسر ابراہیم سے واقف تھے ان کا اس قصبے میں رہنا
یہاں کے لوگوں لیے اعزاز کی بات تھی۔

اس وقت پروفیسر ابراہیم اپنی لیبارٹری میں موجود تھے جو حویلی کے پچھلے حصے میں بنی ہوئی تھی۔ وہ عجیب
غریب آلات کے سامنے کھڑے تھے۔ لیبارٹری میں شیشے کے بکس اور پنجروں میں کئی جانور موجود تھے اور پروفیسر
براہیم ایک سبز رنگ کا محلول جار میں لیے کھڑے تھے یہ ان کی پانچ سالہ محنت کا نچوڑ تھا۔ اس محلول کو اگر کوئی
سان پی لیتا تو اس کے جسم پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کر سکتا تھا۔

پروفیسر ابراہیم نے جار کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر ایک قہقہہ لگایا اور بولے۔ "اب میں دنیا کا طاقتور ترین
سان بن جاؤں گا اور ایک دن آئے گا جب اس دنیا پر میری حکومت ہو گی۔" وہ دیوانوں کی طرح رقص کرنے لگے۔
اچانک ان کا سر میز پر لگے ہوئے ایک اسٹینڈ سے ٹکرایا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا وہ سنبھل نہ
ے۔ جار ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر سامنے موجود شیشے کے بکس پر ایک چھناکے سے گرا۔ بکس کی چھت ٹوٹ
۔ سارا محلول بکس میں موجود دو مکڑیوں پر جا گرا۔ ان میں سے ایک آٹھ ٹانگوں والی سرخ مکڑی افریقہ کے
ات سے لائی گئی تھی اور دوسری چار ٹانگوں والی زرد رنگ کی مکڑی جس کی ٹانگیں جسم کے مقابلے میں لمبی
ں۔ دونوں مکڑیاں اس محلول میں پوری طرح ڈوب گئیں۔ زرد مکڑی تو بے ہوش ہو گئی لیکن آٹھ ٹانگوں والی
خ مکڑی کے جسم پر اس محلول سے حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ اس کا جسم تیزی کے ساتھ بڑھنے

لگا۔ شیشے کا بکس اس کے جسم کے پھیلاؤ سے ٹوٹ گیا۔ وہ خود بھی اپنے جسم کی اس تبدیلی پر حواس باختہ ہو گیا اس نے زور سے اپنے منہ سے سانس باہر نکالا اور دوسرے ہی لمحے شعلوں میں لپٹا ہوا لعاب اس کے منہ سے نکل کر سامنے موجود میز پر جا گرا۔ وہاں آگ لگ گئی۔ مکڑی جیسے ہی سانس لینے کے لیے منہ کھولتی اس کے منہ سے شعلوں میں لپٹا ہوا لعاب نکلنے لگتا۔ مکڑی کا جسم بڑھتے بڑھتے ایک اونٹ جتنا اونچا ہو چکا تھا۔ لیبارٹری کا کمرہ اس کے جسم کے پھیلاؤ کی وجہ سے چھوٹا پڑ گیا تھا۔ مکڑی پیچھے کی جانب ہٹی تو شمالی دیوار اس کے جسم کا بوجھ برداشت نہ کر سکی اور زوردار آواز کے ساتھ پیچھے جا گری۔ مکڑی تیزی کے ساتھ دیوار گرنے کی وجہ سے بن جانے والے راستے سے باہر نکل گئی۔ اس کا رخ قصبے کے آبادی والے حصے کی جانب تھا۔

ادھر زرد رنگ کی مکڑی کے جسم میں بھی تبدیلیاں پیدا ہونے لگیں اس کا جسم تیزی سے بڑھنے لگا تھا۔ پروفیسر ابراہیم کو لیبارٹری میں لگی آگ کی وجہ سے جلد ہی ہوش آ گیا۔ انھوں نے دیکھا لیبارٹری میں آگ لگی ہوئی تھی شمالی سمت کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی اور وہاں سے کچھ فاصلے پر موجود کھیت نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے بے ساختہ دروازے کی جانب بڑھنا چاہا کہ اچانک ان پر لوہے کی تار نما کوئی چیز آ گری' جس نے ان کا جسم پکڑ لیا۔ انھوں نے مڑ کر دیکھا تو ان کی آنکھیں حیرت اور خوف کی وجہ سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ان کے سامنے زرد رنگ کی چار ٹانگوں والی ایک دیو قامت مکڑی نما بلا کھڑی تھی۔ تار اس کے منہ سے نکلے تھے۔ جن میں ان کا جسم جکڑ گیا تھا۔ پروفیسر کے محلول کی وجہ سے اس مکڑی میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی تھی کہ اس کے منہ سے نکلنے والا جالا مضبوط اور طاقتور تاروں میں تبدیل ہو گیا تھا۔ پروفیسر ابراہیم تو اس بلا کو دیکھتے ہی دوبارہ بے ہوش ہو گئے۔ ان تاروں کو جس میں پروفیسر ابراہیم جکڑے ہوئے تھے مکڑی نے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ دوسرے ہی لمحے پروفیسر ابراہیم اڑتے ہوئے سامنے دیوار سے جا ٹکرائے۔ ان کی کھوپڑی کے پرخچے اڑ گئے اور جسم کچھ دیر تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ یہ مکڑی بھی تیزی سے اپنی چاروں ٹانگوں پر چلتی ہوئی شمالی جانب کی ٹوٹی ہوئی دیوار سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆....☆☆☆....☆☆☆

قصبے کے بازار میں معمول کے مطابق چہل پہل تھی۔ دکانیں کھلی ہوئی تھیں اور لوگ خریداری میں مصروف تھے اچانک لوگوں کی نظریں شمال کی جانب سے آتی ہوئی ایک لال رنگ کی دیو قامت مکڑی نما بلا پر پڑیں۔ ان کے منہ سے خوف کے مارے چیخیں نکل گئیں۔ جس کا جدھر منہ اٹھا ادھر بھاگ نکلا۔ مکڑی نے بازار اور آس پاس گھروں پر اپنا شعلے میں لپٹا لعاب پھینکنا شروع کر دیا۔ جگہ جگہ آگ لگ گئی۔ قصبے کے پولیس اسٹیشن میں موجود انسپکٹر نے چھ سپاہیوں کو جمع کیا۔ وہ لوگ اپنی رائفلیں لے کر پوزیشن سنبھال کر بیٹھ گئے۔ اس عرصے میں بازار تقریباً سنسان ہو چکا تھا۔ مکڑی بازار کے وسط میں موجود ایک جگہ کھڑی ادھر ادھر شعلے برسا رہی تھی۔ انسپکٹر نے سپاہیوں کو مکڑی پر فائر کرنے کا حکم دیا۔ اچانک چاروں جانب سے مکڑی پر فائرنگ شروع ہو گئی مگر یہ دیکھ کر انسپکٹر اور سپاہیوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس مکڑی پر ان کی گولیوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ مکڑی کو یوں محسوس ہوا کہ اس کے جسم پر چھوٹے چھوٹے کنکر پھینکے جا رہے ہوں۔ مکڑی نے ان کی جانب اپنے لعاب کا آگ میں لپٹا ہوا گولہ پھینکا۔ دو سپاہی اس لعاب کی زد میں آ گئے ان کے جسموں میں آگ لگ گئی وہ بری طرح زمین پر لوٹنے لگے۔ انسپکٹر اور دوسرے سپاہی یہ دیکھ کر رائفلیں پھینک کر بھاگ نکلے۔ انسپکٹر سیدھا تھانے کی عمارت

ں داخل ہوا اس نے ٹیلی فون کے ذریعے جلدی جلدی شہر میں موجود پولیس ہیڈ کوارٹر کو اس بلا کے متعلق بتایا۔
ں دوران میں مکڑی شہر جانے والے راستے پر چل پڑی تھی۔ ابھی انسپکٹر اپنی بات ختم نہ کرپایا تھا کہ ایک
ماکے سے پولیس اسٹیشن کے کمرے کی چھت اس کے سر پر آگری۔ قصبے میں زیادہ تر عمارتوں کی تعمیر میں لکڑی
ستعمال ہوئی تھی۔ یہ زرد مکڑی کے منہ سے نکلنے والے تاروں کا کمال تھا۔ وہ بھی وہاں پہنچ چکی تھی اس نے
پنے منہ سے نکلنے والے تاروں کی مدد سے بازار اور آس پاس کے مکانوں پر قیامت ڈھا دی تھی۔ ابھی لوگ
رخ مکڑی کی لگائی ہوئی آگ سے نہ سنبھل پائے تھے کہ زرد مکڑی نے اپنے تاروں سے ان کے گھروں کو جکڑ کر
ڑانا شروع کردیا۔ اس وقت قصبے میں ایک ٹیلی وژن کا نمائندہ بھی موجود تھا۔ اس نے اپنے حواس قابو میں
کھے اور اپنی موٹر سائیکل پر شارٹ راستے سے سیدھا شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔ ایک گھنٹے بعد وہ ٹیلی وژن ٹیم
ے ساتھ کیمروں سے لیس ایک ہیلی کاپٹر میں اس قصبے کی جانب جانے والے راستے پر اڑا جا رہا تھا۔

☆☆☆....☆☆☆....☆☆☆

شہر میں اس وقت سخت افراتفری کا عالم تھا۔ کچھ دیر پہلے ٹیلی وژن پر لوگوں کو دو خوفناک بلاؤں کے بارے
یں بتایا گیا تھا جو پاس کے قصبے غازی نگر میں تباہی مچانے کے بعد شہر کی جانب بڑھی چلی آ رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد
گ خود ان بلاؤں کو ٹیلی وژن پر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ ادھر حالات پولیس کے ہاتھوں سے بے قابو
گئے تھے۔ شہر میں حفاظتی انتظامات فوج نے اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر میں اس وقت کرنل
ا اور ایئر مارشل اختر دوسرے بڑے افسروں کے ساتھ موجود تھے۔ تھوڑی دیر میں وزیر اعظم بھی وہاں پہنچنے
لے تھے۔ وزیر اعظم نے اپنی تمام معروفیات ترک کر کے یہ ہنگامی میٹنگ بلائی تھی۔
تھوڑی دیر بعد وزیر اعظم ان کے درمیان موجود تھے۔
"ہمیں کسی طرح بھی ان بلاؤں پر قابو پانا ہوگا۔" انھوں نے ٹیلی وژن میں نظر آنے والی سرخ رنگ کی
مت مکڑی کی جانب انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
جی سر! تمام انتظامات کر لیے گئے ہیں۔ فوج کے دو ہزار جوان جدید اسلحے سے لیس ان بلاؤں کا مقابلہ کرنے
لیے شہر سے باہر پہنچ چکے ہیں سب سے پہلے اس سرخ مکڑی کا مقابلہ کیا جائے گا۔ میرا رابطہ میجر فہیم سے
ور قائم ہے جو اس مشن کی قیادت کر رہے ہیں۔ آپ کچھ دیر بعد دیکھیں گے وہ اپنے ساتھیوں سمیت ان
ں کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔" کرنل نسیم نے کہا پھر ان سب لوگوں کی نظریں ٹیلی وژن پر جم
ئیں۔
میجر فہیم اس وقت شہر سے کچھ فاصلے پر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ موجود تھے انھیں دور سے سرخ رنگ کی مکڑی
جانب بڑھتی نظر آ رہی تھی۔ سب فوجی جوان اپنی اپنی پوزیشن پر چوکس تھے جیسے ہی مکڑی ان کے حملے کی رینج
آئی میجر فہیم نے چلا کر فوج کے جوانوں کو ایکشن میں آنے کا اشارہ کیا دوسرے ہی لمحے فضا اسٹین گن کے
ں سے گونج اٹھی ہزاروں گولیاں مکڑی کے جسم سے ٹکرانے لگیں لیکن یہ دیکھ کر ان سب کی حیرت کی انتہا
ں کہ مکڑی کے جسم پر ان گولیوں کا کچھ اثر نہ ہوا' وہ بدستور آگے بڑھی چلی آ رہی تھی یہ دیکھ کر میجر فہیم نے

ساتھ لائے ہوئے پانچ ٹینکوں کو مکڑی پر فائر کرنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد مکڑی پر ٹینکوں سے گولے برسائے جانے لگے۔ فضا خوفناک دھماکوں سے لرز گئی ادھر مکڑی نے بھی جوابی کارروائی شروع کردی اس کے پھینکے ہوئے آگ کے شعلے ایک فوجی ٹرک پر آگرے۔ ٹرک میں آگ لگ گئی اور وہ ایک زوردار دھماکے سے پھٹ گیا اس دوران میں مکڑی ٹینکوں کے نزدیک پہنچ گئی۔ دو ٹینک بھی اس کی زد میں آکر آگ کے شعلوں میں گھر گئے۔

"اب کیا ہوگا؟ یہ بلا تو یوں ہی آگے بڑھتی چلی آرہی ہے اس پر تو نہ ٹینکوں کے گولوں کا اثر ہو رہا ہے اور نہ ہی دوسرے ہتھیاروں کا اب کیا کیا جائے؟" وزیراعظم جو ٹیلی وژن پر تمام کارروائی دیکھ رہے تھے بولے۔

"سر! اگر آپ اجازت دیں تو میں پانچ جنگی جہازوں کا اسکوارڈن اس مکڑی پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کردیتا ہوں۔" ایئرمارشل اختر نے کہا۔

"ویری گڈ! آپ نے ٹھیک سوچا ہے۔" وزیراعظم نے کہا۔

ایئرمارشل اختر نے ایک جانب رکھا ٹیلی فون اٹھایا اور کسی کو کچھ احکامات دینے لگے۔

ادھر زرد مکڑی اپنے سامنے والی چیزوں کو تباہ کرتی ہوئی بدستور آگے بڑھتی چلی آرہی تھی۔ آخر کار وہ اس جگہ پہنچ گئی جہاں ایک فوجی اسلحہ ڈپو اور ریلوے اسٹیشن تھا۔ اسٹیشن پر معمول کے مطابق چہل پہل تھی۔ ایک جانب ایک پسنجر ٹرین شہر جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ اسٹیشن کے اردگرد پٹڑیوں کا ایک چھوٹا سا جال بچھا ہوا تھا کیوں کہ یہ اسٹیشن فوجی سازوسامان لانے اور لے جانے کے کام بھی آتا تھا۔ اس وقت ایک مال گاڑی خطرناک اسلحے سے لیس اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر فوجی اسلحہ ڈپو کی جانب آہستہ آہستہ جارہی تھی۔ ڈپو کے اردگرد خاردار تاروں کی باڑ لگی ہوئی تھی۔ ذرا ذرا سے فاصلے پر فوجی چوکیاں بنی ہوئی تھیں جن پر فوجی جوان پہرہ دے رہے تھے۔ ریل کی پٹڑی اس اسلحہ ڈپو کے اندر چلی جاتی تھی۔ اس لیے یہاں سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔ اس وقت ٹرین ڈپو سے باہر چیکنگ کے لیے رکی ہوئی تھی۔

ادھر زرد مکڑی اسٹیشن کے قریب پہنچ گئی۔ وہاں اس نے اپنے تار نما جال کی مدد سے تباہی پھیلانا شروع کردی۔ ریلوے اسٹیشن کی عمارت مکڑی نے بری طرح تباہ کردی۔ اس نے پسنجر ٹرین کے انجن کو تاروں میں لپیٹ کر زوردار جھٹکا دیا۔ انجن کسی کھلونے کی طرح الٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی کئی ڈبے پٹڑی سے اتر گئے۔ کئی لوگ اس حادثے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے اور مکڑی نے ٹرین کے ڈبوں کو تاروں میں لپیٹ کر ادھر ادھر الٹانا شروع کردیا بھاری بھرکم ٹرین کے ڈبوں اور انجن کو ادھر ادھر الٹانے سے مکڑی کی طاقت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ زخمیوں کی چیخ و پکار اور مسلسل دھماکوں کی وجہ سے فوجی جوان جو اسلحہ ڈپو پر پہرہ دے رہے تھے اس طرف متوجہ ہوگئے ان میں سے دس بارہ اسی جانب چل دیے تاکہ اس چیخ و پکار اور دھماکوں کی وجہ معلوم کی جاسکے۔ ابھی وہ کچھ دور ہی گئے تھے۔ انھوں نے ایک عجیب و غریب دیو قامت بلا دیکھی جس کا رخ اسلحہ ڈپو کی جانب تھا۔ انھوں نے اس پر فائرنگ شروع کردی مگر مکڑی نما بلا پر اس فائرنگ کا کچھ اثر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر چند فوجی جوان واپس اسلحہ ڈپو کی جانب پلٹ گئے۔ وہاں جاکر انھوں نے اسلحہ ڈپو کے انچارج کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس دوران میں مکڑی کیمپ کے گرد موجود حفاظتی باڑ تک پہنچ چکی تھی۔ اس نے اپنے منہ سے نکلنے والے تاروں کی مدد سے اسلحہ ڈپو کے گرد باڑ کو اکھاڑ پھینکا۔ اسلحہ ڈپو کے انچارج نے فوراً فوجی ہیڈکوارٹر سے رابطہ قائم کرکے اسے تمام

صورتحال سے آگاہ کیا۔

"سر! زرد مکڑی شہر سے کچھ فاصلے پر موجود مانگا اسلحہ ڈپو تک پہنچ گئی ہے۔ وہاں سے انچارج کا ٹیلی فون ہے۔" کرنل نسیم نے وزیر اعظم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جو ٹیلی وژن پر سرخ مکڑی اور فوجی جوانوں کے درمیان ہونے والی کارروائی دیکھ رہے تھے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ مانگا اسلحہ ڈپو میں تو آج کل ایکس میزائل اسٹور کیے گئے ہیں۔ کسی طرح بھی اس مکڑی کو وہاں سے دور رکھنے کی کوشش کرو۔ ایکس میزائلوں کو اگر ذرا سی بھی تپش لگ گئی تو وہ فضا میں پرواز کر کے ارد گرد کے علاقوں میں خوفناک تباہی پھیلا دیں گے۔" وزیرِاعظم نے تمام آداب بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔

"یس سر!" کرنل نسیم نے فوراً انچارج کو ہدایت دینا شروع کر دی۔

اسلحہ ڈپو کے انچارج نے ہدایت کو غور سے سنا اور پھر ٹیلی فون رکھ کر اپنے ساتھیوں کو ہدایت دینے لگا۔ انہوں نے فوراً اسٹین گنوں کی جگہ راکٹ لانچر اٹھا لیے اور مکڑی پر راکٹ برسانے لگے تاکہ مکڑی اسلحہ ڈپو کی حدود میں زیادہ آگے نہ آسکے مگر مکڑی نے بدستور اپنے منہ سے نکلنے والے تاروں کی مدد سے وہاں تباہی مچا رکھی تھی۔ اتفاق سے ایک راکٹ مکڑی کے لگنے کی بجائے اس ٹرین سے جا ٹکرایا جو اسلحہ ڈپو کے اندر آدھی سے زیادہ داخل ہو چکی تھی۔ ایک خوفناک دھماکا ہوا ٹرین میں موجود اسلحے نے آگ پکڑ لی ڈبے خوفناک دھماکوں سے پھٹنے لگے۔ ایک ڈبے میں راکٹ اور میزائل بھرے ہوئے تھے اس کی تپش سے وہ بھی اڑ اڑ کر آس پاس گرنے لگے جن میں سے کئی میزائل اڑ کر اسلحہ ڈپو پر جا گرے جس کی وجہ سے اسلحہ ڈپو میں آگ لگ گئی۔ ایکس میزائل جو اسلحہ ڈپو کے نیچے اسٹور میں رکھے ہوئے تھے آگ کی گرمی اور تپش کی وجہ سے چارج ہو گئے اور وہ اڑ کر آس پاس کے علاقوں میں گرنے لگے۔ مکڑی اس خوفناک تباہی سے گھبرا کر ایک جانب چل دی۔

کرنل نسیم کے سامنے رکھے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی انھوں نے ہاتھ بڑھا کر ٹیلی فون اٹھایا۔

دوسری جانب سے کچھ سن کر وہ بولے۔ "اف میرے خدا!"

"کیا ہوا"؟ پاس بیٹھے ہوئے ایئرمارشل نے پوچھا۔ وزیرِاعظم بھی انھیں سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"مکڑی کی وجہ سے مانگا اسلحہ ڈپو تباہ ہو گیا ہے اور وہاں سے نکلنے والے میزائلوں نے آس پاس کے علاقوں میں تباہی مچا دی ہے۔ کئی آدمی ہلاک و زخمی ہو گئے ہیں۔ کاش کسی طرح ہم ان بلاؤں پر قابو پالیں۔ ادھر ٹیلی وژن پر سرخ مکڑی کی جانب بھیجا گیا جنگی جہازوں کا اسکواڈرن نمودار ہو گیا تھا۔

کیپٹن ظفر کو ان جنگی جہازوں کے اسکواڈرن کا لیڈر چنا گیا تھا۔ انھیں اور ان کے ساتھیوں کو دور سے وہ سرخ مکڑی نظر آنے لگی تھی۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کو اس مکڑی پر حملہ کرنے کی ہدایت کی اور خود ان کا جہاز غوطہ لگا کر تیزی سے مکڑی کی جانب لپکا۔ دوسرے ہی لمحے جہازوں کی سائیڈوں سے خوفناک میزائل نکل کر مکڑی کے جسم سے جا ٹکرائے آس پاس کا علاقہ خوف ناک دھماکوں سے گونج اٹھا۔ کیپٹن ظفر اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے نشانے بھی ٹھیک لگے۔ مکڑی اور اس کے ارد گرد کا علاقہ دھوئیں اور گرد سے بھر گیا جہازوں نے کئی مرتبہ اس جگہ راکٹ برسائے جہاں مکڑی موجود تھی۔ کیپٹن ظفر اور ان کے ساتھیوں کو یقین تھا کہ ان

خوفناک میزائلوں نے مکڑی کے جسم کے پرخچے اڑا دیے ہوں گے۔ وہ اور ان کے ساتھی فضا ہی میں اپنی اس بمباری کا نتیجہ دیکھنے کے لیے چکر لگا رہے تھے۔

کچھ دیر بعد گرد اور دھویں کے بادل چھٹے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مکڑی بالکل صحیح سلامت وہاں موجود تھی مگر فرق صرف اتنا تھا کہ وہ راکٹوں کے جسم سے ٹکرانے کی وجہ سے الٹ گئی تھی اور بری طرح فضا میں اپنی خوفناک ٹانگیں ہلا رہی تھی۔ وہ مکڑی پر دوسرے حملے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ انھیں اچانک شمالی سمت سے ایک اور زرد رنگ کی دیو قامت مکڑی اس جانب بڑھتی ہوئی دکھائی دی۔

اس دوران میں سرخ مکڑی جو الٹ گئی تھی سیدھی ہو گئی۔ زرد مکڑی بھی اس کے نزدیک پہنچ گئی۔ ایک لمحے کے لیے دونوں مکڑیاں ایک دوسرے کو آمنے سامنے دیکھ کر رک گئیں پھر سرخ مکڑی نے زرد مکڑی پر حملہ کر دیا۔ اس کے منہ سے نکلا ہوا شعلوں میں لپٹا لعاب زرد مکڑی کے جسم پر پڑا۔ زرد مکڑی کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی محسوس ہوئی جیسے سرخ مکڑی کے لعاب سے زرد مکڑی نے اپنے جسم میں تکلیف محسوس کی ہو' پھر اس نے اپنے منہ سے نکلنے والے تاروں کی مدد سے سرخ مکڑی کی اگلی دو ٹانگوں کو جکڑ لیا۔ سرخ مکڑی نے ان تاروں کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے پوری طاقت صرف کر دی مگر وہ اپنے آپ کو زرد مکڑی کی آہنی تاروں کی گرفت سے نہ چھڑا سکی۔ شہر میں موجود تمام لوگ اپنے اپنے گھروں میں ٹیلی وژن پر ان دونوں خوفناک بلاؤں کی لڑائی دیکھنے میں مصروف تھے۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر میں وزیر اعظم ائیر مارشل اور کرنل نسیم یہ عجیب و غریب لڑائی دیکھ رہے تھے۔ ائیر مارشل نے وزیر اعظم کی ہدایت پر کیپٹن ظفر کو مکڑیوں پر بمباری کرنے سے منع کر دیا تھا۔ وزیر اعظم کا خیال تھا کہ یہ دونوں مکڑیاں آپس میں لڑ کر ایک دوسرے کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ اگر دو نہیں تو کم از کم ایک بلا ضرور اس خوفناک لڑائی میں ماری جائے گی اور دوسری زخمی ہو جائے گی جسے آسانی کے ساتھ ختم کیا جا سکے گا۔ اس وقت وزیر اعظم کا خیال درست ثابت ہو رہا تھا۔ زرد مکڑی' سرخ مکڑی پر غالب آ رہی تھی' لیکن سرخ مکڑی کے منہ سے نکلے ہوئے شعلوں بھرے لعاب نے زرد مکڑی کے جسم پر جگہ جگہ آگ لگا دی تھی جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں مبتلا تھی۔ اچانک زرد مکڑی نے سرخ مکڑی کے سر کو اپنے آہنی تاروں کی گرفت میں لے لیا۔ سرخ مکڑی نے اپنی پوری طاقت زرد مکڑی کے تاروں سے اپنی گردن چھڑانے میں صرف کر دی۔ دونوں مکڑیاں ایک دوسرے سے لپٹ گئیں اور زمین پر لوٹنے لگی۔ ان دونوں کے منہ سے عجیب و غریب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ زرد مکڑی نے ان تاروں کو زور سے جھٹکا دیا جس میں سرخ مکڑی کی گردن پھنسی ہوئی تھی۔ سرخ مکڑی کے منہ سے ایک خوفناک آواز نکلی اور دوسرے ہی لمحے اس کی گردن جسم سے الگ ہو گئی۔ اس کا جسم کچھ دیر تک تڑپا اور پھر ساکن ہو گیا۔ زرد مکڑی نے اپنے منہ سے عجیب سی آواز نکالی شاید یہ اس کا فاتحانہ نعرہ تھا' مگر اسے اپنے جسم میں تکلیف کا احساس ہونے لگا تھا۔ سرخ مکڑی کے منہ سے نکلے ہوئے شعلوں سے بھرے لعاب نے اس کے جسم کے کئی حصوں پر ابھی تک آگ لگا رکھی تھی۔ ادھر ائیر مارشل نے زرد مکڑی پر حملہ کرنے کی ہدایت دی کیپٹن ظفر اور اس کے ساتھیوں نے زرد مکڑی پر بمباری شروع کر دی مگر اس مکڑی کے جسم پر بھی راکٹوں کے حملے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ الٹا زرد مکڑی نے اپنی جانب حملے کی نیت سے آتے ہوئے ایک جنگی جہاز کو اپنے منہ سے نکلنے والے تاروں کی لپیٹ میں لے لیا اور زوردار جھٹکا دیا۔ جہاز ایک زور

دھماکے سے زمین پر ٹکرایا اور پھٹ گیا اس کا ملبہ زمین پر بکھر گیا۔ آس پاس موجود فوجی جوانوں نے بھی مکڑی
فائرنگ شروع کردی تھی۔ اچانک مکڑی نے مغرب کی جانب سر اٹھا کر کچھ دیکھا۔ یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ
سونگھنے کی کوشش کر رہی ہو دوسرے ہی لمحے وہ اس جانب چل دی۔

"یہ کہاں جارہی ہے؟" وزیرِ اعظم جو یہ کارروائی بڑے غور سے دیکھ رہے تھے بولے۔ ایئر مارشل اور کرنل
بھی حیران تھے لیکن تھوڑی دیر بعد یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی کہ مکڑی مغرب کی جانب کیوں جارہی ہے۔
جانب ایک بڑی نہر موجود تھی۔ مکڑی تیزی کے ساتھ چلتی ہوئی نہر میں اتر گئی اور اس کی تہہ میں بیٹھنے لگی۔
کا سر پانی سے اوپر نظر آرہا تھا۔ یوں وہ اپنے جسم کی آگ بجھانے میں کامیاب ہو گئی۔

اچانک ایئر مارشل اختر اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور بولے۔ "سر میرے ذہن میں اس مکڑی کو مارنے کی
ترکیب آگئی ہے۔" انھوں نے وزیرِ اعظم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"کیا' کیا ہے وہ ترکیب؟ جلدی بتاؤ۔" وزیرِ اعظم بولے۔

"سر جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اس نہر کے کناروں پر دو دو سو فٹ کے فاصلے پر آہنی ٹاور لگے ہیں جن میں
بجلی کے تاروں سے شہر کو بجلی سپلائی کی جارہی ہے۔ ان تاروں سے ہزاروں وولٹ کرنٹ گزر رہا ہے اگر ہم
فائری کر کے ان ٹاوروں کو اسی نہر میں بیک وقت گرا دیں تو بجلی کے تار ٹوٹ جائیں گے اور ہزاروں وولٹ
کرنٹ پانی میں پھیل جائے گا پھر جب ہزاروں وولٹ کرنٹ کا جھٹکا اس مکڑی کو لگے گا تو یقیناً یہ مکڑی ختم ہو جائے

"آپ کی ترکیب تو ٹھیک ہے' مگر اس سے شہر کے کئی حصوں میں ایک یا دو روز تک بجلی کی سپلائی نہیں ہو سکے
" وزیرِ اعظم کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

"سر اس سے بہتر' مکڑی کو ختم کرنے کا اور موقع نہیں ملے گا۔" ایئر مارشل اختر نے کہا۔

وزیرِ اعظم نے کچھ دیر سوچا اور پھر بولے۔ "ٹھیک ہے آپ کیپٹن ظفر کو اس بارے میں ہدایت دے دیں۔"

ظفر کو ایئر مارشل اختر کی ہدایت مل چکی تھی۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کو بھی سمجھا دیا تھا کہ انھیں کیا کرنا
مکڑی ابھی تک نہر میں ہی موجود تھی۔ کیپٹن ظفر اور ان کے ساتھیوں نے بیک وقت ان دو آہنی ٹاوروں پر
کی جن کے درمیان مکڑی موجود تھی۔ دونوں ٹاور ایک ساتھ پانی میں گرے دوسرے ہی لمحے مکڑی کا جسم
طرح تڑپا اور اچانک زور دار دھماکوں سے پھٹ گیا۔ ہزاروں وولٹ کے کرنٹ نے اس کا جسم ٹکڑوں میں
کر دیا۔ "آخر کار ہم اس خوفناک بلا کو ختم کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے۔" وزیرِ اعظم نے اپنے ماتھے پر
آئے پسینے کو رومال سے پونچھتے ہوئے کہا۔ "میں فوری طور پر ان علاقوں کا ہنگامی دورہ کرنا چاہتا ہوں جہاں
اس نے تباہی مچائی ہے تاکہ وہاں کے لوگوں کی مدد کے لیے احکامات جاری کر سکوں۔"

"ٹھیک ہے سر۔" کرنل نسیم نے کہا اور پھر وزیرِ اعظم کے ہمراہ ملٹری ہیڈ کوارٹر کی عمارت کے دروازے کی
جانب چل دیے۔

انتخاب ... کاشف عزیز،

ایک شخص اپنے دوست سے تعزیت کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "تمھارے دادا جان کے انتقال کی خبر سن کر بہت افسوس ہوا کیا عمر تھی مرحوم کی؟"

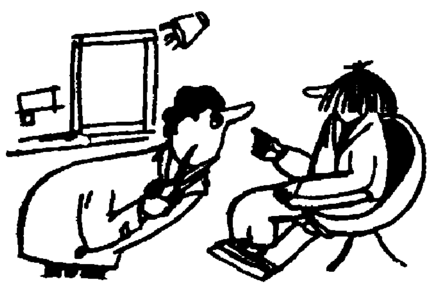
"اٹھانوے سال۔" جواب ملا۔

"اوہ کتنے افسوس کی بات ہے۔ دو سال اور جی لیتے تو سنچری ہو جاتی۔"

○

دروازے پر دیر سے دستک ہو رہی تھی۔ تیز بارش کی وجہ سے وہ اٹھنے میں سستی کر رہا تھا۔ بالآخر چھتری سنبھالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازے پر ڈاکیا کھڑا تھا۔ اس نے خط لیا اور بولا۔ "بھلے آدمی اس بارش میں کیوں زحمت کی، پوسٹ کر دیا ہوتا۔"





ایک کنجوس شخص چھت پر سے گر پڑا. جب اسے اسپتال لے جانے لگے تو چلا کر بولا۔

"بیگم! ناشتے میں آملیٹ مت بنانا اور ہاں دوپہر کا کھانا بھی مت بنانا کیونکہ وہ اسپتال سے ملے گا۔"

○

"ہر بچے کا فرض ہے کہ وہ ہفتے میں کم از کم ایک مرتبہ ایک شخص کو اپنی ذات سے خوش کرے۔" مِس نے بچوں کو سمجھایا پھر سوال کیا۔

"ذیشان! اس ہفتے آپ نے کسے خوش کیا؟" ذیشان نے بتایا۔ "میں جمعہ کو اپنی خالہ کے گھر گیا تھا، شام کو گھر آنے لگا تو خالہ نے کہا۔ "شکر ہے شام ہو گئی، تم اندازہ نہیں لگا سکتے

تمھارے جانے سے مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔"

...... ○ ......

ایک بڑے پولیس آفیسر سے ایک شخص نے شکایت کی کہ اس کے ایک سپاہی نے اس کی گھڑی اور بٹوہ چھین لیا ہے۔ پولیس افسر نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور پوچھا۔ "تم اس وقت یہی سوٹ پہنے ہوئے تھے؟"

"جی جناب!" اس نے جواب دیا۔

"تو بھاگ جاؤ یہاں سے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔" آفیسر نے اسے دھتکارا۔ "اگر میرا سپاہی ہوتا تو یہ سوٹ تمھارے جسم پر نہ رہتا۔"



پولیس والا...... مجھے ایک اشتہاری مجرم کی تلاش ہے جس کی صرف ایک ٹانگ ہے جس کا نام شرفو ہے۔

مخبر...... اور دوسری ٹانگ کا کیا نام ہے؟

... .. ○ .... .

استاد (شاگرد سے) آملیت کو جملے میں استعمال کرو؟



شاگرد...... اس سال آم لیٹ ہیں۔

...... ○ . ....

ایک صاحب ۵ منزلہ عمارت سے اتر کر د رہے تھے۔ راستے میں انھیں یاد آیا کہ گھر بھول آئے ہیں۔ لہٰذا پلٹ کر نیچے اہلیہ کو آواز دی۔ آواز سن کر بیگم آئیں اور پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"بھئی! میں عینک بھول آیا ہوں۔"

بیگم! "کیا کہا، آواز نہیں آ رہی؟"

صاحب کو یاد آیا کہ ان کے گلے دوربین لٹک رہی ہے۔ لہٰذا انھوں نے د آنکھوں سے لگائی۔ بیگم کے چہرے کو کیا اور دھیرے سے کہا۔

"بیگم! میں عینک بھول آیا ہوں سے لا دیجیے۔"



ایک عورت ..... تم اپنے شوہر کا دماغی علاج کروا رہی ہو۔ کیا انھیں افاقہ ہوا؟"

دوسری عورت ... ارے کل میں انھیں اسپتال لے گئی تھی جب ہم رکشے سے اترے تو میرے شوہر نے مجھے روپے پکڑائے اور ڈرائیور کو گھسیٹتے ہوئے اسپتال لے گئے۔

○



میں نے ایک بار ایک رسالے کو خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ اکثر باتیں خطوط میں لکھی نہیں جا سکتیں کیونکہ سنسر آفس خط کھول لیتا ہے۔ اس خط کو پوسٹ کرنے کے ایک ہفتے بعد سنسر آفس سے مجھے ایک خط ملا جس میں تحریر تھا۔

"ہم خط نہیں کھولتے۔ یہ الزام ہے"

○

خفیہ پولیس کے ایک انسپکٹر کی شادی تھی۔ وہ اپنے دوست کے ساتھ دولہا بنا کار میں جارہا تھا پیچھے باراتیوں کی بس تھی۔ اچانک انسپکٹر نے سر اٹھا کر اپنے دوست سے کہا۔ "عامر! ایک بس مسلسل ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔ دفتر وائرلیس کرو۔"



دو عقاب فضا میں بہت اونچے اڑ رہے تھے کہ ایک جیٹ طیارہ ان کے قریب سے شعلے اور دھواں چھوڑتا ہوا گزر گیا۔ "بڑا عجیب سا پرندہ تھا۔" ایک عقاب بولا۔ "مگر یہ اس قدر تیزی سے کیوں جا رہا تھا؟"

"عجیب احمق ہو تم" دوسرا بولا۔ "اگر تمہاری دم جل رہی ہو تو تم تیزی سے نہیں اڑو گے؟"

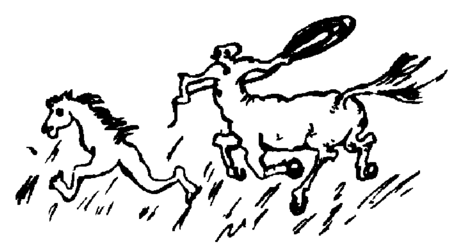
○

والد صاحب (بیٹے کا رزلٹ دیکھتے ہوئے) تم تو تمام مضمون میں فیل ہو گئے ہو۔ کسی مضمون میں پانچ یا چھ نمبر سے زیادہ نہیں لیے۔

بیٹا۔ "اب تو آپ کو یقین ہو گیا ہو گا کہ میں نقل نہیں کرتا۔"



انشورنس کمپنی کے ایجنٹ سے ایک صاحب نے پوچھا۔
"اگر آج میں اپنی بیوی کا بیمہ کراؤں اور کل وہ مر جائے تو مجھے کیا ملے گا!"
"پھانسی یا عمر قید" ایجنٹ نے اطمینان سے جواب دیا۔



ایک آدمی نے سڑک پر دیکھا کہ ایک پتھر پر لکھا ہے کہ "جس نے قسمت آزمانی ہو وہ یہ پتھر اٹھائے۔"
اس شخص نے پتھر اٹھایا تو نیچے لکھا تھا۔ "پتھر واپس رکھ دیں۔ آپ جیسے اور بے وقوف بھی آتے ہوں گے۔"



برما کے محاذ پر رائل انجینئرنگ کور کے کمانڈنگ افسر نے اپنے ایک لیفٹیننٹ کو دلدلی علاقے میں سڑک تعمیر کرنے کو کہا۔ اس نے موقع کا معائنہ کیا اور کہا "یہاں سڑک کی تعمیر ناممکن ہے کیونکہ دلدل آدمی کے قد سے بھی گہری ہے۔"
کرنل نے گرج کر کہا "بکو مت! سڑک تمہیں تعمیر کرنی ہوگی جو چیز درکار ہے لکھ کر دے دو، وہ تمہیں مہیا کر دی جائے گی۔"
لیفٹیننٹ سیلوٹ کر کے اپنے خیمے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد کرنل کو چٹ دی گئی جس پر لکھا تھا، "سڑک کی تعمیر کے لیے سولہ سولہ فٹ کے دس آدمی مہیا کیے جائیں تاکہ تعمیر جلد شروع ہو سکے۔"



ایک شخص اپنے کنجوس دوست کو نصیحت کر رہا تھا۔ یہ دولت کس کام آئے گی؟ چار آدمیوں میں بیٹھنے کے لیے تمہارے کپڑے قیمتی اور صاف ستھرے ہونے چاہئیں۔ اپنے والد اور دادا کو یاد کرو۔ کس ٹھاٹھ کا لباس پہنتے تھے۔
کنجوس نے فقرہ مکمل ہونے سے پہلے تڑپ کر کہا "پھر مجھے کیوں طعنے دیتے ہو۔ میں نے وہی کپڑے تو پہن رکھے ہیں۔"

ایک یتیم لوہار بچہ، دو بڑے مجرم، ایک گم نام محسن، ایک سنکی عورت کی عجیب و غریب کہانی

ہزاروں خواہش

چھٹا ٹکڑا

چارلس ڈکنس کے عظیم ناول کا خلاصہ مسعود احمد برکاتی کے قلم سے

پچھلی قسطوں کا خلاصہ

میرا نام پپ ہے ۔ ہوش سنبھالا تو خود کو بہن اور لوہار بہنوئی "جو" کے ساتھ پایا۔ ایک دن قبرستان میں مجھے ایک بھگوڑا قیدی ملا۔ میں نے اس کی مدد کی، مگر بعد میں وہ پکڑا گیا ۔ پھر مجھے مس شام کے ہاں ملازمت مل گئی۔ وہاں میں ایک لڑکی اسٹیلا کے ساتھ تاش کھیلتا تھا ۔ کچھ عرصے بعد میں نے وہ ملازمت چھوڑ دی اور " جو " کے ساتھ کام کرنے لگا ۔ اسٹیلا اعلا تربیت کے لیے غیر ملک چلی گئی ۔ میری بہن پر کسی نے حملہ کردیا، وہ چلنے پھرنے اور بولنے سے معذور ہوگئی ۔ اب ہمارا کام ایک عورت بڈی کرتی تھی ۔ چند سال بعد ایک وکیل مسٹر جاگرس نے مجھے اطلاع دی کہ ایک گم نام محسن مجھے دولت اور جائداد کا وارث بنانا چاہتا ہے ۔ میں ان کی ہدایت پر لندن جاکر ہربرٹ کے ساتھ رہنے اور اعلا سوسائٹی کے طور طریقے سیکھنے لگا ۔ ہربرٹ سے مجھے پتا چلا کہ ایک شخص نے عین شادی کے وقت مس شام سے بے وفائی کی تھی ۔ اسی لیے وہ پاگل سی ہوگئیں ۔ ایک دن جاگرس صاحب نے مجھے دعوت پر بلایا تو وہاں ایک عورت مولی بھی تھی جو دیکھی دیکھی سی لگی ۔ پھر میری بہن مرگئی ۔ کئی سال بعد اسٹیلا واپس آگئی اور مس شام کی ہدایت پر لندن میں ایک بیوہ کے ساتھ رہنے لگی ۔ میں خاموشی سے ہربرٹ کی مالی مدد کرتا رہا ۔ اسٹیلا کا سلوک میرے ساتھ ایسا تھا جیسے میں اس کا ملازم ہوں ۔ میں نے اپنے خرچے اتنے بڑھا لیے کہ میں قرض دار ہونے لگا ۔ ایک رات ایک اجنبی بوڑھا مجھ سے ملنے آیا اور پوچھا کہ یہاں کوئی اور تو نہیں ہے ۔ میں اسے پہچان گیا ۔ وہ قبرستان والا بھگوڑا قیدی تھا ۔ میں نے اس کی مدد کی تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ نیو ساؤتھ ویلز میں ہے اور میری خوش حالی کی خاطر عرصے سے اس نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا ۔ پتا چلا کہ وہی میرا محسن تھا جو خاموشی سے میری مدد کرکے مجھے بڑا آدمی بنانا چاہتا تھا ۔ مجھے حیرت ہوئی کیوں کہ اب تک میں مس شام کو اپنا محسن سمجھتا رہا ۔ اس نے مجھے اب بہت سی اکھٹی رقم دی تاکہ میں عیش سے زندگی بسر کرسکوں ۔ اب اسے میرے ساتھ رہنا تھا، لیکن یہ بات کسی کو معلوم ہوجاتی تو وہ پکڑا جاتا ۔ میں نے اس کے لیے کسان کا سا لباس منگوایا ۔ جب ہربرٹ گھر آیا تو ہم نے اس سے انجیل پر ہاتھ رکھ کر قسم لی اور اپنا راز دار بنا لیا ۔ پھر پتا چلا کہ اسٹیلا، ڈرمل سے شادی کر رہی ہے ۔ میں بہت اداس ہوگیا ۔ بعد میں منشی ویمک کے ذریعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ لوگوں کو یہ پتا چل گیا ہے کہ نیو ساؤتھ ویلز سے ایک مجرم لندن آیا ہے ۔ میں نے کہا کہ اسے ہرگز گرفتار نہیں ہونا چاہیے ۔

اب آگے پڑھئے ——————

ویمک نے بتایا کہ جاگرس صاحب کی بھی دلی خواہش ہے کہ اس کو گرفتار نہیں ہونا چاہیے اسی لیے جب آپ کمرے سے گئے ہوئے تھے تو ہربرٹ کے ساتھ میں نے اسے اس کے گھر سے دریا کے کنارے ایک گھر میں پہنچا دیا۔ جاگرس صاحب نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص تک پہنچنے کے لیے کوئی آپ کے پیچھے نہ لگ جائے۔ اس لیے آپ کو شامل کیے بغیر اس کو منتقل کر دیا گیا۔ یہ بتا کر ویمک مسکرائے جس سے ان کا اطمینان ظاہر ہوتا تھا' لیکن وہ پھر سنجیدہ ہو گئے اور کہنے لگے :

" لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔"

میں نے تیز لہجے میں جواب دیا :

" مجھے معلوم ہے۔ اس شخص کو لندن سے چلا جانا چاہیے۔ میں نے اپنے ذہن کو اس کے لیے تیار کر لیا ہے اور مجھے بھی اس کے ساتھ جانا ہو گا۔ میرے بغیر وہ یہاں سے نہیں جائے گا۔"

ویمک نے کہا' " خوب! لیکن یہ سارے کام اطمینان سے کرنے چاہئیں۔ جلدی میں گڑ بڑ ہو سکتی ہے۔ منصوبہ احتیاط سے بنانا ہو گا۔ جاگرس صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے۔ جب یہاں سے روانہ ہونا مناسب ہو گا تو وہ آپ سے رابطہ کریں گے۔ ہاں ایک بات اور' اس شخص پر کومپیسن کا نام بالکل ظاہر نہیں کرنا۔ اگر اس شخص کو معلوم ہو گیا کہ کومپیسن لندن میں ہے تو وہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک اس کو......"

یہ کہہ کر ویمک نے اپنے گلے پر اپنا ہاتھ گلا کاٹنے کے انداز میں پھیرا۔

ویمک کے جانے کے بعد میں آتش دان کے شعلوں کو اس طرح گھورنے لگا جیسے مجھے ان شعلوں میں میگ وچ کو لندن سے باہر اسمگل کرنے کا طریقہ مل جائے گا۔ ہربرٹ داخل ہوا تو میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ کلارا کو دیکھ کر آیا تھا۔ کلارا اس کی منگیتر تھی اور اپنے باپ کے ساتھ دریا کے کنارے ایک گھر میں رہتی تھی۔ اس کا بوڑھا باپ اپنے گھر کی کھڑکی سے گزرتے ہوئے جہازوں کو دیکھ کر دل بہلایا کرتا تھا۔ ہربرٹ سے باتیں کرتے ہوئے میرے دماغ میں یہ ترکیب آئی کہ کلارا کا گھر بہترین جگہ ہے۔ وہاں سے ہم میگ وچ کو ایک کشتی میں بٹھا کر جہاز تک پہنچا سکتے ہیں۔ جہاز میں ہم دونوں کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔



ہم نے ایک نئی کشتی خرید لی

جہازوں کے بعض کپتان دولت کی خاطر سب کچھ کر سکتے ہیں وہ کچھ لے دے کر ہمیں کہیں پہنچا دیں گے۔

ہربرٹ نے میرے اس خیال کی پرجوش حمایت کی اور کہنے لگا کہ تمھیں فوراً ایک کشتی خرید لینی چاہیے۔ ہم دریا میں روز کشتی چلایا کریں گے تاکہ لوگ ہمیں کشتی میں دیکھ دیکھ کر مانوس ہو جائیں۔ پھر جس دن تم اور میگ وچ فرار ہوگے اس دن کسی کو شبہ نہیں ہوگا اور لوگ کچھ نہیں سمجھیں گے۔

دوسرے دن میں نے ایک کشتی خرید لی اور ہربرٹ کے ساتھ کشتی رانی کرنے لگا۔ شروع میں ہم بہت دیر تک کشتی نہیں چلاتے تھے، کیوں کہ ہمیں اپنے آپ کو اس محنت کا عادی کرنا تھا۔

میں نے ہربرٹ کے ہاتھ میگ وچ کا پرس اس کو واپس بھجوا دیا۔ اس کے بعد ایک دن میں خود بھی چکر کھاتا ہوا میگ وچ کے پاس پہنچا۔ سیدھے راستے سے اس لیے نہیں گیا کہ لوگوں

کو پتا نہ چلے۔ میں وہاں کلارا سے بھی ملا جو بہت اچھی لڑکی تھی۔ میں نے ہربرٹ سے اس کی تعریف کی تو وہ بہت خوش ہوا۔ میک ورچ خاموشی سے گھر بدلنے سے کچھ خوش نہ تھا' لیکن جب میں نے بتایا کہ یہ وقت کسی دھوم دھڑکے کا نہیں تھا کہ کسی عمدہ گاڑی میں آپ کو لایا جاتا تو وہ مان گیا۔ وہ لندن سے جانے کو تیار نہیں تھا' لیکن میں نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا تو اس کو اطمینان ہوگیا۔ اور وہ ہر بات مان گیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے رکھا تھا اور اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک میں اس کے پاس رہا۔ میں نے اس کو یہ نہیں بتایا کہ میں اس کو لندن سے باہر چھوڑ کر واپس آجاؤں گا۔

میری مالی حالت اب بہت خراب تھی۔ مجھے اپنے جواہرات بیچنے پڑے' لیکن اس سے بھی میرا کام نہیں بنا۔ اس لیے میں نے مس ہیوی شام کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔ میں نے ہربرٹ کی طرف سے کلاریکر کی کمپنی کو رقم دیتے وقت مزید رقم دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب جب میرے حالات بدل گئے اور میں اس قابل نہیں رہا تو میں یہ رقم مس شام سے دلوانا چاہتا تھا۔ کوچ کے اسٹینڈ پر جاتے ہوئے میں جاگرس صاحب کے دفتر پہنچا اور ان کو اپنا منصوبہ بتایا۔ انھوں نے اس کو پسند کیا' لیکن مجھے تنبیہ کی کہ جلدی ہرگز نہ کروں۔ چھپنے کے لیے لندن جیسے بڑے شہر ہی بہترین ہوتے ہیں۔

ہماری بات چیت ختم ہونے کے بعد جاگرس صاحب کی ملازمہ مولی ان کے لیے کھانا لے کر داخل ہوئی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس نے کھانے کی سینی (ٹرے) میز پر رکھ دی۔ میں جانے کے لیے اٹھا تو سینی کو ذرا سا دھکا لگ گیا اور تھوڑا سا شوربا (سوپ) پیالے میں سے چھلک گیا۔ مولی نے غصے سے سر اٹھایا اور ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں سے شعلہ نکلا' لیکن اتنی سی دیر میں نے پڑھ لیا کہ مولی کی آنکھوں میں اسٹیلا کی آنکھوں کی طرح کا غصہ اور توہین ہے اور اس کی ناک اور گال اسٹیلا سے بہت ملتے ہیں۔

جاگرس صاحب سے بات ختم کرکے میں ویمک کو ایک طرف لے گیا اور ان سے پوچھا کہ مولی کون ہے؟ ویمک نے میرے کان میں کہا کہ وہ ایک قاتلہ ہے۔ جاگرس صاحب اس کے وکیل تھے اور انھوں نے اس کو بچایا ہے۔ مولی نے اپنے شوہر سے بدلا لینے کے لیے یہ قتل کیا تھا۔ خیال ہے کہ اس نے اپنے بچے کو بھی مار ڈالا۔



ہم نے دیکھا کہ مولی کی ناک اور گال اسٹیلا سے بہت ملتے ہیں

کوچ مجھے لیے ہوئے مس ہیوی شام کی طرف جا رہی تھی میں ویبک کی بتائی ہوئی کہانی پر بار بار غور کر رہا تھا۔ مولی کے جسم میں خانہ بدوشوں کا خون تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کے شوہر کو کسی اور عورت سے دل چسپی ہوگئی ہے تو مولی نے اس عورت کا گلا گھونٹ دیا اور پھر شوہر سے انتقام لینے کے لیے اپنے بچے کو بھی ختم کردیا ' لیکن میرے خیال میں یہ غلط تھا' کیوں کہ اسٹیلا ہی وہ بچہ تھی۔ مجھے اسٹیلا جیسی ان آنکھوں کو پہچاننے میں دقت نہیں ہوئی تھی جو مجھے پسند تھیں۔ شاید مولی ہی سٹیلا کی ماں تھی اور غربت اور پریشانی سے بچانے کے لیے جاگرس صاحب نے اس لڑکی کو محفوظ جگہ پہنچادیا تھا۔

جب میں مس شام کے ہاں پہنچا تو وہ مجھے زیادہ کم زور اور بوڑھی نظر آئیں۔ میں نے ان کو بتایا کہ میں نے ہربرٹ کی مدد اس طرح کی ہے کہ اس کو بھی نہیں معلوم ہوا۔ میں نے یہ بھی بتایا کہ میں اب اس قابل نہیں ہوں کہ وعدے کے مطابق کلاریکر کی کمپنی کو اور رقم دے

حسن نکھرتا گیا۔ میں نے اس کو جواہرات دیے اور اس کی تعریف کی اور اس کو تنبیہ کر رہی کہ وہ کسی کے دھوکے میں نہ آئے۔ لیکن کچھ ہی عرصے میں اس کا دل برف کی طرح سرد ہو گیا۔"

میں نے ان سے اپنے ہاتھ چھڑائے اور ایک اسٹول لے کر ان کے برابر بیٹھ گیا۔ میں نے آہستہ سے پوچھا :

"اسٹیلا کس کی اولاد ہے ؟"

مس شام نے اپنا سر ہلایا :

"مجھے نہیں معلوم! میری غم زدہ زندگی میں ایک وقت ایسا آیا کہ میں نے فیصلہ کیا کہ ایک ننھی سی بچی پالوں اور اس کو اپنی سی قسمت سے محفوظ کردوں۔ میں نے یہ بات جاگرس صاحب سے کہی۔ انھوں نے کہا کہ اچھا میں کوئی یتیم بچی تلاش کروں گا۔ ایک رات وہ دو تین سال کی ایک بچی لے کر آئے۔ میں نے اس کو گود لے لیا اور اس کا نام اسٹیلا رکھ دیا۔"

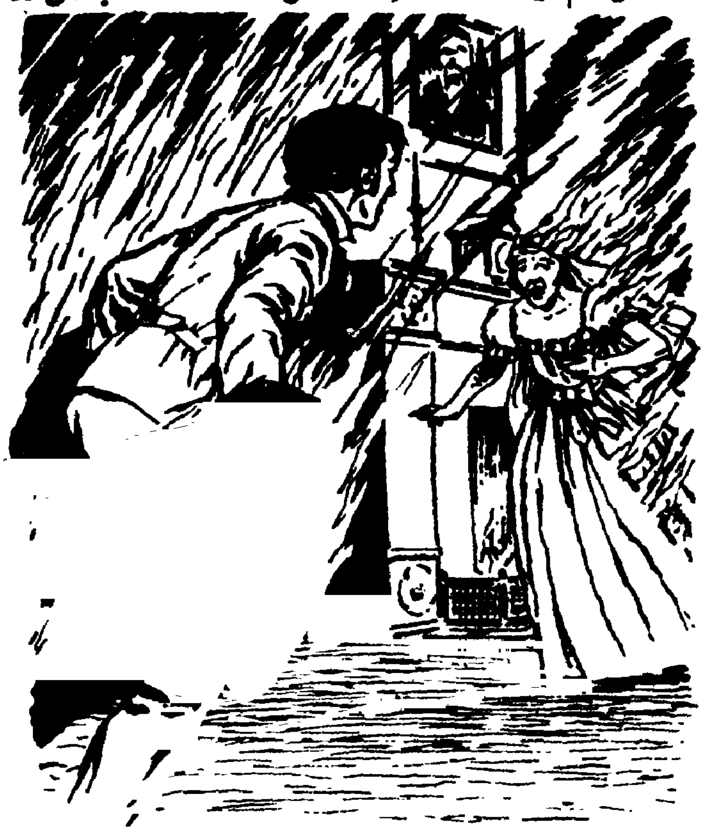
ہم نے پھر کوئی بات نہیں کی۔ میں ان کے پاس کچھ دیر رُکا، کیوں کہ وہ آتش دان کے پاس گر گئی تھیں۔ پھر میں زینے سے نیچے اتر آیا اور گھر میں ذرا دیر گھوما پھرا کیوں کہ میں آخری بار اس گھر کو دیکھ رہا تھا۔ یکایک ایک خوف ناک چیخ سنائی دی۔ میں اوپر کی جانب دوڑا تو دیکھا کہ مس شام کا کمرہ شعلوں کی لپیٹ میں ہے۔ مس شام لڑکھڑاتی ہوئی میری طرف آئیں۔ ان کے عروسی لباس اور نقاب سے شعلے بھڑک رہے تھے۔ میں نے اپنا کوٹ جلدی سے اتارا اور مس شام پر لپیٹا تاکہ آگ کے شعلے بجھ سکیں۔ انھوں نے مجھے دھکا دینا چاہا، لیکن میں نے ان پر قابو پالیا۔ اور اسی کے ساتھ ان کے بالوں کی طرف لپکتے ہوئے شعلوں کو بجھانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس دوران مس شام چلاتی رہیں :

"اس سے کہہ دو کہ میں اسے معاف کرتی ہوں، اس سے کہہ دو میں اسے معاف کر رہی ہوں!"

ملازم بھی دوڑے دوڑے آئے اور آگ سے لڑنے لگے۔ ڈاکٹر کو بلانے کے لیے آدمی دوڑا۔ مس شام زندہ رہیں، لیکن بے ہوش تھیں۔ میرے بُری طرح جلے ہوئے ہاتھوں پر مرہم لگانے کے بعد ڈاکٹر نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ اس لیے میں دوسرے دن لندن آ

گھر پہنچنے کے بعد بھی میرے ذہن پر اثر رہا۔ میری حالت اچھی نہ تھی۔ ہربرٹ نے میرے ہاتھوں پر پٹی باندھ دی اور مجھے لٹادیا۔ پٹی کے باوجود میں سیدھے ہاتھ کی انگلیاں ہلا سکتا تھا، لیکن الٹے ہاتھ کو بالکل بے حرکت رکھنا تھا۔ ڈاکٹر نے اس ہاتھ کو گلے میں پٹی ڈال کر لٹکانے کی ہدایت کی تھی۔ درد کے باوجود مجھے کئی جگہ جانا تھا اور اطلاع پہنچانی تھی، لیکن مجھے بخار بھی ہوگیا، اس لیے ہربرٹ نے اصرار کرکے خود یہ کام کیا۔ اس نے اپنے والد کے علاوہ مس شام کے بعض دوسرے عزیزوں کو بھی مس شام کے اس حادثے کی اطلاع پہنچائی۔ اس نے جاگرس صاحب کے بتائے ہوئے پتے پر اسٹیلا کو بھی اطلاع بھجوائی۔ اسٹیلا پیرس میں تھی۔

ہربرٹ کی مدد کے باوجود بعض کام ایسے تھے جو صرف مجھے ہی کرنے تھے۔ جب میں ذرا سنبھلا تو جاگرس صاحب کے ہاں گیا اور ان کو مس شام کا پرچہ پہنچایا۔ انھوں نے کلاریکر کے نام ۹۰۰ پاؤنڈ کا چیک بنایا ور آدمی بھیج کر ان کو اپنے دفتر بلوایا۔ کلاریکر نے چیک وصول کرلیا۔ اس رقم کے بعد ہمارے معاہدے کے مطابق ہربرٹ کو کمپنی کے مالکوں میں شامل ہونا تھا۔ کلاریکر نے بتایا کہ ہمارا جہازوں کا



مس شام کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی تھی۔

کاروبار خوب ترقی کر رہا ہے اور ہربرٹ کو بہت جلد کمپنی کا حصے دار بنالیا جائے گا' لیک
کو پہلے مشرق کی طرف بھیجا جائے گا تاکہ وہ وہاں ہمارے دفتر کی ایک شاخ کھولیں
شاخوں میں سے کسی ایک کا انتظام سنبھال لیں۔

کلاریکر کے جانے کے بعد جاگرس صاحب مجھے ایک طرف لے گئے اور کہنے لگے
کسی کا نام زبان پر نہ آئے۔ لیکن بس اب وقت آگیا ہے کہ وہ شخص لندن چھوڑ
حکومت کی افسران اس کی سخت نگرانی کر رہے ہیں اور اس شخص کے گرد گھیرا تنگ
جا رہے ہیں۔

گھر آکر میں نے ہربرٹ کو یہ بات بتائی۔ ہم دونوں کی نگاہیں ایک ساتھ ہی میرے
ہاتھوں پر ٹک گئیں' کیوں کہ اب میں کشتی نہیں چلا سکتا تھا۔ کیا کریں؟ ہم دونوں
خاموش رہے۔ آخر ہربرٹ نے حل نکالا کہ اسٹار ٹاپ سے مدد لی جائے۔ اسٹار ٹاپ' ہر
کے والد سے میرے اور نفرت انگیز ڈرمل کے ساتھ پڑھتا تھا۔ وہ ایمان دار اور بھروسے
قابل تھا۔ وہ ہماری مدد کرنے کو تیار ہوگیا۔

ہم چھپتے چھپاتے' بچتے بچاتے دریا کے کنارے کلارا کے گھر پہنچے' جہاں میگ وچ کو
رکھا تھا۔ ہم میگ وچ کو حالات بتانے گئے تھے۔ میگ وچ میرے ہاتھوں کو زخمی دیکھ
بہت پریشان ہوا۔ اپنے فرار کے معاملے سے زیادہ اس کو یہ فکر ہوگئی کہ مجھے کتنی تکلیف
ہی ہوگی۔ اس نے کہا:

"عزیز من! میں تمہاری ہمدردی کا مستحق نہیں ہوں۔ تم مجھے بیٹے سے زیادہ عزیز ہو
ے کبھی نصیب نہیں ہوا۔ اپنی بیٹی سے بھی زیادہ پیار ہے جو کبھی تھی۔"

میں نے کہا:

"آپ نے کبھی اپنے کسی بچے کا ذکر نہیں کیا۔ آپ کی بیٹی اب کہاں ہے؟"

میگ وچ نے ایک گہرے ٹھنڈے سانس کے ساتھ کہا:

"یہ ایک دردناک کہانی ہے۔ لیکن تم دونوں میرے بارے میں ہر چیز جاننے کے مستحق
ذرا پائپ سلگالوں پھر شروع کرتا ہوں!"

نی
ن دوڑ
سا پر مرہم
ن لندن آگیا

میگ وچ نے اپنے پائپ میں بدبو دار تمباکو بھری ۔ حالانکہ میں نے اس کو لندن میں باہر سے آنے والی بہترین تمباکو پیش کی تھی ۔ اب میگ وچ نے کہنا شروع کیا :

" مجھے نہیں معلوم کہ میرے ماں باپ کون تھے ۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں تمام زندگی جیل جاتا رہا اور آتا رہا ' لیکن ایک بار میں نے شادی بھی



پپ کو زخمی دیکھ کر میگ وچ پریشان ہوگیا

کرلی تھی ۔ وہ ایک خانہ بدوش عورت تھی یا کم سے کم اس میں خانہ بدوشوں کا خون شامل تھا ہمارے ہاں ایک لڑکی ہوئی ۔ میری بیوی ایک تیز مزاج عورت تھی ۔ ایک دن اس نے ایک عورت کو مار ڈالا ۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس عورت کو پسند کرتا ہوں ۔"

میگ وچ تھوڑی دیر رکا ۔ وہ شاید ان دونوں عورتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس کی زندگی میں آئی تھیں ۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر کہنا شروع کیا :

" میری بیوی مجھ سے اتنی سخت ناراض تھی کہ اس نے کہا کہ میں اپنی ننھی بچی کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گی ۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کرتا وہ غائب ہوگئی ۔ دوسرے دن صبح مجھے معلوم

ہوا کہ وہ گرفتار ہوگئی ہے اور اس پر ایک عورت کو قتل کرنے کے الزام میں مقدمہ چلے گا۔ الزام بالکل صحیح تھا، لیکن جاگرس صاحب نے اس کی وکالت شروع کردی۔ اس طرح میر جاگرس صاحب کے نام سے واقف ہوا۔ مجھے چھپنا پڑا کیوں کہ میں ہوتا تو مجھے گواہی دینی پڑ کہ میری بیوی نے ہماری بچی کو بھی مار ڈالا ہے۔ بہت مدت کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ جاگرس صاحب نے میری بیوی کو بچالیا اور وہ قتل کے الزام سے بری ہوگئی۔ جاگرس صاحب عجیب غریب آدمی ہیں، لیکن اگر ان کو معلوم ہوتا کہ اس عورت نے ہماری بچی کو بھی ختم کیا ہے تو اس کو نہیں بچاتے۔ پس ہپ، تم ہی اب میرے بچے ہو۔"

یہ غنیمت تھا کہ میرے ہاتھوں کے زخموں کی وجہ سے میرا چہرہ بھی ست گیا تھا اور پیلا پڑ تھا، اس لیے میگ وچ اور ہربرٹ اس کہانی کا اثر میرے چہرے پر نہ دیکھ سکے۔ مجھ پر اتنا ا ہوا تھا کہ میں ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکال سکا۔ میگ کا پائپ بجھ گیا۔ اس نے دوبارہ جلا اور اپنی بات دوبارہ شروع کی :

"اس تمام عرصے میں، میں نے اپنی بیوی سے نفرت نہیں کی، لیکن مجھے صرف ایک شخص سے نفرت ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس سے میں اس روز قبرستان میں لڑ رہا تھا، جب میرا بچہ مجھے پہلی بار ملا تھا۔" یہ کہہ کر میگ وچ آگے بڑھا اور میرے گھٹنے کو تھپ تھپانے لگا میں نے اخلاقاً مسکرانے کی کوشش کی، حالانکہ میرا سراب بھی گھوم رہا تھا۔ میگ وچ بولتا

"وہ خبیث آدمی مجھے اپنے مقصد اور فائدے کے لیے استعمال کرتا رہا، خود ایک شریف آدمی بنا رہا۔ وہ جرم کی اسکیم بناتا اور مجھ سے اس پر عمل کراتا۔ اس طرح وہ محفوظ اور آ رہا اور میں خطروں سے کھیلتا رہا۔ ہم جرم کرکے جو دولت حاصل کرتے اس کا زیادہ حصہ لے لیتا۔ وہ کہتا کہ اصل میں کام یابی اس کے دماغ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ میری جیسی مح اور ہمت تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔ لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ وہ پکڑا گیا۔ وہ مجھ سے الگ ہ اور سارا الزام مجھ پر ڈال دیا کہ میں نے ہی اس کو جرم پر ابھارا تھا۔ اس کی ظاہری شرافت ا عمدہ کپڑے دیکھ کر کون اس کی بات کا اعتبار نہیں کرتا۔ وہ میرے خلاف بول رہا تھا۔ عدال نے بھی اثر لیا۔ وہ آزاد ہوگیا اور میں جیل بھیج دیا گیا۔"

(جاری ہے)

پروفیسر بدرالدین الحافظ

ڈھائی مہینے کا حافظِ قرآن

مجھے اب تک یہی علم تھا کہ ڈیڑھ سال سے کم میں کلام پاک حفظ کرنا مشکل ہے۔ مگر چند روز ہوئے بنارس میں ایک ایسے طالب علم سے ملاقات ہوئی جس نے صرف ڈھائی ماہ میں مکمل قرآن مجید حفظ کیا ہے۔ اس لڑکے کا نام محمد غزالی اور تاریخ پیدائش یکم دسمبر ۱۹۷۴ء ہے۔ ۸۹ء میں اس کے والد محمد ادریس اللہ کو پیارے ہو گئے اور سب سے بڑا بھائی ہونے کی وجہ سے گھر کی ذمہ داری بھی اس پر آ گئی۔ مگر اس نے اپنی تعلیم کا سلسلہ ختم نہیں کیا۔ گھر میں ساری بنانے کا پرانا کام ہے۔ اس میں بھی یہ وقت لگاتا رہا اور تعلیم جاری رکھی۔ نماز روزہ کا بچپن سے شوقین تھا۔ محلّہ کے بعض دوستوں کے ذریعے قرآن شریف حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا تو گرمی کی چھٹی میں اس نے حافظ عبدالرحیم کے پاس کلام پاک حفظ شروع کیا۔ میں نے لڑکے سے ملاقات کی اور تفصیل معلوم کی تو اس نے بتایا کہ میں روزانہ آدھا سپارہ یاد کر کے حافظ صاحب کو سناتا تھا۔ جمعہ کے دن چھٹی ہوتی تھی تو سنیچر کو ایک سپارہ سنایا کرتا تھا۔ کسی کسی دن کم بھی ہوا مگر دو مہینے میں پورا قرآن مجید ہو گیا اور میرے اسکول کا بھی حرج نہیں ہوا۔ اب یہ لڑکا انٹر کالج میں کامرس کا طالب علم ہے اور اس سال رمضان المبارک میں تراویح میں سنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

رمضان المبارک میں شبینہ کا رواج تو دوسرے شہروں میں بھی سنا اور شرکت کی۔ مگر یہاں بنارس میں نئے حفاظ شعبان میں بھی شبینہ میں کلام پاک پڑھتے ہیں پندرہ شعبان کی شب میں یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ نئے حفاظ مشق کی خاطر کسی مسجد یا مدرسہ میں عشاء کے بعد نفلوں میں قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور ان کے پیچھے بہت سے حافظ سنتے ہیں۔ بہت سے غیر حافظ بھی کلام پاک سننے کے لیے موجود رہتے ہیں۔ محمد غزالی نے بھی اس سال شعبان میں شبینہ سنایا ہے۔ اس لڑکے سے ملاقات کے بعد ان کے استاد محترم سے ملنے کا اشتیاق ہوا تو میں نے ان سے کچھ باتیں معلوم کیں۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے ۱۸ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ اسی وقت سے اپنے استاد مرحوم کی نگرانی میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جو ابھی تک جاری ہے اور گذشتہ چالیس سال میں تقریباً چار سو لڑکے میرے پاس حفظ کر چکے ہیں۔ ہر سال تقریباً دس لڑکے حفظ کر لیتے ہیں۔ ان کے جدِّ اعلیٰ یعنی ساتویں پشت کے دادا حافظ جان محمد مرحوم بنارس سے حیدر آباد پیدل

شعبۂ اردو، بنارس ہندو یونیورسٹی بنارس۔

حفظ کر لے گئے تھے غربت کی وجہ سے سواری حاصل کرنا مشکل تھا۔ اور اس وقت بنارس میں کلام پاک حفظ کرنے کا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ اس لیے یہ پیدل گئے اور حفظ مکمل کر کے پیدل ہی واپس آئے۔ یہاں آکر انھوں نے حفظ کرنے کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی تو یہاں رواج ہوا۔ اس طرح ان کی پشت میں اب عبدالرحیم صاحب چھٹے حافظ اور ان کے صاحبزادے ابوالقاسم ساتویں پشت کے حافظ ہیں۔ حافظ عبدالرحیم صاحب مدنپورہ کی بڑی مسجد میں پنج وقتہ امامت بھی کرتے ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے امامت یا تدریس کا کوئی معاوضہ نہیں لیتے کیونکہ ذریعے معاش کے لیے ساری کا کاروبار کافی ہے

عیدین کی نماز پڑھنے کا طریقہ

عیدین کا مطلب ہے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازیں۔ یہ نمازیں آبادی سے باہر کھلے میدان میں باجماعت ادا کرنی چاہیے بوڑھے اور کمزور اگر شہر کی بڑی مسجد میں پڑھ لیں تب بھی درست ہے۔ نمازی کو چاہیے کہ نیت اس طرح کرے " نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز واجب عیدالفطر / عیدالاضحیٰ مع چھے زائد تکبیرات کے واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا طرف کعبے شریف کے اللہ اکبر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس نماز کی پہلی رکعت میں تین تکبیریں قرارت سے پہلے اور دوسری رکعت میں تین تکبیریں قرارت کے بعد ہیں یعنی کل چھے تکبیریں زیادہ ہیں۔ باقی نماز عام نمازوں کی طرح پڑھی جاتی ہے جب صفیں درست ہو جائیں اور امام تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہے تو نمازی بھی نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ باندھ لے۔ پھر ثنا پڑھنے کے بعد جب امام پہلی بار اللہ اکبر کہے تو مقتدی بھی اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھا کر اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر دوسری بار اسی طرح تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ جب تیسری بار اللہ اکبر کہے تو ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھانے کے بعد باندھ لے اور امام کی قرات سنے۔ اس کے بعد رکوع اور سجدہ کر کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے۔ امام کی قرارت ختم ہونے کے بعد جب پہلی بار امام اللہ اکبر کہے تو مقتدی بھی ایسا ہی کہے اور کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دے۔ جب امام دوسری بار اللہ اکبر کہے تو اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دے۔ جب امام تیسری بار اللہ اکبر کہے تو اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دے۔ امام کے چوتھی بار اللہ اکبر کہنے پر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور قاعدے کے مطابق نماز پوری کر لے۔ نماز عیدین کے بعد خطبہ پڑھنا اور سننا واجب ہے۔

مسئلہ :۔ جو شخص نماز عیدین کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد شامل ہو، وہ قیام یا رکوع میں نیت باندھنے کے بعد تینوں تکبیریں کہہ لے۔

جے ایم رڈی - زاہد - بلاری - کرناٹک



● دو شیخی خورے ایک چھوٹے سے ریستوران میں ملے ایک نے کہا" میں سوچ رہا ہوں کہ ساری دنیا کی سونے کی کانیں خرید لوں"

دوسرے نے مسکراتے ہوئے کہا" لیکن میرے دوست یقین کرو، میرا ایک کان کو بھی فروخت کرنے کا ارادہ نہیں ہے"

ایک پروفیسر ایک حجام کے پاس پہنچے اور پوچھا۔

کیا پچھلی بار تم ہی نے میرے بال بنائے تھے؟

حجام نے پروفیسر کو غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا "نہیں جناب! مجھے یہاں آئے ہوئے صرف ایک ہی سال تو ہوا ہے"

محمد پرویز عالم ——— ۹ نیو قاضی اسٹریٹ بمبئی ۳

● استاد" کلاس میں اتنا شور کیوں ہو رہا ہے؟"

ایک لڑکا" جناب ہم خاموشی کے فوائد پر بات چیت کر رہے تھے"

سید لعل ابن خواجہ معین الدین ——— بمبئی

● استاد۔ ملیریا کا ٹیکا کس نے ایجاد کیا؟

شاگرد۔ مچھر نے۔

ماں — بیٹا آگے مت جاؤ وہاں پانی زیادہ گہرا ہے

بیٹا — ماں میں وہاں جانا چاہتا ہوں جہاں ابا تیر رہے ہیں —

ماں" نہیں بیٹا۔ ان کی زندگی کا تو بیمہ ہو چکا ہے"

سید محمد عفان منصورپوری ——— مدنی منزل دیوبند

● ایک آدمی (دوسرے سے) ارے یار آج کل دنیا سے ایمان داری بالکل اٹھ گئی ہے۔

دوسرا آدمی — کیوں؟ تمھیں کیسے پتا چلا۔

پہلا آدمی — میں نے کل ہی ایک نوکر رکھا تھا آج بیگ لے کر بھاگ گیا۔

دوسرا آدمی — اس بیگ کو کہاں سے لائے تھے؟

پہلا آدمی — ایک مسافر ریل میں بھول گیا تھا، میں اٹھا لایا تھا۔

قمر الحسن ——— بائی کلہ اسٹیشن روڈ بمبئی

● ایک ہاتھی اور ایک چیونٹی میں بہت گہری دوستی تھی۔ ہاتھی کے بھائی نے ایک دفعہ ہاتھی سے کہا "تو چیونٹی سے دوستی مت رکھ ورنہ میں تجھے بہت ماروں گا"۔ ایک دفعہ ہاتھی اور چیونٹی کہیں جا رہی تھیں۔ سامنے سے ہاتھی کا بھائی دکھائی دیا، ہاتھی نے کہا اب میں مر جاؤں گا۔ چیونٹی نے پوچھا "کیوں" ہاتھی نے کہا میرا بھائی مجھے مارے گا" چیونٹی نے کہا۔ گھبراؤ نہیں، میرے پیچھے چھپ جاؤ"۔

محمد فاروق ——— جامعہ حسینیہ راندیر سورت

● گاہک (دکان دار سے) آپ کے پاس چوہے مارنے کی دوا ہے؟

دکان دار — کیا آپ خود لے جائیں گے؟

گاہک — نہیں؛ میں چوہوں کو آپ کے پاس بھیج دوں گا۔

محمد فاروق شیخ ——— بھٹکل

● ایک بے روزگار شخص اپنی مسلسل بے کاری سے پریشان ہو گیا تو وہ ایک جیوتشی کے پاس پہنچا اور اسے

اپنا ہاتھ دکھایا۔ جیوتشی نے ہاتھ دیکھ کر کہا۔
"تمھاری قسمت کھلنے والی ہے۔ آج ہی تمھیں بہت روپے ملنے والے ہیں"۔ اتنا سنتے ہی اس شخص نے جیوتشی کا گلا پکڑ لیا اور اس کی جیب سے نوٹوں کا بٹوا لے کر فرار ہو گیا۔

اسد ایوّب ناڈکر ـــــــ داپولی، رتناگری

● جج (ملزم سے) تمھیں روز کورٹ آتے ہوئے شرم نہیں آتی۔
ملزم ـــ معاف کیجیے گا میں تو کبھی کبھی آتا ہوں۔ آپ تو روز آتے ہیں۔

باپ (بیٹے سے) ارے بیٹے تم مٹی میں کیا ڈھونڈ رہے ہو؟
بیٹا ـــ ماسٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ تم نے اپنے ابا کا نام مٹی میں ملا دیا۔ میں وہی ڈھونڈ رہا ہوں۔

اطہر علی بیگ ـــــــ نور نگر، جامعہ نگر نئی دہلی

● ساجد ـــ میرے پاپا سڑک پار کرتے وقت بہت ڈرتے ہیں۔
ماجد ـــ اچھا! لیکن تمھیں کیسے معلوم؟
ساجد ـــ سڑک پار کرتے وقت وہ میری انگلی پکڑ لیتے ہیں۔

سلمان احمد ـــــــ کھائی ڈورا علی گڑھ

● شاگرد ـــ استاد محترم کیا آپ کی بچپن کی کوئی خواہش پوری ہوئی ہے۔
استاد ـــ ہاں۔ جب میں چھوٹا تھا تو اسکول جانے سے قبل میری والدہ میرے بال کھینچ کھینچ کر سنوارتی تھیں تو میری خواہش ہوا کرتی تھی کہ خدا کرے میرے بال نہ ہوتے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں آج گنجا ہوں

عبدالمتین ـــــــ مالیگاؤں، ناسک

● ایک بے وقوف درخت پر چڑھ گیا اب اتر نہیں پا رہا تھا محلہ کے سارے لوگ جمع ہو گئے مگر کسی کی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ کیسے اتاریں۔ لوگوں نے کہا بھائی مکھیا جمّن کو بلاؤ۔ لہٰذا مکھیا جمّن آئے اور انھوں نے بڑی سوچ فکر کے بعد کہا۔ ایک رسّی منگواؤ اور یہاں سے اوپر پھینکو اس کو کہو اپنے کمر میں مضبوطی سے باندھ لے پھر سب مل کر کھینچو فوراً نیچے آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مگر جونہی رسّی کھینچی وہ بدسے زمین پر گرا اور مر گیا۔
مکھیا جمّن افسوس کرتے ہوئے بولے "بھائی ایک آدمی کو کنواں سے اسی طرح نکالا تھا مگر وہ نہیں مرا"۔ اصل میں اس کی موت اسی طرح تھی۔

عبدالکریم ـــــــ کھریک بازار بھاگلپور

● ڈاکٹر ـــ ناراض ہو کر۔ معلوم ہوتا ہے آپ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں۔
مریض ـــ نہیں جناب۔ میں تو آپ کو بڑا عقلمند سمجھ رہا ہوں۔ اس لیے آپ میرے دل کی بات بتا رہے ہیں

رحمانی سلیم احمد ـــــــ اسلام پورہ مالیگاؤں

● ایک دیہاتی شہر گیا اور وہاں اس نے لمبی لمبی بلڈنگیں دیکھیں، وہ سوچنے لگا ضرور اس کو دیکھنے کی قیمت دینا پڑے گی۔ اتنے میں ایک آدمی نے یہ سنا اور اس دیہاتی کے پاس آکر کہنے لگا "کتنی بلڈنگیں دیکھیں تم نے۔ میں نے کہا دس! نکالو دس روپے۔ اس کو دس روپے دے کر دیہاتی چلا گیا۔
اور گاؤں آکر اپنے دوست سے کہنے لگا "میں نے ایک آدمی کو اُلّو بنایا"
دوسرا۔ وہ کیسے؟
"میں نے بیس بلڈنگیں دیکھیں اور صرف دس کے پیسے دیا"

ایچ سمیر احمد ـــــــ لوہیا گنج پٹنہ۔ پونہ

اقوالِ زرّین

مسئلہ نماز

★ نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا، ۲۷ درجہ افضل ہے
★ امام کے ساتھ ایک آدمی بھی ہو تو جماعت ہوسکتی ہے۔
★ صفوں کو سیدھی کرنے سے نماز مکمل ہوتی ہے۔
★ صفوں کے درمیان جگہ خالی نہیں چھوڑنا چاہیے
★ سفر میں دو وقت کی نماز اکٹھی پڑھنا جائز ہے
★ مصلی بھول کر نماز کم یا زیادہ پڑھ لے تو سجدہ سہو کرلینا مسنون ہے۔
★ سجدۂ سہو سلام پھیرنے سے قبل کرنا چاہیے۔

محمد مظہر بیابی، تہراج گنج، رفیع گنج اورنگ آباد بہار

● کاموں کی بہتری اعتدال میں ہے۔
● لوگوں کا احترام ان کی حیثیت کے مطابق کیا کرو۔
● جو شخص سورج نکلنے سے پہلے تک بستر نہیں چھوڑتا دولت اسے چھوڑ دیتی ہے۔
★ بدگمانی ایسا درخت ہے جو ہرے بھرے درخت کو راکھ کر دیتا ہے
★ اپنی سیرت ایسی کلی کی مانند بناؤ جس کو سونگھنے سے اچھائی کی خوشبو آئے
★ ہم اعتماد کے سہارے چلتے ہیں بینائی کے سہارے نہیں۔

سعود احمد موضع بڈھی خاص بسکوہر بازار، سدھارتھ نگر

حضور انور ﷺ کے مبارک نام

اہل جنت کے	نزدیک	عبدالکریم
اہل جہنم کے	"	عبدالجبار
تمام فرشتوں کے	"	عبدالمجید
انبیاء کرام کے	"	عبدالوہاب
شیاطین کے	"	عبدالقہار
جنات کے	"	عبدالرحیم
پہاڑوں کے	"	عبدالخالق
صحراؤں کے	"	عبدالقادر
سمندروں کے	"	عبدالمہیمن
حشرات الارض کے	"	عبدالغیاث
درندوں کے	"	عبدالسلام
پرندوں کے	"	عبدالغفار

سیّدہ حمیرا غوری، جماعت پنجم V نلگنڈہ

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں

● بچّے جنت کے پھول ہیں۔
● جس گھر میں بچّے نہیں وہاں برکت نہیں۔
● علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے
● جس سے علم سیکھو اس کی عزت کرو۔
● جاہل سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔
● علم سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔
● بُرے ساتھی سے اکیلے رہنا بہتر ہے۔
● اندھے کو غلط راستہ مت بتاؤ۔
● ہمیشہ مسکین اور یتیم پر رحم کرو۔

صادق اختر معہد التعلیم الاسلامی ۵/۱ جوگا بائی جامعہ نگر۔ اوکھلا، نئی دہلی ۲۵

★ آسماں کا بہترین تحفہ ماں ہے اس کی دل سے قدر کرو۔

★ خلوص، محبت، ہمدردی اور ایثار کا مقام بلند ہے اسی کو اپناؤ۔

★ تین آدمی تین چیزوں سے محروم رہتے ہیں جلد باز کامیابی سے، غضب ناک صحیح اقدام سے، جھوٹا عزت سے۔

★ مجھے پھول اور ماں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

★ بادلوں کی طرح رہو جو پھول پر ہی نہیں کانٹو پر بھی برستا ہے۔

★ بیماری گھوڑے کی چال سے آتی ہے اور کیڑے کی چال سے جاتی ہے۔

فیضان احمد انصاری مبارک پور اعظم گڑھ

سنت رسولؐ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

- معرفت میری اصل پونجی ہے
- میرے دین کی جڑ عقل ہے
- محبت میری بنیاد ہے
- اللہ کا ذکر میرا مونس ہے
- اعتماد الٰہی میرا خزانہ ہے
- میرا ہتھیار علم ہے
- صبر میرا شاندار لباس ہے
- عاجزی میرا فخر ہے
- زہد میرا پیشہ ہے
- یقین میری روزی ہے
- صدق میرا ساتھی ہے

حافظ مجیب الرحمٰن رحیم آبادی، ۱۸-اے گمبیل اسٹریٹ کلکتہ ۷۳

مدد

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔

ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم مظلوم کی مدد تو کر سکتے ہیں لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس کو ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد کرنا ہے"

عفان احمد محلہ حیدرآباد مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

تین چیزیں

تین چیزیں — ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہے۔
صورت - سیرت - قسمت

تین چیزیں — کسی کا انتظار نہیں کرتیں۔
وقت - موت - گاہک

تین چیزیں — انسان کو زندگی میں ایک بار ملتی ہے
والدین - حسن - جوانی

تین چیزیں — ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے۔
عورت - دولت - اولاد

تین چیزیں — کوئی دوسرا نہیں چرا سکتا۔
عقل - علم - ہنر

تین چیزیں — نکل کر واپس نہیں آتیں۔
تیر کمان سے، بات زبان سے، جان جسم سے

تین چیزیں — انسان کو ذلیل کرتی ہے۔
چوری - چغلی - جھوٹ

محمد ضیاء الہدیٰ عفن جیپ اسٹور محلہ پچھو بہار شریف

قلمی دوستی

نام:- ملکہ بانو
مشغلہ:- پیام تعلیم اور دوسری دلچسپ کتابیں پڑھنا۔
پتا:- دانیال پور تیگھڑہ - بہار

نام:- محمد صالح محمد شعبان
تعلیم:- تیسری جماعت
مشغلہ:- پتنگ اڑانا، پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا:- ۴۰۲ گلی نمبر ۸ اسلام پورہ مالیگاؤں ضلع ناسک ۔ مہاراشٹر

نام:- سید منور سلطانہ مقصود علی
تعلیم:- دسویں جماعت
مشغلہ:- "پیام تعلیم" اور دوسرے رسالوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا:- مقصود علی لائن مین نزد اردو گرلس اسکول کلمب، ایوت محل۔

نام:- سید صنوبر سلطانہ مقصود علی
تعلیم:- چوتھی جماعت
مشغلہ:- پیام تعلیم پڑھنا اور اچھی اچھی کہانیاں پڑھنا۔
پتا:- مقصود علی لائن مین نزد اردو
گرلس اسکول کلمب، ایوت محل۔

نام:- شہیلا تبسم محمد عرفان
مشغلہ:- آج کی خاتون اور کئی رسالوں کا مطالعہ کرنا اور قلمی دوستی کرنا۔
پتا:- محمد عرفان آٹو سینٹر کمہار پورا ایوت محل۔

نام:- محمد صابرین، عمر ۱۷ سال
تعلیم:- بارہویں جماعت
مشغلہ:- قلمی دوستی کرنا، کتابیں پڑھنا۔
پتا:- معرفت محمد سلیمان گلی کفایت اللہ ۔ پہاڑی بھوجلہ ۔ جامع مسجد دہلی ۶

نام:- فیصل علی، عمر ۱۲ سال
تعلیم:- نویں جماعت
مشغلہ:- مختلف قسم کے پودے جمع کرنا کرکٹ کھیلنا وغیرہ۔
پتا:- کاغذی پورہ ۔ بالاپور آکولہ مہاراشٹر

نام:- محمد شبیر الاسلام، عمر ۱۶ سال
تعلیم:- آئی ایس سی (بائیولوجی)
مشغلہ:- صبح صبح ٹہلنا، بیڈمنٹن کھیلنا سائنسی رسالے پڑھنا۔
پتا:- مہراج گنج رفیع گنج، اورنگ آباد بہار

نام:- محمد تحسین، عمر ۱۴ سال
تعلیم:- دسویں جماعت
مشغلہ:- کرکٹ کھیلنا، کامنٹری سننا

دہلی سے نکلنے والے سبھی رسائل
کا مطالعہ کرنا۔
پتا:۔ مہراجگنج رفیع گنج، اورنگ آباد۔ بہار۔

نام:۔ عبدالقدوس انصاری، عمر ۱۶ سال
تعلیم:۔ دسویں جماعت
مشغلہ:۔ پیام تعلیم پابندی سے پڑھنا
کرکٹ کھیلنا، دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا:۔ گلزار گلی مومن پورہ بالاپور آکولہ

نام:۔ شرمین گوہر عرف شیلو
تعلیم:۔ نویں جماعت
مشغلہ:۔ کھانا بنانا، اچھی کتابوں کا مطالعہ
کرنا، بھائی بہنوں کے ساتھ کھیلنا۔
پتا:۔ معرفت، محمد محسن الضحیٰ، موضع و
ڈاکخانہ بلہوری دلہن بازار۔ پٹنہ۔

نام:۔ محمد صفیان، عمر ۱۷ سال
مشغلہ:۔ امتحان کے تین مہینے پہلے سے
خوب محنت کرنا۔ معذوروں کی
خدمت کرنا۔
پتا:۔ ۳۵ جامعہ اسٹریٹ، مسکن رقیہ بھٹکل

نام:۔ محمد شکیب صدیقی، عمر ۱۶ سال
تعلیم:۔ (S.S.L.C) جاری۔
مشغلہ:۔ پیام تعلیم، نور، اُمنگ وغیرہ کا
مطالعہ اور کھیل کود۔
پتا:۔ صدیق ہاؤس ۱۴۵ سلطان اسٹریٹ
چوک بازار بھٹکل (کرناٹک)

نام:۔ حسن کمال، عمر ۱۳ سال

مشغلہ:۔ پیامی جلسوں میں شرکت
کرنا، دوستوں کے پاس
خطوط لکھنا۔ پیام تعلیم کا
مطالعہ کرنا
پتا:۔ معرفت، عبداللہ خالد، محلہ
اٹھوریہ پوسٹ خیرآباد، ضلع مئو
۲۷۶۴۰۳

نام:۔ صغیر اختر، عمر ۱۸ سال
تعلیم:۔ انٹرمیڈیٹ
مشغلہ:۔ خدمت خلق
پتا:۔ صغیر اختر۔ مقام پوسٹ طوئی، اعظم گڑھ

نام:۔ ایچ ایچ شکیل احمد شکیل
مشغلہ:۔ امنگ اور پیام تعلیم کا خوب
دھیان سے مطالعہ کرنا۔
پتا:۔ بشیر احمد شکیل احمد، اقبال اردو
لائبریری پکھریا آزاد نگر۔ بیگوسرائے۔

نام:۔ ابو محمد، عمر ۱۶ سال
تعلیم:۔ دسویں جماعت
مشغلہ:۔ پیام تعلیم اور اُمنگ پڑھنا
والی بال کھیلنا۔ قلمی دوستی کرنا۔
پتا:۔ ابو محمد، پوسٹ طوئی سرائمیر
ضلع اعظم گڑھ۔

نام:۔ محمد معظم انصاری، عمر ۱۷ سال
تعلیم:۔ ہائی اسکول
مشغلہ:۔ قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم کا
مطالعہ کرنا۔
پتا:۔ مکرمی منزل، محلہ رسول پور، پوسٹ
مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یو۔پی)

بچوں کی مذہبی کتابیں

کتاب	قیمت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں	۵۰/۴
خوب سیرت	-/۶
رحمان کا مہمان	-/۶
کمسن صحابی	-/۵
اسلام کے جاں نثار	-/۴
سیرت پاک مختصر مختصر	-/۳
نور کے پھول	-/۹
حضرت حمزہؓ	:/۳
سب سے بڑے انسانؐ	۳/۵۰
حضرت محبوب الٰہیؒ	:/۳
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	:/۲
حضرت فریدالدین گنج شکرؒ	:/۲
حضرت معین الدین چشتیؒ	:/۲
حضرت ابوبکر صدیقؓ	:/۶
حضرت طلحہؓ	:/۳
حضرت سلمان فارسیؓ	:/۳
حضرت ابوذر غفاریؓ	:/۳
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	:/۳
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	:/۳
نیک بیٹیاں	۳/۵۰
امیر خسروؒ	:/۳
ہمارے نبیؐ	۳/۵۰
دس جنتی	۴/۵۰
منہاج القرآن	۴/۵۰
ارکانِ اسلام	-/۳
عقائدِ اسلام	-/۳
چار یار	-/۷
آں حضرتؐ	:/۳
خلفائے اربعہ	-/۸

کتاب	قیمت
نبیوں کے قصے	:/۵
مسلمان بیبیاں	:/۴
اسلام کیسے پھیلا اوّل۔ دوم	۵۰/۷-/۶
پیارے رسولؐ	۴/۵۰
ہمارے رسولؐ	-/۶
حضرت ابوہریرہؓ	-/۴
سرکارِ دوعالمؐ	-/۹
اللہ کے صفی	:/۲
حضرت نظام الدینؒ	:/۳
سرکار کا دربار	۶/۵۰
ہمارا دین (اوّل، دوم، سوم) فی حصہ	-/۸
اسلام کے مشہور سپہ سالار (اوّل، دوم) مکمل	-/۸
اسلام کے مشہور امیر البحر	۴/۵۰
قرآن پاک کیا ہے؟	:/۳
اسلام کیسے شروع ہوا؟	۶/۵۰
رسول پاکؐ	:/۶
اللہ کا گھر	۴/۵۰
رسول پاک کے اخلاق	:/۳
اللہ کے خلیل	:/۳
تحسین القرآن	۴/۵۰
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	:/۳

قاعدہ لیسرنا القرآن

مکتبہ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے قاعدہ لیسرنا القرآن کو نئی ترتیب، آسان و عام فہم ہدایتوں کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمداللہ والدین اور معلمین دونوں نے بہت پسند کیا۔ اظہارِ پسندیدگی کے ساتھ ہی ہمارے بعض کرم فرماؤں نے قاعدہ کو اور بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی گراں قدر تجویزوں سے نوازا۔ ان تجویزوں کی روشنی میں قاعدہ لیسرنا القرآن کا تازہ اڈیشن شائع ہو کر آ گیا ہے۔

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵



پسندیدہ اشعار

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم یا سنگ ہو جا

سید محمد عزیز الرحمٰن
دلاور پور مونگیر۔ بہار

سارا عالم آئینہ باسط
جیسی نگاہیں ویسے نظارے

سیما بانو۔ درجہ ہفتم،
ملیبی مڈل اسکول۔ نیچ کینٹ

ہیں تو بہت زبانیں دنیا میں اے حضور
کوئی زباں تو لا ہے اردو زباں کی طرح

رخشندہ شاذیہ۔ غالب ہائی اسکول سیکٹر
بھلائی نگر درگ۔ (ایم پی)

مرسلوں نے جب کہا انا الیکم مرسلون
منکروں نے کہہ دیا ان انتم تکذبون

جو شہیدان خدا ہیں اُن کو مُردہ مت کہو
زندگی ان کی خدا فرماتا ہے لا تشعرون

عبدالاحد خاں۔ موضع دپوسٹ کواپور بازار
ضلع گونڈا۔ یو پی۔

نگاہیں چند قدم جا کے رک گئیں لیکن
خیال ان کے تعقب میں دور تک پہنچا

عرشی خان۔ درگاہ بیلا، ویشالی، بہار۔

عید کا چاند

وہ چاند آسمان پہ چمکا ہے پیارا پیارا
پیغام عید ہے یہ دل نے میرے پکارا

گھر گھر میں ہو رہی ہیں تیاریاں اسی کی
چرچا ہلال کا ہے باتیں کہیں خوشی کی

منہاج العارفین۔ دوگھرا، جالہ۔ دربھنگہ

گھر کا رنگ

ماما بک بک کرتے ہیں
خالہ ڈانٹ پلاتی ہیں

ممی دھول جاتی ہیں
نانا ہی اک اچھے ہیں

راجا بوڑھا لگتا ہے
رانی بوڑھی لگتی ہے

گڑیا پرانی لگتی ہے
بندر دبلا لگتا ہے

پپا اب کے عید میں آنا
نئے کھلونے ساتھ میں لانا
گھر کا رنگ بدل کر جانا

تسلیم نیازی۔ جہانگیر محلہ، آسنسول، بردوان

رحمت عالم

صاحبِ تاج وختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم
صدر نشیں بزم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

خلقِ حسن پر کیا کیا نازاں جود و سخاوت شفقت و احسان
آیت رحمان، معنی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی گلی کا ذرہ ذرہ ماہِ درخشاں بن کر چمکا
فرش قدم، افلاک کی عظمت صلی اللہ علیہ وسلم

نقش کدورت اس نے مٹایا غیروں کو سینوں سے لگایا
سب کو دیا پیغامِ محبت صلی اللہ علیہ وسلم

درس محبت فرمان اس کا، نوع البشر پر احسان اس کا
امن و محبت اس کی شریعت صلی اللہ علیہ وسلم

بغض و حسد کا نام ہوا گم، چمکا رایت عفو و ترحم
جاگ اٹھی انسان کی شرافت صلی اللہ علیہ وسلم

دین مبیں فیضان ہے اس کا، ذوق یقیں احسان ہے اس کا
اس کے در کی خاک میں حکمت صلی اللہ علیہ وسلم

قرب الٰہی سنت اس کی، حسن عمل ہے طاعت اس کی
حاصل ایماں اس کی محبت صلی اللہ علیہ وسلم

محمد اعظم۔ اسلامیہ اینگلو اردو ہائی اسکول۔ بھٹکل

اونچے اونچے ناموں کی تختیاں جلا دینا
ظلم کرنے والوں کی وردیاں جلا دینا

پھر بہو جلانے کا حق تمہیں پہنچتا ہے
پہلے اپنے آنگن میں بیٹیاں جلا دینا

عبدالحمید جوا کلاں ضلع گونڈا

بات انصاف کی آجاتی ہے تو الجھاتے ہیں
ہم کو آتا نہیں ظالم کی حمایت کرنا

اٹھو چمن زیست کے نوخیز شگوفو
تخریب گلستاں کے نظاروں کو بدل دو

محمد عنایت اللہ۔ جامعۃ الفلاح
بلریا گنج اعظم گڑھ، یو پی

استاد

شاعر:- طلعت اقبال

ذہنوں کو چمکانے والا
نیک و بد سمجھانے والا
محنت پر مائل کرانے والا
دانش مند بنانے والا
شمع علم جلاتا ہے وہ
سیدھی راہ دکھاتا ہے وہ
فکر و نظر کا داتا ہے وہ
سب بچوں کو بھاتا ہے وہ
رہبر ہے وہ نیک چلن کا
مخلص خادم قوم و وطن کا



ننھے مُنّے بچّوں کے لیے دلچسپ اور باتصویر کہانیاں
بتاشے
نرسری کے بچّوں کے لیے آسان زبان میں دلچسپ نظمیں
جادو کی ہنڈیا
5/-
جاں نثار دوست
بچّوں کے لیے باتصویر کہانی
قیمت ۵/- روپے
6/50
کوّے کا خواب
7/-
6/50
دم کٹی لومڑی
6/50
چالاک بلّی
6/50
چاند کی بیٹی
5/-
قیمت 7/50



ویسے تو میری کہانیاں آپ نے کئی شائع کی ہیں۔ لیکن انعام کی حقدار پہلی بار ہوں۔ انکل آپ نے جنوری میں میری کہانی اسلامی "شائع کی اور مجھے انعام کا ار بنایا اس لیے آپ کا بہت بہت شکریہ۔

ناہین سلطانہ۔ بھوانی پیٹھ بارسی
ضلع بٹولہ پور۔

آپ سے عاجزانہ گزارش ہے کہ مہربانی ے اس رسالہ میں خصوصاً پسندیدہ اشعار یک عنوان دیا کریں۔ ہر ماہ ایک عنوان جیسے ل پھر اس عنوان کے تحت اشعار قارئین سے ۔ بھیجے اور سب سے اچھے اشعار پر انعام ا طرح ہر ماہ ہوتا رہے تو مزہ آجائے گا

م۔ مہاراشٹر

فروری ۱۹۹۲ کا پیام تعلیم ملا پڑھ کر خوشی ہوئی۔ تمام کالم کافی اچھے تھے۔ اروں خواہشیں اچھے موڑ پہ ہے منھے منوں شاعرہ" کا تو کوئی جواب نہیں "بچوں کی کوششیں" ں میرا نام پا کر بیں خوشی ہوا۔

اڈیٹر صاحب آپ شروع میں نی یا ناول کا قسط وار ٹکڑا پیام تعلیم میں کرتے ہیں وہ زیادہ تر پیامیوں کے سمجھ یں آتا۔ اس لیے ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ اسے آسان اور سلیس زبان میں شائع کریں۔

شاہ محمد نذر نظیر۔ کمال خان بلڈنگ
سکنڈ فلور۔ امام واڑہ روڈ، بمبئی

● پیام تعلیم فروری ۱۹۹۲ کا شمارہ نظر نواز ہوا سرورق بطور خاص پسند آیا۔ اس شمارے میں پسندیدہ اشعار کے کالم میں فاروق عبدالرزاق نے "آتا ہے یاد مجھ کو" کے عنوان سے جو نظم شائع کرائی ہے اور جس میں ان کا تخلص بھی موجود ہے ان کی تخلیق نہیں بلکہ ظفر کمالی کی ہے۔ یہ نظم اسی عنوان سے ماہنامہ "نور" رام پور۔ یوپی فروری ۱۹۸۲ء کے شمارے میں صفحہ ۹۶ پر شائع ہوئی تھی۔ بشاعر کا نام غلطی سے ظفر ہاشمی چھپ گیا جس کی تردید ظفر کمالی نے مارچ ۱۹۸۲ء کے "نور" میں خطوط کے کالم میں کی تھی فاروق صاحب کی یہ حرکت مناسب نہیں۔ چھٹے شعر میں "ایک دانا" کی جگہ "اک نوالا" لکھ کر تو شعر کا بیڑا ہی غرق کر دیا ہے۔

آدھی ملاقات کے کالم میں مرحوم پیامی نیاز احمد مکاندار کے والد صاحب کا درد بھرا خط پڑھ کر میرے آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے۔ میں مرحوم پیامی نیاز احمد کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ متعلقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ہم متعلقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

شاہد ظفر۔ دینی ادبی امیر اللہ اردو لائبریری
غیاث نگر رانی پور۔ بڑہریا۔ سیوان۔

● فروری ۱۹۹۲ء کا تازہ ترین شمارہ جلوہ افروز ہوا میں نے اس میں شائع شدہ تمام تر مضامین کا بغور مطالعہ کیا۔ خاص طور سے سلینے

پسندیدہ کالم بچوں کی کوششیں کا اس میں کے تمام قلمکاروں نے اچھے مضامین ارسال کیے خاص طور سے بیل کا دودھ ایک درزی اور کوزہ پشت کی کہانی پسند آئی۔ مبارکباد لیکن مدیر صاحب اس شمارے میں اپنی کوئی تحریر نہ پاکر میں بہت غمگین ہوگیا ہوں۔ مجھے خوش کردیجیے۔

افتخار احمد عبدالغنی۔ مولانا آزاد کالونی امراوتی۔

● آج میرے ہاتھ میں فروری ۹۲ء کا پیام تعلیم ہے کہانیوں میں اکثر کہانیاں مجھے پسند آئیں لیکن خاص کر کے محمد شاکر حسین کوثر صاحب کا بیل کا دودھ بہت پسند آیا۔ میری طرف سے قلمکاروں کو مبارکباد۔ واقعی یہی واحد رسالہ ہے جس سے ہم کو نئی نئی معلومات، اور دینی باتیں اور دلچسپ مضامین پڑھنے کو ملتے ہیں ماہ فروری کے شمارے میں جن کے اشعار پر انعام دیے گئے، ان کو میری طرف سے مبارکباد۔ اللہ تعالیٰ ماہنامہ پیام تعلیم کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے۔ آمین۔

سعود احمد مقصود احمد۔
موضع بڈھی خاص بسکوہر بازار ضلع سدھارتھ نگر۔

● میں نہایت پابندی کے ساتھ "پیام تعلیم" کا مطالعہ کرتی ہوں۔ گھر میں سبھی افراد اس رسالے کے شیدائی ہیں۔ مجھے اس رسالے کا بہت بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ آپ نے صفحہ نمبر ۴، کی آخری تاریخ ۲۹ لکھنے کے بجائے غلطی سے ۲۸ فروری لکھ دی۔ ازراہ کرم اگلے شمارے میں تصحیح کرنے کی زحمت فرمائیں۔

عصر الاسرار۔ منگلوارہ۔ کارنجہ۔ اکولہ۔

● ماہ فروری کا پیام تعلیم ملا۔ کافی پسند آیا اور آپ نے میری تحریر "انوکھی عید" شائع کی اس کے لیے شکریہ اور آپ نے میرے دوست ح۔م یسین کی کہانی شائع کی اور پہلا انعام دیا اس کے لیے میں یسین کو مبارکباد دیتا ہوں۔

ندیم احمد صدیقی۔ مکان نمبر ۱۰۸
نزد اہلحدیث مسجد گولڈن نگر، مالیگاؤں۔

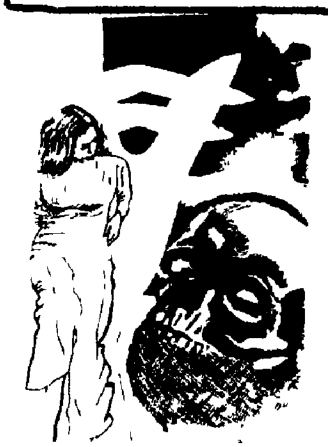
● بمبئی میں جو پیامی بھائی بہنوں کی آل انڈیا قلمی کانفرنس" ہم منعقد کر رہے تھے۔ ماشاء اللہ آپ پیامیوں کے تعاون اور کوششوں سے کافی حد تک کامیاب رہی۔ آپ بے چین ہو کر اس کانفرنس کی روداد اور تجاویز پیام تعلیم میں شائع ہونے والی تھی مگر اب تک شائع نہیں ہوئی۔ ہماری مصروفیات کی وجہ سے اس کانفرنس کی رپورٹ" پیام تعلیم" میں شائع نہیں ہوئی ہم معافی چاہتے ہیں۔ مگر جلد از جلد اس کانفرنس کی رپورٹ اور تجاویز پیام تعلیم میں شائع کی جائے گی۔

محمد فہیم شیخ اسماعیل
بمبئی فائر فائٹرس ہاؤسنگ سوسائٹی۔ بمبئی۔

● آپ نے میری حوصلہ افزائی فرمائی ہے اس کا شکریہ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ ویسے میں نے انعام کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں تھا میں نے تو یہ سوچ کر بھیج دیا تھا کہ آپ کا جو مقصد اصلی ہے یعنی دین کی اشاعت اس میں اس سے مدد ملے گی۔

صبا پروین۔ طالب علم این۔ آئی۔ ای ہائی قاضی سرائے اول نگینہ۔ بجنور۔

سرورق کی کہانیاں



ہمدرد جادو گرنی

آج سے ہزاروں سال پہلے کی بات ہے۔ ایک راجا ملک عرب کے کسی حصہ پر لومت کیا کرتا تھا۔ وہ بہت نیک دل اور نصاف پسند تھا۔ تمام رعایا اس کی عزت و حترام کیا کرتی تھی۔ راجا کے دو لڑکے اور یک لڑکی تھی۔ بڑے لڑکے کا نام حامد ور چھوٹے کا سعید تھا، اور لڑکی کو لوگ شہزادی عائشہ کے نام سے پکارتے تھے۔ شہزادی شکار کی بڑی شوقین تھی۔ وہ روزانہ شام کو اپنی سہیلیوں کے ساتھ جنگل کی طرف جایا کرتی تھی۔ راستے میں پہاڑی پر ایک جادوگرنی کا گھر تھا۔ اس جادوگرنی سے شہزادی عائشہ کی دوستی ہو گئی تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی دوسرے بادشاہ سے اس بادشاہ کی لڑائی ہو گئی۔ ڑائی میں دونوں شہزادوں نے بھی حصہ لیا۔ ِسنے والے بادشاہ کی جیت ہو گئی۔ اس سپاہیوں نے دونوں شہزادوں کو گرفتار



کر دیا۔ اور لے جاکر ایک اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ جب بادشاہ کو اپنی شکست اور شہزادوں کے گرفتار ہونے کی خبر ہوئی تو وہ بہت غمزدہ ہو گیا۔ شہزادی نے بھی یہ بری خبر سنی۔ اور اس کی آنکھوں سے گرم گرم آنسوؤں کی دھارا بہہ نکلی۔ اسی غم میں اس نے دوپہر کا کھانا بھی نہ کھایا۔ جب شام ہوئی تو معمول کے مطابق اس کی سہیلیاں پہنچی۔ سب نے شہزادی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہتی دیکھی تو بے چین ہو اٹھیں۔ سب شہزادی کو ہنسانے کی کوششیں کرنے لگیں۔ کوئی بلی کی آواز نکالتی تو کوئی بندر کی طرح اچھل کود کرنے لگی۔ پھر سب نے شہزادی سے شکار پر چلنے کی فرمائش کی۔ جسے مجبوراً شہزادی نے قبول کر لیا۔ راستے میں انھیں جادوگرنی دکھائی دی جو اس وقت ایک بڑھیا لگ رہی تھی۔ جب وہ جادوگرنی کے پاس پہنچیں تو سب نے شہزادی کے رونے کے بارے میں جادوگرنی کو بتا دیا۔ جادوگرنی نے فوراً شہزادی کو اپنی باہوں میں لے لیا۔ اور پوچھا۔ "بیٹی ماجرا کیا ہے، تم کیوں رو رہی ہو؟" پہلے تو شہزادی کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر جادوگرنی اور سہیلیوں کے اصرار پر ساری بات بتا دی۔ اتنا سننا تھا کہ جادوگرنی آگ بگولہ ہو گئی اس نے کہا "بیٹی عائشہ تم گھبراؤ نہیں، میں دیکھ لوں گی۔ کون ہے جس نے

میری بچی کے بھائیوں کو پکڑ رکھا ہے۔ میں اس کی ساری سلطنت جادو کے زور سے تباہ کر دوں گی۔" "بیٹی تم گھبرانا نہیں" تمام سہیلیوں کو جب پتا چلا کہ یہ بوڑھی عورت جادوگرنی ہے۔ تو ڈر کے مارے ایک دوسرے سے چمٹ گئیں۔ شہزادی بالکل نہیں ڈری۔ اس لیے کہ وہ جادوگرنی کے متعلق پہلے ہی سے جانتی تھی کہ وہ بہت نرم دل ہے۔ جب لڑکیاں جانے لگیں تو جادوگرنی نے کہا "بیٹی عائشہ آج رات کو تم میرے پاس چلی آنا۔ میں تمھارے ساتھ وہاں چلوں گی۔ جہاں تمھارے بھائی قید ہیں اور تمھارے بھائیوں کو آزاد کروا دوں گی" اس طرح رات ہی جادوگرنی اور شہزادی اُڑن کھٹولا پر بیٹھ کر راجا کے محل میں جا پہنچیں۔ پہلے تو جادوگرنی پہرے داروں کو جادو کے زور سے ختم کر دیا۔ پھر دھیرے دھیرے سب سے بچتی ہوئی اندھیری کوٹھری تک پہنچی اور دونوں شہزادوں کو اپنے ساتھ لے کر شہزادی کے پاس پہنچ گئی۔ شہزادی اپنے بھائیوں کو دیکھتے ہی خوش ہو گئی۔ پھر خوشی خوشی وہ سب اُڑن کھٹولا پر بیٹھ کر اپنے محل میں پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کہ وہ پہلے جادوگرنی نہیں تھی بلکہ اُس نے جادو صرف اس لیے سیکھا تھا کہ وہ معصوم لوگوں کو ظالموں کے چنگل سے نجات دلا سکے شہزادی عائشہ کی نیک دلی اور معصومیت نے اسے شہزادی کا ہمدرد بنا دیا تھا۔

رضوان اللہ خان۔ نور منزل کرلا، آگرہ روڈ، بمبئی۔

بہادر شہزادہ

بہت پرانے زمانے کی بات ہے۔ بغداد نامی شہر میں ایک انصاف پسند اور رحم دل بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ ساری رعایا ان کی انصاف پسندی کی وجہ سے خوش تھی۔ اس بادشاہ کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام شہزادہ یوسف اور دوسرے کا نام شہزادہ خالد۔ دراصل اس کا ایک ہی بیٹا تھا اور اس کا نام تھا شہزادہ یوسف۔ شہزادہ خالد انھیں سمندر سے ملا تھا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک بار راجا اور رانی سیر کے لیے جا رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سمندر میں ایک صندوق بہتا چلا جا رہا ہے۔ انھوں نے اس صندوق کو سمندر سے باہر نکال کر دیکھا تو اس میں ایک پیارا سا لڑکا تھا۔ تو وہ دونوں اس کو اپنے محل لے آتے اور اس کا نام خالد رکھا۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد راجا کے یہاں ایک شہزادہ پیدا ہوا۔ محل میں خوب خوشیاں منائی گئیں۔ غریبوں میں کپڑے تقسیم کیے گئے۔ وقت گزرتا گیا شہزادہ خالد اور شہزادہ یوسف بڑے ہو گئے وہ ایک دوسرے کے جگری دوست ہی نہیں بلکہ بھائی کی طرح تھے۔ دونوں شہزادے بہت ہی نیک تھے۔ رعایا بھی ان دونوں کو بہت پسند کرتی تھی۔

اودھ نامی ملک میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں تھا صرف ایک شہزادی تھی۔ جس کا نام تھا شہزادی بلقیس۔ شہزادی بلقیس بڑی ہی خوبصورت تھی اور سارے محل کی لاڈلی تھی۔ اور اس کی خوبصورتی کے چرچے ہر جگہ عام تھے۔

ایک بار وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ باغ میں چہل قدمی کر رہی تھی کہ اچانک ایک تیز ہوا کا جھونکا آیا اور اس کے بعد شہزادی غائب ہو گئی۔ اس حادثے سے سارے محل میں کہرام مچ گیا۔

جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو وہ گھبرا گیا۔ اس نے شہزادی کی سہیلیوں کو بلاکر پوچھا کہ تمھارے ہوتے ہوتے شہزادی کیسے غائب ہوگئی؟ تو شہزادی کی سہیلیوں نے پوری بات بتا دی۔ اس حادثے کے بعد بادشاہ نے ہر جگہ اعلان کرا دیا کہ جو کوئی بھی شہزادی کو ڈھونڈ کر لائے گا اس کے ساتھ شہزادی کی شادی کر دی جائے گی۔ بہت سے شہزادے گئے مگر وہ خود اس جادوگر کے جال میں پھنس گئے جو شہزادی کو اڑا لے گیا تھا۔

اڑتے اڑتے یہ خبر بغداد کے بادشاہ اور اس کے دونوں شہزادوں تک پہنچی۔ ان دونوں شہزادوں نے کہا "ہم شہزادی بلقیس کو اس جادوگر سے چھڑا کر لائیں گے"۔ اور اس کے بعد وہ دونوں اپنے ماں باپ کی دعائیں لیتے ہوئے سفر پر نکل پڑے۔ راستے میں ایک جگہ جب وہ دونوں کھانے کے لیے اترے تو تب ہی ایک بابا وہاں آ گئے اور کہا "بیٹو! میں چار دنوں کا بھوکا ہوں مجھے کھانے کو دے دو"۔ تو ان دونوں نے اپنا اپنا کھانا اس بابا کو دے دیا۔ کھانا کھانے کے بعد بابا نے کہا "میں تم لوگوں سے بہت خوش ہوا۔ میں جانتا ہوں تم دونوں کہاں جا رہے ہو۔ میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ یہ لو ایک تلوار یہ اس جادوگر کے خاتمے کے لیے ہے اور یہ کہتے ہوئے بابا وہاں سے غائب ہو گئے۔

شہزادی بلقیس اس جادوگر کے محل میں تھی۔ اور وہ بہت رو رہی تھی۔ جادوگر کہتا تم مجھ سے شادی کرلو ورنہ تم کو ہمیشہ قید میں بند کر دوں گا۔ جادوگر روز اس سے شادی کی بات کرتا مگر شہزادی ہمیشہ انکار کر دیتی



اس لیے وہ وہاں سے پیر پٹکتا ہوا چلا جاتا۔

دونوں شہزادے تلاش کرتے کرتے آخر کو اس پہاڑ کے پاس پہنچ گئے جس پر جادوگر رہتا تھا۔ اور پھر جلدی جلدی پہاڑ کے اوپر چڑھنے لگے۔ جادوگر کا محل پہاڑ کی چوٹی پر تھا کسی نہ کسی طرح یہ دونوں اوپر چوٹی پر پہنچ گئے۔ اس وقت جادوگر اپنی خواب گاہ میں سو رہا تھا۔ یہ دونوں شہزادے آہستہ آہستہ اس کی خواب گاہ کے پاس گئے اور شہزادہ یوسف نے فوراً اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

اس کے بعد وہ دونوں فوراً اس طرف گئے جہاں پر شہزادی قید تھی۔ اور اس کو آزاد کر کے وہاں سے شہزادی کے ملک پہنچ گئے اور جب بادشاہ نے اپنی بیٹی کو صحیح سلامت دیکھا تو وہ خوش ہوگیا اور اس نے دونوں شہزادوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور شہزادہ یوسف کے ساتھ شہزادی کی شادی کر دی۔ اس کے بعد وہ دونوں شہزادے شہزادی کو لے کر وہاں سے اپنے شہر آ گئے اور

ہنسی خوشی زندگی گزار نے لگے۔

قاضی اسٹریٹ، قریب نل بازار بھیونڈی

نوٹ: پیارے پیامی! آپ نے پتا لکھا مگر نام لکھنا بھول گئے۔ بھئی واہ۔ اب لکھ دیجیے گا۔ دوسرے آپ نے کاغذ کے دونوں طرف مضمون لکھا۔ آیندہ ایسا مت کیجیے ورنہ کوئی تحریر نہیں چھپ سکے گی (ادارہ)

شہزادہ اور بونے

بہت پرانی بات ہے۔ ایک بادشاہ تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ شہزادہ محمود اور شہزادہ احمد۔ شہزادہ محمود بڑا بہادر تھا۔ جبکہ شہزادہ احمد تھوڑا بدھو اور نادان تھا بادشاہ ہمیشہ اپنے بیٹوں کو نیک کام کرنے اور دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کرتا۔ دونوں شہزادے ہمیشہ ساتھ رہتے اور ساتھ ساتھ شکار کھیلنے جاتے۔

ایک دفعہ پڑوسی ملک کے بادشاہ نے حملہ کر دیا۔ بادشاہ اور شہزادہ محمود اس جنگ میں مارے گئے۔ جبکہ ملکہ اور شہزادہ احمد فرار ہو گئے اور کسی دوسرے شہر کے باہر ایک جھونپڑی میں رہنے لگے۔ اب شہزادہ احمد روزانہ جنگل جاتا اور لکڑیاں کاٹ کر اسے فروخت کر دیتا اور اپنا اور اپنی ماں کا پیٹ پالتا۔

ایک دن شہزادہ احمد جنگل جا رہا تھا کہ اسے تین بونے چلچلاتی دھوپ میں ریت پر سوتے ہوئے ملے۔ شہزادے کو بہت حیرت ہوئی کہ اتنی دھوپ میں یہ لوگ اس طرح سوئے پڑے ہیں۔ "کاش میں ان لوگوں کے لیے کچھ کر پاتا۔ سمجھ گیا! ان کے اوپر ایک چھپر چھا دوں گا۔ جس سے یہ دھوپ سے بچ جائیں گے۔" پھر کیا تھا۔ اس نے پیڑوں کی کچھ چھتے دار ٹہنیاں توڑیں اور ان سوتے ہوئے بونوں کے اوپر ایک چھت بنا دی ٹھنڈک کا احساس ہوتے ہی ان تینوں کی آنکھ کھل گئی اور وہ بہت خوش ہوتے۔ انھوں نے شہزادے کو دعا دی کہ تم جو بھی مانگو گے۔ تمھاری ہر چاہ اور خواہش پوری ہوگی۔ شہزادہ جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹنے میں مشغول ہو گیا۔ لکڑیاں کاٹنے کے بعد اس نے لکڑیوں کا گٹھر بنایا۔ مگر لکڑیاں زیادہ ہونے کی وجہ سے گٹھر بہت وزنی ہو گیا جسے شہزادہ اٹھا نہ سکا۔ اور تھک کر گٹھر پر بیٹھ گیا "اسے گھر پہنچانا مشکل کام ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ گٹھر ہی مجھے گھر پہنچا دے۔ جوں ہی اس نے یہ سوچا لکڑیوں کا گٹھر تیزی سے چلنے لگا۔ شہزادہ ڈر کے مارے اس پر چپک کر بیٹھا رہا کچھ دیر بعد وہ گٹھر کے ساتھ شہر سے گزرنے لگا۔ اتنے میں بادشاہ کی بیٹی شہزادی محل کی کھڑکی پر آئی اور اس کی نظر شہزادہ احمد پر پڑی اسے یہ منظر دیکھ کر بڑی ہنسی آئی۔ شہزادے کو بہت غصہ آیا اس نے سوچا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمھاری شادی مجھ سے ہو جاتے۔ پھر دیکھتا ہوں کہ کیسے ہنستی ہو" شہزادے کی چاہ کا شہزادی پر فوراً اثر ہوا۔ اس دن سے اس کی ہنسی غائب ہو گئی۔ بادشاہ کو شہزادی کی خاموشی پر بہت حیرانی ہوئی۔ اس نے سوچا کہ شاید شادی کے بعد شہزادی ٹھیک ہو جائے

اس لیے ایک دن اس نے شہزادی سے پوچھا "بیٹی! اتنے سارے شہزادوں کے رشتے تمہارے لیے آتے ہیں۔ ان میں سے تمہیں کون پسند ہے؟" "ایک بھی نہیں آبا جان" شہزادی نے جواب دیا۔ اور اس نے شہزادہ احمد کے بارے میں بتادیا کہ وہ اسی سے شادی کرے گی۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا مگر اسے ہار ماننی پڑی۔ "ٹھیک ہے اسی سے تم شادی کرنا۔ مگر تم دونوں میاں بیوی کے روپ میں جی نہ سکو گے اس کا بھی انتظام کردوں گا۔"

شادی کے فوراً بعد بادشاہ نے خفیہ طریقے سے دونوں کو ایک بڑے صندوق میں بند کردیا۔ اور اسے سمندر میں گرا دیا: تاکہ دونوں ڈوب کر مر جائیں۔ شہزادی بہت گھبرائی مگر شہزادہ کو اطمینان تھا۔ اس نے من ہی من میں سوچا "صندوق کھل جائے اور ایک جہاز نمودار ہو تاکہ ہم صحیح سلامت کنارے تک پہنچ سکیں۔" یہ سوچنا تھا کہ صندوق کھل گیا اور ایک جہاز نمودار ہوا جس پر دونوں سوار ہو گئے کچھ دنوں بعد جہاز ساحل پر لگا۔ "ایک محل بن جائے تاکہ ہم آرام و سکون سے رہ سکیں۔ شہزادے کا یہ سوچنا تھا کہ ایک محل تیار ہو گیا اور وہ دونوں اسی میں ہنسی خوشی رہنے لگے۔

ادھر بادشاہ کو اپنے غصہ پر بہت پچھتاوا ہوا۔ وہ اپنا زیادہ وقت شکار میں بتانے لگا ایسے ہی ایک بار شکار پر وہ برفیلے طوفان اور بارش میں پھنس گیا۔ ایسے میں دور اسے ایک محل دکھائی دیا۔ کیسا شاندار محل ہے۔ شاید میں کچھ دیر یہاں آرام کرسکوں



اور وہ محل کے اندر داخل ہو گیا۔ دو بے حد خوبصورت لڑکوں نے بادشاہ کا استقبال کیا اور اسے کھانا وغیرہ پیش کیا۔ بادشاہ نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر لڑکوں سے ان کے ماں باپ کے بارے میں پوچھا۔ لڑکوں نے بادشاہ کو اپنے ماں باپ سے ملایا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی کہ ان کے ماں باپ کوئی اور نہیں بلکہ اس کی بیٹی شہزادی اور شہزادہ احمد تھے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے ان کی ساری خطائیں معاف کر دیں۔ شہزادہ احمد نے کچھ دنوں بعد اپنی ماں ملکہ کو بھی محل میں بلا لیا اور وہ سب ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔

انصاری انور حسین محمد شعبان۔
اسلام پورہ چاندنی چوک۔ مالیگاؤں ناسک

بہن کی خوشی

قصہ کسی زمانے کا ہے کسی دیہات میں ایک کسان رہا کرتا تھا اس کے دو بیٹے تھے اور ایک بیٹی۔ بڑے بیٹے کا نام سلیم

اور چھوٹے بیٹے کا نام جاوید تھا۔ اور بیٹی کا نام شہناز تھا۔ ان بہن بھائیوں میں پیار، محبت کا جذبہ اتنا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے اپنی جان تک نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتے تھے یہ سب کسان کی پرورش کا نتیجہ تھا۔

اب وہ سب سمجھدار ہو چکے تھے سلیم اور جاوید دونوں اپنے ابّو کے کاموں میں حصہ لینے لگے تھے اور شہناز گھر کا کام کیا کرتی تھی۔ ان کے گھر کے پیچھے ایک چھوٹا خوبصورت سا باغ بھی تھا جس کی دیکھ بھال بھی شہناز ہی کیا کرتی تھی۔

ایک مرتبہ سلیم اور جاوید دونوں اپنے ابّو کے ساتھ کھیت پر کام کرنے گئے تھے اور اُسی دن شہناز ہمیشہ کی طرح باغ میں پانی دینے گئی تب ایک بڑھیا لکڑی کا سہارا لیے ہوتے شہناز کے پاس آئی۔ اس نے شہناز سے کہا کہ تیرا باغ تو بہت اچھا ہے لیکن اس میں تین چیزوں کی کمی ہے وہ یہ کہ بلبل ہزار داستاں گاتا ہوا پیڑ اور بہتا ہوا سنہرا پانی" شہناز نے اس بڑھیا سے پوچھا کہ "یہ چیزیں کہاں ملیں گی۔ تب بڑھیا نے کہا یہ سب چیزیں جس جگہ ہیں وہ جگہ ایک بزرگ کو معلوم ہے وہ بزرگ شمالی ہند کے پہاڑ پر ملیں گے جو اس کا صحیح راستہ بتا دیں گے" اتنا کہہ کر وہ بڑھیا چلی گئی۔

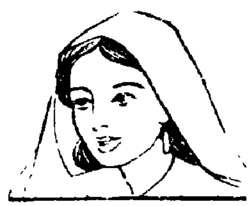
جب شام ہوئی سلیم اور جاوید کھیت سے واپس آئے تو انھوں نے اپنی بہن شہناز کو اُداس پایا۔ انھوں نے فوراً اُداسی کی وجہ پوچھی تو اُس نے ان تین چیزوں کی خواہش ظاہر کی۔ دونوں بھائی اپنی بہن کی خوشی کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔

لہٰذا دونوں نے اُس جگہ جانے کا فیصلہ کیا جہاں یہ تمام چیزیں مل سکتی تھیں۔ پہلے دونوں بھائیوں نے اپنے والدین سے اجازت لی اور ان کی دعا لے کر اس جگہ کے لیے نکلے جہاں بلبل ہزار داستان گاتا ہوا پیڑ اور بہتا ہوا سنہرا پانی مل سکتا تھا

آخر سلیم اور جاوید دونوں اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں ایک عالم بزرگ بیٹھے تھے انھوں نے بزرگ کو سلام کیا اور ان تین چیزوں کا پتا پوچھنے لگے جس کی تلاش میں وہ یہاں تک آئے تھے۔ بزرگ نے انھیں سمجھایا کہ وہ واپس جائیں کیونکہ یہ چیزیں حاصل کرنا کوئی آسان نہیں تھا۔ پھر مجبوراً انھوں نے سلیم اور جاوید کے بار بار اصرار پر ان چیزوں کا راستہ بتا ہی دیا۔ اور کہا کہ اس پہاڑی کی چوٹی کے اس پار جانے سے یہ چیزیں مل سکتی ہے لیکن شرط ہے کہ پیچھے پلٹ کر نہ دیکھیں ورنہ پتھر کی مورتی میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اور صرف بڑے بھائی سلیم کو ہی جانے کی اجازت دی اور چھوٹے بھائی کو ایک تسبیح دی اور کہا کہ اگر اس تسبیح کے موتی ایک دوسرے سے چپک جائیں تو سمجھ لیں کے آپ کا بھائی مصیبت میں ہے۔ لہٰذا دونوں نے اللہ حافظ کہا۔ شکریہ ادا کیا اور چل دیے۔

بڑا بھائی سلیم پہاڑ کی چوٹی کے اس پار جانے لگا تو اسے مختلف قسم کی خطرناک آوازیں سنائی دینے لگیں اور وہ پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔ پیچھے مڑنے کے ساتھ ہی وہ ایک پتھر کی مورتی میں تبدیل ہو گیا۔ اِدھر جاوید نے تسبیح کے موتیوں کو چپکتے ہوئے دیکھا

تو سمجھ گیا کہ ضرور سلیم مصیبت میں ہے۔ جاوید نے واپس جاکر بہن کو ساری باتیں سنائیں اس مرتبہ جاوید اور شہناز دونوں بزرگ کے پاس آئے۔ بزرگ نے شہناز کو ایک چاقو دیا اور کہا کہ اس پر سرخ نشان دیکھیں تو سمجھ لیں کہ آپ کا بھائی خطرے میں ہے" اس مرتبہ جب جاوید چوٹی کے اس پار گیا تو اسے بھی مختلف قسم کی عجیب و غریب آوازیں سنائی دینے لگیں لیکن جب اسے اپنے بھائی جیسی ایک آواز سنائی دی تو وہ بھی پیچھے مڑ گیا اور وہ بھی پتھر ہو گیا



ادھر شہناز نے چاقو پر سرخ نشانات دیکھے تو پھر بزرگ کے پاس آئی اور اس جگہ جانے کی اجازت طلب کی۔ بزرگ نے اس کے کان میں کچھ سرگوشی اور وہاں جانے کی اجازت دی، آخر شہناز اس جگہ جانے میں کامیاب ہو ہی گئی جہاں "بلبل ہزار داستان" گاتا ہوا پیڑ اور بہتا ہوا سنہرا پانی مل سکتا تھا۔ بلبل نے کہا کہ بہتا ہوا پانی لے کر پتھروں کی مورتی پر چھڑکو گی تو اپنے بھائیوں سے مل سکتی ہو شہناز نے ویسا ہی کیا اور پھر سبھی پتھروں کی مورتیاں اصل روپ میں تبدیل ہو گئیں شہناز نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا اور بلبل ہزار داستان گاتا ہوا پیڑ، بہتا ہوا سنہرا پانی لے کر تینوں اپنے گھر آ گئے اور پھر سلیم، جاوید اور شہناز تینوں پہلے سے زیادہ ہنسی خوشی کی زندگی گزارنے لگے۔

صادق عبدالحمید گڑکری۔ بی۔ آئی۔ ٹی، ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی

شہزادی لوری



پرانے زمانے کی بات ہے۔ بغداد میں عبداللہ نامی ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کے ایک ہی بیٹی تھی اس کا نام لوری تھا شہزادی لوری بہت خوبصورت اور بہادر تھی۔ جو بھی اسے دیکھتا اس کی بہادری اور خوبصورتی کو دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا۔ شہزادی لوری کو شکار کھیلنے کا بہت شوق تھا۔

ایک روز کی بات ہے شہزادی لوری سپاہیوں کے ساتھ شکار کھیلنے گئی۔ اس نے جنگل میں ایک ہرن کو بھاگتے ہوئے دیکھا شہزادی نے اس کا پیچھا کیا۔ شہزادی نے اپنا گھوڑا اتنی تیز دوڑایا کہ اس کے سپاہی پیچھے رہ گئے۔ اب شہزادی جنگل میں بالکل اکیلی رہ گئی۔ یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ وہ جنگل میں اکیلی ہے۔ وہ ہرن کا پیچھا کرتی رہی۔ ہرن بھاگتا بھاگتا ایک ویران جگہ پر جا پہنچا اور اچانک غائب ہو گیا۔ شہزادی اسے ڈھونڈ ہی رہی تھی کہ اسے ایک پیڑ کی ڈال پر بیٹھے

ہوئے ایک توتے کی آواز سنائی دی۔ توتے نے کہا آگے خطرہ ہے۔ مگر شہزادی آگے بڑھتی چلی گئی۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ اچانک کچھ فاصلے پر اسے دھواں اٹھتا دکھائی دیا پھر ایک خوفناک آواز سنائی دی شہزادی نے مڑ کر دیکھا تو جس جگہ دھواں نکل رہا تھا وہاں ایک خوفناک شیطان کھڑا دکھائی دیا۔



اس خوفناک شیطان نے شہزادی نوری کو قید کر لیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے شادی کر لو ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔ شہزادی نوری بہت گھبرا گئی اور زار زار روتے ہوئے خدا کو یاد کرنے لگی۔

اُدھر بادشاہ اپنی بیٹی کے غم میں پریشان تھا۔ اس نوری کو تلاش کرنے کے لیے سپاہیوں کو جنگل پورا چھان مارنے کا حکم دیا مگر سب نامراد لوٹ آئے۔ آخر میں بادشاہ نے ایک اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی شہزادی نوری کو ڈھونڈ کر لائے گا اس کی شادی میں اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ کر دوں گا۔

شہزادی کو حاصل کرنے کا خیال ہر شخص کے دل میں آیا۔ مگر جنگل بیابان میں جانے کی ہمت کون کرتا۔ آخر میں شہر کے دو نیک بخت بھائیوں کو یہ خبر ملی۔ ان میں سے بڑے کا نام ایاز اور چھوٹے کا نام ریاض تھا۔ دونوں بھائی بادشاہ کے پاس پہنچے۔ اور کہا کہ ہم شہزادی کو ڈھونڈ کر لائیں گے۔ بادشاہ نے انہیں دو گھوڑے اور سفر کا سامان مہیا کیا۔ دونوں بھائی شہزادی کی کھوج میں نکل پڑے۔ راستے میں جو بھی غریب اور بھوکا آدمی ملتا وہ اپنا کھانا اسے دے دیتے تھے اور جنگلی پھل خود کھا لیتے تھے۔ ایک روز دونوں کو دور جنگل میں ایک جھونپڑی دکھائی دی۔ جھونپڑی میں ایک بزرگ خاتون نماز پڑھتی ہوئی نظر آئیں۔

جب بزرگ خاتون نماز سے فارغ ہوئی تو اس نے پہلے انھیں کھانا کھلایا۔ اور پھر اس جنگل میں آنے کی وجہ پوچھی۔ ایاز نے شہزادی کی ساری داستان کہہ سنائی اور درخواست کی کہ آپ ہماری کچھ مدد کریں۔ بزرگ خاتون نے پہلے تو منع کر دیا۔ مگر نیک بخت بھائیوں کے اصرار پر اس نے انھیں اون کا ایک گولا دیا اور کہا جب تم اسے زمین پر رکھو گے تو وہ اون کا گولا خود بخود لڑھکنے لگے گا۔ جہاں جہاں وہ لڑھکتا ہوا جائے اس کے پیچھے پیچھے چلے جانا۔ یہ اون کا گولا لڑھکتا ہوا ایک پیڑ کے نیچے جاکر رک جائے گا۔ اس پیڑ کی ڈال پر بیٹھا ہوا توتا تمہیں شہزادی کا پتا بتائے گا۔

دونوں بھائیوں نے بزرگ خاتون کا شکریہ ادا کیا اور اون کے گولے کو زمین پر رکھ دیا جنگل میں ایک پیڑ کی ڈال پر بیٹھے ایک توتا کے پاس جا پہنچے۔ توتے نے ان سے کہا "آگے مت جاؤ آگے خطرہ ہے" ایاز نے پوچھا "کیسا خطرہ؟" توتے نے کہا "یہاں سے تھوڑی دور ایک دیو قامت شیطان کی کٹیا ہے، جو بھی وہاں جاتا ہے واپس نہیں آتا" ایاز نے پوچھا کیا وہاں پہلے کوئی گیا تھا؟ توتے نے جواب دیا چند دن پہلے وہاں ایک شہزادی گئی تھی وہ ابھی تک واپس نہیں آئی؟ ایاز نے توتے سے کہا۔ کیا تم ہمیں اس شیطان کی کٹیا کا پتا بتا سکتے ہو۔؟ توتے نے جواب دیا۔ یہاں سے تھوڑی دور جانے پر تمہیں ایک پیلا پھول

دکھائی دے گا۔ اس پر ایک تتلی بیٹھی ہوگی تم اس سے درخواست کرنا وہ تمھیں شیطان کی گپھا تک پہنچا دے گی۔

ایاز اور ریاض گھوڑوں پر سوار ہوکر اس پھول تک پہنچے۔ تتلی واقعی اس پھول پر بیٹھی تھی۔ انھوں نے تتلی سے درخواست کی تتلی وہاں سے یہ کہہ کر اڑی کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ اور وہ دونوں اس کے پیچھے ہو لیے تتلی گپھا کے پاس جاکر رک گئی۔ ایاز اور ریاض گپھا کے اندر داخل ہو گئے۔ اندھیری گپھا میں شہزادی کو ایک کونے میں زنجیروں سے قید پایا۔ شہزادی نے انھیں دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ ایاز نے اپنی تلوار سے زنجیروں کو کاٹ ڈالا اور شہزادی کو آزاد کرلیا۔ زنجیروں کی آواز سے خوفناک شیطان جاگ اٹھا۔ ریاض نے اس شیطان پر تلوار کا ایسا زور دار وار کیا کہ اس کا ایک ہاتھ جسم سے الگ ہو گیا۔ پھر ایاز نے دوسرے وار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

دونوں شہزادی کو ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے اپنی بیٹی کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اپنی بیٹی نوری کی شادی ایاز سے کر دی۔

شازیہ حمید۔ امالو تل مشن اسکول
بوندی۔ (راجستھان)

اغوا کرنے کی سزا

ایک شہر میں اسلم نامی ایک شخص رہتا تھا وہ بہت نیک تھا۔ اس کی ایک بیوی ہاجرہ تھی جو بہت نیک تھی۔ دونوں کی شادی کو پانچ سال ہو گئے تھے۔ لیکن ان کے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ان کی آنکھیں ایک پھول سا بچہ دیکھنے کے لیے بیتاب تھیں انھوں نے منت مانی اگر ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا تو اس کی خوشی میں آٹھ بکرے اللہ کی راہ میں قربان کریں گے اور غریب و مسکین لوگوں کو کھانا کھلائیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کی منت قبول کی اور ان کے ہاں ایک پھول سا بچہ پیدا ہوا وہ بہت ہی خوبصورت تھا بچے کی پیدائش کے کچھ دن کے بعد انھوں نے بچے کا عقیقہ کیا اور اس کا نام مسعود احمد رکھا۔ جب بچہ پانچ سال کا ہو گیا تو ایک دن کی بات ہے اسلم کسی منیجر کے پاس گئے ہوئے تھے کیونکہ وہ ایک بینک کے افسر تھے ان دونوں کو بچے سے بہت محبت تھی۔ اس کو ایک پل بھی اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ یہ ایک ضروری کام تھا اس لیے اسلم صاحب کو مجبوراً جانا پڑا انھوں نے اپنی بیوی سے کہا میں بہت جلد آجاؤں گا لیکن انھیں کام سے فرصت نہیں ملی اور دیر ہو گئی دیر ہونے کی وجہ سے ان کی بیوی ہاجرہ سبزی خریدنے بازار چلی گئیں۔ اور اپنے لخت جگر مسعود کو گھر میں سوتا ہوا چھوڑ گئیں۔ ابھی ان کو گئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ دو آدمی کار سے نیچے اترے اور گھر میں داخل ہو گئے بچہ تو سو ہی رہا تھا ان میں سے ایک آدمی دروازے پر کھڑا ہو کر نگرانی کرنے لگا کہ کوئی نہ آجائے دوسرے آدمی نے بچے کو اٹھایا اور تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا کار کے اندر جا بیٹھا دوسرے آدمی نے جیب سے ایک خط نکالا اور فرش پر پھینک دیا اور وہ بھی کار میں جا بیٹھا تھوڑی دیر میں کار شہر کو عبور کرتی ہوئی ایک گھنے جنگل میں جا پہنچی جہاں زمین کے اندر تہ خانہ تھا بچے کو

حفاظت کے ساتھ ایک چارپائی پر لٹادیا پھر دونوں اپنے باس کے پاس گئے ان کا باس سر پر ایک پگڑی باندھے ہوئے تھا باس نے پوچھا تم لوگوں نے اپنا کام انجام دیا دونوں نے کہا یس سر جب ہاجرہ گھر لوٹی تو بچے کو گھر میں نہ پاکر بیہوش ہوگئی اور گر پڑی تب ہی اسلم صاحب گھر میں داخل ہوئے بیوی کو بیہوش دیکھ کر اور بچے کو گھر میں نہ پاکر کچھ سمجھ نہ سکے



تھوڑی دیر بعد ان کی سمجھ میں کچھ آیا انھوں نے جگ میں پانی لیا اور بیوی کے چہرے پر چھڑکنے لگے تھوڑی دیر کے بعد ہاجرہ کو ہوش آیا تب اسلم صاحب کو کچھ اطمینان ہوا تو ان کی نظر فرش پر پڑے ہوئے ایک خط پر پڑی انھوں نے اس کو کھولا اس میں لکھا تھا...

مسٹر اسلم!

اگر آپ اپنے بچے کو زندہ صحیح سلامت دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک لاکھ روپے لے کر کالی مندر جنگلی راستہ چھوٹی پہاڑی کے پاس تمھیں ایک آدمی رات کو آٹھ بجے ملے گا تم وہ رقم اس کے حوالے کر دینا لڑکا ساڑھے آٹھ بجے تمھارے گھر پہنچا دیا جائے گا اور پولیس کو اطلاع کرنے کی زحمت مت کرنا ورنہ تمھارے پیارے بچے کو بھون کر رکھ دیں گے!!

اسلم صاحب نے خط پڑھ کر ایک لاکھ روپے اٹیچی میں رکھا اور پچاس ہزار اپنی جیب میں رکھا اور بڑے اطمینان کے ساتھ پولیس اسٹیشن چل دیے وہاں جاکر انھوں نے انسپکٹر مسٹر سہدوراؤ سے ملاقات کی انھوں نے سب معاملہ بتایا اور بچہ ملنے پر انعام دینے کا وعدہ کیا مسٹر سہدورا نے کہا کہ ''آپ بے فکر رہیے'' تب ہی انسپکٹر نے کچھ سپاہیوں کو بلایا اور ان کو اس معاملے سے آگاہ کیا انسپکٹر نے کہا ''آپ رقم لے کر چلے جائیے میں اپنے سپاہیوں کو لے کر آتا ہوں'' اسلم صاحب چھوٹی پہاڑی کے پاس پہنچے وہاں انھوں نے ایک آدمی کو کھڑا پایا اسلم صاحب اس کو ایک لاکھ روپے دے کر گھر روانہ ہوگئے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بچہ گھر میں موجود تھا۔ وہ آدمی روپے لے کر ایک تہ خانے میں گیا پولیس والوں نے اس جگہ کو دیکھ لیا اور پورے گروہ کو گرفتار کر لیا اسلم صاحب پولیس اسٹیشن آئے اور انسپکٹر صاحب کو پچاس ہزار روپے بطور انعام دے کر گھر آگئے۔ انسپکٹر صاحب نے یہ انعام اپنے افسر کی اجازت سے تمام سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔ بچے کو پاکر ماں باپ بہت خوش ہوئے اور پھر ہنسی خوشی رہنے لگے۔

صادق اختر: مدرسہ معہد تعلیم الاسلام
جوگابائی جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵۔

رحمدل شہزادی

پرانے زمانے کی بات ہے ہندستان کے مغربی سرحد پر ایک چھوٹا سا ملک افغانستان ہے یہاں کے لوگوں کا خاص پیشہ مویشی پالنا اور تجارت کرنا ہے۔

اس ملک پر عادل نام کا ایک بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا اسے اپنی رعایا کا بہت خیال تھا۔ اس نے اپنے ملک میں لوگوں کے فلاح و بہبود کے لیے بہت سارے کام کیے تھے وہاں رعایا کو بھی اپنے بادشاہ سے بہت محبت تھی۔

خدا نے اس بادشاہ کو ایک شہزادی عطا کی تھی جو نہایت حسین و جمیل تھی بادشاہ کو چونکہ کوئی ولیعہد نہیں تھا۔ اس لیے اس نے شہزادی کی تعلیم و تربیت اس ڈھنگ سے کی کہ وہ فن سپہ گری اور حکومت کے کاموں سے اچھی طرح واقف ہو گئی اسے تیغ زنی اور گھوڑے کی سواری کرنی بھی خوب آگئی تھی۔ وہ اپنی ہم عمروں میں سے کافی تیز تھی۔ لیکن تھی بہت رحمدل۔

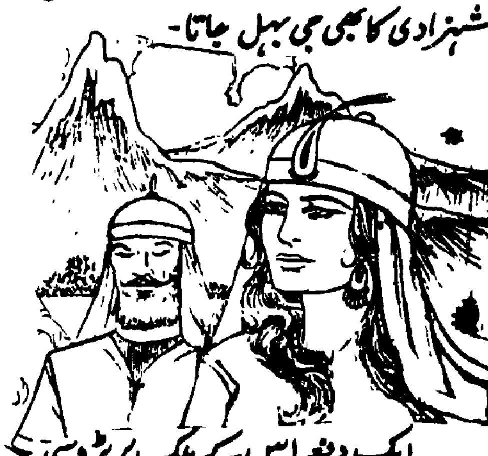
اب شہزادی بہت بڑی ہو چکی تھی اس لیے بادشاہ نے اس کی شادی کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں اس نے وزیروں سے بھی مشورہ لیا۔ وزیروں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ شہزادی کی شادی پڑوسی ملک کے شہزادے سے کر دی جائے تاکہ پڑوسی ملک سے تعلقات بہتر ہو جائیں۔ لیکن یہ بات بادشاہ اور شہزادی کو معلوم تھی کہ اس کے پڑوسی ملک کے بادشاہ کو اس سے دشمنی ہے لہٰذا وہ شادی منظور نہیں کرے گا پھر بھی اس نے اپنے دو قاصد وہاں روانہ کر دیے شہزادی چاہتی تھی کہ اس کی شادی وہاں نہیں ہو پھر بھی اسے راضی ہو جانا پڑا۔

شادی کے پیام کو سن کر اس ملک کے بادشاہ کو بھی حیرت ہوئی ظاہری طور پر وہ تو بہت خوش ہوا اور کہلا بھیجا کہ مجھے یہ رشتہ پسند ہے لیکن دل ہی دل میں اس نے سوچا اچھا موقع ہے عادل بادشاہ کو اس وقت تنگ کر دیا جائے اور دل کا غبار نکال لیا جائے عین شادی کے دن اس نے عادل شاہ کو لکھ بھیجا کہ اس شادی کے عوض شہزادے کو دو ریاست کی جاگیریں بھی عطا کی جائے تاکہ وہ خوشی محسوس کر سکے"

عادل بادشاہ نے جب یہ خبر سنی تو بہت بگڑا اور بولا مجھے معلوم تھا کہ ظاہر شاہ اپنی اوچھی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا لیکن پھر بھی وہ کچھ نہیں بولا اور دو جاگیریں دینے کا وعدہ کر لیا۔

ظاہر شاہ یہ سب دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا کہ اس کی باتوں سے عادل شاہ کے چہرے پر شکن بھی نہیں آئی۔ شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی شہزادی اپنی سسرال آگئی۔ ایک دن شہزادی باغ میں بیٹھی تھی کہ اس نے دیکھا کہ باغ کے کنارے چھوٹے چھوٹی چڑیاں کھیل رہی ہیں۔ ایک چھوٹی سی بلی تاک لگائے بیٹھی ہے اچانک چڑ بولے

کی نظر بلی پر پڑی وہ سبھی پھر پھڑا کر اڑ گئیں اب صرف ایک چھوٹی سی چڑیا رہ گئی تھی اور بلی تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہی تھی قبل اس کے کہ وہ اسے پکڑتی شہزادی نے دوڑ کر اسے بچالیا۔ بلی یہ دیکھ کر بہت کھسیائی۔ مگر وہ کیا کر سکتی تھی۔ چڑیا بہت شکر گزار ہوئی۔ شہزادی چھوٹی چڑیا کو محل میں لے آئی اور اسے آزاد چھوڑ دیا۔ چڑیا آسمان میں اڑ گئی۔ اب وہ روزانہ اس سے ملاقات کرنے آتی شہزادی کا بھی جی بہل جاتا۔



ایک دفعہ اس کے ملک پر پڑوسی ملک نے چڑھائی کی شہزادی نے نہ صرف اس جنگ میں شرکت کی بلکہ اس نے فوج کی قیادت بھی اپنے ہاتھ میں لی۔ جنگ میں فتح حاصل ہوئی بادشاہ شہزادی کا بہت شکر گزار ہوا اور اس کے باپ کی زمین بھی لوٹا دی اور دونوں ملک کے تعلقات بہتر ہو گئے باپ کی اچھی تربیت شہزادی کے کام آئی۔

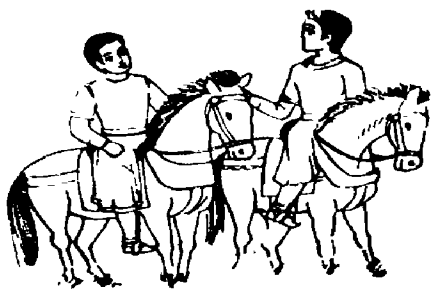
جنگ میں جتنے قیدی گرفتار کیے گئے تھے ان کو بھی شہزادی نے آزاد کر دیا تب ان سبھوں نے خوش ہو کر شہزادی کو "رحم دل شہزادی" کا نام دیا تب سے وہ اسی نام سے جانی جاتی ہے۔

مرسلہ: عبدالباقی غالب
غلاصی محلہ جھاجھا ضلع مونگیر۔ بہار

دو شہزادے

کسی ملک پر میر صادق نامی ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ وہ بہت کنجوس تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ نام تھا اسد کا ارباز۔ ایاز۔ شہزادے عقل مند، بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ غریبوں کا بھی خیال کرتے تھے جبکہ بادشاہ کنجوس تھا۔ جس سے عوام پریشان رہا کرتی تھی۔ پھر بھی وہ صبر کرتے کہ بادشاہ کو یہی دو بیٹے اچھا سبق سکھائیں گے جیسے جیسے شہزادوں کی عمر بڑھتی گئی وہ اتنی عقلمندی کے کام انجام دینے لگے۔ وہ سوچتے ہمارے پاس دولت ہے اگر اس سے کسی کا پیٹ بھرتا ہو تو کیوں نہ ہم اسے اس کے کام میں لائیں۔ وہ روزانہ کچھ نہ کچھ خزانے سے لیتے اور غریبوں میں تقسیم کرتے۔ دھیرے دھیرے خزانہ خالی ہوتا گیا اور ایک دن ایسا بھی آگیا کہ وہ محل کی ہر قیمتی چیز لے کر جنگل میں چلے آتے۔ راستے میں انھیں ایسے لوگ بھی ملتے جو بھوک کی شدت سے تڑپ رہے تھے۔ سبھی چیز ان میں بانٹتے ہوئے یہ دونوں آگے نکل گئے۔ ایک جگہ انھیں ایک شکاری ملا جو ایک جھونپڑی کی آڑ سے چڑیوں کو نشانہ بنانا چاہتا تھا۔

شہزادوں نے شکاری کو مار کر اس کی بندوق پھینک دی۔ چڑیوں نے شکریہ ادا کیا۔ موتیوں کی تھیلی دی اور کہا کہ جب تم لوگوں پر کوئی مصیبت پڑے تو یہ موتی زمین پر ڈال دینا۔ اب وہ آگے بڑھے کچھ فاصلے پر انھیں ایک جھونپڑی سے سسکنے کی آواز آئی۔ شہزادے جھونپڑی میں داخل ہوتے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت لڑکی تڑپ تڑپ کر رو رہی ہے سامنے ایک لاش پڑی تھی۔ اس کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا۔ شہزادے نے اسے تسلّی دیتے ہوئے کہا "گھبراؤ نہیں ہم تمھیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔ اے لڑکی تیرا نام کیا ہے؟" ایاز نے دریافت کیا "میرا نام پری وش ہے" "صحیح معنوں میں تم پری کے مانند ہو۔ تم جیسی حسین لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ اور میں یہ سوچ میں پڑ گیا ہوں کہ سچ مچ یہ حقیقت ہے یا کوئی خواب" ایاز نے کہا۔ ابھی بات ہوئی تھی کہ ادھر سے ایک جادوگر نمودار ہوا اور ہنستے ہوئے کہنے لگا "تعریف تو بہت اچھی کرتے ہو۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے شہزادے کو پنجرے میں قید کر دینے کی دھمکی دی۔ چھوٹے شہزادے کو غصہ آ گیا۔ وہ اپنے بھائی کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا تھا۔ کہنے لگا "تو جس چاند پر دھبّا لگا رہا ہے وہی تجھے چھٹی کا دودھ یاد دلائے گا" اتنا سننا تھا کہ جادوگر نے پری وش کو پکڑ کر، دونوں شہزادوں پر وار کیا۔ چونکہ انھیں راستے میں چڑیوں نے تین تھیلیاں موتیوں



کی دی تھیں اور کہا تھا "جب تم دونوں مصیبت میں گرفتار رہو تو موتیوں کو نیچے ڈال دینا" شہزادوں نے ایسا ہی کیا۔ موتیوں کی جگہ لال مرچ کا پاؤڈر بن گیا۔ اور ساری چڑیاں جادوگر کے سر پر چونچیں مارنے لگیں۔ جادوگر بری طرح زخمی ہو گیا۔ پھر بھی وہ پری وش کو پکڑے ہوا تھا۔ آخر چڑیوں نے شہزادوں کو رہا کرا ہی لیا اور شہزادے پری وش کو لیکر چل پڑے۔ جادوگر کے سپاہی اپنے آقا کی ناکامی کو برداشت نہیں کر پائے اور ان پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن شہزادوں نے اپنی بہادری سے ان کو بھگا دیا۔

سورج غروب ہو چکا تھا اس لیے شہزادوں کو جنگل میں ہی ٹھہرنا پڑا۔

ادھر محل سے بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو روانہ کیا کہ شہزادوں کو جس حالت میں دیکھا جائے انھیں مارتے پیٹتے ہماری خدمت میں حاضر کریں۔ سپاہی راستہ طے کرتے گئے اور جو بھی راستے میں ملا اس کے منھ سے شہزادوں کی تعریف سنتے گئے۔ سپاہی دل میں سوچتے واقعی شہزادے ہیں بھی تعریف کے لائق۔ سورج غروب ہوا

اور دونوں شہزادے سوگئے۔ لیکن پری وش کو اس کی ماں کی یاد آرہی تھی وہ اپنی مدھر رسیلی آواز میں گیت گا رہی تھی۔

سورج نکلتے ہی شہزادے کیا دیکھتے ہیں کہ کریم چاچا۔ رحیم چاچا اور بہت سارے ان کی سلطنت کے سپاہی قریب آرہے ہیں۔ انھوں نے شہزادوں سے پوری تفصیل سنی۔ اور بادشاہ کی مرضی سے بھی آگاہ کردیا۔ تو شہزادے نے کہا ہمیں ضرور مارتے پیٹتے لے چلو مگر ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ محل کے قریب آتے ہی شہزادوں کا نام لے کر زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ بادشاہ نے اپنے راجکماروں کا ایسا استقبال دیکھا تو بہت خوش ہوا اور اسی دن سے بادشاہ بھی سخی بن گیا پھر پری وش کی شادی شہزادہ ارباز سے ہوگئی۔

شازیہ ناز سنیک وارث پورہ
کامٹی (ناگپور)

مارچ ۹۲ میں شائع ہونے والی نگارشات پر انعام

پسندیدہ اشعار

۱۔ مبین احمد انصاری۔ مالیگاؤں ۲۔ رخسار پروین جامعہ نگر نئی دہلی
۳۔ محمد نہیم شیخ اسماعیل بمبئی ۴۔ حافظ صغیر احمد ہمری (سدھارتھ نگر)

بچوں کی کوششیں

۱۔ منور سلطان کلب۔ ۲۔ فیصل امین مومن بھیونڈی
۳۔ فیصل علی بالاپور۔ ۴۔ شاہد ظفر۔ سیوان
۵۔ سہیل احمد دہلی ۶۔ ارشد اللہ عشرت اللہ۔ بھیونڈی
۷۔ محمد آصف۔ نئی دہلی ۸۔ عرفانہ تبسم جیلانی۔ دربھنگہ



ہونہار طالب علم

عبداللہ بن محمد شفیق

ان سے ملیے عبداللہ بن محمد شفیق

یہ شیخ عثمان ہائی اسکول (مالیگاؤں) کے ایک ہونہار طالبِ علم ہیں۔ ان کا شمار ذہین اور محنتی طالب علموں میں ہوتا ہے۔ ان سے ملاقات کا حال سنیے۔

آپ کا نام : عبداللہ

آپ کی عمر : ۱۰ سال

مقیم حال : عائشہ نگر، مالیگاؤں

ابتدائی تعلیم : پرائمری اسکول

زیرِ تعلیم : پانچویں جماعت

مستقبل کے ارادے : ٹیچر بننا

آپ کی کامیابی کا راز : والدین اور اساتذہ کی فرمانبرداری، خدمت اور عزت کرنا۔

پسندیدہ مضمون : ریاضی، انگلش۔

پسندیدہ غذا : کھچڑی۔

پسندیدہ کھیل : کبڈی، فٹ بال

پسندیدہ مشغلہ : فرصت کے وقت میں علمی ادبی رسائل کا مطالعہ کرنا۔

پیامی ساتھیوں کے نام پیغام : تمام ساتھی اپنے والدین اور اساتذہ کی خدمت اور فرمانبرداری ہی کے ذریعہ دونوں جہاں میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

متعارف محمد یٰسین علیگ۔ مالیگاؤں

وفاداری

ایک بادشاہ کو شکار کا بڑا شوق تھا ایک دن وہ اپنے درباریوں کے ساتھ شکار کے لیے نکلا۔ ساتھ میں اس کا وفادار "باز" بھی تھا۔ جسے وہ بہت پیار کرتا تھا۔ شکار کی تلاش میں بادشاہ بہت دور نکل گیا۔ بادشاہ کو جب پیاس لگی تو پانی تلاش کرنے لگے۔ وہ صاف پانی کے ایک چشمے کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے ایک پیالہ جھرنا میں لگایا۔ جب پیالہ پانی سے بھر گیا۔ تو بادشاہ نے پینا چاہا۔ جوں ہی بادشاہ نے اپنے ہونٹوں تک پیالہ پہنچایا باز نے جھپٹا مار کر اسے گرادیا۔ دوسری بار بادشاہ نے پھر پیالہ بھرا اور جوں ہی پینا چاہا باز نے پَر پھڑ پھڑا کر اسے گرادیا بادشاہ پیاس سے بے چین تھا اس نے غصے میں آکر باز کو پتھر پر پٹک پٹک کر مار ڈالا۔

اتفاقاً بادشاہ کی نظر جھرنا کے اوپر گئی دیکھا کہ ایک زہریلا سانپ جھرنا کے پانی میں مرا پڑا ہے۔ اس کا زہر پانی میں مل کر آرہا ہے۔ اب بادشاہ بہت پچھتایا۔ اب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ باز

کیوں اسے پانی پینے سے روکتا تھا۔

محمد اشرف کمال اعظم بہار شریف

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے

آج مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حق سننے کے بعد بھی بھٹک رہا ہے۔ اب مسلمان صرف نام کا مسلمان ہے صرف عید اور بقرعید کی نماز پڑھنے والا رہ گیا ہے۔ پانچ وقت کی نماز فرض ہے لیکن اسے فکر ہی نہیں۔ کپڑوں کو دیکھو تو ہیرو بنا دکھائی دیتا ہے۔ چہرے سے تو پہچان ہی مشکل ہو گئی ہے کیوں کہ چہرے کا نورانی کی دوکان میں گروی رکھ دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر میں جاؤ تو سلام کرتے ہوئے جاؤ لیکن آج فلمی گیت گاتے ہوئے گھر میں قدم رکھا جاتا ہے۔ اذان ہو رہی ہے لیکن جناب کا ٹیپ ریکارڈر ٹی وی اور وی سی آر چل رہے ہیں۔ پورے گھر کے افراد ایک ساتھ بیٹھ کر فلمیں دیکھ رہے ہیں۔ فلمی میگزین اور ناول پڑھنے میں وقت اور پیسا دونوں برباد۔ لیکن قرآن شریف کی تلاوت کو فرصت نہیں ملتی۔

یا اللہ ہم مسلمانوں کو اسلامی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ (آمین)

مرسلہ: عفن جیب اسٹور محلہ کھجو بہار شریف

سچائی

ایک لڑکے کو اس کے ریاضی کے استاد نے کچھ سوال گھر سے حل کر کے لانے کو دیئے۔ اس لڑکے نے سبھی سوال صحیح کیے۔ صرف ایک سوال اس نے اپنے دوست کی مدد سے کیا۔ اگلے دن درجے میں استاد نے سبھی لڑکوں کی کاپیاں جانچیں۔ صرف اسی لڑکے کے سبھی سوال صحیح تھے۔ استاد نے اس کی بڑی تعریف کی اور اسے اپنا قیمتی قلم انعام میں دینا چاہا۔

"لیکن یہ کیا" لڑکا رونے لگا، "ماسٹر صاحب اس میں سے ایک سوال میں نے اپنے ساتھی کی مدد سے حل کیا ہے۔"

ماسٹر صاحب لڑکے کی سچائی سے بہت خوش ہوئے انھوں نے کہا اب انعام میں تمھاری سچائی پر دیتا ہوں۔ یہی لڑکا ایک دن گوپال کرشن گوکھلے نام سے مشہور ہوا۔

مرسلہ: سرور نواز نظامی درگاہ بیلا ویشالی

موٹر سائکل

موٹر سائکل دو پہیوں والی ایک سواری ہے۔ یہ پٹرول سے چلتی ہے اس میں دوسری گاڑی کے مقابلے میں پٹرول کم خرچ ہوتا ہے۔ عام طور پر تمام مو

سائکلوں کے بنیادی کل پرزے ایک سے ہوتے ہیں۔ شروع شروع میں جو موٹر سائکل بنائی گئی وہ بھاپ کے انجن سے چلتی تھی۔ دھیرے دھیرے اس کو پٹرول کے انجن میں تبدیل کر دیا گیا اور اب یہ مکمل طور سے پٹرول سے چلتی ہے۔ سب سے پہلے ایک عام سی سائکل میں بھاپ سے چلنے والا انجن لگا کر اس کو موٹر سائکل کا نام دیا گیا۔ اس موٹر سائکل کو قابو میں رکھنا بڑا مشکل ہوتا تھا۔ ۱۸۸۵ء میں جب امریکی موٹر سائکل بنائی گئی تو اس کا نام "کوپ لینڈ" رکھا گیا تھا۔ یہ دنیا کی سب سے زیادہ بکنے والی موٹر سائکل تھی۔ اس موٹر سائکل کا انجن پٹرول کے اوپر ہوتا تھا۔ اس پر بیٹھنے کے لیے سوار کو پہیے کے اوپر چڑھنا پڑتا تھا جو بڑا مشکل کام تھا۔ یہ موٹر سائکل ناہموار راستوں میں بھی آسانی سے دوڑائی جا سکتی تھی اس موٹر سائکل کا استعمال جنگوں میں بھی کیا جاتا تھا۔ دوسری جنگ عظیم میں اس موٹر سائکل کو جنگی مشین کی طرح استعمال کیا گیا۔ آج بھی موٹر سائکل کو جنگوں میں استعمال کیا جاتا ہے کیوں کہ یہ آسانی سے تنگ اور ناہموار راستوں کو پار کر جاتی ہے۔

۱۸۹۷ء میں فرانس میں ورنر۔ NER
NER۔ نامی دو بھائیوں نے پٹرول سے چلنے والی موٹر سائکل بنائی۔ اس موٹر سائکل کا فریم ہلکا، ٹائیر چھوٹے اور گدی آج کی موٹر سائکلوں کی طرح تھی اس کا انجن اگلے پہیوں پر لگا تھا بعد میں ورنر بھائیوں نے ایک اور موٹر سائکل بنائی جس میں انجن دونوں پہیوں کے درمیان میں لگا ہوتا تھا۔ تیز رفتار ہونے کی وجہ سے یہ موٹر سائکل بہت مشہور ہوئی۔ موٹر سائکل کی ایک اور قسم ہے جس کا نام ڈریگ موٹر سائکل ہے۔ یہ موٹر سائکل ایک گھنٹے میں ۳۰۰ کلو میٹر کا فاصلہ طے کرتی ہے اور شاید سب سے تیز رفتار ہے۔

نام نہیں لکھا

نور نگر دہلی انجمن پیام تعلیم کے صدر سے انٹرویو

سوال: سب سے پہلے آپ اپنا تعارف پیامیوں سے کرائیے۔

جواب: میرا نام لیاقت علی ہے میں مکان نمبر ۷، نور نگر میں رہتا ہوں اور حال ہی میں بارہویں جماعت پاس کی ہے۔

سوال: آپ کے پسندیدہ مشاغل کون کون سے ہیں؟

جواب: ویسے تو میرے پسندیدہ مشاغل بہت سے ہیں۔ ان میں سے کچھ اس طرح ہیں۔ مجھے کہانی، نظمیں، غزلیں لکھنے کا کافی شوق ہے۔ اس کے علاوہ فٹ بال، کرکٹ، شطرنج اور دیگر کھیلوں کا بھی اور دور گاؤں میں جانے کا بھی کافی شوق ہے۔

سوال: آپ کے بہترین دوستوں کے نام

کیا ہیں؟۔

جواب: ویسے تو میرے سبھی دوست ہیں لیکن خاص دوستوں میں شعیب عالم، محمد سلیم، عقیل احمد اور محمد عثمان ہیں۔

سوال: آپ انجمن پیام تعلیم کے ممبر کب بنے؟

جواب: انجمن پیام تعلیم کا میں ممبر چند ہی مہینے پہلے بنا ہوں

سوال: آپ کے پسندیدہ رسائل کون کون سے ہیں؟

جواب: مجھے سب سے زیادہ خاتون مشرق پسند تھا لیکن جب سے پیام تعلیم کو پڑھا ہے تب سے یہ مجھے بہت پسند ہے۔

سوال: کیا آپ کہانیاں بھی لکھتے ہیں؟

جواب: جی ہاں میں کہانی بھی لکھتا ہوں اور میری کہانی ایس آئی ایم خاتون مشرق اور دوسرے رسالوں میں شائع ہو چکی ہے۔

سوال: آپ کے پسندیدہ شاعر، لیڈر اور مصنف کون ہیں؟

جواب: مجھے شاعروں میں اقبال، لیڈروں میں ابوالکلام آزاد اور افسانہ نگاروں میں راجندر سنگھ بیدی۔۔ زیادہ پسند ہیں

سوال: پیام تعلیم میں آپ کو سب سے زیادہ کیا پسند ہے۔

جواب: پیام تعلیم میں سب سے زیادہ مجھے بچوں کی کوششیں پسند ہے۔

سوال: آپ کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟

جواب: میں ایک ٹیچر بن کر گاؤں جانا چاہتا ہوں اور ان پڑھ لوگوں کو پڑھانا چاہتا ہوں۔

سوال: پیام تعلیم کی ترقی کے لیے آپ کیا کیا کرتے ہیں؟۔

جواب: بھلا پیام تعلیم کے لیے ابھی میں کیا کر سکتا ہوں، ہاں بس اتنا ہے کہ میں اس میں اپنی کہانی، نئے معلومات، لطیفے وغیرہ بھیجتا رہتا ہوں ویسے میں نے ابھی نور نگر میں بچوں کا جلسہ انجمن پیام تعلیم کی طرف سے کروایا۔

سوال: پیامیوں کے لیے کوئی پیغام؟

جواب: میں اپنے آپ کو اس قابل تو نہیں سمجھتا کہ اپنے پیامی دوستوں کو کوئی پیغام دوں۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپنی تعلیم کی طرف دھیان دیں اور پیام تعلیم کی ترقی کے لیے جد و جہد کرتے رہیں اور نئی نئی کہانیاں وغیرہ بھیجتے رہیں۔

مرسلہ: محمد سلیم، شرافت علی، نور نگر، اوکھلا
نئی دہلی ۲۵

اے میرے خالق

میرے قلم میں وہ قوت دے۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ جو بہتر معاشرے کی عکاسی کر سکے۔۔۔
جو۔۔۔ انسانی جذبوں کی ترجمانی کر سکے۔۔۔۔
جو۔۔۔ اسلامی تعلیم کو۔۔۔۔ پھیلا سکے۔۔۔۔
اے میرے معبود!

ایک ننھی

شوکت آصف جامکیر تعلقہ عنبڑ
ضلع جالنہ - ایم - ایس

روزانہ چار روپے

قطب الدین ایبک ایک دن شکار کھیلتے کھیلتے ایک کھیت سے گزر رہے تھے۔ وہاں ایک کسان ہل چلاتا ہوا نظر آیا۔ پوچھا، تم دن میں کتنا کما لیتے ہو؟

حضور! چار روپے روزانہ کما لیتا ہوں۔ کسان نے جواب دیا۔ پھر قطب الدین نے پوچھا کہ ان روپوں کو کس طرح خرچ کرتے ہو؟

پہلا روپیا ادھار دیتا ہوں۔
دوسرا روپیا خرچ کرتا ہوں۔
میرا تیسرا روپیا قرض اتارنے میں صرف ہوتا ہے۔
چوتھا روپیا میں کنویں میں پھینک دیتا ہوں۔

کسان نے کہا۔ پہلا روپیا میں اپنے بچوں پر صرف کرتا ہوں تاکہ میں بوڑھا ہو جاؤں تو مجھے کھلا سکیں۔ دوسرا روپیا مجھ پر اور میری بیوی پر خرچ ہوتا ہے۔ تیسرا روپیا اپنے والدین پر خرچ کرتا ہوں کیونکہ انھوں نے مجھے پالا ہے۔ چوتھا روپیا خیرات کرتا ہوں [illegible] دنیا میں اس کا [illegible]

ایک ماں، ماہر نفسیات کو بتا رہی تھی

اس کا چھوٹا بیٹا، اپنے بھائی بہنوں اور [illegible] بچوں کو خوفزدہ کرتا رہتا ہے۔ دوسرے بچوں کی کتابوں اور کاپیوں پر اپنا نام لکھ دیتا ہے۔ کھانا سب سے الگ تھلگ کھاتا ہے اور جب [illegible] سے ہوا چلتی ہے تو چارپائی کے نیچے چھپ جاتا ہے۔

ماہر نفسیات نے کہا، فکرمند ہونے کی کوئی بات نہیں۔ آپ کے لڑکے میں یہ سب علامتیں لیڈر بننے کی ہیں۔

بے وقوف بارہ سنگھا

ایک بارہ سنگھا ایک پل [illegible] پار کر رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر [illegible] بہتے ہوئے پانی میں اپنے سائے پر [illegible] وہ اپنی خوبصورتی کو سراہنے کے [illegible] کچھ دیر وہاں رک گیا۔ اس نے اپنے [illegible] سے کہا میں کتنے خوب صورت سینگوں کا جوڑا رکھتا ہوں اگر میری پتلی ٹانگیں بھی سینگوں کی طرح خوب صورت ہوتیں [illegible] میں دنیا بھر کے جانوروں میں زیادہ خوبصورت ہوتا۔ وہ اپنی پتلی ٹانگوں پر بہت شرمندہ ہوا۔ تبھی اس نے شیر کی دہاڑ سنی اور وہاں سے ہوا ہو گیا۔ وہ بہت تیزی سے جنگل میں گھسا لیکن اس کے خوب صورت سینگ ایک گھنی شاخوں میں الجھ گئے [illegible] بری طرح پھنس گیا۔ شیر اس کے پاس پہنچا اور [illegible] کر اس کی زندگی تمام کر دی۔ وہی سینگ جن پر اس کو ناز تھا، وہی اس کی موت کا باعث [illegible]

مرسلہ: [illegible] روحی [illegible]

کبوتر اور چیونٹی

ندی کے کنارے پر ایک چیونٹی جا رہی تھی۔ وہ ہوا کے زور سے پانی میں گر پڑی۔ جب وہ پانی میں ڈوب کر مرنے کی حالت میں تھی۔ کنارے پر پہنچنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہی۔ ندی کے کنارے ایک پیڑ تھا۔ پیڑ پر ایک کبوتر بیٹھا تھا اس نے ایک پتہ اپنی چونچ میں لے کر ندی میں چیونٹی کے قریب ڈال دیا چیونٹی پتے کے اوپر بیٹھ گئی۔ کبوتر نے وہ پتہ ندی کے کنارے پر لا کر چیونٹی کو زمین پر اتار دیا، چیونٹی کی جان بچ گئی۔ چیونٹی نے کبوتر سے کہا، دوست تم نے میری جان بچائی، تمھارا احسان زندگی بھر مجھ پر رہے گا۔

چند دن گزرے ایک دن کبوتر پیڑ پر بیٹھا تھا اس کو پکڑنے کے لیے ایک شکاری تاک میں تھا۔ اور نشانہ لگائے تھا۔ چیونٹی نے شکاری کے پاؤں میں کاٹ لیا۔ شکاری کا نشانہ چوک گیا۔ اور کبوتر بچ گیا۔ اس نے کہا اچھی دوست ہو احسان کا بدلہ پورا کیا۔ دوستی یہی ہے۔

محمد حسین مدرسہ حمایت الاسلام ہاسپیٹ

اذان کی کہانی

مسجد کے بلند میناروں سے دنیا بھر میں ہر روز پانچ وقت اذان کی آواز [سن کر ہم] مسجدوں کی طرف بھاگتے ہیں عقیدت سے اپنا سر اللہ کے حضور میں جھکاتے ہیں۔ کیا تم نے کبھی غور کیا کہ اذان کی ابتدا کب اور کس طرح ہوئی؟ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کیا تو لوگوں نے آپ کی مخالفت کی۔ آپؐ اور آپؐ کے ماننے والوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے، گالیاں دیں آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے سب کچھ انھوں نے کیا مگر آپؐ صبر و استقلال کے ساتھ ڈٹے رہے۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ لوگ آواز سنتے ہی پروانوں کی طرح اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ کچھ لوگ مسجد نبویؐ کے قریب رہتے تھے اور کچھ لوگوں کے مکانات مسجد نبوی سے دور محلوں میں تھے۔ لہٰذا سوال یہ پیدا ہوا کہ لوگ نماز کے وقت کس طرح جمع ہوں تاکہ باجماعت نماز ادا کر کے ثواب حاصل کریں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے مشورہ لیا۔ کچھ صحابۂ کرام نے عرض کیا مجوسیوں کی طرح آگ روشن کر کے لوگوں کو نماز کے لیے بلایا جائے کچھ نے عرض کیا، یہودیوں کی طرح مسلمانوں کو نماز کی دعوت دی جائے۔ مگر آپؐ نے کسی کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور کوئی بھی طریقہ قبول نہ فرمایا کیونکہ یہ غیروں کا طریقہ تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے یہ رائے پیش

کا ایک شخص کو متعین کیا جائے کہ وہ گھوم گھوم کر محلوں اور بازاروں میں نماز کا اعلان کرے آپؐ نے یہ طریقہ پسند فرمایا اور حضرت بلال کو حکم دیا اے بلال کھڑے ہو کر جماعت کی نماز کا اعلان کرو کچھ دنوں تک یہ سلسلہ چلتا رہا مگر ہجرت نبوی کے دوسرے سال جب اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تو نماز کے اعلان کا یہ طریقہ بھی کچھ دشوار نظر آنے لگا اس سلسلہ میں آپؐ نے لوگوں سے مشورہ لیا مگر کوئی مشورہ پسند نہیں فرمایا اس زمانے میں ایک دن حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواب دیکھا کہ ایک شخص ناقوس لیے بجا رہا ہے۔ آپ نے کہا یہ ناقوس بیچو گے؟ اس نے کہا تم اس ناقوس کو لے کر کیا کرو گے؟ آپ نے کہا نماز کے وقت اسے بجا کر مسلمانوں کو نماز کے لیے بلاؤں گا۔ اس شخص نے کہا میں تمھیں اس سے اچھا طریقہ بتاتا ہوں۔ اور نماز کے وقت کہے جانے کلمات جو آج بھی رائج ہیں بتا دیے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ حق ہے اور حضرت بلال کو بلایا تاکہ وہ ان کلمات کو یاد کریں۔ اور اذان دیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر فاروقؓ اٹھ کر آئے اور کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے اللہ کا شکر کیا اور بے حد خوش ہوئے اس وقت سے اذان کی ابتداء ہوئی اور آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔

عبد اللہ، مبارکپور، اعظم گڑھ (یو۔پی)

کہاں گئے وہ سچے مسلمان

خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے کی عمر تقریباً سولہ سال تھی وہ اکثر زاہدوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا۔ قبرستان جا کر کہتا کہ تم لوگ ہم سے پہلے دنیا میں تھے۔ دنیا کے مالک تھے۔ لیکن اس دنیا نے تمھیں نجات نہ دی۔ حتیٰ کہ تم لوگ قبروں میں پہنچ گئے۔ کاش! تم مجھے بتا سکتے کہ تم پر کیا گزر رہی ہے... اور تم لوگوں سے قبروں میں کیا سوال و جواب ہوئے۔

ایک روز اپنے والد کی مجلس میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کی مجلس میں وزراء اور فوجی سب جمع تھے۔ لڑکے کے جسم پر معمولی سے کپڑے اور سر پر ایک معمولی سا کپڑا بندھا تھا۔ لوگ کہنے لگے۔ اس لڑکے نے بادشاہ کو لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل کر رکھا ہے۔

بادشاہ سے لوگوں نے کہا۔

امیر المومنین! اس کو تنبیہ کیجیے

لوگوں کی بات سن کر بادشاہ نے بیٹے سے کہا.... مجھے تو نے لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل کر رکھا ہے۔

بیٹے نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ جو نیک ارادے دیش کی بھلائی کے لیے اپنے ساتھ لے گئے ان کو پورا کرنے کی نہ صرف راہل گاندھی اور پرینکا کو ہی توفیق فرمائے، بلکہ ہم پیامیوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلائے جس سے ہم اور پورا ہندستان محفوظ ہو۔

محمد شاکر، موڈرن فارمیسی، انٹہ روڈ شاہجہاں پور۔ ۲۴۲۰۰۱۔

جھوٹا لڑکا

جھوٹ بہت بری چیز ہے جھوٹے آدمی کے چہرے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بڑا آدمی ہے۔ لوگ اس کی عزت نہیں کرتے اس کا اعتبار نہیں کرتے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جھوٹ صرف اس لیے بولتے ہیں کہ لوگ ہنسیں گے۔ پیارے نبیؐ فرمایا کہ ایسے آدمی کو دوزخ کی آگ میں جلتا ہوگا۔ اب بتاؤ کہ جھوٹ سے بری کیا چیز ہو سکتی ہے۔ کہ جس سے آگ میں جلنا ہو۔

جھوٹا آدمی دوزخ میں تو جلے گا ہی دنیا میں بھی اسے بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ ایک لڑکا تھا وہ تھا بڑا شریر، بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن اس کو شرارت سوجھی اس نے جھوٹ موٹ شور مچایا، بھیڑیا آیا بھیڑیا آیا۔ لوگ اس کی آواز پر دوڑے آئے وہاں نہ بھیڑیا تھا نہ شیر۔

لڑکے نے جب دیکھا کہ لوگ بھاگے آرہے ہیں تو وہ ہنسنے لگا۔ اور بولا کہ میں نے تو مذاق کیا تھا۔ لوگ ناراض ہو گئے اور چلے گئے۔ اگلے دن سچ مچ بھیڑیا آگیا لڑکے نے شور مچایا لوگوں نے اس کی آواز سنی مگر سمجھے کہ کل کی طرح مذاق کر رہا ہوگا۔ کوئی بھی اس کے پاس نہیں آیا۔ بھیڑیا بکریاں بھی لے گیا اور لڑکے کو بھی زخمی کر گیا۔

سراج اللہ، سدھارتھ نگر۔ یو۔پی

کچھ اپنے بارے میں

آپ سبھی پیامی یقیناً چونک گئے ہوں گے کہ یہ کون ہے؟ لیکن "پیام تعلیم" سے میرا بھی وہی رشتہ ہے جو آپ کا ہے۔

میرا پورا نام حافظ معراج المومنین ہے میری پیدائش ۱۲ر ستمبر ۱۹۷۸ء کو دربھنگہ ضلع کی مشہور بستی دوگھرا میں ہوئی۔

میری تعلیم۔ جولائی ۱۹۹۰ء میں میں نے قرآن شریف پورا پڑھ لیا اور حفظ بھی کر لیا۔ درجہ نہم کا طالب علم ہوں۔

"پیام تعلیم" سے میرا رشتہ اس وقت قائم ہوا جب ۱۹ر نومبر ۱۹۸۵ کو میرے خالہ زاد بھائی مسعود سعد سلمان رفیع گنج اورنگ آباد نے مجھے پہلی مرتبہ یہ رسالہ دیتے ہوئے کہا "بھائی جان یہ رسالہ دیکھیے کیسا ہے۔ میں نے جب پڑھا تو مجھے بے حد پسند آیا۔ اور اسی روز سے میں "پیام تعلیم" کا خریدار بن گیا۔ اور اب جبکہ ۶ سال کا عرصہ ہونے والا ہے۔ اس

مختصر عرصے میں پیام تعلیم نہ جانے ترقی کی کتنی منازل طے کر کے اب اس مقام پر ہے کہ تعارف کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ خدا کرے "پیام تعلیم" روز روشن کی طرح عیاں رہے۔ آمین۔ میری کہانیاں پیام تعلیم کے علاوہ اخبار روزنامہ قومی تنظیم پٹنہ میں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔ مجھے اپنی خوشی کا وہ دن یاد ہے جب میری تحریر پہلی بار "پیام تعلیم" میں شائع ہوئی اور میرے ابو اور امی نے دس دس روپے بطور انعام دیے تھے۔ اور اسی روز سے مجھ میں لکھنے کی صلاحیت ابھری۔ میری زندگی میں غمی کا وہ دن یاد رہے گا۔ جب ۳ر جولائی ۱۹۸۹ء کو میری امی محترمہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے چھین لی گئیں اور رہنے والی اپنی یاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میرے پاس چھوڑ گئیں۔ سبھی پیامیوں سے درخواست ہے کہ اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ اللہ رب العزت میری امی مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلا مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ والد بزرگوار ابھی حیات ہیں ان کی طویل عمر کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

میرا مشغلہ:۔ پابندی سے نماز پڑھنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اسکول جانا اور بقیہ وقت زیادہ تر پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا۔ بچوں پر شفقت کرنا۔

مجھے ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہے جو بغیر اجازت کے کسی کا خط پڑھتے ہیں

میری پسندیدہ غذا جو کچھ بھی مل

جاتا ہے کھا لیتا ہوں۔ اور اس مالک حقیقی کا شکر ادا کرتا ہوں۔

میں تمام پیامیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ پیام تعلیم کو گھر گھر پہنچانا اپنا فرض سمجھیں۔ محنت اور لگن سے اپنے کام میں لگے رہیں۔ انشاء اللہ ترقی قدم چومے گی۔ اور میں اپنی بات اسی ایک شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گلِ گلزار ہوتا ہے

معراج المومنین، دوگھرا جالہ، دربھنگہ

پیڑوں کی اہمیت

آلودگی مختلف طریقوں سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ وہاں آلودگی قطعی پیدا نہ ہوگی جہاں پیڑ ہوتے ہیں تو شاید یہ بات غلط نہ ہوگی۔ جہاں ہزاروں کی تعداد میں پیڑ ہوں اسے جنگل کہتے ہیں جنگل، حقیقت میں ہمارے دوست ہیں ہمیں جنگلوں کی اہمیت کا اندازہ جب ہوا جب مصنوعی سیارے خلا میں بھیجے گئے۔ ان سیاروں نے زمین کی تصویریں کھینچ کر بھیجیں تو ان تصاویر کے جائزے سے پتا چلا کہ تمام ممالک میں ریگستان کا رقبہ تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ موسموں کی تبدیلی بھی ساری دنیا میں محسوس کی جا رہی ہے۔ گرمی سردی کا تناسب بدل رہا ہے، بارشوں

کی مقدار مستقل کم ہو رہی ہے۔ سیلاب زیادہ بھیانک شکلوں میں آنے لگے ہیں۔ اور زرخیز زمین کا رقبہ بھی کم ہو رہا ہے اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ نقصانات مستقل بڑھ رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا تعلق پانی سے ہے۔ یعنی پانی کی کمی یا زیادتی سے۔ اس طرح یہ بات سامنے آتی ہے کہ پانی کے قدرتی نظام میں کچھ تبدیلیوں یا خرابیوں کی وجہ سے یہ نقصانات ہو رہے ہیں۔ اور پانی کے قدرتی نظام کو برقرار رکھنے میں جنگلات کا اہم رول ہے اس طرح ان تمام خرابیوں کی وجہ جنگلات ہیں۔ آئیے! اب ہم یہ دیکھیں کہ جنگلات کی کیا اہمیت ہے۔

ہرے پودے ہوا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں۔ اور اس طرح گیس کے بدلے میں پیڑ ہمیں آکسیجن گیس دیتے ہیں۔ ہرے پودے کی ایک جڑ ہوتی ہے جو زمین کی گہرائیوں میں پھیل کر پودے کو مضبوطی سے کھڑا کرتی ہے اور ساتھ ہی زمین کی گہرائیوں سے پوشیدہ پانی کو جذب کر کے اور اسے کھینچ کر پیڑ کے دوسرے حصے تک لاتی ہے۔ جیسے ہم تنا کہتے ہیں۔ یہ تنا پائپ کا کام کرتا ہے۔ جو جڑوں کے ذریعے کھینچے ہوئے پانی کو اوپر تک لاتا ہے۔ اس کے بعد یہ پانی پتیوں تک پہنچاتا ہے۔ یہ پانی پھر پتیوں سے بخارات کی شکل میں اڑ جاتا ہے۔ پھر بادل بن کر بارش ہوتی ہے۔ اس طرح یہ پیڑ پودے پانی کے قدرتی نظام کو چلاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی علاقے میں پیڑ نہیں ہیں تو زمین کا پانی اوپر تک نہیں آ سکتا۔ جب ایسے علاقے بہت بڑے ہو جاتے ہیں تو اُن علاقوں کی فضا میں بخارات کی کمی کی وجہ سے بادل نہیں بنتے اور بارش کم ہوتی ہے۔

اس طرح یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جنگلات ہمارے دوست ہیں۔ ہم سبھی بیامیوں کو پیڑ پودوں کی دیکھ بھال کرنی چاہیے۔ اگر ہو سکے تو اپنے گھر میں ایک پیڑ لگا لینا چاہیے۔ اس طرح ہم فضا کو آلودہ ہونے سے بھی بچا سکتے ہیں۔

فیض عالم، ۳۲۱، کینال روڈ، اوکھلا جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵۔

چالاک نائی

کسی گاؤں میں ایک میراثی اور ایک نائی پاس پاس رہتے تھے۔ میراثی گا کر خوب اناج لایا کرتا لیکن نائی بڑا کاہل تھا۔ ایک دن نائی کی بیوی نے اسے بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ یہ دیکھ تیرا پڑوسی کتنا کما کر لاتا ہے۔ وہ استرا قینچی وغیرہ لے کر گھر سے چل دیا۔ راستے میں ایک دیو ملا۔ نائی کانپنے لگا۔ لیکن تھا بہت چالاک ایک تدبیر سوچی جلدی سے استرا لے کر کودنے لگا۔ دیو بولا، اے آدم زاد تو کیوں خوش ہو رہا ہے؟ نائی نے کہا میں دیو مار ہوں۔ بادشاہ نے مجھے دو دیو قید کر کے لانے کو کہا ہے۔ اور میں نے

ایک دیو کو قید کر لیا ہے۔ اب تجھے پکڑ کر لے جاؤں گا۔ اور بادشاہ سے انعام حاصل کروں گا۔ دیو گھبرا کر بولا، پہلا دیو مجھے دکھاؤ۔ نائی نے جھٹ اپنے تھیلے سے ایک آئینہ نکال کر دیو کے سامنے رکھ دیا۔ دیو نے جب اپنی شکل دیکھی تو گھبرا گیا۔ اور بولا، بھائی دیو مارا خدا کے واسطے مجھے قید نہ کرنا میں تجھے بادشاہ سے دوگنا مال دیتا ہوں، تو میری جان بخش دے۔ نائی دیو نے جلدی سے برگد کے نیچے سے زمین کھودی اشرفیوں کا ڈھیر نائی کے سامنے ڈال دیا۔ میاں نائی نے خوشی خوشی اشرفیاں اٹھائیں اور گھر پہنچ کر بیوی کے سامنے رکھ دیں۔ اب تو نائی کے گھر دن عید اور رات شب برات۔ اور مزے سے زندگی گزرنے لگی۔

طلحہ نقشبندی خانقاہ نقشبندیہ
بالاپور ضلع آکولہ مہاراشٹر

جل پری

کسی زمانے میں ایک راجا تھا۔ اس کے بیٹے کا نام ٹھاکر امر ناتھ تھا لوگ پیار سے اسے امر بابو یا چھوٹے ٹھاکر کہتے تھے۔ وہ بڑا ہی خوب رو اور وجیہہ شخصیت کا مالک تھا۔ لمبا قد کشادہ سینہ، گھنگھرالے بال گورا چٹا چہرہ چاند کا ٹکڑا۔ امر کا ایک دوست دیپک تھا۔ دیپک ایک وزیر کا لڑکا تھا۔ راجکمار امر اور وزیر زادہ دیپک میں بڑی گہری دوستی تھی۔ ایک دن دونوں سیر کو نکلے سمندر کے کنارے ایک مقام پر گھوڑوں سے اتر کر بیٹھ گئے بڑا ہی پر فضا تھا۔ ایک طرف اونچی اونچی پہاڑیاں تھیں۔ قریب ہی جنگل تھا جس میں کھجور کے بڑے بڑے درخت تھے مناظر قدرت کے ان حسین مناظر کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ اس جگہ ان دونوں کو ایک خاص کشش کا اندازہ ہو رہا تھا۔ امر چاروں طرف نظریں دوڑاتا ہوا وہاں کی ہر چیز کو اپنے اندر جذب کر لینا چاہتا تھا۔ کہ یکایک اس کی نظر ایک بہت ہی حسین لڑکی پر پڑی۔ یہ لڑکی سمندر کے کنارے کھڑی ہو کر اسے ہی گھور رہی تھی۔ لمبے لمبے بال۔ بڑی بڑی اور خوبصورت آنکھیں صراحی دار گردن۔ پر کشش چہرہ سر پر تاج وہ اٹھا اور راجکماری کی رٹ لگاتا ہوا لڑکی کی طرف بھاگا۔ دیپک کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ کہ آخر امر کو کیا ہو گیا ہے وہ وہیں بیٹھا سب کچھ دیکھتا رہا۔

وہ لڑکی کے پاس پہنچا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے رہے۔ لڑکی بھی امر کی باوقار اور پر کشش شخصیت پر فریفتہ ہو گئی۔۔ اس نے راجکماری سے شادی کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ راجکماری کا ہاتھ تھام لیا۔ اور اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ راجکماری رضامند ہو گئی۔ دونوں دیپک کے قریب آئے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر وہ محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ محل میں آکر سارا واقعہ راجا کو سنایا۔ راجا نے امر کی شادی اسی کے ساتھ کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک دن دیپک کو مذاق سوجھا اس نے راجکماری کے جسم پر پانی ڈال دیا۔ پانی ڈالتے ہی اس نے دیکھا کہ راجکماری کے جسم کا نچلا حصہ مچھلی کی طرح بن گیا جب کہ اوپری حصہ انسان ہی کی طرح تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ زمین پر گر پڑی یہ دیکھتے ہی دیپک کے ہوش باختہ ہو گئے

وہ بھاگتا ہوا امر کے پاس پہنچا اور وہاں جاکر سارا ماجرا اُسے سنایا امر نے بھی وہاں جاکر اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا۔ کچھ دیر بعد جب اس کے جسم کا پانی خشک ہوگیا تو پھر وہ پہلے جیسی دکھائی پڑنے لگی اب دونوں کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ انسان نہیں بلکہ ایک جل پری ہے دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اسے اسی مقام پر جاکر چھوڑا جائے۔

اگلے روز دونوں لڑکی کو لے کر اسی مقام پر پہنچے۔ لڑکی کو گھوڑے سے اتار دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ شاید وہ سوچ رہی تھی کاش، وہ بھی انسان ہوتی اور اس راجکمار کے ساتھ اس کی شادی ہو پاتی امر کا دل ابھی تک بھی اسے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن دیپک نے اسے ڈھارس بندھائی اور اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کھینچنے لگا۔

ریاض احمد معصوم ۔ مولانا جنرل اسٹور دانہ چوک چکنوٹہ، ویشالی ۔ بہار۔

ایک پُر لطف مذاکرہ

ایک مرتبہ حضور اکرم محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت عثمان غنی رضؓ کے ساتھ حضرت علی رضؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضور اکرمؐ کی پیاری بیٹی اور حضرت علی کی زوجہ (بیوی) حضرت فاطمہ نے اپنے ان معزز مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے ایک چمکدار تشت میں شہد پیش کیا۔ اتفاقاً شہد میں ایک بال نظر آیا۔ خاتم النبیینؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اس چمکدار تشت میں شہد بھرا ہوا ہے ایک بال بھی ہے۔ ہم لوگ اپنے اپنے زورِ طبع سے اس تشت، شہد اور بال کے بارے میں مناسب گفتگو کریں۔

سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا۔ یارسول اللہؐ میرے نزدیک مومن کا دل اس تشت سے زیادہ روشن ہے۔ مومن کے دل میں ایمان شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ لیکن ایمان کو مرتے دم تک بچا کر رکھنا، یہ بات بال سے زیادہ باریک ہے۔"

پھر حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا "یا محبوبِ خدا، میرے نزدیک حکومت اس تشت سے زیادہ روشن ہے حکمرانی شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ لیکن حکومت میں عدل و انصاف کرنا، یہ کام بال سے زیادہ باریک ہے۔"

پھر حضرت عثمان غنی رضؓ نے ارشاد فرمایا۔ "یارسول اللہؐ میرے نزدیک علم دین اس تشت سے زیادہ روشن ہے علم دین کا سیکھنا شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ مگر علم دین پر عمل کرنا، یہ بال سے زیادہ باریک ہے۔"

پھر حضرت علی المرتضیٰ رضؓ نے فرمایا "یارسول اللہؐ میرے نزدیک میرے گھر کے یہ معزز مہمان اس تشت سے زیادہ روشن ہیں۔ ان مہمانوں کی مہمان نوازی شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ مگر ان مہمانوں کو خوش کرنا، یہ بال سے زیادہ باریک ہے۔"

حضرت فاطمہ رضؓ خلوت میں تھیں۔ آپ نے

اس پُرلطف مجلس میں شرکت کے لیے اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر ارشاد فرمایا "یا رسول اللہؐ عورت کے حق میں حیا اس تشت سے زیادہ روشن ہے، عورت کے چہرے پر پردہ اس شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ مگر غیر محرم کی نگاہ سے بچانا یہ بال سے زیادہ باریک ہے۔"

پھر حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا "میرے نزدیک معرفِ الٰہیہ اس تشت سے زیادہ روشن ہے معرفت الٰہیہ سے آگاہ ہونا اس شہد سے زیادہ شیریں ہے مگر اس کے مطابق عمل کرنا یہ بال سے زیادہ باریک ہے۔"

اتنے میں جبرئیل امینؑ بھی آگئے اور فرمایا۔ "میرے نزدیک راہِ خدا اس تشت سے زیادہ روشن ہے اور راہِ خدا پر چلنا یہ شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ مگر راہِ خدا پر چلتے رہنا یہ بال سے زیادہ باریک ہے۔" پھر جبرئیلؑ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنّت اس تشت سے زیادہ روشن ہے۔ جنّت کی نعمتیں اس شہد سے زیادہ شیریں ہیں۔ مگر جنّت سے پہلے 'پل صراط' یہ بال سے زیادہ باریک ہے۔"

سہیل احمد
مکان ۱۳۲۹ پہاڑی املی چوڑی والان جامع مسجد دہلی ۶

عمرو عیّار اور سامری جادوگر

عمرو عیّار سیٹیاں بجاتا ہوا اپنے محل کی طرف جا رہا تھا۔ ایک جادوگر نے آکر کہا کہ آگے خطرہ ہے۔ عمرو نے زنبیل میں سے سلیمانی انگوٹھی نکالی اور پہن لی۔ پھر چادرِ سلیمانی پر بیٹھ کر اُڑنے لگا۔ اسے جادوگروں کا ایک لشکر دکھائی دیا جو عمرو کے محل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمرو نے دیکھا کہ اس لشکر کا سردار سامری جادوگر ہے۔ عمرو محل کے اوپر تھا وہ نیچے اترا اس نے ساری بات امیر حمزہ کو بتا دی۔ امیر حمزہ نے سب جادوگروں کو اکٹھا کیا اور کہا 'ہمارا مقابلہ سامری سے ہے۔' سامری نے امیر حمزہ کے محل سے کچھ دوری پر پڑاؤ ڈالا۔ عمرو نے دو تین عیّاروں کو ساتھ لیا اور سامری کے پڑاؤ کی طرف بڑھا۔ سامری غصّے سے لال پیلا ہوگیا اس نے کہا 'جاؤ، عمرو جہاں بھی ہو اُسے زندہ یا مردہ میرے سامنے لاؤ۔' عمرو نے اپنی زنبیل سے ایک گیند نکالی اور گیند پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور گیند سے کہا 'سامری کے جتنے بھی جادوگر ہیں ان سب کو ختم کردو۔' یہ کہہ کر عمرو نے گیند کو ہوا میں اُچھال دیا۔ گیند ہوا میں جاتے ہی غائب ہوگئی۔ اور پھر عمرو نے ایک ڈبیا نکالی۔ محل میں سب کی نظروں سے چھُپ کر عمرو نے ڈبیا کھول دی۔ سارے محل میں دھواں پھیل گیا۔ کوئی ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ عمرو خنجر کو لہراتے ہوئے آگے بڑھا اس وقت سامری نے ایک جادوگر سے پوچھا یہ سب دھواں کہاں سے آرہا ہے۔ اس نے کہا 'حضور یہ دھواں عمرو نے پیدا کیا ہے۔' سامری نے ایک تلوار کو پکڑا اور اس پر پڑھ کر پھونکا

تلوار ایک شیر کی طرح بن گئی۔ شیر نے عمرو کو ڈھونڈا، اسی وقت عمرو نے خنجر سامری کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ عمرو نے سامری کی ساری دولت اپنی زنبیل میں بھری اور خوشی سے محل کی طرف بڑھنے لگا۔ امیر حمزہ نے دولت انعام دی جسے عمرو نے اپنی زنبیل میں بھرلیا۔

مبین احمد، شبیر احمد
گھر نمبر ۳۵۳۔ مالیگاؤں، اسلامپورہ، ناسک۔

درود شریف

حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ دعائیں ساری کی ساری رُکی رہتی ہیں جب تک کہ اس کی ابتدا، اللہ کی تعریف اور حضورؐ پر درود سے نہ ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے حضور کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہاری دعاؤں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ تمہارے رب کی رضا کا سبب ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ دُعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک کہ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ بھیجے۔ ایک دوسری حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ دُعا آسمان پر پہنچنے سے رُکی رہتی ہے۔ اور کوئی دعا آسمان پر نہیں پہنچتی جب تک حضورؐ پر درود نہ بھیجا جائے۔ جب حضورؐ پر درود بھیجا جاتا ہے تب وہ سیدھی آسمان پر پہنچتی ہے۔ حضرت علیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کوئی دُعا ایسی نہیں ہے جس میں بندے اور اللہ کے درمیان حجاب نہ ہو۔ جب اس کا بندہ حضور پر درود بھیجتا ہے۔ تو وہ پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ دُعا محل اجابت میں داخل ہو جاتی ہے۔ بغیر درود شریف کے مانگی گئی دُعا لوٹا دی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ا.ف فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور باہر سے تشریف لائے۔ اور یوں ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی حاجت اللہ تعالی شانہٗ سے یا کسی بندے سے پیش آجائے تو اسے چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ جل شانہٗ پر حمد و ثنا کرے۔ درود شریف پڑھے اور پھر دُعا مانگے۔ انشاء اللہ حاجت پوری ہوگی۔ حضرت جابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھ کو سوار کے پیالے کی طرح نہ بناؤ، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ سوار کے پیالے سے کیا مطلب، حضورؐ نے فرمایا کہ مسافر اپنی حاجت سے فراغت پر برتن میں پانی ڈالتا ہے۔ اس کے بعد اس کو اگر پینے کی یا وضو کی ضرورت ہوتی ہے تو پیتا ہے یا وضو کرتا ہے۔ یا پھینک دیتا ہے۔ لہٰذا مجھے اپنی دُعا کے اوّل، درمیان و آخر میں رکھا کرو، مطلب یہ درود شریف دعا سے قبل، درمیان میں و آخر میں تین بار پڑھا کرو۔

محمد شبیر علی، محمد کلیم کیمری، کلیم پوری

عید رمضان

ہر ملک اور ہر قوم میں اس کی اپنی عیدیں ہوتی ہیں۔ ویسے ہی ہمارے ملک بھارت میں بھی ہر مذہب کے لوگ اپنی اپنی عیدیں اور تہوار مناتے ہیں۔ اس ملک میں تقریباً ۱۰ فیصد مسلمانوں کی آبادی ہے۔ ان کی دو اہم عیدیں ہیں۔ ایک عید الفطر ہے جو شوال کی پہلی تاریخ کو منائی جاتی ہے، جسے عید رمضان بھی کہتے ہیں۔ وہ اس وجہ سے کہ رمضان کے روزے پورے کرنے کی بعد اس کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ دوسری عید الضحیٰ یا عید قرباں ہے۔ جو ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو منائی جاتی ہے یہ عید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عشق خداوندی اور فرمانبرداری کی بجا آوری کی خاص یادگار ہے۔ جس میں آپؑ اپنے اللہ کے حکم پر اپنے لخت جگر حضرت اسمٰعیلؑ کو قربان کرنے کے لیے بالکل تیار ہو گئے اللہ کو آپ کی یہ فرمانبرداری بے حد پسند آئی۔ اللہ نے اسمٰعیلؑ کی جان بچائی اور ایک جنتی دنبہ حضرت اسمٰعیلؑ کی جگہ ذبح کیا گیا۔

اب ہم ذرا عید الفطر کی تفصیل میں جائیں گے۔ اس عید کی خوشی اور احکام الٰہی اور احادیث نبوی کی اطاعت میں غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں، یتیموں، بیواؤں صدقۂ فطر تقسیم ہوتا ہے اور عید فطر کی نماز سے قبل ادا کرنا افضل ہے۔ اس کے قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ''اے ایمان والو ''رمضان کے روزے تم پر فرض کیے گئے ہیں جیسے کہ تم سے اگلوں پر فرض تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ'' یعنی اللہ سے ڈرتے ہوئے گناہوں سے بچتے رہو۔

ہم روزے کی حالت میں کھانا پینا چھوڑ دیتے ہیں۔ بری باتوں سے بچتے رہتے ہیں۔ جس کے باعث ہم میں اپنی نفسیاتی خواہشات پر قابو پانے کی صلاحیت آجاتی ہے۔ ہماری بھوک اور پیاس غریبوں کی بھوک پیاس کا احساس دلاتی ہیں۔ اور ہم میں ان سے ہمدردی، مدد کا جذبہ ابھرتا ہے۔ یہی اس کا ثمرہ ہے۔

مسلمان رمضان میں خیر خیرات اور صدقات کثرت سے ادا کرتے ہیں۔ خاص کر ستائیسویں شب جسے شب قدر کہتے ہیں۔ اس شب سے قرآن کا نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ اس شب سے فطرہ دینا بھی شروع کرتے ہیں اور عید کی واجب نماز کے ادا کرنے تک یہ نیک عمل جاری رہتا ہے۔ باقی سال بھر بھی خیر خیرات تو جاری رہتی ہے ایک خاص نصاب کے تحت فطرہ نکالا جاتا ہے۔ یہ نصاب پڑوسی، حاجت مندوں، یتیموں، بیواؤں مسکینوں پر ہوتی ہے۔

مالدار لوگوں پر بھی زکوٰۃ ادا کرنا فرض کیا گیا ہے اس کا بھی ایک خاص اصول ہے اور اس کی تقسیم بھی فطرہ ہی کی طرح کی جاتی ہے۔ پہلا حق غریب رشتہ داروں کا ہے، بعد میں علمائے دین، طالب علم اور تعلیمی ادارے اس میں شامل ہیں۔ جن سے دین کو تقویت ملتی ہے۔

عید الفطر کی نماز ادا کر...

چھوٹے بڑے امیر و غریب جماعت کی شکل میں اپنے بہترین لباس پہنے تکبیر پڑھتے ہوئے ایک راستے سے عیدگاہ جاتے ہیں اور بعد نماز دوسرے راستے سے واپس ہوتے ہیں۔ عیدگاہ میں یہ واجب نماز (عیدالفطر) دو رکعت زائد چھ تکبیروں کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ امام نماز کے بعد خطبہ پڑھتا ہے۔ خطبہ میں پہلے اللہ کی حمد و ثنا ہوتی ہے پھر حالات حاضرہ پر نصیحت آمیز باتیں کہی جاتی ہیں۔ آخر میں دعا ہوتی ہے۔

دعا کے بعد سب مسلمان ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں، دعائیں دیتے ہیں۔ اس طرح عید کی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ عید کے معنی ہیں بار بار آنے والی خوشی۔ خوشیاں منانے کا یہ اسلامی طریقہ ہے۔ یہ اللہ کے احکام بھی ہیں اور رسول ؐ کا بتلایا ہوا طریقہ بھی۔ اس لیے یہ ہمارے لیے موزوں ہے اور بابرکت بھی۔

محمد نوازالدین نواز
اورادشاہ جہانی - وایہ بشلم - لاتور ایم ایس

روزہ

ریاضت، ۲، وحدت۔ ۳، زہد ۴، ہمت۔

شریعت میں صبح صادق سے سورج ڈوبنے تک نیت کے ساتھ کھانا پینا چھوڑنے اور بری باتوں سے بچنے کو روزہ کہتے ہیں۔

۱۔ ریاضت:۔ یعنی نفس کو قانون خداوندی میں باندھنا۔ جسے ضبط نفس بھی کہتے ہیں۔

۲۔ وحدت:۔ یعنی اس بات کا عملی ثبوت دینا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اسی نے کل کائنات کو بنایا ہے۔ اور اس کے نظام کو تنہا اس طرح چلا رہا ہے جس طرح ایک انسان روبوٹ کو رموٹ کنٹرول کے ذریعے کنٹرول کرتا ہے۔ وہ علیم و خبیر ہے اور اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہر قسم کے شرک سے بچنا۔

۳۔ زہد:۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

(الف) زہد فرض:۔ یعنی حرام سے بچنا۔

(ب) زہد فضل:۔ یعنی حلال سے بچنا (عزیمت پر عمل کرنا۔

(ج) زہد سلامت:۔ مشتبہ سے بچنا۔

ہمت:۔ ہمت کے معنی ہیں ارادہ اور بلند حوصلگی۔

(الف) نیت کرنا۔

(ب) بھوک پیاس کی وجہ سے گھبراہٹ اور بے چینی ظاہر نہ کرنا۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا باتوں پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ روزہ کا مقصد انسان کی سیرت کی تعمیر کرنا اور اس کے اندر اللہ کی حاکمیت کے اقرار و اعتراف کو مستحکم کرنا ہے

جس کے روزے قبول ہو جاتے ہیں تو اس کے اندر رمضان کے بعد مندرجہ بالا صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ انعام کی رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی انعام ملتا ہے۔

زکوٰۃ

ز۔ زہد۔ ک، کاملیت۔ ا، اخوت و، وحدت آدم ؑ ت، تواضع۔

۱۔ زہد :۔ زکوٰۃ کا حقیقی اور بنیادی مقصد جس کا تعلق بالکلیہ شخص کی اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے کا دل دنیا کی حرص سے پاک ہو کر نیکی اور تقوا کے کاموں کے لیے تیار ہو جائے۔

۲۔ کاملیت :۔ زکوٰۃ ادا کرتے وقت ظاہری اور باطنی شرائط کا خیال رکھا جائے۔

۳۔ اخوت :۔ یعنی اس کے دل میں تمام مسلمانوں کے لیے ہمدردی پیدا ہو۔ ان کی خیر خواہی اور خدمت گزاری کا جذبہ پیدا ہو۔ ایک دوسرے کے رنج و غم، مسرت و خوشی میں برابر کا شریک ہوں۔ اور جو چیزیں تعلقات کو خراب کرنے والی اور کدورت پیدا کرنے والی ہوں ان سے اجتناب کرے۔

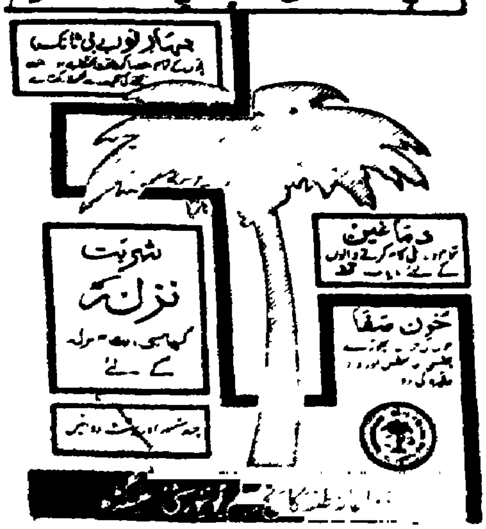
۴۔ وحدت آدم :۔ یعنی اس بات کا عملی ثبوت دینا کہ دنیا کے تمام انسان ایک آدم کی اولاد ہیں۔ رنگ و نسل، مال و دولت، اور قومیت و وطنیت وجہ فضیلت نہیں بلکہ ذریعہ تعارف ہیں۔ معزز وہ ہوتا ہے جو تقوا اختیار کرتا ہے۔

۵۔ تواضع :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی دوسرے سے اپنے کو کمتر سمجھے۔ اس کی روش اللہ کے عاجز بندوں کی سی ہو۔ اور دوسروں سے لین دین اور برتاؤ میں نیچا پن نہ کرے۔

نوٹ :۔ زکوٰۃ حقوق العباد کا مغز ہے

زکوٰۃ کا فرض اس وقت ادا ہوتا ہے جب انسان اپنے مال کا ایک متعین حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ جس کی زکوٰۃ قبول ہو جاتی ہے اس کے اندر مندرجہ بالا صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔

صبا پروین۔ طالب علم این آئی ای، ایس۔ قاضی سرائے اوّل نگینہ بجنور



اکادمی کی مطبوعات

نمبر شمار		قیمت
	۱۹۸۶ء کی مطبوعات	
1	دہلی کی آخری شمع۔	23
2	دِلّی والے (جلد اوّل)۔	36
3	دِلّی کا آخری دیدار۔	17
4	قلعۂ معلیٰ کی جھلکیاں۔	17
5	رسوم دہلی۔	28
6	مولانا ابوالکلام آزاد شخصیت اور کارنامے	38
7	بزم آخر	21
8	داغ دہلوی	31
	۱۹۸۷ء کی مطبوعات	
	سوانح دہلی۔	17
10	خواجہ حسن نظامی، حیات اور کارنامے	29
11	عالم میں انتخاب دہلی۔	53
12	دِلّی کی تہذیب۔	17
13	دیوان حالی۔	24
14	چراغ دہلی۔	19
15	اردو صحافت۔	32
16	دہلی کے اسکولوں میں اردو نصاب کے مسائل	23
17	نوبت پنج روزہ یعنی و داغ ظفر۔	23
18	دِلّی کی آخری بہار۔	20
19	لال قلعہ کی ایک جھلک۔	21
20	ڈائرکٹری اور ناشرین و تاجران کتب	50
21	اردو غزل۔	31
22	اردو مشترکہ ہندوستانی تہذیب	39
23	مرزا محمود بیگ کے مضامین کا انتخاب	31
	۱۹۸۸ء کی مطبوعات	60
24	نیا اردو افسانہ تجزیہ اور مباحث۔	60
25	انتخاب کلام داغ۔	34
26	دہلی کے مشائخ کی ادبی خدمات	21
27	دہلی اور اس کے اطراف	25

نمبر شمار		قیمت
28	حواشی ابوالکلام آزاد۔	62
29	اردو میں بارہ ماسے کی روایت۔	49
30	دِلّی کی درگاہ شاہ مرداں۔	33
31	دِلّی والے (جلد دوم)۔	56
32	دِلّی کے آثار قدیمہ۔	48
33	اشاریہ آج کل۔	77
	۱۹۸۹ء کی مطبوعات۔	
34	دہلی میں اردو شاعری کا تہذیبی و فکری پس منظر	26
35	مرزا فرحت اللہ بیگ کے مضامین	47
36	آزادی کے بعد دہلی میں اردو غزل	61
37	رنگ ہزاروں خوشبو ایک	28
38	کلیاتِ مکاتیبِ اقبال (جلد اوّل)	170
39	نئی تعلیمی پالیسی اور اردو تدریس	30
40	انشا، ہادی النساء مع تحفۃ النساء۔	22
	۱۹۹۰ء کی مطبوعات۔	
41	واقعات دارالحکومت دہلی (تین جلدیں)	400
42	آزادی کے بعد دہلی میں اردو افسانہ۔	48
43	آزادی کے بعد دہلی میں اردو نظم۔	48
44	آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق۔	48
45	آزادی کے بعد دہلی میں اردو طنز و مزاح۔	44
46	آثار الصنادید (تین جلدیں)۔	310
47	فوائد الفواد۔	86
48	آزادی کے بعد دہلی میں اردو انشائیہ	64
49	آزادی کے بعد دہلی میں اردو تنقید۔	70
50	آزادی کے بعد دہلی میں اردو خاکہ۔	45
51	مہربان جن۔	25
52	اردو مرثیہ۔	67
53	پگڈنڈی جنگل سے کھیت تک	80
54	آدمی نامہ	40
55	غائب مشین	16

اردو اکادمی، دہلی۔ دہلی انتظامیہ

گھٹا مسجد روڈ، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲



عرب بچوں کی عوامی کہانیاں
منور خاں
قیمت ۶/۵۰
ایک وحشی لڑکی کی آپ بیتی
پُراسرار غار قیمت -/۵
قصہ اژدھا پکڑنے کا
کھلونا نگر قیمت -/۷
ننھا سراغ رساں
قیمت ۵ روپے
پیام تعلیم
جامعہ نگر - نئی دہلی ۲۵

بچوں سے باتیں

آج ہم آپ کو بہت افسوس ناک خبر سنا رہے ہیں۔ آپ نے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ کرنل بشیر حسین زیدی ۲۹ مارچ ۹۲ء کو انتقال کر گئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو معلوم ہے کہ قبلہ زیدی صاحب کون تھے؟ زیدی صاحب مرحوم رامپور اسٹیٹ کے وزیر اعظم رہے، پارلیمنٹ کے ممبر رہے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے وائس چانسلر رہے، اس کے علاوہ انھوں نے کئی اہم تعلیمی اداروں کی سرپرستی فرمائی ۱۹۷۰ء کے بعد مکتبہ جامعہ کو پھر سے زندہ کرنے میں انھوں نے بہت بڑا رول ادا کیا، یہی نہیں بلکہ آخر دم اس کی سرپرستی بھی فرماتے رہے۔

دہلی میں انجمن ترقی اردو کی شاندار عمارت جو اردو گھر کے نام سے مشہور ہے۔ انھیں کی کوششوں سے وجود میں آئی۔ ان کی نیکی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں رمضان کے بابرکت مہینے میں اپنے پاس بلایا، مکتبہ جامعہ اپنے محسن کے انتقال پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

مئی ۱۹۹۲ جلد ۴۰ شمارہ ۵

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: =/40

سرکاری اداروں سے: =/55 روپے

V.P.P منگانے کی صورت میں مزید =/۱۰ روپے خرچ آئے گا

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

اڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

ایک پاگل نے پاگل خانے کے ڈاکٹر کو آتے دیکھا تو اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، اور بولا: "ڈاکٹر صاحب حد ہو گئی۔ آج میں نے پورے انچاس انڈے کھائے۔" ڈاکٹر بولا: "ایک اور کھا لیتے تاکہ پورے پچاس ہو جاتے۔" پاگل نے قدرے ناراضگی سے جواب دیا: "واہ ڈاکٹر صاحب آپ بھی پاگل ہیں جو اتنا اچھا مشورہ دے رہے ہیں۔ اگر بد ہضمی ہو جاتی تو___؟"

شمس الحسن

ازبیکستان کی لوک کہانی

ہُنر

پُرانے زمانے کی بات ہے کسی ملک میں ایک آدمی رہا کرتا تھا۔ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اِس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام علی جان تھا اس کے پاس کل تین سو اشرفیاں تھیں جو اس نے عمر بھر میں جمع کیں تھیں۔ بوڑھا سوچتا تھا کہ اب میرا کیا بھروسا کسی دن بھی بلاوا آسکتا ہے۔ میرا بیٹا اب بڑا ہو چکا ہے اس کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہیے۔ بہت غور و فکر کے بعد اس نے اپنے بیٹے کو بُلا کر کہا۔

"میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میرے مرنے سے پہلے تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔ تم تجارت شروع کرو۔ میں نے معلوم کر لیا ہے ایک قافلہ دو روز بعد سیتاپور روانہ ہونے والا ہے اس میں بڑے بڑے تاجر شامل ہیں۔ میں تمھیں سو اشرفیاں دے رہا ہوں۔ دوسرے شہر جا کر منافع بخش سامان خریدو اور تجارت کرنا سیکھو۔ اور ہاں سنو! ان اشرفیوں کو ایسی ویسی باتوں میں ضائع مت کر دینا۔"



علی جان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ وہ بڑا نیک، سمجھ دار اور فرماں بردار لڑکا تھا مگر اسے تجارت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کرسکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ پھر بھی اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ کوئی ایسا ہنر سیکھے جس کی وجہ سے وہ کامیاب زندگی بسر کرسکے۔ چوں کہ وہ ایک فرماں بردار بیٹا تھا۔ اس لیے جب اس کے والد نے اسے تجارت کا پیشہ اپنانے کے لیے کہا تو اس نے اپنے والد سے زیادہ بحث نہیں کی۔ اس نے وہ اشرفیاں لے لیں اور سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔ قافلے کے بارے میں معلومات حاصل کی اور سیتاپور روانہ ہوگیا۔

چند روز سفر کرنے کے بعد قافلہ سیتاپور پہنچا۔ ایک سرائے میں قیام کیا۔ اس شہر میں ایک بہت بڑا باغ تھا۔ رات کو علی جان اس باغ کی سیر کو نکل کھڑا ہوا۔ وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہزاروں قمقمے جگمگا رہے ہیں اور باغ دن کی طرح روشن ہے۔ اس نے دیکھا کہ باغ کا فرش سنگِ مرمر کا ہے جس پر قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں۔ ان پر جگہ جگہ سونا چاندی لعل و جواہر جڑی ہوئی بڑی خوب صورت میزیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک آدمی علی جان کو غور سے دیکھ رہا تھا وہ اس کے پاس آیا اور بولا؟ صاحب زادے! یہاں کھڑے حیران کیوں ہو رہے ہو؟ کوئی بات جاننے کے خواہش مند ہو تو میں حاضر ہوں۔"

"یہ کون لوگ ہیں اور کیا کر رہے ہیں"؟ علی جان نے پوچھا۔

"برخوردار! یہ نوجوان شطرنج کھیل رہے ہیں۔ یہاں اس کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ شطرنج کا ہنر سکھانے کا اسکول ہے۔"

"کیا میں یہ ہنر سیکھ سکتا ہوں"؟

"ہاں! تم بھی یہ ہنر سیکھ سکتے ہو۔ قاعدے کے مطابق تمھیں سو اشرفیاں بطور فیس ادا کرنی ہوں گی چھے مہینے کا کورس ہے۔ اس دوران تمھارا کھانا پینا رہنا سہنا سب درس گاہ کے ذمّے ہوگا۔

علی جان کے پاس جو سو اشرفیاں تھیں وہ دے کر اس شطرنج کھیلنے کے اسکول میں داخلہ لے لیا۔ چند دنوں میں اسے شطرنج کھیلنے میں بڑا مزہ آنے لگا۔ جلد ہی وہ ایک ذہین اور ماہر شاطر بن گیا۔ بعض اوقات تو وہ اپنے استادوں سے بھی آگے بڑھنے لگا۔ جب کورس ختم ہوا تو سب طالب علم اپنے اپنے گھر روانہ ہونے لگے۔ علی جان نے شطرنج کے کھیل میں بڑا نام پیدا کرلیا تھا لیکن وہ بہت اُداس تھا کہ بغیر پیسوں کے کیسے جائے اور اپنے والد کو کیا بتائے۔ بہر حال وہ بوجھل دل کے ساتھ گھر روانہ ہوا۔ راستے میں جنگلی پھل اور چشمے کے پانی پر گذارا کیا اور پیدل سفر کرتے ہوئے گھر پہنچا۔ جب علی جان خالی ہاتھ گھر آیا تو اس کے والد کو

بہت دکھ ہوا اور انھوں نے اسے بتایا اور کہا کہ اس نے وقت اور پیسا برباد کر کے اپنا مستقبل تباہ کرلیا

سال بھر تک علی جان اپنے گھر میں ہی رہا۔ ایک دن اس کے والد نے اسے اپنے پاس بٹھا کر پھر نصیحتیں کیں۔ زمانے کی اونچ نیچ سے آگاہ کیا۔ وقت اور پیسے کی قدر و قیمت سمجھائی۔ تجارت کے فائدے بتائے اور ایک بار پھر سو اشرفیاں دے کر تجارت کے لیے روانہ کر دیا۔ قافلہ پھر منزلیں طے کرتا ہوا سیتاپور پہنچا۔ ایک بار پھر سرائے میں سامان اتارا اور شام کو پھر علی جان باغ کی سیر کو نکل کھڑا ہوا۔ باغ میں اس بار ہت پیارا سا نغمہ سنائی دے رہا تھا۔ جب وہ باغ کے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ جہاں اس نے شطرنج کھیلی سیکھی تھی وہاں ساز بجائے جا رہے ہیں۔ ساز کی آوازیں اسے اپنی طرف بلانے لگیں۔ وہ اپنے باپ کی صیحتوں کو بھول گیا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ بھی ساز بجانا سیکھے۔ اس نے منتظم سے بات کی تو معلوم ہوا کہ فیس ہی سو اشرفیاں ہیں اور چھے مہینے کا کورس ہے۔ علی جان نے سو کی سو اشرفیاں نکال کر منتظم کے حوالے کیں۔ ر داخلہ لے لیا۔ اس نے کئی ساز بجانے سیکھے۔ ان میں اس کا دل ایسا لگ گیا کہ وہ اس میں ڈوب گیا۔ کچھ عرصے بعد اس نے ساز بجانے میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ اپنے استادوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ کورس ختم ہوا تو امتحان ہوا۔ علی جان اوّل آیا۔ پھر سب طالب علم اپنے اپنے گھر لوٹنے لگے۔ علی جان ایک ر پھر اداس ہو گیا کہ اب ابا جان کے پاس کس منہ سے جاؤں اور کیسے بتاؤں کہ تجارت کے بجائے ایک ر ہنر سیکھ لیا ہے۔ وہ پہلے کی طرح پیدل سفر کرتا اپنے گھر پہنچا۔ اس بار اس کے والد کا ردِعمل شدید تھا۔ بیٹے کو خالی ہاتھ دیکھ کر بوڑھے کو بہت غصہ آیا۔ اس نے علی جان کو خوب برا بھلا کہا۔ پھر ایک سال اور گزر گیا۔ ایک دن پھر اس کے والد نے اسے شفقت سے اپنے پاس بٹھایا اور کہا۔

" دیکھو بیٹے۔ میں ایک بار پھر تمھیں سو اشرفیاں دے رہا ہوں۔ یہ آخری اشرفیاں ہیں اگر تم نے ن کو بھی فضول کاموں میں اڑا دیا تو ہم بالکل کنگال ہو جائیں گے۔ روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترسیں گے ر تم کبھی اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو سکو گے۔"

علی جان نے وعدہ کر کے سو اشرفیاں لے لیں۔ چند دنوں کے بعد وہ پھر قافلے کے ساتھ روانہ گیا۔ اس بار اس نے فیصلہ کیا کہ وہ پوری احتیاط سے کام لے گا اور کوئی ہنر سیکھنے کے بجائے ان اشرفیوں مال و اسباب خریدے گا اور پھر اچھے منافع پر بیچے گا اور ایک بار پھر وہ اسی شہر میں تھا۔

سرائے میں سامان رکھنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ اس بار وہ باغ کا رُخ نہیں کرے گا۔ وہ ام کو غسل کے لیے حمام گیا۔ واپسی پر وہ باغ کے قریب سے گزر رہا تھا تو اس نے دل میں کہا کہ ایک نظر دیکھنے

میں کیا ہرج ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے آپ کو باغ کے اندر پایا۔ اس نے دیکھا کہ جہاں اس نے شطرنج کھیلنا اور ساز بجانا سیکھا تھا وہاں نوجوان بیٹھے ہیں اور علم حاصل کر رہے ہیں۔ لکھنے اور پڑھنے کی خواہش نے علی جان کو بے چین کر دیا۔ پھر اس نے وہاں داخلہ لینے کی ٹھان لی۔ اس کی فیس سو اشرفیاں تھیں اور سہولتیں بھی پہلے جیسی تھیں اِس نے سو اشرفیاں دے کر داخلہ لے لیا۔ پھر اس نے بہت محنت اور دلچسپی سے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم مکمل ہوئی۔ اب علی جان لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ لیکن اس بار خالی ہاتھ گھر جانے اور بوڑھے باپ کو اپنی شکل دکھانے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

اسی دوران علی جان کی ملاقات ایک ایسے سوداگر سے ہوئی جو دور کے کسی شہر جا رہا تھا وہ اپنا سامان اونٹوں پر لدوا چکا تھا علی جان نے اس سوداگر کے ہاں ملازمت کر لی۔ قافلہ چلتا رہا۔ یہ راستہ ایسا تھا جہاں پانی کی کمی تھی۔ قافلے کے پاس پانی ختم ہو گیا تو جان کے لالے پڑنے لگے۔ پانی کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کافی تلاش کے بعد وہ ایک کنویں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ کنواں بہت گہرا تھا اور اس میں پانی بھی بہت تھوڑا تھا۔ سوداگر نے علی جان کو حکم دیا کہ وہ کنویں کے اندر اتر جائے۔ علی جان نے حکم کی تعمیل کی اور کنویں میں اتر گیا۔ اس نے مشک میں پانی بھرا۔ ابھی وہ اوپر چڑھنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ کنویں کی دیوار میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے دروازے پر اس کی نظر پڑی۔ مشک ایک طرف رکھ کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کو ہلکا سا دھکا دینے پر وہ کھل گیا۔ علی جان نے اندر جھانک کر دیکھا کہ کمرہ بہت روشن، منور اور بڑا تھا۔ اس میں قالین بچھے تھے جہاں ایک بوڑھا موجود تھا وہ سر جھکائے بہت اُداس بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک ساز تھا۔ علی جان اندر داخل ہوا اور بوڑھے کے ہاتھ سے ساز لے کر بجانے لگا۔ نغمے کی میٹھی دھن سن کر بوڑھے نے اپنی آنکھیں کھولیں اور علی جان کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ جب دھن ختم ہوئی بوڑھے نے اسے دل کھول کر داد دی اور پھر پوچھا " اے آدم زاد! تو یہاں کیسے آگیا؟" علی جان نے سارا قصہ سنایا۔ اس کے بعد جب وہ چلنے لگا تو بوڑھے نے اسے روکا اور کہا " تم نے مجھے یہ نغمہ سنا کر بہت خوش کیا ہے۔ میں تمھیں ایک سو اشرفیاں انعام میں دوں گا اس کے علاوہ اگر کوئی خواہش ہے تو بتاؤ میں پوری کر دوں گا "

" آپ کون ہیں؟ اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

" میں جن ہوں۔ پانچ دن ہوئے میرا اکلوتا بیٹا مجھے اکیلا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کی موت نے مجھے اداس کر دیا ہے۔ میں خود بھی مرنے کو تیار ہو گیا تھا اور اپنے غم کو کم کرنے کے لیے اپنے بیٹے

کا یہ ساز اٹھا لایا تھا، مگر یہ مجھے بجانا نہیں آتا تھا۔ تم نے اپنے جادو بھرے نغمے سے میرے دل میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"آپ اوپر چڑھنے میں میری مدد کیجیے،" علی جان نے کہا۔ بوڑھے نے تین سو اشرفیوں سے بھرا تھیلا علی جان کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا کہ آنکھیں بند کرو۔ علی جان نے آنکھیں بند کیں اور جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو کنویں سے باہر پایا۔ قافلہ جا چکا تھا۔ علی جان قدموں کے نشان دیکھتا ہوا قافلے کے پیچھے چل پڑا اور دوسرے دن قافلے کے ساتھ مل گیا۔ سب اسے زندہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ علی جان نے سوداگر کو سارا واقعہ سنایا اور اشرفیوں سے بھرا ہوا تھیلا بھی دکھایا۔ راستے میں قافلہ جب ستانے کے لیے رُکا تو قافلے کا سردار ایک طرف بیٹھ کر خط لکھنے لگا۔ پھر اس نے خط لفافے میں بند کر کے ایک طرف مہر لگائی اور علی جان کو بلا کر کہا۔



"تم بہت اچھے نوجوان ہو۔ میں تمھاری شرافت سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میری ایک ہی بیٹی ہے جو بڑی سگھڑ اور خوب صورت ہے میں اس سے تمھاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تم جلدی سے میرے گھر چلے جاؤ اور میرے پہنچنے تک شادی کی تیاری مکمل کر لو۔ اور ہاں دیکھو اپنی رقم سنبھال کر رکھنا۔ میں تین دن بعد گھر پہنچ جاؤں گا۔ یہ خط جاتے ہی میری بیوی کو دے دینا۔"

اس نے علی جان کو روانہ کر دیا

علی جان بغیر رُکے منزلیں طے کرتا رہا۔ کچھ تھکن محسوس ہوئی تو ایک جگہ ستانے کو رُک گیا۔ اسے خیال ہوا کہ میں نے پڑھنا تو سیکھ ہی لیا ہے ذرا دیکھوں تو اس خط میں کیا لکھا ہے اس نے خط کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

میں تین سو اشرفیوں سے بھرا تھیلا تم کو اپنے نوکر کے ہاتھ بھجوا رہا ہوں۔ اس کو پھسلانے کے لیے میں نے اس سے کہا ہے کہ میں تمھاری شادی اپنی بیٹی سے کر رہا ہوں۔ تم فوراً اس کا سر قلم کر دینا۔ میں تین دن میں آ رہا ہوں۔

فقط تمھارا خاوند

علی جان نے وہ خط پڑھ کر پھینک دیا اور دوسرا خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

اس عزیز مہمان کا خوب اچھی طرح استقبال کرنا۔ اس کی تواضع میں کوئی کمی نہ رہے۔ اس کے پہنچتے ہی ہماری بیٹی کی شادی فوراً اس سے کر دینا۔ میرے آنے کا انتظار نہ کرنا۔

فقط تمھارا خاوند

علی جان نے اس خط کو لفافے میں بند کر کے جیب میں ڈالا اور چل پڑا۔ سوداگر کے گھر پہنچ کر اس نے خط اس کی بیوی کے حوالے کر دیا۔ خط پڑھ کر سوداگر کی بیوی نے علی جان کی خوب خاطر تواضع کی اور دوسرے دن بڑی دھوم دھام سے اپنی بیٹی کی شادی علی جان سے کر دی۔ تیسرے دن صبح علی جان اور اس کی بیوی گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے رخصت ہوئے۔ جاتے وقت علی جان نے نوکروں کو ہدایت کر دی کہ میں تجارت کے سلسلے میں باہر جا رہا ہوں۔ رات کے وقت کسی کے لیے دروازہ نہ کھولنا۔ اگر کوئی دیوار پھاند کر آ جائے تو اس کی خوب پٹائی کرنا۔ یہ میرا حکم ہے۔



اسی رات سوداگر اپنے گھر پہنچا۔ بڑی دیر تک دروازہ کھٹکھٹایا لیکن جب کسی نے دروازہ کھولا تو مجبوراً اسے دیوار پھاند کر آنا پڑا۔ نوکر تو پہلے ہی تاک میں بیٹھے تھے۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ

اس کی پٹائی شروع کر دی لیکن جب انھوں نے سوداگر کی چیخ و پکار سنی تو اپنے ہاتھ روک لیے۔ سوداگر بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو اپنی بیوی سے پوچھا "کوئی میرا خط لے کر آیا تھا؟ تم نے اس کے ساتھ کیا کیا"؟

"میں آپ کا حکم بجا لائی" بیوی نے جواب دیا۔

"اور اشرفیوں کے تھیلے کا کیا کیا"؟

"کون سا تھیلا؟ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ"؟ بیوی نے حیرت سے پوچھا۔

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں نے لکھا نہیں تھا کہ اشرفیوں کا تھیلا لے کر اسے قتل کر دینا"۔

بیوی نے اپنے شوہر کی طرف یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

"آپ کو کیا ہو گیا ہے! بھلا کوئی اپنے داماد کو بھی مارتا ہے"۔

"داماد؟ کون سا داماد"؟ سوداگر نے گھبرا کر کہا۔

"تمھاری بیٹی کا خاوند، ہمارا داماد"،

"یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے اس کی شادی کب کر دی"؟

"دو دن ہو چکے ہیں"۔ بیگم نے کہا

یہ سن کر سوداگر نے اپنا سر پیٹ لیا۔ اس نے سب کو ڈانٹا، کوسا اور پھر پوچھا۔

"اور وہ خود کہاں ہے"؟

"وہ تو صبح ہی گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں چلے گئے تھے"۔ ایک نوکر نے جواب دیا۔ سوداگر سمجھ گیا کہ اسے اپنے کیے کی سزا مل گئی ہے چنانچہ اس نے اپنے داماد سے صلح کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

علی جان چلتے چلتے ایک بڑے شہر پہنچا جس کے بازاروں میں بڑی رونق تھی۔ وہاں ایک ڈھنڈورچی اعلان کر رہا تھا۔

"لوگو! سنو! پھر نہ کہنا بتایا نہیں ... جو کوئی شطرنج کا کھیل اچھا کھیلتا ہو شاہی محل پہنچ جائے۔ جو بادشاہ کے ساتھ تین بازیاں کھیل کر تینوں جیت لے گا بادشاہ اس کو انعام اکرام سے نوازے گا ... [illegible] ... کر دیا جائے گا"۔

[illegible] علی جان [illegible]

[illegible]



علی جان نے جیت لیں۔ بادشاہ نے وعدہ کے مطابق اسے انعام واکرام سے نوازا۔ گھر پہنچ کر علی جان نے اپنی آپ بیتی اپنے بوڑھے باپ کو سنائی۔ باپ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے علی جان سے کہا۔

" واقعی تم بہت ذہین ہو۔ تم نے کتنے ہی ہنر سیکھ لیے۔ اور ہر ہنر سے تمھیں فائدہ پہنچا۔"

علی جان نے بڑے ادب سے جواب دیا۔" ابا جان! آدمی کتنے ہی ہنر سیکھے کم ہے۔"

سید منتظر پاشا

بلا عنوان

(قسط اوّل)



آسمان کے اس محل میں جہاں نانی پری، اپنے سامنے بیٹھی ہوئی چھوٹی پری کے پروں کو صاف کر رہی تھی آٹھ دس جوان پریوں کا غول عجیب آوازیں نکالتا اور اپنی زبان میں نانی نانی کی آوازیں لگاتا ان کے کمرے میں گھس پڑا تو نانی پری اپنے پر جھاڑتی کھڑی ہوتی ہوئی بولی "ارے تم سب تو آسمانوں میں کھیلنے گئیں تھیں پھر اتنی جلدی لوٹ کیوں آئیں اور اپنے ہاتھوں میں یہ کیا اٹھا لائیں ؟"

جوان پریوں کے غول نے اپنے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے مخلوق کو نیچے فرش پر نرمی سے لٹا دیا - یہ دو تھے - نانی پری ان دونوں کے قریب پہنچ کر غور سے دیکھنے لگی - ان کے سینے اوپر نیچے ہل رہے تھے - نانی سمجھ گئی کہ یہ زندہ ہیں اور سانس چل رہی ہے -

بری ہوا محل کے اس غلاف سے جو زمین کے اطراف قائم ہے اوپر تھا وہاں ہوا

گھر نمبر ۱-۲-۳۷ بانسواڑہ - اے پی

اپنے پَروں میں ہوا بھر بھر کر لاتیں اور محل میں آنے کے بعد ایک دوسرے پر پھینکتیں تو بڑا مزا آتا تھا۔ وہی ہوا بچوں کو سانس لینے میں مددگار ثابت ہوئی۔

نانی پَری نے سر اٹھا کر وہاں کھڑی پریوں کی طرف نظر دوڑائی تو ان میں سے ایک نے کہا " نانی ہم روز کی طرح آسمانوں میں کھیل رہی تھیں۔ اچانک ہم نے ایک دھماکہ سنا اور بہت سی چیزوں کو نیچے جاتے ہوئے دیکھا تو ہم سب نے طے کیا کہ کچھ چیزوں کو پکڑنا چاہیے بس نیچے غوطہ لگایا اور ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے پَروں کو تانے ہم ایک جال سا بنا کر چیزوں کو لینے ان کے نیچے پہنچ گئے بس یہ دو ہمارے اوپر آ کر گرے اور ہم انھیں یہاں اٹھا لائے۔"

" اچھا کیا اچھا کیا ورنہ یہ مر جاتے "، نانی نے ان دو بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو بے ہوش پڑے تھے۔ لڑکی شاید آٹھ سال کی رہی ہو گی اور لڑکا تقریباً دس گیارہ برس کا تھا۔ دونوں صحت مند اور سرخ و سپید تھے۔ ان کے جسم پر قیمتی اور نئے کپڑے تھے جو بہت خوب صورت لگ رہے تھے۔

" یہ کیا ہیں اور مرجانا کیا ہوتا ہے؟ " نانی؟"، ان سے ایک پَری نے سوالات شروع کر دیے۔ نانی نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا " پہلے ذرا سا ٹھنڈا پانی لے آؤ "، ایک پَری دوڑتی ہوئی پانی لانے چلی گئی۔ نانی نے سوال کرنے والی پَری کی طرف دیکھ کر کہا " یہ زمین پر رہتے ہیں۔ زمین مٹی، پتھر، کوئلہ اور مختلف چیزوں سے بنا ایک بڑا سا گولا ہے۔ انسان اپنی ضرورت کی چیزیں اسی گولے سے حاصل کرتا ہے۔ ان کو زندہ رہنے کے لیے ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمین کے اطراف فضا میں ہوا موجود ہوتی ہے جسے انسان سانس کے ذریعہ اپنے جسم میں کھینچتا ہے اور چھوڑتا ہے جب تک سانس لینے کا عمل چلتا ہے اسے زندہ رہنا کہتے ہیں اور جب سانس لینے کا عمل بند ہو جاتا ہے تو انسان مر جاتا ہے اور مٹی بن جاتا ہے۔ انسان ہماری طرح بادلوں میں اڑنا چاہتا ہے۔ وہ خود اڑ تو نہیں پاتا ہاں کچھ چیزوں کے سہاروں بادلوں میں پہنچ جاتا ہے، اور اگر سہارا دینے والی چیز کسی وجہ سے سہارا دینا چھوڑ دے تو یہ زمین پر واپس گر جاتا ہے۔ اس گرنے میں زیادہ ٹوٹ پھوٹ ہو جائے تو وہ سانس لینا چھوڑ دیتا ہے یعنی مر جاتا ہے۔"

ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن ہوگا بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ —— سرسید احمد خاں

ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

مئی ۱۹۹۲ جلد ۴۰ شمارہ ۵

قیمت فی پرچہ 4/50 سالانہ: 40/=

سرکاری اداروں سے: 55/= روپے

V.P.P منگانے کی صورت میں مزید ۱۰/= روپے خرچ آئے گا

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) 320/= روپے

اڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بچوں سے باتیں

آج ہم آپ کو بہت افسوس ناک خبر سنا رہے ہیں۔ آپ نے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ کرنل بشیر حسین زیدی ۲۹ مارچ ۹۲ء کو انتقال کر گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کو معلوم ہے کہ قبلہ زیدی صاحب کون تھے؟ زیدی صاحب مرحوم رامپور اسٹیٹ کے وزیر اعظم رہے، پارلیمنٹ کے ممبر رہے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے، اس کے علاوہ انھوں نے کئی اہم تعلیمی اداروں کی سرپرستی فرمائی ۱۹۶۰ء کے بعد مکتبہ جامعہ کو پھر سے زندہ کرنے میں انھوں نے بہت بڑا رول ادا کیا، یہی نہیں بلکہ آخر دم اس کی سرپرستی بھی فرماتے رہے۔

دہلی میں انجمن ترقی اردو کی شاندار عمارت جو اردو گھر کے نام سے مشہور ہے۔ انھیں کی کوششوں سے وجود میں آئی۔ ان کی نیکی کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں رمضان کے بابرکت مہینے میں اپنے پاس بلا لیا، مکتبہ جامعہ اپنے محسن کے انتقال پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

شمس الحسن

ازبکستان کی لوک کہانی

ہُنر

ایک پاگل نے پاگل خانے کے ڈاکٹر کو آتے دیکھا تو اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور بولا: "ڈاکٹر صاحب حد ہو گئی۔ آج میں نے پورے انچاس انڈے کھائے۔" ڈاکٹر بولا، "ایک اور کھا لیتے تاکہ پورے پچاس ہو جاتے۔" پاگل نے قدرے ناراضگی سے جواب دیا۔ "واہ ڈاکٹر صاحب آپ بھی پاگل ہیں جو اتنا اچھا مشورہ دے رہے ہیں۔ اگر بدہضمی ہو جاتی تو"؟

پُرانے زمانے کی بات ہے کسی ملک میں ایک آدمی رہا کرتا تھا۔ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام علی جان تھا اس کے پاس کل تین سو اشرفیاں تھیں جو اس نے عمر بھر میں جمع کیں تھیں۔ بوڑھا سوچتا تھا کہ اب میرا کیا بھروسا کسی دن بھی بلاوا آسکتا ہے۔ میرا بیٹا اب بڑا ہو چکا ہے اس کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہیے۔ بہت غور و فکر کے بعد اس نے اپنے بیٹے کو بُلا کر کہا۔

"میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میرے مرنے سے پہلے تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔ تم تجارت شروع کر دیں نے معلوم کر لیا ہے ایک قافلہ دو روز بعد سیتاپور روانہ ہونے والا ہے اس میں بڑے بڑے تاجر شامل ہیں۔ میں تمھیں سو اشرفیاں دے رہا ہوں۔ دوسرے شہر جا کر منافع بخش سامان خریدو اور تجارت کرنا سیکھو۔ اور ہاں سنو! ان اشرفیوں کو ایسی ویسی باتوں میں ضائع مت کر دینا۔"



علی جان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ وہ بڑا نیک، سمجھ دار اور فرماں بردار لڑکا تھا مگر اسے تجارت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ پھر بھی اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ کوئی ایسا ہنر سیکھے جس کی وجہ سے وہ کامیاب زندگی بسر کر سکے۔ چوں کہ وہ ایک فرماں بردار بیٹا تھا۔ اس لیے جب اس کے والد نے اسے تجارت کا پیشہ اپنانے کے لیے کہا تو اس نے اپنے والد سے زیادہ بحث نہیں کی۔ اس نے وہ اشرفیاں لے لیں اور سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔ قافلے کے بارے میں معلومات حاصل کی اور سیتاپور روانہ ہو گیا۔

چند روز سفر کرنے کے بعد قافلہ سیتاپور پہنچا۔ ایک سرائے میں قیام کیا۔ اس شہر میں ایک بہت بڑا باغ تھا۔ رات کو علی جان اس باغ کی سیر کو نکل کھڑا ہوا۔ وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہزاروں قمقمے جگمگا رہے ہیں اور باغ دن کی طرح روشن ہے۔ اس نے دیکھا کہ باغ کا فرش سنگِ مرمر کا ہے جس پر قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں۔ ان پر جگہ جگہ سونا چاندی لعل و جواہر جڑی ہوئی بڑی خوب صورت میزیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک آدمی علی جان کو غور سے دیکھ رہا تھا وہ اس کے پاس آیا اور بولا: "صاحب زادے! یہاں کھڑے حیران کیوں ہو رہے ہو؟ کوئی بات جاننے کے خواہش مند ہو تو میں حاضر ہوں۔"

"یہ کون لوگ ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟" علی جان نے پوچھا۔

"برخوردار! یہ نوجوان شطرنج کھیل رہے ہیں۔ یہاں اس کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ شطرنج کا ہنر سکھانے کا اسکول ہے۔"

"کیا میں یہ ہنر سیکھ سکتا ہوں؟"

"ہاں! تم بھی یہ ہنر سیکھ سکتے ہو۔ قاعدے کے مطابق تمھیں سو اشرفیاں بطور فیس ادا کرنی ہوں گی چھ مہینے کا کورس ہے۔ اس دوران تمھارا کھانا پینا رہنا سہنا سب درس گاہ کے ذمے ہوگا۔"

علی جان کے پاس جو سو اشرفیاں تھیں وہ دے کر اس شطرنج کھیلنے کے اسکول میں داخلہ لے لیا۔ چند دنوں میں اسے شطرنج کھیلنے میں بڑا مزہ آنے لگا۔ جلد ہی وہ ایک ذہین اور ماہر شاطر بن گیا۔ بعض اوقات تو وہ اپنے استادوں سے بھی آگے بڑھنے لگا۔ جب کورس ختم ہوا تو سب طالب علم اپنے اپنے گھر روانہ ہونے لگے۔ علی جان نے شطرنج کے کھیل میں بڑا نام پیدا کر لیا تھا لیکن وہ بہت اداس تھا کہ بغیر پیسوں کے کیسے جائے اور اپنے والد کو کیا بتائے۔ بہرحال وہ بوجھل دل کے ساتھ گھر روانہ ہوا۔ راستے میں جنگلی پھل اور چشمے کے پانی پر گزارا کیا اور پیدل سفر کرتے ہوئے گھر پہنچا۔ جب علی جان خالی ہاتھ گھر آیا تو اس کے والد کو

بہت دکھ ہوا اور انھوں نے اسے بتایا اور کہا کہ اس نے وقت اور پیسا برباد کر کے اپنا مستقبل تباہ کر لیا

سال بھر تک علی جان اپنے گھر میں ہی رہا۔ ایک دن اس کے والد نے اسے اپنے پاس بٹھا کر پھر نصیحتیں کیں۔ زمانے کی اونچ نیچ سے آگاہ کیا۔ وقت اور پیسے کی قدر و قیمت سمجھائی۔ تجارت کے فائدے بتائے اور ایک بار پھر سو اشرفیاں دے کر تجارت کے لیے روانہ کر دیا۔ قافلہ پھر منزلیں طے کرتا ہوا سیتاپور پہنچا۔ ایک بار پھر سرائے میں سامان اتارا اور شام کو پھر علی جان باغ کی سیر کو نکل کھڑا ہوا۔ باغ میں اس بار بہت پیارا سا نغمہ سنائی دے رہا تھا۔ جب وہ باغ کے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ جہاں اس نے شطرنج کھیلی سیکھی تھی وہاں ساز بجائے جا رہے ہیں۔ ساز کی آوازیں اسے اپنی طرف بلانے لگیں۔ وہ اپنے باپ کی نصیحتوں کو بھول گیا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ بھی ساز بجانا سیکھے۔ اس نے منتظم سے بات کی تو معلوم ہوا کہ فیس بھی سو اشرفیاں ہیں اور چھے مہینے کا کورس ہے۔ علی جان نے سو کی سو اشرفیاں نکال کر منتظم کے حوالے کیں۔ ۔ر داخلہ لے لیا۔ اس نے کئی ساز بجانے سیکھے۔ ان میں اس کا دل ایسا لگ گیا کہ وہ اس میں ڈوب گیا۔ کچھ عرصے بعد اس نے ساز بجانے میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ اپنے استادوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ کورس ختم ہوا تو امتحان ہوا۔ علی جان اوّل آیا۔ پھر سب طالب علم اپنے اپنے گھر لوٹنے لگے۔ علی جان ایک بار پھر اداس ہو گیا کہ اب ابا جان کے پاس کس منہ سے جاؤں اور کیسے بتاؤں کہ تجارت کے بجائے ایک ۔ر ہنر سیکھ لیا ہے۔ وہ پہلے کی طرح پیدل سفر کرتا اپنے گھر پہنچا۔ اس بار اس کے والد کا ردِعمل شدید تھا بیٹے کو خالی ہاتھ دیکھ کر بوڑھے کو بہت غصہ آیا۔ اس نے علی جان کو خوب برا بھلا کہا۔ پھر ایک سال اور ۔زر گیا۔ ایک دن پھر اس کے والد نے اسے شفقت سے اپنے پاس بٹھایا اور کہا۔

"دیکھو بیٹے۔ میں ایک بار پھر تمھیں سو اشرفیاں دے رہا ہوں۔ یہ آخری اشرفیاں ہیں اگر تم نے ۔ کو بھی فضول کاموں میں اڑا دیا تو ہم بالکل کنگال ہو جائیں گے۔ روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترسیں گے ۔م کبھی اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو سکو گے۔"

علی جان نے وعدہ کر کے سو اشرفیاں لے لیں۔ چند دنوں کے بعد وہ پھر قافلے کے ساتھ روانہ ۔ اس بار اس نے فیصلہ کیا کہ وہ پوری احتیاط سے کام لے گا اور کوئی ہنر سیکھنے کے بجائے ان اشرفیوں ۔ن و اسباب خریدے گا اور پھر اچھے منافع پر بیچے گا اور ایک بار پھر وہ اسی شہر میں تھا۔

سرائے میں سامان رکھنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ اس بار وہ باغ کا رُخ نہیں کرے گا۔ وہ ۔ہ غسل کے لیے حمام گیا۔ واپسی پر وہ باغ کے قریب سے گزر رہا تھا تو اس نے دل میں کہا کہ ایک نظر دیکھنے

میں کیا ہرج ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے آپ کو باغ کے اندر پایا۔ اس نے دیکھا کہ جہاں اس نے شطرنج کھیلنا اور ساز بجانا سیکھا تھا وہاں نوجوان بیٹھے ہیں اور علم حاصل کر رہے ہیں۔ لکھنے اور پڑھنے کی خواہش نے علی جان کو بے چین کر دیا۔ پھر اس نے وہاں داخلہ لینے کی ٹھان لی۔ اس کی فیس سو اشرفیاں تھیں اور سہولتیں بھی پہلے جیسی تھیں اس نے سو اشرفیاں دے کر داخلہ لے لیا۔ پھر اس نے بہت محنت اور دلچسپی سے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم مکمل ہوئی۔ اب علی جان لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ لیکن اس بار خالی ہاتھ گھر جانے اور بوڑھے باپ کو اپنی شکل دکھانے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

اسی دوران علی جان کی ملاقات ایک ایسے سوداگر سے ہوئی جو دور کے کسی شہر جا رہا تھا وہ اپنا سامان اونٹوں پر لدوا چکا تھا۔ علی جان نے اس سوداگر کے ہاں ملازمت کر لی۔ قافلہ چلتا رہا۔ یہ راستہ ایسا تھا جہاں پانی کی کمی تھی۔ قافلے کے پاس پانی ختم ہو گیا تو جان کے لالے پڑنے لگے۔ پانی کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کافی تلاش کے بعد وہ ایک کنویں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ کنواں بہت گہرا تھا اور اس میں پانی بھی بہت تھوڑا تھا۔ سوداگر نے علی جان کو حکم دیا کہ وہ کنویں کے اندر اتر جائے۔ علی جان نے حکم کی تعمیل کی اور کنویں میں اتر گیا۔ اس نے مشک میں پانی بھرا۔ ابھی وہ اوپر چڑھنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ کنویں کی دیوار میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے دروازے پر اس کی نظر پڑی۔ مشک ایک طرف رکھ کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کو ہلکا سا دھکا دینے پر وہ کھل گیا۔ علی جان نے اندر جھانک کر دیکھا کہ کمرہ بہت روشن، منور اور بڑا تھا۔ اس میں قالین بچھے تھے جہاں ایک بوڑھا موجود تھا وہ سر جھکائے بہت اداس بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک ساز تھا۔ علی جان اندر داخل ہوا اور بوڑھے کے ہاتھ سے ساز لے کر بجانے لگا۔ نغمے کی میٹھی دھن سن کر بوڑھے نے اپنی آنکھیں کھولیں اور علی جان کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ جب دھن ختم ہوئی بوڑھے نے اسے دل کھول کر داد دی اور پھر پوچھا "اے آدم زاد! تو یہاں کیسے آ گیا؟" علی جان نے سارا قصہ سنایا۔ اس کے بعد جب وہ جانے لگا تو بوڑھے نے اسے روکا اور کہا "تم نے مجھے یہ نغمہ سنا کر بہت خوش کیا ہے۔ میں تمہیں تین سو اشرفیاں انعام میں دوں گا اس کے علاوہ اگر کوئی خواہش ہے تو بتاؤ میں پوری کر دوں گا۔"

"آپ کون ہیں؟ اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"میں جن ہوں۔ پانچ دن ہوئے میرا اکلوتا بیٹا مجھے اکیلا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کی موت نے مجھے اداس کر دیا ہے۔ میں خود بھی مرنے کو تیار ہو گیا تھا اور اپنے غم کو کم کرنے کے لیے اپنے بیٹے

کا یہ ساز اٹھا لایا تھا، مگر یہ مجھے بجانا نہیں آتا تھا۔ تم نے اپنے جادو بھرے نغمے سے میرے دل میں ایک نئی روح پھونک دی ہے تم کیا چاہتے ہو"؟

"آپ اوپر چڑھنے میں میری مدد کیجیے"، علی جان نے کہا۔ بوڑھے نے تین سو اشرفیوں سے بھرا تھیلا علی جان کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا کہ آنکھیں بند کرو۔ علی جان نے آنکھیں بند کیں اور جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو کنویں سے باہر پایا۔ قافلہ جا چکا تھا۔ علی جان قدموں کے نشان دیکھتا ہوا قافلے کے پیچھے چل پڑا اور دوسرے دن قافلے کے ساتھ مل گیا۔ سب اسے زندہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ علی جان نے سوداگر کو سارا واقعہ سنایا اور اشرفیوں سے بھرا ہوا تھیلا بھی دکھایا۔ راستے میں قافلہ جب سستانے کے لیے رکا تو قافلے کا سردار ایک طرف بیٹھ کر خط لکھنے لگا۔ پھر اس نے خط لفافے میں بند کر کے ایک طرف مہر لگائی اور علی جان کو بلا کر کہا۔



"تم بہت اچھے نوجوان ہو۔ میں تمھاری شرافت سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میری ایک ہی بیٹی ہے جو بڑی سگھڑ اور خوب صورت ہے میں اس سے تمھاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تم جلدی سے میرے گھر چلے جاؤ اور میرے پہنچنے تک شادی کی تیاری مکمل کر لو۔ اور ہاں دیکھو اپنی رقم سنبھال کر رکھنا۔ میں تین دن بعد گھر پہنچ جاؤں گا۔ یہ خط جاتے ہی میری بیوی کو دے دینا۔"

اس نے علی جان کو روانہ کر دیا

علی جان بغیر رکے منزلیں طے کرتا رہا۔ کچھ تھکن محسوس ہوئی تو ایک جگہ سستانے کو رک گیا۔ اسے خیال ہوا کہ میں نے پڑھنا تو سیکھ ہی لیا ہے ذرا دیکھوں تو اس خط میں کیا لکھا ہے اس نے خط کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

میں تین سو اشرفیوں سے بھرا تھیلا تم کو اپنے نوکر کے ہاتھ بھجوا رہا ہوں۔ اس کو پھسلانے کے لیے میں نے اس سے کہا ہے کہ میں تمھاری شادی اپنی بیٹی سے کر رہا ہوں۔ تم فوراً اس کا سر قلم کر دینا۔ میں تین دن میں آ رہا ہوں۔

فقط تمھارا خاوند

علی جان نے وہ خط پڑھ کر پھینک دیا اور دوسرا خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

اس عزیز مہمان کا خوب اچھی طرح استقبال کرنا۔ اس کی تواضع میں کوئی کمی نہ رہے۔ اس کے پہنچتے ہی ہماری بیٹی کی شادی فوراً اس سے کر دینا۔ میرے آنے کا انتظار نہ کرنا۔

فقط تمھارا خاوند

علی جان نے اس خط کو لفافے میں بند کر کے جیب میں ڈالا اور چل پڑا۔ سوداگر کے گھر پہنچ کر اس نے خط اس کی بیوی کے حوالے کر دیا۔ خط پڑھ کر سوداگر کی بیوی نے علی جان کی خوب خاطر تواضع کی اور دوسرے دن بڑی دھوم دھام سے اپنی بیٹی کی شادی علی جان سے کر دی۔ تیسرے دن صبح علی جان اور اس کی بیوی گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے رخصت ہوئے۔ جاتے وقت علی جان نے نوکروں کو ہدایت کر دی کہ میں تجارت کے سلسلے میں باہر جا رہا ہوں۔ رات کے وقت کسی کے لیے دروازہ نہ کھولنا۔ اگر کوئی دیوار پھاند کر آ جائے تو اس کی خوب پٹائی کرنا۔ یہ میرا حکم ہے۔



اسی رات سوداگر اپنے گھر پہنچا۔ بڑی دیر تک دروازہ کھٹکھٹایا لیکن جب کسی نے دروازہ نہ کھولا تو مجبوراً اسے دیوار پھاند کر آنا پڑا۔ نوکر تو پہلے ہی تاک میں بیٹھے تھے۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ

اس کی پٹائی شروع کر دی لیکن جب انھوں نے سوداگر کی چیخ و پکار سنی تو اپنے ہاتھ روک لیے۔ سوداگر بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو اپنی بیوی سے پوچھا "کوئی میرا خط لے کر آیا تھا؟ تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟"

"میں آپ کا حکم بجا لائی" بیوی نے جواب دیا۔

"اور اشرفیوں کے تھیلے کا کیا کیا؟"

"کون سا تھیلا؟ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ"؟ بیوی نے حیرت سے پوچھا۔

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں نے لکھا نہیں تھا کہ اشرفیوں کا تھیلا لے کر اسے قتل کر دینا"

بیوی نے اپنے شوہر کی طرف یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

"آپ کو کیا ہو گیا ہے! بھلا کوئی اپنے داماد کو بھی مارتا ہے"

"داماد؟ کون سا داماد"؟ سوداگر نے گھبرا کر کہا۔

"تمھاری بیٹی کا خاوند، ہمارا داماد"

"یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے اس کی شادی کب کر دی"؟

"دو دن ہو چکے ہیں"۔ بیگم نے کہا

یہ سن کر سوداگر نے اپنا سر پیٹ لیا۔ اس نے سب کو ڈانٹا کوسا اور پھر پوچھا۔

"اور وہ خود کہاں ہے"؟

"وہ تو صبح ہی گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں چلے گئے تھے" ایک نوکر نے جواب دیا۔ سوداگر سمجھ گیا کہ اسے اپنے کیے کی سزا مل گئی ہے چناں چہ اس نے اپنے داماد سے صلح کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

علی جان چلتے چلتے ایک بڑے شہر پہنچا جس کے بازاروں میں بڑی رونق تھی۔ وہاں ایک ڈھنڈورچی اعلان کر رہا تھا۔

"لوگو! سنو! پھر نہ کہنا نہیں خبر نہ ہوئی۔ جو کوئی شطرنج کا کھیل اچھا کھیلتا ہو شاہی محل میں پہنچ جائے۔ جو بادشاہ کے ساتھ تینوں بازیاں کھیل کر تینوں جیت لے گا بادشاہ اس کو انعام و اکرام سے نوازے گا۔ لیکن جو ہار جائے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا"

یہ اعلان علی جان کے کانوں تک بھی پہنچا۔ علی جان دربار میں پہنچا۔ اس نے بادشاہ سلامت سے شطرنج کھیلنے کی درخواست کی۔ کھیل شروع ہوا۔ تین بازیاں ہوئیں اور تینوں



علی جان نے جیت لیں۔ بادشاہ نے وعدہ کے مطابق اسے انعام واکرام سے نوازا۔ گھر پہنچ کر علی جان نے اپنی آپ بیتی اپنے بوڑھے باپ کو سنائی۔ باپ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے علی جان سے کہا۔

"واقعی تم بہت ذہین ہو۔ تم نے کتنے ہی ہنر سیکھ لیے۔ اور ہر ہنر سے تمھیں فائدہ پہنچا"۔

علی جان نے بڑے ادب سے جواب دیا: "ابا جان! آدمی کتنے ہی ہنر سیکھے کم ہے"۔

سید منتظر پاشا

بلا عنوان

(قسط اوّل)



آسمان کے اس محل میں جہاں نانی پری، اپنے سامنے بیٹھی ہوئی چھوٹی پری کے پروں کو صاف کر رہی تھی آٹھ دس جوان پریوں کا غول عجیب آوازیں نکالتا اور اپنی زبان میں نانی نانی کی آوازیں لگاتا ان کے کمرے میں گھس پڑا تو نانی پری اپنے پر جھاڑتی کھڑی ہوتی ہوئی بولی "ارے تم سب تو آسمانوں میں کھیلنے گئیں تھیں پھر اتنی جلدی لوٹ کیوں آئیں اور اپنے ہاتھوں میں یہ کیا اٹھا لائیں؟"

جوان پریوں کے غول نے اپنے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے مخلوق کو نیچے فرش پر نرمی سے لٹا دیا۔ یہ دو تھے۔ نانی پری ان دونوں کے قریب پہنچ کر غور سے دیکھنے لگی۔ ان کے سینے اوپر نیچے ہل رہے تھے۔ نانی سمجھ گئی کہ یہ زندہ ہیں اور سانس چل رہی ہے۔

ہری ہوا محل کے اس غلاف سے جو زمین کے اطراف قائم ہے اوپر تھا وہاں ہوا

گھر نمبر ۱-۲-۴۳ ۷ بانسواڑہ - اے پی

تو نہیں تھی لیکن پریاں جب بھی آسمانوں میں کھیلنے کے لیے جاتیں واپس ہوتے ہوئے اپنے پروں میں ہوا بھر بھر کر لاتیں اور محل میں آنے کے بعد ایک دوسرے پر پھینکتیں تو بڑا مزا آتا تھا۔ وہی ہوا بچوں کو سانس لینے میں مددگار ثابت ہوئی۔

نانی پری نے سر اٹھا کر وہاں کھڑی پریوں کی طرف نظر دوڑائی تو ان میں سے ایک نے کہا "نانی ہم روز کی طرح آسمانوں میں کھیل رہی تھیں۔ اچانک ہم نے ایک دھماکہ سنا اور بہت سی چیزوں کو نیچے جاتے ہوئے دیکھا تو ہم سب نے طے کیا کہ کچھ چیزوں کو پکڑنا چاہیے بس نیچے غوطہ لگایا اور ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے پروں کو تانے ہم ایک جال سا بنا کر چیزوں کو لینے ان کے نیچے پہنچ گئے بس یہ دو ہمارے اوپر آ کر گرے اور ہم انھیں یہاں اٹھا لائے۔"

"اچھا کیا اچھا کیا ورنہ یہ مر جاتے"، نانی نے ان دو بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو بے ہوش پڑے تھے۔ لڑکی شاید آٹھ سال کی رہی ہوگی اور لڑکا تقریباً دس گیارہ برس کا تھا۔ دونوں صحت مند اور سرخ و سپید تھے۔ ان کے جسم پر قیمتی اور نئے کپڑے تھے جو بہت خوب صورت لگ رہے تھے۔

"یہ کیا ہیں اور مرجانا کیا ہوتا ہے؟" "نانی؟"، ان سے ایک پری نے سوالات شروع کر دیے۔ نانی نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا "پہلے ذرا سا ٹھنڈا پانی لے آؤ"۔ ایک پری دوڑتی ہوئی پانی لانے چلی گئی۔ نانی نے سوال کرنے والی پری کی طرف دیکھ کر کہا "یہ زمین پر رہتے ہیں۔ زمین مٹی، پتھر، کوئلہ اور مختلف چیزوں سے بنا ایک بڑا سا گولا ہے۔ انسان اپنی ضرورت کی چیزیں اسی گولے سے حاصل کرتا ہے۔ ان کو زندہ رہنے کے لیے ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ زمین کے اطراف فضا میں ہوا موجود ہوتی ہے جسے انسان سانس کے ذریعہ اپنے جسم میں کھینچتا ہے اور چھوڑتا ہے جب تک سانس لینے کا عمل چلتا ہے اسے زندہ رہنا کہتے ہیں اور جب سانس لینے کا عمل بند ہو جاتا ہے تو انسان مر جاتا ہے اور مٹی بن جاتا ہے۔ انسان ہماری طرح بادلوں میں اڑنا چاہتا ہے۔ وہ خود اڑ تو نہیں پاتا ہاں کچھ چیزوں کے سہاروں بادلوں میں پہنچ جاتا ہے، اور اگر سہارا دینے والی چیز کسی وجہ سے سہارا دینا چھوڑ دے تو یہ زمین پر واپس گر جاتا ہے۔ اس گرنے میں زیادہ ٹوٹ پھوٹ ہو جائے تو وہ سانس لینا چھوڑ دیتا ہے یعنی مر جاتا ہے۔"

نانی پَری اتنا کہہ پائی تھی کہ پانی آ گیا۔ نانی پَری نے پانی کے چند قطرے بچوں کے چہروں پر ڈالے اور انتظار کرنے لگی۔ پانی لانے والی پَری نے کہا "نانی میں بادلوں سے پانی مانگ لائی ہوں مگر آپ نے اسے اُن کے اوپر ڈال دیا ایسا کیوں؟"، نانی پَری نے بہت آہستہ سے کہا جیسے سرگوشی کر رہی ہوں "دیکھو پانی انسانوں کے لیے ہوا کے بعد دوسری ضروری چیز ہے۔ پانی نہ استعمال کرنے کی صورت میں بھی انسان مر سکتا ہے۔"

اُسی وقت بچوں کے پپوٹوں میں حرکت پیدا ہوئی اور انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔ اپنے اطراف دودھ جیسی سفید، انسانوں سے ملتی جلتی مگر پروں سے ڈھکی مخلوق کو دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے اور کھل گئیں وہ آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ نانی پری نے محبت بھرے لہجے میں ان کی ہی زبان میں کہا "تم پَریوں کے دیس میں ہو اور ہم سب تمھارے دوست ہیں۔"

بچے اٹھ بیٹھے اور نانی پری کی طرف دیکھ کر بولے "لیکن ہم یہاں کیسے آ گئے؟ ہم تو اپنے امّی ابّو کے ساتھ دلّی سے لندن جا رہے تھے اور ہمارا ہوائی جہاز بوئنگ ۷۴۷، جس میں ہم سفر کر رہے تھے کہاں رہ گیا؟"

نانی پَری اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی "میں تمھیں سب باتیں بتاؤں گی، پہلے تم دونوں کچھ کھا پی لو" پھر پلٹ کر ایک پری سے بولی "جاؤ جا کر کھانے پینے کی چیزیں لے آؤ" آخری جملہ نانی پَری نے پریوں کی زبان میں کہا تھا۔ باقی پریاں کبھی نانی پری کو اور کبھی بچوں کو دیکھتی جا رہی تھیں۔

بچوں کے سامنے کھانے پینے کی جو چیزیں لا کر رکھی گئیں وہ چیزیں کھانا تو دور کی بات ہے آج تک اُن بچوں نے دیکھا تک نہیں تھیں۔ ذرا جھجکتے ہوئے انھوں نے اپنے ہاتھ بڑھائے پھر نظریں گھما کر اپنے اطراف دیکھنے لگے۔ پریاں ان کے گرد حلقہ بنائے ہونٹوں میں مسکرا رہی تھیں اور ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔

نانی پری نے باقی پریوں کو وہاں سے جانے کے لیے کہا۔ وہ سب نانی پَری کے کمرے سے باہر چلی گئیں۔ نانی پَری نے بچوں کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور کھانے کی چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔ بچوں نے ایک چیز منہ میں ڈالی ان کو وہ چیز بے انتہا مزے دار لگی پھر

الگ الگ چیزوں کو وہ کھاتے رہے۔ ہر چیز کا مزا دوسری سے الگ تھا اب بچے فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کونسی چیز کھائیں اور کونسی چھوڑیں۔ نانی پری ان کی الجھن کو سمجھتے ہوئے بولی،" یہ سب تم لوگوں کے لیے ہے اطمینان سے جتنا اور جو چاہو کھاؤ۔ ایسی چیزیں پھر آجائیں گی۔" بچوں نے جو چیزیں کھائیں اس سے ان کو بہت چستی اور طاقت کا احساس ہوا۔ اور جو چیزیں انھوں نے پی وہ دنیا میں استعمال کیے ہوئے کسی بھی کول ڈرنگ اور پھلوں کے شربت سے زیادہ مزے دار تھا۔

کھا پی لینے کے بعد بچے کافی راحت محسوس کر رہے تھے۔ نانی پری وہاں سے خالی برتن بھجوا چکی تھی۔ دس پندرہ منٹ میں بچے آرام سے نیند لے رہے تھے۔ نانی پری کمرے سے باہر آکر کمرہ کا دروازہ ذرا سا کھلا رکھ کر ان پریوں کی طرف آئی جو ایک دائرے کی شکل میں کھڑیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ نانی پری کو آتا دیکھ کر وہ ان کی طرف بڑھیں اور ہر ایک کوئی نہ کوئی سوال نانی سے پوچھنے لگی۔ نانی پری نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو چپ کیا اور کہا۔

" دیکھو یہ بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ کسی چیز میں بیٹھ کر بادلوں میں اڑتے کہیں جا رہے تھے تم نے جو دھماکہ کی آواز سنی تھی وہ اسی چیز کے خراب ہوکر پھٹنے کی تھی۔ اس میں یہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اب دونوں بچے سو رہے ہیں ان کے اٹھنے کے بعد ان ہی سے سب باتیں معلوم ہوں گی۔ اب تم لوگ جاؤ۔"

بچے بڑی میٹھی نیند سے جاگے تھے۔ اطراف میں کوئی نہیں تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ لڑکا اپنی بہن کی طرف دیکھ کر بولا،"ٹینا تمھیں کیسا لگ رہا ہے؟ کیا ہم پریوں کے دیس میں ہی رہیں گے،، ،،راجو بھیا یہ نانی پری تو بہت اچھی ہے۔ ہماری زبان بھی جانتی ہے اب ان سے دلی چلنے کے لیے کہیں گے،، لڑکی نے جواب دیا۔ کچھ دیر سوچتے ہوئے راجو نے کہا،" ٹھیک ہے میں نانی پری کو دیکھتا ہوں" ٹینا نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔ ،،نہیں بھیا ہم نانی پری کے آنے کا انتظار کریں گے۔ محل پتا نہیں کتنا بڑا ہے تم اسے کہاں ڈھونڈتے پھروگے؟،، ،، ہاں یہی ٹھیک ہے،، راجو نے کہا۔

ادھ کھلے دروازے سے نانی پری کا سفید چمک دار چہرہ نظر آیا وہ دروازہ کھول اندر آرہی تھی اس نے قریب آتے ہوئے مسکرا کر کہا ،، اچھا تم بھی نانی کہنا پسند کرنے ہو

اب یہ بتاؤ آرام ہوگیا کہ نہیں؟ "ہوگیا ہو تو چلو میں تمھیں دوسری پریوں کے ساتھ محل کی سیر کراؤں،،
راجو نے کہا "ہاں نانی پری ہمیں بہت آرام ملا" آپ سے ایک گزارش ہے ہمیں محل کی سیر ضرور کرا دیجیے مگر ممی ڈیڈی بہت یاد آرہے ہیں کسی طرح دلّی پہنچا دیجیے،، ہاں نانی پری ہم کو کسی طرح جلدی سے ممی ڈیڈی سے ملوا دیجیے، پھر ہم ان کو بھی اپنے ساتھ پری محل دکھانے لائیں گے ٹینا نے معصومیت سے کہا۔ نانی پری جلدی سے بولی "تم بالکل فکر نہ کرو،، نانی پری کی بات ادھوری رہ گئی۔ کیونکہ اسی وقت ہنستی کھیلتی بہت سی پریاں کمرے میں گھس آئی تھیں پھر وہ سب ان کے گرد حلقہ بنا کر کھڑی ہوگئیں۔ نانی پری نے بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "پہلے یہ بتاؤ تمھارے نام کیا ہیں؟،، میں راجو ہوں اور یہ میری چھوٹی بہن ٹینا ہے،، راجو نے جواب دیا "ہم لوگ چھٹیوں میں اپنے ممی ڈیڈی کے ساتھ لندن جا رہے تھے ہماری آنٹی اور انکل لندن میں رہتے ہیں ان کے بچے ہمیں خط لکھتے رہتے ہیں اور لندن آنے کے لیے اصرار کرتے ہیں۔ آخر چھٹیوں میں ہم نے ممی ڈیڈی کو لندن چلنے پر راضی کر ہی لیا۔ پھر ڈیڈی ہوائی جہاز کے ٹکٹ لے آئے۔ یہ ہم دونوں کا پہلا ہوائی سفر تھا۔ ممی ڈیڈی، دو تین بار لندن جا چکے تھے۔ آنٹی اور انکل بھی بچوں کے ساتھ دو بار دلّی آکر گئے تھے"

نانی پری بہت غور سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ دوسری پریاں کبھی نانی پری کو کبھی بچوں کو دیکھتی جا رہی تھیں ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ آخر ایک پری بے چین ہو کر نانی پری کے پر سہلانے لگی۔ اس کا مطلب تھا وہ نانی پری سے کچھ پوچھ رہی ہے نانی پری منہ اٹھا کر پریوں کی زبان میں بولی "شاید یہ لوگ اس مشین میں بیٹھ کر لندن نام کی کسی جگہ جا رہے تھے اور دلّی بھی شاید کسی جگہ کا نام ہے جہاں ان بچوں کا گھر ہے یہ وہیں واپس جانا چاہتے ہیں"۔ پھر نانی پری نے بچوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا "یہ دلّی لندن تم جو کہہ رہے ہو یہ زمین پر کسی جگہ کے نام ہیں نا؟،، "بالکل صحیح کہا آپ نے" راجو نے خوش ہوتے ہوئے کہا" دلّی اور لندن زمین پر بنے دو بڑے شہر ہیں۔ شہر کا مطلب جہاں انسان اپنے لیے گھر بنا کر رہتے ہیں۔ چلنے پھرنے کے لیے سڑکیں اور سامان خریدنے کے لیے دکانیں ہوتی ہیں۔ بڑے شہروں میں کارخانے، فیکٹریاں اور بڑے دواخانوں کے علاوہ ریل، بسیں، کار، ٹیکسی جیسی انسانوں کے آرام اور فائدہ کی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ بجلی، ٹیلیفون، ریڈیو اسٹیشن اور ٹی وی اسٹیشن بھی ہوتے ہیں ان سب کی تفصیل

بتانا تو مشکل ہے بس آپ سب ہمارے ساتھ زمین پر چلیے ہم ہر چیز بتائیں گے اور سمجھائیں گے،، راجو نے بڑے اشتیاق سے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

نانی پَری کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی ان کی باتیں دلچسپی سے سنتی جا رہی تھی۔ پھر بچوں نے بڑی معصومیت سے نانی پَری کے ہاتھوں کو پکڑتے ہوئے کہا ،، نانی ہمیں دلّی پہنچا دیجیے نا، ہمیں ممّی ڈیڈی کی بہت یاد آرہی ہے ،، نانی پَری ان کی معصومیت سے بہت متاثر دکھائی دے رہی تھی۔ پھر اس نے پریوں کی طرف دیکھ کر کہا ،، جاؤ جا کر اڑن کھٹولا تیار کرو، ہم سب بچوں کے ساتھ زمین پر جائیں گے۔،، پریوں میں سے ایک نے کہا،، نانی ہمیں تو معلوم ہی نہیں کہ زمین پر کس طرح اترنا چاہیے۔ اور اگر اتر بھی گئے تو پتا نہیں وہ جگہ کہاں ہوگی جہاں بچوں کو جانا ہے،، ؟ ،، ہاں ہمیں بچوں سے تفصیل معلوم کرنا چاہیے شاید ان کی بتائی ہوئی ترکیب ہمارے کام آئے۔،، اس نے بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا،، ویسے میں ایک دو بار زمین پر جا چکی ہوں مگر شاید وہ سمندر کا کنارہ تھا جہاں ریت ہی ریت تھی،، نانی کے بولنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنی یادداشت پر زور دے رہی ہوں۔ پھر انھوں نے کہا،، انسانوں کو دور سے دیکھ بھی چکی ہوں اور انسان کے ایک بچّے سے وہاں کی زبان کچھ کچھ سیکھ چکی ہوں،، مگر یہ .... دلّی اور لندن میرے پلّے نہیں پڑے ،، نانی پَری پلٹ کر بچوں کی زبان میں بول پڑی ،، ٹینا بٹیا اب یہ بتاؤ زمین پر دلّی کہاں ہے جہاں تمھیں جانا ہے ؟،، تو ٹینا سے پہلے راجو بول پڑا ،، ہاں نانی یاد آیا دلّی شہر کو پہچاننے کے لیے ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ وہاں زمین پر ایک خوب صورت عمارت بالکل آپ پریوں جیسی سفید بنی ہوئی ہے۔ اسے ہم لوگ تاج محل کہتے ہیں۔ پاس ہی ایک ندی بہتی ہے اس شہر کو آگرہ کہتے ہیں۔ اس سے کچھ دوری پر ایک اونچا مینار ہے جسے قطب مینار کہتے ہیں، بس وہ دلّی شہر ہے۔،، ،، ہاں تم نے بہت اچھی ترکیب سمجھائی۔،، نانی خوش ہوتے ہوئے بولی۔ پھر وہ بچوں اور پریوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی ہوئی کمرے سے نکل چلی گئیں۔ راجو ٹینا کے کندھے پر ہاتھ رکھے اسے اپنے ساتھ چلاتا ہوا بولا ،، اب ہم پَری محل کی سیر کریں گے۔ نانی ہمیں دلّی پہنچانے کا وعدہ کر چکی ہے،، اب تم بالکل پریشان نہ ہونا بلکہ سب کے ساتھ سَیر کا لطف اٹھانا چاہیے۔،،

(باقی آئندہ)

ایک الیکٹریشن نے یک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا "مجھے جاوید صاحب نے بجلی کا میٹر ٹھیک کرنے کے لیے بلوایا ہے!"
صاحب خانہ "لیکن جاوید صاحب کو تو یہ مکان چھوڑے ہوئے دو ماہ ہو چکے ہیں"
الیکٹریشن غصّے سے بولا "عجیب لوگ ہیں، پہلے تو اجنٹ کام پر بلاتے ہیں پھر گھر پر نہیں ملتے"

نسرین نیّر نعمانی



منّو میاں

منّو میاں اسکول گئے
بستہ گھر میں بھول گئے

چوتھا دن اسکول کا تھا
رونا اِک معمول کا تھا

اُٹھنا صبح قیامت تھا
مُنہ کا دھونا شامت تھا

مُنہ منّو کا کُھلتا تھا
آنسو سے مُنہ دُھلتا تھا

لاکھ ابّو نے دھمکایا
امّی نے بھی لپٹایا

اپّی نے چُمکارا بھی
بھیّا نے پھٹکارا بھی

بھائی جان نے ٹافی دی
بھائی میاں نے کاپی دی

بڑے بھائی نے پکڑا کان
اُونچی گئی منّو کی تان

نانی امّاں دوڑ کے آئیں
چٹ پٹ لیں منّو کی بلائیں

سینے سے لپٹایا بھی
پُچکارا سمجھایا بھی

پڑھنے لکھنے کا مقصد
منّو کو بتلایا بھی

بات سمجھ میں آئی جب
خوش ہو کر وہ دوڑے تب

جھاڑی پھر بستے کی دُھول
منٹوں میں پہنچے اسکول

رونا دھونا بھول گئے
پڑھ لکھ کر کا کُول گئے

کاش کہ ہم بھی پڑھ لیتے
نام وطن کا کر لیتے



ڈائری

فرزانہ روحی

وہ بستر پر اوندھا لیٹا تھا اور تکیے میں منہ چھپائے دیر سے رو رہا تھا۔ سارا تکیہ اس کے آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا مگر وہ ابھی تک روئے جا رہا تھا بلکہ اب تو اس کی ہچکی بندھ گئی تھی اور اسے اس پر قابو نہیں تھا.........

یہ آج صبح کا واقعہ تھا جب طارق رات کو دیر تک ٹارزن اور بھاشو قبیلہ نامی ناول پڑھنے کی وجہ سے صبح دیر تلک سویا رہا۔ عام طور پر وہ فجر کی اذان کے ساتھ ہی بیدار ہو جاتا اور نماز پڑھنے سے پہلے باڑے دودھ لینے چلا جاتا تھا۔ کیوں کہ ذرا بھی دیر ہونے کی صورت میں دودھ نہیں ملتا تھا۔ اسحاق کے باڑے کا دودھ اس کے ابو کی کمزوری تھا پورے علاقے میں اس کے علاوہ کہیں سے بھی خالص دودھ نہیں ملتا تھا، اور طارق کے ابو کہیں اور سے آئے ہوئے دودھ کی چائے بالکل نہیں پیتے تھے تو آج جب طارق کی آنکھ دیر سے کھلی اور وہ بھاگا بھاگا باڑے پر گیا تو دیکھا کہ دودھ ختم ہو چکا تھا۔ وہ منہ لٹکائے واپس آ گیا۔ ابو ابھی تک سوئے ہوئے تھے۔ اس نے امی کو ساری بات بتا دی۔ امی نے دبی دبی زبان میں غصے سے اس کو ڈانٹا

وارننگ دی کہ آج تمھاری خیر نہیں ہے۔ بولیں "کتنی مرتبہ کہا ہے کہ یہ موٹی کتابیں نہ پڑھا کر مگر تیرے کان پر توجوں تک نہیں رینگتی۔ اب وہ اٹھ کے تیری کھال اتاریں گے تو پتہ چلے گا۔" امّی نے دو چار صلواتیں اور سنائیں اور پھر ہوٹل سے دودھ منگوا کر چائے تیار کرلی۔

اتفاق کی بات ہے کہ طارق کے ابّو بھی آج دیر سے اٹھے تھے۔ حالاں کہ ایک ضروری دفتری کام کی وجہ سے انھیں جلدی دفتر پہنچنا تھا۔ تاخیر کی وجہ سے ان کا موڈ پہلے ہی خراب تھا اور جب چائے سامنے آئی تو اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ انھوں نے چائے سے بھرا ہوا کپ فرش پر دے مارا اور لگے طارق کی پٹائی کرنے۔ طارق دونوں ہاتھ سامنے کیے مار سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے امّی کو مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ لیکن کوئی بھی اس کی مدد کو نہیں آیا۔

طارق کے ابو دل کی بھڑاس نکال کر دفتر چلے گئے اور طارق اپنے کمرے میں آکر بستر میں گھس گیا تھا۔

یہ کوئی پہلا موقع نہیں تھا کہ اتنی معمولی سے بات پر اس کی پٹائی ہوئی تھی اکثر یہ تماشا ہوتا رہتا تھا۔ کبھی پڑھنے پر اس کی پٹائی ہو جاتی تھی کہ کم بخت ہر وقت کتابوں میں گھسا رہتا ہے گھر کا ذرا کام نہیں کرتا۔ کبھی نہ پڑھنے پر مار پڑتی کہ ہر وقت کھیل میں دھیان رہتا ہے پڑھائی کی طرف توجہ نہیں، بے کار میں پیسے میں آگ لگا رہا ہے وغیرہ وغیرہ .... طارق کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کرے۔ کس طرح خود کو مار سے بچائے .... کبھی کبھی تو اس کے دل میں خیال آتا تھا کہ یہ گھر ہی چھوڑ دے۔ نہ وہ ہوگا، نہ چق چق ہوگی۔

بستر پر سسکتے ہوئے طارق کے دل میں آج یہ خیال پختہ ہوگیا تھا کہ اسے یہ گھر چھوڑ دینا چاہیے جہاں اسے نفرت اور مار کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ وہ اپنے امّی ابّو سے بہت پیار کرتا تھا مگر اس کے پیار کا جواب کبھی بھی پیار سے نہیں دیا گیا تھا۔ بچپن میں بھی جب ابو دفتر سے واپس آتے اور وہ لاڈ سے ابو آگئے، ابو آگئے، کہتے ہوئے ان کی ٹانگوں سے لپٹ جاتا تو اکثر اوقات اس لاڈ کے بدلے میں ایک ڈانٹ ملتی تھی۔ ابو اس کا ہاتھ جھٹک دیتے اور تلخی سے کہتے۔

"سانس تو لینے دیا کرو........... ایک تو سارا دن دفتر میں مغز کھپانا پڑتا ہے........... گھر آتا ہوں تو تم شور مچانا شروع کردیتے ہو........... جاؤ شاباش باہر کھیلو........ مجھے آرام کرنے دو تھوڑی دیر۔" اور طارق اپنے معصوم ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ منہ لٹکائے باہر گلی میں نکل جاتا تھا۔ اور دروازے کے پاس بیٹھ کر چپکے چپکے آنسو بہاتا۔ لیکن ابّو یا امّی نے کبھی اس کی اس حالت پر غور نہیں کیا تھا۔ کبھی کبھی تو اسے امّی کے رویے پر بھی سخت حیرت ہوتی تھی۔ جیسے آج....... .. حالاں کہ اگر وہ چاہتیں تو اسے مار سے بچا

سکتی تھیں مگر......... اسے ایک ایک کر کے صبح کے تمام واقعات یاد آنے لگے۔ لہٰذا دیر سے ناشتہ وغیرہ کا نہ ملنا، ابّو سے مار کا خوف اور امّی جان کی جانب سے تحفظ کی امید وہ منظر اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا جب ابّو اسے بے تحاشا مار رہے تھے اور وہ بے تابی سے چیختے ہوئے، رحم اور تحفظ کی امید لیے امّی جان کو پکار رہا تھا، امّی بچائیں......... امّی بچائیں......... میں مرجاؤں گا امّی......... خدا کے لیے مجھے بچایئے۔" مگر امّی سنی اَن سنی کر کے بیٹھی رہی تھیں......... امّی جان کی بے حسی کے اس رویے کو یاد کر کے ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے تھے۔ اس نے سوچا، "کیا امّی کو بھی مجھ سے محبت نہیں ہے؟ .... ہاں شاید نہیں ہے۔ ہوتی تو وہ یوں مجھے پٹنے دیتیں؟ .... بھلا کوئی ماں اپنی اولاد کو اپنی نظروں کے سامنے مار کھاتے دیکھ سکتی ہے؟" اس نے ہاتھ سے اپنا رخسار اور پھر کندھا چھوا جس میں ابھی تک درد ہو رہا تھا۔

"جب اس گھر میں کسی کو مجھ سے محبت نہیں ہے تو میں کیوں رہوں یہاں؟" اس نے تلخی سے سوچا اور بستر سے اٹھ گیا۔ چپل پہن کر جب وہ کمرے سے نکلا تو امّی جان سامنے باورچی خانے میں بیٹھی برتن دھو رہی تھی۔ دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا۔ طارق کا خیال تھا کہ امّی اس کی خراب حالت دیکھ کر اظہار ہمدردی کریں گی مگر انھوں نے بے توجہی سے منہ پھیر لیا۔ شاید وہ طارق کو اس کی غلطی کا احساس دلانا چاہتی تھیں اور ہمدردی جتا کر سزا کا تاثر خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ مگر طارق نے اس رویے کو بھی نفرت پر محمول کیا اور تیزی سے گھر سے باہر نکل گیا۔

اس وقت صبح کے دس بجے تھے مگر جون کے آخر کے دن اپنا رنگ دکھا رہے تھے۔ گرمی شباب پر تھی۔ تیز چلچلاتی دھوپ نے ماحول کو سنسان کر دیا تھا۔ لُو کے باعث لوگ باگ اپنے گھروں میں دُبکے ہوئے تھے۔ طارق جب گلی میں آیا تو ساری گلی ویران پڑی تھی۔ کوئی جاندار اُسے نظر نہ آیا سوائے ایک کتّے کے جو گلی میں سے گزرنے والی گندے پانی کی نالی میں آدھے جسم تک ڈوبا بیٹھا تھا اور زبان نکالے ہانپ رہا تھا۔ طارق گرمی سے بے نیاز چلا جا رہا تھا۔ گلی سے نکل کر وہ سڑک پر آگیا۔ یہاں بھی ویرانی کا راج تھا۔ لمبی کالی سڑک بے بسی سے دھوپ میں لیٹی کراہ رہی اور ذرا فاصلے سے اسے روند کر گزرتی ہوئی لُو صاف نظر آ رہی تھی۔ طارق نے ایک نظر دائیں دیکھا، پھر بائیں، پھر کچھ سوچا اور سیدھے ہاتھ کو مڑ گیا۔ وہ سڑک کے ساتھ ساتھ کچی زمین پر چل رہا تھا اور گھر سے کافی دور نکل آیا تھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور دھوپ کی چمک اور لو کی تپش سے بچنے کے لیے اس نے آنکھوں کو اَدھ کھلا سا کر لیا تھا۔ ابھی تک وہ صبح کے واقعے کے بارے میں سوچ رہا تھا. . ..... کبھی ذہن مستقبل کی طرف بھٹک جاتا .... سوچوں کے اسی تانے بانے میں اچانک اس کی نظر سڑک کے کنارے پڑی ہوئی ایک نیلی سی شے پر پڑی یہ ایک درمیانے

سائز کی ڈائری تھی۔ طارق چلتے چلتے رک گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر آگے بڑھ کر ڈائری اٹھالی۔

یہ ساجد نامی کسی لڑکے کی ڈائری تھی جو دسویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ پورا پتا تو نہیں لکھا تھا البتہ تھا وہ بھی راچی کا ہی۔ ڈائری بالکل سادہ اور نئی تھی۔ صرف چند صفحات پر کچھ لکھا تھا۔ طارق نے ادھر ادھر دیکھا مگر دور دور تک کوئی دکھائی نہیں دیا۔ پہلے تو اس نے سوچا کسی کی ڈائری نہیں پڑھنی چاہیے لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے ڈائری کو سنبھالا اور قریب ہی موجود ایک پارک کی طرف چل پڑا۔

پارک میں پہنچ کر اس نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے پتھر کی بینچ پر قبضہ جمایا اور ڈائری کھول کر پڑھنے لگا۔ پہلے صفحے پر لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساجد انور

۲ جنوری ۱۹۹۱ء

زندگی کا ایک سال اور کم ہو گیا۔ گزشتہ برس کی ڈائری کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ اب میں بہتر طور پر لکھ سکتا ہوں۔ سراج تو کہہ رہا تھا کہ یہ تمہاری عمر سے بہت بڑے آدمی کی ڈائری لگتی ہے۔ اسے کیا معلوم کہ کبھی انسان کے حالات اسے عمر سے بڑا بنا دیتے ہیں۔ کاش یہ بات میرے ابّو کی سمجھ میں بھی آجائے۔

۳ جنوری ۱۹۹۱ء

حسب معمول آج بھی معمولی سی بات پر ابو سے ڈانٹ پڑی .... نہ جانے وہ کیوں مجھ بقراط سمجھتے ہیں۔ بھلا کیسے ممکن ہے کہ جو کچھ میں نے پڑھ لیا ہے سب کا سب مجھے ہر وقت یاد رہے اور ویسے بھی میرا خیال ہے تاریخ سے مجھے زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ صبح خالہ جان لانڈور سے آئیں تو ان کے سامنے نیلام گھر سجایا گیا اور مجھ پر سوالوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ کھیل اور میتھ سے متعلق سوالوں کے جواب تو میں نے صحیح دیے مگر یہ نہ بتا سکا کہ ٹیپو سلطان کب شہید ہوئے تھے۔ بس جناب یہ تو گناہ عظیم ہو گیا۔ سب مہمانوں کے سامنے، جاہل، گنوار، کوڑھ مغز، احمق نہ جانے کیا کیا خطابات ملے۔ عمران خان کے کارنامے یاد رکھنے پر ملامت ہوئی اور ٹیپو سلطان کے کارنامے یاد نہ رکھنے پر بھی۔ بھلا میں کیا کروں کہ کھیل سے متعلق باتیں مجھے خود بخود یاد رہ جاتی ہیں۔ میں انھیں کوئی حفظ تھوڑا ہی کرتا ہوں۔

۸ فروری

نہ جانے ابّو کو کیا ہوتا جا رہا ہے۔ ڈانٹ پٹ کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں رہا شاید............ آج کے واقعے سے تو بہت دل دکھا ہے۔ جی چاہتا ہے گھر سے کہیں دور بھاگ جاؤں............ بہت

دور جہاں ابو کا سایہ بھی نہ ہو۔

فجر کی نماز تو پچھلے کئی ماہ سے قضا ہو رہی ہے لیکن آج نماز جمعہ بھی چھوٹ گئی۔ ہوا یوں کہ سراج صبح ہی صبح گھر آگیا۔ کہنے لگا گولڈن اسٹار کرکٹ کلب سے میچ ہے۔ تم بھی چلو۔ میں فوراً تیار ہو کر اس کے ساتھ ہولیا۔ اقصیٰ مسجد کے گراؤنڈ میں یہ بڑا شاندار میچ رہا۔ ہم نے تین وکٹوں سے کامیابی حاصل کی مگر کھیل میں مصروف ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ چھوٹ گئی اور کہیں عصر کے وقت جا کر میچ ختم ہوا۔ ابھی ہم لوگ فتح کی خوشی صحیح طرح سے منا بھی نہیں پائے تھے کہ ابو جان آگئے اور حسب عادت سب دوستوں کے سامنے ہی پٹائی شروع کر دی، ابو جان میری عزت کا بالکل خیال نہیں رکھتے۔ انہیں اگر مارنا ہی تھا تو گھر پر پٹائی کر لیتے اور ویسے بھی میں نے کون سا اتنا بڑا جرم کیا تھا ہزاروں بچے پہلا کلمہ بھی نہیں جانتے، نماز پڑھنا تو دور کی بات ہے۔ اور میں تو باقاعدگی سے نماز بھی پڑھتا ہوں۔ لیکن ابو............ نہ جانے وہ کیا چاہتے ہیں؟

۱۵ مئی

آج میرا نویں جماعت کا رزلٹ آیا۔ میں پاس تو ہو گیا مگر نمبر زیادہ اچھے نہیں ہیں۔ شام کو ابو جان نے رزلٹ کارڈ دیکھتے ہی مجھے بُرا بھلا کہا۔ پھر چھڑی سے پٹائی لگا دی۔ امی جان بھی بیٹھی دیکھتی رہیں۔ آج ابو نے بہت بے دردی سے مارا ہے، جیسے میں ان کا بیٹا نہیں ہوں، کوئی غیر ہوں............ مجھے بہت غصہ آرہا ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ کل یہ گھر چھوڑ دوں گا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ نہ کبھی ابو مجھے گھر پر پڑھاتے ہیں۔ نہ استاد اسکول میں........ اساتذہ کلاس روم میں کم ہی آتے ہیں اور آتے بھی ہیں تو کورس سے زیادہ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ سارے سال میں آدھے سے زیادہ دن اسکول بند رہتے ہیں۔ اچھے نمبر کیسے آئیں گے.. ...... کیا میرے پاس الہ دین کا چراغ ہے کہ جن کو بلا کر پرچہ حل کروالوں گا۔

۱۷ مئی

کل صبح ہی میں گھر سے نکل گیا تھا۔ گھر سے بھاگنے کی دھمکی تو میں اکثر امی جان کو دیتا ہی رہتا تھا۔ اس لیے کل انہیں بتانا ضروری نہ سمجھا۔ گھر سے نکل کر میں پہلے ہل پارک گیا۔ شام کو سفاری پارک کی طرف جا رہا تھا کہ عجیب حلیے کے دو آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا اور زبردستی کار میں ڈال کر ایک طرف کو لے گئے۔ رستے میں کچھ سونگھا کر مجھے بے ہوش کر دیا گیا۔ آج صبح آنکھ کھلی ایک کمرے میں ہم دس بارہ لڑکے موجود تھے۔ سب کی حالت بُری تھی۔ تھوڑی دیر بعد خوف ناک صورت والے چار بدمعاش آئے اور ہمیں کہیں لے جانے لگے۔ میرے احتجاج کرنے پر انہوں نے مجھے خوب مارا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ

ابو تو مارتے ہوئے میرا بہت لحاظ رکھتے تھے۔ بدمعاشوں نے تو مار مار کر میرا حلیہ خراب کر دیا تھا۔ میں دوبارہ بے ہوش ہو گیا۔ دوسری بار آنکھ کھلی تو کمرہ اور کچھ ساتھی بدل چکے تھے۔ کمرے میں سخت اندھیرا تھا میں سوچنے لگا کہ یہ لوگ یقیناً بردہ فروش ہیں۔ اب یہ ہمیں لے جائیں گے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر یا اندھا بنا کر ہم سے بھیک منگوائیں یا کسی اور ظالم کے ہاتھ بیچ ڈالیں گے۔ مجھے امی اور ابو یاد آنے لگے۔ میں ان کی مار کو بھول چکا تھا۔ اب مجھے ان کی محبت کے سینکڑوں واقعات یاد آ رہے تھے۔ مجھے یہ بھی احساس ہو رہا تھا کہ مار اکثر میری اپنی غلطیوں کی وجہ سے پڑی تھی۔ میں اگر گھر پر تھوڑا بہت بھی پڑھ لیا کرتا تو اچھے خاصے نمبر حاصل کر سکتا تھا۔ اور اگر چاہتا تو ہر بات بآسانی یاد رکھ سکتا تھا۔ اللہ نے مجھے بہت اچھا حافظہ عطا کیا تھا۔ میں امی ابو کو یاد کر کے رونے لگا۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلائے۔ میں نے یہ بھی وعدہ کیا کہ اب میں امی ابو کا ہر حکم مانوں گا اور کبھی بھی گھر سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گا۔ شاید اللہ نے میری دعا سن لی۔ پولیس نے چھاپا مارا اور سب بدمعاشوں کو گرفتار کر کے ہمیں اپنے اپنے والدین کے حوالے کر دیا۔ امی ابو مجھے دیکھ کر بے تحاشا مجھ سے لپٹ گئے۔ ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ آخر اپنے ماں باپ اپنے ہی ہوتے ہیں۔ ان کی مار میں بھی پیار کا پہلو ہوتا ہے۔

.... ○ ○ ....

اس کے بعد بھی کچھ صفحے لکھے تھے مگر طارق نے ڈائری بند کر دی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ اس کی اپنی ڈائری ہو۔ دھوپ اب بھی بہت تیز تھی۔ لُو برابر چل رہی تھی۔ پارک میں بیٹھے ہوئے طارق کو پہلی مرتبہ گرمی کا احساس ہوا۔ اس نے نظر اٹھا کر بے مقصد ادھر ادھر دیکھا۔ اسی لمحے پارک کے دروازے پر دو اشخاص نمودار ہوئے۔ بڑی بڑی مونچھوں والے۔ نجانے طارق کو کیوں لگا جیسے یہ بچوں کو اغوا کرنے والے ہیں۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ پھر بنچ سے اٹھا اور پارک کے دوسرے دروازے سے نکل کر تیزی سے گھر کی جانب بھاگ لیا۔ اس بدحواسی کے عالم میں بھی نیلی ڈائری اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے بہت احتیاط سے اسے تھام رکھا تھا۔ آخر کیوں نہ ہو .... یہ اس کے لیے خاموش رہبر جو ثابت ہوئی تھی .... طارق نے فیصلہ کیا کہ آئندہ وہ بھی باقاعدہ ڈائری لکھا کرے گا۔ وہ ڈائری لکھنے کی اہمیت سے آگاہ ہو چکا تھا۔

اَجرام فلکی کی تصویریں

اشرف نوشاہی

اَجرام فلکی سے مُراد وہ تمام چھوٹی بڑی چیزیں ہیں جو انسان کو آسمان میں نظر آتی ہیں۔ اس لحاظ سے ستارے، سیارے، سورج، چاند، کہکشائیں، شہابِ ثاقب، دُم دار ستارے اور اسی قسم کی اور بہت سی چیزیں اجرام فلکی میں شامل ہیں۔

اَجرام دراصل جمع ہے لفظ "جِرم" کی۔ جِرم کا مطلب ہے "جسم"۔ اسی طرح "فلکی" لفظ "فلک" سے بنا ہے۔ فلک کا مطلب آسمان ہے۔ "اجرامِ فلکی" کا مطلب ہے، وہ تمام چھوٹی بڑی چیزیں جو انسان کو آسمان میں نظر آتی ہیں۔

اجرامِ فلکی کی تفصیلات کے متعلق انسان صدیوں سے تحقیق کر رہا ہے اور اپنی تحقیق کو کتابوں کی شکل میں محفوظ کرتا جا رہا ہے۔ تقریباً اُن تمام تہذیبوں اور مُلکوں میں جن کی بنیاد علم اور سائنس پر تھی اجرامِ فلکی کے متعلق تحقیق اور کتابوں کی کمی نہیں۔ قدیم یونانیوں، چینیوں، مصریوں، عربوں اور انگریزوں ان سبھی کی زبانوں میں اجرامِ فلکی پر اعلا درجے کی کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ اس وقت ہم ان ساری کتابوں کے علم اور معلومات کو ایک مضمون میں تو بیان نہیں کر سکتے، لیکن چند اہم اور دِل چسپ باتیں آپ کو ضرور بتا سکتے ہیں۔

خلائی مُصوّری

اکثر اوقات عام لوگ جب اجرامِ فلکی کے متعلق کوئی بات پڑھتے یا سُنتے ہیں تو انھیں سمجھنے میں بہت مشکل ہوتی ہے، اس لیے کہ وہ اجرامِ فلکی کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس کے لیے طاقت وَر دُور بینوں اور مہنگے خلائی آلات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا ایک آسان حل خلائی مصوّری نے مہیا کیا ہے۔ مصوّروں میں یہ قدرتی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی شے کو دیکھ کر یا اس کا تصوّر کر کے تصویر بنا لیتے ہیں۔ خلائی سائنس دانوں نے مصوّروں کی اس صلاحیت سے بہت فائدہ اُٹھایا اور تصویروں کی مدد سے نہ صرف عام لوگوں کو

معلومات مہیّا کیں بلکہ خود بھی بہت سی باتیں معلوم کرنے میں کام یاب ہو گئے۔
یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت سے سائنس داں جن چیزوں کو دریافت کرتے ہیں اُنھیں وہ آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ مثلاً ایٹم اور اس کے ذرّات ہی کو لیجیے۔ اُنھیں دریافت کرنے والوں نے اُنھیں اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا تھا۔ اُنھوں نے تجربات کیے اور ان کے نتائج دیکھ کر معلوم کیا کہ ایٹم اور اس کے ذرّات مادّے کی بنیادی چیزیں ہیں۔ اسی طرح اجرامِ فلکی کے متعلق بہت سے مناظر اور باتیں سائنس دانوں نے اپنے علمِ ریاضی اور سائنسی تصوّرات کی مدد سے دریافت کرلیں۔ اپنی معلومات اور دریافتوں کو اُنھوں نے مصوّروں کے سامنے رکھّا اور اُنھوں نے تصویر بنا کر اُن کے سامنے رکھ دی۔
امریکا میں ۱۹۵۰ء سے خلائی تحقیق اور مُہمّات کا جو سلسلہ شروع ہوا اس کی کام یابی اور ترقی میں مصوّروں کا بھی اہم حصّہ رہا ہے۔ امریکا میں کئی رسالے اجرامِ فلکی کی مصوّری کی وجہ سے مشہور ہوئے اور لوگ اُنھیں بڑے شوق اور دِل چسپی سے پڑھتے رہے۔ اب بھی ایسے رسالے بہت مقبول ہیں۔
مصوّری کے ذریعے سے کسی بھی سیّارے ستارے یا چاند کی جتنی بڑی تصویر درکار ہو بن سکتی ہے۔ سائنسی معلومات اور فنِ مصوّری کو ایک جگہ جمع کر دیا جاتا ہے اور اس طرح ایک ایسی تصویر بن جاتی ہے جو خوب صُورت بھی ہوتی ہے اور معلوماتی بھی۔

مرّیخ

مرّیخ کے بارے میں اہم معلومات ۱۹۶۵ء میں حاصل ہُوئیں۔ یہ معلومات اُن تصویروں سے حاصِل ہُوئیں جو امریکی خلائی مہم میرینر۴ نے بھیجی تھیں۔ ان تصویروں سے پہلی بار یہ معلوم ہُوا کہ مرّیخ اور چاند کی سطح کئی لحاظ سے ایک سی ہے۔ اس بات سے سائنس داں اور مصوّر دونوں حیران ہوتے۔
۱۹۷۱ء میں دوسری حیرت انگیز معلومات ملیں۔ خلائی مہم میرینر۹ نے جو تصویریں بھیجیں ان میں مرّیخ بالکل ویسا ہی لگ رہا تھا جیسا چاند۔ مرّیخ کی یہ تصویریں بتا رہی تھیں کہ اس سیّارے کی سطح پر گرد و غُبار بہت ہے، اُونچ نیچ ہے اور اس میں بھی زمین

کی طرح تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ وہاں اتنے بڑے بڑے آتش فشاں ہیں کہ زمین کے آتش فشاں پہاڑ اُن کے سامنے بونے لگتے ہیں۔

مریخ کے بارے میں پُرانے خیالات اور تصویروں میں ایک اور بڑی تبدیلی ۱۹۷۶ء میں آئی۔ خلائی مہم وائکنگ نے ایک ایسی تصویر بھیجی جس سے مریخ کی فضا گلابی اور زرد نظر آتی تھی۔ اس سے پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہاں بھی فضا ویسی ہی ہے جیسی زمین پر، یعنی گہرے نیلے رنگ والی۔

زُہرہ

زہرہ سیّارے کی بہترین تصویریں خلائی جہازوں نے نہیں بلکہ خلائی مصوّروں نے بنائی ہیں۔ اب نئی مہمات اس سیّارے کی طرف بھی بھیجی گئی ہیں اور اُن سے حاصل ہونے والی تصویروں سے معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ اس کے باوجود اُن تصویروں کی اہمیّت کم نہیں ہوئی جو ماہر مصوّروں نے بنائی ہیں۔

ان تصویروں سے سیّارے کی سطح پر ۸۰۰ ڈگری فارن ہائیٹ جیسے بلند درجۂ حرارت کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی سیّارے کا فضائی دباؤ ایک سو ٹن فی مربع فُٹ ہو تو وہاں کی فضا کیسی ہوگی۔ اس سیّارے کی فضا میں شدید تیزابی اثرات بھی ہیں۔ شاید اسی وجہ سے خلائی جہازوں کے ذریعہ سے حاصل ہونے والی تصویریں مدھم آتی رہی ہیں۔

زُحل

صدیوں سے انسان اُن چھلّوں سے متاثر رہا ہے جو زحل کے گرد نظر آتے ہیں۔ مصوّروں نے بھی اپنی اپنی سوچ کے مطابق اُنھیں بنایا ہے۔ مثلاً ایک خلائی مصوّر لوڈک پیسک نے جو تصویر بنائی ہے وہ سائنسی معلومات کے تقریباً عین مطابق ہے۔ اس تصویر کے مطابق زحل کے گرد لاکھوں کی تعداد میں خلائی پتھر (جنھیں ہم چاند بھی کہہ سکتے ہیں) چکّر لگا رہے ہیں۔ ان میں بہت سے برف کے ٹکڑے بھی ہیں۔ بعض چٹانی ٹکڑوں پر برف جمی ہوئی ہے۔ یہ سب پتھر ٹکڑے چٹانیں اور چاند اپنے اپنے مدار میں مسلسل گھوم رہے ہیں۔ اس طرح زحل کے گرد ایسے چھلّے یا رِنگ بن گئے ہیں جو اُس کی سطح سے دس میل

گے تک پھیلے ہوتے ہیں۔ اگر ان سب کے سارے نظام کا قُطر (گولائی) ناپا جائے تو ۱۷،۰۰۰... میل کا فاصلہ بنتا ہے۔ یہ فاصلہ زمین کے قُطر سے بیس گنا زیادہ ہے۔

زحل وہ سیّارہ ہے جس کی خلائی مصوّروں نے سب سے زیادہ تصویریں بنائی ہیں۔ ن میں سے اکثر تصویریں سائنسی حقائق کے مطابق ہیں۔ مثلاً ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ ایک ماہرِ فلکیات اور مصوّر مورِیکس نے ایک چھوٹی سی دُور بین استعمال کر کے ایک بہت چھی تصویر بنائی۔ وہ بہت صبر کے ساتھ کافی دِن تک محنت سے کام کرتا رہا اور اس تصوّر کو سامنے رکھ کر تصویر بناتا رہا کہ جیسے وہ خود زُحل کے قریب ایک چاند پر پہنچ گیا ہو۔ بعد میں کیلیفورنیا (امریکا) کی بہت بڑی دُور بین کی مدد سے جو فوٹو کھینچا گیا وہ تقریباً ویسا ہی تھا جیسی مصوّر کی خیالی تصویر تھی۔

چاند

چاند کے مُتعلّق تو بہت سی تصویریں اور کہانیاں انسان بناتا رہا ہے۔ ایچ۔ جی۔ وَیلز کی مشہور کہانی تو اکثر لوگوں نے پڑھ رکھی ہے۔ دُنیا کی بہت سی زبانوں میں اس کہانی کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ ایچ۔ جی۔ ویلز نے اپنی زندگی میں چاند پر آدمی کے پہنچنے کا جو خواب دیکھا تھا وہ اس کی زندگی ختم ہو جانے کے برسوں بعد ۱۹۶۹ء میں پُورا بھی ہو گیا۔

ابتداء میں خلائی مصوّروں اور ادیبوں کی زیادہ تر توجّہ چاند ہی کی طرف رہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چاند کو دیکھنے کے لیے کسی دُور بین، خلائی آلے اور خلائی جہاز کی ضرورت نہیں۔ ان میں سے بہت سی کہانیاں اور تصویریں حقیقت کے قریب تھیں، لیکن کچھ ایسی بھی تھیں جو صرف افسانہ تھیں یعنی اُن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ کہانی یا تصویر بنانے والے کا ذاتی خیال ظاہر کرتی تھیں۔

چاند کے متعلّق پہلی حقیقی اور سائنسی تصویر ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ بنائی گئی۔ یہ تصویر ایک فرانسیسی رُوڈیکس نے بنائی تھی۔ یہ تصویر تقریباً ویسی ہی ہے جیسی بعد میں اپالو خلائی مہم کے خلا بازوں نے چاند سے بھیجی تھی۔

مُشتری

مشتری وہ سب سے بڑا سیّارہ ہے جو نظامِ شمسی میں شامل ہے۔ زمین کے مقابلے میں اس کا قطر گیارہ گُنا بڑا ہے۔ اس کے اِرد گرد موجود فضا میں رنگین بادل نظر آتے ہیں۔ یہ ایک ایسا سیّارہ ہے جس پر بہت بڑے بڑے طوفان آتے رہتے ہیں۔ دراصل یہ طوفان ہر وقت اس کی سطح پر موجود رہتے ہیں۔ مُشتری کی کسی بھی تصویر میں آپ کو ایک بڑا سا نشان نظر آئے گا۔ یہ ایک بڑا طوفان ہے، اتنا بڑا کہ زمین جتنا پُورا سیارہ اس طوفان میں ڈوب سکتا ہے۔ ۱۹۷۳ء میں خلائی مہم پائینیر دہم کی بھیجی ہوئی معلومات کی بنیاد پر ایک مصوّر نے ایسی تصویر بنائی جو خلائی جہاز نہیں بھیج سکتے تھے۔ اُس نے معلومات اور تصوّرات کو ملا کر اس بڑے طوفان کی تصویر بنائی۔

دُوربینیں

گیلی لیو وہ پہلا بڑا سائنس داں تھا جس نے اپنے لیے خُود ایک دُوربین بنائی۔ اس کے ذریعہ سے وہ اجرامِ فلکی کو عام نگاہ سے تیس گُنا بڑا دیکھ سکتا تھا۔ چناں چہ اس نے چاند پر پہاڑ دیکھے۔ یہ دیکھا کہ کہکشاں بہت سے ستاروں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ زُحل کے چھلّے بھی اُسے نظر آئے اور مشتری کے چار ذیلی سیارے یا چاند بھی۔

گیلی لیو کی طرح بہت سے سائنس دانوں نے اجرامِ فلکی میں دِل چسپی محسُوس کی۔ ان سب کے حالات اور کارنامے بہت دِل چسپ اور معلومات افزا ہیں۔ مثلاً ایک سائنس داں نے جس کا نام فرانسس اینڈریو تھا ۱۷۷۴ء میں یہ وصیّت لکھی کہ اُس کی جائداد اور دولت کی مدد سے رصدگاہ قائم کی جائے۔ رصدگاہ وہ عمارت ہوتی ہے جس میں دُوربین نصب کرتے ہیں۔ اس سے اجرامِ فلکی کا مشاہدہ مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس سائنس داں کے رشتے داروں کو یہ وصیّت پڑھ کر حیرت ہُوئی۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ رصدگاہ پر دولت خرچ کرنے سے بہتر ہے کہ دولت کو ایک جگہ سجا کر رکھ دیا جائے۔ اُس نے تو یہ بات ناراضی سے کہی تھی، لیکن یہ دُرست ثابت ہُوئی۔ آج بھی وہ رصدگاہ موجود ہے اور سائنس دانوں کی نظر میں ایک سجاوٹ سے کم نہیں۔

اس رصدگاہ کا ایک ڈائرکٹر ہملٹن بہت ذہین اور قابل آدمی تھا۔ اُس نے صرف دس برس کی عمر میں فارسی اور عربی زبانوں پر مکمل عبور حاصل کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اُردو، بنگالی، سنسکرت اور ملائی زبانوں سے بھی واقف تھا۔ وہ ایک تنہائی پسند آدمی تھا اور اکثر اکیلا ایک نہر کے کنارے ٹہلا کرتا تھا۔ ایک دن اس دوران اُسے ریاضی کی ایک نئی شاخ قائم کرنے کا خیال آیا اور یوں اُس نے ویکٹر (سمتی مقداروں کی ریاضی) کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح ایک دِل چسپ کہانی اس دُوربین اور رصدگاہ کی بھی ہے جو گرین وچ (برطانیہ) کے مقام پر ۱۶۷۵ء میں قائم کی گئی۔

۱۶۷۵ء میں برطانوی بادشاہ چارلس دوم نے ایک چھوٹی سی رصدگاہ کی بنیاد رکھی۔ اسے جس مقام پر قائم کیا گیا وہ ایک پارک تھا۔ اس پارک کا نام گرین وچ تھا۔ اس رصدگاہ کے ذریعہ سے اجرامِ فلکی کے متعلق معلومات کے علاوہ سمندری جہازوں کی مدد بھی کی جاتی تھی۔ سمندر میں کسی بھی جہاز کو اس کا مقام اس رصدگاہ کے ذریعہ سے تیار کی جانے والی پیمائشوں سے معلوم ہوتا تھا۔ بعد میں یہاں ایسے آلات بھی نصب کر دیے گئے جن کے ذریعہ سے وقت کی ٹھیک پیمائش ہونے لگی۔ اس وقت سے دُنیا بھر میں وقت کو ٹھیک کرنے کے لیے گرین وچ ٹائم سے مدد لی جاتی ہے۔

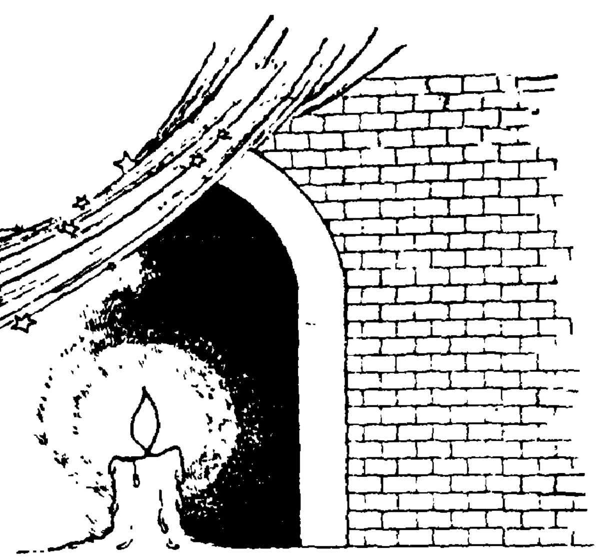
دُنیا بھر میں اس وقت موجود تین بہت بڑی اور مشہور دُوربینوں کے نام اور مقام یہ ہیں:۔

۱- ماؤنٹ پالومار (کیلے فورنیا، امریکا) ۱۹۴۸ء میں قائم کی گئی۔

۲- جیمز کلارک میکس ویل دُوربین (ماؤنا کی۔ جزیرہ ہَوائی) ۱۹۸۷ء میں قائم کی گئی۔

۳- ولیم ہرشل دُوربین (جزائر کینری) ۱۹۸۵ء میں قائم کی گئی۔

تاریخ



شیخ سعدی لکھتے ہیں۔

"میری عادت تھی کہ نماز فجر کے لئے صبح سویرے بیدار ہو جاتا تھا اور دیر تک عبادت میں مصروف رہتا تھا..... ایک دفعہ نماز فجر کے بعد میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرے والد کے علاوہ گھر کے دوسرے لوگ گہری نیند کے مزے لے رہے تھے..... میں نے فخریہ انداز میں والد سے کہا۔

"ان میں سے کسی کو توفیق نہیں کہ صبح اٹھ کر نماز ہی پڑھ لے۔ مُردوں سے شرط باندھ کو سو رہے ہیں۔"

والد نے مجھ سے کہا۔ "بیٹا! دوسروں کے عیب نکالنے سے یہ بہتر تھا کہ اس وقت تم بھی سو رہے ہوتے۔"



کرشمہ

اظہر نیاز

قسط نمبر ۱

ذیشان اپنے کمرے میں اسکول کا کام کرنے میں مصروف تھا کہ امی نے آکر بتایا کہ اس کا دوست جواد آیا ہوا ہے۔

"جواد!...... کہاں ہے وہ؟" ذیشان نے پوچھا۔

"تم اپنے کام میں مصروف تھے ناں۔" ذیشان کی امی نے کہا۔ "اس لیے تمھارے ابو نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھالیا ہے اور اس سے باتیں کر رہے ہیں۔ جب تم اسکول کے کام سے فارغ ہو جاؤ تو اس سے مل لینا۔ ٹھیک۔" ذیشان نے مسکراتے ہوئے امی کی طرف دیکھا اور پھر کام میں مصروف ہو گیا۔

جواد سے ملتے ہی آغا عمران کو وہ ساری باتیں یاد آگئیں تھیں جو جواد سے منسوب تھیں۔ انھیں جواد سے اپنی پہلی ملاقات یاد آگئی۔ جب ذیشان نے اپنے دوست کا تعارف کرایا تھا۔

"یہ میرا دوست ہے جواد...... میری کلاس میں پڑھتا ہے۔"

جواد نے آگے بڑھ کر آغا صاحب سے ہاتھ ملایا۔

"ابو آپ کے کوئی دوست ٹیلی ویژن میں پروڈیوسر ہیں؟"
"کیوں بھئی کیا ہوا؟" آغا صاحب نے پوچھا۔
"میرے دوست کو ٹی وی ڈراموں میں کام کرنے کا شوق ہے۔"
"بس یہی شوق ہے یا کوئی اور شوق بھی ہے؟"
"مجھے خوفناک کہانیاں پڑھنے کا بھی شوق ہے۔ جس میں جن ہوں، بھوت ہوں، بلائیں ہوں.......... جادوگر ہوں۔"
"آپ یہ کہانیاں پڑھ کر ڈرتے بھی ہوں گے؟" آغا صاحب نے پوچھا۔
"ایسی تو کوئی بات نہیں۔" جواد نے کہا "ایسی کہانیاں پڑھ پڑھ کر تو میں بہت بہادر ہو گیا ہوں۔"
"ابو .... جواد تو خود بھی کئی قسم کے جادو کر لیتا ہے۔"
جواد ہنسا...... "دراصل انکل، میرے دوست یہی سمجھتے ہیں کہ مجھے بھی جادو آتا ہے لیکن دراصل ایسا ہے نہیں۔ مجھے جادو وغیرہ پر بالکل یقین نہیں ہے۔"
"ابو...... جواد نے کئی مرتبہ ہمیں ایسی باتیں بتائیں جو بعد میں سچ ثابت ہوئیں۔"
"مثلاً؟" آغا صاحب نے پوچھا۔
"اس نے کہا...... شاہد کل اسکول نہیں آئے گا اور وہ دوسرے دن اسکول نہیں آیا۔"
"تو آپ نے معلوم کیا کہ وہ کیوں نہیں آیا؟" آغا صاحب نے پوچھا۔
"جی ابو...... ایک حادثے میں اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔"
"یہ اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔"
"لیکن ابو اس طرح کے اتفاقات اکثر جواد کے ساتھ ہوتے رہتے ہیں۔"
"ہاں ہو سکتا ہے۔" آغا صاحب نے کہا "ہاں تو بیٹے آپ کو ٹی وی میں کام کرنے کا شوق ہے؟"
"جی انکل میری خواہش ہے کہ میں ایک ایکٹر بنوں۔ گھوڑے پر بیٹھ کر سمندر کے کنارے گھوڑا دوڑاؤں میرے ہاتھ میں اصلی پستول ہو۔ میرے آگے ڈاکو بھاگ رہے ہوں۔ میں گولیاں چلاتا ہوا ان کے پیچھے بھاگ رہا ہوں۔"
آغا صاحب قہقہہ لگا کر ہنسے۔
"انکل آپ ہنس رہے ہیں!؟"
"بیٹے میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ ابھی آپ کی عمر پڑھنے کی ہے۔ آپ کو چاہیے کہ پڑھیں،

لکھیں، بڑے آدمی بنیں، پولیس اور فوج میں بھرتی ہوں، ملک کی خدمت کریں، ملک کے دشمنوں کا صفایا کریں اور پھر اگر فرصت ملے تو ٹی وی ڈراموں میں بھی کام کریں۔ میں اپنے ایک دوست کو جانتا ہوں جو ڈراموں میں کام کرتا ہے اور پولیس کا بڑا افسر بھی ہے۔ اس نے ڈراموں میں کام کرنے کے لیے خاص طور پر اجازت لے رکھی ہے وہ ڈراموں میں بھی ملک کے دشمنوں کا صفایا کرتا ہے اور اصل زندگی میں بھی ڈاکوؤں کا تعاقب کرتا ہے۔"

"ابو..... جواد بہت ہوشیار ہے اور اس کے پاس کافی وقت بچ جاتا ہے یہ اپنے فارغ وقت میں ٹی وی پر کام کرنا چاہتا ہے۔"

"آپ نے تو باقاعدہ بحث شروع کر دی۔ اچھا وکیل صاحب۔" آغا صاحب نے کہا۔ "میں کوشش کروں گا، کوئی نہ کوئی واقف کار ٹی وی میں نکل ہی آئے گا۔ اب تم جاؤ اور کھیلو.. "

"ہاں ابو۔ آج کل آپ کسی اغوا وغیرہ کے کیس پر کام کر رہے ہیں... "

"جی کر رہا ہوں لیکن آپ کو کس نے بتایا؟"

"جواد نے۔"

"اور جواد بیٹے آپ کو کس نے بتایا۔"

"انکل مجھے کسی نے نہیں بتایا۔"

اور آغا صاحب نے اس دن سوچا تھا ... کہیں ایسا تو نہیں کہ دشمن چھوٹے بچوں سے کام لے رہا ہو اور انہیں ذیشان کا دوست بنا کر میرے گھر بھیج رہا ہو... جواد اس وقت بھی ان کے سامنے بچوں کے ایک رسالے کو بڑے انہماک سے پڑھ رہا تھا۔ آغا عمران پھر کسی سوچ میں گم ہو گئے۔

وہ دن انہیں اچھی طرح یاد تھا۔ وہ پیر آفتاب مرزا والے کیس سے سخت پریشان تھے۔ جواد کے بارے میں انھوں نے مکمل رپورٹ حاصل کی تھی۔ جواد کے والد اشتیاق علی احسن شریف آدمی تھے معززینِ شہر میں شمار کیے جاتے تھے۔ جواد کی اپنی سرگرمیاں مشکوک تھیں۔ اکثر بچوں کا خیال تھا کہ وہ جادو جانتا ہے اور کئی ایسی باتیں بتا دیتا ہے جو مستقبل قریب میں ہونے والی ہوں۔

آغا صاحب نے اپنی جیپ نکالی اور پیر آفتاب مرزا سے ملنے کا ارادہ کر کے اپنے دفتر سے نکل کھڑے ہوئے۔ بعض وُجوُہ کی بنا پر وہ ڈرائیور کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ اب وہ ایک ایسی سڑک سے گزر رہے تھے جو ذیشان کے اسکول کے سامنے سے گزرتی تھی۔ وقت دیکھا تو ذیشان کی چھٹی کا وقت تھا۔ گیٹ کے پاس انھوں نے رفتار ویسے ہی کم کر دی۔ حالانکہ انہیں علم تھا کہ ذیشان اسکول کی گاڑی سے گھر چلا جائے گا لیکن پدرانہ محبت میں وہ ویسے ہی اسکول کی طرف دیکھنے لگے۔ اچانک ان کی نظر

ذیشان پر پڑی جو اپنے دوست جواد کے ساتھ گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ رک گئے اور ان دونوں کو دیکھنے لگے۔ ذیشان اور جواد گیٹ کے پاس آکر رک گئے۔ غالباً دونوں گاڑی کا انتظار کر رہے تھے۔

آغا صاحب نے ہارن بجا کر ان کو متوجہ کیا اور وہ دونوں آغا صاحب کی طرف بھاگے۔

"ابو...... آپ مجھے لینے آئے ہیں ؟"

"نہیں بیٹے...... بس اِدھر سے گزر رہا تھا کہ میں نے سوچا آپ کو دیکھ لوں۔ "

"بہت اچھا کیا آپ نے آج ہمارے اسکول کی بس خراب ہوگئی ہے۔ اور میں نے اور جواد نے طے کیا تھا کہ جواد کی گاڑی پر چلیں گے۔ اس کی امی آرہی ہوں گی اس کو لینے۔ آپ آگئے ہیں تو اب آپ ہم دونوں کو چھوڑ دیں۔ "

"کیوں نہیں...... آیئے جواد بیٹے۔ میں آپ کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔ "

"نہیں انکل...... وہ امی آئیں گی تو مجھے نہ پاکر پریشان ہوں گی۔ "

آغا صاحب نے دل ہی دل میں جواد کو داد دی۔ اور اتنے عرصے میں جواد کی امی بھی گاڑی لے کر وہاں پہنچ گئیں۔

آغا صاحب نے گاڑی بڑھادی تو جواد نے پیچھے سے آواز دی۔ ذیشان نے فوراً اپنے ابو سے کہا کہ وہ گاڑی روکیں۔ جواد کچھ کہہ رہا ہے۔ "بیٹے وہ کچھ نہیں کہہ رہا۔ غالباً اپنی امی سے کچھ کہہ رہا ہے۔"

"نہیں ابو...... وہ ہمیں رکنے کے لیے کہہ رہا ہے۔ "

آغا صاحب نے گاڑی روک لی۔ جواد پیچھے بھاگا آرہا تھا۔

جواد کی امی کھڑی دیکھ رہی تھیں کہ جواد کو کیا ہو رہا ہے .... اچانک میری طرف آتے آتے پھر ذیشان کی طرف بھاگ رہا ہے۔ جواد جیپ کے پاس آکر رک گیا۔

"انکل آپ ذیشان کو گھر چھوڑ کر کہاں جائیں گے ؟"

آغا صاحب چونکے۔ کیوں کہ وہ پیر آفتاب کے گھر جانا چاہتے تھے۔

"کیوں خیریت تو ہے ؟" آغا صاحب نے پوچھا۔

"کچھ نہیں...... ایسے ہی۔ " اتنے میں جواد کی امی بھی قریب آگئیں۔

"اسلام علیکم! جی میں جواد کی امی ہوں۔ یہ کوئی الٹی پلٹی ہانک رہا ہو گا میں نے سوچا کہ خود جاکر آپ کی جان چھڑاؤں۔ "

"آج آپ ڈرائیو نہ کریں تو اچھا ہے۔" جواد نے کہا۔
"بیٹے۔" جواد کی امی نے منع کرتے ہوئے کہا۔
"معاف کیجیے گا۔" جواد کی امی نے آغا صاحب سے کہا "یہ اکثر لوگوں کو مشورے دیتا رہتا ہے
...... جواد چلو" اور وہ جواد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف چل پڑیں۔
آغا عمران ذیشان کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔" بیٹے یہ سب اتفاقات ہوتے ہیں۔ جیسے میں آپ کو لینے پہنچ گیا۔ حالانکہ مجھے قطعی معلوم نہ تھا کہ آپ کے اسکول کی گاڑی خراب ہے۔ اس طرح تو آپ جواد کی طرح مجھے بھی جادوگر کہہ سکتے ہیں۔"
آغا صاحب نے ذیشان کو گھر اتارا اور خود پیر آفتاب مرزا کے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔
پیر آفتاب مرزا کی محل نما حویلی کی سڑک مڑتے ہی ایک دیوہیکل ٹرالر آغا عمران کی جیپ سے ٹکرایا۔ ٹرالر اتنا اچانک اس موڑ سے نمودار ہوا تھا کہ آغا صاحب اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔
ٹرالر کے ٹکراتے ہی جیپ نے دو تین قلابازیاں کھائیں اور حویلی کی دیوار سے جا ٹکرائی۔
آغا عمران پہلی قلابازی پر ہی جیپ سے باہر جا گرے تھے۔ اپنی تمام تر کوشش کے باوجود حواس پر قابو نہ رکھ سکے۔ ان کا سر سڑک سے اتنی زور سے ٹکرایا تھا کہ آغا صاحب کے چودہ طبق روشن ہوگئے۔
ذہن میں ایک زور دار چھپاکا ہوا اور پھر روشنی کا گولہ اندھیرے میں بدل گیا۔
آغا صاحب کو اپنے "جنگل جنگل" مشن کی ساری باتیں یاد آرہی تھیں کہ کس طرح ڈاکوؤں نے ان کے بیٹے ذیشان کو اغوا کر لیا تھا اور پھر جواد کی مدد سے وہ اس قابل ہوئے تھے کہ ذیشان کو چھڑا سکیں۔
"انکل ......" جواد نے آغا عمران کے خیالات کا تانا بانا توڑ دیا۔
"آپ میرے بارے میں سوچ رہے ہیں ناں؟"
"نہیں ... ہاں میں تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ وہ تم نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ تمھیں ٹیلی ویژن ڈراموں میں کام کرنے کا شوق ہے۔"
"جی انکل۔"
"میں نے تمہارے لیے بات کی تھی۔ میرے ایک دوست ہیں ٹیلی ویژن پروڈیوسر، وہ آج کل میں بچوں کے لیے ایک پروگرام شروع کرنے والے ہیں۔ میں تمھیں ان کا فون نمبر دوں گا۔ تم میرے حوالے سے ان سے مل لینا۔"
"وہ تو ٹھیک ہے انکل لیکن آپ میرے بارے میں یہ تو نہیں سوچ رہے تھے۔"

آغا صاحب سخت پریشان ہوئے۔

" بیٹے اگر میں کچھ اور سوچ رہا تھا تو پھر تم ہی بتاؤ کہ میں تمھارے بارے میں کیا سوچ رہا تھا۔ "

" میں یہ تو نہیں بتا سکتا کہ آپ میرے بارے میں کیا سوچ رہے تھے۔ البتہ یہ بتا سکتا ہوں کہ آپ نے مجھے جو کچھ بتایا ہے وہ نہیں سوچ رہے تھے، کچھ اور سوچ رہے تھے۔ "

" تم صحیح کہہ رہے ہو۔" آغا عمران نے کہا،"میں یہ سوچ رہا تھا کہ تمھیں یہ سب کچھ کیسے پتہ چل جاتا ہے۔ "

" مجھے خود نہیں معلوم۔ لیکن یہ ہے کہ خطرے کا مجھے یکدم احساس ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ پتا ہے انکل اسکول میں کیا ہوا؟ ہم سب بچے پڑھنے میں مصروف تھے کہ یکدم مجھے خیال آیا کہ چھت گرنے والی ہے۔ میں اٹھا اور زور سے چلّایا۔ سب لوگ کمرے سے باہر نکل جائیں چھت گرنے والی ہے۔ اور میں خود بھی باہر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، تمام بچے اور استاد صاحب بھی کمرے سے باہر نکل آئے، ہمارے باہر نکلتے ہی چھت کا ایک حصہ گر پڑا۔ میری بات کو کچھ بچوں نے مذاق سمجھا اور کمرے میں بیٹھے رہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ بھی بچ گئے کیونکہ چھت کا حصہ جہاں سے گرا تھا وہاں سے بچے باہر نکل گئے تھے.....

اب میں اسے کیا کہہ سکتا ہوں ؟" جواد نے پوچھا۔

" تم اسے چھٹی حِس کہہ سکتے ہو۔ "

" چھٹی حِس؟ " جواد نے پوچھا۔

" ہاں۔ " آغا عمران نے کہا " تمام عام انسان پانچ حواس یعنی حواس خمسہ سے کام لیتے ہیں۔ یہ حواس خمسہ دیکھنا، سونگھنا، سننا، چکھنا اور چھونا ہیں لیکن بعض لوگ چھٹی حِس کے مالک ہوتے ہیں۔ "

" لیکن ابو...... جواد ساتویں حِس کا مالک ہے۔ " ذیشان نے آتے ہوئے کہا،

" یک نہ شد دو شد۔ " آغا عمران نے مسکراتے ہوئے کہا " آیئے آپ کی کمی تھی۔ "

" واقعی ابو۔ جواد ساتویں حِس کا مالک ہے، بالکل جادوگر...... اسے بعض چیزوں کا ایسے پتہ چل جاتا ہے جیسے مستقبل کو یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو........... "

" پھر تو آپ کو یہ بھی پتہ چل جاتا ہو گا کہ امتحان میں سوال کون سے آنے والے ہیں۔ " آغا عمران نے مسکراتے ہوئے جواد سے پوچھا۔

" یہ مشکل ہے۔ " جواد نے کہا۔

" تم نے کوشش کی کہ...... "

" جی انکل۔ میں نے کئی مرتبہ امتحانوں سے پہلے سوچا کہ مجھے سوالوں کا پتہ چل جائے لیکن نہیں چلا۔

ویسے مجھے ضرورت بھی نہیں۔ میں محنت اتنی کرتا ہوں کہ کوئی بھی سوال آجائے، میں حل کر لیتا ہوں۔"

"شاباش۔" آغا عمران نے کہا "انسان کو ترقی کرنے کے لیے محنت ہی کرنی چاہیے۔ الہ دین کے چراغ کے خواب نہیں دیکھنا چاہئیں۔"

"لیکن ابو۔" ذیشان نے کہا "مجھے لگتا ہے کہ جواد کے پاس الہ دین کا چراغ ہی ہے..... یہ چراغ رگڑتا ہے جن حاضر ہو جاتا ہے..... کیا حکم ہے میرے آقا..... مجھے یہ بتاؤ کہ اسکول کی چھت کب گرے گی..... میرے آقا، اگر کہو تو ابھی گرادوں ہاں تھوڑی سی گرادو....."

اس کے بعد تینوں نے مل کر قہقہہ لگایا اور آغا عمران اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تو لڑکو..... مجھے تھوڑا سا کام ہے، تم بھی کوئی کام کرو، کام..... کام............ کام..............." ذیشان نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہاں........... اور اگر کام کر لیا ہے تو کھیلو....."

"انکل۔" جواد نے جاتے ہوئے آغا عمران صاحب کو آواز دے کر مخاطب کیا۔

"ہاں لڑکے کیا بات ہے۔" آغا عمران نے خاص انداز سے پوچھا.....

"آپ آج کل کسی خاص کیس پر کام کر رہے ہیں؟"

"اگر میں کہوں کہ ہاں۔ آج کل میں ایک خاص کیس پر کام کر رہا ہوں تو؟"

"تو کچھ نہیں انکل۔"

"دراصل آپ میرے پاس سے اٹھ کر جانے لگے تو ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔"

"کیا؟"

"یہی کہ آپ آج کل کسی اہم کیس پر کام کر رہے ہیں اور اگر کام نہیں کر رہے ہیں تو دو چار دن میں آپ کو ایسا کیس ملے گا جو آپ کو کافی پریشان کرے گا۔ اور آپ کو اس کیس کے دوران .... ق........" جواد کچھ کہتے ہوئے رک گیا............. ذیشان کی طرف دیکھا، پھر آغا صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا.......... "میرا مطلب ہے کہ آپ کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے خیال کیجیے گا......."

آغا صاحب کے چہرے پر یکدم سنجیدگی آگئی۔

وہ چپ چاپ ڈرائنگ روم سے نکل گئے۔

ان کے پاس آج کل کوئی کیس نہیں تھا۔ معلوم نہیں وہ کیوں ڈر سے گئے تھے۔ (جاری ہے)

پھول پھول خوشبو

دو قطرے اور دو قدم

مرسلہ : نجمہ اشرف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے :

"اللہ تعالیٰ کو دو قطرے اور دو قدم بہت محبوب ہیں۔ ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے ٹپکے، دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے گرے۔

ایک وہ قدم ہے جو جہاد کے لیے اُٹھے، دوسرا وہ جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کو ادا کرنے کے لیے اُٹھے۔"

دوستی

مرسلہ : فرحانہ ظہیر شیخ،

جب تم کسی سے دوستی کر لو تو پھر اس پر شک مت کرو۔ نہ کسی سے مشورہ کرو اور نہ کسی سے اس کے بارے میں سوال کرو، کیوں کہ ممکن ہے تمھیں اس کا دشمن مل جائے اور وہ اس میں وہ عیب بتلائے جو اس میں نہ ہو اور اس طرح تم میں خواہ مخواہ دُوری پیدا ہو جائے۔

نایاب موتی

مرسلہ : زرمینہ مرتضیٰ

- وقت کا ایک ٹانکا، بے وقت کے سو ٹانکوں سے بہتر ہے۔
- ایک پرہیز سو علاج سے بہتر ہے۔
- بے کار لوگوں کے دل میں شیطان فوراً کارخانہ کھول دیتا ہے۔
- نیک عمل وہ ہے جو لوگوں سے بے نیاز ہو کر کیا جائے۔

سچ مچ

مرسلہ : زعفران بیگ

ایک صاحب کسی کے ہاں بِن بُلائے مہمان بن کر گئے اور بس جم گئے۔ میزبان اُن سے عاجز آ گیا۔ ایک دن میزبان کو اُن سے چھٹکارا پانے کی ترکیب سُوجھ ہی گئی۔ اس نے اپنی بیوی کو خواہ مخواہ ڈانٹنا شروع کر دیا۔ بیوی ویسے ہی بِن بُلائے مہمان سے عاجز تھی اوپر سے شوہر کی ڈانٹ پھٹکار سُنی تو بولی:

"میں بھی تمھارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، اپنی ماں کے گھر جا رہی ہوں۔"

مہمان میاں بیوی کا جھگڑا دیکھ کر بوکھلا گیا اور خاموشی سے سامان سمیٹ کر گھر سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد شوہر نے بیوی سے کہا:

"ارے، تم تو ناراض ہو گئیں! میں تو جھوٹ موٹ تمھیں ڈانٹ رہا تھا تاکہ یہ بِن بلایا مہمان تو کسی طرح جان چھوڑے۔"

بیوی مسکرا کر بولی: "تو میں کون سا سچ مچ بیکے جارہی تھی!" اتنے میں دروازے میں سے بن بُلائے مہمان اندر داخل ہوا اور بولا:

"تو میں کون سا سچ مچ یہاں سے جارہا تھا!"

اپنی خوشی

مرسلہ: آصف خالد تنولی،

ایک بار شہر بغداد میں آگ لگ گئی۔ آدھا شہر دیکھتے دیکھتے جل کر راکھ ہوگیا۔ صبح ہوئی تو تباہ حال لوگ دَر دَر مارے پھرتے تھے۔ کوئی سر چھپانے کے لیے گھر ڈھونڈ رہا تھا تو کوئی کھانے کو روٹی۔ سب ایک ہی مصیبت میں گرفتار اور پریشان تھے، مگر ایک دکان دار اپنی دکان کے صحیح سلامت بچ جانے پر اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔

میں نے کہا: "میاں دکان دار! اللہ نے آدمی کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ صرف اپنی ہی خوشی میں مگن رہے۔ اللہ تعالیٰ تمھارے اس زبانی شکر سے خوش نہیں ہوگا۔ اس کا شکر تو یہ ہے کہ ان مصیبت کے ماروں کا حال پوچھو اور تمھارا سامان جو آگ میں جلنے سے بچ گیا ہے اس سے دوسرے لوگوں کی مدد کرو۔" ـــــــ شیخ سعدی

کام کی باتیں

مرسلہ: محمد قاسم

- خوشامد ایک کھوٹا سکہ ہے، اس سے بچو۔
- حملہ آور دشمنوں سے مت ڈرو، مگر خوشامدی دوستوں سے ڈرتے رہو۔
- دوسروں کا محاسبہ نہ کرو ورنہ وہ بھی تمھارا محاسبہ شروع کردیں گے۔
- مسکراہٹ گھریلو زندگی میں خوشی لاتی ہے، کاروبار کو فروغ دیتی ہے اور دشمنوں کو دوست بناتی ہے۔
- اگر کوئی شخص ایسی بات کہہ رہا ہو جو تمھارے نزدیک غلط ہو تو اس سے یہ ہرگز نہیں کہو کہ میں تمھاری بات غلط ثابت کرکے دکھاؤں گا۔ یاد رکھو لوگوں کے ذہن کو بدلنا مشکل کام ہے۔ تم اس طرح بھی کہہ سکتے ہو:

"جناب، میرا خیال مختلف ہے یا ہوسکتا ہے میں غلطی پر ہوں۔ آئیے دیکھیں اصل بات کیا ہے۔" تمھارا یہ رویہ جادو کا اثر دکھائے گا۔

خوش قسمت

مرسلہ: سید شاہ زیب عامر

دو دوست اپنے ایک دوست کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، ایک نے کہا: "بھئی قاسم واقعی خوش قسمت انسان تھا۔ اس کی خوش بختی آخری وقت تک اس کے ساتھ رہی۔"

دوسرے نے کہا: "اچھا وہ کیسے؟"

پہلے نے جواب دیا: "ارے تمھیں خبر نہیں، بھنی مچھلی کھاتے ہوئے قاسم مچھلی کے ساتھ موتی بھی نگل گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے آپریشن کرکے موتی نکالا تو معلوم ہوا کہ وہ انتہائی قیمتی تھا۔ اس کی فروخت سے جو رقم آئی ہے اس سے ڈاکٹروں کی فیس کے علاوہ کفن دفن کے اخراجات بھی پورے ہوگئے۔"

مطالعہ

مرسلہ: رفاقت سعید اعوان

اگر تم مایوس ہو تو مطالعہ کرو۔ کوئی ایسا موضوع ڈھونڈو جس میں کھو جاؤ اور تمھاری پریشانی ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ زمین کی سیر کرو۔ ظاہر ہے ہم دُور دراز ملکوں میں نہیں جا سکتے۔ اِس مسئلے کا حل یہ ہے کہ ہم اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کریں اور مختلف ملکوں کے حالات پڑھیں اور پھر وہاں کی اچھی باتیں اپنے دوستوں، عزیزوں کو بتائیں اس سے اپنا بھی فائدہ ہوگا اور دوسروں کا بھی۔

انتظار

مرسلہ: سید مراد علی شاہ

- مجھے انتظار ہے اُس وقت کا جب آج کے نونہال ڈاکٹر بن کر اپنے وطن اور قوم کی خدمت کریں گے۔
- مجھے انتظار ہے اس دن کا جب سب طالب علم امتحان میں نقل کرنا چھوڑ دیں گے۔
- مجھے انتظار ہے ان بادلوں کا جو پیغامِ خوشی بن کر پر پانی برسائیں گے
- مجھے انتظار ہے اس دن کا جب ہمارے پیارے وطن سے بے روزگاری، رشوت خوری اور مہنگائی ختم ہو جائے گی۔

واپسی

مرسلہ: شمشاد مسیح۔

انسان محنت اور مسلسل جدوجہد سے اپنی منزل پالیتا ہے۔ مگر منزل پر پہنچ کر جیسے ہی اس کے دل میں بڑائی کا خیال پیدا ہوتا ہے اس کی ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات یہی غرور اور تکبر اُسے بلندی سے پستی کی طرف لے آتا ہے۔

ایک بات

مرسلہ: شاہدہ ناز،

کنول تالاب میں کھلا سب کو خوش نما لگتا ہے۔ کنارے پہ کھڑے لوگ اسے سراہتے بھی ہیں لیکن گندگی میں جاکر اسے توڑنے کا حوصلہ ہر ایک میں نہیں ہوتا۔

نظروں سے گرنا

مرسلہ: فرخ عثمان، سعودی عرب

کسی دانا شخص سے کسی نے سوال کیا: "اگر کوئی اونچائی سے گرے تو کیا ہو؟"

دانا نے جواب دیا: "اونچائی سے گرنا زیادہ خطرناک نہیں ہے، گرنے والا سنبھل بھی سکتا ہے لیکن جو نظروں سے گر جائے اس کا سنبھلنا ناممکن ہے۔"

پہلے یا بعد میں

مرسلہ: جُنید حمید، سعودی عرب

ایک موٹا آدمی ڈاکٹر کے پاس گیا اور اُس سے دبلا ہونے کی ترکیب پوچھی۔ ڈاکٹر نے پوچھا، "آپ ناشتے میں کیا کھاتے ہیں؟"

موٹے آدمی نے کہا: "بس یہی پانچ چھے پراٹھے، چار

پانچ انڈے، ایک ڈبل روٹی، بُھنا ہوا گوشت اور چار پیالی چائے۔"

یہ سُن کر ڈاکٹر نے کہا، "اب کل سے آپ صرف ایک پراٹھا اور ایک انڈا کھائیں اور ایک پیالی چائے پئیں۔"

موٹے آدمی نے پوچھا، "جناب یہ چیزیں کب کھاؤں، ناشتے سے پہلے یا ناشتے کے بعد؟"

ترقی کی رفتار

مرسلہ: فرزانہ اقبال،

وہ ایک ایسے ملک کا باشندہ تھا جس کو اپنی ملکی ترقی پر ضرورت سے زیادہ ناز تھا۔ ایک بار وہ ترقی پذیر ملک کی سیاحت پر گیا۔ وہاں یونی ورسٹی کے طلبہ اسے اپنا شہر دکھا رہے تھے۔ ایک خوب صورت سڑک پر رک کر اس نے شان دار ہوٹل کی عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طالب علموں سے پوچھا:

"بھلا یہ عمارت کتنے عرصے میں بنی ہوگی؟"

لڑکوں میں سے ایک نے کہا، "میرے خیال میں کوئی چھے مہینے میں تعمیر ہوئی تھی۔"

سیاح نے کہا، "ہمارے ملک میں ایسی عمارت چھے ہفتے میں بن جاتی ہے۔" تھوڑی دور آگے جا کر سیکریٹریٹ کی عمارت کے بارے میں اس نے ایسا ہی سوال پوچھا تو وہی طالب علم بولا، "یہی کوئی چھے ہفتوں میں۔"

"ہمارے ملک میں ایسی عمارت چھے دن میں تیار ہو جاتی۔" سیاح اتراتے ہوئے بولا۔ چلتے چلتے وہ سب اسمبلی ہال کے پاس پہنچ گئے۔ سیاح اس عظیم عمارت کے رعب سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور طلبہ سے پوچھا، "یہ عمارت کتنے عرصے میں تعمیر ہوئی؟"

"آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ آج صبح جب میں یہاں سے گزرا تھا تو یہ موجود نہیں تھی، بلکہ کھلا میدان تھا۔ بس اتنے عرصے میں یہ عمارت تعمیر ہو گئی۔"

ایک حکایت

مرسلہ: مبشر علی زیدی،

کسی بادشاہ نے ایک نیک اور پرہیزگار آدمی سے پوچھا، "کیا میں تمھیں کبھی یاد آتا ہوں؟"

جواب ملا، "ہاں! جب میں اللہ کو بھول جاتا ہوں۔"

شیخ سعدی ______

افسوس

مرسلہ: مسعود اختر، مدینہ منورہ

"تم اپنے اس دوست سے پھر کبھی ملے ہو جس نے پیدل چلنے والوں کے لیے فائدہ مند ہدایات مرتب کی تھیں اور انھیں چھپوانا چاہتا تھا؟"

"نہیں، کتاب چھپنے سے پہلے ہی وہ ایک بس کے نیچے آکر ہلاک ہو گیا تھا۔"

مخالفت

مرسلہ: نازش،

مخالفت ہر انسان کے لیے کسی نہ کسی حد تک ضروری ہے، یہ اس کی ترقی کے لیے مفید ہے۔ پتنگ ہمیشہ مخالف سمت ہی میں اوپر اٹھتی ہے۔ ______ جون نیل

پیار سب سے کریں

عباس العزم

زندگی کو سراپا مسرت کریں اس جہاں میں ہر اک سے محبت کریں
اب زمانے سے ہم دور نفرت کریں تم ہمارے بنو، ہم تمہارے بنیں
پیار سب سے کریں، سب کے پیارے بنیں

پھول ہرسو، محبت کے بکھرائیں ہم پیار کی روشنی سب کو دکھلائیں ہم
جو مصیبت میں ہیں، ان کے کام آئیں ہم بے سہاروں کے اب ہم سہارے بنیں
پیار سب سے کریں، سب کے پیارے بنیں

ساری دنیا کو الفت کا پیغام دیں پیار کا اب چھلکتا ہوا جام دیں
اک حسین صبح دیں، اک حسیں شام دیں اپنی دنیا کے دل کش نظارے بنیں
پیار سب سے کریں، سب کے پیارے بنیں

ہو محبت سے معمور اب زندگی ہو فضاؤں میں اب پیار کی نغمگی
ہو زمانے سے اب دور یہ تیرگی اوج آفاق پر چاند تارے بنیں
پیار سب سے کریں، سب کے پیارے بنیں

زندگی ہر قدم پر مچلتی رہے شامِ غم، صبحِ نو سے بدلتی رہے
صبح خوشیوں کے سانچے میں ڈھلتی رہے صبحِ نو کے امیں، آؤ سارے بنیں
پیار سب سے کریں، سب کے پیارے بنیں

نیم
ایک انسان دوست درخت

س۔ م۔ دانش

حکیم لقمان کے زمانے میں ایک شخص ہندستان سے لقمان سے ملنے کے لیے یونان گیا۔ وہ جہاں کہیں بھی آرام و قیام کی غرض سے ٹھیرتا ببول کے درخت تلے ہی ٹھیرتا۔ اس کی چھاؤں میں آرام کرتا۔ اسی کی لکڑیاں جلا کر اپنا کھانا تیار کرتا اور ببول کی لکڑی کا ڈنڈا ہی بطور ہم سفر اس کے ساتھ تھا۔

دن ' ہفتے ' مہینے ' گزرے۔ آخر وہ منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا حکیم لقمان کی خدمت میں جا پہنچا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو کئی بیماریوں میں مبتلا تھا۔ حکیم لقمان نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا کہ وہ اپنا سفر ببول کے درخت تلے قیام و آرام کرتے ' اسی کی لکڑی سے کھانا پکا کر کھاتے اور ببول کے ڈنڈے کو اپنا ہم سفر بنائے ہوئے یہاں پہنچا ہے؟

مسافر نے اقرار میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ' "جی ہاں ' آپ کی بات درست ہے۔ مگر آپ نے یہ کیسے جانا؟"

حکیم لقمان نے جواب دیا ' "تمھاری حالت سے۔ تمھیں جن بیماریوں نے گھیرا ہوا ہے اس سے۔"

حکیم لقمان نے مسافر کو اپنے پاس ٹھیرالیا۔ اس کی خوب خاطر مدارات کی۔ جب اس نے اپنے وطن واپس لوٹنے کا ارادہ ظاہر کیا تو انھوں نے ہدایت کی کہ تم واپسی کے سفر میں تمام راستے قیام و آرام کے لیے نیم کے درخت کا انتخاب کرنا۔ اپنا کھانا بھی نیم کی لکڑی سے پکانا اور سفر کا ساتھی بھی نیم کے ڈنڈے کو بنانا۔ اس طرح جب تم وطن واپس پہنچو گے تو تمھاری تمام بیماریاں دور ہو چکی ہوں گی۔

مسافر نے لقمان کی ہدایات پر سختی سے عمل کرتے ہوئے سفر طے کیا اور وطن پہنچ گیا۔ اس وقت تک وہ واقعی صحت یاب ہو چکا تھا۔ اس کی تمام بیماریاں دور ہو گئی تھیں۔

نیم بڑے کام کا اور مفید درخت ہے۔ پاکستان اور ہندستان میں ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ نیم

سیدھے تنے والا خوب صورت اور سدا بہار درخت ہے۔ اسے سورج کی روشنی پسند ہے۔ یہ دوسرے درختوں کے مقابلے میں زیادہ آکسی جن خارج کرتا ہے' جو انسانی صحت کے لیے بہت ضروری اور فائدہ مند ہے۔

نیم کا درخت کہیں بھی' کسی بھی قسم کی مٹی میں اگایا جاسکتا ہے۔ نرم' اچھی مٹی کی زمین سے لے کر پتھریلی' پہاڑی اور سخت زمینوں میں بھی یہ زندہ رہتا ہے۔ جہاں بارش کا تناسب بہت کم ہے وہاں بھی لگایا جاسکتا ہے۔ نیم کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اگر اس کے بیج کو پھینکا بھی جائے کسی اور جھاڑی میں ڈال دیا جائے تو وہاں بھی آسانی سے پروان چڑھتا ہے۔ یہ مٹی کی کٹائی روکنے کا کام بھی کرتا ہے۔ یہ درخت جہاں بھی اگتا ہے وہاں چاروں طرف اپنی جڑیں پھیلا کر مٹی کو کٹنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

نیم کے پتے' پھول' پھل' چھال' تنا اور جڑ سب بے حد مفید اور کار آمد چیزیں ہیں۔ انسان ان سے بڑے فائدے حاصل کرتا ہے۔ نیم کا تنا سیدھا ہوتا ہے۔ اس پر چھال بھی ہوتی ہے۔ یہ چھال بھوری اور کالی ہوتی ہے۔ اس کی لکڑی جلانے اور کسانوں کے اوزار بنانے کے کام آتی ہے۔ اسی کی لکڑی سے کھڑاویں (لکڑی کی چپل) بنا کر پیروں میں پہنتے ہیں۔

نیم کے پتے نرم اور ہلکی سبز سرخی لیے ہوئے ہوتے ہیں اور اپنی چکنی سطح اور تازہ سبز رنگ کی وجہ سے بہت دل کش نظر آتے ہیں۔ یہ لمبے اور گلاب کی پتیوں کی طرح کٹاؤ دار کناروں والے ہوتے ہیں۔ مارچ کے مہینے میں نیم کے پتے جھڑنے اور نئے پتے نمودار ہونے لگتے ہیں۔ نیم میں پت جھڑ کا موسم دوسرے درختوں کے مقابلے میں بہت کم مدت کا ہوتا ہے

نیم کے پھول چھوٹے چھوٹے اور سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی خاص خوش بو نہیں ہوتی۔ یہ پھول مارچ سے مئی کی درمیانی مدت میں آتے ہیں۔ نیم میں جو پھل لگتا ہے اسے نبولی یا نمکولی کہتے ہیں۔ یہ بیضوی شکل کا بیج دار پھل ہوتا ہے جو گولائی میں ایک سینٹی میٹر اور لمبائی میں دو سینٹی میٹر ہوتا ہے۔ نمکولی یا نبولی شروع میں سبز اور پکنے پر پیلے رنگ کی ہوتی ہے۔

طبیبوں کی نظر میں نیم ایک گھریلو طبی مددگار ہے۔ نیم کی چھوٹی چھوٹی نرم ٹہنیاں مسواک

کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ نیم کی مسواک دانتوں کی بیماریوں کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ نیم کی مسواک سے دانت صاف کرنے والے ہر قسم کے منجن اور ٹوتھ پیسٹ سے بالکل بے نیاز ہوجاتے ہیں۔ نیم جلدی امراض کے لیے بھی ایک بہترین دوا ہے۔ خارش، داد جیسے موذی اور تکلیف دہ امراض میں نیم کی پتیاں ڈال کر جوش دیے ہوئے پانی سے غسل کرنا اور زخموں کو دھونا بہت مفید ہے۔ نیم کے خشک پتے ریشمی اور اونی کپڑوں اور کتابوں کے صفحات کے درمیان رکھنے سے ان میں کیڑا نہیں لگتا۔ نیم کے پتے اناج کو بھی کیڑا لگنے سے محفوظ رکھنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر آپ نیم کے خشک پتوں کو جلا کر گھر میں اس کا دھواں پھیلائیں تو تمام مچھر اس کی بُو سے بھاگ جائیں گے۔ اگر نیم کی دھونی دے کر کمروں کو بند کروا دیا جائے تو مچھر ہلاک بھی ہوجائیں گے۔ اس طرح نیم کی مدد سے مچھروں کو ختم کرکے آپ ملیریا پھیلنے کا خطرہ بڑی آسانی سے دور کرسکتے ہیں۔ نیم کی خشک تازہ چھال کو پتھر پر گھس کر پھوڑے پھنسیوں اور زخموں پر لگانے سے آرام ملتا ہے۔ زخم بہت جلد اچھے ہوجاتے ہیں۔

نبولی یا نمکولی سے تیل نکال کر اسے بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے اور اسی سے صابن بھی تیار کیا جاتا ہے۔ نیم کا صابن گرمی دانوں اور خارش جیسے موذی امراض سے نجات دلاتا ہے۔ نیم کے بیجوں کی کھلی بہت اچھی کھاد تسلیم کی گئی ہے۔

سائنسی اصطلاح میں نیم کو ایجڈی ریکٹا کہتے ہیں۔ جو فارسی لفظ آزاد درخت کا ترجمہ ہے گجراتی میں لیمڑی، بنگالی میں نیم کا چھ کہتے ہیں۔ ہندو اس درخت کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ سچ ہی کہا ہے کسی نے کہ نیم اپنے مزاج کے اعتبار سے کڑوا سہی مگر فائدوں کے حساب سے انسانی صحت کے لیے ان کا خیر خواہ اور دوست ہے۔

دنیا میں کبھی کسی بھی موڑ پر اپنے غم دوسروں کو نہ دکھاؤ۔ غموں کو خود ہی سہنے کی ہمت پیدا کرو۔ دنیا صرف خوشیوں میں ساتھ دیتی ہے، غموں میں تنہا چھوڑ دیتی ہے۔ اگر تم ہنسو گے تو ساری دنیا تمھارے ساتھ ہنسے گی لیکن اگر روؤ گے تو تمھیں اکیلے ہی رونا پڑے گا۔

مرسلہ: رضوانہ ظہیر۔

بچوں کی نئی دلچسپ کتابیں

ننھے منے بچوں کے لیے

بتاشے	۶/۵۰
جان نثار دوست	۵/-
چاند کی بیٹی (باتصویر)	۵/-
دم کٹی لومڑی "	۶/۵۰
جادو کی ہنڈیا "	۵/-
شیر اور بکری "	۶/۵۰
کتے کا خواب "	۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا "	۶/۵۰
چالاک بلی "	۶/-
گدھے نے بجائی بانسری "	۶/۵۰

بڑے بچوں کے لیے

نروعلی کا آدم خور	۴/-
غریب لکڑ ہارے کی کہانی	۶/-
خلائی مسافر	۶/-
ہمت کے کرشمے	۶/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	۹/-
ہمارے عظیم سائنس داں	۸/-
سام پہ کیا گزری	۳/۵۰
غذا کی کہانی	۳/-
زیبو	۶/-
شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں	۶/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	۶/-
سنہرے اصول	۳/-
نرالے گویے	۲/-
باتونی کچھوا	۲/-
بید شہزادی	۶/-

مولانا آزاد کی کہانی	۱۸/-
ننھا سیاح	۶/-
ابو خاں کی بکری	۱۸/-
پدوازی کی کہانی	۳/-
سمندری طوفان اور تین لڑکے	۶/-
خالی ہاتھ	۹/-
حاجی بابا کی ڈائری	۶/۵۰
بہادر علی	۷/۵۰
کھلونا نگر	۷/-
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	۶/-
قصہ اژدہا پکڑنے کا	۵/-
ننھا سراغ رساں	۵/-
ابو علی کا جوتا	۵/-
چند مشہور طبیب اور سائنس داں	۹/-
چور پکڑو	۱۰/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	۷/۵۰
جادو کی سارنگی	۳/-
جادو کا چھلا	۳/-
پانچ جاسوس	۸/۵۰
جنگل کی ایک رات	۶/-
ہرن کا دل	۲/-
اچھی کہانیاں	۲/۵۰
دریا کی رانی	۲/-
گوہر شہزادی	۳/-
تین اناڑی	۶/-
چوری کی عادت	۳/۵۰
شرارت	۳/-
ولی کی شادی	۴/-
گاندھی جی دکنی افریقہ میں	۲/-
بندر اور نائی	۳/۵۰
رنگوں کی بستی	۴/-

پراسرار غار	۵/-
عرب ملکوں کی عوامی کہانیاں	۹/۵۰
بچوں کے ذاکر صاحب	۹/-
ننھا منو	۴/-
آؤ ڈراما کریں	۳/-
سلام رحمتہ	۵/-
بھیرا اور اس کی بیوی	۳/۵۰
ایک کھلاڑی	۳/۵۰
بھوتوں کا جہاز	۹/۵۰
صحت کی الف بے	۵/-
لومڑی کا گھر	۳/-
بچوں کی کہانیاں	۳/-
بابا ناچ	۳/-
ہار کی تلاش	۶/-
سرخ جوتے	۳/۵۰
اندرا گاندھی	۶/-
ننھا فرشتہ	۳/۵۰
جوہر قابل	۳/-
بھیڑیے کے بچے	۳/-
ننھا جبرو	۳/۵۰
پلک نہ مارو	۶/-
بچوں کے افسر	۶/-
شریر شیرا	۳/-
پری رانی	۳/-
خطرناک سفر	۳/۵۰
پرندوں سے جانوروں تک	۴/۵۰
ٹوٹے کھلونے	۵/-
اندھے کا بیٹا	۳/۵۰
پانچ بونے	۳/-
بچوں کے چار بزرگ دوست	۳/-
سہانے ترانے	۶/۵۰



ہنسی گھر

• "یہ بھیک مانگنے کا نیا انداز ہے کہ تم ایک کے بجائے دونوں ہاتھوں میں پیالے لیے ہوئے ہو؟" خاتون نے فقیر سے پوچھا۔

فقیر بولا، "بات دراصل یہ ہے کہ میرا ساتھی فلم دیکھنے گیا ہوا ہے اور اپنا کام بھی میرے حوالے کر گیا ہے۔"

مرسلہ: ماریہ فرمان۔

• ڈاکٹر نے اپنے مرحوم مریض کا بل اس کے وکیل کو پیش کرتے ہوئے پوچھا، "کیا عدالت سے اس بل کی تصدیق ضروری ہے؟"

وکیل نے جواب دیا، "نہیں، اس کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی موت ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اس کا علاج کرتے رہے ہیں۔"

مرسلہ: نزہت مشہود۔

• ایک نیا نیا ٹرک ڈرائیور اپنے آگے چلنے والے ٹرک سے آگے نکلنا چاہتا تھا، لیکن وہ راستہ نہیں دے رہا تھا۔ اسی کوشش میں اسے ٹرک کے پیچھے لکھا ہوا نظر آیا:

"ہارن دو، راستہ لو۔" اس دفعہ اس نے پوری کوشش کر کے اپنے ٹرک کو اس کے برابر لا کر ہارن اٹھا کر ڈرائیور کی طرف اچھال دیا اور کہا، "یہ لو ہارن اور اب راستہ تو دے دو۔" مرسلہ: اللہ دتہ۔

• علی (قبرستان سے گزرتے ہوئے) یہ قبر بے چارے اللہ بخش کی ہے۔ بہت اچھے آدمی تھے۔ مرتے وقت اپنا سب کچھ یتیم خانے کے حوالے کر گئے۔

شوکت: اچھا ہمیں بھی تو معلوم ہو کہ کیا کچھ دے گئے تھے۔

علی: چار لڑکے اور چھے لڑکیاں۔

مرسلہ: اختر حسین شاہ۔

• ایل۔بی۔ڈبلیو کی پانچویں اپیل بھی منظور نہ ہوئی تو باؤلر کو تاؤ آگیا۔

وہ امپائر کی طرف پلٹا اور غصے سے بولا، "جناب عالی! یہ تو بتائیے آپ کی چھڑی کہاں ہے؟"

"چھڑی؟ کیسی چھڑی؟ میرے پاس کوئی چھڑی نہیں۔" امپائر نے حیرت سے کہا۔

باؤلر غرایا، "میں نے آج تک کسی اندھے کو بغیر چھڑی کے نہیں دیکھا۔" مرسلہ: یاسر وسیم خان

• ایک صاحب جا رہے تھے کہ ایک خشک کنویں میں گر گئے۔ باہر نکلنے کے لیے وہ چیخنے چلانے لگے۔ اتفاق سے

وہاں سے ایک خاتون کا گزر ہوا۔ خاتون نے کنوئیں میں جھانکا۔ ان صاحب کو دیکھ کر کہنے لگیں:

"ارے کیا تم خود اس کنوئیں میں گرے ہو؟"

ان صاحب نے جھلا کر کہا: "جی نہیں محترمہ، میں یہاں کھڑا تھا کہ لوگوں نے میرے گرد یہ دیوار کھڑی کر دی۔"

مرسلہ: عمارا خان

● ایک درخت کے نیچے چند دوست بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ایک آدمی وہاں سے گزرا۔ اس نے ان سے کہا کہ بتاؤ تم میں سب سے زیادہ کاہل اور سست کون ہے۔ میں اسے انعام دوں گا۔ سب لڑکوں نے ہاتھ اُٹھا دیے لیکن ایک لڑکا ویسے ہی بیٹھا رہا۔ اس آدمی نے کہا: "مجھے لگتا ہے کہ تم ہی سب سے زیادہ سست اور کاہل ہو۔ یہ لو تمھارا انعام پانچ رُپے۔" اس پر لڑکے نے کہا، "از راہِ کرم آگے بڑھ کر میری جیب میں ڈال دیں۔"

مرسلہ: حارث وسیم خاں،

● جج: (چور سے) تم نے جرم بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے کیا ہے۔

چور: جناب، آپ پہلے شخص ہیں جس نے میری تعریف کی ہے۔

● دو شخص آپس میں لڑ رہے تھے۔ ایک نے کہا: "تم گدھے ہو۔" دوسرے نے کہا: "تم گدھے کے بچے ہو۔" تیسرے آدمی نے کہا: "چلو باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو پہچان تو لیا۔"

مرسلہ: معین اخلاق،

● ایک نوجوان نے فقیر کو چار آنے دیے اور کہا، "میں معمولی کلرک ہوں۔ میری ترقی کے لیے دعا کرو۔"

یہ سُن کر فقیر رونے لگا تو کلرک نے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو۔

فقیر نے جواب دیا: "میں تمھاری ترقی کے لیے کیا دعا کروں، میں خود ایک کلرک ہوں۔"

مرسلہ: کرن اخلاق

● دنیا کا سب سے بڑا عجائب گھر کہاں ہے؟

ابو: پتا نہیں۔

بیٹا: علامہ اقبال کہاں پیدا ہوئے؟

ابو: پتا نہیں۔

بیٹا: ابو، ابو۔

ابو: ہاں، ہاں بیٹے بولو، پوچھو گے نہیں تو تمھارے علم میں اضافہ کیسے ہوگا۔

مرسلہ: امیرا ور عظیم

● لڑکوں کے کپڑے بیچنے والی ایک دکان پر بچوں کو ایک ایک غبارہ مفت دیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بچے نے ایک غبارہ لینے کے بعد دوسرے کا مطالبہ کیا تو سیلزمین نے کہا:

"اگر تمھارا کوئی اور بھائی ہے تو میں اس کے لیے ایک اور غبارہ دے سکتا ہوں، ورنہ نہیں۔"

بچہ غبارہ بھی لینا چاہتا تھا اور جھوٹ بھی نہیں بولنا چاہتا تھا۔ چناں چہ اس نے کہا، "میرا تو نہیں البتہ میری بہن کا ایک بھائی ہے۔ اس کے لیے دے دو۔"

مرسلہ: شاہدہ ناز،

●



خداوندا، یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

شاعر: علامہ اقبال　　پسند: ریحانہ ظفر،

جہل خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

شاعر: جگر مراد آبادی　　پسند: ثمر جہاں،

مائیں مچلتے ہوئے بچوں کے کٹورے بھر کر
چاند کو ڈانٹ کے کہتی ہیں اتر پانی میں

شاعر: نقاش کاظمی　　پسند: عارفہ منان

اس فقیری میں بھی قائم ہے بھرم دنیا پر
ہر بھکاری کو مری جیب بھری لگتی ہے

شاعر: رئیس انصاری　　پسند: ربیعہ خان

کرم تو عام ہیں ہر شخص پر زمانے کے
ہمیں تو آئے سلیقے نہ مسکرانے کے

شاعر: نظر جعفری　　پسند: عمیر رضا خاں

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے نہ دیکھے ہوں شاید مگر ایسے بھی ہیں

شاعر: سرور بارہ بنکوی　　پسند: سلمان اقبال

کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو گلے ملو گے تپاک سے
یہ نئے شہر کا مزاج ہے، ذرا فاصلے سے رہا کرو

شاعر: بشیر بدر　　پسند: شازیہ ظہیر

لوگ اچھے ہیں بہت دل میں اتر جاتے ہیں
اک برائی ہے تو بس یہ ہے کہ مر جاتے ہیں

شاعر: رئیس فروغ　　پسند: صاحب کلیم

اپنے حالات سے میں صلح تو کر لوں لیکن
مجھ میں روپوش جو اک شخص ہے مر جائے گا

شاعر: رئیس فروغ　　پسند: سید محمد اطہر

یہ وقت کس کی رعونت پہ خاک ڈال گیا
یہ کون بول رہا تھا خدا کے لہجے میں

شاعر: افتخار عارف　　پسند: سید محمد حفیظ

اب اور بتاؤ نہ مجھے جان گیا ہوں
کس قدر ریاکاری ہے اس پیار کے پیچھے

شاعرہ: پروین شاکر　　پسند: محبوب احمد خاں

آپ ہی نے ہمیں بلایا تھا
ورنہ ہم کب کسی سے ملتے ہیں

شاعر: نصرت گوالیاری　　پسند: صاعقہ بانو نواب شاہ

ان آنکھوں کے اندر بھی درکار ہیں آنکھیں
چہرے کے پیچھے بھی چہرہ ہو سکتا ہے

شاعر: مظفر وارثی　　پسند: محمد آفتاب پٹیل

اوروں کو پرکھنا تو بڑی بات نہیں ہے
اپنے کو پرکھنے کی نظر ہے کہ نہیں ہے

شاعر: محمد طاہر شمیم (نیویارک)　　پسند: صائمہ بانو

نہ اتنی تیز چلے سرپھری ہوا سے کہو
شجر پہ ایک ہی پتہ دکھائی دیتا ہے

شاعر: عارف شفیق　　پسند: کامران مہر علی

[illegible]

مشرق و مغرب میں تیسرے دور کا پرچار ہے

منزل کی جستجو میں کیوں پھر رہا ہے راہی
اتنا عظیم بن جا کہ منزل تجھے پکارے

گھر سے نکلو تو پتا جیب میں رکھ کر نکلو
حادثہ چہرے کی پہچان مٹا دیتا ہے

مجیب الرحمٰن ۔ مدرسہ قمر الہدیٰ کبھی
پوسٹ ٹینواں گرانٹ، سدھارتھ نگر یوپی

یہ دنیا غم تو دیتی ہے شریک غم نہیں ہوتی
مگر پھر بھی میرے جینے کی خواہش کم نہیں ہوتی

یارب کسی سے چھین کر مجھ کو خوشی نہ دے
جو دوسروں پر بار ہو وہ زندگی نہ دے

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

کوثر عارفین ۔ کمرولی ۔ کنتول
دربھنگہ ۔ بہار

شبنم کے آنسوں دونوں ہے اس فرق کو لیکن کیا کہیے
جو خاک پہ ہے وہ پانی ہے جو پھول پہ ہے وہ موتی ہے

احساس و عمل کی چنگاری جس دل میں فروزاں ہوتی ہے
اس لب کا تبسم ہیرا ہے اس آنکھ کا آنسو موتی ہے

خلیل الرحمٰن ۔
مدینہ کالونی، مدینہ مسجد روڈ بھٹکل

[illegible]

بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

عبدالسلام ۔ کرکنڈہ ۔ کالونی ۔

کوئی پڑوس میں بھوکا ہے اس لیے شاید
میرے گلے سے نوالہ نہیں اترتا ہے

خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں

انور علی ۔ ہلدی پوکھر
جمشید پور (جوتا والے)

غزل

پا کر مجھ سا سچا دوست
یاد کروگے اچھا دوست
منہ سے نکلی بات نہ لوٹے
سوچ سمجھ کر کہنا دوست
خود پر کیوں نہ فخر کرے
جس نے پایا تجھ سا دوست
قسمت سے ملتا ہے دانش
اچھا بھائی سچا دوست

تنویر احمد انصاری ۔ محلہ شاہجہاں پور

نظم (تمباکو)

تمباکو ہے میرا نام
آپ کی خدمت میرا کام

[illegible]
پھر بھی رہتی ہیں بد نام
لطف دلہن کے بعد مرا
ہوجاتا ہے یہ انجام
کر کے مجھ کو خود سے جدا
دیتے ہو نفرت کا نام
ایسے جینے سے کیا حاصل
غور کریں یہ خاص و عام
اور سناؤں تم کو کیا
ختم ہوا اب میرا کلام

عبدالباقی غالب ۔ احمد گنج سانہہ
پوسٹ سانہہ۔ ضلع بیگوسرائے (بہار)

لیڈر

سارے جہاں کا کیچڑ
ہندستاں کا لیڈر
ہم بے زبان بندے
وہ ظلم کا پیمبر
کیسے نہ ڈوبے کشتی
ہے ناخدا ستمگر
دنیا کو فتح کر لے
لفظوں کا ہے سکندر
غدار ہے وطن میں
شرمائے جن سے جعفر
کیوں تیل دیں نہ اس کو
ہیں زرخرید نوکر
باسط تری صدا سے
کیوں کر وہ ہوں گے جانبر

عبدالباسط ۔ احمد گنج سانہہ۔ پوسٹ سانہہ
ضلع بیگوسرائے (بہار)

نظم

مرغی سے بلی نے کہا

ایک دن مرغی نے بلی سے کہا
خالہ بلی یہ تو سمجھا دو ذرا
چھوٹے چھوٹے جس قدر ہیں جانور
خوف کیوں کھاتے ہیں تم سے اس قدر
پاکے آہٹ کو تمھاری دور سے
بھاگتے ہیں چوہے آخر کس لیے
پھر سے اڑ جاتی ہیں چڑیاں بھی سبھی
پاس آتا ہی نہیں کوئی کبھی
میں جو اس گھر کی بلی ہوتی نہیں
نوچ دیتیں بوٹیاں میری یہیں
ہم غریبوں کی بھی آخر جان ہے
مارنے میں کیا تمھاری شان ہے
تم کو کمزوروں سے ہمدردی نہیں
ظلم کی عادت مگر اچھی نہیں
یوں دیا بلی نے مرغی کو جواب
ہے اسی صورت سے دنیا کا حساب
چھوٹے چھوٹے کیڑے کھاجاتی ہو تم
چھوڑتی کب ہو جو پاتی ہو تم
جان کیا ان میں نہیں ہوتی بھلا
کیا نہیں ہے ظلم ان کو مارنا
گھر میں پیتی دودھ کی پیالیاں ہوں میں
سارے گھر کی کرتی ہوں رکھوالی میں
مفت کھانے کو نہیں ملتا یہاں
ہے اسی دستور پر تمام جہاں
یہ تو دنیا کی سدا سے ریت ہے
ہر جگہ طاقت وروں کی جیت ہے

شیخ فیاض قصاب محلہ نزد نیشنل ہائی اسکول (مہاراشٹر)

نذیر احمد کمبوہ

سورہ سبا

نام ـــ اس سورۃ کا نام آیت نمبر ۱۵ سے ماخوذ ہے یعنی وہ سورۃ جس میں سبا کا ذکر آیا ہے۔

بنیادی معلومات سورہ سبا مکّہ میں نازل ہوئی۔ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کے لحاظ سے ۳۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر ۵۸ ہے یہ سورۃ ۲۲ ویں پارے میں ہے اس میں ۶ رکوع، ۵۴ آیات، ۸۴۳ کلمات اور حروف کی تعداد ۱۵۱۲ ہے

موضوع و مضمون اس سورۃ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کفار و مشرکین کے ان الزامات اور اعتراضات کا جواب دیتا ہے۔ جو کہ کفار و مشرکین، توحید، رسالت اور آخرت وغیرہ کے بارے میں کیا کرتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو طنز و مزاح کی نذر کر دیا کرتے تھے ان الزامات و اعتراضات کے جواب کہیں باقاعدہ اعتراضات کو بیان کر کے دیے گئے ہیں اور بعض مقامات پر اس طریقہ سے جواب دیے گئے ہیں کہ جہاں صاف طور سے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہاں کفار کے کس اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے۔

اور پھر سورۃ میں کئی ایسے مقامات بھی ہیں جہاں کفار و مشرکین کو ان کی ان غلط حرکتوں کی وجہ سے برے انجام سے خبردار بھی کیا گیا ہے اگر تمھاری یہ ہٹ دھرمی کی صورت برقرار رہی تو تم اس بہت بڑے عذاب سے کبھی بھی بچ نہیں سکتے۔ جو کہ توحید و رسالت اور آخرت کا انکار کرنے والوں کے لیے ہی تیار کر رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ اور قوم سبا کا ذکر فرما کر یہ بات واضح کر دی ہے کہ لوگو! یہ دونوں مثالیں تمھارے سامنے ہیں، دیکھو حضرت سلیمانؑ کو ہم نے نبوت سے نوازا۔ اور اسے ایک بہت بڑی سلطنت کا مالک بنا دیا بڑی بڑی قوتیں اور طاقتیں ہم نے اس کے حوالے کر دی لیکن پھر بھی اس کے ذہن میں غرور و تکبّر ذرّہ برابر بھی پیدا نہ ہو سکا۔ بلکہ وہ اللہ کا شکر گزار بندہ بنا رہا۔ اور اللہ کا پیارا بندہ ٹھہرا۔ لیکن دوسری طرف قوم سبا کی حالت تمھارے سامنے ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے انھیں نعمتیں عطا کیں اور رحمتیں اور برکتیں اس قوم پر نازل کیں۔ انھیں عیش و عشرت کا سامان میسّر کیا۔ تو وہ اس پر اللہ کا شکر بجا لانے کے بجائے غرور اور تکبّر کرنے لگے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کو اس قوم کی حرکات بالکل پسند نہ آئیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پھر وہ قوم ایسی تباہ و برباد ہو گئی کہ اب اس کے نام کے سوا دنیا میں اور کچھ نہ رہا۔ لہٰذا ان دونوں مثالوں کو تم اپنے سامنے رکھو، اور غور کرو کہ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے سے زندگی کامیاب ہو سکتی ہے یا وہ زندگی جو نفس اور شیطانی راستوں پر چل کر بسر کی جائے۔ اگر تم سچے دل سے غور کرو تو تمھیں کامیابی راہِ حق پر چلنے سے ہی نظر آئے گی۔


ننھے منے بچوں
کے لیے
دلچسپ
اور
باتصویر کہانیاں
بتاشے
نرسری کے بچوں کے لیے آسان
زبان میں دلچسپ نظمیں قیمت ۶/۵۰
جاں نثار دوست
بچوں کے لیے باتصویر کہانی
قیمت ۵/- روپے
جادو کی ہنڈیا
5/-
بھیڑیے کا گانا
6/50
شیر اور بکری
6/50
دم کٹی لومڑی
6/50
کوے کا خواب
7/-
چاند کی بیٹی
5/-
چالاک بلی
6/50
گڈریے کی بانسری
قیمت 7/50

قلمی دوستی

بچپن کی دوستی پختہ بھی ہوتی ہے اور پائیدار بھی۔ بچپن ہی سے اگر اچھے اور ہم خیال دوست میّسر آجائیں تو یہ زندگی کے بہترین ساتھی ثابت ہوتے ہیں۔ آپ خود بھی دوسروں کے اچھے دوست بنیے اور دوسرے اچھے بچّوں کو بھی اپنا دوست بنالیجیے۔

نام۔ محمد احسن اخلاق صدیقی عمر دس سال
تعلیم ۔ پنجم
مشغلہ۔ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی
پتا۔ ظہور آباد ۔ غازی پور ۔ یو پی

نام۔ محمد زبیر خاں عمر ۱۱ سال
تعلیم۔ درجہ پنجم
مشغلہ۔ پیام تعلیم پڑھنا۔ قلمی دوستی
پتا۔ اسلامیہ اسکول گنگولی غازی پور یو پی

نام۔ انیسہ شیخ احمد
تعلیم ۔ نویں
مشغلہ۔ پیام تعلیم پڑھنا۔ قلمی دوستی
پتا ۔ نہیں لکھا۔

نام ۔ ساجد اسلم شیخ
تعلیم۔ نویں جماعت
مشغلہ۔ ادبی کتابیں پڑھنا۔ کرکٹ میچ دیکھنا
پتا۔ معرفت عبدالستار ماسٹر، اسلام پورہ۔ ایوت محل

نام ۔ جتیش جگتاپ عرف پتو جگتاپ
تعلیم۔ نویں جماعت
مشغلہ۔ کرکٹ دیکھنا، اچھی کتابیں پڑھنا

پتا۔ معرفت، آر، اے، شیخ، اسلام پورہ ایوت محل

نام ۔ اعجاز احمد، شیخ احمد عمر ۱۷ سال
تعلیم۔ میٹرک
مشغلہ۔ تاریخی اہم فوٹو کا البم بنانا۔ قلمی دوستی
پتا۔ گھر ۵۷ گلی ۴، مسلم نگر، مالیگاؤں، ناسک

نام ۔ امتیاز احمد عمر ۱۴ سال
مشغلہ۔ پیام تعلیم اور نور پڑھنا
پتا۔ محلہ پرانی بستی بڑی ارجنٹی، مبارکپور
ضلع اعظم گڑھ یو پی

نام :۔ شکیلہ بیگم ،

مشغلہ :۔ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا ، بڑوں کی عزت کرنا ، کہانیاں پڑھنا ۔
پتا :۔ مکان نمبر ۲۱ ، نور نگر II جامعہ نگر
نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۲۵ ۔

نام۔ اسلم علی، اصغر علی سید عمر ۱۲ سال
تعلیم ۔ جماعت ہفتم
مشغلہ۔ پیام تعلیم، اُمنگ کا مطالعہ کرنا
پتا۔ محلہ چنار علی، چوپڑہ ضلع جلگاؤں مہاراشٹر

نام۔ فہمیدہ بانو عرف شمع
تعلیم ۔ نویں جماعت
مشغلہ۔ کتابت سیکھنا۔ دوستی کرنا صرف بہنوں سے
پتا ۔ بزم غالب وارث پورہ کامٹی

نام۔ انصاری میرزا احمد عبدالرشید عمر ۱۷ سال
تعلیم۔ گیارہویں آرٹس
مشغلہ ۔ قلمی دوستی کرنا۔ کرکٹ کھیلنا۔

پتا۔ روم نمبر ۱۳۰ [illegible] کالونی،
مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳ ضلع ناسک مہاراشٹر

نام۔ ابوعبیدہ عمر ۱۱ سال
تعلیم۔ درجہ ششم
مشغلہ۔ کرکٹ کھیلنا۔ شوق سے پڑھنا
پتا۔ نیشنل میڈیکل ہال مبارکپور اعظم گڑھ

نام۔ محمد اعظم عبدالرزاق شیخ عمر ۱۷ سال
تعلیم۔ دسویں کلاس
مشغلہ۔ کرکٹ کھیلنا اور دیکھنا
پتا۔ مخدوم کالونی، شبنم اسٹریٹ گھر نمبر ۵/۱۸ بھٹکل

نام۔ عمران خاں عبدالرؤف خاں عمر ۱۳ سال
تعلیم۔ جماعت ہفتم
مشغلہ۔ پیام تعلیم اور نور کا مطالعہ کرنا۔
پتا۔ سیکٹر ۱۲، مکان نمبر ۸، ترمبھے، نئی ممبئی

نام۔ ریشماں بانو
تعلیم۔ درجہ ششم
مشغلہ۔ پیام تعلیم اور دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا۔ اسکول انجمن نورالاسلام اسلفا ساکی ناکہ ممبئی ۷۲

نام۔ نورالسحر بانو عمر دس سال
تعلیم۔ درجہ ششم
مشغلہ۔ پیام تعلیم اور دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا۔ اسکول انجمن نورالاسلام اسلفا ساکی ناکہ ممبئی ۷۲

نام۔ عبدالصمد عمر ۱۲ سال
مشغلہ۔ دینی کتب کا مطالعہ۔ علماء دین کی عزت کرنا

پتا۔ بلدی پاکھر ضلع [illegible] بہار

نام۔ شہزادی بیگم
تعلیم۔ پانچویں جماعت
مشغلہ۔ ساس سسر کی خدمت کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا
پتا۔ کیرف حسام الدین، محلہ حاجی پور، پوسٹ رفیع گنج
ضلع اورنگ آباد بہار

نام۔ محمد خورشید عالم واحد
تعلیم۔ میٹرک
مشغلہ۔ والدین کی عزت کرنا، اچھی کہانیاں پڑھنا
پتا۔ معرفت اختر حسین، محلہ بابو گنج، پوسٹ رفیع گنج
ضلع اورنگ آباد بہار

نام۔ محمد ضیاء الرحمٰن عمر ۱۳ سال
تعلیم۔ ساتویں جماعت
مشغلہ۔ پیام تعلیم پڑھنا۔ دوستوں سے خط و کتابت کرنا۔
پتا۔ معرفت محمد شکور (پی اینڈ ٹی) ریلپار، اوکے
روڈ آسنسول ضلع بردوان مغربی بنگال

نام۔ شائستہ بانو، دلنواز بیگم
تعلیم۔ چھٹی جماعت
مشغلہ۔ پیام تعلیم کا پابندی سے مطالعہ کرنا
پتا۔ مرول اردو ہائی اسکول مرول ممبئی ۷۲

نام۔ سید عزیز العابدین عمر ۱۴ سال
تعلیم۔ چھٹی جماعت
مشغلہ۔ پڑھنا لکھنا، دادی اماں کی خدمت کرنا
پتا۔ یونانی دواخانہ۔ بازار کلاں جلیسر ایٹہ یوپی

نام۔ محمد ابراہیم عمر دس سال

تعلیم ۔ جماعت چہارم
مشغلہ ۔ پیام تعلیم پڑھنا ۔ کرکٹ کھیلنا
پتا ۔ پوسٹ کوہیر، محلہ شیخ واڑہ ضلع میدک اے پی

نام ۔ محمد قذافی عمر ۱۵ سال
تعلیم ۔ ایس، ایس، ایل، سی
مشغلہ ۔ پیام تعلیم، نور اور دیگر رسائل پڑھنا
پتا ۔ خلیفہ ہاؤس، مخدوم کالونی نیشنل روڈ بھٹکل

نام ۔ ارشاد احمد، محمد شفیع سید عمر ۱۶ سال
تعلیم ۔ دسویں جماعت
مشغلہ ۔ پیام تعلیم پڑھنا کرکٹ کھیلنا
پتا ۔ فیاسنی بینگل سینٹر سی پی بازار سرسی ۵۸۱ ایم ۱

نام ۔ طاہرہ خاتون
تعلیم ۔ میٹرک
مشغلہ ۔ پیام تعلیم اور دیگر رسائل کا مطالعہ کرنا
پتا ۔ معرفت محمد شکور (پی اینڈ ٹی) ریلپار،
او کے روڈ آسنسول ضلع بردوان مغربی بنگال

دکاندار:- وہ تو چوہوں کو دھوکا دینے کے لیے لگا دیا گیا ہے۔

مریم جمیلہ عراقی لنک روڈ ساکی ناکہ بمبئی۔

● ایک شخص چھتری کی دکان پر گیا چھتری لینے کے بعد دکاندار نے اس سے کہا "میرے پاس ایک ایسا طریقہ ہے جس سے تمھاری چھتری کبھی خراب نہیں ہو گی۔
خریدار:- وہ کیا ہے؟
دوکان دار:- اس کو دھوپ اور بارش سے بچا کر رکھنا۔

فاطمہ کوثر بھٹکل۔

● ایک غیر ملکی سیاح پہلی بار ہندستان آیا اور پھل کی دکان پر جا کر کیلے کی طرف دیکھ کر کہا۔ یہ کیا پھل ہے پھل والے نے کہا، "یہ کیلے ہیں" سیاح نے کہا ہمارے ملک میں تو یہ ڈھائی ڈھائی فٹ کے ہوتے ہیں۔ سیاح نے دوبارہ سیب کی طرف اشارہ کرکے کہا یہ کیا ہے۔ پھل والے نے کہا یہ سیب ہے۔ سیاح جھٹ سے بولا ہمارے یہاں پانچ کلو کا سیب آتا ہے۔ اب سیاح نے تربوز کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا یہ کیا ہے۔ پھل والے نے عاجزی سے کہا "یہ انگور ہے"

انصاری ضیاء الرحمٰن، اسلام پورہ، مالیگاؤں۔

● ایک کارخانے کے مالک نے اپنے کارخانے کے لیے ایک نئے منیجر کا انتخاب کیا۔ دوسرے



● تقریر کرنے کے بعد ایک لیڈر نے اپنے ایک دوست سے پوچھا "بھئی کیسی لگی میری تقریر اور خاص طور پر اس کا اختتام کیسا لگا۔"
دوست نے جواب دیا "اختتام یقیناً اچھا لگا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ وہ کافی دیر بعد ہوا۔

انیس احمد 99/202 اسلام پورہ، مالیگاؤں

● چور (مالک سے) جان دیتے ہو یا روپیہ؟
مالک مکان:- جان ہی لے لو۔ روپیہ میں نے اپنے بڑھاپے کے لیے رکھا ہے۔

● خریدار (دکان دار سے) آپ تو کہتے تھے کہ یہ قمیص اونی ہے لیکن اس پر تو خالص سوتی کا لیبل لگا ہوا ہے۔

دن کارخانے کے مالک نے ایک مزدور کو بلا کر اس سے سوال کیا۔ نئے منیجر صاحب نے تمھارے سپرد کیا کام کیا ہے۔ مزدور نے "انھوں نے مجھ سے کہا ہے کہ جب آپ کارخانے میں آئیں تو میں فوراً انھیں جگادوں"

محمد تقی، ٹیمپل روڈ شیرور
Pin 576228

● لڑکا دکاندار سے :۔ وہ پین کتنے کا ؟
دکان دار :۔ کون سا ؟
لڑکا :۔ "وہ چار روپے والا"

جمیل گڑکری، بمبئی ۳۔

● ایک شوہر نے مرتے وقت اپنی بیوی سے پوچھا کہ تم میرے مرنے کے بعد کیا کروگی؟ بیوی نے جواب دیا۔ آپ کی قبر پر آپ کی پسندیدہ سگریٹ کا پیکٹ لاکر رکھ دوں گی۔
شوہر نے پوچھا اور ماچس کی ڈبیہ کون رکھے گا۔
بیوی نے جواب دیا: آپ جہاں جا رہے ہیں وہاں آگ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

محمد شکیب صدیقی
شبنم اسٹریٹ، مخدوم کالونی بھٹکل کرناٹک

● (ایک اجنبی مسافر ناگپور میں کسی باغ میں جانا چاہتا ہے۔ وہ باغ کی طرف جانے والی سڑک کا پتا پوچھتا ہے۔)
اجنبی مسافر: یہ سڑک باغ کی طرف جاتی ہے۔
ایک آدمی :۔ ہاؤ۔
تھوڑی دور جانے کے بعد ایک دوسرے شخص سے وہی سوال پوچھتا ہے۔
دوسرا شخص :۔ ہاؤ۔
کچھ دور جانے کے بعد ایک تیسرے شخص سے پوچھتا ہے۔
تیسرا شخص :۔ یس
اجنبی مسافر :۔ تم نے Yes کہا جب کہ دوسرے لوگوں نے ہاؤ کہا، ایسا کیوں؟
تیسرا شخص :۔ وہ دونوں جاہل گنوار ہوں گے۔
اجنبی مسافر :۔ کیا تم پڑھے لکھے ہو؟
تیسرا شخص :۔ ہاؤ۔

● (ایک عورت کے سر میں صرف تین بال تھے) ایک دن پارٹی میں جانے کے لیے وہ اپنی پڑوسن کے یہاں بال بنانے جاتی ہے۔
عورت :۔ میری چوٹی بنا دیجیے۔
(بال بناتے وقت ایک بال ٹوٹ جاتا ہے)
پڑوسن :۔ آپ کا ایک بال ٹوٹ گیا
عورت :۔ جوڑا بنا دیجیے۔
(جوڑا بناتے وقت ایک اور بال ٹوٹ جاتا ہے)
پڑوسن :۔ دوسرا بال بھی ٹوٹ گیا۔
عورت :۔ کوئی بات نہیں میں آج کھلے بال ہی رکھوں گی۔

حافظ شیخ اسماعیل
فلیٹ نمبر ۷، ۴ جے۔ آر نور پیچا روڈ بمبئی ۱۱۔

● امجد : فون پر "ٹیچر آج میرا لڑکا اسکول نہیں آئے گا۔
ٹیچر :۔ آپ کون بول رہے ہیں ؟
امجد :۔ جی میرے پتا جی بول رہے ہیں۔

فیروز خاں، بابو خاں، امینہ منزل شری رام پور۔

● (ایک گاؤں میں پنکھے بیچنے والا جاتا ہے۔)
گراہک:۔ یہ پنکھا کتنے دن چلے گا۔
دکاندار:۔ جی، دو سال۔
گراہک ایک پنکھا لے لیتا ہے۔ وہ پنکھا دو تین دن میں ٹوٹ جاتا ہے۔ پنکھے بیچنے والا دوبارہ گاؤں میں آتا ہے۔
گراہک:۔ تم نے تو کہا تھا کہ یہ پنکھا دو سال تک چلے گا۔
دوکاندار:۔ تم نے ہلانے کا طریقہ پوچھا تھا۔ گراہک نہیں۔
دکاندار:۔ اسے سامنے رکھ کر اس کے سامنے سر ہلانا پڑتا ہے۔ اس طرح وہ دو سال چلتا ہے۔

انیس شاہ، انجن گاؤں، سورجی، امراوتی

● جج (ملزم سے) اس کے کان کاٹ دو۔
ملزم:۔ میں اندھا ہو جاؤں گا۔
جج:۔ کیسے؟
ملزم (جھلا کر) چشمہ کہاں لگاؤں گا۔

جمال احمد، ڈاکٹر جمیل احمد
خیرآباد ضلع مئو یوپی۔

● ایک رات قاضی صاحب نے ایک کتاب میں پڑھا کہ جس آدمی کا سر چھوٹا اور داڑھی لمبی ہو وہ بے وقوف ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب نے اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھا تو سر چھوٹا اور داڑھی لمبی تھی۔ قاضی صاحب نے دل میں سوچا سر کو تو چھوٹا نہیں کر سکتے ہیں البتہ داڑھی چھوٹی کر سکتے ہیں۔ جلدی جلدی قینچی تلاش کیا مگر نہیں ملی۔ پورا داڑھی کو ہاتھ میں پکڑ کر چراغ کے پاس گئے۔ جونہی چراغ کے نزدیک گئے شعلہ ہاتھ تک پہنچ گیا۔ پوری داڑھی قاضی صاحب کی جل گئی۔

محمد ایوب جھنڈاپوری
مدرسہ اسلامیہ کھریک بازار، بھاگلپور۔

● ایک صاحب اپنے دوست کے ہاں گئے۔ آواز دی تو ان کے لڑکے نے انھیں کمرے میں بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد چھت پر سے شور کی آواز سنائی دی۔ انھوں نے دوست کے لڑکے سے پوچھا۔
"یہ شور کیسا ہے"
"امی، ڈیڈی کی پتلون پٹک رہی ہیں"
لڑکے نے جواب دیا۔ "مگر پتلون پٹکنے سے تو اتنا شور نہیں ہوتا۔"
"ممکن ہے پتلون میں ڈیڈی بھی ہوں" لڑکے نے جواب دیا۔

عبدالمتین عبدالحفیظ مالیگاؤں

● استاد:۔ (رحیم سے) تم نہر بڑی "ح" سے لکھو گے یا چھوٹی "ہ" سے۔
رحیم:۔ جناب جیسی نہر ہو گی مثلاً نہر اگر بڑی ہو گی تو بڑی "ح" سے۔ چھوٹی ہو گی تو چھوٹی "ہ" سے لکھیں گے۔

تابش احمد
چکہادو، ضلع ویشالی بہار



فروری ۱۹۹۲ء کے شمارے میں اپنا نام دیکھ کر خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ آپ نے ناچیز کی کہانی کو پیام تعلیم میں جگہ دی اس لیے بے حد شکرگزار ہوں۔ انشاء اللہ آئندہ بھی کہانی روانہ کروں گی امید ہے کہ آپ شائع کریں گے۔

مہرافشاں انجم انصاری —— بالاپور، ضلع آکولہ

ابھی ابھی مجھے آپ کا بھیجا ہوا اعتراف نامہ ملا۔ مجھے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ "پیام تعلیم" ایک ایسا رسالہ ہے جس میں ہماری تخلیقات شائع ہوتیں ہیں اور حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اور سبھی رسالوں میں تو بچوں پر کم توجہ دی جاتی ہے اور بڑوں کے مضامین زیادہ شائع ہوتے ہیں

عرفانہ تسنیم جیلانی نشاط، کمہرولی، کمتول در بھنگہ، بہار

پیام تعلیم مجھے بہت پسند ہے مارچ ۱۹۹۲ء کے شمارے میں آپ نے پسندیدہ اشعار میں میرے اشعار شائع کرکے مجھ ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ شکریہ

محمد عیسیٰ قمرالدین، بالا کمپاؤنڈ اسلم نگر، بھیونڈی

ماہنامہ پیام تعلیم کا تازہ شمارہ ملا حسب معمول جلدی جلدی ایک سرسری نظر دوڑائی۔ پیام تعلیم اب دن بدن نکھرتا جارہا ہے۔ پیام تعلیم سے بچوں کو ادب کے میدان میں آگے بڑھنے میں مدد ملتی ہے یہ رسالہ بچوں میں دینی و دنیاوی جذبات پیدا کرنے کے لیے بہت مفید ہے۔ اس شمارے کے سبھی مضامین بہت پسند آئے، بچوں کی کوششیں، کا کالم بھی بہت پسند آیا۔

ابوالعاص انصاری —— مبارکپور اعظم گڑھ

مارچ ۱۹۹۲ء کا "پیام تعلیم" موصول ہوا پڑھ کر بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس کی تعریف جتنی بھی کریں کم ہے۔ گل دستہ۔ کمرۂ امتحان میں۔ ڈاکیہ۔ پسندیدہ اشعار۔ بچوں کی کوششیں پانچ تارے۔ وغیرہ بہت پسند آئے۔ میری طرف سے ان مضمون نگاروں کو دلی مبارکباد

سید ظہیرالدین ایس۔ سرقاضی رٹی ہلی۔ کرناٹک

جب میں نے پہلی مرتبہ پیام تعلیم کا مطالعہ کیا تو اتنا لطف آیا کہ دوسرے رسالوں کا مطالعہ کم کردیا۔ کیونکہ پیام تعلیم میں مزیدار کہانیاں، لطائف وغیرہ ہوتے ہیں۔

واقعی پیام تعلیم میں وہ تمام تر خوبیاں موجود ہیں جو ایک معیاری رسالہ میں ہونی چاہیے۔

نفیس احمد انصاری — مومن پورہ بالاپور، اکولہ

میں کئی مہینوں سے مسلسل پیام تعلیم کا مطالعہ کرتے رہا ہوں۔ لیکن میں آپ کے بزم میں پہلی بار

بہت کرکے شرکت کر رہا ہوں۔ اس محبوب رسالے کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے آپ کو لاکھو۔ لاکھ مبارکباد

محمد مسلم الدین ـــــ رفیع گنج، اورنگ آباد بہار

پیام تعلیم ماہ مارچ نظر نواز ہوا۔ صفحہ ۶۶ پر جناب عمر انصاری نے جو سوالات وجوابات کی شکل میں معلومات فراہم کی ہیں ان میں جواب نمبر تین قطعی غلط ہے۔ ہندستان کے پہلے صدر رادھا کرشنن نہیں بلکہ ڈاکٹر راجندر پرساد تھے۔ بہتر ہوگا کہ آئندہ شمارہ میں اس کی تصحیح فرما دی جائے تاکہ پیامیوں کو معلومات صحیح مل سکے۔

ملک خضر بلال صدیقی ـــــ بوندی، راجستھان

میں پیام تعلیم بہت دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کرتا ہوں، مگر ایک بات کے لیے بہت دکھی ہوں کہ میں نے کئی خطوط ان میں کچھ اشعار، نعت شریف وغیرہ بھیجے مگر وہ نہیں چھپے، بہت مایوس ہوں

نوٹ:۔ شکیل میاں شاعری کے لیے ابھی بہت عمر پڑی ہے، پہلے نثر میں مضامین لکھیے۔

شکیل احمد شہپر اسپات مارکیٹ راورکیلا

مارچ کا پیام تعلیم ملا۔ اس کی کہانیاں پڑھ رہا ہوں۔ عظیم شوکا کی کہانی بہت اچھی لگی بچوں کی کوششیں میں پہلی بار،، کیا آپ جانتے ہیں؟" بھیج رہا ہوں، امید ہے کہ اس کو شائع کرکے میرا حوصلہ بڑھائیں گے اور اپنے نیک مشوروں سے نوازیں گے۔

محمد سلمان، محمد عثمان نگہری، متعلم مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد نگہر بستی۔ یوپی۔

مارچ ۱۹۹۲ء کا ماہنامہ دستیاب ہوا پڑھنے کے بعد دل باغ باغ ہوگیا۔ تمام مضامین بہت دلچسپ تھے اور آپ نے میری بھیجی ہوئی کہانی شائع کی۔ میں بہت بہت شکرگزار ہوں۔

شیخ فیاض محلہ شہادہ ضلع دھولیہ مہاراشٹر

آپ کا روانہ کردہ اعتراف نامہ اور ایک کتاب بطور انعام ملی۔ بہت بہت شکریہ! آپ نے مجھ ناچیز کو اس لائق سمجھا اس کا شکریہ! میں بچپن ہی سے مکتبہ جامعہ کی کتابوں کا بڑے شوق سے مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ پہلے ہمارے نانا جان، ان کے بعد بڑے ماموں جان اور اب میں اور چھوٹے بھائی وغیرہ پڑھتے ہیں، آج میں جس مقام پر ہوں وہ بھی آپ کے ادارہ کی ایک کتاب گڑیا رانی پڑھ کر، اس کہانی نے مجھے بہت متاثر کیا۔ یہ کہانی ہمارے شہر پٹنہ کے ایک لڑکے کی تھی جو کہ یہاں سبزی باغ میں بوٹ پالش کرتا تھا مگر اپنے ایک کرم فرما کی بدولت بہار کے ایک ڈپارٹمنٹ کا مینجنگ ڈائرکٹر بن گیا۔ جس وقت میں نے وہ کہانی پڑھی اس وقت گھریلو مجبوری کے تحت تعلیم ترک کرکے بی این کالج کے سامنے فوٹوگرافی کرتا تھا اور آج بھی ہماری فوٹوگرافی کی دکانیں اسی جگہ پر ہیں۔

فی الحال آپ کتابوں کی فہرست روانہ کردیں جس میں ایسی کتابیں ہوں جو عام لائبریریوں میں

بچوں و بڑوں کے لیے یکساں کارآمد اور مفید ہو اور ہماری طرح ان کی بھی قسمت بدل جائے۔

نعیم الحق ــــــ پٹنہ ۴ (بہار)

مارچ پیام تعلیم کے صفحہ نمبر ۴۶ پر عمر انصاری صاحب کے سوال نمبر ۳ میں ہندستان کے پہلے صدر کا نام ڈاکٹر رادھا کرشنن دکھایا گیا ہے جبکہ ڈاکٹر راجندر پرساد ہونا چاہیے تھا۔

احمد حسین ــــــ دربھنگہ۔ بہار

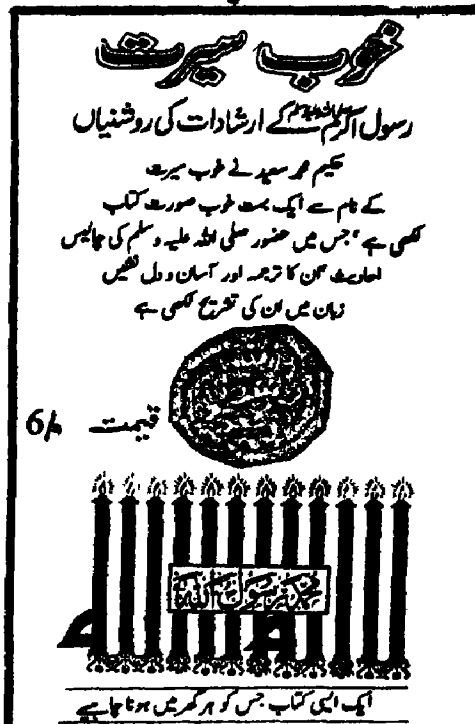
مارچ کا پیام تعلیم ملا۔ جلدی جلدی ورق پلٹا، اور ایک جگہ اچانک رک گیا جو انعامی فہرست تھی۔ جس پہ پہلا نام میرا تھا بہت ہی خوشی ہوئی۔ مجھ ناچیز کو انعام سے نواز کر میری حوصلہ افزائی فرمائی، بہت بہت شکریہ!

محمد ایاز انصاری ــــــ مبارک پور اعظم گڑھ

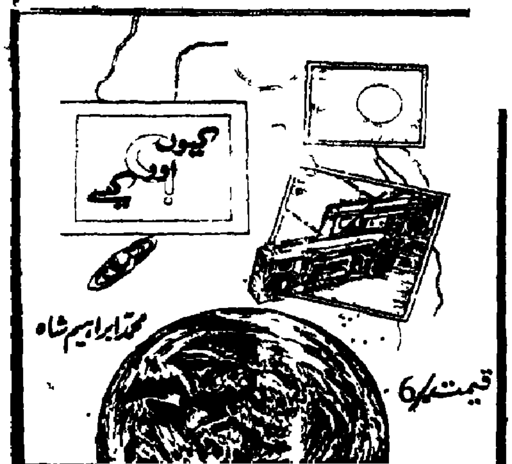
پیام تعلیم ہمارا خاندانی رسالہ ہے جسے میرے مرحوم دادا جان منگایا کرتے تھے بعد میں یہ رسالہ میرے ابا جان نے منگانا شروع کیا۔ یہ رسالہ پہلے کی بہ نسبت بہت ترقی کر چکا ہے یہ ایک ایسا رسالہ ہے جس کا ہر کوئی مطالعہ کر سکتا ہے۔ میں پیام تعلیم کے پرانے رسالوں کا آج بھی مطالعہ کرتا ہوں۔ انعامات کا سلسلہ قائم رکھیے۔

ندیم قریشی ایف ۱۲، بلٹ کالونی ہنگا کار وار کرناٹک

مکتبہ پیامِ تعلیم کی دلچسپ اور سائنسی کتابیں











سرورق کی کہانیاں

شہزادے کا سفر



بہت پہلے کی بات ہے ملک فارس میں ایک بادشاہ رہتا جس کا نام خدا بخش تھا۔ وہ نہایت ہی عادل اور رعایا پرور بادشاہ تھا اس کے کوئی اولاد نہ تھی اس کو بس اسی بات کی فکر رہتی کہ اس کے تخت و تاج کا وارث کون ہوگا۔ جب بہت دلوں تک وہ اولاد کی نعمت سے محروم رہا تو اس نے خلوت نشینی کا ارادہ کرلیا۔ جب اس کے وفادار وزیر کو اس کی خبر ملی تو اس نے بادشاہ کو بہت سمجھایا اور اسے صدقہ خیرات کرنے کا مشورہ دیا۔ بادشاہ نے وزیر کی باتوں پر عمل کیا۔ چند سالوں کے بعد بادشاہ کے یہاں ایک خوب صورت سا بیٹا پیدا ہوا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے نجومیوں کو بلا کر شہزادے کے مستقبل کے بارے میں پوچھا۔ نجومیوں نے کہا "حضور شہزادے کا پندرھواں سال بہت خطرناک ہے۔ بادشاہ یہ سن کر بہت متفکر ہوا لیکن یہ سوچ کر کہ "ابھی پندرہ سال بہت دور ہے۔ شہزادے کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوگیا جب شہزادہ چودہ سال کا ہوا تو بادشاہ نے چاہا کہ اس کی شادی اپنی بھتیجی سے کر دے جو بادشاہ کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ اس کی بھتیجی کا نام شہزادی مہرالنسا تھا لیکن اس کو اپنی خوب صورتی پر بہت ناز تھا۔ شہزادی مہرالنسا کی یہ عادت تھی کہ وہ روزانہ توتے سے پوچھتی کہ "بتاؤ سب سے زیادہ خوب صورت کون ہے" تو توتا ہمیشہ جواب دیتا کہ "سب سے زیادہ آپ ہی خوب صورت ہیں۔" ایک دن حسبِ عادت شہزادی نے توتے سے پوچھا "بتاؤ دنیا میں سب سے زیادہ خوب صورت کون ہے؟" یہ سن کر توتے کو غصہ آگیا، اور اس نے کہہ دیا "شہزادی صاحبہ آپ اتنا گھمنڈ نہ کریں۔ اس لیے کہ ایک شہزادی آپ سے بھی زیادہ خوب صورت ہے۔ آپ تو اس کے قدموں کی دھول بھی نہیں" یہ سن کر مہرالنسا بہت غصہ ہوئی اور توتے کو سزا دینے کے ارادے سے پنجرہ کے پاس پہنچی ہی تھی کہ شہزادہ باہر سے آگیا۔ اس نے شہزادی کو غصے کی حالت میں دیکھا تو پوچھا۔ شہزادی نے روتے ہوئے توتے کی شکایت کی اور کہا کہ "اس نے میرے ساتھ بدکلامی کی ہے۔ لہٰذا اس کو فوراً سزا دیجیے۔" توتے نے شہزادے کو پورا واقعہ بیان کیا کہ فلاں ملک کی شہزادی، شہزادی مہرالنساء سے بھی زیادہ حسین و جمیل ہے۔ اس کا نام جہاں آرا ہے۔ شہزادے نے توتے سے پورا پتا پوچھا اور سفر کی تیاری شروع کردی۔

شہزادے نے اپنے بچپن کے دوست وزیر زادہ کو ساتھ لیا اور سفر پر روانہ ہو گیا شہر سے نکلنے کے بعد شہزادے نے توتے کو پنجرے سے آزاد کر دیا اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، وزیر زادہ نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ دونوں کے گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ اور اوپر ان کے ساتھ توتا بھی اڑ رہا تھا۔ کئی دن مسلسل سفر کے بعد ایک تالاب کے قریب اتر کر انھوں نے کھایا پیا اور سو رہے۔ جب شہزادہ سو کر اٹھا تو وزیر زادہ کو لے کر جنگل کی سیر کے لیے چلا۔ توتا بھی ساتھ تھا۔ ابھی کچھ ہی دور گئے تھے کہ ایک ہرنی نظر آئی، شہزادے نے اس کا شکار کرنے کا ارادہ کر لیا۔ توتے نے بہت منع کیا کہ "حضور یہ جنگل جادو کا کارخانہ ہے۔ لیکن شہزادہ نہ مانا اور اس کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا رہا۔ کچھ دور چلنے کے بعد ہرن غائب ہو گیا۔ جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو وزیر زادہ اور توتا پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ گھبرا گیا اور ایک چشمہ کے کنارے پہنچ کر اس نے کھانا کھایا اور سو گیا جب سو کر اُٹھا تو اس کا گھوڑا غائب تھا۔ اور اب یہ تیسرا سہارا بھی ختم ہو گیا۔ لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری کئی دن مسلسل چلنے کے بعد ایک جنگل میں پہنچا اس میں ایک جادوگرنی رہتی تھی بہت ہی خطرناک۔ اس نے کہا "تم مجھ سے شادی کر لو اور جہاں آرا کا خیال دل سے نکال دو" لیکن شہزادے نے سختی سے انکار کر دیا۔ تب جادوگرنی نے اس کو قید کر دیا۔ اتفاق سے جادوگرنی ایک رات قلعہ کا دروازہ بند کرنا بھول گئی۔ جس میں شہزادہ قید تھا۔

شہزادہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ منزل ابھی بہت دور تھی۔ ایک دن وہ ایک جنگل میں پہنچا۔ اس کا کھانا ختم ہو گیا تھا۔ بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر وہ گر پڑا اسی جنگل میں ایک بوڑھے بزرگ رہتے تھے۔ اتفاق سے ان کا گزر ادھر سے ہوا تو انھوں نے شہزادے کو اٹھایا اور جھونپڑی میں لائے اسے کھانا کھلایا اور اس جنگل میں آنے کی وجہ دریافت کی شہزادے نے پورا واقعہ بیان کیا، اور کہا کہ "میں شہزادی جہاں آرا کی تلاش میں نکلا ہوں، بزرگ نے غور سے شہزادے کی بات سُنی۔ انھوں نے شہزادے کو ایک لوح دیا اور کہا کہ "جب بھی کوئی مصیبت پیش آئے تو اس لوح کو کھول کر دیکھ لینا۔ شہزادہ پھر آگے چل پڑا۔

کئی دن کے سفر کے بعد وہ اس جگہ تک پہنچ ہی گیا۔ خوشی خوشی اس شہر میں داخل ہوا جو جہاں آرا کا شہر تھا۔ لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ ہر شخص کالے لباس میں ہے۔ شہزادے نے ایک آدمی سے اس کی وجہ پوچھی تو اس آدمی نے بتایا کہ" بادشاہ کی اکلوتی شہزادی جہاں آرا کو ایک جادوگر اٹھا لے گیا ہے۔ اسی وجہ سے سب لوگ کالے لباس میں ہیں۔ یہ سن کر شہزادہ پریشان ہو گیا۔ کچھ لوگ اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے، بادشاہ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا لیکن جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ جہاں آرا کی تلاش میں یہاں تک آیا ہے تو غمگین ہو گیا اس لیے کہ شہزادی تو جادوگر کی قید میں

تھی۔ شام کا کھانا شہزادے نے بادشاہ کے ساتھ کھایا اور اس نے شہزادی کو جادوگر کے چنگل سے آزاد کرانے کا فیصلہ کرلیا بادشاہ نے اس کو بہت روکا لیکن شہزادہ نہ مانا اور دوسرے دن صبح جادوگر سے مقابلہ کرنے چل پڑا۔ شہزادہ ابھی کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس نے دیکھا کہ آگ کا ایک بہت بڑا گولا ہے اس میں ایک ہرن اوپر نیچے آ۔ جا رہا تھا۔ شہزادے نے بزرگ کا دیا ہوا لوح کھولا' اس میں لکھا تھا" اس ہرن کو مار دو اگر کامیاب ہو گئے تو جہاں آرا تم کو مل جائے گی ورنہ تمھاری خیر نہیں" شہزادے نے تیر کمان پر رکھ کر نشانہ لے کر تیر چھوڑ دیا' تیر ٹھیک نشانے پر لگا اور ہرن ڈھیر ہو گیا۔ دراصل وہ ہرن ہی جادوگر تھا۔ اس کے مرتے ہی آگ کا گولا ختم ہوگیا۔ اور شہزادی اس کو رسی میں بندھی ہوئی نظر آئی۔ اس نے جاکر شہزادی کی رسی کھول دی۔ اور اپنے ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس آیا' بادشاہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور دوسرے دن شہزادی جہاں آرا کی شادی شہزادہ سے کر دی۔ شہزادہ چوتھے دن اپنے ملک کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں وزیر زادہ اس کو مل گیا۔ وزیر زادہ اس کی تلاش میں اسی طرف آرہا تھا۔ دونوں بہت خوش ہوئے اور ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ توتے نے بھی اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد یہ قافلہ آگے بڑھا کئی دن اور کئی رات کے سفر کے بعد شہزادہ مع اپنی بیوی جہاں آرا کے اپنے ملک پہنچ گیا۔

بادشاہ جب شہزادے کو دیکھا تو مارے خوشی کے دیوانہ وار وہ شہزادے کی طرف بڑھا اور گلے لگا لیا۔ اور ملکہ مارے خوشی کے بے ہوش ہو گئی۔ جب اس کو ہوش آیا تو اپنے بیٹے کو گلے سے لگا لیا پھر شہزادہ مع توتے اور شہزادی جہاں آرا کے' شہزادی مہرالنساء کے پاس گیا توتے نے مہرالنساء سے کہا" شہزادی صاحبہ آپ نے دیکھ لیا نہ کہ آپ سے بھی خوب صورت اس دنیا میں کوئی ہے۔" شہزادی مہرالنساء کی آنکھوں میں مارے ندامت کے آنسو آ گئے۔ شہزادے نے اس کو تسلی دی اور اس کے بعد سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔ اس طرح بادشاہ زادے کا پندرھواں سال گزر گیا۔

محمد ہارون سیوانی
معہد القرآن ندوہ۔ لکھنؤ۔

بچوں کے سوداگر

امریکہ اور یورپ میں بچوں کے خرید و فروخت کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں۔ امیر مگر بے اولاد جوڑے دھڑا دھڑ غریب ملکوں کے بچے گود لے رہے ہیں۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق گزشتہ برس امریکہ کے دس یا گیارہ ہزار سے زائد بچوں نے مختلف ملکوں کے بچوں کو گود لیا۔ فرانس میں بھی دن بدن یہ رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ ۱۹۸۶ء کو دو ہزار دو سو بچوں کو قانونی

طور پر گود لیا گیا۔ برطانیہ اور مغربی جرمنی میں بھی غیر ملکی بچوں کو متبنیٰ بنانے کی شرح حیرت انگیز رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ امیر عورتیں غریب ملکوں کی مفلس ماؤں کی گودیں اجاڑ کر اپنی گودیں آباد کر رہی ہیں چونکہ قانونی طور پر بچوں کو گود لینے کا مرحلہ خاصا طویل اور تکلیف دہ ہے لہٰذا جھنجھٹ سے بچنے کے لیے یورپ اور امریکہ کے مالدار جوڑے بڑی تعداد میں لاطینی امریکہ اور ایشیا سے شیر خوار بچے خرید رہے ہیں۔



چلی، ارجنٹینا اور سری لنکا میں کئی طاقتور گروہ بچوں کو فروخت کرنے کا کاروبار کر رہے ہیں۔ ان ممالک میں ایک شیر خوار بچے کی قیمت دس سے بیس ہزار امریکی ڈالر ہوتی ہے۔ امریکہ اور یورپ میں ایسے بچوں کو ہنسی خوشی گود لیا جاتا ہے۔

آپ نے پولٹری فارم، کیٹل فارم اور فش فارم کے بارے میں ضرور سنا اور پڑھا ہوگا۔۔۔ اور اب یہ بھی سن لیں کہ سری لنکا میں دور دراز کے مقامات پر "بچہ فارم" بھی قائم ہیں۔ "بچہ فارم" کے مالک ماؤں کو بہترین غذا، قیمتی ملبوسات کے علاوہ دو ہزار روپے ماہانہ وظیفہ دیتے ہیں۔ اور ان سے ان کے شیر خوار بچے لے جاتے ہیں۔ یہ بچے پچیس ہزار سے تیس ہزار سویڈن روپے تک بیلجیم اور سویڈن کی ایجنسیوں کو دیے جاتے ہیں۔ جو آگے ان بچوں کو ڈیڑھ لاکھ روپے میں فروخت کر دیتی ہے۔ بچوں کی فروخت کا یہ گھناؤنا کاروبار چلی، ارجنٹائنا، اور پیراگوئٹا میں بہت وسعت اختیار کر گیا ہے۔ ارجنٹائنا میں نوے فیصد آبادی سفید فاموں کی ہے وہاں کے بچے یورپین بچوں کی طرح خوبصورت ہوتے ہیں اس مذموم کاروبار میں جج، وکلا اور امیگریشن کے احکام ملوث ہیں۔ لاطینی امریکہ کے احکام کا اندازہ ہے کہ ان ممالک سے سالانہ پانچ سو سے دو ہزار شیر خوار بچے غیر قانونی طور پر ایکسپورٹ کر دیے جاتے ہیں۔ بیلجیم اور سویڈن شیر خوار بچوں کی سب سے بڑی منڈیاں ہیں۔

ایشیا میں سب سے زیادہ سری لنکا میں بچوں کی غیر قانونی تجارت ہوتی ہے سری لنکا کے اعلا احکام نے اندازہ لگایا ہے کہ ۱۹۸۸ میں چھ سو سے زائد بچے سری لنکا سے مغربی ممالک فروخت کیے گئے۔ حالانکہ حکومت ۱۹۸۵ سے اس ضمن میں سخت انتظامات کر رہی ہے۔ ۱۹۸۶ میں پورے ملک میں پچاس سے زائد "بچہ فارم" تھے۔ حکومت کی مہم

کے نتیجے میں اب "بچہ خانم" ایک درجن سے بھی کم رہ گئے ہیں۔ ہندوستان میں بچوں کو اغوا کرنے کی جو خبریں آپ اخبار میں پڑھتے رہتے ہیں وہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے

سیف عالم
۳۲۱، مارکیٹ روڈ اوکھلا
جامعہ نگر نئی دلی ۲۵ ۔

ہمتِ مرداں مددِ خدا



صبح جب اکرم کی والدہ نے اسے جگایا تو سات بج چکے تھے اور اسے ابھی اسکول جانے کے لیے تیار بھی ہونا تھا۔ وہ جلدی جلدی تمام کاموں سے فارغ ہوا اور بستہ لے کر اسکول کی طرف چل دیا۔ آج وہ اسکول دیر سے پہنچا لیکن خوش قسمتی سے جب وہ کلاس میں پہنچا تو اس وقت پہلے گھنٹے والے استاد نہیں آئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس کی پڑھائی شروع ہو گئی اور جب اسکول کی چھٹی ہوئی تو حسب معمول اکرم اپنے گھر کی طرف جانے والے راستے پر چل پڑا جو کہ عام طور پر سنسان رہتا تھا۔ اکرم ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا ہوگا کہ ایک لال رنگ کی کار سڑک پر آکر رکی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ایک آدمی نے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ پہلے تو وہ کچھ جھجکا لیکن پھر نہ جانے کیا دماغ میں آیا کہ وہ کار کے پاس پہنچ گیا اس آدمی نے اکرم سے کسی کا پتا دریافت کیا لیکن اسی دوران اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص باہر نکلا اور اس نے اکرم کو زبردستی کار میں ڈھکیل دیا اور اس کے منہ پر کپڑا باندھ دیا گیا۔ ڈرائیور کار بہت تیز رفتار سے ایک سمت بھگانے لگا۔ اس کو اکرم کی خوش قسمتی کہیں یا اغوا کاروں کی بے وقوفی کہ انھوں نے اکرم کی آنکھ پر کسی قسم کی پٹی وغیرہ نہیں باندھی۔ اکرم نے وہ تمام راستے ذہن نشین کر لیے جن سے اغوا کاروں کی کار گزری تھی قریب آدھا گھنٹے بعد کار شہر سے دور ایک پرانی عمارت میں جا کر رکی۔ کار کے ہارن کی آواز سن کر عمارت سے ایک شخص نکل کر آیا۔ اس نے اکرم کو ایک کمرے میں بند کر دیا

اکرم اسکول کی چھٹی ہونے کے کافی دیر تک گھر نہیں پہنچا تو اس کے والدین کو تشویش ہوئی۔ اس کے والد اسکول میں پتا کرنے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ تو یہاں سے کافی دیر پہلے جا چکا ہے۔ تمام دوستوں، رشتہ داروں اور دوسرے جانکاروں کے یہاں اکرم کو تلاش کیا گیا لیکن اس کا کہیں سراغ نہیں لگا۔ اکرم کی والدہ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے اکلوتے بیٹے کی سلامت واپسی کے لیے دعا کر رہی تھیں۔

ادھر اکرم کا بھوک اور پیاس سے بڑا حال تھا۔ اس نے ہمت کر کے اُن لوگوں سے پانی مانگا تو ایک آدمی نے اسے پانی لا کر دیا۔ اور ان میں سے ایک جو کہ ان سب کا سردار معلوم ہوتا تھا نے اکرم سے اس کے والد کا نام اور پتا وغیرہ پوچھا۔ مطلوبہ معلومات حاصل کر کے تین اغواکار اپنے ساتھی سے یہ کہہ کر چلے گئے کہ ہم دو گھنٹے بعد آئیں گے۔ پانی پینے کے بعد اکرم کو کچھ راحت ملی۔ اور اس نے قید سے رہائی کے متعلق سوچنا شروع کیا۔ اچانک کمرے میں پڑے ایک ڈنڈے کو دیکھ کر اکرم کے دماغ میں ایک ترکیب آگئی۔ اس نے پانی مانگا اور ڈنڈا لے کر دروازے سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اکرم کے منصوبے سے بے خبر جب وہ شخص پانی لے کر دروازے پر پہنچا تو اکرم نے ڈنڈا پوری طاقت سے اس کے سر پر دے مارا اور وہ شخص بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اکرم اپنے کمرے سے نکل کر دروازہ بند کر دیا اور تیزی سے ایک سمت دوڑ پڑا اور وہ سب سے نزدیکی پولیس چوکی پہنچا اور وہاں موجود انسپکٹر صاحب سے تمام حالات بتاتے ہوئے کہا کہ "اگر باقی تینوں کو پکڑنا ہے تو فوراً میرے ساتھ چلیے" انسپکٹر صاحب مع چند سپاہیوں کے اکرم کے ساتھ اس عمارت میں پہنچ گئے۔ کمرا کھول کر دیکھا گیا تو وہ شخص ابھی تک بے ہوشی کے عالم میں تھا، سپاہیوں نے اسے اٹھا کر کمرے سے باہر کیا پھر تمام سپاہی آس پاس کی جھاڑیوں میں چھپ گئے اور اکرم خود کمرے میں قیدی بن کر پہلے کی طرح بیٹھ گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے طویل انتظار کے بعد ایک کار باہر آ کر رکی جس میں سے تینوں اغواکار نمودار ہوئے۔ اپنے ساتھی کو باہر نہ پا کر وہ اندر کمرے کی طرف آئے جہاں انھوں نے اس کو اکرم سے باتیں کرتے ہوئے پایا لیکن یہ کیا؟ جیسے ہی وہ تینوں کمرے میں داخل ہوئے ان کے ساتھی کا لباس پہنے ہوئے انسپکٹر صاحب مڑے اور اپنے ریوالور سے ان تینوں کو کور کر لیا۔ اسی اثنا میں سارے سپاہی بھی پیچھے سے آ گئے اور انھوں نے اغواکاروں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ چوتھے اغواکار کو بھی، جس کو بے ہوشی کی حالت میں باہر جھاڑیوں میں چھپا دیا گیا تھا" ساتھ لے کر سب واپس ہوئے۔

انسپکٹر صاحب جب اکرم کو ساتھ لے کر اس کے گھر پہنچے تو اس کی پریشان حال والدہ اور والد نے اسے گلے سے لگا لیا اور جب انسپکٹر صاحب نے ان کو ان کے بیٹے کی بہادری اور عقل مندی کا واقعہ بتایا تو وہ فرطِ مسرت سے کھل اٹھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

نیرِ اعظم، فیکلٹی آف سائنس اے۔ ایم۔ یو۔ علی گڑھ۔

شہزادی اور جادوگر

گوالیار شہر میں ایک راجا حکومت کرتا تھا اس کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس کا نام نغمہ تھا۔

وہ بہت خوب صورت تھی۔ وہ اپنے باپ کی چہیتی تھی۔ اسے شکار کرنے کا بہت شوق تھا۔ وہ اکثر اپنی سہیلیوں کے ساتھ شکار کھیلنے کے لیے جایا کرتی تھی۔



ایک دن کچھ سہیلیوں کے ساتھ ہمیشہ کی طرح وہ شکار کے لیے نکلی اور شکار کھیلتے کھیلتے بہت دور نکل گئی اور اپنی سہیلیوں سے بچھڑ گئی اور ایک گھنے جنگل میں پہنچ گئی۔ اس جنگل میں ایک چھوٹا نامی چالاک جادوگر رہتا تھا۔ اس جادوگر نے نغمہ کو اپنے جادو کے اثر سے اپنے بس میں کر لیا۔ ادھر سہیلیوں نے نغمہ کو بہت ڈھونڈا پر اس کا کہیں پتا نہ چلا۔ آخر پریشان ہو کر گھر لوٹ گئیں۔ راجا کو جب پتا چلا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ شہزادی نغمہ کو کسی بھی قیمت پر ڈھونڈ لائیں اور ساتھ ہی یہ بھی منادی کرا دی کہ جو شخص شہزادی نغمہ کو ڈھونڈ کر محل پہنچا دے گا اسے بادشاہ اپنی آدھی سلطنت بطور انعام دے گا اور ساتھ ہی شہزادی کی شادی اس شخص سے کر دی جائے گی۔

کچھ دن گزر گئے۔ اسی جنگل میں ایک شہزادہ جس کا نام سکندر تھا اور اس کا ایک دوست واجد دونوں شکار کے لیے جنگل میں آئے۔ شہزادہ چالاک اور نڈر تھا۔ اچانک انھیں رونے کی آواز سنائی دی۔ واجد گھبرا گیا پر سکندر نہیں گھبرایا۔ اس نے واجد سے وہاں چلنے کے لیے کہا۔ لیکن واجد نے کہا "تم جاؤ میں یہیں ٹھہروں گا۔" دونوں گھوڑوں پر سوار تھے اس لیے شہزادے نے اپنا گھوڑا واجد کے پاس رکھ دیا اور خود اکیلے چلا گیا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک خوب صورت لڑکی بیٹھی رو رہی ہے اس نے شہزادی سے اس کا نام پوچھا اور رونے کی وجہ پوچھی۔ شہزادی نے کہا کہ میرا نام نغمہ ہے اور سارا واقعہ سنا دیا۔ شہزادے کو یہ سن کر بہت دکھ ہوا اس نے شہزادی سے جادوگر کے بارے میں پوچھا۔ شہزادی نے بتایا کہ وہ روز دوپہر کو آتا ہے اور کھانا کھا کر آرام کرتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے۔ اور پھر دوسرے دن آتا ہے۔ شہزادے نے یہ سب کچھ سننے کے بعد شہزادی سے وعدہ کیا کہ وہ اسے آزاد کرائے گا۔ اور وہ چلا گیا۔

دوسرے دن صبح سویرے شہزادہ سکندر وہاں پر آ گیا۔ اس وقت وہاں جادوگر نہیں تھا اس نے شہزادی سے

پھر خیمہ بالکل ٹھیک اور جب دوپہر ہوئی تو کچھ دیر بعد جادوگر وہاں آ گیا۔ شہزادہ نے شہزادے کو ایک درخت کے پیچھے چھپا دیا۔ جادوگر کھانا کھا کر آرام کے لیے لیٹ گیا۔ اور اسے گہری نیند لگ گئی۔ تب راج کمار نے موقع دیکھ کر اسے مار ڈالا اور جادوگر کے مرتے ہی سارا جادو ختم ہو گیا اور رفعہ بہت خوش ہوئی۔

اب شہزادہ، شہزادی نغمہ کو لے کر راجا کے پاس آیا۔ راجا بہت خوش ہوا اور اپنے وعدے کے مطابق شہزادے کو آدھی سلطنت انعام دی دونوں کی شادی بہت دھوم دھام سے کرا دی اور دونوں ہنسی خوشی رہنے لگے۔

سیدہ شکیلہ تبسم
اورنگ آباد

نقاب پوش مجرم

سارا شہر ان دنوں پریشان تھا کیونکہ کچھ مجرموں نے بچوں کا اغوا کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ چھوٹے بچوں کو جھولے میں سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔ بڑے بچوں کو اسکول سے اٹھا کر لے جاتے وہ بچوں کو ٹافی دیتے جس میں بے ہوشی کی دوا ملی ہوئی تھی بچے ٹافی کو کھا کر بے ہوش ہو جاتے اور وہ انھیں

اٹھا کر اپنے اڈے پر لے جاتا جہاں پر وہ انھیں دھاگوں لنگڑا کر کے بھیک منگواتے اور چھوٹے بچوں کی ہڈی سے کینسر کے علاج کے لیے دوا بناتے اور باہر ملکوں میں زیادہ دام پر فروخت کر دیتے۔ ان دنوں انسپکٹر عارف بہت مشہور تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے، بڑے کا نام حامد اور چھوٹے کا نام ماجد تھا۔ دونوں کو جاسوسی کرنے کا بہت شوق تھا۔ انسپکٹر عارف کے ساتھ ان سے چھوٹے عہدے پر انسپکٹر سلیم فائز تھا انھوں نے انسپکٹر سلیم سے کہا کہ ہمیں مجرم کو جلد پکڑنا ہے یہ سن کر انسپکٹر سلیم کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔



ایک دن کی بات ہے۔ اسکول گراؤنڈ پر بچے کھیل رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور بچوں میں ٹافیاں بانٹنے لگا۔ اسی اسکول میں حامد اور ماجد پڑھتے تھے وہ سمجھ گئے کہ دال میں کچھ کالا ہے اس لیے کہ ٹافی کھانے والے بچے بے ہوش ہونے لگے تھے اس نے حامد اور ماجد کو بھی ٹافیاں دیں جو انھوں نے بلا جھجکے لے لی۔ انھوں نے اس آدمی سے نظر بچا کر ٹافی زمین پر پھینک دی۔ اور جھوٹ موٹ بے ہوش ہو گئے۔
وہ آدمی انھیں اٹھا کر اپنے اڈے

پکڑ لے گیا۔ ان کا سردار ایک نقاب پوش تھا ان کے سردار نے حکم دیا کہ "انھیں ایک کمرے میں بند کر دیا جائے۔"

ادھر انسپکٹر عارف اپنے دونوں بچوں کے نہ لوٹنے پر پریشان تھے۔ انسپکٹر عارف کے پڑوس میں رحیم نام کا ایک آدمی رہتا تھا۔ جس کی ایک بیوی اور ایک ۱۱ ماہ کا بچہ تھا۔ بچہ جھولے میں کھیل رہا تھا۔ تبھی ایک آدمی اندر داخل ہوا اور بچے کو اٹھا کر لے جانے لگا۔ رحیم نے ایک ڈنڈا اٹھایا اور اس آدمی پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس آدمی نے ریوالور نکال کر رحیم کو دھمکی دی۔ اور وہ آدمی بچے کو لے کر بھاگ گیا۔

ادھر ماجد اور حامد اور دوسرے بچے کمرے میں بند تھے کہ ایک آدمی اندر داخل ہوا اور انھیں سردار کے سامنے پیش کیا۔ باس نے ان سے کہا "اچھا تو تم انسپکٹر کے بچے ہو اور جاسوسی کرنے کا بہت شوق ہے اب میں تم سے بھیک منگواؤں گا۔" ماجد نے دیکھا کہ پاس ہی دو ریوالور رکھے ہوئے ہیں ماجد نے چپکے سے دونوں ریوالور اٹھا لیے اور ایک حامد کو دے دیا اور خود سردار کی کنپٹی پر رکھ کر کہا "ہلنا مت ورنہ گولی چلا دوں گا" اور حامد سے کہا کہ "پاپا کو فون کرو۔" تھوڑی ہی دیر میں پولیس مجرموں کے اڈے پر پہنچ گئی سپاہیوں نے سب کو گرفتار کر لیا اور انسپکٹر عارف نے سردار کا نقاب اتار دیا نقاب اترتے ہی سب دنگ رہ گئے کیونکہ یہ کوئی اور نہیں انسپکٹر سلیم تھا۔ انسپکٹر سلیم کو سزا ہو گئی اور حامد اور ماجد کو حکومت کی طرف سے انعام ملا۔

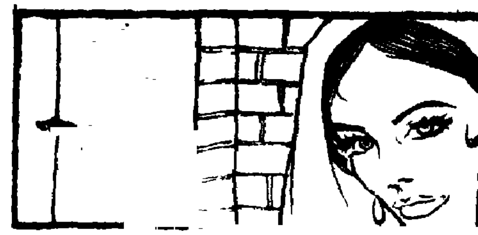
فیصل امین مومن، ۱۱، کونر گیٹ۔
زیتون پورہ۔ بھیونڈی۔ ضلع (تھانہ)

غم

عارفہ نے صاف صاف اپنے شوہر سے کہا کہ "یا تو تمھارے باپ اس گھر میں رہیں گے یا میں۔ کیونکہ تمھارے باپ کی فرمانبرداری کر کے میں تنگ آچکی ہوں۔ اب مجھ سے اتنے ناز نخرے برداشت نہیں کیے جا سکتے۔ اس کے شوہر نے خدا کا واسطہ دیا اور کہا کہ "عارفہ! خدا سے ڈرو وہ تمھارے باپ کی طرح ہیں" لیکن عارفہ کے بوڑھے سسر نے دروازے کی آڑ سے سب کچھ سن لیا اور ایک دن کسی سے کچھ کہے بغیر گھر چھوڑ کر بہت دور چلے گئے۔ عارفہ اپنی باتوں پر پہلے تو بہت "پچھتائی" لیکن "اسنے" اپنے شوہر کو طرح طرح کی تسلیاں دے کر بہکاتی رہی۔ ایسے ہی بہت دن گذر گئے۔

ایک دن عارفہ کسی کام سے پڑوسن کے پاس گئی جو قریب کے گاؤں میں رہتی تھی اچانک اس کا معصوم بچہ غائب ہو گیا۔ بہت ڈھونڈا لیکن نہیں ملا۔ آج اس معصوم کو غائب ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔ عارفہ کا تو رو رو کر برا حال

ہو گیا تھا۔ اس کے شوہر نے بھی کافی دوڑ دھوپ کی لیکن بے سود۔ عارفہ اس کی یاد میں بیٹھی آنسو بہا رہی تھی کہ اچانک دروازے پر آہٹ ہوئی۔



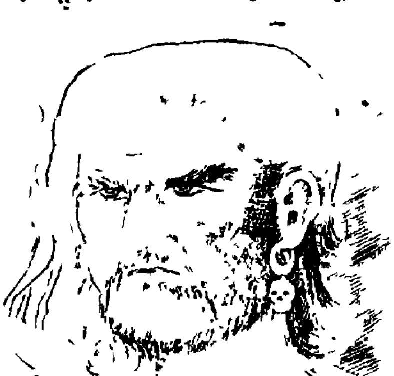
عارفہ نے دروازہ کھول کر دیکھا تو ایک بوڑھا شخص اس کے بچے کو لیے کھڑا ہے۔ جس کے چہرے سے جگہ جگہ خون ٹپک رہا ہے، معلوم ہوتا تھا کہ شدید ٹکراؤ ہوا تھا۔ اسے پہچاننے میں ذرا بھی دیر نہ لگی، یہ تو اس کے سسر تھے۔ عارفہ سمجھ گئی کہ واقعی اولاد کا غم بھی کیا غم ہے۔ اس نے فوراً بچے کو کلیجے سے لگایا، چمکارا اور سسر سے گڑگڑا کر معافی مانگی۔ اب وہ اپنی غلطی سمجھ چکی تھی۔ اس نے سسر سے التجا کی کہ وہ اب یہیں رہیں۔ سسر نے ٹال مٹول کی لیکن مان گئے اور پھر سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔

رقیہ جمال، جمی کتاب گھر، بھاریں، ارڑیسہ

کھویا ہوا بیٹا

کسی گاؤں میں ایک پروفیسر صاحب رہتے تھے۔ وہ اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ خوشحال زندگی گزار رہے تھے

ایک دن ان کے گھر غنڈوں نے حملہ کر دیا اور ان کا مال و اسباب کے ساتھ اس کے بچے کو بھی لے گئے۔ بچے کے غم میں پروفیسر صاحب انتقال کر گئے۔ ادھر ان کا بچہ غنڈوں کے سردار کے پاس تلوار بازی، نیزہ بازی، گھوڑسواری اور تیر بازی کی تربیت حاصل کر رہا تھا۔ وہ بچہ ان کے پاس تربیت حاصل کرتے کرتے بڑا ہو چکا تھا۔ اس کا نام سنتے ہی گاؤں کے لوگ کانپنے لگتے تھے۔ اس کا نام بہادر سنگھ تھا۔ ایک دن وہ کسی گاؤں کو لوٹ رہا تھا کہ پولیس کے آدمیوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ اپنی جان بچا کر بھاگا۔ اس کے پیچھے پولیس کے آدمی بھاگے۔ وہ اپنے گھوڑے پر سے چھلانگ لگا کر ایک بڑھیا کے گھر میں چھپ گیا۔ اور کہا "ماں جی مجھے چھپا دو میرے پیچھے پولیس کے آدمی آ رہے ہیں۔" اس بڑھیا نے بہادر سنگھ کو چھپا دیا۔



پولیس کے آدمی آئے اور کہنے لگے "کیا آپ کے گھر میں بہادر سنگھ آیا تھا؟" اس بڑھیا نے کہا "نہیں" پولیس کے

آدمی واپس چلے گئے۔ بہادر سنگھ باہر آیا اور کہنے لگا "کیا آپ کا کوئی بیٹا نہیں" اس بڑھیا نے کہا "ہاں میرا ایک بیٹا تھا جسے شیر سنگھ اٹھالے گیا۔ بہادر سنگھ وہاں سے چلا گیا۔ دوسرے دن بہادر سنگھ پولیس اسٹیشن گیا اور کہا

میں شیر سنگھ کا آدمی ہوں میرے ساتھ چند پولیس والے بھیج دیں میں شیر سنگھ کو پکڑنے میں آپ کی مدد کروں گا۔ انسپکٹر اور چند پولیس والے بہادر سنگھ کے ساتھ گئے انھوں نے شیر سنگھ کو پکڑ لیا، شیر سنگھ کو پکڑنے میں مدد کرنے کے لیے بہادر سنگھ کی سزا معاف کردی گئی اور اسے انعام دیا گیا۔ وہ اس بوڑھی عورت کے پاس گیا اور کہنے لگا "میں آپ کا بیٹا ہوں" بڑھیا نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو خوشی سے باغ باغ ہو گئی۔ اس نے اپنا نام بہادر سنگھ کے بدلے قاسم رکھ لیا۔ اور انعام میں ملی ہوئی رقم سے اس نے زمین خرید لی اور کھیتی کرنے لگا۔ اور اپنی ماں کے ساتھ ہنسی خوشی رہنے لگا۔

محمد مبشّر سنگواڑہ
بسمت نگر۔ پربھنی۔

توبہ کا اثر

ایک دن جاوید صاحب اپنے بیوی اور بچے کے ساتھ گھومنے گئے۔ راستے میں ایک آدمی آیا اور ان سے بچہ لے کر بھاگ گیا جاوید صاحب نے اس کا پیچھا کیا وہ آدمی ایک گھر میں جا چھپا جاوید صاحب بھی اس کے پیچھے گئے وہ آدمی بچے کو فرش پر رکھ کر ایک چاقو نکالنے لگا۔ جاوید صاحب کے پیچھے ایک لاٹھی پڑی تھی جیسے ہی وہ لاٹھی



لے کر مڑے دیکھتے کیا ہیں کہ وہ آدمی بچے کو مارنے کے لیے چاقو اٹھائے ہوا ہے اتنے میں بچہ زور زور سے روتا ہے اور اس کے منہ سے نکلتا ہے "اللہ" اور اس آدمی کا ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ جاتا ہے۔ اور وہ سوچتا ہے کہ ایک بچہ مشکل پڑنے پر خدا کو یاد کرتا ہے اور ایک میں ہوں جسے مصیبت نے ڈاکو بنا دیا اللہ میری توبہ

ملکہ بانو دانیال پور
تیگھڑہ۔ بیگوسرائے۔ بہار

گمشدہ کی واپسی

آج شہر کے گوشے گوشے میں شہنائی بج رہی ہے۔ پورا محل عیش عشرت کی رنگین فضا میں ڈوبا ہوا ہے کیونکہ



برسوں کے بعد اللہ نے ایک شہزادی کو جنم دیا ہے۔ شہزادی کیا تھی؟ بس یہ سمجھیے کہ حُسن و خوبی کی ایک مجسّم تصویر تھی۔ شہزادی ناز و نیاز سے پلتی رہی دن گزرتے کیا دیر لگتی ہے۔ شہزادی نے اب جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھا۔ ایک دن وہ باغیچہ میں حسین پھولوں کا نظارہ کر رہی تھی کہ ایک جادوگرنی نمودار ہوئی اور شہزادی کو اُڑا لے گئی۔ پورا شہر ماتم کدہ بن گیا محل کا ہر فرد حیران و پریشان تھا لیکن شہزادی کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ بادشاہ اور ملکہ نے دل پر پتھر رکھ لیا۔ اور کچھ ہی دنوں کے بعد محل کی زینت کو جو دھبہ لگا تھا وہ ختم ہوگیا۔ یعنی بادشاہ کے یہاں دو شہزادے پیدا ہوئے۔ محل میں ایک بار پھر شادیانے بجنے لگے۔ وقت گزرتا گیا شہزادے دھیرے دھیرے جوان ہو گئے۔ ایک دن دونوں شہزادے شکار کو گئے۔ ناواقفیت کی وجہ سے راہ بھول گئے اور بہت دور جنگل میں نکل گئے۔ اسی سنسان جنگل میں دونوں شہزادے آگے بڑھتے جا رہے تھے کہ یکایک ان کی نظر ایک حسین جمیل لڑکی پر پڑی لڑکی شہزادیوں جیسا تاج سر پر رکھے ہوئے حیرت سے شہزادوں کی طرف تک رہی تھی۔ شہزادوں نے جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ شہزادی کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ شہزادے آگے بڑھے تو لڑکی نے کہا کہ "میں تمہاری حقیقی بہن ہوں مجھے یہاں ایک جادوگرنی نے قید کر رکھا ہے۔ مجھے صرف آپ دونوں کے

ذریعے رہائی مل سکتی ہے۔ کیونکہ کچھ روز پہلے یہاں ایک بزرگ کا گزر ہوا میں نے انھیں جب اپنا حال سنایا تو وہ کہنے لگے یہاں دو گھوڑ سوار آئیں گے وہ دونوں تمہارے حقیقی بھائی ہوں گے تم انہی شہزادوں کے ذریعے رہائی پا سکتی ہو اور کسی کے ذریعے نہیں ماں باپ کا کیا حال ہے"؟ شہزادی نے پوچھا۔ شہزادوں نے پوری کیفیت سُنا دی۔ شہزادی بولی مجھے اب جلدی یہاں سے لے چلو۔ شہزادوں نے کہا ہم تو خود ہی راستا بھٹک کر یہاں آئے ہیں کیسے محل واپس چلیں" شہزادی نے بتایا کہ "تھوڑی دور پر ایک سادھو کی کٹیا ہے، چل کر انہی سے معلوم کیا جائے، ہو سکتا ہے کہ کچھ رہنمائی حاصل ہو جائے۔ تینوں سادھو کے پاس پہنچے۔ سادھو نے جب درد بھری داستان سنی تو ایک کُتّے کو ان کی رہنمائی کے لیے بھیج دیا، کتا راستے بھر ایسی حرکتیں کرتا رہا جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی

سے گزرا ہے۔ دراصل وہ تیری بلائیں تھیں جو دراستہ روکنا چاہ رہی تھیں تینوں ہنستے کھیلتے محل پہنچ گئے۔ جب بادشاہ اور ملکہ نے شہزادی کی واپسی کی خبر سنی تو خوشی میں جھوم گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

آج محل کا ہر فرد خوش ہے کیونکہ برسوں کی گمشدہ شہزادی آج واپس آگئی ہے

عبداللہ خالد، محلہ انصوریہ
پوسٹ خیرآباد مئو۔ ۲۷۶۴۰۳

بہن کی خواہش

پہلے زمانے کی بات ہے کسی ملک میں ایک بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا۔ وہ ہر رات اپنا بھیس بدل کر ملک کا دورہ کیا کرتا تھا۔ ایک رات وہ ایک جھونپڑی کے پاس کھڑا تین بہنوں کی باتیں سن رہا تھا۔ ایک بہن بولی اگر میری شادی شاہی باورچی سے ہوگئی تو مجھے بہت اچھے اچھے پکوان کھانے کو ملیں گے۔ دوسری بہن بولی اگر میری شادی وزیر سے ہوگئی تو مجھے ہر طرح سے آرام ملے گا۔ تیسری بہن بولی اگر میری شادی کسی ملک کے بادشاہ سے ہوگئی تو سب لوگ میری عزت کریں گے۔

دوسرے دن بادشاہ نے تینوں بہنوں کو اپنے دربار میں بلایا۔ تینوں بہنیں گھبرائی ہوئی بادشاہ کے دربار پہنچیں بادشاہ نے تینوں بہنوں کی خواہش پوچھی اور پھر بادشاہ نے تینوں بہنوں کی خواہش پوری کرنے کے لیے ایک بہن کی شادی شاہی باورچی سے اور دوسری بہن کی شادی وزیر اور تیسری بہن سے خود شادی کر لی۔ اب دونوں بہن اپنی بہن ملکہ سے جلنے لگیں کیونکہ اس کی شادی بادشاہ سے ہوئی تھی۔

ایک سال گزر گیا بادشاہ کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ لیکن دونوں بہنوں نے اس کے بے ہوشی کے وقت بچے کے بدلے ایک بندر کا بچہ رکھ دیا اور بادشاہ سے بولیں کہ تمہاری ملکہ کے یہاں بندر کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ بادشاہ اداس ہوا لیکن چپ رہا۔ دونوں بہنوں نے بچے کو صندوق میں رکھ کر ندی میں چھوڑ دیا۔ یہ ندی قریب کے گاؤں میں جاکر ایک باغ میں ختم ہوتی تھی۔ اور اس باغ میں ایک مالی رہتا تھا۔ اتفاق سے اس نے بچے کے رونے کی آواز سنی۔ مالی بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کیوں کہ اس کے یہاں کوئی اولاد نہ تھی مالی نے اس بچے کی پرورش کرنا شروع کردی

ایک سال اور گزر گیا بادشاہ کے یہاں ایک اور بچہ پیدا ہوا لیکن دونوں بہنوں نے اس بچے کے بدلے ایک بکری کا بچہ لاکر رکھ دیا۔ اور بادشاہ سے بولیں کہ تمہاری ملکہ کو بکری کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ بادشاہ پھر اداس ہوگیا لیکن چپ رہا۔ دونوں بہنوں نے اس بچے کو بھی صندوق میں رکھ کر

ندی میں چھوڑ دیا۔ اتفاق سے وہ بچہ بھی مالی کو ہی ملا۔ مالی نے اس کی پرورش بھی شروع کر دی۔

ایک سال اور گزر گیا۔ بادشاہ کے یہاں ایک بچی پیدا ہوئی۔ لیکن اس بار بھی دونوں بہنوں نے بچی کی جگہ ایک بلی کا بچہ رکھ دیا۔ اور بادشاہ سے بولیں کہ تمھارے ملکہ کو ایک بلی کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ بادشاہ کو اتنا سننا تھا کہ اسے بہت غصہ آیا اور ملکہ کو ایک کال کوٹھری میں قید کر دیا دونوں بہنیں اب بہت خوش تھیں کیونکہ ان کی بہن کال کوٹھری میں بند تھی۔ اب دونوں بہنوں نے مل کر اس بچی کو صندوق میں بند کر کے ندی میں چھوڑ دیا۔ اتفاق سے وہ بچی بھی اس مالی کو مل گئی۔ اس نے بچی کی بھی پرورش کرنا شروع کر دی۔

اب تینوں بھائی بہن مالی کے گھر میں رہ کر بڑے ہو چکے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد مالی کا انتقال ہو گیا۔

ایک بار دونوں بھائی جنگل میں شکار کو گئے تھے اور بہن باغ میں بیٹھی تھی کہ ایک بوڑھی عورت آئی اس نے بوڑھی عورت کی بہت خاطر تواضع کی اور اسے کھانا کھلایا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئی تو وہ عورت بولی، تمھارے باغ میں تین چیزوں کی کمی ہے اگر وہ تینوں چیزیں تمھارے باغ میں ہوں تو تمھارے باغ میں چار چاند لگ جائیں گے۔ شہزادی نے پوچھا وہ کون سی تین چیزیں ہیں۔ تو اس نے بتایا وہ چیزیں فلاں فلاں پہاڑ کے پیچھے ملیں گی۔ اور وہ عورت چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد دونوں بھائی شکار سے واپس آئے۔ لیکن جب دونوں نے اپنی بہن کو اداس دیکھا تو اداسی کا سبب پوچھا تو ان کی بہن نے اس بوڑھی عورت نے جو کچھ بھی کہا تھا وہ سب کچھ دونوں بھائیوں کو بتایا۔

اب دونوں بھائی اس پہاڑ کے پاس پہنچے وہاں ایک بزرگ رہتے تھے ان تینوں چیزوں کا ذکر ان بزرگ



سے کیا تو وہ بزرگ بولے کہ ان چیزوں کو بھول جاؤ کیونکہ ابھی تک بہت سے لوگ ان چیزوں کو پانے کے لیے اس پہاڑ پر پہنچے لیکن ایک بھی آدمی واپس نہیں آیا۔ لیکن بڑے بھائی نے کہا کہ میں اپنی بہن کی خواہش پوری کرنے کے لیے اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں۔ اس بزرگ نے اس کے ایک ہاتھ میں تسبیح اور دوسرے ہاتھ میں چاقو دیا۔ اور اسے سمجھانے لگا کہ "اس پہاڑ پر جاتے ہوئے پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھنا اگر پلٹ کر دیکھو گے تو پتھر کے بت بن جاؤ گے بڑے بھائی کو صبح سے گئے اب دوپہر

ہو گئی تھی اسے بہت خطرناک آوازیں سنائی دیتی تھیں لیکن وہ پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھتا تھا۔ اچانک اسے اپنی بہن کی آواز سنائی دی "تم تم مجھے چھوڑ کر مت جاؤ"۔ اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا اور ایک پتھر کے بت میں تبدیل ہو گیا۔

اب گھر میں دونوں بھائی بہن کو اس کی فکر لگنے لگی تھی۔ دوسرا بھائی پہاڑ کے نیچے بیٹھے بزرگ کے پاس گیا اور کہا میں اپنی بہن کی خواہش پوری کرنے کے لیے ہر ایک قربانی دینے کو تیار ہوں میں اپنی بہن کو وہ تین چیزیں لا کر دوں گا۔ بزرگ نے اسے بہت سمجھایا لیکن وہ نہیں مانا۔ اور بزرگ اسے ایک ہاتھ میں تسبیح اور ایک ہاتھ میں چاقو دے کر سمجھانے لگے کہ وہاں پر بہت سی خطرناک آوازیں آئیں گی۔ لیکن تم پلٹ کر مت دیکھنا۔ وہ پہاڑ پر چلا گیا اور اچانک اسے پیچھے سے اپنے بھائی کی آواز سنائی دی کہ میں یہاں پر ہوں یہ سننا تھا کہ اس نے بھی پیچھے پلٹ کر دیکھا اور پتھر کے بت میں تبدیل ہو گیا

بہن کو اپنے دونوں بھائیوں کی فکر ستانے لگی۔ وہ بھی صبح سویرے اس پہاڑ کے پاس پہنچی اور اس بزرگ سے بولی میں اپنے بھائیوں کو ڈھونڈنے اور تین چیزیں لانے کے لیے اس پہاڑ پر جانا چاہتی ہوں۔ آخر کار بزرگ نے اسے بھی وہی سمجھایا اور

اس بزرگ نے شہزادی کے کان میں روئی ٹھونس دی اور ایک ہاتھ میں لوٹا دیا۔

شہزادی کو پہاڑ پر پہنچ کر آدھا دن گزر چکا تھا لیکن اس کے کان میں روئی ہونے کی وجہ سے اسے آوازیں نہیں آ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے دیکھا کہ وہاں ایک پیڑ ہے، ایک ندی میں سے پانی بہہ رہا ہے اور ایک پنجرہ میں بلبل ہے۔ اس نے اپنے کان میں سے روئی نکالی اور بلبل سے پوچھا کہ لوگ کون سی تین چیزیں کے لیے آتے ہیں تو بلبل نے کہا کہ گاتا ہوا پیڑ، بہتا ہوا پانی اور ہزار داستان بلبل اور ہزار داستان بلبل میں ہوں۔ شہزادی نے اپنے بھائیوں کے بارے میں پوچھا تو بلبل نے کہا کہ وہ ایک بت میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ انھیں زندہ کرنے کے لیے بہتا ہوا پانی ڈالنا پڑے گا۔ شہزادی نے لوٹے میں پانی بھرا اور بلبل کو ساتھ میں لے کر واپس آنے لگی۔ بلبل اسے پتھر کے بت بتاتی اور شہزادی اس پر پانی چھڑک دیتی اور وہ اصلی حالت میں تبدیل ہو جاتے۔ ایسا کر کے دونوں بھائی بھی زندہ ہو گئے۔ اور ہنسی خوشی بلبل کو ساتھ اپنے گھر لائے۔

ایک دن شہزادی باغ میں بیٹھی تھی تو بلبل نے کہا کہ تم "پڑوس کے بادشاہ کو کھانے کا دعوت نامہ بھیج دو" شہزادی نے ایسا ہی کیا۔ بادشاہ نے دعوت قبول کر لی۔ شہزادی

بادشاہ کے لیے خود کھانا پکا رہی تھی
تو بلبل نے کہا "تم کھانے میں موتی
بھی ڈالو" شہزادی نے کھانے میں موتی
ڈال دیے جب بادشاہ کھانا کھانے
بیٹھا تو کھانے میں موتی دیکھ کر غصے
میں بولا کہ "کوئی کھانے میں بھی موتی
ڈالتا ہے؟" تو بلبل نے کہا "کیا
انسان کے پیٹ میں حیوان کے
بچے پیدا ہو سکتے ہیں؟" تو بادشاہ
نے کہا "نہیں" تو بلبل نے بادشاہ
کو تینوں بھائی بہن کی داستان سنائی
جب بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ میرے
ہی بچے ہیں تو اسے بہت خوشی ہوئی
اور تینوں بھائی بہن اور بلبل کو اپنے
محل میں لے گیا۔ اپنی بیوی کو قید
سے آزاد کرایا اس کی دونوں بہنوں
کو اپنے ملک سے نکال دیا اور سب
ہنسی خوشی رہنے لگے۔

داؤد احمد شیخ
میونسپل ٹرانزٹ کیمپ۔ ڈی پی روڈ بمبئی۔

نیک لکڑہارا

کسی دیش میں لکڑہارا رہتا تھا
وہ بہت نیک اور نماز روزے کا
پابند تھا۔ اس کے پاس ایک گھوڑا
گاڑی تھی دن بھر وہ بے چارہ جنگل
میں لکڑیاں کاٹتا اور شام کو شہر
لے جا کر بیچ دیتا اس سے جو پیسا
ملتا اس سے وہ اپنا گزارہ کرتا
اسی طرح بہت دن گزر گئے ایک دن
لکڑہارا بیمار پڑ گیا جنگل میں کچھ
جڑی بوٹیاں تھیں لکڑہارے نے
ان بوٹیوں کو تلاش کیا اور کھایا
کچھ دن کے بعد اس کی طبیعت ٹھیک
ہوگئی اور وہ صحت مند ہوگیا اور
اس نے اپنا کاروبار پھر شروع
کردیا۔ ایک دن کی بات ہے
لکڑہارا لکڑیاں کاٹنے جنگل جا رہا تھا
جنگل پہنچ کر اس نے بہت ساری
لکڑیاں کاٹیں اور گھر چلا آیا دوسرے
دن وہ گھوڑا گاڑی لے کر جنگل کی
طرف روانہ ہوگیا۔ ابھی وہ کچھ ہی
دور گیا ہوگا کہ اسے رونے کی
آواز سنائی دی لکڑہارا آگے بڑھتا



رہا۔ رونے کی آواز قریب سے قریب
تر ہوتی گئی آخر وہ اس جگہ پہنچ
گیا جہاں سے رونے کی آواز
آرہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک
عورت بیٹھی رو رہی ہے پہلے تو وہ
اس عورت کے قریب جانے سے
ڈرا کہ کوئی بھوتنی نہ ہو جب اسے
اطمینان ہوگیا کہ عورت ہی ہے تو
وہ اللہ کا نام لے کر گھوڑا گاڑی

سے نیچے اترا اور اس نے عورت سے پوچھا "آپ کیوں رو رہی ہیں" عورت نے جواب دیا "میں اپنے شوہر کے ساتھ جنگل سے گزر رہی تھی تو ایک شیر نے میرے شوہر پر حملہ کیا اور ان کی موت ہوگئی۔ اس لیے رو رہی ہوں۔ لکڑہارے نے اس کو تسلی دی اور کہا چلو میرے گھر چلو، میرے کوئی بہن نہیں ہے ہم دونوں اس گھر میں رہیں گے" لکڑہارا اس کو اپنے گھر لے گیا پھر پھر دونوں ہنسی خوشی رہنے لگے۔

صادق اختر
مدرسہ معہد التعلیم الاسلامی، جوگا بائی، نئی دہلی

"بچوں کی کوشش" کے لیے

آپ جب بھی کوئی کہانی یا مضمون لکھیں تو کاغذ کے ایک طرف اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔ اس طرح آپ کی کہانی جلد چھپے گی۔ ورنہ تاخیر ہوگی۔ آپ اسی کالم میں اپنے دوست کی سالگرہ، امتحان میں کامیابی، عید کی مبارک بھی دے سکتے ہیں، اپنے اسکول کے دلچسپ واقعات بھی لکھ سکتے ہیں اور اپنے سفر کی روداد بھی، دوستوں کی لکھی ہوئی دلچسپ تحریریں بھی بھیج سکتے ہیں۔ لیکن دوسروں کی تحریروں میں مصنف کا نام لکھنا نہ بھولیے گا۔

[illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں	۴/۵۰	نبیوں کے قصے	۵/:
خوب سیرت	۶/-	مسلمان بیبیاں	۴/:
رحمان کا مہمان	۶/-	اسلام کیسے پھیلا اوّل-دوم	۵۰-/۱۲/۶
کمسن صحابی	۵/-	پیارے رسولؐ	۳/۵۰
اسلام کے جاں نثار	۴/-	ہمارے رسولؐ	۶/-
سیرت پاک مختصر مختصر	۳/-	حضرت ابوہریرہؓ	۴/-
نور کے پھول	۹/-	سرکارِ دو عالمؐ	۹/-
حضرت حمزہؓ	۳/:	اللہ کے صفی	۲/:
سب سے بڑے انسانؐ	۳/۵۰	حضرت نظام الدینؒ	۳/:
حضرت محبوب الٰہیؒ	۳/:	سرکار کا دربار	۷/۵۰
حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	۲/:	ہمارا دین (اوّل، دوم، سوم) فی حصہ	۸/-
حضرت فرید الدین گنج شکرؒ	۲/:	اسلام کے مشہور سپہ سالار (اوّل، دوم) مکمل	۸/-
حضرت معین الدین چشتیؒ	۲/:	اسلام کے مشہور امیر البحر	۴/۵۰
حضرت ابوبکر صدیقؓ	۶/:	قرآن پاک کیا ہے؟	۳/:
حضرت طلحہؓ	۳/:	اسلام کیسے شروع ہوا؟	۶/۵۰
حضرت سلمان فارسیؓ	۳/:	رسول پاکؐ	۶/:
حضرت ابوذر غفاریؓ	۳/:	اللہ کا گھر	۴/۵۰
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۳/:	رسول پاک کے اخلاق	۳/:
حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۳/:	اللہ کے خلیل	۲/:
نیک بیٹیاں	۳/۵۰	تحسین القرآن	۲/۵۰
امیر خسروؒ	۳/:	حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ	۳/:
ہمارے نبیؐ	۳/۵۰		
دس جنتی	۴/۵۰		
منہاج القرآن	۴/۵۰		
ارکانِ اسلام	۳/-		
عقائدِ اسلام	۳/-		
چار یار	۴/-		
آں حضرتؐ	۳/:		
خلفائے اربعہ	۸/-		

قاعدہ یسرنا القرآن

مکتبہ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قاعدہ یسرنا القرآن کو نئی ترتیب، آسانی و عام فہم بنا کر حسن کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمد اللہ والدین اور طلبہ دونوں نے بہت پسند کیا۔ اظہار پسندیدگی کے ساتھ ہی ہمارے بعض کرم فرماؤں نے قاعدہ کو اور بہتر بنانے کے سلسلے میں قیمتی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ ان مشوروں کی روشنی میں قاعدہ یسرنا القرآن کا تازہ ایڈیشن شائع [illegible]

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵



بھوت کا ہومیو پیتھک علاج

ہماری دادی اماں ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں۔ انھوں نے "پرورش اطفال" نام کا ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے۔ جس میں ہومیو پیتھک کی بیس ادویات جو بچوں کے عام امراض میں کام آتی ہیں۔ ان کو پہلے نظم میں پھر نثر میں سمجھایا ہے۔ ایک دن میں نے ان سے کہا کہ ہماری سہیلی کہہ رہی تھی۔ کہ ان کے پڑوس میں ایک گھر ہے اس میں شیطان ہے۔ اس گھر میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس پر اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بچے کو کیڑے آنے میں تشنج ہوتا ہے۔ کسی کے علاج سے فائدہ نہیں ہوتا' فائدہ بھی کیسے ہو وہ تو شیطان اور بھوت کا اثر ہوتا ہے آپ ہم کو کوئی ایسا منتر دیجیے کہ ہم ایسے موقع پر کسی کے کام آ سکیں۔ دادی جان نے جواب میں فرمایا کہ جب کوئی بیماری ادویات سے قابو میں نہیں آتی تو انسان اسے شیطان اور بھوت سے جوڑ دیتا ہے ہومیو پیتھک میں اس کی کامیاب دوا بلاڈونا تیس نمبر ہے۔ مجھے اس بیماری میں اس دوا سے کبھی ناکامی نہیں ہوئی۔ درمیان میں دو خوراکیں کلکریا کارب ۳۰ کی بھی دے دیتی ہوں تاکہ بلاڈونا دوا کا اثر اور بھی تیز ہو جائے۔ دوا کا وقفہ پندرہ بیس بیس منٹ کا وقفہ ہو۔

تم منتر کے بجائے ان ادویات کے نام یاد کر لو موصوفہ نے دوران گفتگو میں یہ بھی فرمایا کہ جب کبھی کسی کو شیطان اور بھوت نظر آئے تو انسان شیطان اور بھوتوں کی سی حرکتیں کرنے لگے تو بلاڈونا استعمال کرنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے انسان' انسان بن جاتا ہے۔ پھر موصوفہ سے میں نے دریافت کیا کہ شیطان اور بھوت کو بھگانے کی اور کون سی ادویات ہیں۔ تو دادی جان نے فرمایا کہ شیطان کو بھگانے کی تو اکثر ادویات ہیں لیکن ابھی تم کم عمر بچی ہو اس کی تفصیل تم نہیں سمجھ سکتیں۔ اگر تم کو اس سے دلچسپی ہو تو تم اپنی پھوپھی صادقہ فردوس کے پاس جاؤ ان کے پاس ایک مضمون ہے' جس کا نام ہے۔ "شیطان اور بھوت کا ہومیو پیتھک علاج"۔ اس کا مطالعہ کر لو' یہ میرا مشورہ ہے۔

بشریٰ فاطمہ
معرفت' ایڈوکیٹ نثار علی صاحب
۸۳۔ نیگرو مارگ سول لین ناگپور ۴۴۰۰۰۱

استاد کی عزت

خلیفہ مامون الرشید، جس کی سلطنت دریائے سندھ سے لے کر ہسپانیہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے دو بیٹے ایک مشہور عالم سے تعلیم حاصل کررہے تھے۔ ایک بار وہ پڑھانے کے بعد مسند سے اٹھے تو دونوں شہزادے ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لیے دوڑے۔ مگر وہاں پہنچ کر دونوں میں جھگڑا شروع ہو گیا ہر ایک استاد کی جوتیاں سیدھی کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ دونوں شہزادے ایک ایک جوتی سیدھی کریں۔ بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے استاد صاحب کو بلایا اور پوچھا کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ معزز شخص کون ہے؟ استاد نے فرمایا کہ امیرالمومنین سے زیادہ معزز کون ہوگا۔ . .
مامون الرشید نے کہا ،، اور اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہیں گے کہ جس کی جوتیاں اٹھانے کے لیے امیرالمومنین کے لخت جگر نے آپس میں جھگڑا کیا؟ پھر لڑکوں کی سعادت مندی اور استاد کو اچھی تعلیم دینے کے صلہ میں انعام و اکرام سے نوازا۔

فیض عالم۔ ۲۱۳۲ اوکھلا جامعہ نگر نئی دلی ۲۵

عقلمند لڑکا

کسی گاؤں میں ایک غریب کسان رہتا تھا۔ اس کے بیٹے کا نام خالد تھا۔ وہ بڑا ہی چالاک اور ذہین تھا ہر دن مدرسہ سے واپس آنے کے بعد باپ کے کام میں ہاتھ بٹاتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اس کے گھر کچھ چور گھس آئے۔ رات اندھیری تھی۔ لوگ گہری نیند سو رہے تھے۔ چوروں کے قدموں کی آہٹ سن کر خالد جاگ گیا۔ جب چوروں کو اندر آتے دیکھا وہ چپکے سے اٹھا اور رسوئی میں داخل ہوگیا۔ جلدی جلدی اس نے کچھ پکانا شروع کیا۔ سارا کام اس طرح ختم کر دیا کہ چوروں کو کچھ پتا ہی نہیں چلا۔

تھوڑی دیر بعد چور کہیں کچھ نہ ملنے پر رسوئی میں داخل ہو گئے۔ دیکھا کہ ایک لڑکا کچھ کھا رہا ہے۔ ایک چور نے خالد سے پوچھا پیارے بچے! ہمیں بھی کھلا سکتے ہو۔

خالد نے کہا، ہاں ہاں کیوں نہیں شوق سے کھائیے۔ خالد نے ان کے سامنے کئی قسم کے پکوان رکھ دیے۔ چور بہت خوش ہوئے اور کھانا شروع کردیا۔

یہ کیا؟ ایک چور نے چاول کھانا شروع کیا تو دیکھا کہ چاول بے حد نمکین ہے۔ پھر دوسرے نے سویاں کھانا شروع کیا۔ ارے یہ کوئی سیویاں ہیں؟ کہ دھلائی کا صابن بھی ان کے سامنے پھیکا پڑ جائے۔ پھر تیسرا چور گوشت دیکھ کر کہنے لگا۔ ارے سب چیزوں سے گوشت ہی بہتر ہوگا سب ہی کھائیں۔ سب نے گوشت کھانا شروع کردیا۔

ارے یہ کیا؟

سب کے سب چلانے لگے۔ ارے پانی، پانی منہ جل گیا س س س ہا، س س س ہو۔

جلدی پانی پانی۔

وہ زور، زور سے چلانے لگے، اتنے میں خالد کے گھر والے اور پڑوسی بھی جاگ گئے۔ سب رسوئی گھر میں داخل ہو گئے۔

خالد بیٹھا ہنس رہا ہے اور چور۔ ہاہا، ہو ہو۔ کررہے ہیں سب لوگوں نے چوروں کو پکڑ لیا اور خالد کی اس دانشمندی پر بہت خوش ہوئے

پیارے بچو! آپ نے خالد کی دانشمندی دیکھی کہ اس نے چوروں کو کس طرح سے بے وقوف بنایا۔

عمر انصاری۔ پانچواں مین روڈ
رحمت نگر۔ بنگلور۔

آج کا کام کل پر نہ چھوڑو

کسی گاؤں میں ایک سوداگر رہتا تھا۔ وہ بڑا رحم دل تھا۔ وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ اور جب بھی اس کا مال آتا وہ فوراً اپنے گودام میں رکھوا دیتا اس کے گودام سے تھوڑی دور پر ایک کھیت تھا وہاں کسان کام کرتے تھے۔ اور اناج اگاتے تھے۔

ایک بار اسی سوداگر کا مال بیل گاڑی پر آیا۔ شام ڈھلنے والی تھی اس نے مزدوروں سے کہا کہ مال کو گودام میں رکھ دو۔ مزدوروں نے کہا صاحب شام ہو رہی ہے ہم کل آکر مال گودام میں رکھ دیں گے۔ لیکن سوداگر نے ان کی بات نہیں مانی کیوں کہ وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ مزدور نہیں مانے تو اس نے کہا کہ میں تم لوگوں کو مزدوری زیادہ دوں گا تو مزدور راضی ہو گئے اور مال گودام میں رکھ دیا اور پیسے لے کر چلے گئے۔

اس رات گاؤں میں بہت زیادہ زور کی بارش ہوئی کئی لوگوں کا مال دکان کے باہر رکھا تھا وہ بارش میں خراب ہو گیا اور جو مال کھیت میں تھا وہ بھی خراب ہو گیا۔ لیکن اس سوداگر کا مال بارش کے پانی سے بچ گیا

پیارے بھائیو! اس لیے ہمیں اس سوداگر کی طرح آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اور اپنا ہر کام وقت پر کرنا چاہیے۔

محمد پرویز عالم۔ پتا نہیں لکھا۔

پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں

قرآن و حدیث میں خصوصیت سے وعدہ کے پورا کرنے کی ہدایت و تاکید ہے سورہ بنی اسرائیل میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا۔ بنی اسرائیل ع اور اپنا ہر وعدہ پورا کرو یقیناً تم سے قیامت میں ہر عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا اور دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا والموفون بعہدھم اذا عاھدوا ۔ اور اللہ کے نزدیک نیک وہ لوگ بھی ہیں جو اپنے ہر وعدہ کو پورا کریں جب عہد کریں۔

اب چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبوں میں ارشاد فرمایا کرتے تھے

۱۔ حدیث:۔ جو اپنے عہد کا پابند نہیں اس کا دین میں حصہ نہیں۔

۲۔ عہد کا پورا نہ کرنا۔ منافقوں کی خاص نشانیوں میں سے ہے۔

گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عہد شکنی وعدہ خلافی ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہیں اللہ جل شانہ ہم سب لوگوں کو اس بری خصلت سے بچائے آمین۔ اس کے متعلق حجاج کے زمانے کا ایک واقعہ یہاں درج کیا جاتا ہے حجاج حکومت کے معاملے میں بہت کھرا آدمی تھا ایک روز کچھ ملزم اس کے پاس آئے سب مقدمے اس نے سنے اور سب فیصلے کیے ایک آدمی کا فیصلہ رہ گیا

اور عدالت برخاست ہوگئی حجاج نے اپنے ایک حاضر باش کو بلایا اور کہا یہ آخری ملزم تمہارے حوالے۔ کل اپنے ساتھ لانا اس کے مقدمے سنوں گا اور جرم پر غور کر کے فیصلہ کروں گا۔ تم اس کی حفاظت سے غافل نہ ہونا یہ کہہ کر حجاج روانہ ہوگیا اور حاضر باش آخری مجرم کو لے کر گھر کی طرف چلا اس ملزم نے راہ میں حاضر باش سے کچھ باتیں کہیں اللہ جل شانہ نے حالات کچھ موافق بنا دیے یہاں تک جو کہتا گیا حجاج کا حاضر باش سنتا گیا اسے یقین ہوگیا غریب ناحق پکڑا گیا ملزم نے جب دیکھا کہ اس حاضر باش کا دل پسیج گیا۔ تو بولا مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ مجھے وہ بچالے گا اس لیے کہ میں بے قصور ہوں اللہ کبھی فریاد رایگاں نہ کرے گا۔ آخر اس حاضر باش کو ترس آگیا اس نے اسے چھوڑ دیا گھر پہنچا تو بیوی سے سارا واقعہ بیان کیا۔ وہ نیک بخت سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ بولی تم نے نادانی کی ملزم کو چھوڑ دیا کل حجاج کو کیا جواب دوگے بات کچھ بھی ہو تم نے امانت میں خیانت کی ہے۔ حاضر باش نے کہا اپنی بیوی سے۔ اگر تم اس ملزم کو دیکھتی تو معلوم ہوجاتا کہ بے قصور ہے ناحق پھنس گیا ہے اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ رات بھر اپنے بچوں میں رہے گا صبح ہی صبح میرے پاس آجائے گا۔ بیوی نے کہا اب تو تمہارے جان کے لالے پڑ گئے وہ کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا۔ اب حاضر باش بہت فکر مند ہوا اور رات بھر نیند نہ آئی نور کے تڑکے وہ شخص حاضر ہوا۔ حاضر باش کی جان میں جان آئی اور سوچنے لگا یہ شخص پھانسی کے تختے پر چڑھنے کے لیے واپس آیا ہے اسے فوراً بھاگ جانا چاہیے آخر اسے سوچتے سوچتے رہا نہ گیا تو اس سے پوچھ ہی لیا بھیا تو نہ آتا تو میرے حق میں بہتر نہ تھا ملزم بولا اپنے نقصان کو خوب پہچانتا ہوں لیکن تم سے وعدہ کیا اس لیے حاضر ہوگیا۔

کنز العمال میں ارشاد ہوا ہے کہ مومن کا وعدہ قرض کی طرح واجب الادا ہے مومن کا وعدہ ایسا ہے جیسے ہاتھ پکڑ لیا۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ مسلمان اپنے اقرار کو پورا کرو۔

صبح حجاج کی عدالت میں حاضر باش ساری تفصیل حجاج کو سنائی اس لیے مقدمے کو دیکھا تو بے قصور پایا۔ حاضر باش: جا میں نے تجھے اسے دے دیا۔ دونوں عدالت سے باہر نکلے حاضر باش نے اس شخص سے کہا جا تو آزاد ہے وہ شخص خاموشی سے چلا گیا حاضر باش نے کہا یہ دو لفظ کل کیوں نہیں کہہ دیا۔ اس نے کہا کل تم سے پہلے تم سے بہت بڑے محسن کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا اس نے پوچھا کون ہے۔ اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ مہربان تو سب مہربان ہوتے ہیں حاضر باش نے اسے قول کے پکے اور بات کے سچے بے شک اللہ تجھ پر مہربان ہے۔ آج ہم بہت سے وعدہ کرتے ہیں لیکن خلاف ورزی کرجاتے ہیں۔ ذرا سی بھی خیال نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ہمیں وعدہ کے پورے کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

محمد صادق مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی

کایا پلٹ

آج عدالت کا کمرہ پورا کھچا کھچ بھرا ہوا تھا گاؤں کے سب سے بڑے غنڈے کا فیصلہ ہونے

جار ہا تھا۔ جج کا آخری فیصلہ ہی سنا۔ راج کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ عدالت برخاست ہونے کے بعد میں انسپکٹر عمران سے ملا۔ راج کے والدین نے کہا تھا کہ اس کو انتقال ہوتے ایک سال ہو چکا تو انسپکٹر حیرت زدہ ہوگیا۔ اور وہ سیدھا جیل میں آیا۔ اور غنڈے راج کو مار مار کر پوچھنے لگا۔ بتاؤ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ تمھارے والدین کون ہیں۔ تب غنڈے نے اپنی کہانی سنائی۔

میرا نام زیدی ہے۔ میرا وطن بمبئی ہے۔ آج سے دس سال قبل میرے والدین اور تمام رشتے دار مارے گئے۔ انتقام کی آگ اتنی بڑھ گئی کہ میں ایک غنڈا بن گیا۔ اور پھر ڈاکوؤں سے مل کر انتقام لینے لگا۔ اب پتا چلا کہ یہ راج کا ہم شکل ہے۔ تمھاری پھانسی کی سزا معاف بھی ہو سکتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم اپنے گروہ کا پتا بتا دو۔ زیدی نے پوچھا مگر مجھے ہمیشہ کے لیے آزاد کر دیا جائے اسی رات انسپکٹر عمران نے ملک میں دہشت گردی اور فرقہ پرستی والے گروہ کو گرفتار کرایا ان کے گرفتار ہونے کی خوشی میں گورنر نے ایک جلسہ کیا جس میں انسپکٹر عمران کو دس ہزار روپے کا انعام دیا۔ لیکن انسپکٹر عمران نے کہا۔ اس انعام کے مستحق زیدی ہیں پھر زیدی کو بھی انعامات سے نوازا گیا۔ اور پھر زیدی نے پولیس میں بھرتی ہو کر ملک کی زندگی بھر خدمت کی۔

یمین احمد شبیر احمد۔ اسلام پورہ مالیگاؤں ناسک

پنج کی طاقت

ایک دن ہاتھ کی پانچوں انگلیوں میں بحث چھڑ گئی۔ انگوٹھا بولا میں سب سے بڑا ہوں۔ دوسری انگلی بولی میں سب سے بڑی ہوں تیسری چوتھی اور پانچویں انگلی سب اپنی اپنی بڑائی کے راگ الاپ رہی تھی۔ سب نے مل کر انگوٹھے سے پوچھا۔ بھئی تم کیسے بڑے ہو؟

انگوٹھے نے کہا۔ میں بڑا ہوں کہ بغیر پڑھے لکھے لوگوں کو پڑھا لکھا بتا دیتا ہوں اور ان کے دستخط کی جگہ میں آجاتا ہوں۔ شہادت کی انگلی سے پوچھا گیا۔ بھئی تم کیسے بڑی ہو۔ اس نے کہا کہ میں بھولے بھٹکے مسافروں کو راستہ بتاتی ہوں۔ انگلی نے اشارہ کرتے ہوئے دیکھو وہ رہا۔ تیسری انگلی سے پوچھا گیا اب تم بتاؤ تم کیسے بڑی ہو۔ ارے بھئی اس میں کوئی شک ہے۔ ناپ کر دیکھو میں ہی سب سے بڑی ہوں۔ اور اب باری آئی چوتھی اور پانچویں یعنی سب سے چھوٹی انگلی کی انھوں نے اکڑ کر جواب دیا۔ تم لوگ دیکھتے نہیں لوگ ہیرے موتیوں کی انگوٹھیاں ہمیں ہی پہناتے ہیں۔ سب نے مل کر طے کیا کہ سچائی جاننے کے لیے عدالت میں چلنا چاہیے۔

پانچوں انگلیاں مل کر عدالت پہنچیں مقدمہ جج کے سامنے پیش ہوا۔ انھوں نے حکم دیا۔ ایک پلیٹ میں ایک بڑا رس گلا لایا جائے رس گلا حاضر کیا گیا۔ جج نے سب سے پہلے انگوٹھے سے کہا تم اس رس گلے کو اٹھاؤ۔ انگوٹھا نہیں اٹھا پایا۔ پھر دوسری انگلی سے کہا تم اٹھاؤ۔ وہ بھی نہیں اٹھا پائی اس طرح ساری انگلیوں سے کہا۔ مگر اکیلے کوئی بھی رس گلا نہ اٹھا پائی تب جج نے کہا اب پانچوں مل کر رس گلا اٹھاؤ۔ انھوں نے اٹھا لیا اور منہ میں رکھ لیا۔ بچو اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے

کہ اتحاد اور یکجہتی میں طاقت ہے اس لیے تم بھی آپس میں بھائی بھائی بن کر اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرتے رہو۔

محسن حبیب اسٹور محلہ چھجو بہار شریف

"غیبت" قرآن اور حدیث کی روشنی میں

آپ نے لفظ "غیبت" بہت سنا ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے غیبت کسے کہتے ہیں۔ صحابہ کرام نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی کوئی عیب یا بات کہہ دینا کہ وہ سنے تو اسے ناگوار گزرے "غیبت" کہلاتا ہے۔ صحابہ کرام نے فرمایا اگر وہ عیب اس میں موجود نہ ہو تو پھر وہ تو بہتان اور الزام ہے اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو غیبت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کی کتاب اٹھائے گا تو کوئی نیکی اس میں نہیں ہوگی۔ وہ کہے گا یہ میری کتاب نہیں ہے میں نے تو تیری عبادت بھی بہت کی تھی۔ اور میں نماز بھی پڑھتا تھا۔ جواب ملے گا تیرا عمل لوگوں کی غیبت کرنے سے جاتا رہا۔ ایک دوسرا شخص کھڑا کر دیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کی کتاب اٹھائے گا اس میں بہت نیکی ہوگی۔ وہ شخص کہے گا یہ میری کتاب نہیں ہے میں نے تو بہت گناہ کیا تھا۔ نیکی کبھی کبھار کرتا تھا۔ تو جواب ملے گا فلاں شخص نے تمہاری غیبت کی تھی اس کی نیکیاں تجھے دی گئیں تو سوچو بیا میو! کتنے عبرت کا مقام ہے۔ اور ہم میں سے کتنے غیبت کرتے ہیں اور کتنے نیکی کرتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غیبت کرنے کی وجہ سے ہماری نیکیاں کسی اور کو دے دی جائیں۔ اس لیے غیبت کو اپنے قریب بھی نہ بھٹکنے دے۔ (آمین)

مرسلہ: شوکت عارف۔ واچ میکر جام کھیڑ تعلقہ عنبر ضلع۔ جالنہ

دو بھائیوں کی محبت

جنگل کے پاس ایک گاؤں تھا اس میں ایک بوڑھا لکڑہارا رہتا تھا۔ وہ بہت عقلمند تھا۔ اس کے دو لڑکے تھے۔ بڑے لڑکے کا نام شاہد اور چھوٹے لڑکے کا نام حمید تھا۔ وہ دونوں بھائی بڑے ایماندار اور نیک تھے وہ دونوں اپنے والد کی بہت خدمت کرتے تھے۔ دونوں بھائی جنگل جاتے لکڑیاں کاٹتے شہر جاکر بیچتے اور جو روپے ملتے اس سے اپنے گھر کا گزارا کرتے۔

اس جنگل میں ایک جادوگرنی رہتی تھی اس نے فیصلہ کیا کہ وہ دونوں بھائیوں میں پھوٹ ڈال کر ان کے گھر کو برباد کر دے گی۔ حمید کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اس دن بڑا بھائی ہی لکڑیاں کاٹنے جنگل میں آیا۔ تو جادوگرنی ایک خوبصورت لڑکی کے روپ میں تبدیل ہوگئی۔ اور ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ کر رونے لگی جب شاہد نے رونے کی آواز سنی تو وہ آواز کی طرف گیا۔ اس نے لڑکی سے رونے کا سبب پوچھا تو لڑکی نے اپنی آپ بیتی بیان کی اس کی آپ بیتی سن کر اسے اپنے گھر لے گیا جب والد صاحب نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو اس نے پورا قصہ سنایا اس دنیا میں اکیلی اور بے سہارا ہے اس لیے میں اسے گھر لے آیا والدہ اسے گھر میں رکھنے

کے لیے راضی ہو گئے اور وہ گھر میں رہنے لگی۔ وہ سب کی خدمت کرتی رہتی بعد میں اس نے دونوں بھائیوں میں پھوٹ ڈالنا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ دونوں الگ الگ رہنے لگے۔ بوڑھا باپ حمید کے پاس رہنے لگا اور وہ لڑکی شاہد کے پاس رہنے لگی۔

ایک دن حمید اور بوڑھا باپ پیڑ کاٹنے جنگل میں گئے۔ بوڑھا لکڑہارا ایک پیڑ کاٹنے لگا۔ ایک پیڑ پر دو چڑیاں باتیں کرنے لگیں چڑیاں کہہ رہی تھی۔ اس کی جان اس سلاخ میں ہے ہمیں اسے نیچے پھینک کر چھوڑ دینا چاہیے۔ وہ اس پیڑ پر چڑھتا ہے کانچ کی سلاخ لے کر پیڑ سے نیچے اترتا ہے اور اپنے گھر لے جاتا ہے۔ اور کانچ کی سلاخ چھوڑ دیتا ہے۔ اب وہ لڑکی جادوگرنی کے روپ میں تبدیل ہو گئی اور مر گئی بوڑھے باپ نے وہ پورا واقعہ سنایا اور کہا کہ دنیا میں ہوشیاری سے رہنا چاہیے۔ آپس میں میل جول سے رہنا چاہیے

عبدالعزیز۔ سودن کلا اتواری ٹانگہ اسٹینڈ ناگپور

سست کالو چوہا

کسی کھیت میں کالو نام کا ایک چوہا رہتا تھا۔ اس کا نام کالو تھا۔ موج سے اناج کے پکے دانے کھاتا اور کھیتوں کی سینچائی کے لیے بنائی گئی نالیوں سے پانی پیتا۔ نہ کوئی محنت، نہ کوئی مزدوری نہ کوئی کام دھام۔ مفت کا دانہ پانی کھاتا اور کھیت کے نزدیک گہرا بل بنا کر رہتا تھا۔ نہ کسی بات کی فکر نہ کسی بات کا غم۔

ایک سال گاؤں میں پانی نہیں برسا اور فصل نہیں ہوئی۔ کالو کو کھانا نہیں ملا اور وہ بھوکا رہنے لگا۔ چوہے کا پڑوسی خرگوش تھا۔ اس کو بھی گھاس ملنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ بھی جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ کالو نے چمن من سے پوچھا چمن من بھائی کہاں کی تیاری ہے؟ چمن من نے کہا یہاں سوکھا پڑا ہے۔ دوسرے گاؤں میں پانی برسا ہے وہاں ہریالی بھی ہے اور پانی بھی ہے۔ کالو نے کہا مجھے بھی لے چلو چمن من نے کہا ٹھیک ہے۔

دونوں اسی گاؤں میں گئے۔ خرگوش کھیت میں بل بنا کر رہنے لگا اور چوہا ایک بنیے کے بورے میں گھس گیا۔ خوب کھایا اتفاق سے ایک پانی کا پیالہ بھی مل گیا وہ روز اس بورے کا اناج بھی کھاتا اور پیالے کا پانی بھی پیتا۔ آخر ایک دن پیالے کا پانی ختم ہو گیا۔ اس نے سوچا اب کیا ہوگا۔ آخر اس کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے بورے میں ایک سوراخ کیا اور نکل گیا۔ ایک کھیت میں بل بنایا پھر محنت کر کے کھاتا تھا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ سستی بری چیز ہے۔

سرور نواز نظامی۔ درگاہ بیلا۔ ویشالی

ایک دن کا سلطان

بادشاہ ہمایوں اور شیر شاہ کی جنگ میں ہمایوں کی فوج ہار گئی۔ ہمایوں لڑائی کے میدان سے جان بچا کر بھاگا۔ دشمن کی فوج نے پیچھا کیا۔ برسات کا موسم تھا۔ دریا

چڑھا ہوا تھا، ہمایوں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ کچھ دیر بعد وہ ڈوبنے لگا۔ اچانک نظام الدین سقے نے دیکھا کہ ایک آدمی ڈوب رہا ہے وہ دریا میں کود پڑا اور اپنی مشک کے ذریعے ہمایوں کو کنارے تک لانے میں کامیاب ہو گیا۔

جب وہ ہمایوں کو خشکی پر لے آیا تو اس کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ جس آدمی کو اس نے بچایا وہ کوئی معمولی آدمی نہیں اس کے جسم پر قیمتی لباس تھا، گلے میں سچے موتیوں کی مالا تھی اور انگلیوں میں ہیرے کی انگوٹھیاں تھی۔ ہمایوں کو جب ہوش آیا تو اس نے سقے کا شکریہ ادا کیا اور کہا " تم نے ہماری جان بچائی، ہم تم سے بہت خوش ہیں" اس وقت ہم دہلی کے بادشاہ نہیں لیکن جب ہم ایران پہنچ کر اور اپنے دوستوں کی مدد سے پھر دہلی کے تخت پر بیٹھیں گے تو اس وقت تم ہم سے جو کچھ مانگو گے تم کو ملے گا" یہ کہتے ہوئے ہمایوں نے اپنی انگوٹھی سقے کو دے دی۔ وقت گزرتا گیا اور ایک دن ہمایوں پھر دہلی کا بادشاہ بن گیا۔ نظام الدین سقے نے انگوٹھی دکھا کر ہمایوں کے دربار میں حاضری دی۔ ہمایوں کو اپنا وعدہ یاد آ گیا اور اس نے کہا "بتاؤ تمھاری خواہش کیا ہے" تم اپنے بادشاہ کی جان بچانے کا کیا انعام چاہتے ہو ہم اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے تیار ہیں سقہ نے کہا" بادشاہ سلامت یہ عاجز بندہ ایک دن کا سلطان بننا چاہتا ہے" دربار کے لوگ اس عجیب و غریب خواہش کو سن کر اس کا منہ تکنے لگے۔ لیکن ہمایوں نے کہا" تمھاری خواہش ضرور پوری ہو گی" کہا جاتا ہے کہ سقے نے ایک دن کی بادشاہت میں اپنی مشک کٹوا کر اس کے سکے رائج کیے تھے۔ اس واقعے سے ہمایوں کی دریادلی اور ایک مزدور کی انسانی ہمدردی کے ساتھ اس کی معصوم خواہش کا پتا چلتا ہے۔



ارشد اللہ عشرت
غنی نگر۔ بھیونڈی

اعلان
دفتر میں سالانہ اسٹاک شماری کی وجہ سے اس شمارے میں "ہزاروں خواہشیں"، کی ساتویں قسط شائع نہیں کی جا رہی ہے۔ براہ کرم ساتویں قسط آیندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

پیامی ادبی مشاعرہ

رحمت نگر، بنگلور

معزز سامعین اکرام! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہم پیامیوں کو پیامی مشاعرہ کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ یہ مشاعرہ مغرب تا عشا رحمت نگر میں منعقد ہوا۔ مشاعرے کے کنوینر جناب رضوان اللہ خاں ہیں۔ پروگرام کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

ا۔ مشاعرے کا آغاز قرات سے ہوا۔ پھر حمدِ باری تعالیٰ سماعت فرمایئے گا۔ اس کے بعد پیامی شعرا آپ حضرات کے سامنے اپنا اپنا کلام پیش کریں گے۔ پیامی شعرا ہیں، شکیل احمد شکیلؔ، عمر انصاری عمرؔ، رشید احمد عمری قمرؔ، سعید احمد آفتابؔ وغیرہ ہیں۔ درمیان میں عام طلبہ بھی سناتے رہیں گے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ الفر سلمان، محمد شبیر احمد، خلیل احمد۔

ہمارے مشاعرے کا آغاز خلیل احمد عمری کی قرائت سے ہوا۔

ابھی ابھی آپ خلیل احمد سے سورۂ بنی اسرائیل کی ۷۸ تا ۸۵ آیات سماعت فرمار ہے تھے۔ اب دعوت دی جاتی ہے حمد باری تعالیٰ کے لیے محمد شبیر احمد کو کہ وہ آکر شیریں انداز میں حمد سنائیں۔!

دامن ہمارا یارب علم وعمل سے بھر دے
دونوں جہاں میں ہم کو تو سربلند کر دے
چمکیں زمیں پہ ہم سب بن بن کے چاند تارے
سب کے لیے مثالی اخلاق ہوں ہمارے
یارب ہمارا کھانا پینا تیرے لیے ہو
مرنا تیرے لیے ہو جینا تیرے لیے ہو
تیرا ہنر جہاں میں طالب نہیں ہے زر کا
اسلام کے لیے ہے یارب قلم ہنر کا
دامن ہمارا یارب علم وعمل سے بھر دے
دونوں جہاں میں ہم کو تو سربلند کر دے

واہ واہ، سبحان اللہ بڑی پیاری حمد سنائی آپ نے، اب آپ حضرات کے سامنے اس مشاعرے کے صدر شکیل احمد شکیلؔ آپ لوگوں کو نعت سنائیں گے۔ تو میں شکیل احمد شکیل کو دعوتِ سخن دیتا ہوں کہ وہ ڈائس پر تشریف لاکر اپنی نعت سے سرفراز کریں۔

اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ مطلع ارشاد ہے۔

اللہ کے جو پیارے
وہ ہیں نبیؐ ہمارے

بچّوں کو خوب چاہتے
وہ ہیں نبیؐ ہمارے

تعلیم دی سبھی کو
اسلام کی انھوں نے

رستہ دکھایا سیدھا
وہ ہیں نبی ہمارے

سامعین... کیا خوب کہا ہے
بھائی بنایا سب کو
کردار بھی سنوارے

نبیوں کے ہیں جو سردار
وہ ہیں نبی ہمارے

(شاعر: مقطع پڑھتا ہوں)
دشمن سے بھی جو اپنے
اخلاق سے پیش آئے

بھیجو درود ان پر شکیلؔ
وہ ہیں نبی ہمارے

بھئی واہ بڑی ہی اچھی نعت کہی ہے۔ ماشاءاللہ، اللہ آپ کو ہمت دے کہ آپ اور اسی طرح کی آسان نظمیں کہیں اور لکھیں۔ دوسری نعت سنائیں گے رشید احمد عمری قمرؔ تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی نعت سامعین کے سامنے پیش کریں!

دین سے لو لگاتے تھے پیارے نبی
دین کا تعارف کراتے تھے پیارے نبی

دین کے ہر دم سچے ہی احکام کو
کسی کو سناتے تھے پیارے نبی

زندگی کے سبھی موڑ پر ہر قدم
کام ہر اک کے آتے تھے پیارے نبی

جتنے احکام اترتے ان پر تمام
عمل بھی کر کے دکھاتے تھے پیارے نبی

پیار بچوں سے کرتے اور ان سے سدا
پیش شفقت سے آتے تھے پیارے نبی

زندگی سب کی فانی ہے سن لو رشیدؔ
ایسے بن جاؤ جیسے تھے پیارے نبی

بھئی رشید میاں آپ نے تو بڑی عمدہ نعت کہی ہے۔ جناب مائل خیرآبادی کی نعت سے ملتی جلتی ہے۔ آپ نے اسی وزن پر کہی۔ بہت خوب اللہ آپ کو اور ترقی دے۔ (آمین) اب میں ایک اور شاعر عمر انصاری عمرؔ کو زحمت دوں گا کہ وہ اپنی چھوٹی سی نظم "چاند" ہم سب کو سنائیں۔ غور سے سنیے گا۔ آپ زیادہ تر بچوں کے لیے بہت ہی چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھتے ہیں۔ یہ نظم سنیے

ٹھنڈی روشنی دیتا چاند
پیارا ہے چمکیلا چاند

مغرب سے ہے نکلتا چاند
مشرق میں چھپ جاتا چاند

اندھیروں میں بھٹکے جو
ان کو راہ دکھاتا چاند

سورج اس کا ہے دشمن
وہ آئے چھپ جاتا چاند

جب آئے بارش کا موسم
بادل میں دب جاتا چاند

مقطع ارشاد ہے

دیکھ عمرؔ تو کتنا پیارا
آج نظر آتا ہے چاند

واہ! سبحان اللہ اتنی آسان نظم آپ نے ہم کو سنائی۔ امید کہ اکثر بچوں کو یہ نظم زبانی بھی یاد ہو گئی ہو گی۔ اب آپ حضرات کے سامنے الفر سلمان اپنے والدِ بزرگوار کی ایک نعت سنائیں گے۔ غور سے سماعت فرمائیں۔

مطلع یوں ہے۔

محمد مصطفٰی کی شان بھی کیا شانِ عالی ہے
نہیں ہے مثل اس کی یہ زمانے میں نرالی ہے

یتیم و بیکس و نادار تھا یہ اپنے بچپن میں
یتیم و بیکسوں کا آگے چل کر وہ ہی والی ہے

کھلایا پیٹ بھر بھر کے اس نے بھوکے غریبوں کا
حقیقت ہے کہ اکبر شاہِ دیں کا پیٹ خالی ہے

بہت دیکھے مناظر اس جہاں میں پے بہ پے ہم نے
سما کر رہ گئی آنکھوں میں وہ رونق کی جالی ہے

بڑی پیاری نعت تھی یہ نعت الفر سلمان کے والد ماجد جناب عبدالمجید صاحب مرحوم و مغفور کی تھی۔ بڑی پیاری نعت تھی۔ اللہ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ابھی آپ نے نعت سنی اب ایک نظم سعید احمد آفتاب سے بعنوان "تارے" سماعت فرمایئے۔

ننھے منھے پیارے تارے
آسمان کے نیارے تارے
کتنے چھوٹے دور سے لگتے
بہت بڑے ہیں مگر یہ تارے
آسمان کی تاریکی میں
جگنو نما چمکتے تارے
سورج سے یہ روشنی پاتے
چکر اس کے گرد لگاتے
سعید کو بھی لگتے ہیں اچھے
آسمان کے نیارے تارے

بہت خوب! بھئی سعید میاں آپ تو کمال کے نکلے اتنی پیاری نظم بعنوان تارے لکھ کر لائے امید کہ اسی طرح آپ کا تعاون ہمیں ملتا رہے گا۔

ابھی آپ تارے کے عنوان پر سعید احمد آفتاب سے نظم سن رہے تھے۔ اب ایک ننھے منھے ہمارے دوست خلیل احمد عمری آپ کو الف سے لیکر ی تک اشعار سنائیں گے یہ اشعار انھوں نے بہت ہی محنت سے یکجا کیے ہیں تو لیجیے خلیل احمد سے اشعار سنیے۔

الف۔ اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
عرفان محبت عام تو ہے فیضان محبت عام نہیں
ب۔ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
پ۔ پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر
ت۔ تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جاؤں
ٹ۔ ٹوٹتے ٹوٹتے کچھ دیر تو لگ ہی جاتی
آئینہ ہونے سے بہتر تھا کہ پتھر ہوتے
ث۔ ثبات بحر جہاں میں نہیں کسی کو امیر
ادھر نمود ہوا اور ادھر حباب نہ تھا
ج۔ جان جب خاک میں پڑتی ہے تو ہوتی ہے خوشی
خاک جب خاک میں ملتی ہے تو سب روتے ہیں
چ۔ چلے چلیے کہ چلنا ہی دلیل کامرانی ہے
جو تھک کر بیٹھ جاتے ہیں وہ منزل پا نہیں سکتے
ح۔ حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلماں بھی ایک
خ۔ خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو چرچا نہ کریں
لوگ کرتے ہیں بری بات کا چرچا کیسے
د۔ درندو جنگلوں سے آؤ اور اس کی گواہی دو
کہ انساں نے نہیں پائی ہے انساں سے اماں اب تک
ڈ۔ ڈوبنا ہی تھا جو کشتی کا مقدر یا رب
آنکھ کے سامنے اے کاش نہ ساحل ہوتا
ذ۔ ذرے ذرے میں سما جاؤں گا بستی بن کر
ہاں مٹا سکتا ہے مجھ کو تو مٹا دے کوئی
ر۔ رحم کر اپنے نہ آئین کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا
ز۔ زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

س ۔ سبھی کچھ ہو رہا ہے اس ترقی کے زمانے میں
مگر یہ کیا غضب ہے کہ آدمی انسان نہیں ہوتا
ش ۔ شہرت ملی تو نیند بھی اپنی نہیں رہی
گمنام زندگی تھی تو کتنا سکون تھا
ص ۔ صدف سے دور رہ کر کوئی گوہر پا نہیں سکتا
کبھی صحرا نشیں کو لطفِ گلشن آ نہیں سکتا
ض ۔ ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرے ذرے کو شہید جستجو کر دے
ط ۔ طفلِ ناداں تھے کھلونے دے کے بہلائے گئے
زندگی سے اس طرح ہم دور لے جائے گئے
ظ ۔ ظرف سے کام لے قطرے کو حقارت سے نہ دیکھ
ننھی بوندوں نے بنا ڈالے سمندر کتنے
ع ۔ علم کے مقصد سے جو غافل رہا
علم حاصل کر کے بھی جاہل رہا
غ ۔ غموں کے بوجھ کو سر سے اتار لیتا ہوں
مصیبتوں میں خدا کو پکار لیتا ہوں
ف ۔ فلک پر جب چمکتا ہے ہمارے عزم کا سورج
تو خود تاریکیاں گہرائیوں میں ڈوب جاتی ہیں
ق ۔ قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
ک ۔ کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو
بندے ہو رب کے تو رب سے مانگو
گ ۔ گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنے کے بل چلے
ل ۔ لو جان بیچ کر بھی جو علم و ہنر ملے
جس سے ملے جہاں سے ملے جس قدر ملے
م ۔ مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے
ن ۔ نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر
و ۔ وقت جو گزرے بھلائی میں غنیمت سمجھو
وقت ضائع نہ کرو وقت کو نعمت سمجھو
ہ ۔ ہندو ہی بُرا ہے نہ مسلمان بُرا ہے
آجائے برائی پر تو انسان بُرا ہے
ی ۔ یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انساں

واہ واہ بھئی واہ خلیل میاں آپ نے تو کمال کر دیا ۔ تعجب کی بات یہ کہ الف تا ی آپ نے ایک بھی حرف کو نہیں چھوڑا ۔ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ۔ ان کے ہم شکر گزار ہیں ۔ اب آپ حضرات کے سامنے
جناب شکیل احمد شکیل بعنوان "ٹی وی" نظم پیش کریں گے۔

دنیا میں جب ٹی وی آیا　　سب نے اس کو خوب سراہا
منظر اچھے ہے دکھلاتا　　سب کے دل کو ہے بہلاتا
خبریں کھیل اور ڈرامے　　دیکھتے ہیں اور ہیں سنتے
ٹی وی سے نقصان بھی ہے　　اس کی طرف دھیان بھی ہے
ہوم ورک نہیں ہیں کرتے　　ٹی وی ہی کا دم ہیں بھرتے
وقت کو تم ایسے نہ گنواؤ　　ٹی وی تم صرف وقت پہ دیکھو
میرا کہنا شکیل اب سب سے　　ٹی وی اچھا ہے پیارا سب سے

کمال کر دیا شکیل صاحب نے اب آپ وقت پر ہی ٹی وی دیکھیں گے نا! دیکھیے شکیل صاحب نے آپ کو کتنی اچھی اچھی باتیں ٹی وی کے متعلق بتائیں ۔ اب آپ کے سامنے سترکاء کے بے حد اصرار پر پھر میں شکیل احمد شکیل سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی وہ نظم ہم لوگوں کو سنائیں جو انھوں نے پیام تعلیم پر لکھی ہے ۔ امید کہ وہ تعاون فرمائیں گے ۔

شکیلؔ :- جب آپ تمام کا اصرار ہے تو میں آپ کو وہ نظم سناؤں گا جو میں نے پیام تعلیم کے لیے لکھی ہے۔ غور سے سماعت فرمائیے۔

سب سے پیارا پیام تعلیم　　ہمارا تمہارا پیام تعلیم
بچوں کا من پسند رسالہ　　کوئی اور نہیں اس جیسا
بچوں کی ہی تخلیقات　　چھپتی ہیں اکثر اوقات
مثلاً نظم و حمد و نعت　　مشاعرے اور واقعات
لطائف بھی اتنے اچھے　　پڑھے کوئی پھر نہ چھوڑے

مقطع یوں ہے۔

شکیلؔ کا ہے یہ پیغام　　کرالو جاری اپنے نام

کیسی پیاری نظم پیام تعلیم کے بارے میں کہی واہ واہ مزہ آگیا۔ اب میں محمد نذیر احمد کو دعوت دوں گا اس کے بعد آخر میں شکیل احمد شکیلؔ کی ایک نظم سنا کر مشاعرے کا اختتام دُعا پر ہو گا۔ تو محمد نذیر اہم کو "آئینِ جوانمرداں" حضرت علامہ اقبال شاعرِ مشرق کی نظم سنائیں گے۔ جو ہمارے لیے حوصلہ مندی کی نظم ہو گی۔

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی
عطار ہو، رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی
توحید نہ ہو ان سے اے رہبرِ فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی
اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

واہ نذیر صاحب آپ نے بڑی پیاری نظم ہمیں سنائی۔ اللہ آپ کو ایسی ایسی نظمیں پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔ تو اب آخری نظم شکیل احمد شکیلؔ آپ کی نذر کریں گے۔ جس کا عنوان ہے :

"مردِ مسلمان"

اے مردِ مسلمان تو صداقت کا سبق دے
گمراہ زمانے کو شجاعت کا سبق دے
اسلام کے ارکان سے غافل ہیں مسلمان
ان کو تو ذرا دین کی بلاغت کا سبق دے
ابوبکر و عمر کا تو زمانہ نہیں لیکن
پھر بھی تو زمانے کو عدالت کا سبق دے
ہو جاتے تھے قربان اشارے پہ نبی کے
سوتے ہوئے مسلم کو شہادت کا سبق دے

واہ، واہ کیا کہنے آپ کے، (سامعین)

انسانوں کے مالوں میں جو کرتے ہیں خیانت
ان مردہ دلوں کو تو امانت کا سبق دے
یہ رہ زنی یہ قتل و غارت گری کے کام
بیدار ذہن کو تو شرافت کا سبق دے
ہر دل میں ہو اسلام شکیلؔ اس کا ہے خواہاں
مسلم کو ذرا اس کی اشاعت کا سبق دے

بہت بہترین نظم سماعت فرمائی۔ وہ پندرہ سے زائد نظمیں مختلف عنوانات پر لکھ چکے ہیں۔ آج ہمارے پروگرام میں انھوں نے ہم کو اپنی چار نظموں سے محظوظ فرمایا۔ تو اب دعا کا وقت ہو چلا ہے اب ہم دُعا کریں گے۔ پھر یہ مشاعرہ برخاست ہو گا۔ تو دعا کریں گے رشید احمد عمری قمرؔ۔

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً و

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ اے رب العلمین آج ہم نے یہ جو مشاعرہ کیا اس میں جتنی اچھی سچی باتیں ہوئی ان کو قبول فرما۔ اور ہمیں پیام تعلیم کے عروج کے لیے ہدایت نصیب فرما۔ اور ہم پھر اسی طرح کا ایک اور مشاعرہ کریں اے اللہ ہمیں اس کی ہدایت نصیب فرما۔

میں تمام سامعین وشعرا کرام کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ہمارے پروگرام میں شرکت کی۔

ترتیب و پیش کش :- شکیل احمد شکیل
مدرسہ دار الفلاح، رحمت نگر بنگلور، کرناٹک

نوٹ :- اس مشاعرے کے کنوینر جناب رضوان اللہ خاں تھے جنھوں نے یہ مشاعرہ بڑے ہی اچھے ڈھنگ سے ترتیب دیا۔ میں ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔

ہمارے اس دلچسپ مشاعرے کی روداد پڑھ کر ہمیں اس پتے پر لکھیں کہ آپ کو یہ مشاعرہ کیسا لگا۔

شکیل احمد شکیل
مدرسہ دار الفلاح ۴۰ کراس رحمت نگر بنگلور ۵۶-۴۲ - کرناٹک -

مکتبہ پیام تعلیم کی نئی کتاب

رسول اللہ کی صاحبزادیاں

فضل قدیر

اس کتاب میں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ کے مختصر حالات درج ہیں۔ قیمت ۵۰/۳

ہار کی تلاش
ریاض احمد خاں

تجسس بچوں کی فطرت ہے اور اس دل چسپ جاسوسی کہانی میں یہ تجسس شروع سے آخر تک قائم رہتا ہے۔ 6/=

پیامی ادبی معمّا نمبر ۳ کا شاندار نتیجہ

صحیح حل۔ (۱) گٹھری (۲) دولت (۳) خودداری (۴) آگ (۵) خوفناک (۶) کشتی (۷) دنوں (۸) بیٹا

صحیح حل اور ایک غلطی والے ایک بھی حل موصول نہیں ہوا۔ لہٰذا دو غلطی پر پہلا انعام پانے والے چھے خوش نصیب فی کس سو روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) جمیل اے گوڑکری۔ بی۔ آئی ٹی کی چال ممبئی ۳ (۲) انیس احمد ریاض احمد اسلام پورہ۔ مالیگاؤں (۳) حنیفہ اقبال اورکیلا (۴) محمد سلیم حفیظ الرحمٰن مومن بھیونڈی، تھانہ (۵) سید دلدار حسین رضوی۔ جین پور سیوان (۶) شہزادہ انجم خورشید احمد نیا آزاد نگر۔ مالیگاؤں۔

تین غلطی پر دوسرا انعام پانے والے چھے خوش نصیب فی کس ۸ آٹھ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

(۱) قمر افروز۔ گیاں باغ، مرادآباد (۲) عبد الرحیم ندیم۔ رام کنڈلم، کریم نگر آندھرا پردیش (۳) محمد محمود طارق کوڑہ شہاب خاں اٹاوہ۔ (۴) ارشد اقبال۔ ظفر نگر یاقوت محل (۵) رضوان اختر شفیق احمد پیل باغ مالیگاؤں (۶) سعید الدین احمد۔ کے آر محلہ میسور،

ذرّے کی کہانی
مہدی جعفر

بڑے بچوں کے لیے ایٹم کی کہانی۔ بچوں کی ہی زبان میں، ایٹم کیا ہے؟ اس کی ایجاد کب ہوئی؟ ایٹم کے بارے میں ساری اہم معلومات آپ کو اس کتاب میں ملیں گی۔ 21/=


بڑے بچوں کے لیے
حکایاتِ جنباکی داڑھی
ظ- انصاری نے نقل کر کے بھی
6/50
ابوخاں کی بکری
ممتاز ماہرِ تعلیم اور سابق صدرِ جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین
کی لکھی ہوئی بچوں کے لیے دلچسپ اور سبق آموز کہانیوں کا
خوبصورت مجموعہ۔ آسان اور بامحاورہ — قیمت
ڈاکٹر ذاکر حسین
مکتبہ پیامِ تعلیم کی دلچسپ اور حیرت انگیز کتابیں
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی
دلچسپ اور حیرت انگیز کہانیوں کا مجموعہ
بہادر علی قیمت 7/50
قمر علی عباسی
سنہرے اصول
قیمت 3/-
اس کتاب کو پڑھیے اور اپنے مستقبل کو روشن بنایئے
مولانا آزاد کی کہانی
ڈاکٹر ظفر احمد نظامی
طلبہ کے لیے
ایک اہم تاریخی دستاویز
قیمت 18/-
چند مشہور
طبیب اور سائنس داں
قیمت 9/-
چور پکڑو
مسعود احمد برکاتی
بچوں کے لیے دلچسپ سبق آموز کہانیوں کا مجموعہ

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ مئی ۱۹۹۲ء

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 75

150 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں، آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے۔

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 100 — دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 50 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبروار لکھیے

۱۔ اس کے ہاتھ میں ایک ۔۔۔۔۔۔ تھا۔ تلوار / تشت / خنجر

۲۔ حضورؐ کا مبارک چہرہ خوشی سے ۔۔۔۔۔۔ اُٹھا۔ دمک / چمک / جھوم

۳۔ میں ۔۔۔۔۔۔ کا ایک معمولی سپاہی ہوں۔ بادشاہ / قبیلے / محل

۴۔ دیکھو تو یہاں کوئی ۔۔۔۔۔۔ بھی کفن وغیرہ کے انتظام کے لیے موجود نہیں ہے۔ مجاور / آدمی / جانور

۵۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے دل میں ذرا بھی ۔۔۔۔۔۔ نہیں ہے۔ کھوٹ / کمزوری

۶۔ انھوں نے اپنے ۔۔۔۔۔۔ گانو، گانو بھیجے۔ مخبر / ایلچی

۷۔ کامیابی اور ناکامی ہی زندگی کا نام ہے۔ جس زندگی میں ۔۔۔۔۔۔ نہیں وہ زندگی کیسی
ٹھوکر / ناکامی / کامیابی

۸۔ اس نے مجھے سب ۔۔۔۔۔۔ اچھی طرح سمجھا دیا۔ خوب / کچھ / گرد

نصرف آخر کے دو سوالوں کے لیے ذہن پر زور دیجیے بقیہ چھ سوالوں کے جوابات صفحہ ۷۵م — ۸۰ کی کہانیوں میں ملیں گے۔

شرائط پیامی اَدبی مُعمّا: (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں۔ البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابلِ قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابلِ قبول ہوگا۔

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے

پیامی ادبی معمّا نمبر 75 ماہنامہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

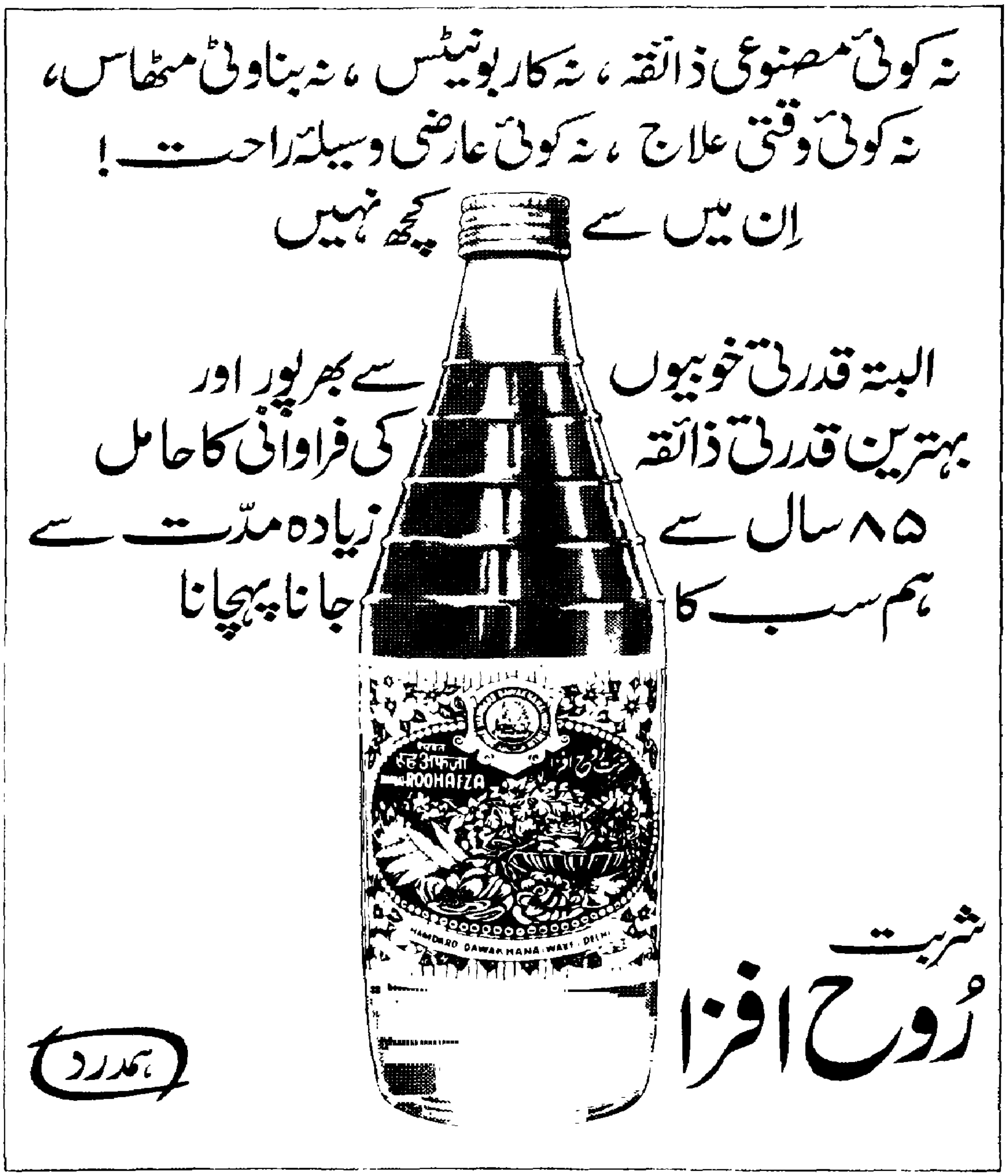
PAYAMI ADBI MUAMMA NO 75
"PAYAM-E-TALEEM MONTHLY
JAMIA NAGAR NEW DELHI-110025

یہ معمّا حل کے پوسٹ کارڈ یا لفافے پر چسپاں ہونا ضروری ہے

Licence No. U(SE)21 to post without prepayment of postag
Regd. No. DL-16013/92 May, 199

Payam-i-Taleem

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64



جون ۱۹۹۳

قیمت: 4/50





عرب دیسوں کی عوامی کہانیاں

انور خاں



قیمت ۶/۵۰

ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی

قیمت ۶/۰



پُراسرار غار

قیمت -/۵



قصہ اژدھا پکڑنے کا



کھلونا نگر



ننھا سراغ رساں

قیمت ۵ روپے



پیام تعلیم
جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

"ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا' بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لاَ اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ" ـــــ سرسید احمد خاں

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

جون ۱۹۹۲ جلد ۴۰ شمارہ ۶

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: =/40
سرکاری اداروں سے: =/55 روپے
V.P.P منگانے کی صورت میں مزید ۱۰/ روپے خرچ کرے گا
غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵
شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ

بچوں سے باتیں

پیامیوں اور ان کے بزرگوں کو عیدالضحیٰ مبارک

اس بار آپ کا پیام تعلیم خاصی تاخیر سے پوسٹ کیا جا رہا ہے۔ وجہ وہی ہے جس کی رپورٹ آپ روزانہ اخبارات میں پڑھ رہے ہوں گے۔

ہمارے بعض پیامی ہماری بار بار کی درخواست کے باوجود ایک ہی صفحہ پر لطیفے، پہیلیاں، اقوال زرّیں وغیرہ لکھ ڈالتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ اپنا نام اور پتا تک نہیں لکھتے۔ یا اگر لکھتے ہیں تو لفافے پر جو پھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی نگارشات شائع نہیں کی جا سکتیں۔ ہمیشہ ہر تحریر کے ساتھ اپنا نام اور پورا پتا صاف صاف لکھا کیجیے اور ہاں ایک بات اور یاد رکھیے پیامی معمّے کا حل اس وقت مقابلے میں شریک ہو سکتا ہے جب اس کے ساتھ ٹوکن لگا ہو۔ آخر میں ایک بار پھر آپ سب کو عیدالضحیٰ مبارک۔

پرنٹر و پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

ڈاکٹر سید حامد حسین

کیوں معلوم ہے نا؟

ایک مرتبہ ایک شوہر صاحب اپنی بیوی کے ساتھ شاپنگ کرنے چلے گئے۔ شاپنگ کرتے کرتے رات ہو گئی۔ شوہر صاحب کا تھکن سے بُرا حال تھا۔ اتنے میں بیوی بولیں "دیکھیے چاند کتنا خوب صورت لگ رہا ہے۔"
شوہر صاحب جھنجھلا کر بولے۔ "اس کو کل خرید یں گے اب خدا کے لیے گھر چلو۔"

دادا جان: ارے بھئی غضب خدا کا کب سے پکارے جا رہے ہیں اور شاہد تمھارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

شاہد: دادا جان یہ آپ کے سامنے تو بیٹھا ڈکشنری دیکھ رہا ہوں اور آپ ہیں کہ ایسے پکارے جا رہے ہیں جیسے میں چاند کی سیر پر چلا گیا ہوں۔ اب کہ دیجیے کہ میں نظر نہیں آ رہا۔

دادا: کیا خاک نظر آتے گا۔ وہ عینک کی کمانی تو ٹوٹ گئی۔ اسی لیے تو بلا رہا تھا کہ وہ پُرانی عینک ہی ڈھونڈ دو۔ کچھ تو نظر آئے۔

شاہد: یہ آج پھر کمانی کیسے ٹوٹ گئی۔

دادا: ارے بھئی وہ تو ہم چونٹی میں سے چونا نکال رہے تھے۔ کمبخت کیا گرمی پڑ رہی ہے۔ چونا بھی سوکھ کر پتھر ہو گیا۔

شاہد: دادا جان آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ عینک کی کمانی کان پر لگانے کے لیے ہوتی ہے کہ خلال کی طرح چونا نکالنے کے لیے۔ مہینے میں دو بار تو ٹوٹتی ہے آپ کی عینک کی کمانی۔

دادا: شاہد، اتنی بے پر کی نہ اُڑایا کرو۔ وہ بس اتفاق تھا کہ پچھلی بار عینک ہاتھ سے چھوٹ گئی اور کمانی ٹوٹ گئی۔

ای ۲/۴/۱۸ پروفیسرز کالونی۔ بھوپال۔ ۴۶۲۰۰۲

شاہد: آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ عینک سے چھڑی کا کام لے رہے تھے۔ بلّی کے بچّے کو عینک سے بھگایا جا رہا تھا۔

دادا: ارے بھائی یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ عینک سے بلّی کے بچّے کو نہیں ہٹا سکتے۔ مجھے تو اُس خبیث کو ہاتھ لگانے میں بھی ڈر لگتا ہے۔ دیکھو تو وہ کیسا جھپٹّا مارتا ہے۔ عینک سے اُسے سرکایا نہیں کہ اُس نے وہ پنجہ مارا کہ عینک ہاتھ سے چھوٹ یہ جا، وہ جا۔

شاہد: دادا جان، بلّی کے بچّے تو شرارتی ہوتے ہی ہیں۔ وہ تو حرکت کرتی ہر چیز کو چھیڑتے ہیں۔ اُسے آپ کو ہٹانا تھا تو اپنی چھڑی سے ہٹاتے۔

دادا: مُرغے کی وہی ایک ٹانگ۔ چھڑی سے کیوں نہیں ہٹایا۔ یہ کون نہیں کہتے کہ آج کل کی دھاتیں ہی کمزور ہوتی ہیں اور پھر یہ دکاندار بھی لوٹتے ہیں۔ لگا دیتے ہیں کسی بھی الا بلا کی کمانی۔ جلدی ٹوٹے گی تو پھر آئیں گے لگوانے۔ اب بلا عینک کے کوئی اندھا بنا کب تک بیٹھا رہے گا نا؟

شاہد: دادا جان آپ کے زمانے میں دھاتیں کیسی ہوتی تھیں۔

دادا: فولاد ہوتی تھیں، فولاد۔ پشتہا پشت کام دیتی تھیں۔

شاہد: لیکن دادا جان فولاد ہی تو فولاد ہو سکتا ہے۔ ہر دھات تو فولاد نہیں ہو سکتی۔

دادا: بس اُتر آئے کٹ حجتی پر۔ ارے بھئی، وہ مضبوط ہوتی تھیں۔

شاہد: دادا جان یہ بات بھی نہیں ہے۔ آج دھاتوں کو صاف کرنے اور اُن میں دوسری دھاتیں ملا کر اُنھیں زیادہ مضبوط بنانے کے لیے نئے سے نئے طریقے استعمال کیے جا رہے ہیں۔

دادا: ارے تم کیا جانو۔ ایسے بات کرتے ہو جیسے تمھارے باپ دادا لوہار تو تھے ہی۔

شاہد: دادا جان، یہ باتیں تو آج سب ہی جانتے ہیں۔ ہمیں کتابیں بتاتی ہیں۔

دادا: اچھا تمھیں اتنی ہی کتابی معلومات ہے تو یہی بتاؤ کہ انسان نے سب سے پہلے کس دھات سے کام لینا شروع کیا۔

شاہد: یہ کون سی مشکل بات ہے۔ آدمی نے سب سے پہلے لوہے کے اوزار، ہتھیار استعمال کرنا شروع کیے۔

دادا : کھا گئے نا دھوکا۔ انسان نے سب سے پہلے تانبے کی کھوج کی اور پھر کانسا بنایا۔

شاہد : بنایا ؟ کانسا اُس نے زمین سے نہیں نکالا ؟

دادا : نہیں ۔ کانسا خود کوئی خالص دھات نہیں۔ اُسے تو تانبے میں ٹین ملا کر بنایا جاتا ہے۔

شاہد : اور پیتل ؟

دادا : ہاں پیتل بھی دو دھاتوں سے ملاکر بنایا جاتا ہے۔ تانبے اور جستے کو۔

شاہد : لیکن پرانی کھدائی میں لوہے کے اوزار بھی پائے گئے ہیں۔

دادا : ہاں لیکن یہ بات بعد کی ہے۔ دیکھو انسان کی تاریخ کا سب سے پرانا دور وہ تھا جب وہ پتھر سے بنائے گئے ہتھیار اوزار استعمال کرتا تھا۔ اُسے پتھر کا زمانہ کہتے ہیں۔

شاہد : لیکن اُس سے پہلے کا بھی تو زمانہ ہوگا جب آدمی پتھر کا استعمال بھی نہ جانتا ہوگا۔

دادا : چپ رہو۔ بس بیچ میں بولے جاؤ گے۔ ٹپ ٹپ۔ کیا کہہ رہا تھا میں۔

شاہد : پتھر کا زمانہ۔

دادا : ہاں پتھر کا زمانہ ہماری تاریخ کے سب سے زیادہ پرانے دوروں میں سے ایک ہے۔ اُس سے پہلے بھی انسان ہوں گے۔ لیکن اُن کی زندگی کے طریقے کے بارے میں جاننے کے لیے ہمارے پاس صاف ثبوت نہیں ہیں۔ ہاں پتھروں کے جو اوزار ملے ہیں، اُن سے ہمیں اُس زمانے کے لوگوں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوتی ہے۔

شاہد : ہوں۔

دادا : یہ ہوں ہاں کا کیا مطلب۔ کوئی الف لیلہ کی کہانی ہو رہی ہے یہاں۔

شاہد : بولیں تو آپ کہتے ہیں کہ ٹپ ٹپ بیچ میں بولتے ہو۔ ہوں ہاں کریں تو قصہ کہانی کی بات ہوتی ہے۔ تو پھر کیا کریں۔

دادا : چپ چاپ بیٹھ کر سنو۔ تو پتھر کے زمانے کے بعد کے دور کو تانبے کا دور کہا جاتا ہے۔ پھر کانسے کا زمانہ اور پھر جاکر لوہے کا زمانہ آتا ہے۔

شاہد: (جماہی لینے کی آواز)
دادا: تو اب صاحبزادے کو نیند آنے لگی۔
شاہد: نیند نہ آئے تو کیا ہو۔ سوال آپ کرنے نہیں دیں۔ بات پوچھنے نہ دیں۔ تو پھر کیا کریں۔
دادا: ٹھیک ہے۔ تم لوگ تو دماغ خراب کر کے چھوڑو گے۔ نچلا بیٹھنا تو سیکھا نہیں۔ پوچھو کیا پوچھتے ہو۔
شاہد: دادا جان سب ملا کر کتنی دھاتیں ہوتی ہیں۔
دادا: اب میں نے تمھارے لیے ساری عمر تو یہ کام کیا نہیں کہ دھاتیں گنتا پھروں۔ ٹھیک ہے۔ وہ نکالو لال جلد والی کتاب۔ لیکن ہاں پہلے یہ عینک میں کوئی ڈوری تو باندھ دو۔ وہ کمانی تو کمبخت ٹوٹ ہی گئی۔
شاہد: لیجیے۔
دادا: ادھر لاؤ۔ ہاں۔ کہاں گیا بھئی وہ معدنیات کا باب۔ لاحول ولاقوۃ۔ وقت پر کوئی چیز نہیں ملتی۔ یہ رہا۔ ہاں تو دنیا میں تقریباً دو ہزار معدنیات ملتی ہیں۔
شاہد: دادا جان یہ معدنیات کیا ہوتی ہیں۔
دادا: مادنیات نہیں۔ مع دنیات۔ مع۔ عین سے۔ دیکھو یہاں حلق سے نکلتی ہے عین۔
شاہد: مع۔
دادا: ہاں معدنیات۔ معدن کہتے ہیں کان کو۔ اور جو چیزیں زمین کے اندر سے کان کھود کر نکالی جاتی ہیں اُنھیں معدنیات کہتے ہیں۔
شاہد: دھاتیں بھی تو کہتے ہیں۔
دادا: ہاں معدنیات میں دھاتیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن کانوں سے اور دوسرے قسم کی چیزیں بھی نکلتی ہیں۔ جیسے کوئلہ یا پٹرول اور اُنھیں دھات نہیں کہتے ہیں۔
شاہد: تو سب سے زیادہ کام آنے والی دھات کون سی ہے۔
دادا: سب سے زیادہ تو لوہا استعمال ہوتا ہے۔ پھر تانبہ اور پھر ایلیومینیم۔
شاہد: اور فولاد؟

دادا: فولاد کوئی الگ دھات نہیں ہوتی۔ وہ تو لوہے سے ہی بنایا جاتا ہے۔
شاہد: لیکن دنیا میں سب سے زیادہ کون سی دھات ملتی ہے۔
دادا: زمین میں سب سے زیادہ ایلیومنیم پایا جاتا ہے جو زیادہ تر باکسائٹ کی شکل میں ملتا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اتنی بڑی مقدار میں موجود ہونے کے باوجود ایلیومنیم کا بڑے پیمانے پر استعمال اسی صدی میں شروع ہوا۔ اور ہلکی ہونے کی وجہ سے اس کا ہوائی جہازوں وغیرہ میں خاص طور پر استعمال ہوتا ہے۔
شاہد: اور سب سے سخت دھات کون سی ہوتی ہے۔
دادا: تم نے بجلی کا بلب دیکھا ہے۔ اس کے اندر ایک تار لگا ہوتا ہے۔ جب ہم بجلی کا سوئچ کھولتے ہیں تو وہ چمک اٹھتا ہے۔ یہ ٹنگسٹن کا بنا ہوتا ہے اور ٹنگسٹن سب سے سخت دھات سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بجلی کا کرنٹ اس کے تار میں پہنچتا ہے تو وہ چمک تو اٹھتا ہے لیکن بجلی کی گرمی سے پگھلتا نہیں۔
شاہد: اور سب سے قیمتی دھات تو ظاہر ہے سونا ہی ہے۔
دادا: نہیں سب سے قیمتی دھات پلاٹینم سمجھی جاتی ہے۔
شاہد: ہندستان میں ملتی ہے یہ دھات۔
دادا: پلاٹینم سب سے زیادہ امریکہ میں نکلتا ہے اور پھر کویت میں۔
شاہد: کوئی دھات ایسی بھی ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ ہندستان میں ملتی ہے۔
دادا: ہاں، ابرق ایسی معدنیات میں ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ ہمارے ملک ہی میں ملتی ہے۔
شاہد: یہ کیا ہوتی ہے۔
دادا: یہ چمک دار پرتوں کی شکل میں ہوتی ہے اور بجلی کا سامان بنانے کے کام آتی ہے۔ لیکن تمھیں معلوم ہے کوئی بہنے والی دھات بھی ہوتی ہے۔
شاہد: پٹرول۔

دادا : نہیں بھائی۔ پٹرول معدنیات میں تو شامل ہے یعنی اُس کو زمین میں سے نکالا جاتا ہے لیکن وہ دھات نہیں ہے۔ بہنے والی دھات تو پارہ ہے۔ جو تم نے تھرمامیٹر میں دیکھا ہوگا۔

شاہد: جی ہاں اُس پر ٹمپریچر کا فرق فوراً معلوم ہوجاتا ہے۔ لیکن یہ سب سے زیادہ کہاں ملتا ہے۔

دادا : دیکھو بھئی۔ تم نے تو ہمارا دماغ چاٹ چاٹ کر ویسے ہی آدھا کر دیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ پارہ اٹلی میں سب سے زیادہ ملتا ہے۔ اب تم یہ کتاب سنبھالو اور خود بیٹھ کر پڑھو ہمارا تو یہ گاؤ تکیہ ادھر سرکا دو۔ تھوڑی سی کمر سیدھی کرلیں۔ باقی باتیں پھر کریں گے۔

سید منتظر پاشا

بلا عنوان

ایک نئی نویلی ماڈرن دلھن نے اپنی سہیلی کو بتایا میرے شوہر تین مہینے کے لیے باہر گئے تھے۔ میں نے اس عرصے میں نئے نئے کھانے پکانے سیکھ لیے اور جب وہ آئے تو اُن کو کھلائے۔
سہیلی بولی: "خوب! پھر اس کا تمھارے شوہر پر کیا اثر ہوا؟
دلھن نے جواب دیا "اب وہ تین سال کے لیے باہر چلے گئے"

پریوں کا غول بچّوں کو اپنے ساتھ لے کر محل کے اس حصّے سے باہر نکلا جہاں بچّے اب تک آرام کر رہے تھے۔ وہ سب سیر کے لیے نکلے تھے۔ ان کے ساتھ نانی پری بھی تھی۔ ممّی اور ڈیڈی کی یاد کچھ مدھم سی پڑتی جارہی تھی۔ چلتے چلتے نانی پری نے راجو اور ٹینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ "زمین پر بسنے والے انسانوں کے تم دونوں پہلے بچّے ہو جو آسمان پریوں کے جہان کی سیر کر رہے ہو"، پھر سوالیہ انداز میں نانی پری بولیں "تم نے جل پریوں کے بارے میں سنا بھی ہوگا اور پڑھا بھی ہوگا" "جی ہاں"، ہم اپنی اسکول ٹیچر اور دادی ماں سے جل پریوں کی بہت سی کہانیاں سن چکے ہیں۔ ٹینا نے جواب دیا۔" تو اب ذرا سامنے دیکھو"، نانی پری مسکراتے ہوئے بولی — پریوں کا غول دائیں بائیں ہٹتا چلا گیا جیسے وہ بچّوں کو آگے آنے کے لیے راستہ بتا رہی ہوں۔ راجو اور ٹینا نانی پری کے دائیں بائیں کمر میں اپنا ایک ایک ہاتھ ڈالے لگے لگے چل رہے تھے۔ اب نانی پری کے ساتھ جہاں وہ ٹھہر گئے تھے وہاں تالاب کا کنارہ معلوم ہو رہا تھا ان بچّوں کے سامنے ایک بہت بڑا تالاب تھا جس میں بے شمار چھوٹی چھوٹی پریاں تیرتی اور ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتی ہوئی سی معلوم ہو رہی تھیں۔ راجو اور ٹینا بہت حیرت اور خوشی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کے معصوم ذہنوں میں کئی سوال تھے۔ ٹینا از خود رفتگی میں تالیاں

گھر نمبر ۱-۲-۲۷ بانسواڑہ۔ اے۔ پی

بجاتی اور اُچھلتی ہوئی چیخ پڑی ۔ "میں پہچان گئی یہ جل پریاں ہیں" اس کی چیخ جیسی آواز سن کر تالاب میں سے کچھ پریاں نانی پری کی طرف نکل آئیں۔ نانی پری نے مسکراتے ہوئے بچوں سے کہا "ذرا ان کے پروں کو ہاتھ لگا کر دیکھو" دونوں بچوں نے ان چھوٹی پریوں کے پروں اور جسم کے مختلف حصوں پر ہاتھ پھیر پھیر کر دیکھا۔ پھر حیرت سے نانی پری کی طرف دیکھنے لگے۔ نانی پری نے ان کے چہروں پر اُبھرے سوالوں کو سمجھ لیا۔ لیکن کچھ کہنے کے بجائے اپنے ساتھ والی بڑی پریوں میں سے دو چار کو آگے کی طرف دھکا دیا۔ بچوں نے دیکھا وہ سب تالاب میں جا پڑیں پھر نانی پری کے اشارے پر باہر بھی نکل آئیں۔ نانی پری نے ان پریوں کے پروں پر ہاتھ پھیرنے کا اشارہ کیا۔ دونوں بچے ہاتھ پھیرتے جاتے اور اپنی انگلیوں اور ہتھیلیوں کو غور سے دیکھتے جاتے "یہاں پانی ہوتا ہی نہیں تو تمھارے ہاتھوں میں کہاں سے لگے گا"، نانی پری کہتی جا رہی تھی۔ یہ وادی کی طرح پھیلا ہوا خلا ہے اور یہ کنارہ ہمارے بتلائے ہوئے محل کی حد ہے۔ اس خلا کی وادی میں پانی کی طرح چمکتی لہریں اس محل کا عکس ہے۔ اس میدان جیسے خلا میں پریاں تیر نہیں رہی ہیں بلکہ اڑ رہی ہیں "آؤ باغ کی طرف چلیں"، نانی پری کے کہنے پر سارا جلوس اس طرف بڑھنے لگا جدھر نانی پری بچوں کو اپنے ساتھ لیے چل رہی تھیں۔ یہاں کا نظارہ بھی بچوں کو چونکانے والا تھا۔ چاروں طرف چھوٹے چھوٹے فوارے تھے اور بیچ میں ایک بڑا فوارہ تھا ان سب سے پانی سا نکلتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ بچوں نے سوچا نانی پری تو کہتی ہے یہاں پانی نہیں ہوتا تو پھر یہ کیا ہے؟ کیا نانی پری ہمیں بے وقوف بنا رہی ہیں؟ مگر کیوں؟ وہاں پھولوں کے پودے بھی تو نظر آ رہے تھے جن کے اوپر چھوٹی پریاں بالکل تتلیوں کی طرح اڑ رہی تھیں۔ پھر وہ سب باغ کے ایسے حصے میں پہنچے جہاں پھلوں سے لدے درخت تھے۔ وہ سب اس درخت کے چاروں طرف جمع ہو گئے جو سب سے گھنا تھا اور اس کی مختلف شاخوں پر مختلف قسم کے پھل لگے ہوئے تھے۔ پریاں بہت خوش تھیں اور وہ اپنی خوشی

کا اظہار اپنے پَروں کو پھڑ پھڑا کر اور ایک دوسرے کے پَروں سے ٹکرا کر تالیوں جیسی آواز پیدا کر کے کر رہی تھیں۔ ایک دوسرے کے پَر جب ٹکراتے تو تالی بجنے کی سی آواز آتی۔ اس کے ساتھ دو دو پریاں مل کر اڑتے ہوئے درخت کے اوپر سے گذر کر گھیرے کے اس خالی جگہ کو پُر کرتیں جہاں سے پہلے دو پریوں نے اڑکر وہ جگہ خالی کی تھی۔ پریوں کے ہنسنے کی مدُھر آواز، تالیوں کی گونج اور درخت پر ان کا اڑان بھرنا، یہ سب بچوں کو بہت اچھا لگ رہا تھا اور وہ بالکل کھو سے گئے تھے۔ نانی پری نے اپنے بازو میں کھڑی پری سے کچھ پھل توڑ کر لانے کا اشارہ کیا۔ وہ فوراً اڑتی ہوئی اوپر پہنچی اور اپنے پَروں میں پھل بھر لائی۔ نانی پری نے ان پھلوں کو اپنے پَر پہ سجا کر بچوں کے سامنے کرتے ہوئے انھیں کھانے کا اشارہ کیا۔ بچوں نے جھجکتے ہوئے پھل اٹھائے اور ان پہ دانت لگائے۔ شاید وہ مزہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا جو ان کی زبانوں نے محسوس کیا۔ وہ الگ الگ طرح کے پھل کھاتے جاتے اور نانی پری کی طرف دیکھتے جاتے ان کے چہروں پر بے پناہ خوشی تھی لیکن آنکھوں میں کچھ سوال بھی چمک رہے تھے۔ نانی پری نے یہی محسوس کیا۔

نانی پری بچوں کو اپنے ساتھ لیے باغ کے ایک کونے میں آکر بیٹھ گئیں۔ ان کے ساتھ آئی ہوئی دوسری پریاں باغ میں کھیل کود میں مصروف رہیں۔ راجو نانی پری کے پیر کو سہلاتے ہوئے بولا "نانی پری ہمارے یہاں بھی بڑے اور خوبصورت باغ ہیں مگر ایسا باغ ایک بھی نہیں ہے۔" "ہاں نانی پری،، راجو بھیّا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہاں سے کہیں اور جانے کو جی نہیں کرتا مگر کیا کریں؟ ممی ڈیڈی یاد آتے ہیں وہ بھی پریشان ہوں گے ہمارے لیے۔ ٹینا آزردہ لہجہ میں کہہ رہی تھی۔ مگر نانی پری ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ آپ نے تو کہا تھا کہ یہاں پانی نہیں ہوتا پھر باغ میں وہ فوارے کیسے ہیں؟،، راجو کی بات سن کر نانی پری نے کہا،، ہاں تم لوگ ایسی ویسی بات نہ سوچو میں تمھیں بتاتی ہوں۔ دیکھو پہلے یہ سن لو کہ ہم آسمان پریاں ہیں ہمیں گھر بنانے، چلنے پھرنے

پودے درخت لگانے کے لیے کسی زمین جیسی چیز کی ضرورت نہیں، زمین نہیں تو ہوا اور پانی بھی نہیں ہیں اور ان چیزوں کی ہمیں ضرورت نہیں پڑتی۔ یہاں تک کہہ کر نانی پری ذرا سا رُکی، راجو اور بیٹا کی نظریں نانی پری کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ چہرہ انھیں انسانوں جیسا ہی لگا مگر دودھ کی طرح سفید اور بہت خوبصورت۔ نانی پری کے سر سے کمر تک جیسے چاندنی کا رواں تھا۔ وہ بھی دودھ کی طرح سفید۔ جوان اور چھوٹی پریوں کے سروں پر بھی سنہرا رواں تھا اور رنگت میں دودھ جیسی سفیدی کے ساتھ جیسے ہلکی گلابی گوٹ ٹکی ہوئی تھی۔ اس فرق کے علاوہ ایک فرق ایسا بھی تھا جو وہ اور پریوں کے مقابلے میں واقعی نانی پری لگتی تھی وہ فرق ان کے قد اور جسامت کا تھا جو دوسروں سے ذرا زیادہ تھا۔ نانی پری کہہ رہی تھیں " ہم جہاں بیٹھے ہیں یہ ہمارے پروں کے ریشوں سے بنی چادر ہے جو بھی پر گرتے ہیں ان کو ہم لوگ جمع کر کے ان کے ریشوں کو الگ الگ کر لیتے ہیں پھر ان ریشوں سے چادریں بنتے ہیں۔ آسمانوں میں جہاں جہاں ہم چادریں تانتے ہیں وہ ویسی ہی تنی رہتی ہیں۔ ہمارے محل کی دیواریں، چھتیں، دروازے، کھڑکیاں انھیں چادروں کو آسمانوں میں تان کر بنائے گئے ہیں اور وہ صرف اس لیے بنائے گئے ہیں کہ چھوٹی پریوں کو اِن تنی ہوئی چادروں کے درمیان میں ہی رکھ کر اُڑنا سکھایا جاتا ہے پھر ان کو محل سے لگے خلاءیں اڑنے کا موقع دیا جاتا ہے ان محلوں میں ہی بیٹھ کر ہم لوگ اور بہت سی کام کی باتیں کرتے ہیں ہمارے باغ بھی ایسی ہی چادر کو تان کر بنائے جاتے ہیں ہاں ان میں چھوٹے چھوٹے گول سوراخ کر کے ان سوراخوں میں چاند کی کرنوں کو لا کر لگا دیا جاتا ہے۔ دن میں جب سورج کی کرنیں ان سوراخوں میں لگی چاند کی کرنوں پر پڑتی ہیں تو تم لوگوں کی نظریں اڑتے پانی کا منظر دیکھتی ہیں۔ یہاں نظر آنے والے فواروں کی حقیقت یہی ہے۔ یہاں لگائے گئے پودے ہمارے پروں کے ریشوں ہی سے بنائے گئے ہیں۔ البتہ پھلوں کے درخت یہاں پہلے سے موجود ہیں۔ میں انھیں اپنے بچپن سے دیکھتی آرہی ہوں۔ ایک ہی درخت پر مختلف رنگ

اور جسامت کے پھل لگتے ہیں۔ ان درختوں سے کچھ پھل توڑ کر میں تمھارا
زمین پر بھی لے گئی تھی وہاں میں نے سمندر کے کنارے کھیلنے والے بچو
کو یہ پھل دیے تھے جن کو کھا کر بچے بہت خوش ہوئے تھے۔"

ٹینا اور راجو نانی پری کی باتوں کو بہت غور سے سن رہے تھے ا
کو وہ باتیں جادوئی لگ رہی تھیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔ کچھ باتوں
یقین ہو رہا تھا اور کچھ باتوں کو سن کر وہ الجھن میں پڑ گئے تھے۔ "اب سنو
تمھارے بارے میں" نانی پری پھر کہنے لگی۔ زمین والوں کو ہوا، پانی او
غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں وہ سب چیزیں تو نہیں ہیں مگر میں نے کچ
پریوں کو ان چیزوں کے مہیا کرنے پر معمور کر دیا ہے۔ کچھ پریاں اپنے پروں
میں ہوا بھر بھر کر لا رہی ہیں۔ کچھ جا کر بادلوں سے پانی مانگ کر لانے کے کا
میں جٹی ہوئی ہیں اور تمھارے کھانے کے لائق چیزیں لا رہی ہیں۔ پھر نانی پری نے
اپنا ایک پَر زمین پر مارا تو دو تین پریاں اڑتی ہوئی وہاں پہنچ گئیں۔ نانی پری
نے ان کی زبان میں کچھ کہا تب وہ پریاں واپس گئیں۔ نانی پری ٹینا اور راج
سے پھر باتیں کرنے لگیں "محل کے کنارے سے تم نے تالاب جیسا میدان تو
دیکھ لیا وہاں ٹینا بٹیا کی آواز پر پریاں بھاگ کر نہیں آئی تھیں بلکہ میں نے ایک
مخصوص اشارے سے ان کو بلایا تھا تاکہ تم ان کے پروں کو چھو کر دیکھو کہ وہ
گیلے نہیں تھے۔ راجو نے کہا "نانی پری وہ تو ٹینا کے چیخ کر بولنے پر ہی چونک
کر کنارے آئی تھیں" "نہیں، نہیں، نانی پری انکار میں اپنا سر ہلاتے ہوئے
بولی "یہاں ہوا کا وجود نہیں تو آواز کیسے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتی
ہے۔ ہوا کا ایک چھوٹا سا ہالہ تم لوگوں کے گرد بنائے رکھا جا رہا ہے۔ اتنا
اصول تو تم لوگ بھی جانتے ہو کہ ہمارے منہ سے نکلی ہوئی آواز دوسرے
کان تک ہوا کی موجودگی کے بغیر نہیں پہنچ سکتی۔ یہ تو سب ہماری تانی ہوئی
چادروں کا کمال ہے کہ ہم اپنی حرکت سے اس میں ارتعاش پیدا کرتے
ہیں تو وہاں دور یا نزدیک موجود ہر پری اس کو محسوس کر لیتی ہے آسمانوں
میں اڑتے ہوئے ہم اپنے پروں کو دوسرے کے پروں سے مس کرتے ہیں

تب اسے پتا چلتا ہے کہ کچھ کہا گیا ہے۔ پھر ہماری باتوں کے مخصوص اشارے اور چہرے کی حرکت پیغام رسانی کا کام کرتے ہیں،، نانی پری اتنا کہہ پائی تھیں کہ کچھ پریاں پھر وہاں آ پہنچیں۔ نانی پری نے ان سے ایک برتن لے کر بچوں کی طرف بڑھایا۔ بچے یہ دیکھ کر خوش ہوگئے کہ اس میں پینے کے لیے کچھ ہے وہ پیاس محسوس کر رہے تھے۔ پھر دونوں نے باری باری سے اسے پیا وہ انھیں بے حد ٹھنڈا اور مزہ دار لگا۔ ٹینا نے اپنے قریب کھڑی ہوئی ایک پری کے پروں کو آہستہ سے چھوا تو وہ پری ان کے قریب بیٹھ گئی۔ راجو نے سرگوشی کے انداز میں اس سے کہا "تمھارا نام کیا ہے؟ کیا تم ہماری بات سمجھ رہی ہو؟ ٹینا بولی بھیا یہاں نانی پری کے سوا کسی اور پری نے ہم سے ہماری زبان میں بات نہیں کی پھر یہ کیسے تمھاری بات کا جواب دے پائے گی۔ اس پری کے گلابی ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے آہستہ سے کہا تم مجھے فلکیہ کہہ سکتے ہو۔ یہ سن کر بچوں کے منہ خوشی اور حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

اتنی دیر میں نانی پری دوسری پریوں سے کچھ سنتی اور بولتی رہی تھیں پھر پلٹ کر نانی پری نے بچوں کی زبان میں کہا "بیٹا راجو اور بٹیا ٹینا، پریوں نے اطلاع دی ہے کہ زمین تک پہنچنے کے لیے اڑن کھٹولہ تیار ہوگیا ہے لیکن یہاں کی پریاں چاہتی ہیں کہ تم لوگ کچھ دن اور ان کے ساتھ رہو! حالانکہ تمھارے ساتھ وہ کھیلنے اور باتیں کرنے سے محروم ہیں، مگر میری وساطت سے وہ تم لوگوں کی موجودگی سے بہت خوشی محسوس کر رہی ہیں،، نانی پری کی باتوں پر ٹینا ایک دم بلک پڑی اور نانی پری کے پروں میں سر ڈال کر باقاعدہ ہچکیاں لینے لگی۔ وہاں موجود پریوں کی ہنسی چھوٹنے لگی تھی وہ ٹینا کی اس حرکت سے پتا نہیں کیا سمجھ کر لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ نانی پری نے ان کی زبان میں انھیں شاید ڈانٹتے ہوئے چپ کرایا اور ٹینا کی اس حرکت کا مطلب بھی سمجھایا۔ نانی پری نے ٹینا کا سر بڑے پیار سے اوپر اٹھایا تو ٹینا ہچکیوں کے درمیان بولی۔ نانی پری مجھے بھی آپ پریوں کے بیچ میں رہنا بہت اچھا لگ رہا ہے

ان سے جدائی کے خیال سے ہی مجھے رونا آگیا۔ آپ ہمیں ممی ڈیڈی سے ملوانے کے بعد پھر یہاں لے آیئے۔ ہم اپنے ممی ڈیڈی کو بھی یہیں لے آئیں گے۔ راجو ذرا سمجھ دار تھا اس نے ٹینا سے تو کچھ نہیں کہا۔ مگر نانی پری کی طرف دیکھ کر ہلکے سے مسکرا دیا۔ نانی پری موضوع بدلتے ہوئے بولی۔ "ٹھیک ہے ٹھیک ہے" آؤ تم لوگوں کو کچھ اور دیکھنا ہے لیکن وہ جگہ ذرا دور ہے تم لوگ کب تک چلتے رہو گے ٹھیک ہے۔ تم لوگوں کے ایک۔ ایک ہاتھ کو مضبوطی سے تھامے دو دو پریاں اڑتی چلیں گی اور پھر نانی پری نے پریوں کو اشاروں سے سمجھاتے ہوئے اپنے پیچھے اڑنے کا اشارہ کیا۔

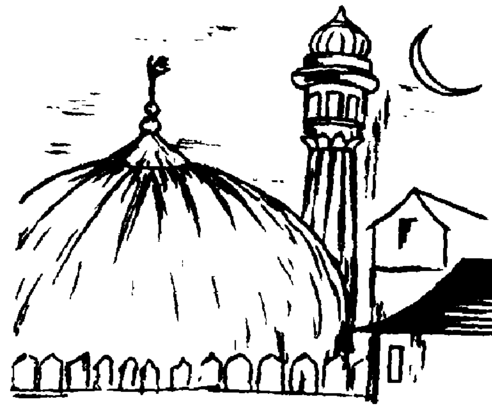
راجو کے دونوں ہاتھوں کو دو طرف سے دو دو پریاں پکڑے آہستہ اڑ رہی تھیں ادھر ٹینا کی بھی یہی حالت تھی۔ ان دونوں بچوں کو دنیا میں کسی جھولے کسی سواری میں بیٹھنے پر اتنا مزہ نہیں آیا تھا جتنا اس طرح لٹکے ہوئے پریوں کے ساتھ اڑنے میں مزہ آرہا تھا۔ دونوں کے دلوں میں تھوڑا سا ڈر بھی تھا مگر اس ڈر پر خوشی غالب تھی۔ کافی دیر بعد وہ لوگ جہاں اتارے گئے وہاں برف سے ڈھکے جیسے پہاڑی سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ (باقی آیندہ)

بقیہ صفحہ ۱۶ کا

قبول نہیں ہو سکتی، اللہ کی رضا صرف ضبط و تحمل اور نیک عمل میں ہے۔

تو پیاریو! آپ اور ہم سچے دل سے غور کریں کہ جس ولولہ اور ذوق کے ساتھ ہم قربانی کے نام پر قیمتی جانور قربان کرتے ہیں تو اسی ولولے کے ساتھ زندگی کے دوسرے گوشے میں بھی ایثار و قربانی کا ثبوت بھی دیں۔

محمد محفوظ عالم



عید قرباں

عید قرباں دو ایسی مقدس ترین شخصیتوں کی یاد تازہ کرتی ہے جن کے ایثار و قربانی، فرمانبرداری و اطاعت گذاری کی مثال ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے وہ عظیم اور قابلِ احترام ہستیاں ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے فرمانبردار صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السّلام۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو خلیل اللہ اور حضرت اسماعیلؑ کو ذبیح اللہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سخت سے سخت امتحانوں اور آزمائشوں سے گذرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں اپنے رب سے التجا کی کہ اے میرے پروردگار و پالن ہار مجھے ایک سعادت مند اور صالح اولاد عطا فرما جو میرے لیے عصائے پیری بھی اور پیغامِ حق و عزیمت کو باقی رکھنے والا بھی ہو۔ بارگاہ رب العزت میں دعا قبول ہوئی اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام جیسا نیک سیرت اور صالح لڑکا پیدا ہوا جو صرف ضعیف کا سہارا ہی نہیں بنا بلکہ ان کے پیغامِ حق کو زندہ رکھنے کا ذریعہ بھی ثابت ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی دفعہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے اللہ کے نبی اپنی زندگی کی کوئی پیاری چیز اللہ کی راہ میں قربان کرو جو تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہو، صبح ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام دن حیرت و تعجب کے عالم میں رہے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ اسی لیے ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو "یوم الترویہ" کہتے ہیں۔ دوبارہ نویں تاریخ کو شب میں یہی دیکھا تو سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اسی لیے نویں تاریخ کو یوم عرفہ کہتے ہیں یعنی عرفان و معرفت کا دن پھر دسویں تاریخ کی شب میں یہی کہا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے نبی کو یقین کامل ہوگیا کہ اللہ رب العزت حضرت اسماعیل

راشے کوری۔ کشن گنج۔ بہار

علیہ السلام کو قربان کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں چونکہ وہی ان کو سب سے زیادہ عزیز ہیں، اور انھوں نے اپنے لختِ جگر کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اسی مناسبت سے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو "یوم النحر" کہتے ہیں یعنی قربانی کا دن۔ اب صرف اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے ایک ہی مرحلہ تھا وہ تھا سعادت مند بیٹے کی رضامندی اور ثابت قدمی کا۔ چنانچہ باپ نے بیٹے سے جیسے ہی مشورہ کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک سعادت مند بیٹے کی طرح اللہ کی رضامندی اور حکم خداوندی کے آگے اپنی گردن جھکادی اور فرمایا اے میرے والدِ بزرگوار آپ حکمِ خداوندی کی تکمیل شوق سے کیجیے۔ بے شک مجھے "مع الصابرین" پائیں گے یعنی صبر کرنے والوں کے ساتھ۔ پھر دونوں باپ بیٹے گھر سے بیابان کی طرف چلے اور وہاں پہنچ کر باپ نے لختِ جگر کو زمین پر لٹایا۔ سعادت مند بیٹے نے فرمایا۔ اے میرے پدر آپ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجیے اور میرے ہاتھ پاؤں باندھ دیجیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ میری صورت دیکھ کر رک جائیں، یا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں جو خداوند قدوس کو ناگوار گذرے اور ہماری قربانی قبول نہ ہو۔ باپ نے ایسا ہی کیا اور چھری چلادی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ بیٹے کی جگہ ایک دنبہ تڑپ رہا ہے جس کو حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے لے کر حاضر ہوئے تھے قربانی قبول ہوئی چونکہ اللہ تعالیٰ کو صرف اپنے نبی کا امتحان لینا تھا جو کہ انھوں نے پورا کیا اور اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ باپ بیٹے کی یہ اطاعت اور قربانی، اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ملی نشانی قرار دے دیا۔ اور "قربانی" ہمیشہ کے لیے سنت بن گئی، لیکن اسے صرف گوشت اور خون کی قربانی نہیں سمجھنا چاہیے۔ بلکہ روح اور دل کی قربانی، اپنی خواہشوں اور آرزوؤں کی قربانی، جذبات پر قابو پانے کی قربانی، یہاں تک کہ معبودِ حقیقی کی خوشنودی کے لیے اپنی قیمتی سے قیمتی چیز اللہ کی نذر کر دینا چاہیے۔ قرآن کریم کے سترھویں پارے میں سورۂ حج کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو اس طرح اجاگر کیا ہے۔

"اللہ تعالیٰ کو گوشت پوست، ہڈیوں اور خون سے کوئی تعلق نہیں، یہ گل، سڑ جانے والی چیزیں اس کی بارگاہ میں نہیں پہنچتیں، جو چیز اس کے دربار میں شرفِ تقرب حاصل کرتی ہے وہ دل کا ادب اور روح کی پاکی ہے۔"

مندرجہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ صرف گوشت کھانے اور خون گرانے سے قربانی

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

شان الحق حقی



بھائی ممدو کا اِملا

کچا ہے بھائی ممدو کا اِملا بہت ابھی
مسطر کی طرح "طوے" سے لکھتے ہیں مشتری

لاہر ہے ایک شوشے سے بنتا ہے "سر" کا سین
اس میں بھی وہ بناتے ہیں دندانے تین تین

.س لفظ کو انھوں نے جو چاہا بنا دیا
بھینسا کو چھوٹی "ہ" سے بَھینسا بنا دیا

اپنی نظر میں سارے مسلمان بھائی ہیں
اُن کی نظر میں خیر سے ہم سب بَہائی ہیں

ہم میں بھی وہ لگاتے ہیں ناحق دو چشمی "ھ"
آیت میں ڈال دیتے ہیں ہمزہ بجائے "ے"

ہ غیظ کو بھی فیض کا سمجھے ہیں قافیہ
لکھتے ہیں 'ذال' سے زکریّا کو ذِکریا

کچھ فرق ہی نہیں ہے 'نذیر' اور نظیر میں
دونوں کو "ظ" سے تو کبھی "ذال" سے لکھیں

لما علی الحساب اَلل ٹپ الف کے بن
حضرت تو مطمئن کو بھی لکھتے ہیں مطمعن

خواست کو تو واو سے لکھتے ہیں خیر سب
برخاست میں بھی ڈالیں گے وہ "واو" بے سبب

لیتے ہیں چھوٹی اور بڑی "ے" میں فرق کیا
دیکھا ہے ہم نے دہلی کو دہلے لکھا ہوا

کتنا جنابِ ممدو کے اِملا میں کھوٹ ہے
تحریر اُن کی ساری لطیفوں کی پوٹ ہے

خیالوں کی مہک

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرو تو آپس میں محبت پیدا ہوگی اور دلوں کی کدورت اور دوری جاتی رہے گی۔ (مشکوٰۃ)

مرسلہ : فرخ خورشید

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ رزق کے لیے بیٹھ کر اللہ سے دعا کرے کہ اے اللہ! مجھے رزق دے۔ تم کو معلوم ہے کہ آسمان سے چاندی اور سونا نہیں برستا۔

مرسلہ : سہیل انور علی

حضرت علی رضی اللہ عنہ

انسانوں سے امیدیں قائم کرنے کے بجائے اللہ کے سامنے انکساری کرو۔

مرسلہ : تہمینہ دین محمد شیخ

حضرت امام جعفر صادق

مصیبت ہلاکت کے لیے نہیں بلکہ آزمایش کے لیے ہوتی ہے۔

مرسلہ : جاوید اقبال کنہوری

[illegible]

خواہش پر غالب آنا فرشتوں کی صفت ہے اور خواہشوں سے مغلوب ہوجانا جانوروں کی۔

مرسلہ : فرحانہ ظہیر شیخ

بو علی سینا

جو شخص انتقام کے طریقوں پر غور کرتا رہتا ہے اس کے زخم ہمیشہ تازہ رہتے ہیں۔

مرسلہ : مرین فاطمہ گوہر

سلطان محمد غوری

دوستی اور دشمنی کبھی پوشیدہ نہیں رہتی۔

مرسلہ : ضیغم عباس

ڈاکٹر سموئیل جانسن

بدترین جھوٹ وہ ہے جس میں کچھ "سچ" بھی شامل ہو۔

مرسلہ : سید ظفر عباس کاظمی

ابراہام لنکن

آزمایش میں صبر کی ضرورت ہے۔

مرسلہ : عنبرین زہرا



ہاسٹل کا داخلہ

کہانی پڑھیے اور دیکھیے، کیسے
ہاسٹل کا یہ داخلہ کیسا رہا!

حسن عابدی کی تخلیق

طالب چچا اپنی طالب علمی کے زمانے میں بڑے شریر ہوتے تھے۔ چھوٹے بھائیوں کی چیزیں چھپا دینا، مہمانوں کا لایا ہوا مٹھائی کا ڈبا چوری کر کے اپنے دوستوں میں تقسیم کر دینا اور اسکول سے چھٹی کر کے پکنک پر جانا یہ سب تو معمولی باتیں تھیں۔ اب ہمیں کیا پتا۔ طالب چچا نے خود ہی اپنا بھانڈا پھوڑ دیا۔

ایک دن اسکول کے زمانے کی شرارتوں کی بات ہو رہی تھی۔ طالب چچا بولے۔ "ارے تم لوگ کیا شرارتیں کرو گے، اس کے لیے بڑا حوصلہ چاہیے۔"

"کس کے لیے چچا؟" میرا بڑا بھائی نعمان بولا۔ "کیا شرارتیں کرنے کے لیے؟"

"ارے نہیں۔ وہ معمولی بات ہے۔" انھوں نے نعمان کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا۔ "میرا مطلب ہے شرارتیں کرکے مار کھانے کے لیے۔"

"تو کیا آپ نے مار کھائی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ایک بار نہیں، کئی بار۔ لیکن آخری بار مجھے بہت فائدہ ہوا۔ وہ ہوا یہ کہ میں نے تمھارے دادا جان کا حقہ لا کر برآمدے میں رکھا۔ وہ ابھی کمرے سے باہر نہیں نکلے تھے، میں نے حقے کے ایک دو ہلکے ہلکے کش لیے۔ توبہ اتنا کڑوا دھواں کہ مجھے کھانسی آگئی۔ آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ دل میں سوچا۔ ایسی بے ہودہ چیز کو لوگ پیتے کیوں ہیں۔ بس یہ سوچ کر حقے کی نے منہ میں لی اور کش کھینچنے کے بجائے پھونک ماری تو حقے کا پانی اچھل کر چلم میں آگیا۔ پانی پڑتے ہی جلتی ہوئی چلم ٹھنڈی پڑ گئی۔ میں تو وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔"

"پھر کیا ہوا؟" نعمان نے جو سارا قصہ بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے، سوال کیا۔

"پھر یہ ہوا کہ میرے والد صاحب یعنی تمھارے دادا میاں کمرے سے نکلے۔ اطمینان سے آرام کرسی پر لیٹ گئے۔ اسٹول سے عینک اٹھا کر آنکھوں سے لگائی اور کتاب کھول کر دوسرے ہاتھ سے، نے ہونٹوں میں دبائی۔ میں دروازے کی آڑ لیے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جونہی انھوں نے ایک کش کھینچا ایسا لگا جیسے چلم کی راکھ منہ میں بھر گئی ہو۔ غصے سے ہاتھ مارا تو حقہ الٹ کر فرش پر گرا۔ کڑک کر مجھے آواز دی۔ اس وقت تو خیر میں کہاں ہاتھ آتا لیکن وہ بھی بھولنے والے نہ تھے۔ شام کو میں آیا تو جواب طلبی ہوئی اور ایسی مار پڑی کہ آج تک ہڈیاں دکھ رہی ہیں۔"

"تو اس کے بعد ہی آپ کو گھر سے نکال دیا گیا تھا؟" میں نے طالب چچا سے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

وہ ہنس پڑے، کہنے لگے۔ "ارے نہیں بھئی۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ خاندان کے سبھی بزرگوں نے باقاعدہ اجلاس بلایا اور صلاح و مشورے کے بعد مجھے گھر سے دور ضلع کے ہائی اسکول میں داخل کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہاں اسکول کے ساتھ ہاسٹل بھی تھا، ان کا خیال تھا کہ ہاسٹل میں لڑکوں کی دیکھ بھال اچھی ہوتی ہے۔ وقت پر کھانا، وقت پر سونا، اسکول کی پابندی، رات میں باہر نکلنے پر روک ٹوک، پھر یہ کہ لڑکے الگ الگ کمرے میں اور کبھی ایک ساتھ مل جل کر پڑھتے بھی ہیں۔ تمھارے دادا میاں نے کہا بس ٹھیک ہے، وہیں بھجوائیے۔ میری جان تو چھوٹ جائے گی اس سے، مثل مشہور ہے اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، میں بھی بہت خوش ہوا۔ دل میں سوچا چلم ٹھنڈی کرنے کا یہ انعام مجھے معلوم ہوتا تو یہی کام پہلے کرتا۔ خیر صاحب، خاندان کے ایک بزرگ نے مجھے اپنے ساتھ لیا۔ ٹرین کا سفر تھا۔ دوسری صبح میں اپنے بزرگ کے ساتھ ہیڈ ماسٹر کے کمرے کے سامنے کھڑا تھا۔ میرا ٹین کا بکس، رسّی کے ساتھ بندھا ہوا بستر اور ناشتے دان برآمدے میں رکھا تھا۔ ہیڈ ماسٹر نے مجھے اندر بلوایا۔ عینک ناک کی پھننگ پر ٹکا کر لال لال آنکھیں باہر نکالیں، سر سے پاؤں تک تین بار دیکھا اور پھر کہا۔ "برخوردار مطلوب حسین۔"

میں نے درمیان میں ٹوکا۔ "جی میرا نام طالب حسین ہے۔"

انھوں نے کہا۔ "ہاں، ہاں طالب حسین، تو برخوردار طالب حسین۔ امید ہے تم ہاسٹل میں اچھے لڑکوں کی طرح رہو گے۔ یاد رکھو، ہمارے ہاسٹل کے وارڈن بیگ صاحب بڑے سخت آدمی ہیں اگر شرارت کی اور یہاں

سے گھر واپس جاتے ہوئے تمہارا ایک آدھ ہاتھ پاؤں کم ہو گیا تو مجھ سے شکایت نہ کرنا۔ میں چاہتا ہوں تم یہاں سے تعلیم حاصل کر کے صحیح و سالم' چاروں ہاتھ پاؤں کے ساتھ خود چل کر گھر واپس جاؤ۔"

میں نے کہا۔ "انشاء اللہ' آپ کی دعا سے ایسا ہی ہو گا۔"

اس دوران میں میرے داخلے کا فارم بھرا گیا۔ ہاسٹل کے رجسٹر میں خانہ پری ہوئی۔ فیس بھری گئی ان سب کاموں میں دوپہر ہو گئی اور میں ایک قلی کے سر پر سامان لدوا کر ہاسٹل میں داخل ہوا۔ یہاں سے چپراسی وارڈن صاحب کے کوارٹر گیا اور ان سے اپنے کمرے کی چابی مانگ لایا۔ میں نے چابی لی' آگے آگے چپراسی' پیچھے پیچھے میں' مجھ سے پیچھے سامان سر پر اٹھائے ہوئی قلی' آخر میں ہمارے وہ بزرگ۔

ہاسٹل کے برآمدے میں ہمارے قدموں کی آہٹ سن کر لڑکے اپنے آپ کمروں سے باہر نکل آئے اور اس طرح تماشا دیکھنے لگے جیسے ہم چڑیا گھر کے جانور ہوں۔ کوئی مسکرا رہا تھا۔ کوئی ہنس رہا تھا' کوئی پھبتی کس رہا تھا۔ ایک نے کہا۔ "آہا' مجنوں کی برات جا رہی ہے۔"

دوسرا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا بولا۔ "ولیمے کا کھانا ناشتے دان میں لے جا رہا ہے۔"

میں سر سے پاؤں تک پسینے میں نہا گیا۔ میرے وہ بزرگ ساتھ نہ ہوتے تو ان کو مزہ چکھا دیتا۔ اس وقت اچکن اور لال ٹوپی میں' میں خود بھی کارٹون لگ رہا تھا۔ خیر جی' چپراسی نے میرے کمرے کا دروازہ کھولا۔ قلی نے سامان اندر رکھا۔ باورچی پانی کی صراحی لے کر آگیا۔ شام تک میرے وہ بزرگ رخصت ہوئے۔ دوپہر بلکہ شام کا بھی کھانا' امی نے ناشتے دان میں کر دیا تھا۔ اس لیے میں لڑکوں کے ساتھ ڈائننگ ہال میں جانے سے بچ گیا او رات کا کھانا کھا کر اطمینان سے سو گیا۔

ہاسٹل کی زندگی بھی کیا زندگی تھی۔ دو سال ایسے مزے سے گزارے کہ اب تک یاد آتے ہیں۔ یہاں آنے کے چند دنوں بعد ہاسٹل کے نئے اور پرانے "چرندوں" اور "پرندوں" کا آپس میں تعارف ہوا۔ یہ کام سینئر لڑکوں نے کیا جو اپنے رعب داب کی وجہ سے "پرندوں" میں شمار کیے جاتے تھے۔ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ سبھی کے ساتھ میری واقفیت اور ایک دو کے ساتھ دوستی ہو گئی۔ عرفان چینا' سعید ڈھولک' سلیم بھونپو' بدر پپا اور بہت سارے لڑکے' جن کا شمار درندوں میں ہوتا تھا۔ میری دوستی کا دم بھرنے لگے۔ عرفان چینا' چھوٹے قد کا دبلا پتلا لڑکا اپنی رنگت اور چہرے سے بالکل چینی لگتا تھا۔ سعید پست قد اور گول مٹول تھا اس لیے ڈھولک کے نام سے مشہور ہوا۔ سلیم لمبے قد کا تھا۔ اس کی آواز گرجدار تھی اس لیے سب اسے سلیم بھونپو کہتے۔ بدر عالم کو اس کی چپٹی ناک کی وجہ سے بدر پپا کہتے تھے اور بہت سے لڑکے تھے۔ ایک سے ایک شریر۔

"طالب چچا' آپ کا تو کوئی نام رہا ہو گا؟" نعمان نے سوال کیا۔

"ہاں بھتیجے' پہلے ہی دن مجھے لال ٹوپی پہنے دیکھ کر کسی نے لال بیگ کی پھبتی کسی اور میں لال بیگ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ بیگ صاحب جو وارڈن تھے۔ پوری سنجیدگی سے کہتے۔ "لال بیگ' تمہارا خط آیا ہے گھر سے یا رلال بیگ کل شام تم کہاں تھے؟" میں نے بھی ایسی باتوں کا کبھی برا نہیں مانا۔"

اب جو میں تمہیں قصہ سنا رہا ہوں وہ سعید ڈھولک کی شرارت ہے۔ میں صبح اسکول جاتے وقت اپنے کمرے کی چابی باورچی کو دے جاتا تھا۔ اس کا نام شعبان تھا۔ شعبان میرا کمرہ کھلوا کر صفائی کرا دیتا اور میرے

کھانے پینے کی چیزیں بازار سے لا کر اندر رکھ دیا کرتا۔ میں اس کام کے لیے اسے پیسے دے دیا کرتا۔ ان دنوں اسکول میں ٹورنامنٹ شروع ہو گئے تھے۔ ہم لوگ صبح کے گئے شام کو اندھیرا ہونے کے بعد ہاسٹل میں واپس آتے تھے۔ ایک شام، میں اپنے دوستوں کے ساتھ ڈائننگ ہال میں پہنچا تو وہاں بیگ صاحب کے سامنے ایک نیا مقدمہ پیش تھا۔ چوکیدار ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور رو رو کر کہہ رہا تھا کہ اس کا بکری کا بچہ یہیں ہاسٹل میں کسی نے چوری کر لیا۔

بھلا کوئی لڑکا بکری کا بچہ کیوں چوری کرنے لگا لیکن فکر مند سبھی تھے۔ ہاسٹل میں اس طرح کی چوری کبھی نہیں ہوئی تھی۔ بیگ صاحب نے ایک ایک لڑکے کی آنکھوں میں گھور گھور کر جھانکا۔ اپنے لال بھبوکا چہرے اور گنجی چندیا پر بار بار ہاتھ پھیرا اور ہر ایک سے ایک ہی بات کہی اگر بکری کو ذبح کر کے کھا گئے ہو تو بتا دو۔ میں چوکیدار کو پیسے دلوا کر معاملہ ختم کر دوں گا ورنہ جس نے بھی یہ چوری کی ہے۔ میں اس کی کھال کھینچ کر ڈائننگ ہال میں لٹکا دوں گا۔

ہم میں سے ہر ایک نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور تھکے ہوئے قدموں کے ساتھ اپنے اپنے کمروں کی طرف روانہ ہوئے۔ اب جو میں نے اپنا کمرہ کھولنا چاہا تو اندر سے کچھ کھڑ کھڑ کی آوازیں آئیں۔ کمرے میں داخل ہوا اور بتی جلائی تو دیکھتا ہوں کہ بکری کا موٹا تازہ تندرست بچہ میرے بستر پر بیٹھا ہوا چادر کا کونہ چبا رہا ہے۔ میرے شور کرنے پر کمروں سے لڑکے نکل کر آ گئے۔ ان میں سعید ڈھولک سب سے آگے تھا۔ کہنے لگا۔ "آخر بکری چور پکڑا گیا۔ ابے لال بیگ، مرغیاں چوری کرتے کرتے اب بکری بھی چوری کرنے لگا۔ کیوں نہ ہو بھائی اپنے گاؤں کے نامی گرامی مویشی چوروں میں اس کا نام لکھا جاتا ہے۔"

میں نے سعید ڈھولک کو ڈانٹ کر چپ کرایا اور بیگ صاحب کو بلا کر لایا۔ بکری کے بچے نے میرے بستر پر پیشاب اور مینگنیاں وغیرہ کر کے چادر کے کنارے کو جگہ جگہ سے چبا کے بہت نقصان کیا تھا۔ بدبو کے مارے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ میں نے میز پر اچٹتی ہوئی نظر ڈالی تو اس موذی نے الجبرا کی آدھی کتاب چبا کر نگل لی تھی۔

بیگ صاحب حیران تھے کہ یہ قصہ کیا ہے۔ وہ رات میں نے ہاسٹل کے کامن روم میں سو کر گزاری۔ دوسرے دن چھان بین کرنے پر معلوم ہوا کہ سعید ڈھولک باورچی کی نظر بچا کر میرے کمرے کی چابی لے گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ شرارت اس کی تھی لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ خیر بات آئی گئی ہوئی لیکن میں نے اپنے دل میں کہا جب تک سعید ڈھولک کو اس شرارت کا مزہ نہیں چکھاؤں گا، آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔

ایک شام کا ذکر ہے۔ بکری والے قصے کو سب بھول چکے تھے۔ میں نے بازار سے مٹی کی ہانڈی خریدی اور اس میں ٹھنڈا پانی بھر کے چھت پر چڑھ گیا۔ یہاں ایک دوسرے سرے سے تک تمام کمروں کے روشن دانوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ کسی کسی روشندان سے کمرے کی روشنی چھن چھن کر اوپر آ رہی تھی۔ کوئی کوئی روشن دان تاریک تھا۔ میں نے اپنے اندازے سے سعید ڈھولک کے کمرے کا روشن دان ڈھونڈ لیا اور پانی سے بھری ہوئی مٹی کی ہانڈی وہاں اس طرح رکھ دی کہ جونہی کوئی روشن دان کھولے گا۔ ہانڈی اس کے اوپر آ کر گرے گی۔ اس وقت کمرے میں اندھیرا تھا سعید ڈھولک ضرور کسی اور دوست کے کمرے میں گپ شپ کر رہا ہو گا۔ میں اپنا کام کرنے کے بعد چپ چاپ سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آ گیا اور اپنے کمرے میں بستر پر لیٹ کر دھماکے کا انتظار کرنے

لگا۔

پھر معلوم نہیں کب میری آنکھ لگ گئی۔ پچھلی رات کو میں سوتے سے اٹھا۔ صبح کے چار بج رہے تھے۔ میں
نے کمرے کی بتی گل کر دی اور مایوسی سے کروٹ بدل کر سونے لگا۔ افسوس اس وقت تک کوئی دھماکا نہیں ہوا تھا۔
سعید ڈھولک کی قسمت اس کا ساتھ دے رہی تھی۔

دوسرے دن مجھے ہانڈی کا خیال بھی نہ رہا۔ یونہی کئی دن گزر گئے۔ امتحان اب قریب آرہے تھے۔ کھیل کود
ختم اب خاموشی سے پڑھنے اور یاد کرنے کے دن آگئے تھے۔ ادھر پڑھائی کے خیال سے کچھ نئے لڑکوں نے بھی
ہاسٹل میں داخلہ لے لیا تھا۔ بیگ صاحب نے کچھ لڑکوں کو بلا کر کہا۔ "دیکھو میاں ایک دو مہینوں کی بات ہے
اپنے اپنے کمرے میں حصے دار بنا لو۔ اکٹھے مل جل کر پڑھنا۔ تمہیں بھی آسانی ہو گی اور انھیں بھی۔ یہ کہہ کر
بیگ صاحب نے چھڑی اٹھائی اور ہاسٹل کے راؤنڈ پر نکل کھڑے ہوئے۔ انھوں نے بہت سے کمروں کا معائنہ کیا
کچھ کمروں کے اندر بھی گئے۔ لڑکوں کی ٹولی ان کے ساتھ تھی۔ سعید ڈھولک کے کمرے میں داخل ہوتے ہی
وارڈن صاحب نے ادھر ادھر دیکھا پھر اس خیال سے خوش ہوئے کہ یہاں دو لڑکوں کے لیے گنجایش نکل آئے گی۔
اچھا ہوا دار کمرہ ہے۔ میاں سعید نے ہر چیز سلیقے سے رکھی ہے۔ انھوں نے سعید ڈھولک کی پیٹھ پر ایک تھپکی
دی اور باہر نکلنے لگے پھر مڑے اور کہا۔ "تازہ ہوا کے لیے روشن دان بہت ضروری ہے۔ میاں اسے تو کھلا رکھا
کرو۔" یہ کہتے کہتے انھوں نے لپک کر ڈوری کھینچ دی روشن دان کا کھلنا تھا کہ پانی سے بھری ہوئی ہانڈی ان کے
اوپر آکر گری۔ وہ تو غنیمت تھی کہ سر پر نہیں گری۔ ورنہ بیگ صاحب کے چکنے اور گنجے سر کا جو حال ہوتا۔ اس
کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ ہانڈی ان کے پاؤں کے قریب گر کر ایک دھماکے کے ساتھ پھوٹ گئی۔ ان کے
کپڑے پانی میں شرابور ہو گئے۔ پہلے تو سب ہی اس خیال سے چکرا گئے کہ خدا جانے یہ کیا حادثہ ہوا پھر دوسرے
ہی لمحے اوسان بحال ہوئے تو ہانڈی کے ٹکڑے کمرے کے فرش پر پھیلے ہوئے نظر آئے۔
سعید ڈھولک کا یہ حال کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ بیگ صاحب کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ چھڑی کھینچ
کر لپکے اور بولے۔ "ابے ڈھولک تیری یہ مجال، آج میں تیری کھال کھینچ لوں گا۔"
سعید ڈھولک نے جو خطرے کو سر پر دیکھا تو ایک جست لگائی اور کود کر کھڑکی سے باہر، یہ جا وہ جا، آنکھوں سے
اوجھل ہو گیا لیکن پھر جاتا کہاں، شام کو بیگ صاحب کے سامنے پیش ہوا۔ تب تک ان کا بھی غصہ ٹھنڈا ہو چکا
تھا۔ پوچھا۔ "ابے تو نے یہ کیا حرکت کی۔ مجھے کیا جان سے مارنا چاہتا تھا؟"
سعید ڈھولک نے بیگ صاحب کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے بولا۔ "میری یہ مجال۔ میں تو خود حیران ہوں کہ یہ
حرکت کس نے کی۔ بیگ صاحب یہ کسی دشمن کی سازش ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔" بیگ صاحب نے
چھڑی سے پیٹھ پر ہلکی سی چوٹ لگاتے ہوئے کہا۔ "چل بھاگ یہاں سے۔ آئندہ خیال رکھنا۔"
مارچ کا مہینا تھا۔ ہاسٹل کے قریب ہی آم کے باغ میں ننھی ننھی کیریاں ٹہنیوں پر جھول رہی تھیں۔ مالی نے
باغ کے چاروں طرف جھاڑ اور کانٹوں کی مضبوط باڑ بنا رکھی تھی اس کے باوجود لڑکے ایسی باتوں کی کب پروا
کرتے ہیں۔ مالی رات دن نگرانی کرتا پھر بھی سلیم بھونچو، بدرل پپا اور کچھ دوسرے ساتھیوں کو لے کر اور باڑ
کے اندر سے راستا بنا کر دوسری طرف پہنچ جاتا۔ ادھر آم کی ٹہنی پر پہلا پتھر پڑتا دوسری طرف مالی ہو ہا کرتا چیختا

پکار رہا دوڑ تا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے لڑکے کیریاں تھیلے میں بھر کر رفو چکر ہو جاتے کئی بار شکایتیں آئیں۔ بیگ
صاحب کے ہاں پیشی بھی ہوئی لیکن گواہی دینے کے لیے کوئی تیار نہ ہوتا اس لیے ملزم صاف چھوٹ جاتے۔
سلیم بھونپو نے ایک روز مجھے بھی ساتھ چلنے کے لیے تیار کر لیا۔ میں نے کہا۔ "چوری تو مجھ سے نہیں ہو
گی..."
عرفان چینا نے اچکتے ہوئے جواب دیا۔ "تم باڑ کے پاس کھڑے رہنا، ہم کیریوں کی تھیلی پکڑا دیں گے تم وہاں
سے بھاگ لینا۔"
طے یہ ہوا کہ رات آٹھ بجے کھانے کے بعد سب دوست چلیں گے۔ سعید ڈھولک نے آواز دی۔ "دیکھو
پکڑے جاؤ گے، بچ کے کام کرنا۔"
میں نے کہا۔ "تم چپ رہو جی، تمہیں کون سا ہمارے ساتھ جانا ہے۔"
اس نے جواب دیا۔ "اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ ذرا بچ کے۔"
تو اس رات یہ ہوا کہ کھانے سے فارغ ہو کر رات کے اندھیرے میں ہم پانچ چھے دوست جونہی باغ میں پہنچے
اور آم کے درختوں پر دو تین پتھر مارے مالی نے ہمیشہ کی طرح ہمارا پیچھا کیا۔ سب نے جلدی جلدی آم بٹورے
تھیلوں میں بھرے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ مجھے بھاگنے میں دیر نہیں لگی۔ میں تو پہلے ہی سے باڑ کے اس
طرف کھڑا تھا لیکن ادھر ہم ہانپتے کانپتے برآمدے میں داخل ہوئے ادھر کیا دیکھتے ہیں کہ بیگ صاحب ایک ہاتھ
میں جلتی ہوئی لالٹین اور دوسرے ہاتھ میں چھڑی پکڑے تیز تیز قدموں سے چلے آ رہے ہیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے
کسی نے ہماری چوری کی خبر انھیں عین وقت پر کر دی تھی۔
سبھی لڑکے تیزی کے ساتھ اپنے اپنے کمروں میں گھس گئے۔ لیکن یہ کیا! میں اپنے کمرے کے دروازے پر
پہنچا تو وہاں پر کسی نے تالا ڈال دیا تھا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ بیگ صاحب زن زن چھڑی گھماتے ہوئے
میرے سر پر سوار ہیں۔ انھوں نے تابڑ توڑ اتنے سوال کیے کہ میں چکرا گیا کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دوں۔
پہلے سے معلوم ہوتا کہ یہ آفت آنے والی ہے تو کوئی بہانہ سوچ لیتا۔ بیگ صاحب نے لال لال آنکھیں نکالتے
ہوئے کہا۔ "بس آج چور پکڑا گیا۔ بتاؤ اور کون کون تھا؟"
میں گم صم تھا۔ کیا جواب دیتا بھلا دوستوں کا نام کس طرح لیتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے حصّے کی مار مجھے کھانا
پڑی اور دوسرے دن ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے جو پیشی ہوئی وہ الگ۔ انھوں نے کھلے ہاتھ پر چھڑیاں مارنے کے
بعد کہا۔ "آئندہ اگر پکڑے گئے تو ہاسٹل سے نکال دیئے جاؤ گے۔"
میں نے اپنے دل میں کہا 'اچھا سعید ڈھولک تم نے خوب بدلہ لیا لیکن میں بھی تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔
دوسرے دن سعید ڈھولک میرے کمرے میں آیا۔ بڑی ہمدردی جتا رہا تھا۔ دیر تک دوستوں کی باتیں کرتا رہا۔
شام کو کھانے کے بعد پھر میرے کمرے میں آ گیا۔ میں نے سوچا اس سے بچ کر ہی رہنا چاہیے۔ زیادہ بات نہیں کی
اس کے جانے کے ذرا دیر بعد میاں شعبان نے دروازے پر دستک دی۔
"کیوں۔ بھئی، کیا ہوا؟"
وہ کہنے لگا۔ "صاحب، سعید میاں نے بھیجا ہے۔ سر میں لگانے کا تیل تو ہو گا آپ کے پاس۔ ان کے تیل کی

بوتل ختم ہو گئی ہے۔"

اچانک ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ "ذرا ٹھہر کے آنا میں اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے تو مار لوں سخت نیند آ رہی ہے۔"

وہ جونہی آگے بڑھا۔ میں نے کھوپرے کے تیل کی بوتل کھولی اور گوند کی شیشی اس میں الٹ دی۔ واپسی میں شعبان نے بوتل میرے ہاتھ سے لی، بولا۔ یہ اس میں کوئی چیز اوپر اوپر تیر رہی ہے۔

دوسرے روز سعید ڈھولک سب کے لیے تماشا بن گیا۔ رات میں سوتے وقت تیل بالوں میں لگاتے ہی اس کے ہاتھ آپس میں چپکنے لگے۔ لیکن اس نے کچھ خیال نہ کیا صبح سو کر اٹھا تو چادر اس کے سر کے ساتھ بری طرح چپکی ہوئی تھی۔ میاں شعبان کو مدد کے لیے پکارنا پڑا۔ انھوں نے چادر زور سے کھینچی تو بالوں میں چرچراہٹ ہوئی کہ سعید ڈھولک سچ مچ ڈھولک کی طرح بجنے لگا۔ آخر انھوں نے سبزی کاٹنے والی چھری سے بالوں کی لٹیں کاٹ کر الگ کیں۔ گرم پانی سے دھونے کے باوجود سعید ڈھولک کے بال لوہے کی کیلوں کی طرح سر پر جڑے رہے۔ کٹے اور نچے ہوئے بالوں کو چھپانے کے لیے سعید ڈھولک ٹوپی پہنے پھرتا اور لڑکے کہتے۔ "تو نے بھی چغل خوری کی تھی، آخر کو سزا مل گئی۔"

لیکن میں نے اپنے دل میں کہا۔ میاں طالب، کچھ مزہ نہیں آیا۔ اچھا خیر پھر سہی آئندہ کوئی اور ترکیب سوچنا ہو گی۔ اب امتحان کی تیاری کے لیے چھٹیاں شروع ہو گئی تھیں۔ میں تھوڑے دنوں کے لیے گھر آگیا تاکہ ذرا آرام کر لوں پھر دو مہینے تک سر اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ جس شام ہاسٹل واپس آنا تھا۔ اس روز امی تمام دن میرے لیے طرح طرح کے پکوان تیار کرتی رہیں انھیں رہ رہ کر مجھ پر پیار آ رہا تھا۔ آتے جاتے بلائیں لے لے کر کہتیں۔ "ہائے، میرا بچہ، کیسا دبلا ہو گیا ہے۔ ارے وہاں کھانے کو کیا ملتا ہو گا بس خیریت سے چند دن اور گزر جائیں پھر میں اپنے بیٹے کو وہاں نہیں جانے دوں گی۔"

میں باہر نکلا تو حکیم صاحب کے منشی، والد صاحب کے انتظار میں بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ انھیں دیکھتے ہی ایک خیال ذہن میں آیا۔ میں نے منشی صاحب سے فرمائش کی بولے۔ "کوئی حرج نہیں، ابھی لا دیتا ہوں۔"

ذرا دیر بعد انھوں نے ایک پڑیا چپکے سے میرے ہاتھ میں پکڑا دی۔ میں ٹہلتا ہوا گھر کے اندر پہنچا۔ امی اس وقت میٹھی ٹکیاں مٹی کی کوری ہانڈی میں جما جما کر رکھ رہی تھیں۔ ادھر ملازمہ حلوے کی سوجی بھون رہی تھی۔ بس اس کی نظر بچی اور میں نے پڑیا حلوے کی دیگچی میں خالی کر دی۔

دوسری صبح کوئی نو بجے تھے جب میں سامان سے لدا پھندا ہاسٹل میں داخل ہوا۔ یہاں دوستوں کی چنڈال چوکڑی شاید میرے ہی انتظار میں برآمدے کے اندر ٹہل رہی تھی۔ کھانے کے ناشتے دان اور پکوان سے بھری ہوئی ہانڈیاں دیکھ کر سبھی کے منہ میں پانی بھر آیا۔ میں نے سامان کمرے میں رکھوایا اور ہاتھ منہ دھو کر لمبے سفر کی تھکان دور کرنے کے لیے بستر پر لیٹ گیا۔ اتنے میں شعبان میاں ناشتا لے کر آ گئے۔ میں نے کہا۔ "یار وہ ذرا ہانڈی تو اٹھانا اس میں میٹھی ٹکیاں ہوں گی۔"

ہمارے دوست جو دروازے کے پیچھے کھڑے تھے۔ شاید یہی سننے کا انتظار کر رہے تھے۔ سلیم بھونپو، بدرل پپا، عرفان چینا اور دوسرے دوست آگے پیچھے چھاپہ ماروں کی طرح کمرے میں گھس آئے اور ناشتے دان کے سامان

پر جھپٹ پڑے۔ سعید ڈھولک سب سے آگے تھا۔ میں نے کہا۔ "یارو۔ یہ سب سامان میں اکیلا تو نہیں کھاؤں گا۔ سب تمھارے ہی لیے ہے جتنا چاہے کھاؤ۔ لوٹ مار کرنے کی ضرورت کیا۔"

عرفان چینا نے آنکھیں جھپکاتے ہوئے اپنی باریک آواز میں کہا۔ "بات تو ٹھیک ہے۔ بیٹھ جاؤ سب دوستو!"

سب یار دوست ادھر ادھر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ "یہ رہیں میٹھی ٹکیاں اور یہ رہے پوریوں کے ساتھ کباب۔"

کسی نے کہا۔ "اور اس دیگچی میں کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ "وہ کل کھائیں گے' آج یہ سامان تو ٹھکانے لگاؤ میرے دوستو!"

میری بات سب کو پسند آئی کھا پی کر سب اٹھنے لگے تو میں نے سعید ڈھولک کو اشارے سے روک دیا۔ جب سارے دوست رخصت ہو گئے تو میں نے دیگچی کا ڈھکن سرکاتے ہوئے کہا۔ "اس میں حلوہ ہے۔ یہ کل تقسیم کریں گے۔"

سعید ڈھولک زور سے ہنسا' بولا "خوب چھپا کر رکھنا۔"

میں نے جواب دیا۔ "فکر نہ کرنا۔ یہاں سے کوئی چوری نہیں کر سکتا۔"

دوسرے روز اسکول سے واپسی میں جب میں کمرے میں داخل ہوا تو دیگچی خالی تھی۔ سارا حلوہ کوئی نہایت صفائی سے نکال کر لے گیا تھا۔ میں نے باورچی سے پوچھا۔ "میاں شعبان' کیا میرا کمرہ آج پھر کسی نے کھولا تھا؟"

شعبان نے ڈرتے ڈرتے سر ہلایا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "صاحب' کیا کہوں' سعید صاحب سے مجھے ڈر لگتا ہے جب انھوں نے چابی مانگی تو میں انکار نہ کر سکا۔"

میں نے کہا۔ "اچھا" اور چپ ہو گیا۔

ادھر دوستوں نے سنا کہ حلوہ چوری ہو گیا ہے تو انھوں نے میرے کمرے پر دھاوا بول دیا۔ سلیم بھونپو نے گرجدار آواز میں اعلان کیا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ یہ لال بیگ سارا حلوہ اکیلے چھپ کر کھانا چاہتا ہے لیکن یاد رکھو جو بھی اسے اکیلا کھائے گا اسے ہضم نہیں ہو گا۔ اس پر سب نے نعرے لگائے۔ "ہضم نہیں ہو گا۔ ہضم نہیں ہو گا۔"

اتنے میں شعبان نے آکر اطلاع دی۔ "صاحب! آپ صحیح کہتے ہیں' ہضم نہیں ہو گا۔ سعید صاحب....."

"ابے سعید ڈھولک کہو' کیا ہوا سعید ڈھولک کو؟"

"صاحب وہ لوٹا لے کر ادھر بھاگے جا رہے ہیں آٹھویں مرتبہ۔"

اسی شام سعید ڈھولک کو اسپتال میں داخل کر دیا گیا ڈاکٹر کا خیال تھا کہ انھوں نے غلطی سے کوئی تیز دست آور دوا کھالی ہے۔

عرفان چینا نے آنکھیں میچتے ہوئے کہا۔ "میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔ ہضم نہیں ہو گا۔ سعید ڈھولک کو لالچ کے ہاتھوں اپنے کیے کی سزا مل رہی ہے۔"

اللہ دیکھ رہا ہے

ضرغام راجا

چنو اور منو دونوں بی گلہری کے بچے تھے اور اپنی ماں کے ساتھ ایک درخت کے تنے میں ہتے تھے۔ چنو اور منو ویسے تو بہت اچھے بچے تھے مگر بہت چٹورے تھے۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ ھاتے رہنا ان کی عادت تھی۔ وہ اچھی بری، صاف اور گندی کوئی چیز نہیں دیکھتے تھے۔ بس ھانے سے مطلب رکھتے تھے۔ ان کی ماں بی گلہری اکثر انہیں سمجھاتی کہ اس طرح اور اتنا یادہ کھانا صحت کے لیے اچھا نہیں ہے مگر وہ دونوں ماں کی بات ایک کان سے سن کر دوسرے ے اڑا دیتے۔ بی گلہری جس درخت پر رہتی تھیں اس کے برابر میں رضیہ باجی کا گھر تھا۔ ب طرح سے رضیہ باجی نے ہی بی گلہری کو پالا تھا۔ بی گلہری ہر روز صبح سویرے رضیہ باجی کے ر جاتیں اور رضیہ باجی روٹی کے چند ٹکڑے انھیں دے دیتیں۔ بی گلہری وہ ٹکڑے اپنے گھر لے آتیں۔ وہ سب مل جل کر کھالیتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔ چنو اور منو کا بہت دل چاہتا کہ بھی رضیہ باجی کے گھر جائیں مگر رضیہ باجی کے گھر کی دیوار بہت اونچی تھی جسے پار کرنا ان کے ں کی بات نہ تھی۔

ایک صبح بی گلہری نے چنو اور منو سے کہا کہ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ آج تم دونوں کو بھی ضیہ باجی کے گھر جانا ہے۔ یہ سننا تھا کہ چنو اور منو خوشی سے اچھل پڑے اور جلدی سے تیار کر بی گلہری کے ساتھ رضیہ باجی کے گھر کی طرف چل پڑے۔ راستے میں بی گلہری چنو اور منو ؛ اچھی اچھی باتیں بتاتی رہیں۔ رضیہ باجی کے مکان تک پہنچ کر چنو اور منو نے اپنی ماں کی مدد ے دیوار پار کی اور رضیہ باجی کے گھر کے اندر جا پہنچے۔ بی گلہری نے چنو اور منو کو وہیں رکنے کا شارہ کیا اور خود آگے بڑھ کر رضیہ باجی کو سلام کیا۔ رضیہ باجی چارپائی پر بیٹھی سیب چھیل رہی ھیں۔ بی گلہری کو دیکھ کر ان کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ بولیں "بی گلہری، تم گئیں، میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی۔"

یہ کہہ کر رضیہ باجی نے سیب کے دو تین ٹکڑے بی گلہری کی طرف اچھال دیے۔ بی گلہری

نے ان ٹکڑوں کو اٹھایا ' رضیہ باجی کا شکریہ ادا کیا ور چنو منو کو ساتھ لے کر واپس اپنے گھر آگئیں ۔ بی گلہری نے چنو اور منو کو سیب کے ٹکڑے دیے ۔ چنو اور منو فوراً ہی ان پر ٹوٹ پڑے اور ذرا سی دیر میں سب صفا چٹ کر دیا ۔

" اتنی مزے دار چیز! " چنو اور منو نے سوچا " اتنی مزے دار چیز تو ہم نے کبھی نہیں کھائی!" دونوں ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے ۔ دراصل ان کی نیت نہیں بھری تھی اور سیب ختم ہو چکے تھے ۔ آخر چنو اور منو نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کیے اور ایک منصوبہ بنالیا ۔

دوپہر کو بی گلہری نے چنو اور منو کو آرام کرنے کو کہا اور خود بھی لیٹ گئیں ۔ چنو منو تھوڑی دیر تک تو لیٹے رہے اور جب دیکھا کہ ان کی امی سو گئی ہیں تو بہت آہستگی سے اٹھے اور باہر نکل آئے ۔ دونوں کا رخ رضیہ باجی کے گھر کی طرف تھا ۔ رضیہ باجی کے گھر کے سامنے پہنچ کر انھوں نے گھر کی دیوار پار کرنے کی کوشش کی ' مگر وہ تو بہت اونچی تھی ۔ کئی بار کوشش کی ۔ چنو کے تو خاصی چوٹ بھی آئی ۔ آخر انھوں نے دیوار پار کر ہی لی ۔ پھر دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے باورچی خانے کی طرف بڑھے ۔ ۔ چنو باورچی خانے میں داخل ہو گیا اور منو باہر کھڑا ہو گیا اچانک منو کو برابر والے کمرے سے کسی کے بولنے کی آواز سنائی دی ۔ منو نے دروازے کے نیچے سے جھانکا ۔ اندر کمرے میں سفید داڑھی والے بزرگ رضیہ باجی کی چھوٹی بہن رقیہ کو پڑھا رہے تھے ۔ منو نے ان کی باتیں غور سے سننے کے لیے اپنے کان دروازے سے لگا دیے بزرگ کہہ رہے تھے :

" ہم جو کچھ کرتے ہیں ' چاہے سب کے سامنے یا سب سے چھپ کر ان سب کو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے ۔ ہمارے اچھے کام کا ہمیں جلد ہی انعام ملے گا اور بُرے کاموں کی سزا ملے گی ۔ "

" برے کاموں کی سزا ملے گی! " منو یہ سنتے ہی لرز گیا ۔ وہ فوراً باورچی خانے کی طرف لپکا باورچی خانے میں چنو سیب تلاش کر رہا تھا ۔

" مل گئے سیب! " چنو ایک پلیٹ اٹھاتا ہوا بولا جس کے نیچے لال لال سیب رکھے ہوئے تھے ۔ چنو جلدی جلدی سیب اٹھانے لگا تو منو نے اس سے کہا :

" چنو ' چنو ' کوئی ہمیں دیکھ رہا ہے ۔ "

"کک۔۔ کون ؟" چنو گھبرا گیا۔

" اللہ میاں ۔۔ اللہ میاں ہمیں دیکھ رہے ہیں۔" منو بولا تو چنو نے گھبرا کر سیب واپس پلیٹ میں رکھ دیے۔

" ہم سے بہت بُری حرکت ہوئی چنو۔" منو بولا۔

" ہاں، اللہ میاں بھی ہم سے ناراض ہوگئے ہوں گے۔" چنو بولا۔

" چلو، گھر واپس چلیں۔" منو نے کہا اور دونوں جلدی جلدی بھاگتے ہوئے گھر پہنچے تو ان کی اں بی گلہری دروازے پر کھڑی تھیں۔ ان کو دیکھتے ہی بولیں "کہاں چلے گئے تھے تم دونوں؟"

چنو اور منو نے ساری بات سچ سچ بتادی اور اپنی ماں سے معافی بھی مانگی۔ بی گلہری نے ان کے سچ سے متاثر ہوکر انھیں معاف کردیا اور کہا :

" واقعی اللہ تعالیٰ ہر بُرے کام کی سزا اور اچھے کام کا انعام دیتا ہے۔ تم نے بُرا کام کیا تو چنو کی ٹانگ میں چوٹ لگ گئی اور پھر جب اپنی غلطی پر شرمندہ ہوئے اور بُرے کام سے توبہ کرلی تو اللہ میاں نے تمھیں انعام دیا۔"

" انعام! کیسا انعام؟" چنو اور منو کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

" ابھی رضیہ باجی آئی تھیں اور تم دونوں کے لیے بہت سارے سیب دے گئی ہیں۔"

بی گلہری بولیں تو چنو منو خوشی سے اچھل پڑے اور گھر کے اندر دوڑے۔

اب چنو منو اچھے بچے بن گئے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔

گھریلو نسخے

۱۔ لکڑی کے سامان یا فرنیچر کو دیمک لگ جائے تو اسے مٹی کے تیل یا پٹرول سے صاف کریں۔

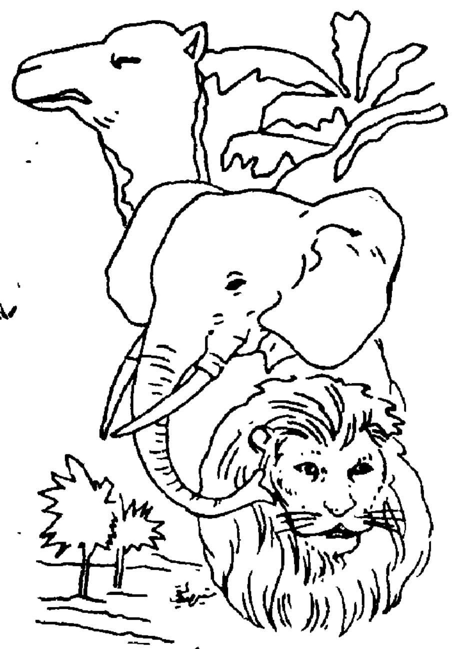
۲۔ کیلا، جامن اور انار کے داغ دھبوں کو لیموں مل کر صابن اور گرم پانی سے دھولیں، دھبے دور ہوجائیں گے۔ اس کے علاوہ پھل کے داغ والے حصے کو ٹماٹر کے رس میں بھگو کر اچھی طرح ملیں۔ داغ دور ہوجائے گا۔

۳۔ گرم کپڑوں پر چکنائی لگ جائے تو پانی میں امونیا ملا کر لگائیں، صاف ہوجائے گا۔

مرسلہ : شاہد ایوب

جانوروں کا مشاعرہ

فیضان عارف



شیر

مجھ سے ملیے جہاں پناہ ہوں میں
سارے جنگل کا بادشاہ ہوں میں
لوگ سب مجھ کو شیر کہتے ہیں
جانور بھی دلیر کہتے ہیں
میری ہیبت سبھی پہ طاری ہے
میرا جنگل پہ حکم جاری ہے
میں دہاڑوں تو جانور سارے
چھپتے پھرتے ہیں خوف کے مارے
لوگ کہتے ہیں میں درندہ ہوں
زورِ بازو پہ اپنے زندہ ہوں

ہاتھی

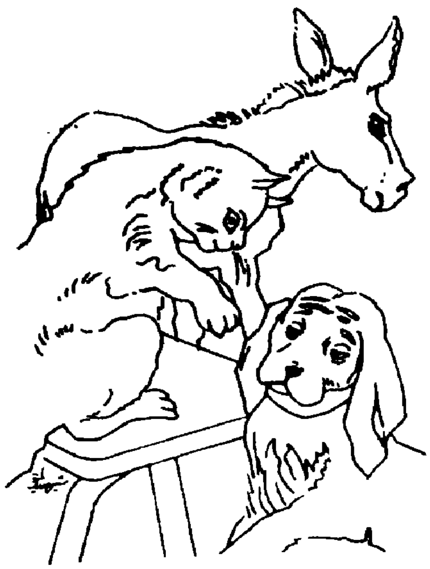
جی ہاں میں ہی جناب ہاتھی ہوں
سارے بچوں بڑوں کا ساتھی ہوں
میرے پاؤں پہ سب کا پاؤں ہے
میرا چرچا بھی گاؤں گاؤں ہے
دانت میرے ہیں جو دکھانے کے
درحقیقت نہیں، وہ کھانے کے
کان میرے ہوا کا پنکھا ہیں
سونڈ کی طرح اِک عجوبہ ہیں
عمر میری ہے سیکڑوں برسوں
آپ سے پھر ملیں گے کل پرسوں

اونٹ

کوئی بھی تو نہیں ہے مجھ جیسا
میں ہوں صحرا کا اک جہاز ایسا
بھوک اور پیاس جھیل سکتا ہوں
میں کبڈی بھی کھیل سکتا ہوں
میرا مسکن ہے ریگزاروں میں
میں ہمیشہ چلوں قطاروں میں
بھولی بھالی سی میری صورت ہے
دیکھنے میں عجیب مورت ہے
بھاری بھرکم جو بوجھ اُٹھاتا ہوں
اپنے رب کے میں گیت گاتا ہوں

گدھا

جانور بے وقوف ہوں گرچہ
پھر بھی ہر سمت ہیں مرے چرچے
بوجھ اٹھاتا ہوں مار کھاتا ہوں
ظلم سہہ کر بھی مسکراتا ہوں
دشمنوں کو لتاڑ دیتا ہوں
میں دولتی بھی جھاڑ دیتا ہوں
زیبرا ہو کہ یا کوئی خچر
سب ہیں میرے ہی فیملی ممبر
شیخ سعدیؒ نے بھی تو فرمایا
کوئی مجھ سا نہیں ہے چوپایا



کُتا

عرض کرتا ہوں غور سے سُنیے
سُن کے باتوں کو میری سَر دُھنیے
جانور ہوں حقیر سا یوں تو
لوگ دُھتکارتے ہیں سب مجھ کو
گرچہ عقل و خرد سے ہوں عاری
میری مشہور ہے وفا داری
میرا پڑتا ہے چور سے پالا
گھر کا میں ہی ہوں ایک رکھوالا
رُوکھی سوکھی ملے جو کھاتا ہوں
پیار کرنے پہ دُم ہلاتا ہوں

بِلّی

نرم ہوں جیسے روئی کا گالا
مجھ کو کہتے ہیں شیر کی خالا
ہے نرالی سبھی سے میری ادا
چوہے رہتے ہیں مجھ سے خوف زدہ
ایسے چلتی ہوں میں دَبے پاؤں
جیسے ڈھلتی ہے دھوپ اور چھاؤں
شوق سے لوگ پالتے ہیں مجھے
اپنے قالب میں ڈھالتے ہیں مجھے
دودھ پیتی ہوں گوشت کھاتی ہوں
رات بھر گھومتی گھماتی ہوں

کرشمہ

اطہر نیاز

قسط نمبر ۲

جواد ذیشان کا دوست تھا۔ وہ ایک حیرت انگیز صلاحیت کا مالک تھا جسے ذیشان کے ابو، آغا عمران نے چھٹی حس نام دیا تھا۔ جواد کو آنے والے خطرات کا پہلے سے علم ہو جاتا تھا اور اس حس کا مظاہرہ وہ اکثر کرتا رہتا تھا ایک بار اس نے اسکول میں اچانک یہ شور مچا کر کہ چھت گرنے والی ہے۔ پوری کلاس کو کمرے سے باہر نکال دیا اور واقعی تھوڑی دیر بعد چھت گر گئی۔ آغا عمران پولیس افسر تھے۔ جواد نے کئی کیسوں میں ان کی بھرپور مدد کی تھی۔ آج بھی وہ ذیشان سے ملنے آیا تو آغا عمران سے اس کی ملاقات ہو گئی جنہوں نے جواد کو خوش خبری سنائی کہ وہ حسب خواہش ٹی وی کے ڈراموں میں کام کر سکتا ہے۔ انہوں نے اسے اپنے ایک دوست ٹی وی پروڈیوسر کے نام تعارفی خط بھی دیا۔ مگر جواد نے انہیں جو بات بتائی اسے سن کر وہ ڈر سے گئے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ آپ کی جان کو خطرہ ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

آغا عمران دفتر پہنچے تو پہلا ٹیلی فون آئی جی صاحب کا تھا۔

"آغا عمران! تمہیں ایک اہم کیس سونپا جا رہا ہے۔ تم اکیڈمی سے اپنے آپ کو فارغ سمجھو۔ تمہیں اپنی ٹیم خود بنانے کی اجازت ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ تم انسپکٹر شعیب کا نام لو گے۔ میں اس کے لیے بھی آج ہی ہدایات بھیج رہا ہوں۔ وہ حسب معمول تمہارے نائب کا کام کرے گا۔ فائل آج کی ڈاک سے تمہیں مل جائے گی۔ اب تمہیں خود دیکھنا ہے کہ ان لوگوں کا قلع قمع کیسے کرتے ہو۔ میری طرف سے تمہیں ہر قسم کے ممکن اور قانونی اختیارات حاصل ہوں گے۔ اور کوئی بات؟"

"نو سر! اگر کوئی بات پوچھنا ہوگی تو میں آپ کو فائل پڑھنے کے بعد زحمت دوں گا۔"



"جی، نہیں شکریہ۔"

"ہاں تو بیٹے۔ یہ لو اسکرپٹ اور پہلے اسے اطمینان سے پڑھ لو۔"

جواد نے اسکرپٹ لے لیا اور پڑھنے لگا۔

یہ اسکرپٹ پروگرام کی پہلی قسط تھی جس میں بچے اپنا ایک چلڈرن کلب بناتے ہیں کہ ہم
مسائل خود حل کریں گے کیونکہ بڑے، بچوں کے مسائل حل کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ اور بچے
تمام برائیوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو بڑوں میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی بچہ جھوٹ بولتا
اسے یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ اس میں بڑوں والی عادتیں آتی جا رہی ہیں تو وہ فوراً معافی
ہے کہ وہ بچہ ہے اور بچے جھوٹ نہیں بولتے۔ اور ایسی تمام عادتیں جو خراب ہیں اور بڑوں میں پائی جاتی
ان کو نہیں اپنائیں گے۔ اور بچے عہد کرتے ہیں کہ بڑے ہو کر بھی ان عادتوں سے دور رہیں گے، اچھے
کریں گے، سچ بولیں گے، چھوٹوں کا خیال کریں گے، بڑوں کی عزت کریں گے، ماں باپ کا کہنا مانیں
گے، پرندوں، درختوں اور جانوروں سے پیار کریں گے۔ خوبصورت ماحول کے لیے کوشش کریں گے۔
پھر یہ کلب یہ بھی طے کرتا ہے کہ مختلف ہم نصابی سرگرمیوں کا اہتمام کیا جائے گا۔ بچوں کو ایکٹنگ
سکھانے، موسیقی سکھانے اور مختلف کھیل سکھانے کی کلاسوں کا انتظام کیا جائے گا۔ پھر سب ممبران اس
بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ایکٹنگ سکھانے کی کلاس کا اہتمام کیا جائے۔

جواد نے اسکرپٹ پڑھ لیا تو انصاری صاحب نے کہا۔ "تم چیئرمین چلڈرن کلب کا کریکٹر پڑھو
گے۔ میں تمہارے ساتھ دوسرے کریکٹر پڑھتا ہوں۔ تو چلو شروع ہو جاؤ۔"

جواد نے پڑھنا شروع کیا!

"ایک کار سڑک پر رواں ہے۔"

"نہیں نہیں ایسے نہیں۔" انصاری صاحب نے جواد کو روکا۔ "یہ جو منظر نامہ یا ہدایات ہیں
اسے نہیں پڑھنا ہے بلکہ ایسے کر کے دکھانا ہے۔ اور ڈائیلاگ بولتے وقت ایسا نہ لگے کہ آپ اسکرپٹ
پڑھ رہے ہیں بلکہ اس طرح پڑھیں جیسے آپ بولتے ہیں دیکھیں میں آپ کو بول کر دکھاتا ہوں۔"
پھر انصاری صاحب نے خود چیئرمین چلڈرن کلب کے ڈائیلاگ بول کر دکھائے۔

"بس بس۔ اب میں سمجھ گیا۔" جواد نے کہا۔

اور پھر جواد نے چیئرمین چلڈرن کلب کے ڈائیلاگ ایسے بولے کہ انصاری صاحب عش عش کر
اٹھے۔

"ٹھیک ہے بھئی ٹھیک ہے۔ تم تو پیدائشی ایکٹر ہو۔ سمجھ لو تمہارا انتخاب اس کردار کے لیے کر لیا

گیا ہے۔" اس کے بعد انصاری صاحب نے ایک آڈیشن فارم بھرا۔ جواد کا نام، پتہ، ٹیلی فون نمبر وغیرہ لکھا اور اسکرپٹ کی ایک کاپی جواد کو دے دی۔

"یہ لو، لے جاؤ اور اسے خوب پڑھو۔ چند دنوں میں جب تمام کردار فائنل ہو جائیں گے تو میں تمہیں ٹیلی فون پر اطلاع دے دوں گا۔ پھر سب بچے مل کر ریہرسل کریں گے۔ دو یا تین دن ریہرسل کریں گے اور پھر شوٹنگ۔"

"شوٹنگ کتنے دن چلے گی؟" جواد نے پوچھا۔

"صرف دو دن۔ ایک دن اِن ڈور۔ ایک دن آؤٹ ڈور۔"

"تو اجازت؟" جواد کی امی نے پوچھا۔

"جی بالکل۔" انصاری صاحب نے کہا۔ "وہ آپ کے پاس سلپ ہوگی۔"

"جی، یہ۔" جواد نے اپنی پتلون کی جیب سے پاس نکال کر دیا۔ انصاری صاحب نے سلپ لے اس پر دستخط کر دیئے۔ یہ باہر گیٹ پر واپس کر دیجیے گا۔

"سر۔ ایک بات تو بتائیں،" جواد نے انصاری صاحب سے پوچھا۔

"اگر بجلی چلی جائے تو آپ کیا کرتے ہیں؟"

"ہم جنریٹر چلا لیتے ہیں۔"

"اگر جنریٹر خراب ہو جائے تو؟"

"تو۔ تو مشکل ہوگی۔ صاف ظاہر ہے نشریات رک جائیں گی۔ بجلی کے آنے کا انتظار کیا جائے گا اور کوشش کی جائے گی کہ جنریٹر جلد از جلد ٹھیک ہو جائے۔۔۔۔

کیوں؟" انصاری صاحب سوال بنے ہوئے تھے۔

اور اس سے پہلے کہ جواد کوئی جواب دیتا۔ بجلی چلی گئی۔ ٹیلی ویژن کی نشریات رک گئیں۔

انصاری صاحب نے کہیں فون کیا۔ "بھئی اتنی دیر۔ جنریٹر کیوں نہیں چلا رہے؟" سر، جنریٹر بھی خراب ہو گیا ہے۔ اسے ٹھیک کیا جا رہا ہے۔"

انصاری صاحب حیرت سے جواد اور اس کی امی کو جاتے دیکھ رہے تھے۔ جو گیٹ کے پاس پہنچ چکے تھے، انصاری صاحب کسی انجانی قوت کے زیر اثر گیٹ کی طرف کھنچے جا رہے تھے۔ آخر انہوں نے اپنے سر کو جھٹکا۔ اور خود ہی بڑبڑانے لگے۔

"مسٹر انصاری، یہ اتفاق ہے۔ محض اتفاق۔ اور کچھ بھی نہیں۔ تم اپنے کمرے میں جاؤ اور کام کرو۔"

جاری ہے

حکیم محمد سعید

حکیم صاحب کے مشورے

سینے میں جلن

س: عمر ۱۳ سال۔ کبھی کبھی میرے سینے میں جلن ہوتی ہے۔ ازرہ کرم کوئی علاج تجویز فرما دیجئے۔ عبدالنعیم

ج: سینے کی یہ جلن اناپ شناپ کھانے سے ہوتی ہے۔ انسان کو ایسی غذا کھانی چاہیے جس میں گھی، چربی زیادہ نہ ہو۔ پھر جب معدہ تھوڑا خالی رہ جائے تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیے۔ جب لوگ فراخ دلی سے معدے کو غذا سے بھر دیتے ہیں تو بے چارہ معدہ تنگ آجاتا ہے اور پریشان ہوجاتا ہے اور پھر خراب بھی ہوجاتا ہے۔ اچھا ہے کہ غذا اعتدال کے ساتھ کھائی جائے۔

نزلہ

س: عمر ۱۸ سال۔ ہر وقت نزلہ رہتا ہے۔ ناک کبھی کبھار بند بھی ہوجاتی ہے۔ ایک مہینے سے جوشاندہ پی رہی ہوں۔ کوئی زیادہ فرق نہیں ہوا۔ شبانہ الرحمٰن

ج: آپ بسم اللہ کر کے تخم میتھی چھ گرام پانی میں جوش دے کر چھان کر صبح اور رات پینا شروع کر دیں۔ چند دنوں میں نزلہ زکام کی کیفیت دور ہوجائے گی، انشاء اللہ۔

سردیوں میں ٹھنڈے ہاتھ پاؤں

س: عمر ۲۱ سال۔ سردیوں میں ہاتھ پاؤں ایسے ٹھنڈے ہوجاتے ہیں جیسے برف کی سل۔ مجھے

سردی بھی بہت زیادہ لگتی ہے۔ اس تسلی بخش علاج بتاہیے۔ انیلا ناز

ج: اب جب میرا یہ جواب آپ کو ملے گا تو سردیاں ختم ہو چکی ہوں گی۔ مگر خیر' سردیوں میں ہاتھ پاؤں کا یخ (برف کی طرح ٹھنڈا) ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ دوران خون کم ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو سردی زیادہ لگتی ہے۔ یہ مزاج کی کیفیت ہے۔ اسے مرض نہیں سمجھنا چاہیے۔

جوارش جالینوس اور سیاہ بال

س: میں نے پڑھا تھا کہ جوارش جالینوس سال بھر چھے چھے گرام روزانہ کھانے سے سیاہ بال نکلتے ہیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟ سیما گل

ج: میرا خیال ہے کہ یہ بات زیادہ صحیح نہیں ہے۔ مگر تجربہ کر لینے میں کوئی ہرج بھی نہیں ہے۔

اٹک اٹک کر بولنا

س: میری زبان رُک رُک کر چلتی ہے۔ دوستوں یا خاندان کے لوگوں کے ساتھ بولنے کی کوشش کرتا ہوں تو زبان اٹک اٹک کر چلتی ہے۔ ازرہ کرم علاج تجویز فرمائیے۔ شہوز صادق

ج: عزیز من! یہ تو خالصتاً ایک ذہنی مسئلہ ہے' کوئی مرض نہیں ہے۔ آپ دراصل احساس کمتری کی گرفت میں ہیں۔ جب آپ خود اعتمادی پیدا کر لیں گے زبان رُکنا بند ہو جائے گی۔ آپ کو چاہیے کہ ایک کمرے میں کھڑے ہو کر تقریریں کیا کریں۔ یہ سمجھ لیں کہ آپ کے سامنے بہت سے لوگ ہیں۔ اس سے زبان کی لکنت دور ہو جائے گی۔

چہرے پر دانے

س: عمر ۱۴ سال۔ میرے چہرے پر باریک دانے ہیں۔ ان میں نہ تو کسی قسم کی خارش ہے اور نہ درد۔ یہ سلسلہ تقریباً تین چار ماہ سے جاری ہے۔ ازرہ کرم اس کا کوئی علاج تجویز فرما دیجیے۔ سید محمد جاوید

ج: گل منڈی ۶ گرام رات کو آدھے گلاس گرم پانی میں بھگو دیں۔ صبح کو چھان کر پی لیا

س' اس سے دانے چلے جائیں گے۔

پھیکا پیلا چہرہ

: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا چہرہ سوکھا ہوا ہے۔ دونوں گال اندر دھنسے ہوئے ہیں اور یں بھی دھنسی ہوئی ہیں۔ آنکھوں گرد حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ چہرہ زرد اور پھیکا ہے۔

محمد عرفان الکریم

: یقیناً آپ کی صحت خراب ہے۔ ممکن ہے آپ نے اپنے ہاتھوں سے اپنی صحت خراب لی ہو۔ اگر ایسا ہے تو آپ کو اپنی کم زوری کا سبب تو معلوم ہوگیا ہے۔ آپ کو اپنی صحت کا ل کرنا چاہیے۔ اب مناسب یہ ہے کہ آپ اپنے معمولات (روٹین) کو درست کریں۔ صبح ش کریں' روز غسل کریں۔ غذا میں گوشت کم سبزیاں زیادہ۔ دودھ دہی پر توجہ کرنی چاہیے۔ ک کے طور پر "سنکارا" آپ کے لیے فائدے مند ثابت ہو سکتی ہے۔

کم زوری

: عمر ۱۲ سال۔ بہت کم زور ہوں۔ خمیرہ گاؤ زبان سادہ' سیب کا مربا' گل قند اور دودھ کافی ستعمال کیا ہے لیکن کم زوری نہیں جاتی۔ سجاد حسین

: بعض لوگ پیدائشی طور پر دبلے ہوتے ہیں۔ دبلا ہونا کوئی مرض نہیں ہے۔ اس کے لیے یشان نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کو ورزش پر توجہ کرنی چاہیے۔ ورزش سے جسم کے غدودوں کا رونی نظام بہتر کام کرنے لگتا ہے اور جسم کا نشو و نما بہتر ہو جاتا ہے۔ ورزش سے چاہے آپ ٹے نہ بھی ہوں' لیکن کم زوری دور ہو جائے گی۔

نیاگرا آبشار

سیّد محمد اطہر

نیاگرا آبشار دریائے نیاگرا کے اُس نچلے حصّے میں واقع ہے جو جھیل ایری کو جھیل انٹاریو سے ملاتا ہے۔ اس دریا کی چوڑائی بیس میل ہے۔ نیاگرا آبشار اپنے حجم اور مقدار کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا آبشار ہے۔ جزیرہ گوٹ کے قریب دریائے نیاگرا دو شاخوں میں بٹ جاتا ہے۔ یہاں دو آبشار ساتھ ساتھ بہتے ہیں۔ ان میں سے ایک امریکن فال کہلاتا ہے اور دوسرا ہارس شو فال۔ امریکن فال ہی نیاگرا آبشار ہے۔ یہ ۱۷۶ فیٹ کی بلندی سے گرتا ہے۔ اس کی چوڑائی ۱۰۴۰ فیٹ ہے۔ ہارس شو فال کینیڈا کی طرف ہے۔ نیاگرا آبشار میں بلا کی تیزی اور تندی ہے۔ اس کا پانی جھاگ اُڑاتا ہوا گرتا ہے اور اتنی پھوار پیدا کرتا ہے کہ اس کی چھینٹیں دُور دُور تک جاتی ہیں۔ یہاں پانی کی بیس فیٹ موٹی تہ بنتی ہے۔ جس چٹان سے آبشار گرتا ہے وہ ذرا بَل کھائی ہوئی ہے۔ اُس کا حجم ۳۰۱۰ فیٹ کے لگ بھگ ہے۔ نیچے ایک زبردست بھنور بنتا ہے۔ یہاں پانی بے حد طوفانی ہے۔ اس سے گزر کر دریا پُرسکون ہو جاتا ہے اور آگے جا کر جھیل انٹاریو میں جا گرتا ہے۔

اس آبشار کے آس پاس کے علاقوں میں خوب صورت تفریح گاہوں کا ایک جال سا بچھ گیا ہے۔ قریب ہی ایک ریلوے لائن ہے، جس پر سے سیلانیوں اور سیّاحوں کی گاڑیاں گزرتی ہیں۔ یہاں سے آبشار کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔

نیاگرا آبشار پچھلی صدی کے نصف سے صنعتی مقصد کے لیے بھی استعمال ہو رہا ہے۔ اس سے پَن بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ ہر گرمی کے زمانے میں دُور دراز کے علاقوں سے سیّاح یہاں آتے ہیں اور اس خوب صورت آبشار کا نظارہ کرتے ہیں۔ سردی میں آبشار عجب سماں پیش کرتا ہے۔ دُھند اور برف میں لپٹا ہوا آبشار چاندنی کی طرح دَمکنے لگتا ہے۔ اس کی جھالر میں جمے ہوئے سفید برفانی ٹکڑے ستاروں کی طرح جھلملاتے ہیں۔

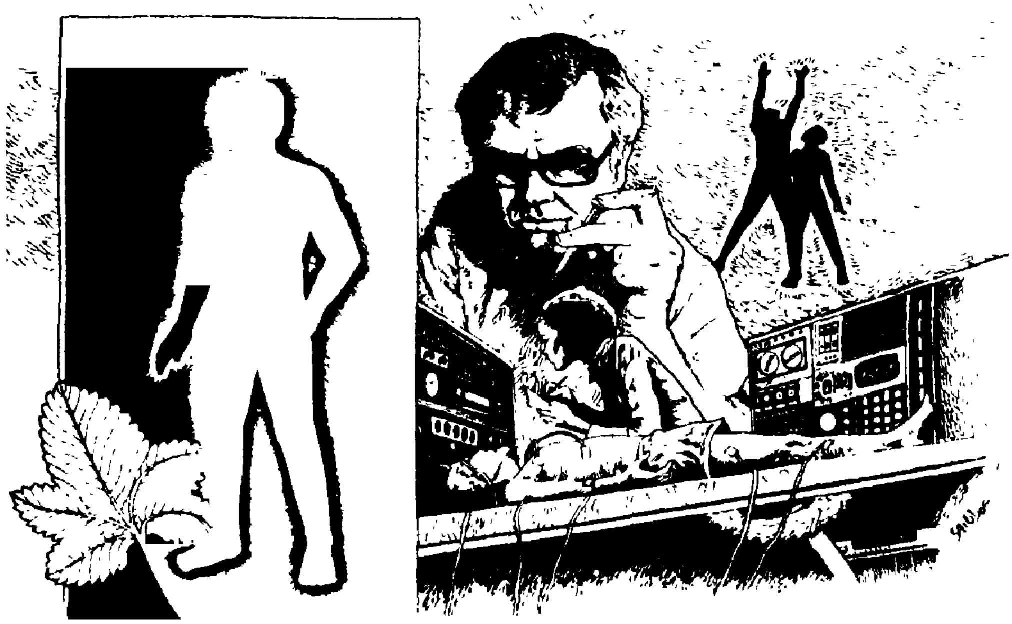
●

شاہ نواز فاروقی

ایک عجیب روشنی

دنیا میں جانداروں کی بے شمار اقسام پائی جاتی ہیں۔ ان جانداروں کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یعنی انسان اور حیوان۔ انسان اور حیوان کے درمیان بہت سے فرق پائے جاتے ہیں جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے سوچنے کی صلاحیت دی ہے اور حیوان کو نہیں۔

تاہم سوال یہ ہے کہ ایسی کون سی چیز ہے جو سب جانداروں میں مشترک ہے۔ اس کا جواب سائنس دانوں کے نزدیک ایک ہے۔ یعنی میدانِ حیات (Life field) یہ ذرا مشکل اصطلاح ہے چنانچہ آپ آسانی کے لیے اسے یوں سمجھیے کہ تمام جانداروں کے جسم کے اطراف میں ایک برقی رو موجود ہوتی ہے۔ اس برقی رو کو ایک خصوصی آلہ یعنی گلوانو میٹر کی مدد سے ناپا جاسکتا ہے۔ ایسا کرنے کے لیے ضروری ہوگا کہ آپ گلوانو میٹر کو اس جاندار کے قریب یا اس کے جسم سے چسپاں کردیں۔ یہ جاندار انسان بھی ہوسکتا ہے، حیوان بھی اور پیڑ پودا بھی۔ تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ میدان حیات کی قوت ہر دن بلکہ ہر گھنٹہ بدلتی رہتی ہے۔ انسان کے خوشگوار اور ہشاش بشاش موڈ اور تھکان کا اندازہ لگانا ہو تو اس کے ارد گرد موجود میدانِ حیات کی قوت کی پیمائش اس سلسلہ میں نہایت مفید ثابت ہوگی۔ جب کوئی جاندار مرجاتا ہے تو یہ میدانِ حیات بھی ختم ہوجاتی ہے۔ ہاں یہ الگ بات کہ فوراً ہی ایسا نہیں ہوتا۔



عام فرد کے ارد گرد موجود میدان حیات کی قوت میں تبدیلی ایک مخصوص نظام کی پابند ہوتی ہے
چنانچہ اس نظام کا ایک تفصیلی خاکہ بنا کر بہ آسانی یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کون انسان کس روز ع
کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا اور کس دن بری کارکردگی کا۔ یہ کارکردگی دفتری بھی ہو سکتی ہے، امتحان
می اور کھیل کے میدان کی بھی۔ کتنی حیران کن بات ہے، ہیں ناں !

اس موضوع پر تحقیق کرنے والے ایک صاحب راوز نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ میدان حیا
لی قوت میں تبدیلی چاند کی تبدیلیوں سے براہِ راست تعلق رکھتی ہے۔ اس کی تحقیق سے ظاہر ہوا ہے
پورے چاند کے وقت میدان حیات مثبت اثر کا حامل ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت م
لوگ مختلف انداز میں رد عمل ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ ایک زمانے میں یہ خیال عام تھا کہ چودھویں کے چا
کے وقت بہت سے لوگ دیوانے ہو جاتے ہیں۔ شاید اس خیال میں کچھ حقیقت ہے۔ آج بھی کچھ لوگو
کا خیال ہے کہ خلا میں موجود کوئی جسم ہمارے میدان حیات کو متاثر کرتا ہے، بالکل یہی بات علم فلکیات بھ
کہتا ہے۔

ایک اور قدیم خیال یہ ہے کہ انسان کے جسم کے ارگرد Aura یعنی روشنی کا دھبہ موجود رہتا
، اور یہ دھبہ چند ہی لوگوں کو نظر آتا ہے۔ جن افراد نے اس دھبہ کو دیکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ ایک
انڈے کی طرح ہے اور اس کے مختلف رنگ ہیں۔ اسے دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ نیم اندھیرا ہوا
دیکھنے والے کی آنکھیں آدھی بند ہوں اور وہ گردن گھما کر اسے دیکھنے کی کوشش کرے۔ ۱۹۱۱ء میں ک
نام کے ایک شخص نے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ یہ دھبہ درحقیقت آنکھیں بند کر کے نظر آنے والی تصو
(Spectrum) کا زیریں سرخ حصہ ہوتا ہے اور اکثر لوگ اسے دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

اس بات کا امکان ہے کہ روشنی کے اس دھبے کو زیادہ آسانی کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔ چنا
ممکن ہے کہ الّو یا چمگادڑ وغیرہ جو رات کو شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ اپنے شکار کو اسی روشنی کے دھ
کے باعث دیکھ پاتے ہوں۔ یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ الّو مکمل تاریکی میں بھی اپنا شکار دیکھ لیتا ہے
لیکن اس سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ الّو اپنی بے مثال سننے کی صلاحیت کو کام میں لاتا ہے۔

۱۹۴۰ء میں ایک روسی شخص اور کر لین اور اس کی بیوی نے تجربہ سے یہ دریافت کیا کہ وہ فو
گرافک پلیٹ اور برقی شعلہ کی مدد سے تصویر اتار سکتے ہیں۔ اس طریقے سے لیے گئے فوٹوگرافوں سے معلو
ہوا کہ ہر جاندار شے کے گرد روشنی کا دھبہ موجود ہے۔ یہ روشنی لال، نیلے، سفید اور پیلے رنگ کی ہے
اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میدان حیات کی تصاویر لینے میں کامیاب رہے۔ بہت سے درختوں کی ٹہن
درخت سے ٹوٹنے کے فوراً بعد اس روشنی کو ظاہر کرتی رہیں۔ درخت جتنا زیادہ صحت مند ہوتا ہے اتنی ا

ں یہ روشنی موجود ہوتی ہے۔ اس کے برعکس غیر صحت مند درخت روشنی کا دوسرا نظام رکھتے ہیں۔
ایک بار اس روسی شخص کے پاس ایک صاحب آئے۔ ان کے پاس کسی ایک ہی درخت کی دو ایک سی پتیاں تھیں۔ اس شخص نے روسی سائنس دان سے ان پتیوں کے فوٹو لینے کی درخواست کی۔ ر لین صاحب تمام رات ان پتیوں کے فوٹو لیتے رہے۔ اور اس بات پر پریشان ہوتے رہے کہ ان دونوں پتیوں کے ایک جیسے فوٹو نہیں آ رہے تھے۔ بالآخر اس نے سمجھا کہ وہ اس کام میں ناکام ہو گیا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ صاحب ان کی باتوں پر یقین نہیں کریں گے۔ مگر اس نے جب اس شخص کو اس بارے میں بتایا تو وہ بہت خوش ہوا "مجھے امید تھی کہ ان دونوں پتیوں میں روشنی کے دو مختلف نظام موجود ہیں۔ ان میں سے ایک پتی صحت مند درخت کی ہے اور دوسری غیر صحت مند درخت کی" ان صاحب نے بتایا۔

کر لین اور اس کی بیوی نے برسوں تک اس موضوع پر کام کیا اور لوگوں کو ایسی روشنی کے بارے میں بتانے کی کوشش کی، مگر کسی نے بھی ان کی باتوں پر یقین نہیں کیا۔ لیکن ۱۹۶۴ء میں روشنی کا یہ تصور قبول کر لیا گیا۔ یا یوں کہیں تو بہتر ہو گا کہ کم از کم روس میں قبول کر لیا گیا۔ اس کے بعد ایک روسی یونیورسٹی میں کچھ طالب علموں نے اس موضوع پر تحقیق شروع کی کہ کیا تمام جاندار اشیاء اس روشنی یا میدان حیات کے نظام کا تعین خود کرتی ہیں؟ ان لوگوں نے تحقیق کے بعد دریافت کیا کہ وہ جب کسی درخت کے کسی پتے کو کاٹ کر اس کا فوٹو لیتے ہیں تو پتے کا وہ حصہ جو کاٹا گیا ہے اس روشنی کے حصہ کے طور پر نمودار ہوتا ہے۔ اس روشنی کے نظام کو انہوں نے برقی رو قرار دیا۔

ایک روسی ڈاکٹر نے جب انسانی جسم کے فوٹو گرافوں کو غور سے دیکھا تو پایا کہ انسانی جسم کے چند خاص حصوں پر روشنی کے نمایاں نکتے موجود ہیں۔ یہ نمایاں نکتے تمام انسانوں میں یکساں طور پر پائے جاتے ہیں۔ اس روسی ڈاکٹر نے انسانی جسم اور ان روشنی والے حصوں کو چینی طریقہ علاج آکیوپنکچر کے ان نشانات سے ملا کر دیکھا جو اب اس طریقہ علاج میں انسانی جسم کے مختلف حصوں میں لگائے جاتے ہیں۔ یہ روسی ڈاکٹر یہ جان کر حیران رہ گیا کہ انسانی جسم میں روشنی کے نکتوں والے مقامات اور آکیوپنکچر کے نکتوں والے مقامات تقریباً ایک جیسے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چینی لوگ دنیا کے دیگر تمام لوگوں سے ہزاروں سال پہلے انسانی جسم کے اس روشنی والے نظام کے بارے میں معلومات رکھتے تھے۔ آکیوپنکچر کے یہ مقامات ۷۵ ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ روشنی کے یہ نکتے ہماری صحت اور احساسات سے کیا تعلق رکھتے ہیں۔ اگر ہم یہ بات جان لیں تو یقیناً انسان کو بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔

بہت سے ایسے لوگ جو روشنی کے ایسے نظام سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ صلاحیت

ہمیں ہمارے اطراف میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں بتاسکتی ہے۔ مثلاً زمین کی مقناطیس صلاحیت کے بارے میں۔ چاند اور سورج کے زمین پر مرتب ہونے والے اثرات کے بارے میں۔ وغیرہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ چوں کہ ہم اپنے روز مرہ کے کاموں میں بہت مصروف ہوتے ہیں اس لیے ہمیں ان تبدیلیوں کا علم نہیں ہو پاتا، لیکن اگر ہم اپنے آپ کو باقاعدہ طور پر اس طرح سوچنے کی تربیت دیں کہ ہم کب کس طرح محسوس کرتے ہیں؟ اور بیرونی دنیا سے ہم تک کون کون سے پیغامات آتے ہیں تو ہم آسانی اپنے اطراف میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

بہت عرصہ ہوا ہم نے اپنے مضمون میں ایسے لوگوں کے بارے میں آپ کو بتایا جو زیر زمین پانی کی موجودگی کے بارے میں ہمیں بتا دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں خیال ہے کہ ان کے جسم میں موجود پانی زمین کے اندر موجود پانی سے کچھ خاص قسم کے پیغامات موصول کرتا ہے۔ اور حضرات ان پیغامات کی مدد سے یہ جان جاتے ہیں کہ زمین کے اندر کہاں پانی موجود ہے۔ تاہم اس سلسلے اب یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ ان افراد کے اندر روشنی کے اس نظام کو کچھ مخصوص اشارے موصول ہوتے ہوں۔ اور ان کی مدد سے یہ ہمیں پانی کی موجودگی کے بارے میں بتاتے ہوں۔

اب اس بارے میں بھی خاصی تحقیق ہو رہی ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو اسی روشنی کے ذریعہ خیالات کی ترسیل کر سکتا ہے۔ یا نہیں۔ ماہرین کی اکثریت اسی بات کی حامی ہے کہ ایسا ممکن ہے۔ ٹیلی پیتھک لوگ جو دوسرے لوگوں کے خیالات پڑھ لیتے ہیں ایسے اشارے وصول کرتے ہیں جو لوگوں کے حواس قبول نہیں کر پاتے۔ خیال ہے کہ جانوروں اور پودوں میں خاص پیغامات کو وصول کرنے کی صلاحیت انسانوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ بات سائنسی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ بہت سے حیوانات جانور سینکڑوں میل تک اپنے پیغامات دوسرے جانوروں اور پودوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے اس طرح کے پیغامات طویل فاصلے اور راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو عبور کر کے اپنی منزل تک کیسے پہنچتے ہیں؟ معلوم نہیں یہ کس طرح کے اشارے ہوتے ہوں گے؟ شاید یہ برقی اشارے ہوتے ہوں، یا مقناطیسی اشارے؟ بہرحال اس بارے میں ہمارے پاس ابھی تک کوئی آخری اور قطعی جواب موجود نہیں ہے۔

سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اگر ہم اپنے ارد گرد موجود اسی روشنی (یا توانائی) کو جمع کر استعمال کرنے پر قدرت حاصل کر لیں تو پھر ہم بہت سے خاص لوگوں کی طرح اشیاء کو بغیر چھوئے ہلا لوگوں کے خیالات میں تبدیلی لانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

کر لیرین نے ایک ایسی لڑکی کی تصاویر کھینچی تھیں جس کے پاس ٹیلی کینسز (چیزا

ـے ہلانے جلانے کی صلاحیت) کی قوت تھی۔ تصاویر سے ظاہر ہوا کہ اس لڑکی کے پاس اس روشنی یا
ائی کی مقدار عام افراد سے کہیں زیادہ تھی۔ اور اس کی آنکھوں سے روشنی کی لہریں نکل رہی تھیں۔ اس
رح عقیدے کی قوت سے علاج کرنے والے ایک شخص کی تصاویر سے ظاہر ہوا کہ اس کے ہاتھوں اور اس کی
یوں سے روشنی کی لہریں..... نکل رہی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کے جسم کے اس حصہ
ں اور لوگوں کے برعکس زیادہ توانائی موجود ہے۔ یہاں توانائی سے مراد قوت ہے۔ کچھ کرنے کی
ت۔

اب دنیا میں ایسے آلات موجود ہیں جن کی مدد سے کھینچی گئی تصاویر سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ کس
ص کے گرد اس خاص روشنی یا توانائی کی کتنی مقدار پائی جاتی ہے۔ اس طرح کی تصاویر میں آنے والی ایسی
شنی کو مختلف رنگوں میں تبدیل کر کے ظاہر کیا جاتا ہے۔ عام افراد کے جسموں کے وہ اجزاء جو مردہ کہلاتے
ں (جیسے بال، ناخن،) تصاویر میں سیاہ دھبوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر انسان کے جسم کا کوئی
صہ بیمار ہو جائے تو بیماری کی حالت میں اس کے فطری رنگ میں تبدیلی رونما ہو جاتی ہے۔

آپ نے دیکھا ہماری دنیا اور ہم خود کیسی کیسی حیرت انگیز صلاحیتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر
م اپنے ماحول اور خود اپنے اوپر غور و فکر کریں تو بہت سی ایسی چیزوں سے واقف ہو سکتے ہیں جن کے ذریعہ
م انسانوں کے فائدے کے بہت سے پہلو دریافت کر سکتے ہیں۔ بس شرط غور و فکر ہے۔ اور ہم لوگوں کے
پاس اس صلاحیت کی بڑی کمی ہے۔ دیکھیے اس کمی کو کون دور کرتا ہے؟ کیا خبر یہ آپ ہی ہوں؟





منہ نہ بنائیے

سبزیاں بھی کھائیے





ہماری صحت کا دار و مدار ہماری پسندیدہ غذاؤں پر نہیں بلکہ غذاؤں کے متوازن انتخاب پر ہے۔

گوشت، انڈے، دودھ دہی، دالیں اور چاول شوق سے کھائیے

مگر — سبزیوں سے جی نہ چرائیے

★ — سبزیاں ہمارے جسم کو بیماریوں سے مدافعت کی قوت عطا کرتی ہیں

★ — سبزیوں میں پوشیدہ قوت تیز خون بن کر ہمیں صحت مند رکھتی ہے

★ — سبزیاں ہلکی غذا ہونے کے باعث جلدی ہضم ہو جاتی ہیں

یوں گویا سبزیوں کا استعمال ہمارے نظامِ ہضم کو متاثر نہیں کرتا۔

★ — سبزیوں میں وٹامنز، گلوکوز اور منیرلز جیسی طاقت کے خزانے پوشیدہ ہیں

★ — سبزیاں اللہ کی بے پایاں نعمتوں میں سے ہیں

کفرانِ نعمت نہ کیجئے — سبزیاں شوق سے کھائیے — ہمیشہ صحت مند رہئے

یہ اشتہار ماہنامہ پیامِ تعلیم نئی دہلی ۲۵ نے بقائے صحت اور بہبودِ اطفال کی خاطر بطورِ خاص شائع کیا

مرتب: ثناء اللہ

تعارف

سورۃ الرعد

نام:۔ اس سورۃ کا نام اس کی آیت نمبر ۱۳ کے مطابق الرّعد ہے۔ الرّعد کے معنی کڑکنے اور گرجنے کے ہیں۔ "معالم التنزیل" کتاب کے مصنف امام بغوی نے اپنی کتاب میں تشریح کی ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک "رعد" اس فرشتے کا نام ہے جو "بادل" کو ہانکتا اور چلاتا ہے جب کہ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہا سے اس سلسلے میں روایت ہے کہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ الرعد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ ہے جو بادل لانے کا کام کرتا ہے۔ اس نام کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس صورت میں کڑکنے یا گرجنے یا کسی بادل کو چلانے والے فرشتے پر بحث کی گئی ہے بلکہ یہ صرف علامت کے طور پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ وہ سورۃ ہے جس میں لفظ الرّعد آیا ہے یا جس میں رعد کا ذکر آیا ہے۔

زمانۂ نزول:۔ رکوع نمبر ۴ اور رکوع نمبر ۶ کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ بھی اسی دور کی ہے جس میں سورہ یونس سورہ ہود اور سورہ اعراف نازل ہوئی ہیں یعنی قیام مکہ کا آخری دور۔ یعنی یہ سورۃ مکمل ہے۔ انداز بیان سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے طویل مدت ہو چکی ہے۔ مخالفین آپ کو تکلیف دینے اور آپ کے مشن کو ناکام کرنے کے لیے طرح طرح کی چالیں چلتے رہے ہیں مسلمان بار بار تمنائیں کر رہے ہیں کہ کاش کوئی معجزہ دکھا کر ہی ان لوگوں کو صراطِ مستقیم یا سیدھے یا صحیح راستے پر لایا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ ایمان کی راہ دکھانے کا یہ طریقہ ہمارے ہاں رائج نہیں ہے۔ اگر دشمنانِ حق کو اپنے حال پر کھلا چھوڑا جا رہا ہے تو یہ ایسی بات نہیں ہے جس سے تم گھبرا اٹھو۔ پھر آیت نمبر ۳۱ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بار بار کفار کی ہٹ دھرمی کا ایسا مظاہرہ ہو چکا ہے جس کے بعد یہ کہنا بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اگر قبروں سے مُردے بھی اٹھ کر آجائیں تو یہ لوگ نہ مانیں گے بلکہ اس واقعہ کی بھی کوئی نہ کوئی تاویل کر ڈالیں گے۔ ان سب باتوں سے یہی گمان ہوتا ہے کہ یہ سورہ مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہوگی۔

مرکزی مضمون:۔ سورۃ کا مرکزی مضمون پہلی آیت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہی حق ہے مگر یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ لوگ اسے نہیں مانتے۔ ساری تقریر اسی مضمون کے گرد گھومتی ہے۔ اس سلسلے میں بار بار مختلف طریقوں سے توحید و رسالت کی حقانیت (سچائی) ثابت کی گئی ہے اور یہ ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ کفر سراسر ایک حماقت اور جہالت ہے۔ پھر چونکہ اس سارے بیان کا مقصد محض دماغوں کو مطمئن کرنا نہیں ہے بلکہ دلوں کو ایمان کی طرف کھینچنا بھی ہے۔ اس لیے نرے منطقی استدلال سے

نام نہیں لیا گیا بلکہ ایک دلیل اور ایک ایک شہادت کو پیش کرنے کے بعد ٹھہر کر طرح طرح سے خوف دلا کر ترغیب کے ذریعے اور مشفقانہ تلقین کی گئی ہے تاکہ نادان لوگ اپنی گمراہانہ ہٹ دھرمی سے باز آجائیں۔ دوران تقریر میں جگہ جگہ مخالفین کے اعتراضات کا ذکر کیے بغیر ان کے جوابات دیے گئے ہیں اور ان شبہات کو دور کیا گیا ہے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے متعلق لوگوں کے دلوں میں پائے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ اہل ایمان کو بھی جو کئی برس کی طویل اور سخت جد وجہد کی وجہ سے تھکے جا رہے تھے اور بے چینی کے ساتھ غیبی امداد کے منتظر تھے تسلی دی گئی ہے۔

"سورتوں کی ترتیب موجودہ حالت میں اور نزول کے وقت اور سورۃ کی ترتیب بلحاظ آیات و رکوعات و کل آیات و رکوعات و کلمات و حروف"

سورتوں کے مسودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ تیرھویں سورت ہے جب کہ نزول کی ترتیب کے لحاظ سے چھیانویں سورۃ ہے آیات کی ترتیب کے لحاظ سے پینتالیسویں سورۃ ہے اور رکوع کی ترتیب کے لحاظ سے گیارھویں سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں کل ۴۳ آیات اور چھ رکوعات ہیں اور اس سورۃ میں آٹھ سو چھپن کلمات اور تین ہزار پانچ سو چھ (۳۵۰۶) حروف ہیں اور یہ سورۃ مکی ہے۔ ساتھیو! ایک بات جو شروع میں بھول گیا وہ یہ کہ سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کا اعتبار کس پر کیا جاتا ہے۔ جو سورتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل نازل ہوئی ہیں ان کو مکی سورۃ کہا جاتا ہے اور جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ ان کو مدنی سورۃ کہا جاتا ہے۔ خواہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں بھی موجود ہوں خواہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں ہوں یا مدینے میں یا اور کہیں سفر میں یا حضر میں ہوں جیسے کہ ایک سورۃ، سورۃ النصر فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل ہوئی ہے لیکن اسے مدنی سورۃ کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ سورۃ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اور یہ سورۃ تیرھویں پارے اور تیسری منزل میں ہے اور اس میں سجدہ نمبر ۲ واقع ہے●

ذہنی آزمائش ۳

ر	م	ش	ت	ا	ق	ف	ل	ن	و
ج	م	س	ل	ی	م	م	ل	ک	ج
ڑ	ل	ن	ع	م	ر	ا	ن	ر	یے
ڑ	ل	ج	ص	س	غ	ر	ک	چ	ت
ھ	ی	ا	ط	و	د	ش	پ	ڑ	ن
ی	د	ل	ی	پ	ر	ب	ل	د	و
ڈ	ص	ا	و	ق	غ	ع	ر	یے	و
ل	ا	ن	ش	و	م	ن	ل	س	ل
ی	د	س	ی	م	ب	ا	ر	ی	ک
س	ن	ی	ل	گ	ا	و	س	ک	ر

عزیز پیامیوں! ورلڈ کپ کرکٹ کی تیاریاں زوروں پر ہیں۔ لہٰذا آپ بھی ذہن پر زور دیں اور کرکٹ کے درخشاں ستاروں کے گرد اپنی ذہانت سے لکیر کھینچ دیں۔ آپ کی مشکل ہم بھی آسان کیے دیتے ہیں۔

۱ منصور علی خان پٹودی ۲ سنیل گواسکر ۳ عمران خان ۴ اشتیاق محمد (?) ۵ کالیکواز ۵ وجے تندولکر ۶ ویوین رچرڈ ۷ سلیم ملک ۸ رچرڈ ہیڈلی ۹ (گیری) سوبرس ۱۰ دلیپ وینگسرکر ۱۱ ڈینس للی ۱۲ کپل دیو ۱۳ مشتاق محمد ۱۴ صادق محمد ۱۵ وسیم باری

(مرتب: علی امام نقوی)

وضو کرنے کا طریقہ اور دعائیں

کتنے شکر اور احسان کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کیا، ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے عمل، اخلاق سے اللہ تعالیٰ کو سچا مومن بن کر دکھائیں جب انسان اس دنیا میں آتا ہے تو روتا ہوا آتا ہے لیکن یہ کتنی اچھی بات ہوگی کہ جب ہم اس دنیا سے رخصت ہوں تو ہمارے لب مسکرا رہے ہوں اور ہمارا چہرہ پُرسکون اور پُرنور ہو اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ ہم اللہ تعالیٰ پر سچے دل سے ایمان لائیں اور حضورؐ کی سیرت پاک پر عمل کریں۔ پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھیں۔

آپ میں بہت سے بچے نماز تو پڑھتے ہی ہوں گے۔ ظاہر ہے وضو کا طریقہ بھی آتا ہوگا پھر بھی ہم آج آپ کو وضو کرنے کا طریقہ اور وضو کرتے وقت کی دعائیں بتاتے ہیں تاکہ جو بچے وضو صحیح طریقے سے نہیں کر سکتے وہ بھی آگاہ ہو جائیں۔

سب سے پہلے تو آپ دل میں نیت کریں کہ میں فلاں نماز پڑھنے کے لیے وضو کر رہا ہوں / کر رہی ہوں۔

اب تین بار ہاتھ دھوتے وقت دل میں یہ دعا مانگیے "اے اللہ میرے ہاتھوں سے ہمیشہ اچھے کام ہوں۔"

اب ۳ بار منہ میں پانی ڈال کر کلی کریں اور یہ پڑھیے "اے اللہ میرے منہ کو غیبت، بری باتوں اور جھوٹ سے بچا۔"

پھر ۳ بار ناک میں پانی ڈالتے ہوئے اور ناک صاف کرتے ہوئے یہ پڑھیں "اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سے محروم نہ کر۔"

۳ بار چہرہ دھوتے وقت یہ پڑھیے "اے اللہ میرا چہرہ ایمان کی روشنی سے پُرنور کر موت کی سختی اور قبر کے عذاب سے بچا۔"

۳ بار سیدھا بازو دھوئیں اور یہ پڑھیے "اے اللہ قیامت کے روز میرا اعمال نامہ سیدھے ہاتھ میں دینا"

پھر ۳ بار بائیں (الٹا) بازو دھوتے وقت یہ پڑھیے "اے اللہ قیامت کے روز میرا اعمال نامہ الٹے ہاتھ میں مت دینا۔"

جب آپ مسح کریں تو کلمہ طیبہ پڑھیے۔ دیہاتی

اب آپ سیدھا پاؤں ۳ بار دھوئیے اور یہ پڑھیے۔

"اے اللہ میرے قدم ہمیشہ اچھائی کی طرف بڑھیں مجھے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔"

۳ بار بائیں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھیے "اے اللہ میرے قدم برائی کی طرف کبھی نہ اٹھیں"۔

پھر "اے اللہ تو گواہ رہنا۔ میں نے اپنے لیے نیکی کے راستے کو اختیار کیا ہے تو مجھے بھٹکنے سے بچا" (آمین)

یہ تو تھیں وضو کرنے کی دعائیں اور یہ کوئی مشکل نہیں ہیں آپ ذرا سی کوشش کے بعد انھیں یاد کر سکتے ہیں۔ جب آپ پانچ بار یہ دعائیں مانگتے ہوئے وضو کر کے اپنے رب العزت کے حضور حاضری دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل نہ ہوں۔ کوشش کیجیے ہر نماز کے ساتھ تازہ وضو

مکتبہ پیامِ تعلیم کی دلچسپ اور سائنسی کتابیں



جج :۔ (ملزم سے) بتاؤ تمہیں اپنی بیوی کو مارنے کے لیے کس نے اکسایا تھا"؟

ملزم :۔ جج صاحب! میری بیوی کی پیٹھ میری طرف تھی۔ اور میز پر چھڑی رکھی تھی۔ جوتے میں نے پہلے ہی اتار رکھے تھے۔ بھاگنے کے لیے دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ایسا موقع ۱۰ سال میں پہلی مرتبہ ملا تو کیا میں ہاتھ سے جانے دیتا۔

انیس احمد، اسلامپورہ، مالیگاؤں ناسک مہاراشٹر

باپ :۔ (بیٹے سے) بیٹے! آج کل سائنس بہت ترقی کر رہی ہے۔ سائنس والوں نے ایک نئی کھوج کی ہے۔ جس سے آدمی کو پھر سے بندر بنایا جا سکتا ہے۔

بیٹا :۔ بس! یہ تو بہت معمولی بات ہے ہمارے ٹیچر تو ہمیں آئے دن

مرغا بنا کر واپس آدمی بنا دیتے ہیں۔"

اشتیاق احمد محمد الیاس، حسین سیٹھ کمپاؤنڈ مالیگاؤں ناسک۔

استاد :۔ برف کو جملے میں استعمال کرو۔

بچے :۔ پانی بہت ٹھنڈا ہے۔

استاد :۔ (غصے سے) اس میں برف کہاں ہے۔

بچے :۔ "وہ تو پگھل گئی"۔

ایک راہ گیر :۔ کیا آپ اس شہر کے باسی ہیں۔

دوسرا راہ گیر :۔ غصہ سے "باسی ہو گے تم۔ باسی ہوگا تمھارا باپ۔ میں تو بالکل ترو تازہ ہوں"۔

تسنیم بانو ــــــــ عین جیب اشور بہار شریف

ایک عورت چڑیا گھر میں ایک ہرن کے بچے والے پنجرے کے پاس کھڑی تھی کہ اچانک پنجرا کھل گیا اور ہرن کا بچہ بھاگ گیا۔ چپراسی دوڑتا ہوا آیا اور عورت سے بولا "تم نے ہرن کے بچے کو کیا کیا کہ وہ بھاگ گیا"؟ عورت نے ڈرتے ہوئے کہا کہ میں نے اس کے بغل میں گدگدی کی تھی چپراسی نے کہا اب میری بغل میں گدگدی کرو تاکہ میں بھی بھاگ سکوں۔

سعید عالم، بروتی فلیگ ۔ بیگوسرائے۔

ایک بوڑھی عورت بس میں چڑھی جس کے لباس پر چھوٹے چھوٹے ہوائی جہاز

بنے ہوئے تھے، ایک بچہ انھیں گھور گھور کر دیکھ رہا تھا تو عورت نے پوچھا کیوں، تم نے کبھی ہوائی جہاز نہیں دیکھے

بچہ:۔ "نہیں، ہوائی جہاز تو دیکھے ہیں مگر ہوائی اڈہ نہیں دیکھا تھا۔"

شازیہ ناہید، عبدالستار کلب الوت محل

تین دوست بیٹھے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔

پہلا دوست:۔ (دوسرے دوست سے) یار سیلاب کے دنوں میں ساری مچھلیاں کہاں جاتی ہوں گی۔

دوسرا دوست:۔ سب کی سب انھیں درختوں پر چڑھ جاتی ہوں گی۔

تیسرا دوست نہیں یار مچھلیاں کیا گائے، بیل ہیں جو درخت پر چڑھ جائیں گی

حافظ محمد قمرالدین کشن گنجوی، بھادد، مالاسہ

ایک شخص کسی دکان سے سامان خرید رہا تھا۔ تو اس نے اپنی سائکل کسی دوسرے آدمی کو لے جاتے دیکھا تو وہ دوڑ کر اس کی طرف لپکا اور بولا "رکیے رکیے" اس آدمی نے پلٹ کر دیکھا اور سائکل کی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا "معاف کیجیے میں ڈبل سواری نہیں بٹھاتا۔"

محمد اسعد جگر، فیض آبادی، داؤدپور ہنسور ضلع فیض آباد۔

ایک بزرگ آدمی (ایک لڑکی کو جینس پہنے دیکھ کر) کیا تمھاری ماں کو پتا ہے کہ تم جینس پہن کر گھوم رہی ہو۔

لڑکی:۔ نہیں۔

بزرگ:۔ تب تو تمھاری ماں بہت خفا ہو گی۔

لڑکی:۔ ہاں "کیوں کہ جینس ماں کی ہی ہے۔"

سرفراز نواز فہمی ـــــ درگاہ بیلا، ویشالی

میرے ڈاکٹر نے وعدہ کیا تھا کہ میں ایک ہفتہ میں اپنے قدموں پر چلنے لگوں گا۔ ایک صاحب نے اپنے دوست سے بتایا۔

پھر کیا ہوا؟ دوست نے پوچھا۔

اس کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی، اس کا بل دیکھتے ہی مجھے اپنی گاڑی فروخت کرنی پڑی۔

نیاز احمد آعظمی۔ جامعۃ الفلاح بلریا گنج

ایک شاعر جس کا تخلص زخمی تھا ایک دن وہ اپنے دوست سے ملنے گیا اور اس کے دروازے پر دستک دی دوست گھر پر نہیں تھا۔ دوست کی بیوی نے کہا "کون" "جی میں زخمی ہوں"۔ دوست کی بیوی نے کہا "اسپتال آگے ہے"۔

سید عبدالماجد غوری، مدرسہ تجوید القرآن، نلگنڈہ۔

دو دوست ایک جگہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے

پہلا دوست:۔ (دوسرے دوست سے) یار یہ

بتاؤ دولھا شادی کرنے کے لیے گھوڑے
کے بجائے گدھے پر کیوں نہیں آتے؟
دوسرا دوست:۔ اس لیے کہ دلھن ایک ہی
وقت میں دو گدھوں کو دیکھ کر ڈر نہ جائے۔"

حامی کریم، عطا کریم، کریم نگر، ضلع ویشالی، بہار

ڈاکٹر: (نوکر سے) جلدی سے کسی ڈاکٹر کو
بلاؤ، میرے سر میں چوٹ لگی ہے۔
نوکر: مگر جناب آپ تو خود ڈاکٹر ہیں۔
ڈاکٹر: "ارے نالائق میری فیس بہت زیادہ
ہے مجھے نہ بلاؤ۔"

بیٹا:۔ ابا جان دنیا میں کوئی ایسی بھی چیز ہے
جو ہر وقت چلتی رہتی ہے۔
باپ!۔ کیوں نہیں، ہمارے گھر میں
موجود ہے "تمھاری والدہ کی زبان"۔

عبدالقدوس انصاری، مومن پورہ، بالاپور۔ آکولہ

دوست:۔ یہ قبر میرے ایک دور کے رشتہ دار
کی ہے۔ جو کچھ ان کے پاس تھا سب یتیم
خانے کو دے گئے۔
دوسرا دوست:۔ کتنے نیک تھے بیچارے یتیم
خانے کو سب کچھ دے گئے۔ کیا کیا
دیا ہے آپ کے دوست نے؟
پہلا دوست:۔ بس زیادہ نہیں چھ
لڑکے دو لڑکیاں۔

فرح ناز۔ معرفت حبیب اسٹور، محلہ چھو، بہار شریف

نشہ میں چور دو شرابی سات بجے شام
کو ٹرین سے گھر جا رہے تھے۔ ایک نے باہر
دیکھ کر پوچھا "یار یہ سارے درخت
کدھر بھاگے جا رہے ہیں"۔
دوسرے نے کہا:۔ اتنا بھی نہیں معلوم کہ
شام ہو گئی ہے سب اپنے گھر جا رہے ہیں"۔

ظفر احمد خاں، چھبرا، ضلع سدھارتھ نگر۔

حساب کے ٹیچر نے کہا "دیکھو بچو
جس کو کوئی حساب سمجھ میں نہ آئے تو وہ
ہاتھ اوپر اٹھا دیا کرے۔ دوسرے
دن ماسٹر صاحب حساب سمجھا رہے تھے
کہ سراج اٹھا اور ماسٹر صاحب کا ہاتھ پکڑ
کر اٹھانے لگا۔ ماسٹر صاحب چونک کر،
ارے بدتمیز یہ کیا کر رہے ہو "سراج"
"ماسٹر صاحب آپ نے ہی تو کہا تھا کہ
جسے کوئی حساب سمجھ میں نہ آئے تو وہ
ہاتھ اٹھا دیا کرے"۔

سعود عالم، اڈا بازار، ضلع سدھارتھ نگر۔

مسافر، اسٹیشن ماسٹر سے ایک
دربھیّا کا ٹکٹ دیجیے، اسٹیشن ماسٹر نے
پوری لسٹ دیکھ ڈالی مگر دربھیّا کا اسٹیشن
کہیں نہیں ملا آخر کار اس نے پوچھا یہ
دربھیّا کہاں ہے، مسافر نے جواب دیا
یہیں اسٹیشن پر بیڑی پی رہا ہے۔

بیوی کا:۔ عجیب بات ہے کہ لوگ اپنے جنم دن
کی تاریخ تو بھول جاتے ہیں مگر شادی

کی تاریخ نہیں بھولتے۔

شوہر:۔ "دردناک واقعہ ہمیشہ یاد رہتا ہے۔"

جمال احمد، خیرآباد ضلع مئو۔ یو۔ پی

پہلا بے وقوف (دوسرے بے وقوف سے) شیر انڈے دیتا ہے۔

دوسرا بے وقوف (پہلے سے):۔ نہیں شیر بچے دیتا ہے۔ ابھی دونوں میں تکرار جاری تھی کہ تیسرا بے وقوف ادھر سے گزرا۔ دونوں نے سارا ماجرا اس سے بیان کر دیا۔

تیسرے بے وقوف نے کہا:۔ "لڑو مت شیر جنگل کا بادشاہ ہے، وہ جب چاہے انڈے دے اور جب چاہے بچے دے۔"

ایک شخص (اسٹیشن ماسٹر سے) جناب پونے دس بجے والی گاڑی کب آئے گی؟

اسٹیشن ماسٹر:۔ بابا ۹ بج کر ۴۵ منٹ پر۔

شخص:۔ اُف! آج تو گاڑی بہت لیٹ ہے۔

ارشد یونس، مونگری گنج، بیگوسرائے۔

شاکر (اپنی بہن سے) جب ماسٹر جی مجھے مرغا بناتے ہیں تو تمھیں بُرا لگتا ہوگا۔

بہن:۔ مجھے بُرا تو نہیں لگتا، بلکہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں ماسٹر صاحب تمھیں مرغا سمجھ کر کھا

نہ جائیں۔

فیصل علی، کاغذی پورہ، بالاپور، آکولہ۔

اکمل:۔ میں نے سنا ہے کہ اسعد کو اچھی نوکری مل گئی ہے۔

دانش:۔ ہاں وہ تو بڑے اچھے عہدے پر فائز ہے جس کو چاہے اوپر کر دے جس کو چاہے نیچے کر دے۔

اکمل:۔ ایسی کون سی نوکری ہے؟

دانش:۔ "لفٹ مین کی۔"

ایک عورت بہت جلدی جلدی سوئٹر بُن رہی تھی برابر میں بیٹھے اس کے شوہر نے پوچھا "بیگم اتنی جلدی جلدی کیوں بُن رہی ہو؟"

بیگم:۔ "آپ کو پتا نہیں کہ اون ختم ہونے والا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اون کے ختم ہونے سے پہلے پہلے سوئٹر تیار ہو جائے۔"

ایک عورت کے جڑواں بچے پیدا ہوئے تو ڈاکٹروں نے کہا "آج کل شہر میں تشدد کے واقعات اتنے بڑھ گئے ہیں کہ بچے بھی دنیا میں اکیلے آتے ہوئے ڈرتے ہیں۔"

محمد اجمل اعظمی، راجہ پور، سکرور۔

میرے پسندیدہ اشعار



لائی حیات آئی ' قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے ' نہ اپنی خوشی چلے

عمران خان عبدالرؤف خان
مکان نمبر ۸ ' سیکٹر ۲ ترمبھے نئی بمبئی ۔

بیٹوں نے مل کر صحن کو تقسیم کر لیا
والد کے ساتھ نکلا جنازہ مکان کا

ضیاء الرحمٰن محمد اقبال
اسلام پورہ ' مالیگاؤں ناسک

چھوڑ کر قرآن مسلم حق سے بیگانہ ہوا
دین بھی رسوا کیا اور آپ بھی رسوا ہوا

تیغوں کے سایے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

ہر اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

محمد شاہد عبدالرزاق شیخ
بھٹکل ۔ ضلع کاروار ۔

بستیوں میں یوں بیٹھی اس نے اپنے گھر کی راکھ
جیسے اندھے باپ کا بیٹے کو چھو کر دیکھنا

انگلی کے اشارے سے ہوئے چاند کے ٹکڑے
انساں کی عقل آج بھی حیران بہت ہے

انور ظفر جیلانی ' کمہرولی ' کمتول ' دربھنگہ ۔

چپ چاپ اپنے سچ سے کیے جا دلوں میں گھر
اونچا ابھی نہ کر علم امتیاز تو

ام فاطمہ عطش گھر نمبر ۱۔۲۔۳۔۲۷ بانسواڑہ

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلانے والے
کیسے صابر تھے محمدؐ کے گھرانے والے ۔

بدنصیبی کا میں قائل نہیں ہوں لیکن
میں نے برسات میں جلتے ہوئے گھر دیکھے ہیں

منصور عالم کشن گنج بہار

سامان ایک گھر سے لیے چور جب چلا
مالک مکان نے اسے للکار کر کہا

اچھا نہ ہوگا ایک قدم بھی اگر بڑھا
کم زور دل تھا چور وہ سکتے میں آگیا

مالک مکان گرجا کہ منہ تاکتا ہے کیا
جو کچھ لیے ہوئے ہے اسے رکھ کے بھاگ جا

یہ سن کر چور اور بھی حیرت میں پڑ گیا
یک جا ہوئے حواس تو نرمی سے یہ کہا

سب چھوڑ دوں میں یہ کیسا سوال ہے
آدھا تو اس میں تیرے پڑوسی کا مال ہے

طاہرہ خاتون ' اور کے مرو ڈ ' آسنسول

نہ عزت سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ملتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

عبدالخبیر خلیل ' ضلع میدک
آندھرا پردیش

نتیجہ کیوں کر اچھا ہو نہ ہو جب تک عمل اچھا
نہیں بویا ہے تخم اچھا تو کب پاؤ گے پھل اچھا
کرو مت آج کل حسرت برائی کو ابھی چھوڑو
نہیں جو، ہم اچھا وہ نہ آج اچھا نہ کل اچھا

قمر الدین شیخ مہتا بالا کمپاؤنڈ اسلم نگر
بھیونڈی، ضلع تھانہ (مہاراشٹر)

دوسروں کے درد کا احساس ہوتا ہے کیسے
ہنس دیا کرتے ہیں گل شبنم کو روتا دیکھ کر

میرے ہونٹوں پہ دکھاوے کا تبسم ہے مگر
میری آنکھوں میں اداسی کے دیے جلتے ہیں

نوشینہ ۲ نجم، کلمب (ایوت محل)

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا

جاوید احمد عبدالمجید، اسلام پورہ
مالیگاؤں، ضلع ناسک (مہاراشٹر)

مقدر کا نہ کر شکوہ مقدر آزماتا چل
نہ ڈر منزل کی دوری سے قدم آگے بڑھاتا چل

محبوب خان - بہار اوڈین
ورکس ـــــ مونگیر

ترے نقش پا کی جھلک ملی تو فلک پہ ستارے چمک اٹھے
یہ جمال انجم کہکشاں تری رہگذر کا غبار ہیں

لوٹ کر اک ستارے نے دیا ہم کو سبق
روشنی راہ کی بن جاؤ زمانے کے لیے۔

اے۔ ایم، سیفی ۷۶/۱۳۳ گولڈن نگر
مالیگاؤں ناسک

غم تو اس بات کا ہے عہدِ وفا ٹوٹ گیا
بے وفا کوئی بھی ہو تم نہ سہی ہم ہی سہی۔

اور دل کے لیے رکھتے ہیں جو پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کر بکھرا نہیں کرتے

ثمینہ ناہید محمد ابراہیم اعجاز
آزاد نگر۔ مالیگاؤں ناسک

رخصت کوئی ہوا تھا ابھی کل کی بات ہے
محسوس ہو رہا ہے زمانہ گزر گیا

سید اظہر علی، اسلام پورہ مالیگاؤں

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہے پرواز میں کوتاہی

نہیں ترا نشیمن قصرِ سلطانی کی گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

سعید احمد آفتاب، مدرسہ دارالعلوم
رحمت نگر، بنگلور، کرناٹک۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

آدمی آدمی میں انتر ہے
کوئی ہیرا کوئی کنکر ہے

صنوبر سلطانہ۔ (لائن میں) کلمب
ایوت محل۔ (مہاراشٹر)

زندگی باپ کی مانند سزا دیتی ہے
رحم دل ماں کی طرح موت بچانے آئی

ساحل ہے میرا نام مٹاؤ گے کیا مجھے
طوفان مجھ سے سیکڑوں ٹکرا کے رہ گئے

زندگی کو جاوداں کرتی ہے مقصد کی لگن
ورنہ پھر انسان ایک گرتی ہوئی دیوار ہے

فرزانہ جاوداں، کلمب اردو گرل اسکول
ضلع ایوت محل، کلمب

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ اطاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جا کر

عاصم قدیر خان، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی

لائی حیات آ گئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

سید ظہیر الدین سرقاضی رتی ہلی، کرناٹک

خاکساری سے خوشامد سے دعا مانگو
مانگنا جو بھی ہے وہ اپنے خدا سے مانگو

میرا ایک نشیمن مٹانے کی خاطر
جلائے ہیں تم نے ہزاروں گلستاں

رئیس احمد ہلال، کمال پورہ
نشاط روڈ، مالیگاؤں، ناسک

جب بھی منزل کے لیے عزم کے پیکر نکلے
کتنے احباب لیے ہاتھ میں پتھر نکلے

محمد حسنی، قمرالدین مہتا
اسلم نگر، ضلع بھیونڈی تھانہ

مشکلوں نے خود فراہم کی ہے آسانی مجھے
پتھروں نے بھی دیا ہے وقت پر پانی مجھے

تکبّر خاک کے پُتلے تجھے زیبا نہیں دیتا
نظر کے سامنے فرعون کا انجام رہنے دے

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

سعید احمد، جلیل احمد
بسمت نگر، ضلع پربھنی (مہاراشٹر)

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

نیلوفر شاہین، شاذیہ شاہین، مونگیر

اے خط خطا نہ کرنا جا کے قدم پر گرنا
جو کوئی تجھ سے پوچھے میرا سلام کہنا

عابدہ خاتون حیدرآباد، اعظم گڑھ یوپی

بچّوں کی نئی دلچسپ کتابیں

ننھے منے بچّوں کے لیے

بتاشے	۶/۵۰
جاں نثار دوست	۵/:
چاند کی بیٹی (با تصویر)	۵/:
دُم کٹی لومڑی "	۶/۵۰
جادو کی ہنڈیا "	۵/:
شیر اور بکری "	۶/۵۰
کتّے کا خواب "	۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا "	۶/۵۰
چالاک بلّی "	۶/:
گدھے نے بجائی بانسری "	۶/۵۰

بڑے بچّوں کے لیے

نردولی کا آدم خور	۶/=
غریب لکڑہارے کی کہانی	۶/=
خلائی مسافر	۶/-
ہمّت کے کرشمے	۶/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	۹/:
ہمارے عظیم سائنس داں	۸/:
سام پر کیا گزری	۳/۵۰
غذا کی کہانی	۳/-
زیبو	۶/-
شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں	۶/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	۶/-
سنہرے اصول	۳/-
نرالے گوبّے	۴/-
باتونی کچھوا	۴/-
مدر شہزادی	۶/-

مولانا آزاد کی کہانی	۱۸/:
ننھا سیاح	۷/-
ابوخاں کی بکری	۱۵/-
پرواز کی کہانی	۳/-
سمندری طوفان اور تین لڑکے	۶/-
نرالی ہاتھ	۹/:
حاجی بابا کی ڈائری	۶/۵۰
بہادر علی	۷/۵۰
کھلونا نگر	۷/:
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	۶/:
قصّہ اژدھا پکڑنے کا	۵/:
ننھا سراغ رساں	۵/:
ابو علی کا جوتا	۵/:
چند مشہور طبیب اور سائنس داں	۹/-
چور پکڑو	۳/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	۷/۵۰
جادو کی سارنگی	۳/-
جادو کا چھلّا	۳/-
پانچ جاسوس	۸/۵۰
جنگل کی ایک رات	۶/:
ہرن کا دل	۲/:
اچھی کہانیاں	۲/۵۰
دریا کی رانی	۲/:
گوہر شہزادی	۳/:
تین اناڑی	۶/:
چوری کی عادت	۳/۵
شرارت	۴/:
دلی کی شادی	۴/:
گاندھی جی دکنی افریقہ میں	۲/:
بندر اور نائی	۳/۵۰
رنگوں کی بستی	۴/:

پراسرار غار	۶/:
عرب دیسوں کی عوامی کہانیاں	۴/۵۰
بچّوں کے ذاکر صاحب	۶/:
ننھا منّو	۲/:
آؤ ڈراما کریں	۳/:
سلام مصافحہ	۵/:
مچھیرا اور اس کی بیوی	۳/۵۰
ایک کھلا راز	۳/۵۰
بھوتوں کا جہاز	۶/۵۰
صحت کی الف بے	۵/:
لومڑی کا گھر	۳/:
بچّوں کی کہانیاں	۳/:
بابا ناصح	۳/:
ہار کی تلاش	۶/:
سُرخ جوتے	۳/۵۰
اندرا گاندھی	۶/:
ننھا فرشتہ	۳/۵۰
جوہرِ قابل	۳/:
بھیڑیے کے بچّے	۳/:
ننھا جبرو	۳/۵۰
پلک نہ مارو	۶/:
بچّوں کے افسر	۶/:
شیر بر شیرا	۳/:
پری رانی	۳/:
خطرناک سفر	۳/۵۰
پرندوں سے جانوروں تک	۴/۵۰
ٹوٹے کھلونے	۵/:
اندھے کا بیٹا	۳/۵۰
پانچ بونے	۳/:
بچّوں کے چار بزرگ دوست	۳/:
سہانے ترانے	۱/۵۰



"پیام تعلیم" ہمارا ایک اچھا دوست بن گیا ہے اور جب تک پیام تعلیم سے ملاقات نہیں ہو جاتی ہمیں سکون نہیں ملتا۔ واقعی ہمیں اس کے ذریعے دنیا بھر کی ملاقات تو خیر مل ہی جاتی ہیں۔ مذہبی معلومات میں اضافے کی وجہ سے ہمارے معصوم دل نیکی پر آمادہ رہتے ہیں "پسندیدہ اشعار" کے کالم میں شرکت کرنا چاہتی ہوں۔ ایک شعر حاضر خدمت ہے۔ امید ہی نہیں پورا یقین ہے کہ آپ کو بھی پسند آئے گا۔ اچھا اجازت دیجیے خدا حافظ آپ کی بہن فاطمہ خان

فاطمہ خان، ضلع و دیشہ سرونج (ایم پی)

اپریل ۹۲ء کا شمارہ عید کی تمام تر رعنائیوں اور زیبائیوں کے ساتھ دل و دماغ کو منور کرتا ہوا، دوستوں سے گلے ملاتا ہوا ہم دست ہوا۔ مضامین نے دل پر ایسا اثر کیا کہ فوراً ایک کہانی لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ کہانی ابھی نامکمل ہے۔ انشاء اللہ مکمل ہونے پر ارسال کروں گا۔ تمام پیامیوں کو مبارک باد اور رسالہ پیام تعلیم کی ترقی کے لیے شام و سحر دعا گو ہوں۔ سرورق کی کہانیوں میں صادق اختر کی کہانی، اغوا کی سزا بہت پسند آئی اور بچوں کی کوششیں میں عبداللہ سعید اختر مبارک پوری اور معراج المومنین بھائی لائق مبارک باد ہیں۔

عبداللہ خالد خیرآباد، مئو ۲۷۵۳۰۲

ماہ اپریل کا ماہنامہ میرے ہاتھوں میں ہے۔ امتحان ہونے کے باوجود بھی میں نے پورا رسالہ پڑھ ڈالا۔ سرورق کی کہانی "گلے لگے" پسند آئے، آپ نے آزمائشی معما شائع نہیں کیا۔ مراٹھی زبان بولنے اور لکھنے کی عادت ہونے کی وجہ سے رائٹنگ خراب ہے۔ اس لیے معافی چاہتا ہوں یہ تو میرے لیے فخر کی بات ہے کہ مجھ میں اردو لکھنے اور پڑھنے کا جذبہ پھر سے پیدا ہوا۔ خدا حافظ

محمد ابرار خان، ۵۹۸ ملتان پوڑا ابولہ ناسک

خط لکھنے کے بعد آپ کا رسالہ ملا۔ ملنے میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ بھائی نے اسے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ روزہ اور زکوٰۃ کے معنی آپ نے شائع کر دیے ہیں جنھیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تمام بہن بھائیوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

صبا پروین طالب علم این۔ آئی۔ ای سی نگینہ، بجنور یوپی

مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اچھے رسالے کو پڑھنے کا موقع عطا فرمایا۔ جب میں نے پہلی بار پیام تعلیم کو پڑھا تو مجھے ایسا لگا کہ میں بہت خوش نصیب ہوں

مجھے ایسا اچھا رسالہ پڑھنے کو ملا۔ پیام تعلیم کے ذریعے مجھے بہت سی اچھی باتیں معلوم ہوتی ہیں دین کی باتیں بھی اور دنیا کی بھی

محمد ضمیر پلنا کا ایم۔جی، ہاڑر ویا بیس پی روڈ کولادر دکرناٹک

آپ کو عید مبارک ہو۔ اسی پر آپ کے لیے ایک شعر ہے ؎

عید آئی سب ملے، ہم کو بہت افسوس ہے
جس سے ملنا چاہیے تھا وہ ہزار کوس ہے

اللہ تعالیٰ آپ کو عید کی خوشیوں کے ساتھ ہمیشہ کامرانیاں عطا فرمائے اور یہ بھی خدا سے دعا ہے کہ پیام تعلیم دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے (آمین)

راشد عرفان۔ مخدوم پورہ، پربھنی

اپریل کا پیام تعلیم ملا پڑھ کر خوشی ہوئی اس ماہ کے تمام کالم اچھے ہیں "ہزاروں خواہشیں" کی ایک قسط پڑھنے کے بعد گزشتہ قسطیں پڑھنے کو دل چاہنے لگا۔

کوثر عارفین سنجید، کمھروِلی کنتول، دربھنگہ

پیام تعلیم اپریل کا شمارہ ملا دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ واقعی یہ بہترین رسالہ ہے۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جو ہر بچے کو پڑھنے کے لیے دیا جا سکتا ہے۔ یہ رسالہ میں نے بچوں کی تنظیم شاہین فورس مالیر کوٹلہ کے لیے منگوایا ہے۔

ایم نصیر رمضان مالیر کوٹلہ

ماہنامہ اپریل کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا سرورق کی کہانیاں بہت ہی دل کو چھونے والی تھی۔ لیکن بچوں کی کوشش کی کہانیاں کچھ خاص نہیں تھیں لیکن میری کوئی بھی تحریر اپریل کے شمارے میں نہیں تھی دل مرجھا گیا۔

شیخ قیامی شیخ مناف قصاب محلہ نزد نیشنل ہائی اسکول شھادہ، ضلع دھولیہ دمہاراشٹر)

مجھے "ماہنامہ پیام تعلیم" بے حد پسند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اسے برابر پڑھتا ہوں۔ اگر کسی مہینے کی کسی وجہ سے دیر سے ملے یا نہ ملے تو ایک دم بے چین ہو جاتا ہوں

راشد حسن اعظمی، جے پور، راجستھان

نظم "عید الفطر" بہت اچھی ہے "دکانڈو" ایڈونچر سسپنس سے بھرپور ہے۔ لیکن دوہی قسط میں ختم ہو گئی۔ کاشف عزیز کے بنائے ہوئے کارٹون بہت مزیدار اور تازہ تھے "ہزاروں خواہشیں" اچھی جا رہی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر مسعود احمد برکاتی صاحب ہزاروں خواہشیں کے بعد چارلس ڈکنس کے ایک اور عظیم ناول "ڈیوڈ کاپر فیلڈ" کا اردو ترجمہ کریں۔ اور یہ ترجمہ پیام تعلیم کے زریں اوراق پر چھپے۔ میں نے اس کہانی کی انگریزی تلخیص حال ہی میں پڑھی ہے اور یہ مجھے بہت پسند آئی۔ پسندیدہ اشعار میں مجھے یہ شعر اچھا لگا۔ کھلو چمن زیست کے نوخیز شگوفو۔ تخریب گلستاں کے نظاروں کو بدل دو آپ نے مجھے انعام کا حق دار ٹھہرایا۔ بہت بہت شکریہ۔ "بچوں کی کوششیں" میں "اذان کی کہانی"، "کہاں گئے وہ سچے مسلمان"، "پیڑوں کی اہمیت" اور ایک پرلطف مذاکرہ معلومات افزا دلچسپ اور اچھے تھے۔ "عمر و عیار اور ساحری جادوگر" اور "جل پری" ایک دم بکواس ہے۔

عرفانہ تسنیم جیلانی نشاط، کمھروِلی کنتول، دربھنگہ

مئی ۹۲ء کا پیام تعلیم ملا۔ میری لکھی ہوئی
سرورق کی کہانی نظر آئی۔ لیکن نام میری جگہ
داؤد احمد شیخ کا تھا جب کہ اس کی جگہ مشتاق
عبدالحمید گڑکری ہونا چاہیے تھا۔ کہانی کا نام
تھا "بہن کی خواہش"

مشتاق عبدالحمید گڑکری ۱۶۔ بی ساٹی نمکی چال
۳۷، ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۳

مئی ۹۲ء کا پیام تعلیم میں اپنا نام دیکھا خوشی
ہوئی لیکن وہ سرورق کی کہانی "بہن کی خواہش"
میری لکھی ہوئی کہانی نہیں تھی۔ تصحیح کر دیں۔

داؤد احمد شیخ، پی۔ ٹی روڈ، بمبئی

کافی عرصے سے میرے گھر میں "پیام تعلیم"
دل کی انتہائی گہرائیوں سے پڑھا جا رہا ہے
اس کی معلومات سے ہر بچے کی نظر کو روشنی
ملتی ہے اور پڑھنے سے اس کی دلچسپی بڑھتی
ہے۔ پیام تعلیم قابل تعریف رسالہ ہے۔

عبدالقیوم، برہان پور (ایم پی)



ساٹھ اسکولوں کے
۱۶۴۸ طلبہ و طالبات
میں چوتھی کے بورڈ
امتحان میں ۱۵۰ نمبرات
لے کر اول نمبر
کامیاب ہونے
والی بچی۔

درجہ چہارم فردوس فخری بنت سید شاہ فضل الرحمٰن
نادر۔ اردو پرائمری گرلز اسکول۔ کامٹی
ضلع ایوت محل

ادارہ پیام تعلیم دونوں کے لیے دعا گو ہے



درجہ ہشتم
کے ۳۳ بچوں
میں ۵۵۵
نمبرات
لے کر اول
نمبر آنے والا
بچہ

سید شاہ فیضان الرحمٰن ابن سید شاہ
فضل الرحمٰن نادر، اردو ہائی اسکول کامٹی
ضلع ایوت محل



ننھے منے بچوں کے لیے دلچسپ اور باتصویر کہانیاں
بتاشے
نرسری کے بچوں کے لیے آسان زبان میں دلچسپ نظمیں قیمت ۶/-
جادو کی ہنڈیا
5/-
جاں نثار دوست
بچوں کے لیے باتصویر کہانی
قیمت ۵/- روپے
بھیڑیے کا گانا
6/50
شیر اور بکری
6/50
کوے کا خواب
7/-
دم کٹی لومڑی
6/50
چالاک بلی
6/50
چاند کی بیٹی
5/-
قیمت 7/50

قلمی دوستی

بچپن کی دوستی پختہ بھی ہوتی ہے اور پائیدار بھی۔ بچپن ہی سے اگر اچھے اور ہم خیال دوست میسّر آجائیں تو یہ زندگی کے بہترین ساتھی ثابت ہوتے ہیں۔ آپ خود بھی دوسروں کے اچھے دوست بنیے اور دوسرے اچھے بچّوں کو بھی اپنا دوست بنائیے۔

نام:- نجم السحر:
تعلیم:- آٹھویں جماعت
مشغلہ:- پیام تعلیم میں سے اچھی اچھی کہانیاں یاد کرنا اور لکھنے کی کوشش کرنا۔
پتا:- مالیگاؤں (پورا پتا نہیں لکھا)

نام:- نعیم اختر آزاد عمر: ۱۶ سال
تعلیم:- انٹرمیڈیٹ
مشغلہ:- حصول تعلیم۔ غزلیں لکھنا، پیام تعلیم، نور اور اُمنگ وغیرہ کا مطالعہ کرنا۔
پتا:- مقام بلوا پوسٹ کاٹن ضلع اررِیہ بہار، پن ۸۵۴۳۱۱

نام:- ظفر احمد خاںؔ عمر:- ۱۶ سال
تعلیم:- انٹرمیڈیٹ
مشغلہ:- ادب کے سمندر میں غوطے لگا کر ہیرے جواہرات تلاش کرنا۔ پیام تعلیم جیسے جرائد کا کثرت سے مطالعہ کرنا۔
پتا:- معہد القرآن کمرہ ع ۲۳/۲ ندوہ کالج لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

نام:- مظفر حسین عرشی عمر: ۱۵ سال

یم:- گیارہویں جماعت
مشغلہ:- پیام تعلیم پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا۔
پتا:- روڈویز بس اسٹینڈ کے پیچھے۔ مکرانہ ضلع ناگور۔ راجستھان۔

نام:- ابوالآصف عمر: ۱۷ سال
تعلیم:- بارہویں
مشغلہ:- پیام تعلیم کا مطالعہ اور دوستی کرنا۔
پتا:- رائچوری اسٹریٹ یادگیر۔ گلبرگہ

نام:- ایم فیاض احمد عمر ۱۶ سال
تعلیم:- بارہویں جماعت
مشغلہ:- پیام تعلیم اور زیب و زینت کا مطالعہ کرنا۔
پتا:-
حسینی عالم، یادگیر۔ ۵۸۵۲۰۱

نام: مظہر محمود گوگی عمر: ۱۷ سال
تعلیم: بارہویں۔ جماعت
مشغلہ:- پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا اور قلمی دوستی کرنا۔
پتا:- خواجہ ہوٹل گاندھی چوک یادگیر ضلع گلبرگہ کرناٹک۔

نام:- سہیل اختر
تعلیم:- تیسری جماعت (عربی سوم)
مشغلہ:- امنگ پڑھنا۔ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، فٹ بال کھیلنا۔ اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: معرفت ولی اختر ندوی مکان نمبر ۸۵۴ مدرسہ ریاض العلوم گلی نل والی اردو بازار جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

نام:- عمری صیف الرحمٰن عمر: ۱۲ سال
تعلیم: آئی ایس سی فرسٹ ایر
مشغلہ:- پڑھائی پر دھیان دینا، فٹ بال اور ٹینس کھیلنا۔ پیام تعلیم اور نور پڑھنا
پتا:- معرفت اسکندر اعظم۔ مقام: ڈاکخانہ درگاہ بیلا، ضلع ویشالی۔

نام: انصاری شاہین محمد صادق
تعلیم: پنجم
مشغلہ: اچھی اور دلچسپ کہانیاں پڑھنا، مختلف ممالک کے ڈاک ٹکٹ جمع کرنا اور نئی نئی دستکاری کی چیزیں بنانا۔
پتا:- نورنگ بلڈنگ چوتھا مالا ممبرا ضلع تھانہ۔

نام: انصاری ذی شان محمد صادق عمر: ۸ سال
جماعت: سوم
مشغلہ: دلچسپ اور مزے دار کہانیاں پڑھنا، خوبصورت کھلونے جمع کرنا اور پالتو جانور پالنا۔
پتا:- نورنگ بلڈنگ چوتھا مالا روم نمبر ۱۰ ممبرا تھانہ

نام: مہ جبین انصاری
تعلیم: درجہ ششم
مشغلہ:- نماز پڑھنا، بڑوں کا ادب کرنا دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا:- معرفت محمد یونس انصاری۔ کرانہ مرچنٹ بازار لائن بالاپور ۴۴۴۳۰۲ (مہاراشٹر)

نام: گلنار تبسم
مشغلہ: پیام تعلیم، پاکیزہ آنچل اور نور پڑھنا قلمی دوستی کرنا صرف لڑکیوں سے
پتا:- یونائیٹڈ اسٹور مین روڈ راورکیلا۔

نام:- حفیظ احمد خاں رئیس احمد
تعلیم:- چھٹی جماعت
مشغلہ:- پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا، کہانیاں پڑھنا وغیرہ۔
پتا: روم نمبر ۳، ٹیمکر اسٹریٹ، بمبئی ۸۔

نام:- انور حسین انور
مشغلہ:- دینی کتب کا مطالعہ۔ غریبوں کے آنسو پونچھنا۔ کرکٹ اور فٹ بال کھیلنا اچھوں کی صحبت میں رہنا
پتا:- ہلدی پوکھر، ٹاٹا نگر، سنگھ بھوم بہار

نام:- انصاری ضیاء الرحمٰن عمر: ۱۶ سال
تعلیم:- ایس۔ ایس سی
مشغلہ:- پیام تعلیم اور آج کی خاتون کا غور سے مطالعہ کرنا۔ کتابت اور پینٹنگ کرنا۔ دوستوں کے خطوط کا جواب دینا اور قلمی دوستی کرنا۔
پتا:- معرفت اے۔ ایم نازاں، پلاٹ نمبر ۱۸ نیا اسلام پورہ (ہزار کھولی) مالیگاؤں (ناسک) ۴۲۳۲۰۳

نام:- وسیم راجا عمر: ۱۱ سال
تعلیم: درجہ چہارم
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پتنگ اڑانا پیام تعلیم اور دیگر کتابیں پڑھنا
پتا:- معرفت حنیف خاں رشید خاں محلہ چاہ خزانخاں، رام پور، یو



معلومات

۱۔ دنیا میں سب سے بڑی فوج کہاں کی ہے؟
۲۔ دنیا میں سب سے اونچا ملک کون سا ہے؟
۳۔ دنیا میں سب سے بڑا ریگستان کہاں کا ہے؟
۴۔ دنیا میں سب سے بڑی ریلوے لائن کہاں کی ہے؟
۵۔ دنیا میں سب سے بڑا جمہوری ملک کون ہے؟

جوابات ۔ (۱) چین کی آزاد فوج (۲) تبت (۳) صحارا افریقہ (۴) ٹرانس سائبیرین (روس میں ہے) (۵) ہندستان

ابوہریرہ بن ابوالحسن، موضع سمراگرہا، پوسٹ بدل پور ضلع گونڈہ یوپی

۱۔ کہاں پر روزانہ ڈیڑھ لاکھ جانور کٹتے ہیں؟
۲۔ کون مچھلی اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے؟
۳۔ دنیا میں سب سے گہرا کنواں کہاں کا ہے؟
۴۔ کون سا جانور اپنے کان سے اور ناک سے سانس لیتا ہے؟
۵۔ کہاں سانپ بالکل نہیں پائے جاتے ہیں؟
۶۔ سوتے وقت کس جانور کی آنکھ کھلی رہتی ہے؟

جوابات ۔ (۱) شکاگو (۲) وہیل (۳) فرانس (۴) ہرن (۵) نیوزی لینڈ (۶) مگرمچھ

ابوشمہ بن ابوالحسن، موضع سمراگرہا، پوسٹ بدل پور ضلع گونڈہ یوپی ۲۷۱۲۰۵

صرف نام کے کام کے نہیں

★ نرگس کی آنکھ ہوتی ہے مگر نور سے عاری۔
★ خاندان کی ناک ہوتی ہے مگر قوت شامیہ سے محروم۔
★ دیوار کے کان ہوتے ہیں، مگر سماعت کے ناقابل۔
★ غار کا منہ ہوتا ہے مگر کھا نہیں سکتا۔
★ برش کے بال ہوتے ہیں مگر سنوارے نہیں جاتے۔
★ تالاب کا پیٹ ہوتا ہے لیکن بھوک نہیں لگتی
★ کرسی کے ہاتھ ہوتے ہیں مگر حرکت سے محروم۔
★ میز کے پاؤں ہوتے ہیں مگر چلنے سے معذور۔
★ پاگل کا دماغ ہوتا ہے مگر صحیح کام نہیں کرتا۔

الطاف حسین سعدا "گلستان"، مین روڈ نوائط کالونی بھٹکل، کرناٹک

دنیا کے کچھ ممالک کے سکّے

انگلینڈ	پونڈ
روس	روبل
ایران	دینار
فرانس	فرینک
امریکہ	ڈالر
جرمنی	سارک
سوئیڈن	کرون
سعودی عرب	ریال
ہندستان	روپیا

اشتیاق عالم رانچوی، بلریا گنج، اعظم گڑھ

قومی دن

۱۵ راگست ہندستان کی یوم آزادی
۲۶ رجنوری، ہندستان کی یوم جمہوریہ
۴ رجولائی، فلپائن کی یوم آزادی
۱۴ رجولائی، فرانس کی یوم آزادی
۴ راپریل، امریکہ کا یوم آزادی
۲۹ راپریل، جاپان کے شہنشاہ کا جنم دن
۱۴ راگست، پاکستان کا یوم آزادی
۳۱ مارچ، ایران کا قومی دن
۲۹ رنومبر، یوگوسلاویہ کا قومی دن
۴ راپریل، ہنگری کا یوم آزادی

محمد فضیل نیو اسلام پورہ۔ مالیگاؤں۔ ناسک

کیا آپ کو علم ہے؟

۱۔ سب سے زیادہ چاول چین میں اگایا جاتا ہے۔
۲۔ سب سے زیادہ گیہوں روس میں اگایا جاتا ہے۔
۳۔ سب سے زیادہ تمباکو امریکہ میں اگایا جاتا ہے۔
۴۔ سب سے زیادہ ناریل سری لنکا میں اگایا جاتا ہے۔
۵۔ سب سے زیادہ چائے بھارت میں اگائی جاتی ہے
۶۔ سب سے زیادہ کافی برازیل میں اگائی جاتی ہے۔

محمد میران　آنیکری۔ بھٹکل

★ امریکہ میں ایک عجیب طرح کی مچھلی دستیاب ہوئی ہے اس کی ۱۹ مونچھیں ہیں رات کے وقت میں یہ مچھلی اس طرح چمکتی ہے جس طرح سمندر میں آسمان کا ستارہ چمکتا رہتا ہے۔
★ سونا پانی سے ۱۹ گنا زیادہ بھاری ہوتا ہے۔
★ دنیا میں جانوروں کی ۱۵۰۰۰۰ قسمیں ہوتی ہیں
★ ہیرا ایک طرح کا شیشہ ہوتا ہے مگر لوہے کو کاٹ سکتا ہے۔
★ آسٹریلیا میں ایک درخت ہے جس کی اونچائی ۴۸۰ فٹ ہے۔

نورالزماں خاں بہرائچی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

● گرگٹ سوتے وقت اپنی آنکھ کھلی رکھتا ہے۔
● ہرن۔ اپنے ناک اور کان سے سانس لیتا ہے۔
● ایک وہیل مچھلی کے زبان سے ایک ٹن تیل نکالا جا سکتا ہے۔
● وہیل مچھلی ۸۸ ہاتھی اور چار سو چالیس بچوں کے برابر ہوتی ہے۔

رضیہ بانو، مسلم سوسائٹی لنک روڈ ساکی ناکہ بمبئی

ایجادات اوران کے موجد

ایجادات	موجد	ملک	سال
ریڈیو	مارکونی	اٹلی	۱۸۹۶
فاؤنٹین پین	واٹرمین	امریکہ	۱۸۶۴
گراموفون	ایڈیسن	امریکہ	۱۸۷۷
پریس	کاسٹن	جرمنی	۱۴۵۰
سلائی مشین	الیاس ہاوے	امریکہ	۱۸۴۶

عبدالعزیز عبدالرزاق، اتواری تانگہ اسٹینڈ ناگپور

اقوالِ زریں

انمول موتی

• جو شخص اچھے کھانے، اچھے کپڑے اور دولت مندوں کی طلب رکھتا ہے دوزخ اس کی رگِ جاں سے بھی قریب تر رہتی ہے۔

(حضرت اویس قرنیؒ)

• شیطان سے پوچھا گیا بنی آدم میں کون سا گروہ تیری سب سے زیادہ مدد کرتا ہے اس نے کہا لالچی اور بخیل۔ (حضرت نوح علیہ السلام)

• اگر عورت نبی نہیں تو کسی عورت نے خدائی کا دعوا بھی نہیں کیا۔ پھر اولیاء انبیاء اور شہداء عورت کی گود میں ہی پرورش پاکر بڑے ہوئے۔

(حضرت رابعہ بصریؒ)

• نماز میں قلب کی، مجلس میں زبان کی، غضب اور غصّہ کے وقت ہاتھ کی۔ اور دسترخوان پر پیٹ کی حفاظت کرو۔ (حکیم لقمان)

• عالم، دین کا طبیب ہے اور مال، دین کا مرض تو جب طبیب خود مرض میں مبتلا ہو جائے تو اس سے دوسروں کا علاج نہیں ہو سکتا۔

(سقراط)

• بددعا کرنے کے مواقع دن میں سو بار آتے ہیں مگر نیکی کرنے کا موقع سال بھر میں ایک آدھ بار آتا ہے۔

• پرندے اپنے پروں کی وجہ سے جال میں پھنستے ہیں اور انسان اپنی زبان کی وجہ سے۔

• مٹھی کھولو اور زبان بند کرو۔

(ابراہیم بن ادھم رح)

شیخ احمد اعجاز، دیوگاؤں جالنہ

چند فقہی اصطلاحیں

فرض ـــ جو حکم قرآن شریف اور حدیث سے اچھی طرح ثابت ہو، اس کو فرض کہتے ہیں اس کا نہ ماننے والا کافر ہے اور جو شخص بغیر عذر کے چھوڑے گا وہ گنہگار ہوگا۔

فرض کی دو قسمیں ہیں۔

فرض عین۔ فرض کفایہ

فرض عین۔ وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے جیسے پانچوں وقت کی نماز، رمضان شریف کے روزے، صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا۔

فرض کفایہ ـــ جس کا کرنا ہر ایک کے لیے الگ الگ ضروری نہ ہو بلکہ وہ ایک جماعتی فریضہ ہو کہ اگر محلے کے کچھ لوگ ادا کریں اور کچھ نہ کریں تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے، اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسے جنازے کی نماز وغیرہ۔

سنت ـــ وہ جس کو پیارے نبیؐ نے کیا ہو اور کرنے کا حکم دیا ہو، اس کی دو قسمیں ہیں۔

سنت موکدہ۔ سنت غیر موکدہ

سنت موکّدہ ـــ جس کو پیارے رسولؐ یا صحابہؓ ہمیشہ کرتے رہے یا آپؐ نے کرنے کا حکم دیا ہو، اس کو بغیر عذر چھوڑنے والا گنہگار ہوگا، بھول سے چھوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے۔

سنت غیر موکّدہ ـــ وہ کام جس کو پیارے رسولؐ یا صحابہ کرام رضؓ نے اکثر کیا ہو لیکن پابندی سے نہیں بلکہ کبھی کیا ہو، اور کبھی چھوڑ دیا ہو۔ اس کو

کرنے والے کو ثواب ملے گا اور نہ کرنے والے کو عذاب نہ ہوگا۔

شمیمہ تحسین رعنا ۔ آرمور

سنہرے اقوال

۱ ۔ بہتر صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کو پیٹ بھر کے کھانا کھلادو ۔

۲ ۔ بے شک غصّہ ایمان کو بگاڑ دیتا ہے ۔

۳ ۔ نفرت اور محبت دونوں اندھی ہوتی ہیں۔

۴ ۔ عقل مند انسان کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن بے وقوف کہتا ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔

اسماء عبدالکریم نسیم کینٹ

اللہ تعالیٰ ساتھ ہے

- اے ایمان والو قوت حاصل کرو صبر اور نماز سے، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔ (القرآن)
- اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتے رہو، اور تم جان لو بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ۔ (القرآن)
- اور حکم مانتے رہو اللہ اور اس کے رسول کا اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ایسا کروگے تو تم پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ إن اللہ مع الصابرین
- بے شک اللہ تعالیٰ توبہ سے جھک جانے والوں کے

- جو لوگ ہماری دعوت چلانے میں محنت کرتے ہیں ہم ان پر اپنے راستے کھول دیتے ہیں ۔
- اور بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔

سید اشرف علی غوری متعلم حفظ قرآن ، نلگنڈا

انمول جواہر

- ★ علم وہ روشن شمع ہے جو کبھی گل نہیں ہوتی ۔
- ★ علم ایک ایسا سمندر ہے جو کبھی نہیں سوکھتا
- ★ علم ایک لازوال دولت ہے
- ★ علم خدا کی دی ہوئی ایک روشنی ہے ۔
- ★ علم نبیوں کی میراث ہے ۔

پیامی بھائی اور بہنو! تم بھی علم کا پیالہ اپنے ہونٹوں سے لگالو، علم کا جو بھی گھونٹ تمہارے حلق سے اترے گا وہ تمہارے دل و دماغ کو روشن کرتا چلا جائے گا۔ یہی وہ روشنی ہوگی جو تمھیں تنگ سے تنگ اور مشکل سے مشکل راستوں سے گزار کر اپنی منزل تک لے جائے گی۔

خدیفہ نگار رنگی مسجد والی۔ بہرام بٹ تامل ناڈو

۹ رمئی ۱۹۹۲ء بروز سنیچر

پیامی بھائی بہنوں کی آل انڈیا قلمی کانفرنس

پیامی بھائی بہنوں کی آل انڈیا قلمی کانفرنس (بمبئی) کے انعقاد کے سلسلے میں جن حضرات نے تعاون کیا۔ ان میں خصوصاً بمبئی کے مختلف اخبارات، مثلاً انقلاب، اردو ٹائمز، ہندستان، شام نامہ اور اردو بلٹز۔ ان اخبارات کے مدیران کا میں بہت بہت شکرگزار ہوں کہ ان حضرات کی کرم فرمائی کی وجہ سے ہماری اس کانفرنس کے انعقاد کی خبر "پیام تعلیم" کے قارئین تک پہنچی۔

میں بمبئی میونسپل کارپوریشن کے ایجوکیشن آفیسر جناب دیوراؤ ڈنڈوتے صاحب کا ممنون کرم ہوں کہ انھوں نے میرے والد محترم اسماعیل فقیر محمد (ڈپٹی ہیڈ ماسٹر مومن پورہ میونسپل اردو اسکول) کی سفارش پر بمبئی میونسپل کارپوریشن کے اردو اسکولوں کی لائبریریوں میں بچوں کا محبوب رسالہ گزشتہ تین سال سے جاری کردیا ہے۔

میں مولانا قاضی عبدالغفور نلیائی صاحب (منیجر مکتبہ جامعہ بمبئی) اور ان کے بعد نئے منیجر موفق الدین کا بھی بہت بہت شکرگزار ہوں کہ اس سلسلے میں انھوں نے ہماری مدد کی اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

میں پیام تعلیم کے اڈیٹر جناب شاہد علی خاں صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنھوں نے اس کانفرنس کے عنوانات، کانفرنس کی توسیع کا اعلان شائع کرکے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں ہماری مدد کی۔

آخر میں ان تمام پیامیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے تعاون سے ہماری یہ کانفرنس کامیاب رہی اور ان کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنھوں نے اس کانفرنس کے لیے عنوانات اور مضامین لکھ کر بھیجے لیکن ان کے مضامین جگہ کی کمی کی وجہ سے کانفرنس میں شریک نہیں کیے جاسکے۔

کنوینر: محمد فہیم شیخ اسماعیل (بمبئی ۱۱)

پیام تعلیم: **بچوں اور بڑوں کا ہمنوا**

آپ تمام پیامی حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ پیام تعلیم بچوں کا رسالہ ہے

مگر جہاں تک میرا خیال ہے کہ بچوں کے رسالے کے ساتھ ساتھ بڑوں کا بھی من پسند رسالہ ہے۔ اس میں آپ کو اچھی اچھی کہانیاں، چٹ پٹے لطیفے، پسندیدہ اشعار، دینی معلومات کے لیے ہر ماہ پابندی سے قرآن کی سورت کا تعارف، قسط وار جاسوسی ناول۔ غرضیکہ بچوں میں لکھنے پڑھنے کے شوق کو بڑھاوا دینے کے لیے ہر چیز موجود ہے۔ یہی ہم لوگ چاہتے بھی ہیں۔ پھر ہم سب مل جل کر اس کی اشاعت بڑھانے میں حصّہ کیوں نہیں لیتے؟ جب کہ پیام تعلیم مستقبل کے قلم کاروں کا رہنما ہے۔ آپ لوگ بھی اس میں حصّہ لیجیے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لیے دیجیے۔ مجھے تو پیام تعلیم سے بہت لگاؤ اور انسیت ہے اور میں اس رسالے کو بہت پسند کرتا ہوں۔

(شکیل احمد شکیل۔ مدرسہ دارالفلاح، رحمت نگر، بنگلور)

۲۔ پیام تعلیم: نئے اُبھرتے ہوئے قلم کاروں کا رہنما

پیام تعلیم نئے اُبھرتے ہوئے قلم کاروں کی یقیناً پُرخلوص رہنمائی کرتا ہے اور انھیں نئی ادبی زندگی عطا کرتا ہے۔ اس کا ہر شمارہ سائنسی، مذہبی، علمی اور ادبی گوشوں کا حامل ہوتا ہے جو ہر مکتبِ فکر کے قلم کار کو نیا انداز نئی راہ دکھا کر ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ پیام تعلیم دورِ حاضرہ کے تقاضوں کا عکاس ہے۔ قلم کاروں کی دلچسپی برقرار رکھنے کے لیے جو مختلف گوشے اور زاویے متعین کیے ہیں وہ تمام "خضرِ ادب" کے مصداق ہیں۔ اور قابلِ صد رشک و ستایش ہیں۔

(مرسلہ: عصمۃ الامراء بنت احدی امامی، منگلوارہ، کارنجہ، ضلع آکولہ)

---

(۳) پیام تعلیم نئے اُبھرتے ہوئے قلم کاروں کا بہترین رہنما ہے۔ جوان قلم کاروں کی ابتدائی کوششوں کو اپنے اندر شامل کرکے ان کی کوششوں کو سراہتا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ آج کے پیام تعلیم کے قلمی معاونین اور اس کا مطالعہ کرنے والے پیامی ان شاء اللہ کل کے مایہ ناز ادیب، نقاد اور قلم کار ہوں گے۔

مرسلہ: عرفات ظفر اعظمی، اعظم گڑھ یوپی

---

(۴) پیام تعلیم ایک ایسا رسالہ ہے جس نے بہت بڑی تعداد میں ننھے منّے ادیب پیدا کیے

ہیں۔ میری نظر سے اب تک بچوں کا کوئی ایسا رسالہ نہیں گزرا جو ہر بچہ کی تصنیف شائع کرتا ہو۔ دوسرے رسائل بچوں کی صرف وہی تصنیف شائع کرتے ہیں جس میں مدیر کو زیادہ محنت نہیں کرنا پڑتی۔ جب کہ پیامِ تعلیم ہر بچہ کی ہر تصنیف اپنے مدیر سے نوک پلک درست کرا کر شائع کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "پیامِ تعلیم" نئے ابھرتے ہوئے قلم کاروں کا رہنما ہے۔"

مرسلہ: محمد شعیب عالم ۱۵۷۱ ٹبلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

"پیامِ تعلیم صحیح معنوں میں نئے ابھرتے ہوئے قلم کاروں کا رہنما ہے۔ پیامِ تعلیم کسی کا حوصلہ پست نہیں کرتا۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نے اپنے آپ کو اردو زبان کی خدمت کے لیے وقف کر دیا ہے اور بچوں کی ذہنی و ادبی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے ہر وقت کوشاں رہتا ہے جس کے لیے بچوں کو حوصلہ افزائی کے طور پر سند عطا کرتا ہے اور مختلف مواقع پر مختلف انداز سے کہانیوں کے مقابلے کراتا ہے۔ نئے ابھرتے ہوئے قلم کاروں کو آگے بڑھانے کے لیے نت نئے منصوبے بناتا ہے۔ اگر میں یہ لکھوں تو بے جا نہ ہوگا کہ پیامِ تعلیم ہی نے مجھے قلم اٹھانے اور میدانِ ادب میں آگے بڑھنے کا حوصلہ بخشا۔

(مرسلہ: محمد یٰسین ملیؔ، مالیگاؤں، گولڈن نگر، ضلع ناسک)

ہم تقریباً تین سال سے پیامِ تعلیم کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ یقیناً پیامِ تعلیم میرے دل و دماغ پر چھا گیا ہے، اتنا عمدہ اور اونچے معیار کا رسالہ ہم نے کبھی نہیں پڑھا۔ اس رسالے میں بڑے بڑے ادیبوں کی کہانیاں شائع ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں کے ہاتھوں میں بھی پیامِ تعلیم دیکھا جاتا ہے۔ پیامِ تعلیم آج ہر گھر کی زینت ہے۔ بچوں کی کہانیاں جو اس میں شائع ہوتی ہیں۔ اس سے تمام بچوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور انشاء اللہ یہ بچے مستقبل میں مشہور و معروف ادیب بن کر لوگوں کو نیک راہ پر چلنے کا درس دیں گے۔ پیامِ تعلیم ان کی ہر کہانی کو شائع کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ "پیامِ تعلیم نئے ابھرتے ہوئے قلمکاروں کا رہنما ہے۔

مرسلہ۔ شاہد ظفرؔ دینی ادب امیر اللہ اردو لائبریری۔ سیوان (بہار)

ناموری، شہرت اور کامیابی کی تمنا ہر دل میں ہوتی ہے جب ہم کسی مشاعرے میں کسی شاعر کو یا کسی ادبی پروگرام میں کسی ادیب کو اسی کی غزل یا کہانی پڑھتے دیکھتے ہیں اور

جب چاروں طرف سے واہ واہ کی صدا آرہی ہوتی ہے تو دل میں ارمان پیدا ہوتا ہے کہ کاش ہمیں بھی شعر کہنا آجائے اور لوگ ہماری بھی تعریف کریں۔ یا جب ہم کبھی کوئی کہانی پڑھتے ہیں تو دل میں یہ آرزو ہوتی ہے کہ کاش ہم بھی کہانی لکھیں۔ ایک بات اور۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ہیرا ایک پتھر ہوتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہر کسی کو نہیں ہوتا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ ہیرے کی پہچان پھر اس کی تلاش اور آخر میں اس کی تراش خراش یہ تین پاتیں ایک پتھر کو انمول بنا دیتے ہیں۔ ہر نئے ابھرتے ہوئے قلم کاروں کی پہلی دوسری تخلیق عموماً ردی کی ٹوکری کی نذر ہو جاتی ہے لیکن پیام تعلیم وہ واحد بچوں کا رسالہ ہے جس میں مجھ جیسے کتنے بچے اپنی اچھی بری تخلیق کو پڑھ کر جو خوشی محسوس کرتے ہیں وہی کچھ ہمیں لوگ جانتے ہیں اور یہی ہمیں آگے پڑھنے اور لکھنے کا حوصلہ پیدا کرتی ہے۔ پیام تعلیم ان پتھروں کو تراش خراش کے کل کے انمول ہیرے بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ انشاء اللہ یہی چھوٹے بچے پیام تعلیم کی اس حوصلہ افزائی سے کل کے اچھے قلم کار بن جائیں گے۔

(مرسلہ: محمد پرویز عالم ابن محمد اعظم صدیقی، ممبئی نمبر ۳)

---

(۹) پیام تعلیم کی ذرّہ نوازی ہے کہ یہ بچوں کی خواہشوں کو سارے عالم کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس طرح یہ ننھے مصنفوں میں لکھنے کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ پھر پسندیدہ تحریروں پر پیام تعلیم کی جانب سے ان ننھے بچوں کو انعامات عطا کرتا ہے اور نئے ابھرتے قلم کاروں کی ہمت افزائی کرتا ہے۔

(مرسلہ۔ سیدہ لازرین بانو بلاری، مانوی چال۔ گدگ، ضلع دھارواڑ کرناٹک)

جہاں تک بچوں کے رسالے کا تعلق ہے۔ اس معیار پر صرف پیام تعلیم ہی ایک ایسا پرچہ ہے جو بچوں کو ذہنی غذا بہم پہنچاتا ہے اور انھیں قلم سنبھالنے کا حوصلہ دلاتا ہے دوسرے الفاظ میں یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ یہ نئے ابھرتے ہوئے قلم کاروں کا واحد رہنما ہے جنھیں فطرت نے سادہ لوح بنا یا ہے۔ جب ان کے سامنے کائنات کی نیرنگی آتی ہے تو اپنی فطری خواہش کی بناء پر کچھ کر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(مرسلہ: عبدالباقی غالب (بہار))

---

(۱۰) پیام تعلیم۔ دل کا آئینہ: یہ پیام تعلیم صرف ہمارے دل کا آئینہ نہیں بلکہ ہر

ئے قلم کاروں کے بھی دل کا آئینہ ہے۔ "نورتن" ہے۔ پیام تعلیم کا نام سنتے ہی شہد کی سی ٹھاس کا احساس ہوتا ہے اور اس شہد کی لذت نے ہمارے ہندستان کے نئے ابھرتے ہوئے قلم کاروں کے مزاج کو اتنا میٹھا بنا دیا کہ اس کی لذت ہندستان کے جس بچے نے محسوس کی تو وہ اس لذت کا دیوانہ ہو گیا۔ پیام تعلیم ہر قلمکار کو اپنی روشنی سے تر و تازہ رتا ہے۔

(مرسلہ: شازیہ نازنشیدی۔ وارث پورہ۔ کامٹی)

۱۱۔ پیامِ تعلیم "اچھا دوست، اچھا ساتھی"

پیام تعلیم ایسا واحد رسالہ ہے کہ اگر کوئی اس کو ایک مرتبہ پڑھ لے تو اس کے دل میں پیام تعلیم کو ہر مہینے پڑھنے کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس دور میں پیام تعلیم جیسا بہترین رسالہ پورے ہندستان میں ملنا مشکل ہے، اس کا ہر کالم ایسا ہے کہ شروع کر دیا جائے تو ختم کیے بغیر چین ہی نہیں آتا جب ہم "بچوں کی کوششیں" کے کالم کو پڑھتے ہیں تو ہمارے دل میں بھی کچھ نہ کچھ لکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، ہمارے وہ بہن بھائی جن کی تعلیم ہندی یا انگلش میڈیم سے ہو رہی ہیں۔ ان کے دلوں میں بھی اردو پڑھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی کئی مثالیں سامنے آئی ہیں کہ وہ پیامی جو اردو نہیں جانتے تھے۔ پیام تعلیم کے ذریعے اردو پڑھنا اور لکھنا سیکھ رہے ہیں۔ یہ ہمارا پرانا ساتھی ہے جس کی تعریف ہم اپنے والدین سے بھی سنتے آئے ہیں۔ اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ ساتھ ہمارے والدین اور بزرگوں کا بھی اچھا دوست، اچھا ساتھی ہے۔

(مرسلہ ایم شاہنواز شمسی۔ دریبہ پان۔ رامپور، یوپی)

پیام تعلیم ایک ایسا دوست ہے جو نہ صرف برے کاموں سے روکتا ہے بلکہ اچھے کاموں کی ترغیب بھی دیتا ہے، وہ ایسا ساتھی ہے، جو غم میں ہنساتا ہے اور غلطیوں کا احساس دلا کر رُلاتا بھی ہے، یہ ایسا مخلص دوست ہے، جو پیامیوں کو سائنس داں بھی بنانا چاہتا ہے اور ادیب بھی، حکیم بھی، ڈاکٹر بھی مصنف بھی اور جاسوس بھی۔ پیام تعلیم ...تے ہمیں کیا کرنا اور کیسے کرنا ہے بتانے کے لیے تیار رہتا ہے اور یہ ساری خصوصیات ایک اچھے دوست کی ہیں۔ اس لیے یقیناً پیام تعلیم اچھا دوست اور اچھا ساتھی ہے۔

(مرسلہ: فیض عالم، ۳۲۱، کینال روڈ، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵

۱۳۔ پیام تعلیم کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ کا ذخیرہ تو نہیں البتہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ رسالہ کسی تعریف کا محتاج نہیں۔ یہ رسالہ بچوں اور بڑوں کا ہمنوا بھی ہے ننھے ابھرتے ہوئے قلم کاروں کا رہنما بھی۔ مذہبی معلومات کا خزانہ بھی ہے۔ علمی ادبی تعلیم کا گہوارہ بھی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قومی یک جہتی کے فروغ کا ذریعہ بھی ہے لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ ایک بہترین دوست اور ایک اچھا ساتھی ہے۔ اس میں قلمی دوستی کا کالم ہے جس سے نئے نئے قلمی دوستوں کا پتا معلوم ہوتا ہے جس سے ہم ایک دوسروں سے غم و خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور آدھی ملاقات کے کالم سے ہم سب کی پسند یا ناپسند کا اظہار ہوتا ہے۔ میں تو ایسے کئی رسالوں کا مطالعہ کرتا ہوں۔ لیکن جب اسے پڑھتا ہوں تو ایک عجیب سی لذت کا احساس ہوتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرا ہمدم ایک عالم فاضل ایک جگری دوست ہو جس سے میں اپنے دل کی بات کہہ رہا ہوں اور وہ میری ہر بات کا جواب دے رہا ہو۔ اس طرح یہ میرے دکھ اور سکھ کا اچھا دوست اور اچھا ساتھی ہے۔

(مرسلہ: افتخار احمد عبدالغنی، مولانا آزاد کالونی، امراوتی)

۱۴۔ ہندستان میں خدا جانے کتنے پرچے اور رسالے نکلتے ہیں۔ لیکن شاید پیام تعلیم سے اچھا کوئی رسالہ آپ نے نہ دیکھا ہوگا۔ کیوں کہ یہ رسالہ ہمیں بہت ساری جانکاریاں عطا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہندستان کے ہر گھر میں نہیں تو آدھے ہندستان کے گھروں میں ضرور موجود ہے۔ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ میرے نزدیک تو اس کی مثال اس محبوب دوست کی طرح ہے جو اپنے دوست سے دور کسی جگہ چلا گیا ہو تو دوسرے دوست کا دل اس کے انتظار میں تڑپتا ہو اور اسے دیکھنے کے لیے بے قرار ہو۔ اسی لیے جب یہ پیارا رسالہ ہمارے پیامی بھائیوں کو نہیں ملتا تو وہ مغموم دل لیے اس کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ چنانچہ جب اس رسالے کے نہ ملنے پر انسان کا دل بے قرار رہتا ہے تو مجبوراً کہنا پڑتا ہے۔ پیام تعلیم اچھا دوست اچھا ساتھی ہے

(مرسلہ۔ افتخار احمد اقبال احمد، انجمن المنتدیٰ الاسلامی۔ نئی دہلی ۲۵)

پیام تعلیم واقعی ہمارے لیے ایک دوست کی حیثیت رکھتا ہے۔ واقعی ایک ایسے دوست کی حیثیت جو ہر معاملات میں ہماری رہنمائی کرتا ہے اور ہمیں روحانی غذا فراہم کرتا ہے

(مرسلہ: عتیق الرحمٰن اعظمی طوبلی، اعظم گڑھ یوپی)

---

(۱۶) پیام تعلیم: "سائنسی اور مذہبی معلومات کا خزانہ"

پیام تعلیم میں بچوں کے لیے دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں، لطیفے، پسندیدہ اشعار ہوتے ہیں اور بڑوں کے لیے وہ معلومات ہوتی ہیں جو اچھے سے اچھے رسالوں میں شائع نہیں ہوا کرتی۔ مثال کے طور پر ہوائی جہاز کیسے اڑتا ہے؟ کمپیوٹر کیا ہے؟ بہت پرانا انسان وغیرہ۔ یہ سب واقعی معلوماتی مضامین ہیں۔ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہندستان، سائنس اور ٹکنالوجی میں ترقی کر رہا ہے۔ ہم فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ پیام تعلیم میں نہایت معیاری سائنسی مضامین ہوتے ہیں۔ اس میں "طب کی روشنی میں" تو واقعی اچھا کالم ہے جس میں بچے اپنے سوالات کرتے ہیں، جس سے بڑوں اور بچوں کو کافی فیض حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح کے مذہبی مضامین بھی ہم نے دیکھے اور پڑھے ہیں جیسے عیدالفطر، سورۃ القمر، سورۃ الشعراء، سورۃ ابراہیم یا گوجکا تو وغیرہ۔ آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ کئی لوگ قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں اور اسے بار بار دہراتے ہیں۔ مگر کئی لوگوں کو کون سی سورۃ کہاں ہیں! اور سورۃ کا کیا مطلب ہے؟ معلوم نہیں، یہ کمی پیام تعلیم پوری کر رہا ہے۔ لوگوں کو اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ کا مطلب کیا ہے؟ اور اس کی اہمیت کیا ہے۔ ہم ان قلم کاروں کو بھی خوش آمدید کہتے ہیں کہ جنھوں نے اچھے مضامین لکھ کر ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں روانہ کیے۔ بہر حال ہم بالکل ہی آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ "پیام تعلیم" واقعی سائنسی اور مذہبی معلومات کا خزانہ ہے۔

(مرسلہ: امام صاحب۔ اے منیر لگی۔ ٹیچر۔ دکرناٹک)

---

(۱۷) پیام تعلیم سائنسی اور مذہبی معلومات کا انمول خزانہ ہے، ہمیں اکثر ہر ماہ پیام تعلیم میں نئی نئی معلومات پڑھنے کو ملتی ہیں۔ پیام تعلیم میں ہر ماہ سائنسی معلومات، جنرل نالج دلچسپ کہانیاں پڑھنے کو ملتی ہیں اور اس طرح ہر ماہ مذہبی اور اسلامی معلومات سے ہم فیضیاب ہوتے ہیں۔

(مرسلہ: طلحہ نقشبندی، بالاپور، ضلع آکولہ)

۱۸۔ پیام تعلیم:۔ علمی ادبی تعلیم کا گہوارہ

پیام تعلیم بچوں کا رسالہ ہے لیکن میں اس کو صرف رسالہ نہیں علمی ادبی تعلیم

کا گہوارہ کہتی ہوں۔ اسی رسالے کے طفیل ہر ماہ بچّوں کو ہزاروں نئے نئے الفاظ حاصل ہوتے ہیں جنہیں قیمت ضرب الامثال، محاورات اور کہاوتوں کو میں اس میں جلوہ گر پاتی ہوں تو دل فرطِ مسرت سے جھوم اٹھتا ہے۔ پیام تعلیم نے ہماری ادبی زندگی کا آغاز کیا ہے اور بڑے نقوش ہمارے دل پر چھوڑے ہیں۔ علم و عمل کی آفتاب کی کرنوں سے ہمارے دل و دماغ کو منور کر دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ علم و ادب کا یہ قبیلہ، یہ خاندان ننھے منے بچّوں کو ہمیشہ ضیائے علم و ادب سے سرفراز کرے۔ آمین۔

نیک تمنّاؤں اور خواہشات کے ساتھ پیام تعلیم کے بانی افراد اور حضرات کی خدمت میں ایک بار پھر ہدیہ تبریک و دعائیں پیشِ خدمت ہیں۔ خدا کرے کہ: "یہ علمی ادبی تعلیم کا گہوارہ ہمارا اپنا یہ قبیلہ ہمیشہ خوش و خرم اور شاد کام رہے۔

(مرسلہ: الماس بانو شیخ۔ بمبئی ۱۱)

---

(۱۹) پیام تعلیم : قومی یک جہتی کے فروغ کا ذریعہ

پیام تعلیم کو مکتبہ جامعہ (دہلی) نے جاری کیا ہے۔ یہ بچّوں کا محبوب رسالہ ہے اور بڑوں کا بہترین دوست ہے۔ اس رسالے کے پڑھنے والے اردو زبان کے وہ شیدا ہیں جن کو ہم بچے کہتے ہیں۔ بچّوں کا اپنا کوئی مذہب نہیں ہوتا بلکہ وہ جس گھر کے چشم و چراغ ہوتے ہیں اس گھر کے افراد اپنے مذہب کو بچوں سے روشناس کراتے ہیں۔ اسی لیے ہندستان کے ہندو، مسلم، سکھ وغیرہ اقوام کے لوگ اردو کے شیدائی اور دیوانے ہیں۔ ان کے درمیان قومی یک جہتی کی جڑوں کو مضبوط کرنے والی اگر کوئی زبان ہے تو وہ اردو زبان ہے جس نے ہندستان میں مختلف اقوام کے درمیان محبت و یگانگت کے پھولوں کی مہک پہنچائی ہے۔ اردو ادب کا یہ رسالہ قومی یک جہتی کا آئینہ دار ہے، کیوں کہ اردو وہ واحد زبان ہے جس کی آغوش میں مختلف زبانوں کے ہزاروں الفاظ پروان چڑھ رہے ہیں۔ اور اس کی یہ وسیع النظری ہے کہ اس نے ہر زبان کے الفاظ کو اپنے گلے لگا کر قوموں کی زندگی میں اتحاد و اتفاق کے موتیوں کے ہار بنائے ہیں۔ اس لیے میں فخر سے کہتا ہوں کہ پیام تعلیم قومی یکجہتی کا آئینہ دار ہے۔ کیوں کہ پنجاب کے پنجابی، مہاراشٹر کے مراٹھے اور دوسری ریاستوں کے باشندے اپنے خیالات اظہار کے لیے پیام تعلیم کے ذریعے سیکھی ہوئی اردو زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

محمد نعیم، بمبئی ۸

---

(۲۰) پیام تعلیم: میں کون سے کالم آپ کو پسند ہیں اور کون سے ناپسند؟

پیام تعلیم بظاہر بچوں کا رسالہ ہے، لیکن کچھ مضامین اس میں بچوں کے معیار سے اوپر ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کو بڑوں کا رسالہ بھی کہا جا سکتا ہے، ویسے تو پیام تعلیم کے پورے مضامین اور کالم پسند ہیں۔ لیکن کچھ تو بہت پسند ہیں۔ جیسے گدگدیاں، قلمی دوستی بچوں کی کوششیں، پسندیدہ اشعار وغیرہ۔ "طب کی روشنی میں" یہ کالم بھی بہت کار آمد ہے۔ اکثر لوگ اس کالم سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کہانیاں تو پیام تعلیم کی زینت ہیں! یہ نہ ہوں تو یہ رسالہ بے مزہ ہو جائے گا۔ دوسرے مضامین جیسے سائنس کے بارے میں کوئی مضمون یا کوئی قسط وار ناول ہو یا کہانی ہو تو زیادہ اچھا نہیں لگتا۔ بہتر یہ ہے کہ اس رسالے میں جو بھی کہانی ہو پوری ہو۔ میرے پاس تو اکثر ماہنامے آتے ہیں لیکن میں "پیام تعلیم" کو سب پر فوقیت دیتا ہوں۔ مضامین وغیرہ کے لحاظ سے "بچوں کی کوششیں" یہ کالم تو گویا "پیام تعلیم" کا دل ہے کیوں کہ اس میں بچوں کی تخلیقات شائع کر کے ان کی ہمت افزائی کی جاتی ہے۔ مجموعی حیثیت سے پیام تعلیم ہم سب کا پسندیدہ اور بہترین رسالہ ہے۔ اللہ رب العزت سے دست بدست دعا ہے کہ وہ پیام تعلیم کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

(مرسلہ۔ رشید احمد قمر۔ مدرسہ دار الفلاح، فورتھ کلاس، رحمت نگر، بنگلور)

---

(۲۱) پیام تعلیم میں ہم پیامیوں کو کون سا کالم پسند ہے اور نا پسند۔ یہاں ناپسند لفظ کافی مشکل آ گیا ہے، جس کا جواب دینا کافی مشکل ہے؟ مجھے تو پیام تعلیم کے تمام کالم پسند ہیں۔ البتہ پیام تعلیم میں دو تین کالم کی اور ضرورت ہے۔ پہلا یہ کہ کھیل کا کالم ضرور شروع کیا جائے۔ کیوں کہ آج کل کھیلوں کی اہمیت کافی بڑھ گئی ہے دوسرا یہ کہ "قلمی دوستی" کے کالم میں پیامیوں کے فوٹو ضرور شائع کیے جائیں۔ تیسرا یہ کہ "بچوں کی کوششیں" کے کالم کو اور وسیع کیا جائے۔ اور ہر پیامی کا فوٹو شائع کیا جائے۔ چوتھا یہ کہ اس میں دینی معلومات کا کالم الگ شائع کیا جائے۔ پانچواں یہ کہ معلومات کا کالم شروع کیا جائے۔ چھٹا یہ کہ "ایک تاریخی معلومات" کا کالم شائع کیا جائے۔ ساتواں یہ کہ "سائنسی ایجادات" کے بارے میں مختصر معلومات کا کالم ضرور شائع کیا جائے۔

(مرسلہ۔ انجمن کرکٹ کے سبھی ممبران اور صدر و سکریٹری کی رائے۔ (مہراج گنج، رفیع گنج، اورنگ آباد، بہار)

(۲۲) پیام تعلیم بچوں کے لیے وہ رسالہ ہے جو زیادہ صفحات اور کم قیمت کا ہوتا ہے، یعنی پیام تعلیم صفحے زیادہ قیمت کم ہوتی ہے۔ مجھے تو پیام تعلیم کا ہر کالم پسند ہے جیسے گدگدیاں، بچوں کی کوششیں، طب کی روشنی میں وغیرہ صرف ایک کالم جو مجھے آدھا ہی پسند ہے، وہ ہے آدھی ملاقات جیسے آپ کو پوری ملاقات کرنی ہوگی۔

(موسلہ: ندیم احمد عبدالحق اہل حدیث منجد مالیگاؤں)

نوٹ:۔ اس کانفرنس کی رپورٹ آپ کو کیسی لگی براہ کرم ایک خط لکھ کر اپنی قیمتی رائے سے مطلع فرمائیں۔

کنوینر: محمد فہیم شیخ اسماعیل
پتا:۔ ممبئی فائیر فائٹرس ہاؤسنگ سوسائٹی فلیٹ نمبر ۷، ۴ تیسرا منزلہ جے۔ آر بوریجا روڈ ممبئی ۴۰۰۰۱۱۔



شرط کا نتیجہ

اکبر اور سلیم دونوں دوست تھے، اور ہائی اسکول میں آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ دونوں ذہین تھے۔ پڑھائی میں ہوشیار تھے۔ ہیڈ ماسٹر اور سب اساتذہ انھیں بہت چاہتے تھے۔ دونوں تقریری مقابلہ ہو چاہے، تحریری یا ڈراما ہر ایک میں اوّل آیا کرتے تھے۔ اور اسکول کا نام روشن کرتے تھے۔ یہ دونوں شہر میں مشہور تھے۔ اور عزّت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ یوں تو ان دونوں کی عمر بارہ، تیرہ سال کی تھی۔ لیکن یہ سنجیدہ، حاضر جواب تھے اور اپنے قول و فعل کے پکّے تھے۔ مگر ان دونوں میں اتنی خوبیاں تھیں وہاں ایک برائی بھی تھی کہ وہ دونوں ہر بات میں شرطیں بہت لگاتے تھے۔ اور شرط جیتنے کے لیے دن رات ایک کر دیتے

ایک دن وہ دونوں حسبِ معمول صبح تیار ہو کر اسکول جانے کے لیے ساتھ گھر سے نکلے۔ اسکول دور تھا راستے میں اور بھی ساتھی مل گئے۔ سب مل کر گپ شپ کرتے ہوئے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ باتوں میں وقت کا احساس نہ رہا۔ ۸ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ وہ اسکول سے اتنی دور تھے کہ چل کر پانچ منٹ میں اسکول نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ۸ بجے اسکول میں ان کی اسمبلی ہوتی تھی۔ اس لیے اکبر اور سلیم نے دوڑنے کی تجویز رکھی تو دوسرے ساتھیوں نے انکار کر دیا۔ کہ ہمیں نہیں دوڑنا۔ اگر ہمیں دیر ہو گئی تو ہم ماسٹر صاحب سے معافی مانگ لیں گے۔ یہ سن کر اکبر نے کہا یار سلیم، میں تو دوڑ کر پانچ منٹ میں اسکول پہنچ سکتا ہوں۔ کہو تم کیا کہتے ہو؟ سلیم نے کہا میں تو چار منٹ میں پہنچ سکتا ہوں۔ اس پر اکبر نے کہا، ایسی بات ہے تو ہو جائے شرط جو ہارے گا آج کے بعد اس کو جیتنے والے کی ہر بات ماننا پڑے گی۔ سلیم نے کہا، مجھے منظور ہے۔ اکبر اور سلیم کے ساتھیوں میں سے چند اکبر کی طرف اور چند سلیم کی طرف ہو گئے۔ اس طرح ہر دو گروپ کو اپنے ساتھی کے جیت کا یقین تھا طے یہ پایا کہ جو اسکول کے پھاٹک کو پہلے ہاتھ لگائے گا وہی اوّل آئے گا۔ اور جیت اسی کی ہوگی ایک لڑکے نے سیٹی نکالی اور اکبر اور سلیم کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا، پھر ایک دو تین گن کر وِسل بجا دی جیسے ہی وِسل بجی

اکبراور سلیم تیر کی طرح نکلے اور بجلی کی طرح دوڑنے لگے۔ سڑکوں پر ٹرکوں، بسوں اور گاڑیوں کی اچھی خاصی آمدورفت تھی لیکن ان کے ذہنوں پر تو شرط کا جنون سوار تھا۔ وہ دونوں اس کی پروا کیے بغیر بے تحاشہ دوڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اسکول کی عمارت نظر آگئی۔

اسکول کو دیکھ کر دونوں نے اپنی دوڑمیں اور تیزی دکھائی۔ ایک ٹرک مخالف سمت سے بڑی تیزی سے آرہا تھا۔ انھوں نے اس ٹرک کی پروا کیے بغیر سڑک پار کر لینا چاہا۔ لیکن ٹرک تو بہت تیزی سے آرہا تھا۔ اچانک ان دونوں کے سامنے آنے پر ڈرائیور ٹرک نہ سنبھال سکا اور دونوں کو کچل کر آگے نکل گیا۔ اور دونوں کی چیخیں نکلیں، راہ گیروں اور دکانداروں کی بھیڑ لگ گئی۔ اسکول میں حاضر طلبہ اور اساتذہ سبھی دوڑ پڑے کیونکہ حادثہ تو اسکول کے سامنے ہی ہوا تھا جیسے ہی ان کی نظر لاشوں پر پڑی تو ان سب کے ہوش گم ہو گئے۔ زبان جیسے ساتھ چھوڑ گئی ہو۔ سب پتھر کی طرح نظر آرہے تھے۔

ابھی یہ بات لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ یہ دونوں کیسے ٹرک کے نیچے آگئے۔ یا تو قصور ان لڑکوں کا ہے یا ٹرک ڈرائیور کا۔

اتنے میں اکبر اور سلیم کے وہ ساتھی جو پیچھے شور مچاتے ہوئے آرہے تھے جائے حادثہ پر پہنچے، جیسے ہی اکبر اور سلیم کی لاشیں دیکھیں تو سب کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ایک لڑکے نے روتے ہوئے کہا۔ ان کو ٹرک ڈرائیور نے نہیں بلکہ ان کی شرط نے مارا ہے۔ سب کی نظریں سوالیہ انداز میں اٹھی لڑکوں نے اکبر اور سلیم کا شرط والا سارا واقعہ سنایا۔ اور کہا کہ ہم نے ان لڑکوں کو منع نہیں کیا اور شرط سے باز رکھنے کی بالکل کوشش نہیں کی بلکہ خود بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ لیکن اب یہ دونوں شرط میں ایک دوسرے سے اتنا آگے نکل گئے کہ ساری دنیا پیچھے رہ گئی۔ پیارے ساتھیو! اسی لیے شرط لگانے سے امّی ابّو اور سارے اساتذہ منع کرتے ہیں۔

جمیل عبدالحمید، نزدیک بھنڈی بازار، بمبئی ۳۔

جمعہ کے فضائل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت کا وقوع بھی اسی دن کو ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اللہ سے دعا کرے تو ضرور قبول ہوگی۔ شیخ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت فاطمہؓ جمعہ کے دن کسی خادم خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو وہ انھیں خبر کر دیں تاکہ وہ اسی وقت ذکر اور دعا میں مشغول ہو جائیں۔ آپؐ نے یہ

بھی کہا کہ اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اس روز کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو۔ جمعہ کی رات مغفرت کی رات ہے اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن مرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ کی آگ تیز کی جاتی ہے جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن تیز نہیں کی جاتی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جو کوئی سورۂ کہف پڑھے اس کے لیے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا۔ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کیوں نہیں شرم آتی مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن یعنی یہود سنیچر کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کتنے سویرے جاتے ہیں۔ اور طالبان دنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید و فروخت کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔ حقیقت میں مسلمانوں نے اس زمانے میں اس مبارک دن کی بالکل قدر گھٹا دی ہے ان کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ آج کون سا دن ہے اور اس کا کیا مرتبہ ہے افسوس وہ دن جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ مبارک تھا اور جس دن پر نبیؐ کو فخر تھا اور یہ دن اگلی اُمتوں کو نصیب نہ ہوا تھا آج مسلمانوں کے ہاتھوں اس کی بڑی ناقدری ہو رہی ہے۔

انور علی (جوتا والے) ہلدی پوکھر جمشید پور، بہار

ممتاز محل

تم نے بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں، اورنگ زیب اور بہادر شاہ ظفر کا نام ضرور سنا ہوگا۔ اور کتابوں میں ان کے بارے میں پڑھا بھی ہوگا۔ یہ سب مغل بادشاہ تھے۔ ۱۵۲۶ء سے ۱۸۵۷ء تک ہندستان پر مغل بادشاہوں کی حکومت رہی۔ ان کا دور بڑی شان و شوکت کا دور تھا۔

مغل بادشاہوں میں شاہ جہاں کا نام بہت مشہور ہے۔ آگرے کا "تاج محل" دہلی کی "جامع مسجد" اور "لال قلعہ" جیسی خوبصورت اور مشہور عمارتیں اسی بادشاہ کی یادگار ہیں۔ ان میں تاج محل ساری دنیا میں مشہور ہے۔ لیکن کیا تم جانتے ہو کہ یہ تاج محل کس کی یاد میں بنا ہے۔؟ — یہ شاہ جہاں کی بیوی ممتاز محل کی یادگار ہے!

ممتاز محل کا اصل نام ارجمند بانو تھا وہ آصف خاں کی بڑی خوبصورت بیٹی تھی۔ آصف خاں جہانگیر کے دربار کا ایک با اثر امیر تھا۔ ارجمند بانو ۱۵۹۲ء میں پیدا ہوئی تھی اور ۱۶۱۲ء میں شہزادے خرم سے اس کی شادی ہو گئی تھی۔ ۱۶۲۸ء میں شہزادہ خرم بادشاہ بنا اور شاہ جہاں کے نام سے مشہور ہوا اور ملکہ بننے کے بعد ارجمند بانو کو "ممتاز محل" کا خطاب ملا

شاہ جہاں کو ممتاز محل سے بے حد محبت تھی، لیکن اللہ کی مرضی کہ شاہ جہاں کی بادشاہت کے چوتھے سال ہی ۳۸ سال کی عمر میں یعنی جون ۱۶۳۱ء کو ممتاز محل کا انتقال ہوگیا

تمھارا خیال ہوگا کہ ممتاز محل کا انتقال آگرہ میں ہوا ہوگا۔ لیکن ممتاز محل کی موت دکن میں برہان پور شہر میں ہوئی تھی۔ اور کیونکہ یہ جگہ آگرہ سے بہت دور تھی اس لیے اسے وہیں دفن کردیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں لاش کو آگرہ لایا گیا۔ اور آگرے میں جمنا کے کنارے دوبارہ دفن کیا گیا تھا اور پھر اس مقام پر ۱۸ سالوں کی مدت میں ۲۰ ہزار مزدوروں کی محنت اور ساڑھے چار کروڑ روپوں کی لاگت سے وہ مشہور زمانہ مقبرہ بنایا گیا جسے دنیا تاج محل کے نام سے جانتی ہے اور جو شاہ جہاں کی محبت اور وفا کی بے مثال یادگار ہے۔

شاہ جہاں اور ممتاز محل کی اولاد میں جو بڑے ہوئے ان میں جہاں آراء، داراشکوہ، شجاع، روشن آراء، اورنگ زیب مراد اور گوہر آراء کے نام مشہور ہیں۔ ان میں اورنگ زیب، جو شاہ جہاں کے بعد تخت پر بیٹھا، مغلیہ سلطنت کا بہت مشہور، لائق اور دیندار بادشاہ تھا۔

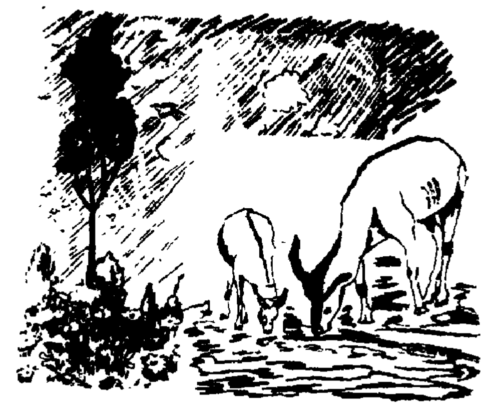
اے، جے، عادل
۱۶۱/۱۱ جوگا بائی، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔

ماں کی نصیحت

ایک چرواہے کے پاس چند جانور تھے ان میں ایک بکری بھی تھی۔ چرواہا ان سب کو الگ الگ گھر میں رکھتا تھا۔ ایک

[illegible]

تو اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹے



میرے علاوہ کوئی بھی آئے تو دروازہ مت کھولنا خواہ وہ کتنی ہی ہمدردی ظاہر کرے جب بکری دور کھیتوں کی طرف چلی گئی تو ایک بھیڑیے نے سوچا کہ چلو بکری ادھر چر رہی ہے اس کے بچے کو دھوکا دے کر کھالوں یہ سوچ کر بھیڑیا بکری کے گھر کی طرف روانہ ہوا اور دروازے پر پہنچ کر بکری کی آواز کی نقل کرکے بولا کہ بیٹے کھولو میں تمھارے لیے بہت قیمتی چیز لائی ہوں، بچے نے دروازہ کھولنے سے پہلے دروازے کے سوراخ سے دیکھ لیا اور بولا میں جانتا ہوں تم کون ہو تم تو بھیڑیے ہو اور تمھارا پیر سفید ہے اور میری ماں کا پیر کالا ہے لہٰذا میں دروازہ نہیں کھولوں گا۔ آخرکار بھیڑیا ناکام ہوکر چلا گیا اور بکری کا بچہ بال بال بچ گیا۔ یہ ہے ماں کی نصیحت پر عمل کرنے کا نتیجہ۔

معین اختر ولید پوری
مدرسہ منبع العلوم خیرآباد، مئو۔

ناانصافی کا انجام

بہت پرانے زمانے کی بات ہے کہ کسی جنگل میں ایک شیر اور ریچھ رہا کرتے تھے۔ دونوں بہت خونخوار تھے لیکن ان میں بہت گہری دوستی تھی وہ دونوں جہاں رہتے تھے وہاں ان کو اتنے شکار مل جاتے کہ دوسری طرف انھیں جانا ہی نہیں پڑتا تھا۔



لیکن ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ان دونوں کو کئی دن سے ایک بھی شکار نہیں ملا آخر بھوک سے پریشان ہوکر دونوں شکار کی تلاش میں نکل پڑے، پورا جنگل گھومنے کے بعد بھی انھیں کوئی شکار نہیں دکھائی دیا۔ آخر نا امید اور نڈھال ہوکر وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے ابھی انھیں بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اچانک ان کی نظر ایک ہرن کے تندرست و توانا بچے پر پڑی سامنے شکار کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے ان میں ایک نئی طاقت پیدا ہوئی اور دونوں ایک ساتھ اس پر جھپٹ پڑے۔ تھوڑی محنت اور مشکل کے بعد آخرکار انھوں نے اُسے دبوچ لیا۔

اب دونوں شکار کو کھانے کے لیے جھگڑنے لگے۔ شیر کہنے لگا یہ میرا شکار ہے اس لیے کہ اسے پہلے میں نے دیکھا تھا اس لیے یہ میرا شکار ہے۔ میں ہی اسے کھاؤں گا۔ ریچھ کہنے لگا کہ یہ میرا شکار ہے میں ہی اسے کھاؤں گا۔ غرض یہ کہ جھگڑا بڑھتا گیا اور دونوں آپس میں لڑنے لگے۔ لڑتے لڑتے دونوں نڈھال ہوکر گر پڑے اور بے ہوش ہوگئے۔

ایک لومڑی دور سے یہ سب تماشا دیکھ رہی تھی وہ فوراً درخت کی اوٹ سے نکلی اور ہرن کے بچے کو لے کر بھاگ گئی۔ جب دونوں کو ہوش آیا تو شکار غائب دیکھ کر دونوں کو اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا "سچ ہے آپس کی لڑائی میں غیروں کا فائدہ ہوتا ہے"

محمد احفاظ، محمد اسحاق
بالاپور، آکولہ

ماں کی محبت

آج سے ہزاروں سال پہلے ملک ایران میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھ وہ بہت رحم دل اور انصاف پسند تھ اس کے انصاف کا گھر گھر چرچا تھا۔ وہ دور دور تک عادل بادشاہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے انصاف کی وجہ سے اس کی رعایا بہت خوش تھی۔ ایک دن وہ دربار میں بیٹھا تھا کہ دو عورتیں آئیں ایک کی گود میں بچہ تھا اور وہ دونوں

جھگڑ رہی تھیں۔ بادشاہ نے پوچھا کیا
بات ہے، تم دونوں آپس میں کیوں
جھگڑا کر رہی ہو۔؟"
جس کی گود میں بچہ تھا وہ بولی "بادشاہ
سلامت"! یہ بچہ میرا ہے۔ میں اس کی
ماں ہوں اور یہ عورت کہتی ہے کہ بچہ
اس کا ہے"
بادشاہ نے دوسری عورت سے پوچھا
"تمھیں اس بارے میں کیا کہنا ہے؟"
وہ عورت بولی "حضور، یہ بچہ میرا ہے، میں
اس کی ماں ہوں اس نے میرا بچہ چھین
لیا ہے اور جھوٹ بولتی ہے۔"
بادشاہ تھوڑی دیر کے لیے سوچ میں



پڑ گیا، پھر اس نے پہلی عورت سے
کہا "اچھا یہ بتاؤ تمھارا بچہ کس چیز سے
خوف کھاتا ہے؟ عورت بولی "حضور،
میرا بچہ چاقو سے بہت ڈرتا ہے، کیونکہ
ایک دن وہ چاقو سے کھیل رہا تھا اور
اس کی انگلیاں زخمی ہو گئیں تھی۔ اس
دن سے وہ چاقو کو دیکھ کر خوف کے مارے
رونے لگتا ہے۔" بادشاہ نے حکم دیا
"چاقو لایا جائے۔" جیسے ہی چاقو بچے کے
سامنے لایا گیا وہ اسے دیکھ کر زور
زور سے رونے لگا۔
اب بادشاہ نے دوسری عورت کو
مخاطب کر کے کہا۔ "اچھا تم بتاؤ تمھارا
بچہ کون سی چیز پسند کرتا ہے۔؟
وہ عورت بولی: "جہاں پناہ! میرا بچہ
تلوار بہت پسند کرتا ہے۔ کیونکہ اس
کا باپ سپاہی تھا۔ وہ روزانہ جب تلوار
صاف کرنے بیٹھتا تو بچہ تلوار کو دیکھ کر
خوش ہوتا تھا۔ بادشاہ نے تلوار
لانے کا حکم دیا، تلوار کو دیکھتے ہی بچہ
زور زور سے ہنسنے لگا۔ دونوں عورتیں
اپنے دعووں میں سچی نظر آتی تھیں۔
بادشاہ سٹ پٹا گیا۔ اس نے تمام واقعات
پر غور کیا اور پھر تلوار لانے کا حکم دیا
تلوار دے کر اس نے جلاد کو حکم دیا
کہ "اس بچے کے دو ٹکڑے کر دو اور
دونوں عورتوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دو
کیونکہ دونوں اپنے دعوے میں سچی نظر
آتی ہیں۔"
یہ سن کر پہلی عورت بولی "بادشاہ سلامت
کی عمر دراز ہو۔ کیا خوب انصاف کیا ہے
مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے"
جیسے ہی جلاد نے بچے کے دو ٹکڑے
کرنے چاہے، دوسری عورت تڑپ
کر آگے بڑھی اور بولی "بادشاہ سلامت
مجھے بچہ نہیں چاہیے، آپ بچہ اس عورت
کو دے دیں، اس طرح میرے بچے کی
جان تو بچی رہے گی"
بادشاہ نے سمجھ لیا کہ بچہ اسی عورت
کا ہے۔ بچہ کی محبت میں ماں نے اپنے

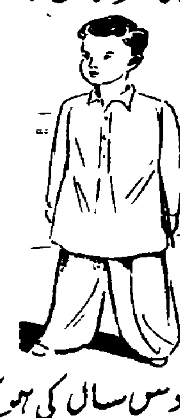
بچے کو دوسری عورت کو دینا منظور کر لیا تاکہ اس کی جان محفوظ رہے۔

اس نے جلاد کو حکم دیا " بچہ اس عورت کے حوالے کر دیا جائے ۔ یہی اس بچے کی ماں ہے۔ دوسری عورت جھوٹی ہے۔ اسے بچہ چرانے کے جرم میں جیل بھیج دیا جائے" ماں اپنا بچہ پاکر بہت خوش ہوئی۔ اور بادشاہ کو دعائیں دیتی ہوئی اپنے گھر چلی گئی۔

تنشیخ امجد، موتی لال نگر نمبر ۱ گورے گاؤں (ویسٹ) بمبئی نمبر ۱۵۴

ایمانداری کا پھل

بہت دنوں کی بات ہے کہ ایک گاؤں میں ایک لڑکا رہتا تھا اس کا نام پراوین تھا۔ وہ نہایت ہی غریب، غیور اور ایماندار والدین کا لڑکا تھا۔ اس وقت



اس کی عمر تقریباً دس سال کی ہوگی وہ بھی پانچویں جماعت میں تھا کہ اس کے والد کروڑی مل نے اس کی تعلیم ترک کرادی کیونکہ وہ غربت کی وجہ سے اس کی تعلیم کا خرچ پورا نہیں کر سکتے تھے اس لیے پراوین کے والد نے اس کو ایک کرانے کی دکان پر نوکر لگا دیا۔ پراوین ایماندار والدین کا ایماندار لڑکا تھا۔

وہ نہایت محنت اور ایمانداری سے کام کرنے لگا۔ پراوین کے مالک نے اس کا امتحان لینے کے لیے پراوین کے آنے جانے کے راستے میں ایک سو روپے کا نوٹ رکھ دیا۔ اور چھپ کر دیکھنے لگا کہ پراوین کیا کرتا ہے؟ پراوین کی نظر اس نوٹ پر پڑی، لیکن پراوین اس نوٹ کو نظر انداز کر کے اپنے راستے پر چلا گیا۔ اور کام میں جٹ گیا۔ یہ دیکھ کر پراوین کے مالک نے پراوین کو ایک چھوٹی سی دکان کا مالک بنا دیا۔ یہاں آکر بھی پراوین کی ایمانداری کم نہ ہوئی پراوین نے اپنی محنت اور ایمانداری سے اپنی چھوٹی سی دکان کو بڑی دکان میں تبدیل کر دیا۔

اب یہی گاؤں کا غریب اور ایک چھوٹی سی دکان کا مالک اب گاؤں کے ہر دلعزیز سیٹھوں اور ساہوکاروں میں شمار ہونے لگا۔ اور پراوین نے اپنے گاؤں میں چرچ، اسکول، دھرم شالائیں مندر، مسجدیں، اور نہریں بھی بنائیں۔

اب پراوین نے بھی اپنا گھر آباد کر لیا اور اس کی بیوی بھی نہایت نیک اور خوش گو ہے۔ اس طرح اس نے اپنی محنت و ایمانداری سے گاؤں میں ایک اونچا

مقام بنالیا۔

میرے پیارے پیامیو! آپ نے دیکھا کہ ایک غریب اور محنتی و ایماندار لڑکے نے اپنی محنت و ایمانداری سے سماج میں ایک مقام بنالیا۔ تو پیامیو آپ بھی اسی طرح محنت و ایمانداری سے کام کریں۔

رافعہ شبنم، شیخ پورہ، قاسم جالنہ، ضلع جالنہ

نولکھا رانی

کسی ملک میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اس کی رعایا بہت خوشحال تھی۔ اور امن وسکون کی زندگی گزار رہی تھی۔



اور اس کے نو بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹا شہزادہ رئیس تھا۔ اس کے اور سب بھائیوں کی شادیاں ہوگئی تھیں۔ اس کی عمر ابھی لگ بھگ پندرہ سال کی تھی۔ اس وجہ سے اس کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اور گھر میں سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے بادشاہ اور اس کے آٹھوں بھائی اس کو بہت پیار کرتے تھے۔ اور وہ بھی گھر میں سب کو بہت پیار کرتا تھا۔ ایک دن کی بات ہے کہ جب اس کی سب سے بڑی بھابی نے کھانا پکایا تو اس کو اچھا نہ لگا اور اس نے اپنی بھابی کو ڈانٹ دیا تو اس کی بھابی نے بھی اس کو طعنہ دیا اور کہنے لگی کہ جا لے آ اپنے لیے نولکھا رانی وہ تجھ کو کھانا بنا کر دے گی۔ شہزادے کو یہ بات بہت ناگوار گزری لیکن اس نے صبر کر لیا آخر کار جب دوسرے دن اس کی چھوٹی بھابی نے کھانا پکایا تو اس دن اور بھی خراب بنا، شہزادے نے پھر غصہ میں آکر اپنی چھوٹی بھابی کو بھی ڈانٹ دیا۔ تو اس کی چھوٹی بھابی نے بھی وہی طعنہ دیا جو اس کی بڑی بھابی نے دیا تھا۔ بالآخر سب بھابیوں نے کھانا پکایا اور سب کا بنایا ہوا خراب نکلا شہزادے کو کسی کا بنایا ہوا کھانا اچھا نہ لگا۔ اور سب کو اس نے ڈانٹ دیا اور سب بھابیوں نے اس کو وہی طعنہ دیا۔ جو اس کی بڑی بھابی نے دیا تھا شہزادہ جب اپنی بھابیوں سے یہ طعنہ سنا تو اس پر ہمیشہ مایوسی چھائی رہتی اور وہ ہمیشہ سوچ کی دنیا میں ڈوبا رہتا۔ ہمیشہ اس کے ذہن میں یہ بات گونجتی رہتی کہ اس کی بھابیوں نے جو طعنہ دیا ہے کاش یہ پورا ہو جاتا یہی سوچتے سوچتے اس کی عمر اٹھارہ سال کی ہوگئی بالآخر وہ اللہ کا نام لے کر گھر سے ایک گھوڑا اور کھانے کا سامان لے کر نولکھا رانی کی تلاش میں نکل پڑا

چلتے چلتے دو دن گزر گئے۔ لیکن نولکھارانی کا کہیں پتا ہی نہیں چلا۔ شہزادہ سوچ رہا تھا کہ اگر کوئی مددگار مل جاتا تو شاید کچھ کامیابی ہو جاتی۔ یہ سوچتے سوچتے شہزادہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ ایک آواز آئی، "بیٹے رُک جاؤ"، شہزادہ اچانک آواز سن کر ڈر گیا۔ لیکن فوراً ہی خود پر قابو پا کر پیچھے دیکھا تو جنگل میں سے ایک بوڑھی عورت نمودار ہوئی۔ شہزادہ یہ دیکھ کر فوراً گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا جب بڑھیا اس کے پاس آئی تو اس نے پوچھا "بیٹا تم یہاں کیسے آئے ہو، لگتا ہے بہت دور کے مسافر ہو" شہزادے نے اپنی سب بھابیوں کی بات بتائی۔ بڑھیا نے ایک آہ بھری اور کہا بیٹا یہاں سے بہت دور ایک گاؤں ہے جس کا نام ہے مالی گاؤں تم اس میں جانا اور گاؤں کے آخر میں ایک کٹیا پڑے گی تم کو اس میں ایک بابا بستر پر سوئے ہوئے نظر آئیں گے تم ان کا ہاتھ پیر دبانا اور پھر اپنی مراد ان سے بتانا وہ سب پوری کر دیں گے۔ شہزادہ یہ سب باتیں بہت غور سے سن رہا تھا اور بڑھیا یہ سب باتیں بتا کر اچانک غائب ہو گئی۔ اور شہزادہ پھر گھوڑے کو دوڑاتا ہوا چل دیا، چلتے چلتے وہ مالی گاؤں میں پہنچ ہی گیا جب وہ مالی گاؤں پہنچا تو سورج غروب ہو گیا تھا۔ گاؤں کے آخری حصے میں اسے ایک جھونپڑی نظر آئی اور وہ سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہی بابا کا گھر ہے اور وہ گھوڑے کو ایک درخت سے باندھ کر جھونپڑی کے اندر گیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ ایک بابا ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں اور گھر بالکل گندا ہے۔ سب سے پہلے اس نے پورے گھر کو جھاڑو سے صاف کیا پھر بابا کے ہاتھ پیر دبانے لگا۔ دباتے دباتے صبح ہو گئی تب بابا کی آنکھ کھلی اور کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خوبصورت نوجوان لڑکا ان کے ہاتھ پیر دبا رہا ہے اور جب گھر پر نظر ڈالتے ہیں تو گھر بالکل صاف نظر آ رہا ہے۔ تب بابا کہتے ہیں کہ بیٹا جو مانگنا ہے مانگو میں سب دوں گا تب شہزادہ کہتا ہے بابا ہم کو نولکھارانی دے دیجیے اور شہزادہ اپنی سب بھابیوں کی بات تفصیل سے بتاتا ہے، تب بابا کہتے ہیں بیٹا پہلے تم ناشتا وغیرہ کر لو اس کے بعد میں تم کو نولکھارانی کے پاس پہنچانے کا بندوبست کروں گا۔ شہزادے نے فوراً کہا بابا ہمارے پاس کھانے کا سامان ہے، یہ کہہ کر شہزادہ گھوڑے کے پاس آیا اور سامان اٹھا کر لے گیا۔ بابا اور شہزادے دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔ ناشتے کے بعد بابا نے کہا "بیٹا میں تم کو بتاتا ہوں، ندی کے کنارے ایک پھل دار درخت ہے اس میں تم کو جو سب سے اچھا پھل لگے گا وہ توڑ لینا۔ لیکن یاد رہے کہ جب تم پھل توڑ کر اڑو گے تو بہت سے لوگ تمھارا پیچھا کریں گے اور شور مچائیں گے کہ پکڑو پکڑو لیکن تم پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا ورنہ تم جل کر نیچے گر جاؤ گے۔ شہزادہ یہ باتیں بہت دھیان سے سن رہا تھا۔ جب بابا یہ سب باتیں بتا چکے تو شہزادے نے فوراً کہا کہ

بابا مجھے توتا بنائیے اور بابا نے فوراً زمین سے مٹی اٹھا کر کچھ پڑھ کر شہزادے کے اوپر پھینک دی۔ شہزادہ فوراً توتا بن گیا۔ اور اڑتے اڑتے آخر وہ پھل کے درخت پر پہنچ ہی گیا۔ شہزادہ اپنی پسند کا پھل توڑ کر جیسے ہی اڑا، بہت سے لوگ شور مچانے لگے، پکڑو، پکڑو لیکن شہزادے نے پیچھے مڑ کر دیکھا ہی نہیں اور کچھ دیر کے بعد بابا کے پاس پہنچ گیا۔ بابا نے پھل کو ہاتھ میں لے کر شہزادے کے اوپر پھونکا تو توتا فوراً شہزادہ بن گیا۔ بابا نے کہا بیٹے تم اس پھل کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا اور اب جاؤ جب تمہاری بھابیاں کھانا پکائیں گی تو تم کہنا کیسا کھانا بنا تی ہو اور پھر جب طعنہ دیں کہ جا لے آ لوکھارانی کو، تو تم اس پھل کو توڑ دینا، شہزادہ اب بہت ہی خوش تھا اس کی مرادیں بر آئی تھیں۔ شہزادہ دو دن کے بعد گھر پہنچا اور جب دوسرے دن اس کی بھابیاں کھانا بنا کر لائیں تو وہ لذت دار نہیں تھا شہزادے نے کہا "کس طرح تم لوگ کھانا پکاتی ہو" اتنا سننا تھا کہ اس کی بھابیاں طعنہ دینے لگیں "جا لے آ لوکھارانی کو"، یہ سننا تھا کہ شہزادہ جوش میں آیا اور اس نے جیب سے پھل نکال کر توڑ دیا، اس میں سے ایک بہت خوبصورت پری نکل آئی اور وہ پری کچھ دیر میں خوب بڑی ہو گئی۔ یہ دیکھ کر سب بھابیوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اور سب نے شرمندہ ہو کر شہزادے سے معافی مانگی۔ شہزادے نے سب کو معاف کر دیا۔ اور لوکھارانی سے اس کی شادی ہو گئی۔ پھر سب مل جل کر رہنے لگے۔●

حافظ شکیل احمد
مدرسہ عثمان بن عفان ۱/۸ جوگا بائی جامعہ نگر
نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰۲۵

طالب علم امام بن گیا

بہت دنوں کی بات ہے مسجد نبوی کے صحن میں ایک بزرگ اپنے شاگردوں کو حدیث پڑھایا کرتے تھے مسجد نبوی اس مسجد کا نام ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر مدینہ میں اس وقت بنائی تھی جب آپؐ مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تھے یہ بزرگ اپنے زمانے کے ماہر عالم تھے دور دراز سے لوگ ان سے حدیث شریف سیکھنے کے لیے آیا کرتے تھے ایک دن یہ بزرگ اپنے شاگردوں کو حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ اور سب شاگرد خوب غور سے استاد صاحب کی باتیں سن رہے تھے۔ کہ ایک غریب و نادار لڑکا مسجد میں داخل ہوا اس کا لباس بالکل معمولی تھا اس کے پاس تختی تھی اور نہ قلم و دوات لیکن اس کے چہرے سے شرافت ٹپک رہی تھی لڑکا مسجد میں داخل ہو کر ادب و احترام کے ساتھ لڑکوں کے پاس بیٹھ گیا۔ جو حدیث کا سبق پڑھ رہے تھے ان

کے پاس قلم، دوات اور کاپیاں تھیں اور حضرت استاد جو کچھ پڑھاتے وہ ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے۔ آنے والا غریب لڑکا کچھ دیر خاموشی کے ساتھ استاد صاحب کی باتیں سنتا رہا اور پھر مسجد کے فرش سے ایک تنکا اٹھا کر اس تنکے کو اپنے تھوک سے بھگو کر اس کے ذریعے استاد صاحب کی باتوں کو اپنی ہتھیلی پر نوٹ کرنے لگا۔ درس ختم ہونے کے بعد استاد صاحب نے اس لڑکے کو اپنے پاس بلایا۔ اور کہا کہ اے بیٹے جب میں درس دے رہا تھا تو تم اپنی ہتھیلی پر کیا لکھ رہے تھے۔ اور تھوک کے ذریعے لکھنے سے کیا فائدہ۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں آپ کی باتوں کو نوٹ کر رہا تھا۔ انھوں نے کہا کہ جو چیز تم لکھ رہے تھے کیا وہ ابھی بھی تمھاری ہتھیلی پر باقی ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ وہ تو مٹ گئیں، ہاں ہتھیلی پر لکھنے کی وجہ سے وہ چیزیں میرے ذہن میں پختہ ہو گئیں ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں سنادوں انھوں نے کہا کہ سناؤ، لڑکے نے فرفر سب کچھ سناڈالا۔ استاد صاحب بہت خوش ہوگئے اور لڑکے کو شاباشی دی۔ اور کہا کہ آج سے تم یہیں میرے پاس رہ کر تعلیم حاصل کروگے۔ لڑکا بہت خوش ہوا۔ اور دلجمعی کے ساتھ حصولِ تعلیم میں لگ گیا۔ اور محنت سے تعلیم حاصل کرنے لگا۔ اور یہی نادار و بیکس لڑکا ایک دن مسلمانوں کا امام بن گیا اور مسلمانوں کی خدمت کرنے لگا۔ آپ جانتے ہیں ان کا نام کیا تھا ان کا نام امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

پیا میو! آپ نے دیکھ لیا کہ ایک غریب لڑکا اپنی محنت کی وجہ سے امام بن گیا۔ تو اگر ہم بھی حصولِ تعلیم سے ہمت نہ ہاریں اور عزم و استقلال سے حصولِ تعلیم میں لگ جائیں تو انشاء اللہ ہم بھی ایک دن قوم کے رہبر بن جائیں گے۔ بس شرط ہے عزم و استقلال کی۔ ●

افضال احمد پلاموی

جاں باز دوست

پرانے زمانے کی بات ہے، جنگل میں ندی کے کنارے تین دوست رہا کرتے تھے، کوّا، چوہا، اور کچھوا۔ تینوں میں گہری دوستی تھی۔ ایک دن تینوں آپس میں خوش گپیاں کر رہے تھے کہ اچانک ایک ہرن بھاگتا ہوا آیا، ڈر کے مارے کچھوا پانی میں جا گھسا، چوہے نے بل کی راہ لی اور کوا اڑ کر درخت پر بیٹھ گیا۔ پھر کوّے نے سوچا کہ ہرن کسی مصیبت کا شکار تو نہیں؟

وہ اڑ کر ہرن کے پاس پہنچا اور دونوں کو آواز دی کا جب تینوں اکٹھا ہوئے تو کچھوے نے ہرن سے پوچھا، کیوں جناب کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟۔ ہرن نے جواب دیا 'مدتوں سے جنگل کی سبز گھاس کھاتا رہا اور ہر گھاٹ کا پانی پیتا، جہاں شام ہو گئی وہیں آرام سے

سو جاتا۔ ادھر کئی روز سے ایک انسان کو دیکھ رہا ہوں جو مجھے گرفتار کرنے کی کوشش کر رہا ہے اسی خوف سے میں ادھر ادھر بھاگ رہا ہوں اور آج آپ لوگوں کے سامنے ....

ابھی ہرن نے اپنی بات ختم نہیں کی تھی کہ چوہے راجا نے دُم پھیلاتے ہوئے کہا! ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے' ادھر تو کوئی شکاری وکاری نہیں آتا۔ ویسے اگر تم ہمارے ساتھ رہنا چاہو تو ہم بخوشی اپنا دوست بنالیں گے۔



ہرن نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "ضرور" .... پھر سب ساتھ رہنے لگے۔

یوں تو ہرن شکاری کے خوف سے بھاگ کر آیا تھا مگر ایک دن اس کے جال میں پھنس ہی گیا۔

تینوں دوست بیٹھے ہرن کا انتظار کرنے لگے مگر ہرن کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ اب سب نے سوچا کہ وہ ضرور کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے، یہ سوچ کر کچھوے نے کوّے سے کہا دوست اب تمھارے امتحان کا وقت قریب آ گیا ہے، جاؤ' دیکھو ہرن کس حال میں ہے۔ یہ سنتے ہی کوّے نے اڑان بھری تو دیکھتا ہے کہ ہرن واقعی ایک جال میں پھنسا ہوا ہے۔ واپس آ کر کوّے نے سارا حال سنایا اور کہا چوہے راجا!

اب تمھاری ضرورت ہے۔ تم ہی اپنے دوست کو مصیبت سے آزاد کرا سکتے ہو چوہے نے فوراً ہامی بھر لی اور جال کاٹنے چل دیا۔ جب وہ ہرن کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ کچھوا بھی گھستا ہوا چلا آ رہا ہے۔ ہرن نے خفگی سے کہا " تمھیں یہاں کس نے بلایا ہے۔ تمھاری رفتار تو ایسی ہے کہ جو چاہے تمھیں گرفتار کر لے۔ کچھوے نے کہا دوست کیا ہم نے اسی لیے دوستی کی تھی کہ تم مصیبت میں پھنسے رہو اور میں آرام سے پانی میں تیرتا رہوں' دوست تو وہ ہے جو دوستی کی خاطر اپنا چین و سکون سب حرام کر لے۔ ابھی کچھوا بات ہی کر رہا تھا کہ شکاری آ پہنچا۔ ہرن چونکہ آزاد ہو چکا تھا اس لیے وہ چوکڑی بھرتا ہوا جنگل میں غائب ہو گیا اور چوہا بھی کسی جنگل میں جا گھسا۔ رہ گئے' صرف کچھوے میاں! وہ نہ تو بھاگ ہی سکتے تھے اور نہ بل میں گھس سکتے تھے۔ شکاری نے جب دیکھا کہ آیا شکار ہاتھ سے نکل چکا ہے تو لاؤ' کچھوے ہی کو پکڑ لیا جائے۔ شکاری تو کچھوا لے کر چلتا بنا

اور یہ تینوں ہاتھ ملتے رہے۔ چوہے نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا "آہ کچھوے میرے دوست میں تجھے کہاں پاؤں، ہائے میرے دل ابھی ہم ایک سنگین مصیبت سے پورے طور پر آزاد بھی نہیں ہوئے تھے کہ دوسری مصیبت سر پر نازل ہو گئی، واقعی کسی نے سچ کہا ہے کہ انسان کو جب ٹھوکر لگنی ہوتی ہے تو کسی نہ کسی حیلے سے ضرور لگ جاتی ہے

اگر وہ سطح زمین پر چلے۔

کوے نے کہا میاں تمھاری آہ و زاری سے بھلا کچھوے کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ چوہے نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا اور میں کر ہی کیا سکتا ہوں۔ اب تم لوگ ہی کوئی ترکیب بتاؤ۔ کوے نے کہا میرے پاس ایک ترکیب ہے جس سے کچھوا آزاد ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے جاں بازی کی ضرورت ہے یہ کہتے ہوئے کوے نے ہرن اور چوہے کے کان میں کچھ کہا اور وہ مسکرانے لگے۔

اب شکاری کی سنیے جب وہ کچھوا لے کر چلا تو دیکھتا ہے کہ وہ ہرن مردہ حالت میں پڑا ہوا ہے اور کوا اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بے انتہا خوش ہوا اور ہرن کی طرف دوڑا جیسے ہی ہرن کے قریب پہنچا کوا اڑ کر درخت پر بیٹھ گیا اور ہرن نے ایک چھلانگ لگائی لیکن تھوڑی ہی دیر میں بے دم ہو کر گر پڑا، شکاری نے سمجھا کہ ہرن شاید زخمی ہے اس نے کمان پر تیر چڑھائی، ابھی وہ نشانہ بھی نہ لے پایا تھا کہ کوے نے اڑ کر اس کی آنکھ پر چونچ ماری چاہی تو اس کے ہاتھ سے کمان گھبراہٹ کی وجہ سے چھوٹ گیا، ہرن بھی اس کی زد سے دور نکل چکا تھا۔ لیکن وہ زیادہ دور نہ جا سکا کہ چکرا کر گر پڑا۔ شکاری اپنے دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ ہرن زخمی ہو کر بھی اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔ اس نے اپنے شکاری تھیلے کو زمین پر رکھا اور سرپٹ ہرن کے پیچھے دوڑ پڑا۔ ہرن کچھ دیر تو اسے جھانسا دیتا رہا پھر نظروں سے غائب ہو گیا۔ مایوس و ناکام ہو کر شکاری اپنے مقام پر آیا تو دیکھتا ہے کہ جال کٹا ہوا ہے اور کچھوے کا کہیں پتا نہیں۔ اصل میں شکاری جب اپنا سامان چھوڑ کر ہرن کے پیچھے دوڑ الٹا چوہا جو اسی تاک میں تھا اس نے جلدی سے جال کاٹا اور اپنے پیارے دوست کچھوے کو آزاد کرایا۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ ساری ترکیب ان جاں باز دوستوں کی تھی جنھوں نے ایک دوسرے کی مدد کا عہد کیا تھا۔

محمد ارمان بستوی
سلیمانیہ روم نمبر ۱۰۱ ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی

اغوا معصوم بچے کا

کسی گاؤں میں جہانگیر احمد خاں نامی ایک جاگیردار رہتے تھے۔ وہ بڑے ظالم و جابر حکمراں تھے۔ ان کا ایک بیٹا راحیل احمد خاں تھا۔ ان کے ہاں ایک غریب نوکر علاؤالدین تھا۔ علاؤالدین کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ راحیل اور نوکر کا بیٹا علی دونوں ہم عمر تھے۔ اس لیے اکثر دونوں ساتھ رہتا تھا۔ راحیل بھی اپنے باپ کی طرح ظالم تھا۔ ایک دن کی بات ہے دونوں قریب کے جنگل میں شکار کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جنگل میں دونوں کا سامنا شیر

سے ہوا۔ شیر راحیل کو غافل دیکھ کر حملہ کرنے والا ہی تھا کہ علی نے ہوشیار ہو کر شیر پر حملہ کیا اور اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے راحیل کی جان بچائی۔ مگر راحیل اس حادثے میں اپنی جان بچاتے ہوئے اپنی ٹانگ کھو بیٹھا دونوں گھر پہنچے وہ پہلے ہی نوکروں کو بہت کمتر سمجھتا تھا۔ اس نے اپنے باپ سے علی کی جھوٹ موٹ شکایت کی جس سے جاگیر دار آگ بگولہ ہوئے اور علی کی بھی ایک ٹانگ توڑنے کا حکم دے دیا۔ اب علی بھی ایک ٹانگ سے محروم ہو چکا تھا۔ اس کو اپنی وفاداری کا یہ صلہ ملے گا اس کی اسے امید نہیں تھی اب اس نے دل ہی دل میں انتقام لینے کی ٹھان لی۔

کچھ عرصہ بعد موقع پا کر وہ راحیل کے بچے احمد کو کسی طرح حویلی میں گھس کر اور نوکروں سے ٹکر ہونے کے باوجود اٹھا کر کسی سنسان جگہ لے گیا تاکہ اپنے دل کی بھڑکتی ہوئی انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کر سکے۔

ادھر حویلی میں سب بچے کے لیے پریشان تھے۔ راحیل اور اس کی بیوی کا روتے روتے بہت برا حال تھا۔ دادا جان جہانگیر خان بوڑھے ہو چکے تھے۔ پوتے کو آنکھوں کی روشنی سمجھتے تھے۔ وہ غم سے نڈھال تھے۔ اور بچے کا پتا لگانے والے کو دو لاکھ روپے انعام میں دینے کا اعلان کیا۔

پرانا وفادار نوکر علاؤالدین حویلی والوں کے حالات دیکھ کر دکھی ہوتا تھا۔ آخر اس نے ایک دن دل میں بچے کو ڈھونڈنے کا ارادہ کیا۔ اس کو اپنے بیٹے علی پر کچھ دنوں سے شبہ ہو رہا تھا کیونکہ وہ تمام دن گھر سے غائب رہتا اور رات گئے گھر واپس آتا تھا۔ اس کا شبہ یقین میں اس لیے بدل گیا تھا کہ بچے کو اغوا کر کے لے جانے والے کا حلیہ علی سے ملتا جلتا تھا۔ علاؤالدین بڑی مشکل سے جنگل میں اس خفیہ ٹھکانے کا پتا لگا پایا جہاں بچے کو رکھا گیا تھا۔ وہاں اس کا مقابلہ کچھ اور خطرناک قسم کے لوگوں سے ہوا جہاں وہ بری طرح زخمی ہو کر زخموں کی پروا نہ کرتے ہوئے بچے کو لے کر حویلی پہنچا۔ بچے کو ماں کے حوالے کرتے ہوئے کمزوری سے نیچے فرش پر گر پڑا۔

اب ان لوگوں کو احساس ہوا کہ وہ کتنے ظالم ہیں

سید منظور احمد کے۔ آر۔ محلہ۔ میسور۔۲



پیامیوں سے چند باتیں

(۱) پچھلے مہینے پیامیوں کی نگارشات پر انعامات کا اعلان ہماری غفلت کی وجہ سے رہ گیا۔ امید ہے ہمارے پیامی ہمیں معاف کریں گے۔ ذیل میں اپریل اور مئی میں بہترین نگارشات پر انعام پانے والوں کے نام درج کیے جا رہے ہیں

اپریل ۹۲ء

(۱) فیضان احمد انصاری۔ مبارک پور، اعظم گڑھ (۲) عبدالحمید۔ بجوا کلاں، ضلع گونڈا (۳) رضوان اللہ خاں نور منزل۔ بمبئی۔ (۴) شازیہ حمید، بونڈی، راجستھان (۵) فیض عالم۔ کنیال روڈ، نئی دہلی ۲۵ (۶) صبا پروین قاضی سرائے نگینہ (۷) مبین احمد، شبیر احمد، مالیگاؤں

مئی ۹۲ء

(۱) کوثر عارفین۔ کمھرولی۔ کمتول، دربھنگہ (۲) انور علی۔ ہلدی پوکھر۔ جمشید پور (۳) تنویر احمد انصاری، محلہ انٹہ، شاہجہاں پور (۴) عبدالباسط احمد گنج سانہہ، پوسٹ سانہہ (۵) محمد ہارون سیوانی۔ ندوہ۔ لکھنؤ۔ (۶) سیف عالم، مارکیٹ روڈ اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ (۷) بشریٰ فاطمہ سول لائن ناگپور۔

(۲) "ہزاروں خواہشیں" کی قسطیں تاخیر سے ملی۔ اب ہم اسے کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ قیمت کا اعلان جلد ہی کیا جا سکے گا۔

(۳) اقوال زریں، اہم معلومات اور لطیفے گھوم پھر کر وہی آ رہے ہیں جو پہلے چھپ چکے ہیں۔ براہ کرم ایسی چیزیں بھجوائیے جو اب تک شائع نہ ہوئی ہوں۔

پیامیوں کے لیے ایک خوش خبری

۱۹۹۱ء میں جن پیامیوں کی بہترین نگارشات "بچوں کی کوششیں" کے کالم میں چھپی ہیں ان کا انتخاب کتابی صورت میں مع ان کے فوٹو کے شائع کیا جائے گا۔ یہ انتخاب بچوں اور بڑوں کے ممتاز ادیب اور ماہر تعلیم جناب عبداللہ ولی بخش صاحب قادری کر رہے ہیں۔ جن پیامیوں کی نگارشات اس کتاب میں شامل ہوں گی ان کے ناموں کا اعلان امید ہے آئندہ ماہ کیا جا سکے گا۔

پیامی ادبی معما نمبر ۸۷ کا شاندار نتیجہ

صحیح حل:۔ (۱) تساہلی (۲) متنبہ (۳) دعات (۴) سلوک (۵) کمبخت (۶) خوفناک (۷) رحم دل (۸) لائد

بالکل صحیح حل ایک بھی موصول نہیں ہوا لہٰذا ایک غلطی پر پہلا انعام پانے والے

۸ خوش نصیب

فی کس ۱۲/- روپے تقسیم کیے گئے۔

(۱) نور فاطمہ زہرا اورنگ آباد (بہار) (۲) انور علی سنگھبھوم ٹاٹا (بہار) (۳) شیخ یونس ضلع بیڑ (مہاراشٹر) (۴) فرزانہ محمد یوسف، مالیگاؤں (۵) محمد توقیر عالم اڑیسہ (۶) محمد ایوب آدم خاں سرسی کرناٹک (۷) عدنان عبداللہ لطیف قاضی ڈونگری بمبئی ۹۔ (۸) محمد رفیق محمد علی، بمبئی ۱۱

تین غلطی پر دوسرا انعام پانے والے

۸ خوش نصیب

فی کس چھ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں

(۱) شمامہ فاطمہ زہرا اورنگ آباد (بہار) (۲) الطاف حسین سعیدا، بھٹکل (۳) ریحان اختر ریاض الدین ربانی، مالیگاؤں (۴) کوکب سالاری (کٹیہار) (۵) عبدالملک بن ابوالکلام لوگڑھ سدھارتھ نگر (۶) محمد سلیم حفظ الرحمٰن مومن، بھیونڈی تخانہ (۷) صادقہ بیگم سراج الدین، جالنہ (۸) ثریا بیگم، مائے گڑھ (مہاراشٹر)

پیامی ادبی معمّا نمبر 76

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ جون ۱۹۹۲

فیس داخلہ کچھ نہیں، آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک کوپن آنا ضروری ہے۔

150 روپے کے نقد انعامات

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 100 — دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 50 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبروار لکھیے

۱۔ جنگل کے .... نے تمھیں سمجھنے میں غلطی کی ۔ جانوروں / باسیوں

۲۔ قسم ہے آزادی کے اس .... کی جو امریکہ کی قومی نشانی ہے ۔ پرچم / بُت / جھنڈے

۳۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ڈریسڈین مشرقی جرمنی کا ایک ...... ہے ۔ بادشاہ / شہر / سائنس داں

۴۔ سب کے بعد خدا نے ہمارے نبی محمد مصطفیٰ کو بھیجا جنھوں نے اسلام جیسا ... دین سکھایا ۔ سچا / کامل / اچھا

۵۔ ترکیب تو بہت .... ہے ۔ عمدہ / بہتر / اچھا

۶۔ حضرت حسنؓ بڑے .... تھے ۔ فیاض / رحم دل / دانش مند

۷۔ انتقام کی آگ اتنی بڑھ گئی کہ میں ایک .... بن گیا ۔ مجرم / ڈاکو / غنڈا

۸۔ ایڈیسن امریکہ کا سب سے بڑا ...... تسلیم کیا جاتا ہے ۔ سائنس داں / موجد

صرف آخر کے دو سوالوں کے لیے ذہن پر زور ڈالیے بقیہ چھے سوالوں کے جوابات صفحہ ۸ سے ۶۰ کی کتابوں میں ملیں گے۔

شرائط پیامی ادبی معمّا: (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں۔ البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا کوپن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابلِ قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابلِ قبول ہوگا۔

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے

پیامی ادبی معمّا نمبر ۷۶ ماہنامہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

PAYAMI ADBI MUAMMA NO 76
"PAYAM-E-TALEEM MONTHLY"
JAMIA NAGAR NEW DELHI-110025

:cence No. U(SE)/21 to post without prepayment of postage
egd. No. DL-16013/92 June 1992

Payam-i-Taleem

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵

جولائی ۱۹۹۲

قیمت فی:



بچوں کی نئی دلچسپ کتابیں

ننھے منّے بچوں کے لیے

بتاشے	۶/۵۰
جاں نثار دوست	۵/:
چاند کی بیٹی (باتصویر)	۵/:
موم کی لومڑی "	۶/۵۰
جادو کی ہنڈیا "	۵/:
شیرا اور بکری "	۶/۵۰
کوّے کا خواب "	۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا "	۶/۵۰
چالاک بلّی "	۶/:
گدھے نے بجائی بانسری "	۶/۵۰

بڑے بچوں کے لیے

نرد ولی کا آدم خور	۶/=
غریب لکڑہارے کی کہانی	۶/=
خلائی مسافر	۶/-
ہمّت کے کرشمے	۶/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	۹/=
ہمارے عظیم سائنس داں	۸/:
سام پہ کیا گزری	۳/۵۰
غذا کی کہانی	۳/-
زیور	۶/-
شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں	۶/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	۶/-
سنہرے اصول	۳/-
نرالے گویّے	۴/-
باتونی کچھوا	۴/-
بدر شہزادی	۶/-

مولانا آزاد کی کہانی	۱۸/:
ننھا سیاح	۷/-
ابو خاں کی بکری	۱۵/-
پرواز کی کہانی	۳/-
سمندری طوفان اور تین لڑکے	۶/-
خالی ہاتھ	۹/:
حاجی بیا کی ڈائری	۶/۵۰
بہادر علی	۷/۵۰
کھلونا نگر	۷/:
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	۶/:
قصہ اژدہا پکڑنے کا	۵/:
ننھا سراغ رساں	۵/:
ابو علی کا جوتا	۵/:
چند مشہور طبیب اور سائنس داں	۹/-
چور پکڑو	۳/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	۷/۵۰
جادو کی سارنگی	۳/-
جادو کا چھلّا	۳/-
پانچ جاسوس	۸/۵۰
جنگل کی ایک رات	۶/:
ہرن کا دل	۲/:
اچھی کہانیاں	۲/۵۰
دریا کی رانی	۲/:
گوہر شہزادی	۳/:
تین اناڑی	۶/:
چوری کی عادت	۳/۵
شرارت	۳/:
دلی کی شادی	۴/=
گاندھی جی دکنی افریقہ میں	۲/:
بندر اور نائی	۳/۵۰
رنگوں کی بستی	۴/:

پراسرار غار	۱۸/:
عرب دیسوں کی عوامی کہانیاں	۷/-
بچوں کے ذاکر صاحب	۱۵/-
ننھا مٹھو	۳/-
آؤ ڈراما کریں	۶/-
سلامہ صمصامہ	۹/:
مچھیرا اور اس کی بیوی	۶/۵۰
ایک کھلا راز	۷/۵۰
بھوتوں کا جہاز	۷/:
صحت کی الف بے	۶/:
لومڑی کا گھر	۵/:
بچوں کی کہانیاں	۵/:
بابا ناصح	۵/:
ہار کی تلاش	۹/-
سرخ جوتے	۳/-
اندرا گاندھی	۷/۵۰
ننھا فرشتہ	۳/-
جوہر قابل	۳/-
بھیڑیے کے بچے	۸/۵۰
ننھا جھبرو	۶/:
پلک نہ مارو	۲/:
بچوں کے افسر	۲/۵۰
شریر شیرا	۲/:
پری رانی	۳/:
خطرناک سفر	۶/:
پرندوں سے جانوروں تک	۳/۵
لوٹے کھلونے	۳/:
اندھے کا بیٹا	۴/=
پانچ بونے	۲/:
بچوں کے چار بزرگ دوست	۳/۵۰
سہانے ترانے	۴/:

ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

جولائی ۱۹۹۲ء جلد ۴۰ شمارہ ۷

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: =/40

سرکاری اداروں سے: =/65 روپے

غیر ممالک سے بذریعہ ہوائی جہاز: 320 روپے

اڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اردو بازار۔ دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ ۲

بچوں سے باتیں

پچھلے مہینے ہمیں اس بات کا
تھا کہ آپ کا پیام تعلیم کوشش کے باوجود
پوسٹ نہیں کیا جا سکا۔ اس مہینے ہم اس
شرمندہ ہیں کہ پیامیوں کے بہت سے مضا
جو کاتب صاحب غلطیاں درست کرنے
گھر لے گئے تھے۔ ۲۰ جون تک واپس نہیں آ
مجبوراً جو مضامین تیار تھے انھیں سے پرچے کا
بھر دیا گیا تاکہ آپ کو تاخیر سے ملنے کی شکایت
"بلا عنوان" کہانی کی تیسری قسط غالباً ڈاک
کی وجہ سے اب تک ہم کو نہیں مل سکی۔ اسے بھی
ماہ ملاحظہ فرمائیں۔ ایک درخواست جو ہم
آپ سے کرتے ہیں لیکن ہمارے بعض پیامی
دھیان ہی نہیں دیتے اس لیے اب ایسے پیامی
نگارشات شائع نہیں ہو سکیں گی جو اپنا مضمو
ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھیں گے۔ اور اس کو
میں باندھ لیجیے کہ ہر تحریر خواہ وہ کہانی ہو
پہیلیاں ہوں یا معلومات، سب کو علاحدہ
کاغذ پر لکھنا ہے۔ اور ہر تحریر کے آخر میں اپنا
اور پتا بھی لکھنا ہے۔ (صرف لفافے کی پشت پر
کافی نہیں) تب ہی آپ کی تحریر پیام تعلیم کی زینت بن

پرنٹر و پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر، نئی دہلی



پانچ باتیں

عبدالقادر

رات کی پر سکون ساعت میں — محو تھا اک ولی عبادت میں
اک صدا غیب کی سنائی دی — پانچ کاموں کی یوں ہدایت کی
گھر سے جب تم سویرے جاؤ گے — پانچ چیزیں ضرور پاؤ گے
جب ملے پہلی، اس کو پی لینا — دوسری چیز کو چھپا دینا
تیسری چیز کی حفاظت ہو — اور چوتھی کی پوری حاجت ہو
پانچویں چیز کو جوں ہی پاؤ — اس سے فی الفور دور ہو جاؤ
گھر سے باہر سویرے جب آیا — اک سمندر کو سامنے پا
ہاتھ اس میں جو اپنا پہنچایا — ایک چلو میں وہ سمٹ آ
وہ سمندر جو سخت نمکیں تھا — اب وہ لذت میں خوب شیریں
آگے سونے کی اک ملی تھالی — دفن اس نے زمیں میں کر ڈا
بات حیرت کی یہ نظر آئی — ایک لمحے میں وہ ابھر آ
اک پرندہ کہیں سے اڑتا ہوا — آگیا خوف سے لرزتا

اس کو درویش نے پناہ دے دی　　ننھے طائر کی یوں حفاظ
ایک شاہیں اس کے پیچھے ہی　　آگیا اور یہ گزارش
بھوک سے خستہ حال ہے میرا　　آپ سے اک سوال ہے
یہ پرندہ مجھے عنایت ہو　　ہے تمنا کہ پوری حاجت
اب پریشان ہوگیا درویش　　مسئلہ تھا عجیب سا د
کاٹ کر بوٹی ران سے اپنی　　کر دی حاجت روائی شاہ
آگے انساں کی لاش جب دیکھی　　بھاگ کر اس نے راہ لی
رات کو پھر حضور باری میں　　تھا وہ مصروف آہ وزاری
عرض کرنے لگا، خداوندا　　راز بتلا دے پانچ کامو
آئی آواز اے مرے بندے　　تیرے مقبول ہوگئے
جس سمندر کو تو نے دیکھا ہے　　وہ سمندر نہیں ہے، غصّہ
اپنا غصّہ ہمیشہ پی جاؤ !!!!!　　آب کوثر کا پھر مز
اور تھالی جو تونے دیکھی ہے　　وہ حقیقت میں ایک نیکی
کوئی اس کو چھپا نہیں سکتا　　اس کو ہرگز مٹا نہیں
جو پرندہ ملا، امانت ہے　　اور شاہیں نشان حاجت
مت ہو غافل کبھی امانت سے　　باز رہنا سدا خیانت
جو بھی حاجت روائی کرتا ہے　　اپنا دامن خوشی سے بھر
لاش غیبت کی اک علامت ہے　　اور غیبت بڑی خباثت

پانچ باتوں کی یہ حکایت ہے

بچوں کی مذہبی کتابیں

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ۱/۵۰
- خوب سیرت ۶/-
- رحمان کا مہمان ۴/-
- کمسن صحابی ۵/-
- اسلام کے جاں نثار ۳/-
- سیرت پاک مختصر مختصر ۲/-
- نور کے پھول ۹/-
- حضرت حمزہؓ ۳/-
- سب سے بڑے انسانؐ ۳/۵۰
- حضرت محبوب الٰہیؒ ۳/-
- حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ ۲/-
- حضرت فرید الدین گنج شکرؒ ۲/-
- حضرت معین الدین چشتیؒ ۲/-
- حضرت ابوبکر صدیقؓ ۶/-
- حضرت طلحہؓ ۳/-
- حضرت سلمان فارسیؓ ۳/-
- حضرت ابوذر غفاریؓ ۳/-
- حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۳/-
- حضرت عبداللہ بن عباسؓ ۳/-
- نیک بیٹیاں ۳/۵۰
- امیر خسروؒ ۳/-
- ہمارے نبیؐ ۳/۵۰
- دس جنتی ۲/۵۰
- منہاج القرآن ۲/۵۰
- ارکان اسلام ۳/-
- عقائد اسلام ۳/-
- چار یار ۷/-
- آں حضرتؐ ۳/-
- خلفائے اربعہ ۸/-

- نبیوں کے قصے ۵/-
- مسلمان بیبیاں ۴/-
- اسلام کیسے پھیلا اول، دوم ۲/۵۰
- پیارے رسولؐ ۲/۵۰
- ہمارے رسولؐ
- حضرت ابوہریرہؓ ۲/-
- سرکار دو عالمؐ ۱/-
- اللہ کے صفی ۱/-
- حضرت نظام الدینؒ ۲/-
- سرکار کا دربار ۱/۵۰
- ہمارا دین (اول، دوم، سوم) فی حصہ ۱/-
- اسلام کے مشہور سپہ سالار (اول، دوم) مکمل ۱/-
- اسلام کے مشہور امیر البحر ۲/۵۰
- قرآن پاک کیا ہے؟ ۲/-
- اسلام کیسے شروع ہوا؟ ۱/۵۰
- رسول پاکؐ ۱/-
- اللہ کا گھر ۱/۵۰
- رسول پاک کے اخلاق ۲/-
- اللہ کے خلیل ۲/-
- تحسین القرآن ۲/۵۰
- حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ۲/-

انوکھا خواب

ڈاکٹر شریف حسین



بہت پرانی بات ہے کسی جگہ ایک سوداگر رہتا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک سوداگر نے اپنے بیٹوں سے کہا:

"بچو! رات کو تم جو بھی خواب دیکھو کل صبح مجھے سنا دینا۔ مگر جو بھی اپنا خواب

میں اسے سخت سزا دوں گا۔"

دوسرے دن صبح بڑا بیٹا باپ کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ چھوٹا بھائی بہت ہی اونچائی پر آسمان میں اڑ رہا ہے اور یہ بھی دیکھا کہ آپ کی ایک بھیڑ کھو گئی ہے۔"

سوداگر نے چھوٹے بیٹے سے پوچھا کہ اس نے کیا دیکھا تو چھوٹے بیٹے نے اپنا خواب سنانے سے صاف انکار کر دیا۔ باپ نے لاکھ چاہا' لیکن وہ راضی نہ ہوا۔ بار بار یہی کہے جاتا تھا کہ نہیں بتاؤں گا' بالکل نہیں بتاؤں گا۔ سوداگر نے اپنے ملازموں کو آواز دی اور انھیں حکم دیا کہ اسے دور ویران جنگل میں لے جاؤ اور درخت کے تنے سے باندھ دو۔

ملازموں نے سوداگر کے حکم کے مطابق چھوٹے بیٹے کو ایک ویران جنگل میں لے جا کر ایک درخت کے تنے سے باندھ دیا۔ سورج کی تپش اور بھوک پیاس اور پھر رسیوں کی تکلیف سے اس کا برا حال ہونے لگا۔

اتفاق سے اس ویران جگہ سے ایک نوجوان شہزادے کا گزر ہوا۔ شہزادے نے سوداگر کے بیٹے کو اس حال میں دیکھا تو اس پر رحم آگیا۔ رسیاں کاٹ کر اسے آزاد کیا' پانی پلایا اور اپنے ساتھ محل لے گیا۔ محل میں شہزادے نے اس سے پوچھا کہ ویران جنگل میں تمھیں کس نے باندھا تھا؟

"میرے والد مجھ سے خفا ہو گئے تھے۔" اس نے جواب دیا۔

"تمھارا کیا قصور تھا؟" شہزادے نے پھر پوچھا۔

"میں نے اپنا خواب انھیں سنانے سے انکار کر دیا تھا' بس وہ خفا ہو گئے۔"

"تمھارے والد عجیب آدمی ہیں۔ ذرا سی بات پر اتنی سخت سزا دی۔ آخر تمھیں خواب میں کیا دکھائی دیا تھا؟" شہزادے نے سوال کیا۔

"یہ تو میں آپ کو نہیں بتاؤں گا۔" چھوٹے بیٹے نے جواب دیا۔

"کیسے نہیں بتاؤ گے! میں تمھیں موت کے منھ سے چھڑا کر لایا ہوں اور تم میرے ساتھ اس طرح پیش آ رہے ہو! فوراً خواب بیان کرو ورنہ تمھارے ساتھ بہت برا ہوگا!" شہزادے کو ایک دم غصہ آگیا۔

"اپنے والد کو نہیں بتایا تو آپ کو بھی نہیں بتاؤں گا۔" چھوٹا بیٹا اڑا رہا۔ چنانچہ شہزادے نے اسے کال کوٹھری میں بند کر دینے کا حکم دیا۔

ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ شہزادے نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا اور دوسری ریاست کی شہزادی سے شادی کرنے کے لیے چل پڑا۔ شہزادے کی ایک چھوٹی بہن بھی تھی۔ ایک دن وہ گھومتے گھومتے کال کوٹھری کے پاس پہنچی۔ سوداگر کے چھوٹے بیٹے نے اسے کال کوٹھری کے ایک سوراخ سے دیکھ لیا اور چیخ چیخ کر کہا:

"شہزادی! مجھ پر رحم فرمائیے' مجھے آزاد کر دیجیے۔ ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے کام آؤں۔ مجھے پتا ہے کہ آپ کا بھائی ایک ایسی سلطنت کی شہزادی سے شادی کرنا چاہتا ہے جو بہت ہی ظالم اور چالاک ہے۔ میری مدد کے بغیر وہ یہ شادی نہیں کر سکتا۔ اس کی جان چلی جائے گی۔ اس سے پہلے بہت سے شادی کے امیدوار ظالم شہزادی کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔"

"تم میرے بھائی کی مدد کرنے کی ذمے داری قبول کرتے ہو؟" شہزادی نے پوچھا۔

"میں ضرور مدد کرتا' لیکن عقاب کے پَر بندھے ہوئے ہیں" (یعنی میں گرفتار ہوں)۔

"شہزادی نے فوراً اس کو کال کوٹھری سے آزاد کرنے کا حکم دیا۔ سوداگر کا بیٹا آزاد ہوتے ہی شہر گیا اور اپنے نام کے اور اپنی شکل جیسے بارہ لڑکے جمع کیے جو عمر اور قد میں بھی اس جتنے ہی تھے۔ لگتا تھا کہ وہ سب بھائی ہوں۔ یہاں تک کہ ان کی آواز' بال اور آنکھوں کے رنگ بھی ایک جیسے تھے۔ ان سب کے لیے ایک جیسا لباس سلوایا' ایک جیسے گھوڑے لیے اور یوں تیرہ سوار سفر پر روانہ ہو گئے۔

ایک دن چلتے رہے' دوسرے دن چلتے رہے' تیسرے دن چلتے رہے اور چوتھے دن وہ ایک سنسان اور گھنے جنگل میں داخل ہوئے تو ایک بہت ہی خوف ناک چیخ سنائی دی۔

"بھائیو! رک جاؤ' میں ذرا دیکھ آؤں کہ یہ کس کی چیخ تھی۔" سوداگر کا بیٹا یہ کہہ کر گھوڑے سے اترا اور آواز کی طرف دوڑ لگا دی۔ دور سے اس نے دیکھا کہ تین بوڑھے آپس میں لڑ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔

"بزرگو' السلام علیکم! کیا بات ہو گئی' آپ لوگ کیوں لڑ رہے ہیں؟"

"ارے نوجوان' ہمارے والد نے ورثے میں تین جادو کی چیزیں چھوڑی ہیں۔ ایک ٹوپی

جس کے پہننے والا دوسروں کو دکھائی نہیں دیتا' دوسرا اڑنے والا قالین اور تیسرے تیز چلنے والے جوتے۔ ہم ستر سال سے آپس میں لڑ رہے ہیں کہ کون کیا چیز لے گا اور آج تک فیصلہ نہیں کرپائے۔" ان میں سے ایک بوڑھے نے سوداگر کے بیٹے کو تفصیل سے بتایا۔

"آپ لوگ اگر اجازت دیں تو میں یہ چیزیں آپ تینوں میں تقسیم کردوں!"

"ضرور! ہم پر یہ مہربانی کردو۔" تینوں ایک ساتھ بولے۔

سوداگر کے بیٹے نے اپنی کمان سنبھالی' اس میں تیر لگایا اور ایک طرف کو چھوڑ دیا' پھر دوسرا تیر لگایا اور دوسری طرف چھوڑدیا اور تیسرا تیر تیسری طرف۔ اس کے بعد ایک بوڑھے کو دائیں طرف' دوسرے کو بائیں طرف اور تیسرے کو سامنے جانے کو کہا۔

"جو بھی پہلے تیر لے کر آئے گا' اسے جادو کی ٹوپی' دوسرے نمبر پر آنے والے کو اڑنے والا قالین اور تیسرے نمبر پر آنے والے کو تیز چلنے والے جوتے ملیں گے۔" سوداگر کے بیٹے نے فیصلہ کردیا۔

تینوں بوڑھے تیروں کی تلاش میں دوڑنے لگے۔ سوداگر کے بیٹے نے تمام جادو کی چیزیں جمع کیں اور اپنے ہم شکلوں کے پاس پہنچا۔ اس نے ان سے کہا: "اپنے اپنے گھوڑوں کو آزاد کردو اور میرے ساتھ اڑنے والے قالین پر بیٹھ جاؤ!" وہ سب اس قالین پر بیٹھ گئے اور اس شہزادی کی سلطنت کی طرف اڑنے لگے جس سے شہزادہ شادی کرنا چاہتا تھا۔ وہ تیرہ ہم شکل اور شہزادہ بھی یہ سب ایک ساتھ شہر کے دروازے پر پہنچے۔ سوداگر کے بیٹے نے وہاں شہزادے سے کہا:

"ہمیں اپنی ملازمت میں لے لو۔ ہم تمہارے بہت کام آئیں گے اور تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔"

شہزادے نے سب کو ملازم رکھ لیا۔ کسی کو خانساماں بنا کر' کسی کو اصطبل کی دیکھ بھال پر' کسی کو گھر کی صفائی پر تو کسی کو کسی اور کام پر۔

دوسرے دن صبح شہزادہ تیار ہو کر اپنی شادی کی بات کرنے شہزادی کے محل پر پہنچا۔ شہزادی بہت ہی گرم جوشی سے اس سے ملی۔ اس کی بڑی خاطر مدارات کی اور پوچھا کہ کس مقصد سے آئے ہو؟

شہزادے نے جواب دیا کہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

شہزادی نے کہا: "ویسے تو میں تیار ہوں' لیکن تمھیں میرے تین مسئلے حل کرنے ہوں گے۔ اور اگر ایک بھی مسئلہ حل نہ کرپائے تو تمھارا سر تن سے جدا کروا دوں گی۔"

"تم تینوں مسئلے بتاؤ!" شہزادے نے بے پروائی سے کہا۔

"میرے پاس کل ہوگا۔ کیا ہوگا یہ نہیں بتاؤں گی۔ جو کچھ بھی میرے پاس کل ہوگا تم اس کا جوڑ لے کر آؤ۔" یہ پہلا مسئلہ تھا۔

شہزادہ مایوس اور پریشان واپس آیا۔ سوداگر کے بیٹے نے پوچھا: "کیوں پریشان ہو شہزادے؟"

شہزادے نے سب کچھ بیان کردیا۔ سوداگر کے بیٹے نے کہا: "آپ پریشان نہ ہوں۔ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا۔ صبح کے ارادے شام کے ارادوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ ابھی تو اور بڑی مصیبتیں آئیں گی۔"

شہزادہ آرام کرنے کے لیے چلا گیا۔ سوداگر کے بیٹے نے جادو کی ٹوپی سر پر رکھی' تیز چلنے والے جوتے پہنے اور شہزادی کی خواب گاہ میں داخل ہوگیا۔ اب وہ سب کچھ دیکھ سکتا تھا مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اس وقت شہزادی اپنی سب سے وفادار ملازمہ سے کہہ رہی تھی: "یہ لو قیمتی چمڑا' میرے موچی کے پاس جاؤ اور کہو کہ میرے لیے ایک بہت ہی خوب صورت جوتوں کا جوڑا بنائے۔"

ملازمہ اسی وقت دوڑ کر شہزادی کے موچی کے پاس گئی اور چمڑا دے کر شہزادی کا حکم سنادیا۔ موچی سب کام چھوڑ کر فوراً جوتے بنانے لگا۔ اس نے جوتے بنا کر کھڑکی پر رکھے۔ سوداگر کے بیٹے نے جوتوں کی جوڑی اٹھائی اور اپنی جیب میں رکھ لی۔

شاہی موچی جوتے ڈھونڈنے لگا۔ ذرا سی دیر میں نظروں کے سامنے سے چیز غائب ہوگئی تھی۔ لاکھ ڈھونڈا مگر نہیں ملا۔ ناچار اس نے دوسری جوڑی بنائی اور شہزادی کے محل کی طرف دوڑا۔

شہزادی کو موچی پر بہت ہی غصہ آرہا تھا کہ اس نے اتنی دیر لگادی۔ موچی کو دیکھ کر اسے اطمینان ہوا۔ س نے جوتے لیے اور اپنے سینے پرونے کا سامان نکالا اور جوتے پر سونے چاندی

کے تاروں سے کڑھائی کی اور ہیرے موتی ٹانکے۔

سوداگر کے بیٹے نے بھی دوسرا جوتا نکالا اور جیسا جیسا شہزادی کرتی جاتی تھی بالکل ویسا ہی اس نے کیا۔ جوتوں کا جوڑا تیار ہوگیا۔ کام ختم کرکے شہزادی مسکرائی اور بولی' دیکھوں گی' شہزادہ کل کیا کارنامہ دکھاتا ہے۔

سوداگر کا بیٹا واپس گھر لوٹا' اپنے ٹوپی اور جوتے چھپائے اور سوگیا۔ دوسرے دن اس نے شہزادے کو جگایا' اسے جوتا دیا اور کہا: "یہ ہے جواب شہزادی کے سوال کا!"

شہزادہ نہا دھوکر اچھے کپڑے پہن کر شہزادی کے پاس پہنچا۔ محل میں پہلے سے تمام مہمان جمع تھے اور شہزادے کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ جیسے ہی شہزادہ پہنچا موسیقی بجنے لگی' تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شہزادی نے ایک جوتا نکالا جو قیمتی ہیرے جواہرات سے جگ مگ کر رہا تھا۔ اس نے جوتا پاؤں میں پہنا اور مسکراکر شہزادے سے بولی:

"کیا خیال ہے آپ کا! بہت ہی خوب صورت جوتا ہے' لیکن جوڑی نہیں ہے' صرف ایک ہی ہے۔"

شہزادے نے کہا: "بالکل ٹھیک فرماتی ہیں۔ بہت ہی اچھا جوتا ہے' لیکن جوڑی نہ ہونے کی وجہ سے بے کار ہے۔ لگتا ہے کہ مجھے آپ کو یہ جوڑا تحفے میں دینا پڑے گا۔ یہ کہہ کر ویسا ہی دوسرا جوتا نکالا اور شہزادی کو پیش کیا۔

تمام مہمانوں نے گرم جوشی سے تالیاں بجائیں اور کہا:

"بہت خوب! شہزادہ اس قابل ہے کہ شہزادی کے ساتھ شادی کرسکے۔"

"ابھی زیادہ خوش نہ ہو! شہزادہ میرے ایک اور مسئلے کا حل تلاش کرے تب دیکھا جائے گا۔" شہزادی نے کہا۔

شہزادہ پہلے سے زیادہ پریشان اور رنجیدہ گھر لوٹا۔ سوداگر کے بیٹے نے مسئلہ پوچھا اور شہزادے سے کہا:۔ "آرام سے سوجاؤ۔ صبح کے ارادے شام کے ارادوں سے بہتر ہوتے ہیں۔"

شہزادہ آرام کرنے چلا گیا۔ سوداگر کے بیٹے نے جادو کی ٹوپی اوڑھی' جادو کے جوتے پہنے اور شہزادی کی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔

شہزادی نے اپنی وفادار ملازمہ کو بلایا اور کہا کہ شاہی مرغی خانے میں جاکر ایک مادہ بطخ لے

آؤ۔ سوداگر کا بیٹا بھی ملازمہ کے پیچھے پیچھے مرغی خانے میں گیا۔ ملازمہ نے ایک مادہ بطخ کو پکڑا اور چل پڑی۔ سوداگر کے بیٹے نے ویسا ہی ایک نر لیا اور وہ بھی اس کے ساتھ واپس ہوا۔

ملازمہ نے بطخ شہزادی کو دی۔ شہزادی نے بطخ کے جسم سے سارے پر کھینچ کر الگ کیے اور ان کی جگہ اس کے جسم پر ہیرے جواہرات جڑ دیئے۔ سوداگر کے بیٹے نے بھی ایسا ہی کیا۔

دوسرے دن شہزادی نے تمام مہمانوں کے سامنے اپنی بطخ چھوڑی اور شہزادے سے پوچھا کہ کیا تم نے میری پہیلی بوجھ لی؟

شہزادے نے کہا: "بالکل بوجھ لی۔" اور فوراً ہی ویسے ہی نر بطخ کو چھوڑا اور کہا کہ اس کا جوڑ یہ ہے۔ تمام مہمان خوشی اور حیرت سے چیخ پڑے۔

"ابھی خوشی کا موقع دور ہے ابھی شہزادہ میری تیسری پہیلی بوجھے گا۔ شام کو شہزادہ پہلے سے بھی زیادہ غم زدہ اور پریشان گھر لوٹا۔ سوداگر کے بیٹے نے کہا کہ شہزادے پریشان نہ ہو' جاؤ آرام کرو' صبح کے فیصلے شام کے فیصلوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ شہزادہ آرام کرنے چلا گیا۔

سوداگر کے بیٹے نے جادو کی ٹوپی اور جوتے پہنے اور فوراً شہزادی کی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ شہزادی نیلے سمندر پر جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ سوداگر کا بیٹا بھی تھا۔ وہ بگھی میں بیٹھی اور گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانے لگی۔ سوداگر کا بیٹا تیز چلنے والے جوتوں کی مدد سے اس کے ساتھ تھا۔

شہزادی نے نیلے سمندر کے ساحل پر پہنچ کر سمندر دادا کو چیخ چیخ کر پکارا۔ سمندر میں بھونچال سا آگیا اور تیز لہروں پر بوڑھا سمندر دادا ابھرا۔ اس کی داڑھی سنہری اور سر کے بال روپہلے تھے۔ وہ پانی میں سے نکل کر ساحل پر آیا۔

"میری پیاری پوتی' ایک عرصے بعد تمہیں دیکھ رہا ہوں' میرے تمام بال الجھ گئے ہیں۔ ذرا کنگھی تو کردو۔" یہ کہہ کر سمندر دادا زمین پر اس کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ شہزادی اس کے سر میں کنگھی کرنے لگی۔ جب وہ گہری نیند سو گیا تو شہزادی نے اس کے سر سے تین روپہلے بال نکال لیے۔ سوداگر کے بیٹے نے بھی بوڑھے سمندر دادا کی ایک بڑی سے لٹ اکھاڑ لی۔ دادا تکلیف سے چیخ پڑا اور شہزادی پر ناراض ہونے لگا۔ شہزادی نے اس سے معافی مانگی اور کہا کہ بہت عرصے بعد کنگھی کر رہی ہوں اس لیے تکلیف ہو رہی ہے۔

"بوڑھا دوبارہ سو گیا تو شہزادی نے اس کی داڑھی میں سے آہستہ سے تین سنہرے بال اکھاڑ لیے۔ سوداگر کے بیٹے نے بڑے میاں کی داڑھی ہی اکھاڑ لی' بڑے میاں تکلیف سے چیخ اٹھے اور سمندر میں چھلانگ لگادی۔ شہزادی نے کہا کہ اب دیکھوں گی' شہزادہ ایسے بال کہاں سے لائے گا؟ اور محل کی طرف چل پڑی۔

دوسرے دن محل میں تمام مہمان جمع تھے۔ شہزادہ بھی وقت پر پہنچ گیا۔ شہزادی نے شہزادے کو تین سنہرے اور تین روپہلے بال دکھائے اور کہا: "کیا کبھی تم نے ایسے بالوں والی حسینہ دیکھی ہے؟"

شہزادے نے جواب دیا کہ یہ کون سی خاص بات ہے۔ یہ کہہ کر ایک بڑی سی لٹ سنہرے بالوں کی اور ایک روپہلے بالوں کی شہزادی کو دی اور کہا: "یہ تحفہ میری طرف سے۔"

شہزادی کو ایک دم غصہ آگیا۔ وہ اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔ اس نے اپنی جادو کی کتاب نکالی اور اس میں دیکھنے لگی کہ تمام پہیلیاں شہزادے نے خود بوجھی ہیں یا کسی نے اس کی مدد کی ہے۔ کتاب میں اس نے دیکھا کہ تمام پہیلیاں بوجھنے میں شہزادے کے ملازم سوداگر کے بیٹے نے مدد کی ہے۔ وہ واپس ہال میں آئی اور کہنے لگی:

"اپنے سب سے قریبی ملازم کو میرے پاس بھیجو۔"

"میرے قریبی ملازم تو تیرہ ہیں۔"

"اس کو بھیجو جو سوداگر کا بیٹا ہے۔"

"وہ سب کے سب سوداگروں کے بیٹے ہیں۔"

"اچھا' اگر ایسا ہے تو سب کو یہاں بلواؤ میں تمہاری مدد کے بغیر اصل کو پکڑ لوں گی۔ شہزادی نے حکم دیا۔

چناں چہ شہزادے کے بارہ کے بارہ ہم شکل' ہم عمر' ہم قد اور ہم آواز ملازم محل میں آگئے۔

"تم میں سے کون بڑا ہے؟" شہزادی نے ان سے پوچھا۔

"میں بڑا ہوں' میں بڑا ہوں۔"

شہزادی نے محسوس کیا کہ اس مسئلے کا حل آسان نہیں ہے۔ اس نے حکم دیا کہ ان سب

کے لیے شربت لاؤ۔ گیارہ عام گلاسوں میں شربت لایا گیا، مگر بارھواں گلاس سونے کا تھا۔ انھیں جب شربت پیش کیا گیا تو وہ سب سونے کے گلاس پر ٹوٹ پڑے۔ سب نے کہا: "میں اس گلاس سے پیوں گا، میں اس گلاس سے پیوں گا۔" چنانچہ ان میں سے کوئی بھی شربت نہ پی سکا اور سارا شربت گر گیا۔ شہزادی نے سوچا کہ اس طرح تو وہ اصل ملازم کا پتا کبھی نہ لگا سکے گی۔ اس نے حکم دیا کہ تمام ملازموں کو خوب اچھی طرح کھانا کھلایا جائے اور محل میں ان کے سونے کا انتظام کیا جائے۔

رات کو جب وہ سب ہم شکل اچھی طرح کھانا کھا چکے اور گہری نیند سو گئے تو شہزادی نے اپنی جادو کی کتاب کی مدد سے اصل سوداگر کے لڑکے کا پتا لگالیا اور اس کی ایک قلم کے بال کنپٹی پر سے کاٹ لیے تاکہ صبح اسے پھانسی دی جا سکے۔

صبح سویرے جب سوداگر کا بیٹا اٹھا اور آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو اس کی ایک قلم کٹی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے تمام ہم شکلوں کو جگایا اور کہا کہ جلدی سے وہ بھی اپنی اپنی وہی قلم کاٹ لیں جو اس کی کٹی ہوئی ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد شہزادی کمرے میں آئی اور دیکھا کہ سب کی قلمیں صاف ہیں۔ وہ مایوس ہو گئی اور جادو کی کتاب کو آگ میں پھینک دیا۔ اب اس کے پاس سوائے اس کے کہ شہزادے سے شادی کرلے اور کوئی راستہ نہ تھا۔ شادی خوب دھوم دھام سے ہوئی۔ تین دن تک تمام سلطنت میں شادی کی خوشیاں منائی گئیں۔

دعوتیں ختم ہوئیں تو شہزادے نے اپنی دلھن کے ساتھ اپنے ملک واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے ملازموں کو پہلے روانہ کردیا۔ تیرہ ہم شکل شہر کے باہر آتے ہی قالین پر بیٹھے اور اڑنے لگے۔ جنگل میں وہ اسی جگہ پر پہنچے جہاں انھوں نے اپنے گھوڑے چھوڑے تھے۔ زمین پر اترتے ہی سوداگر کے بیٹے نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سب اپنے گھوڑے ایک جگہ لے آئیں، میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ گھنے جنگل میں اس جگہ پہنچا جہاں اسے یہ تینوں جادو کی چیزیں ملی تھیں۔ ابھی وہ وہاں پہنچا ہی تھا کہ ایک طرف سے ایک بوڑھے کو دوڑ کر آتے دیکھا۔ سوداگر کے بیٹے نے اسے اڑنے والا قالین دے دیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا بوڑھا دوڑتا ہوا آیا۔ اسے جادو کی ٹوپی مل گئی اور آخر میں آنے والے کو تیز چلنے والے جوتے دے دیے۔

پھر وہ واپس آیا تو اس کے سب ساتھی گھوڑوں کو تیار کر چکے تھے۔ اس کا بھی گھوڑا تیار تھا۔ وہ واپس اپنے ملک کی طرف چل پڑے۔ وہ سیدھا شہزادی کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام قصہ سنا دیا۔ شہزادی بہت خوش ہوئی کہ اس کے بھائی نے شادی کرلی ہے۔

شہزادی نے سوداگر کے بیٹے سے پوچھا کہ اس کام کا "تمھیں کیا معاوضہ دیا جائے تو اس نے جواب دیا کہ مجھے دوبارہ کال کوٹھری میں بند کردیا جائے۔ شہزادی نے بہت کوشش کی کہ وہ کچھ اور مانگ لے مگر سوداگر کا بیٹا نہ مانا۔ آخر اسے دوبارہ کال کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔

کچھ عرصے بعد شہزادہ اپنے ملک پہنچا۔ یہاں شادی کی خوشیاں دوبارہ منائی گئیں۔ پھر شہزادے نے پوچھا:

"کہاں ہے میرا وفادار ملازم، وہ سوداگر کا بیٹا؟"

"کال کوٹھری میں بند ہے۔" جواب ملا۔

"وہ کال کوٹھری میں کیوں بند ہے؟ اسے کس نے کال کوٹھری میں بند کرنے کا حکم دیا ہے؟" شہزادہ غصے سے گرجا۔

شہزادی آگے آکر بولی: "بھائی! تم نے ہی تو اسے کال کوٹھری میں بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ تمھیں یاد ہے اس نے تمھیں اپنا خواب سنانے سے انکار کردیا تھا۔ تم اس سے خفا ہوگئے تھے اور اسے قید کروادیا تھا!"

"کیا یہ وہی ہے؟"

"ہاں وہی ہے، میں نے اسے تمھاری مدد کے لیے وقتی طور پر چھوڑا تھا۔"

شہزادے نے اس کو فوراً پیش کرنے کا حکم دیا۔ جیسے ہی سوداگر کا بیٹا سامنے آیا شہزادہ اس سے لپٹ گیا اور اپنی غلطی کی معافی مانگنے لگا۔

سوداگر کے بیٹے نے کہا کہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا اور جو کچھ میں نے آپ کے ساتھ کیا، یہ سب کچھ تو میں نے خواب میں دیکھا تھا اسی لیے میں نے اپنا خواب آپ کو نہیں بتایا تھا۔

شہزادے نے اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ اسے اپنی حکومت میں ایک بڑا عہدہ دیا اور اپنے محل میں ہی رہنے کے لیے جگہ دی۔ سوداگر کے بیٹے نے اپنے والد اور بھائی کو بھی اپنے پاس بلوالیا اور سب مل کر ہنسی خوشی رہنے لگے۔


خوفناک غار
فرحات خان

"اُف تم نے تو مجھے تھکا دیا!" گارساں نے پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"تم ابھی سے تھک گئے' ابھی تو گاؤں دیکھنا ہے' ویسے مجھے لگ رہا ہے کہ تم غار میں ڈر رہے تھے۔" ڈی ڈم نے کہا۔
"ہاں' غار اتنا بڑا اور تاریک تھا کہ میں ڈر ہی گیا تھا کہ کہیں ہم بھٹک نہ جائیں۔ مجھے تو حیرت ہے کہ تم اس غار میں کیوں نہیں بھٹکتے!" گارساں نے کہا۔
"اس غار کو میں اتنی اچھی طرح جانتا ہوں جس طرح اپنے گھر کو' میں یہاں کبھی نہیں بھٹک سکتا۔" بارہ سالہ ڈی ڈم نے فخر سے کہا۔
"ہاں بھئی' غار کی سیر تو کرلی' اب گھر چلنا چاہیے۔" گارساں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ ہی دیر میں دونوں لڑکے گاؤں جانے والی پگ ڈنڈی پر تھے۔ ڈی ڈم مغربی فرانس کے ایک چھوٹے گاؤں میں اپنے والدین کے ساتھ رہتا تھا۔ یہ فرانس کا بہت خوب صورت علاقہ ہے۔ یہاں فطرت کی بھرپور رعنائیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مگر یہ ان دنوں کی بات ہے جب دوسری جنگ عظیم چھڑی ہوئی تھی اور جرمن فوجیں تیزی سے فرانس کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ پیرس پر روزانہ جرمن جنگی ہوائی جہاز بمباری کرتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ پیرس خالی کرکے قریبی قصبوں اور گاؤں کا رخ کر رہے تھے۔ ڈی ڈم کی خالہ بھی پیرس سے یہیں آگئی تھیں۔ ان کا بیٹا گارساں ڈی ڈم کی عمر کا تھا۔ چناں چہ دونوں گہرے دوست بن گئے۔
آج ڈی ڈم گارساں کو اس غار کی سیر کرانے لایا تھا جہاں وہ بچپن سے جاتا تھا۔ اس غار کے اندر سرنگوں کا ایک جال بچھا ہوا تھا جو نہ جانے کہاں تک جاتا تھا۔ عام آدمی کو یہاں بھٹکتے دیر نہیں لگتی تھی۔ یہ غار دراصل نمک کی کان تھی مگر جنگ شروع ہونے کی وجہ سے حکومت یہاں کام جاری نہ رکھ سکی۔ اب یہ غار بند پڑا تھا۔
دونوں لڑکے چلتے ہوئے گاؤں کے قریب پہنچ گئے۔ اس دوران کئی مرتبہ ان کا سامنا فوجیوں سے ہوا' مگر وہ سب ڈی ڈم کو جانتے تھے' لہٰذا انھوں نے لڑکوں کو کچھ نہ کہا۔ فوجیوں کی تعداد اس علاقے میں یوں بھی زیادہ تھی کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر اتحادیوں کا ایک بڑا ریڈار اسٹیشن تھا جس کی وجہ سے لندن پر جرمن فضائیہ کے کئی حملے ناکام ہوچکے تھے۔ ریڈار اسٹیشن کی حفاظت کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے تھے۔

دونوں لڑکے گاؤں پہنچے تو یہ دیکھ کر ٹھٹک گئے کہ ہر طرف خاموشی تھی۔ وہاں انھیں ایک شخص بھی نظر نہ آیا۔

"پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔" ڈی ڈم نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں' صبح جب ہم نکلے تھے تو اس وقت بھی ایسا ہی سناٹا تھا۔" گارساں نے ڈی ڈم کی پریشانی دور کرنے کے لیے کہا۔

"تم اس گاؤں کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو کیا؟ اس وقت دس بج رہے ہیں اور ہر طرف ایسی خاموشی ہے جیسے یہاں کبھی کوئی تھا ہی نہیں۔"

وہ دیکھو! تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو' وہ سب کھڑے تو ہیں۔" گارساں نے مرکزی چوک کی طرف اشارہ کیا جہاں بہت بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا۔

لڑکے بھاگتے ہوئے ہجوم کے قریب پہنچے اور لوگوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ سامنے چبوترے پر گاؤں کا پادری کھڑا تقریر کر رہا تھا:

"ہمارے گاؤں پر اللہ کا عذاب نازل ہونے والا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس واقعے کے بارے میں کسی کو خاص طور پر فوج کو پتا نہ چلے ورنہ وہ اسے دشمن کی سازش سمجھ کر اپنی کارروائی شروع کردے گی۔ اس طرح ہم پریشانیوں میں گھر جائیں گے۔ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں محفوظ رکھے۔ آج رات میں نے گرجا گھر میں خصوصی دعا کا اہتمام کیا ہے۔ آپ سب اس میں شرکت کریں۔"

پادری نے نے کہا اور چبوترے سے نیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھ ہی ہجوم منتشر ہونے لگا۔ تب ڈی ڈم اور گارساں نے دیکھا کہ چبوترے پر گاؤں کے بڑھئی کی لاش رکھی ہے۔ ڈی ڈم فوراً پادری کے پاس گیا اور اس سے پوچھا:

"فادر! یہ سب کیا ہے؟"

"سب کی سلامتی کے لیے دعا کرو میرے بچو! اللہ بچوں کی دعا ضرور سنتا ہے۔" پادری نے ڈی ڈم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

"مگر فادر ــــ" اس سے پہلے کہ ڈی ڈم کچھ اور کہتا۔ پادری صلیب کا نشان بناتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ پھر اچانک ڈی ڈم کی نظر رچرڈ پر پڑی۔ رچرڈ پہلے نمک کی کان میں کام کرتا تھا۔

وہ بہت وحشت زدہ کھڑا تھا۔
"یہ سب کیا ہے رچرڈ؟ بڑھئی کو کس نے مارا؟" ڈی ڈم نے اس سے پوچھا۔
"شیطان نے!" رچرڈ نے اپنا گنجا سر سہلاتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔
"کیا مطلب؟" ڈی ڈم کے پیچھے کھڑے ہوئے گارساں نے چونک کر پوچھا۔
"میں نے خود اس ذلیل کو دیکھا تھا۔ اس ۔۔۔ اس کے دو سر تھے!" رچرڈ نے بڑی مشکل سے کہا اور جلدی سے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔
"بھئی' مجھے تفصیل سے بتاؤ!" ڈی ڈم نے عاجز آتے ہوئے کہا۔
"تمھیں تو معلوم ہی ہے کہ میرا روزگار چھن چکا ہے۔ لہٰذا آج کل میں بڑھئی کے ہاں کام کر رہا ہوں۔ معمول کے مطابق ہم دونوں آج صبح غار کے قریب پہنچے اور لکڑیاں کاٹنے لگے۔ اچانک غار میں سے وہ بھیانک شیطان نکلا اور بے چارہ بڑھئی ۔ مگر میں وہاں سے بھاگ نکلا۔ جب میں گاؤں والوں کو ساتھ لے کر آیا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ بڑھئی مارا جا چکا تھا۔"
"کیا؟ ہم تو اسی غار سے آرہے ہیں!" گارساں لرزنے لگا۔
رچرڈ چیخ پڑا: "کیا اسی غار سے؟ آئندہ وہاں مت جانا۔ وہ تمھیں بھی مار ڈالے گا۔ مگر خیر' اب گاؤں کے نوجوان غار جانے والے راستے پر پہرہ دیا کریں گے تاکہ کوئی وہاں کا رخ کرے تو اسے روک لیں۔ اچھا ننھے دوستو! میں چلتا ہوں۔" یہ کہہ کر رچرڈ آگے بڑھ گیا۔
"اللہ کا شکر ہے کہ ہم بچ گئے!" گارساں بولا۔
"مجھے یقین نہیں آتا۔ یقیناً وہ کوئی اور ہوگا۔ یہ رچرڈ شراب پیتا ہے۔ اس وقت بھی نشے میں ہوگا۔" ڈی ڈم بولا۔
"مجھے تو تم نشے میں لگ رہے ہو۔ تم نے غور نہیں کیا کہ وہ بے چارہ کس قدر خوف زدہ تھا۔" گارساں نے چڑتے ہوئے کہا۔
"کچھ بھی ہو' آج رات چل کر دیکھیں گے۔" ڈی ڈم نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ یہ بات اس نے اس لیے کہی تھی کہ وہ جنوں بھوتوں کا قائل نہیں تھا۔ وہ بچپن سے وہاں جاتا تھا۔
"نہیں بھئی نہیں! میں تو رات گرجے میں گزاروں گا۔ ان چکروں میں نہ پڑو۔" گارساں نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

شام ہوتے ہی ڈی ڈم کے گھر والے، اس کی خالہ اور گارساں چرچ چلے گئے، مگر ڈی ڈم نے سر درد کا بہانہ کیا اور گھر میں رک گیا۔ رات کو نو بجے وہ کوٹ پہن کر اور مفلر لپیٹ کر گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹارچ بھی تھی۔ غار جانے والے راستے پر پہرہ تھا مگر ڈی ڈم کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہ تھا۔ وہ کھیتوں میں چھپتا چھپاتا آگے بڑھنے لگا۔ سردی کافی بڑھ چکی تھی۔ اندھیری رات میں کتے اور بھیڑیے گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے۔ ڈی ڈم ایک لمحے کے لیے تو دہشت زدہ ہو گیا مگر پھر ہمت کر کے آگے بڑھا۔ اس کا خیال تھا کہ ان غاروں میں اگر کوئی بلا وغیرہ ہوگی بھی تو وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی، کیوں کہ وہ غار کے چپے چپے سے واقف تھا۔ وہ اس بلا کو آسانی سے جُل دے سکتا تھا۔ پھر غار کا دہانہ سامنے آ گیا۔ ڈی ڈم نے اپنی جیب سے چاقو نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ تھوڑی دور سمندر تھا۔ اس کی موجیں جب چٹانوں سے ٹکراتیں تو بے ہنگم سا شور ہوتا۔ ہر طرف سمندر کی بُو رچی ہوئی تھی۔

ڈی ڈم ٹارچ جلا کر غار میں داخل ہو گیا۔ وہ بہت سنبھل سنبھل کر قدم رکھ رہا تھا۔ وہ ایک بڑے پتھر کے پیچھے تھا کہ اسے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ ڈی ڈم فوراً اسی پتھر کے پیچھے چھپ گیا۔ اسی وقت ایک ایک کر کے بارہ تیرہ آدمی اندر داخل ہوئے۔ اندر آ کر انھوں نے کئی مشعلیں روشن کیں اور انھیں غار میں مختلف مقامات پر لگا دیا۔ اب غار میں اچھی خاصی روشنی ہو گئی۔ ڈی ڈم نے دیکھا کہ وہ سب غوطہ خوری کے لباس میں ہیں۔ پھر ان سب نے اپنے غوطہ خوری کے لباس، آکسیجن کے سلنڈر وغیرہ اتار کر ایک جگہ رکھ دیے۔ ڈی ڈم نے دیکھا کہ وہ سب فوجی وردی میں تھے۔ ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کا تھا۔ اس نے جرمن زبان میں کچھ کہا۔ ڈی ڈم یہ سن کر اچھل پڑا، کیوں کہ وہ ٹوٹی پھوٹی جرمن زبان جانتا تھا۔ پھر ادھیڑ عمر نے اپنے ساتھیوں کے سامنے ایک تقریر کی۔ ڈی ڈم جو سمجھ سکا وہ یہ تھا:

"آپ کو جس مشن پر یہاں بھیجا گیا ہے وہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد جرمنی کے تیس جہاز یہاں کے گاؤں پر زبردست بمباری کریں گے۔ اس علاقے میں صرف ریڈار اسٹیشن ہی میں فوج ہے۔ چناں چہ وہاں کی آدھی یا شاید اس سے زیادہ فوج گاؤں پہنچ جائے گی۔ پھر ریڈار اسٹیشن پر بہت کم فوج رہ جائے گی۔ اس وقت ہم اس غار کے خفیہ راستوں سے ریڈار اسٹیشن تک پہنچ جائیں گے۔ اس غار کا ایک سِرا ریڈار اسٹیشن کے قریب

ہے۔ وہاں پہنچ کر ریڈار اسٹیشن کو تباہ کرکے ہم واپس یہاں آئیں گے اور پھر غوطہ خوری کا لباس پہن کر واپس اپنی آب دوز تک پہنچ جائیں گے!"

ڈی ڈم نے سوچا کہ یہ تو بہت خوف ناک منصوبہ ہے۔ اگر ذرا بھی دیر ہو گئی تو بہت تباہی پھیلے گی۔ مجھے فوراً کچھ کرنا ہوگا۔ یہ سوچ کر وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور چھپتے چھپاتے غار کے دوسرے راستے سے باہر نکل گیا۔ وہ بھاگا جارہا تھا کہ اچانک کوئی جھاڑیوں سے نکل آیا۔ "ڈی ڈم! ٹھہرو!" ڈی ڈم نے مڑ کر دیکھا۔ وہ رچرڈ تھا۔

"اوہ شکر ہے رچرڈ کہ تم موقعے پر مل گئے۔" ڈی ڈم نے رچرڈ سے کہا اور پھر اسے جرمنوں کا سارا منصوبہ بتادیا۔

"آؤ میرے دوست، ہم دونوں مل کر اس مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ میرے پاس بے ہوش کرنے والی گیس ہے۔ ہم ان سب کو بے ہوش کردیں گے۔" رچرڈ نے بے پروائی سے کہا اور ڈی ڈم کو تقریباً گھسیٹتا ہوا غار تک لے گیا۔

"ارے یہ کیا کر رہے ہو؟ ذرا سنبھل کر!" مگر ڈی ڈم کو خطرے کا احساس بہت دیر سے ہوا۔ اس نے رچرڈ کی آنکھوں میں ایک چمک دیکھی۔ وہ ڈی ڈم کو گدی سے پکڑ کر دھکیلتا ہوا غار میں لے آیا اور جرمن افسر سے بولا:

"کرنل! اس نے تمھاری ساری باتیں سن لی ہیں۔"

"خیر اب ہمیں ایک اور قتل بھی کرنا پڑے گا!" ادھیڑ عمر کرنل نے بے پروائی سے کہا۔

"کیا مطلب؟ رچرڈ نے چونک کر پوچھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو، ہم تمھیں زندہ چھوڑ دیں گے؟ لڑکے کے ساتھ تمھیں بھی ـــ" کرنل نے جملہ ادھورا چھوڑ کر پستول نکال لیا۔

"مگر! میں نے تو تمھیں غار کا وہ راستہ بتایا تھا جو ریڈار اسٹیشن تک جاتا ہے۔ پھر میں نے ہی بڑھئی کا قتل کرکے گاؤں والوں کو ایک فرضی کہانی بھی سنائی تاکہ وہ غار سے دور رہیں اور تم لوگ اپنا کام کام یابی سے مکمل کرسکو۔ اور اب تم وعدے کے مطابق انعام دینے کے ـــ آہ ـــ" رچرڈ کی چیخ بلند ہوئی۔ کرنل فائر کرچکا تھا۔ رچرڈ زمین پر گر کر ٹھنڈا ہوگیا۔

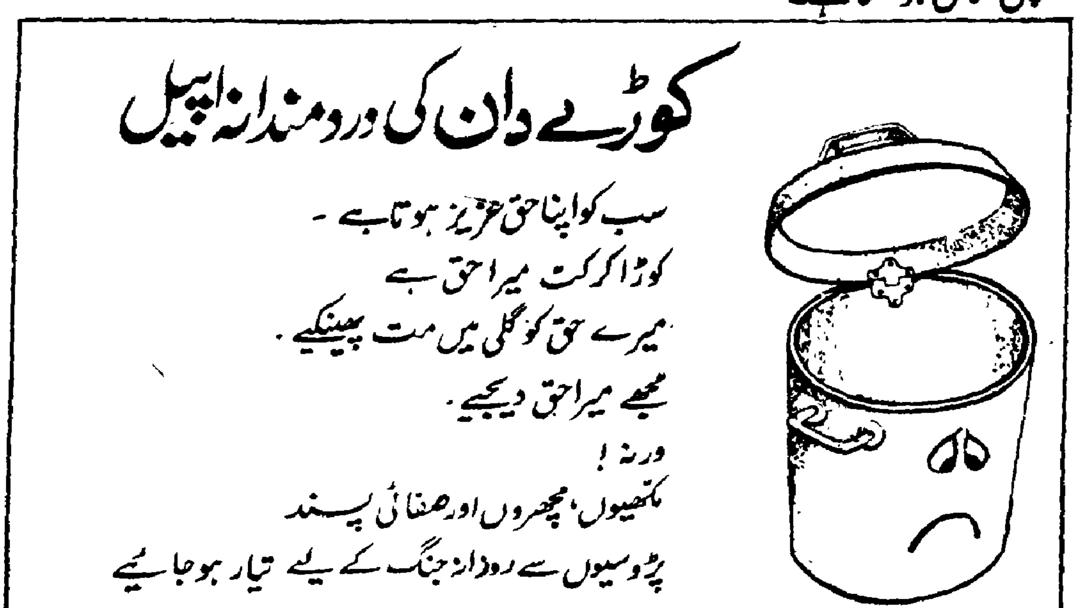
پھر کرنل نے پستول ڈی ڈم پر تان لی۔ ٹھیک اسی وقت ڈی ڈم نے اپنا چاقو کرنل کے ہاتھ پر

دے مارا۔ چاقو کا دستہ کرنل کے ہاتھ پر لگا اور اس کا ہاتھ نشانے سے ہٹ گیا۔ مگر اس وقت تک کرنل فائر کر چکا تھا، مگر گولی اس فوجی کے لگی جو ڈی ڈم کو پکڑے کھڑا تھا۔ فوجی چیختا ہوا نیچے گر گیا۔ ڈی ڈم نے پھرتی سے ایک طرف چھلانگ لگائی اور غار کی ایک اندھیری سرنگ میں بھاگتا ہوا غائب ہو گیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ تمام فوجی تماشا دیکھتے رہ گئے۔

”اسے پکڑو!“ کرنل غصے سے دہاڑا۔ مگر سب فوجی گڑبڑا کر رہ گئے۔ وہ ادھر سے ادھر بھٹکتے رہے۔ ڈی ڈم کا رخ ریڈار اسٹیشن کی طرف تھا۔ وہ جلد از جلد وہاں پہنچ کر اتحادیوں کو خبردار کرنا چاہتا تھا۔

وہ جلد ہی ریڈار اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد سب کچھ آسان ہو گیا۔ اتحادی فوج نے غار کے تمام راستے بند کر دیئے۔ جرمن فوجی باہر نکلتے ہی پکڑے گئے۔ اتحادیوں نے جرمنوں کی آب دوز کو بھی سمندر میں ڈبو دیا جو جرمن کمانڈوز کی واپسی کے انتظار میں تھی۔ جرمن فضائیہ ڈی ڈم کے گاؤں پر حملہ نہ کر سکی اور گاؤں محفوظ رہا۔

اب تو ڈی ڈم کی خوب تعریف ہوئی۔ سب نے اسے شاباشی دی۔ حکومت نے اسے انعام بھی دیا اور یہ پیش کش بھی کی کہ اٹھارہ سال کی عمر کے بعد وہ جب چاہے فوج میں بحیثیت کیپٹن شامل ہو سکتا ہے۔



باتوں کی باتیں

مسعود احمد برکاتی

شاغل اپنے باپ فارغ صاحب کے ساتھ ایک شادی میں گیا۔ فارغ صاحب خوش اخلاق اور ملنسار آدمی تھے۔ لوگوں میں مقبول تھے۔ شادی میں جو لوگ آرہے تھے ان میں سے اکثر فارغ صاحب سے دعا سلام کرتے، مصافحہ کرتے، بعض گلے بھی ملتے، خیر و عافیت پوچھتے۔ فارغ صاحب بھی مسکرا مسکرا کر لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک صاحب نے کہا کہ آپ اپنے صاحب زادے کو نہیں لائے۔ فارغ صاحب نے کہا کہ جی ہاں، وہ بھی آیا ہے، لیکن پلٹ کر دیکھا تو شاغل نظر نہیں آیا۔ فارغ صاحب خاموش ہوگئے۔ کافی دیر کے بعد شاغل اپنے دوستوں کے ساتھ ذرا فاصلے پر نظر آیا۔

شادی کے بعد واپس گھر جاتے ہوئے انھوں نے راستے میں شاغل سے کہا کہ تمھیں میرے پاس رہنا چاہیے تھا۔ شاغل نے جواب دیا کہ میں اپنے ہم جولیوں کے ساتھ تھا۔ مجھے بڑے لوگوں کے سامنے شرم آتی ہے۔

فارغ صاحب نے اسے سمجھایا کہ لڑکپن میں شرم اور جھجک سب کو ہی آتی ہے، لیکن اسے دور کرنا چاہیے۔ لوگوں سے ملنا جلنا چاہیے۔ ان کو دیکھنا اور ان کی باتیں سننی چاہئیں۔ اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس طرح آدمی بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اس کی معلومات بڑھتی ہے۔ وہ ادب اور تمیز سیکھتا ہے۔ دھیرے دھیرے اس کو خود بھی لوگوں سے ملنے جلنے اور محفل میں اٹھنے بیٹھنے کے طریقے آجاتے ہیں اور وہ جھجک کے بغیر ہر قسم کے لوگوں سے باتیں کرنے کا سلیقہ سیکھ لیتا ہے۔

اصل میں باتیں کرنا بھی ایک فن ہے، ایک آرٹ ہے۔ یہ فن بھی دوسرے فنون کی طرح سیکھنے اور مشق کرنے سے آتا ہے۔ یہ کوئی ایسا فن نہیں ہے کہ جس کو سیکھنا بہت مشکل ہو۔ یہ فن ہر آدمی سیکھ سکتا ہے۔ تھوڑی سی توجہ اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔

باتیں کرنے کا سلیقہ آنا بڑی خوبی ہے۔ اس کے بڑے فائدے ہیں۔ اس سے آدمی کی

مقبولیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے تعلقات اور دوستی بڑھتی ہے۔ اس سے بہت سے کام نکلتے ہیں۔ اس لیے ہر شخص کو باتیں کرنا کا سلیقہ اور فن آنا چاہیے۔

اس فن کا سب سے پہلا سبق یہ ہے کہ آپ اچھے سننے والے بنیں۔ لوگوں کی باتیں توجہ سے سننے کی عادت ڈالیں۔ جب آپ لوگوں کی باتیں دل چسپی سے سنیں گے تو وہ بھی آپ پر توجہ کریں گے اور آپ جو کچھ کہیں گے اسے کان لگا کر سنیں گے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی کہے جاتے ہیں، دوسروں کی نہیں سنتے اور نہ ان کو بات کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ ابھی دوسرے نے بات شروع ہی کی ہے، ایک ہی جملہ کہا ہے کہ انھوں نے اس کی بات کاٹ کر بولنا شروع کردیا۔ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ پہلے آپ دوسرے کی پوری بات سنیں، پھر آپ کو جو کچھ کہنا ہے وہ کہیں۔ چاہے آپ کو اس کی بات کی تائید ہی کرنی ہو، لیکن پہلے آپ اس کی بات پوری طرح سن لیں، پھر اس کی تائید کریں۔ آپ کی ہاں میں ہاں ملانے سے اس کو اتنی خوشی نہیں ہوگی جتنی اس بات سے کہ آپ نے اس کی بات پوری سنی اور سمجھی۔ آپ اس کی پوری بات سن لیں اور آپ کو اس سے اتفاق ہو تو آخر میں صرف یہ کہہ دیں کہ آپ نے صحیح فرمایا۔ اس کا اچھا اثر پڑے گا، لیکن اگر آپ نے اس کی بات بیچ میں کاٹ کر کہہ دیا کہ آپ نے بہت صحیح فرمایا، آپ نے بڑی اچھی بات کہی، آپ کا خیال بہت عمدہ ہے وغیرہ وغیرہ تو وہ اس سے اتنا خوش نہیں ہوگا۔

اگر آپ کے مخاطب نے جو باتیں کی ہیں وہ آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں تو اور بھی زیادہ احتیاط سے جواب دینے کی ضرورت ہے۔ اس صورت میں بھی آپ اس کی پوری بات توجہ سے سنیں اور اس پر اپنے چہرے سے یہ بات ظاہر بھی کریں کہ آپ توجہ سے سن رہے ہیں۔ جب وہ بات ختم کرلے تو پھر آپ اس کا نرمی اور شائستگی سے جواب دیں۔

پہلے تو آپ یہ سوچیں کہ اس کی باتوں میں کوئی حصّہ صحیح بھی ہے یا نہیں۔ کچھ حصّہ ضرور صحیح ہوگا۔ اب آپ اپنی بات اس کی باتوں کے صحیح حصّے کی تعریف یا تائید سے شروع کریں۔ مثلاً آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ "آپ نے یہ بالکل صحیح فرمایا، مگر اس کا ایک پہلو اور بھی ہے جس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔"

اس کے بعد اپنا خیال اچھے اور مختصر لفظوں میں بیان کریں۔

ایک بات یاد رکھنے کی یہ بھی ہے کہ کوئی آدمی بھی لمبی باتیں سننا پسند نہیں کرتا' اس لیے مسلسل بہت دیر تک گفت گو نہ کریں۔ آپ جس سے یہ بات کر رہے ہیں اگر وہ بیچ میں کچھ کہنا چاہتا ہے تو اس کی سن لیں یا اپنی باتوں کے درمیان خود کوئی سوال اس کے سامنے رکھ کر اس کو اپنا خیال ظاہر کرنے کا موقع دیں۔ اس طرح وہ اکتائے گا نہیں اور گفت گو میں شامل رہے گا۔

اگر آپ کا مخاطب آپ کی کسی بات سے متفق نہیں ہے اور وہ اس کے خلاف کچھ کہے تو آپ اس سے ایک دم یہ نہ کہیں کہ آپ کا خیال غلط ہے بلکہ اس پر غور کریں اور آپ کو اس کا خیال صحیح معلوم ہو تو آپ اس کو ماننے میں تامل نہ کریں۔ اپنی بات پر بے جا ضد اڑیں۔ یہ ایک اخلاقی خوبی بھی ہے اور اس سے آپ کے غلط خیال کی اصلاح بھی ہو سکے گی۔ اس کا شکریہ ادا کرکے قبول کرلیں۔

بات چیت اور گفت گو کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے باتیں کرنے والوں کو کچھ حاصل ہو' ان کی معلومات بڑھے' ان کے تعلقات بڑھیں' اور ہم خیالی سے بات آگے بڑھے۔ اگر باتیں کرنے والا ہر آدمی اپنی بات پر اڑا رہے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا' بلکہ الٹا نقصان ہوگا۔ آپس میں ناخوش گواری پیدا ہوگی۔

بعض وقت مجلس میں باتیں کرنے کا مقصد محض تفریح یا اچھا وقت گزارنا ہوتا ہے۔ یہ بھی اچھا مقصد ہے اور اس کے لیے مجلس میں شامل سب لوگوں کو موقع ملنا چاہیے۔ ایسی گفت گو بہت ہلکی پھلکی ہونی چاہیے۔ موقع کی مناسبت سے لطیفے بھی ہوجائیں۔ اگر کوئی دوسرا لطیفہ یا مزے دار قصّہ سنائے تو آپ اس سے بھی لطف لیں۔ اپنے قصّے اور لطیفے ہی ان پر نہ داغے جائیں۔ سنجیدہ باتوں میں درمیان میں ہلکی پھلکی باتیں اور لطیفے شامل ہوجائیں تو اکتاہٹ اور خشکی پیدا نہیں ہوگی۔

اس چیز کا خاص خیال رکھیں کہ کسی کا مذاق نہ اڑائیں۔ مذاق کرنے اور مذاق اڑانے میں بڑا فرق ہے۔ کسی کا مذاق اڑانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کو ذلیل کر رہے ہیں۔ البتہ ایسا مذاق کیا جاسکتا ہے جس میں سب کو لطف آئے اور کوئی اسے اپنی ہتک یا ذلت نہ سمجھے۔

چہرے پر مسکراہٹ اور ہونٹوں پر ہلکے تبسم سے لفظوں میں بھی کشش پیدا ہوجاتی ہے'

لیکن پہلی بار جب آپ کسی سے ملیں تو ہنسیں نہیں۔ اس کا اثر الٹا ہو سکتا ہے۔ وہ اس کو ہنسی اڑانا سمجھ سکتا ہے۔ صرف اتنا ہو کہ آپ کے چہرے سے غصہ یا خشکی یا غرور نہ ٹپکتا ہو۔ اس سے وہ شخص آپ کو خوش مزاج سمجھے گا۔ گفتگو شروع ہونے کے بعد آپ موقع کے لحاظ سے مسکرا سکتے ہیں۔ بے موقع ہنسنا کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں ہوتا۔ ہمارے ایک بزرگ تھے۔ وہ ہر بات پر ہنستے تھے اور ان کی یہ عادت ایسی پڑ گئی تھی کہ کوئی موقع بھی ہو وہ ہنس کر جواب دیتے تھے۔ ایک بار کہنے لگے :

"معلوم ہوا ہے آپ کی خالہ کا انتقال ہو گیا ہے۔"

اور یہ کہہ کر پورا منہ کھول کر ہنسے۔

جس آدمی سے بات ہو رہی ہو اس کی عمر، مرتبے، اور رشتے کا بھی خیال کیا جاتا ہے۔ اسی لحاظ سے اس کا نام لیا جاتا ہے۔ اور مناسب لہجہ اختیار کیا جاتا ہے۔ ان باتوں کا خیال رکھنے سے خود آپ کی تہذیب اور حیثیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ ایک پرانا قصہ آپ نے سنا ہوگا کہ ایک شکار پارٹی میں چار آدمی تھے۔ اتفاق سے وہ چاروں بچھڑ گئے۔ جنگل تھا۔ ایک دوسرے کو ڈھونڈنے لگے اور جو ملتا اس سے پوچھنے لگے۔ ایک نابینا فقیر جھونپڑی کے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ ان چاروں شکاریوں میں سے ایک بادشاہ تھا، ایک وزیر، ایک فوجی سردار اور ایک غلام تھا۔ سب سے پہلے غلام نابینا کے پاس سے گزرا اور اس نے نابینا سے پوچھا کہ کیا یہاں سے کچھ لوگ گزرے ہیں؟ اس کی کچھ دیر بعد فوجی سردار بھی وہاں پہنچا، پھر وزیر اور بادشاہ، سب نے نابینا سے یہی سوال کیا۔ جب بادشاہ نے پوچھا تو نابینا نے جواب دیا:

"جی ہاں بادشاہ سلامت! یہاں سے آپ کے غلام، آپ کے فوجی سردار اور آپ کے وزیر۔۔۔ تینوں کا گزر ہوا ہے۔"

بادشاہ نے حیران ہو کر نابینا آدمی سے سوال کیا کہ آپ نے مجھے اور ان تینوں کو کیسے پہچانا؟ نابینا نے جواب دیا:

"سوال کے الفاظ اور طریقے سے معلوم ہو گیا کہ کون کیا ہے۔ غلام نے پوچھا تھا کہ "او اندھے! یہاں سے کوئی گزرا ہے۔ فوجی سردار نے مجھے بڑے میاں کہہ کر یہی پوچھا۔ وزیر نے "اے صاحب" کے نام سے پکارا اور اب آپ تشریف لائے ہیں تو آپ نے مجھے "اے میرے

بزرگ" فرمایا۔ اس سے میں نے چاروں کی تربیت اور حیثیت کا اندازہ کر لیا۔"

کسی کو اچھے الفاظ سے پکارنے سے آپ کی عزت گھٹتی نہیں، بلکہ بڑھتی ہے۔

آپ لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے سے گھبرائیں نہیں۔ اگر کسی محفل میں آپ کو گفتگو کرنے کے لیے کوئی خیال یا نکتہ نہ مل رہا ہے تو آپ خاموشی سے دوسروں کی گفتگو سنتے رہیں یا کوئی سوال کر کے دوسروں کی باتوں کو آگے بڑھائیں۔ یہ بھی ایک طرح کی گفتگو ہے۔



□ ایک تاجر کو توقع سے بڑھ کر اپنے کاروبار میں منافع ہوا۔ اس منافع میں اس کے ایک سب سے پرانے اور وفادار ملازم کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ تاجر نے س ملازم کو اپنے کمرے میں طلب کیا اور اسے پانچ زار رُپے کا چیک بطور انعام دیا۔ ملازم کی خوشی کی نتہا نہ رہی۔ اس نے چیک پر نظر ڈالے بغیر مالک شکریہ ادا کیا اور کمرے سے باہر جانے لگا تاجر راستے روکتے ہوئے کہا: "ذرا سننا تو، چیک کو سنبھال رکھنا۔ اگر آئندہ برس بھی اتنا نفع ہوا تو اس چیک یرے پاس لے آنا۔ میں دستخط کر دوں گا۔" ●

□ ایک امریکی خاتون ریاست کے گورنر کے پاس گئیں اور بولیں، "جناب والا! میرا شوہر قید کی سزا بھگت رہا ہے۔ ازراہِ کرم اُسے معاف کر دیجیے۔"

گورنر: آپ کا شوہر کس جرم میں گرفتار ہوا تھا؟

عورت: گوشت چوری کرنے کے الزام میں۔

گورنر: اُس کا رویّہ آپ کے ساتھ کیسا تھا؟

عورت: بہت ظالمانہ۔ ہر وقت مارتا پیٹتا تھا۔

گورنر: پھر آپ اُسے رہا کیوں کروانا چاہتی ہیں؟ عورت: گوشت ختم ہو گیا ہے جناب والا! ●

چھپی ہوئی بھوک

ڈاکٹر سید اسلم
(ایم۔بی۔بی۔ایس' ایف۔آر۔سی۔پی' ایڈنبرا)

اگر آپ ایسے لوگوں سے نہیں تو کم سے کم ایسے لوگوں سے واقف ضرور ہوں گے جو پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں' لیکن تھوڑی دیر بعد ان کو بھوک لگنے لگتی ہے اور اس طرح زیادہ کھانے کی وجہ سے ان کا وزن بڑھتا ہے۔ اگر وزن کو کم کرنے کے لیے کھانے میں کمی کرتے ہیں تو کم زوری معلوم ہونے لگتی ہے۔ پھر ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس دشواری سے کس طرح چھٹکارا پایا جائے۔ درمیانی عمر کی موٹی تازی عورتیں تو اس کم زوری کو دور کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ کھاتی رہتی ہیں۔

دراصل ان کی غذا ہی ان کی پریشانی کا باعث ہے' کیوں کہ جو غذا یہ کھاتے ہیں وہ غیر متوازن بھی ہوتی ہے اور غیر فطری بھی۔ امیر لوگوں کی غذا میں میدہ' چینی اور چکنائی زیادہ شامل ہوتی ہے۔ مثلاً کیک' بسکٹ اور پیسٹری وغیرہ کی بھرمار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ چائے اور مشروبات کی شکل میں چینی کا استعمال بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بناسپتی گھی کا استعمال بھی اچھا خاصا ہوتا ہے۔ حلوائی کی مٹھائیاں جو دولت کی نشانی ہیں وہ بناسپتی گھی' رنگ اور چینی کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہر چیز مضر ہے' اور جو لوگ ذرا کم دولت مند ہیں ان کے لیے بھی پراٹھے اور خوب میٹھی چائے وغیرہ عام بات ہے۔

یہ لوگ اس وقت تو اچھی طرح کھا لیتے ہیں' لیکن کچھ دیر کے بعد ان کو اندر ہی اندر کم زوری محسوس ہونے لگتی ہے جس کے ازالے کے لیے وہ زیادہ میٹھی چائے پیتے ہیں۔ شکر کی چائے بظاہر تو فوراً توانائی پہنچاتی ہے لیکن آخر کئی بیماریوں میں بھی مبتلا کر دیتی ہے' یا پھر یہ لوگ کچھ نہ کچھ کھا کر اپنے آپ کو تسکین دیتے ہیں۔

انسان نے بہت پرانے زمانے سے سبزیوں' پھلوں' دالوں اور گوشت پر اپنی گزر اوقات کی ہے اور آج جسمانی طور پر ترقی کی جس منزل پر ہے وہ اسی غذا کی بدولت ہے۔ آج کے انسان کی غذا دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ کچھ انجانے میں اور کچھ ذائقے کی خاطر وہ اپنی فطرت سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ غذا ایک خاص ڈھنگ کی ہو گئی ہے۔ جس میں مٹھاس اور چکنائی پر دار و

مدار زیادہ ہے۔ پچھلے بیس تیس سال میں ہمارے کھانے پینے کے انداز اور ذوق میں بہت تبدیلی آئی ہے۔ ایک دوسرے کی نقل' ریس' معاشرے کا دباؤ اور اشتہار بازی کے اثر کی وجہ سے آج کیک پیسٹری اور اسی طرح کی دوسری چیزیں کھانا اور بنانا کمال کے علاوہ باحیثیت ہونے کی دلیل بھی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے برعکس ترکاریوں کا کھانا پکانا خوبی کی بات نہیں سمجھی جاتی بلکہ یہ اپنے کم حیثیت ہونے کا اعلان بھی ہے۔ دعوتوں میں بھی وہی غذا نظر آتی ہے جس میں مٹھاس' گوشت اور گھی خوب ہو۔

جہاں تک فوری بھوک مٹانے کا تعلق ہے یہ غذا ضرورت سے زیادہ ہے اور اس طرح کی غذا کھانے کے بعد طبیعت جلد سیر ہوجاتی ہے۔ پرانے زمانے میں دعوت میں اگر کھانا کم پڑجاتا اور کھانے والے زیادہ ہوتے تو سالن میں گھی کا تار زیادہ کردیا جاتا تھا جس کو کھانے والے زیادہ نہیں کھاسکتے تھے' کیوں کہ اس سے بھوک مرجاتی تھی۔ باذوق کھانے والوں نے ہمیشہ قورے کی گاد پسند کی ہے۔

اس قسم کی غذا روغنی بھی ہوتی ہے اور میٹھی بھی' اسی لیے یہ موٹا کرتی ہے۔ اس سے سستی بھی آتی ہے۔ یہ غذا متوازن نہیں ہوتی۔ اس کے کھانے والے اپنے خیال میں اس کو کتنا ہی دولت مندی کا نشان سمجھیں' یہ غذا علمی نقطہ نظر سے نہایت "غریب غذا" ہے۔ دراصل اس غذا میں مقویات مثلاً حیاتین خصوصاً حیاتین بی اور دھاتوں کی کمی ہوتی ہے اور جسم کو مستقل اس کمی کا دبا دبا سا احساس رہتا ہے۔ وہ پیٹ تو بھرلیتے ہیں مگر ان کے اندر کا نظام پوری طرح سیر نہیں ہوتا اور پھر کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ چوں کہ غذا غیر متوازن ہے اس لیے کمی پوری نہیں ہوتی۔ ایسا آدمی بظاہر تو کھا کھا کر موٹا ہوجاتا ہے مگر اس کے جسم میں غذا کے اجزا کی کمی رہتی ہے جس کا اظہار کمزوری اور بھوک کی شکل میں ہوتا ہے۔

جن لوگوں کی کھانا کھانے کے باوجود طبیعت سیر نہیں ہوتی انھیں اپنی غذا پر نظر ڈالنی چاہیے۔ غذا میں بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی (جس میں بھوسی کی مقدار اچھی خاصی ہو) سبزیاں' ترکاریاں' سلاد' پھل' دالیں' ساگ اور مچھلی زیادہ استعمال کریں۔ گوشت نہ زیادہ نہ کم' لیکن چینی' بناسپتی گھی اور میدے میں جس قدر کمی کی جائے اسی قدر اچھا ہے۔ ترکاریاں جس قدر بھی رنگ برنگی ملیں اچھا ہے کیوں کہ یہ مفید معدنیات اور حیاتین سے مالا مال ہیں۔

کرشمہ

اظہر نیاز

قسط نمبر ۳

جواد ذیشان کا دوست تھا۔ وہ ایک حیرت انگیز صلاحیت کا مالک تھا جسے ذیشان کے ابو، آغا عمران نے چھٹی حس کا نام دیا تھا۔ جواد کو آنے والے خطرات کا پہلے سے علم ہو جاتا تھا اور اس حس کا مظاہرہ وہ اکثر کرتا رہتا تھا ایک بار اس نے سکول میں اچانک یہ شور مچا کر کہ چھت گرنے والی ہے۔ پوری کلاس کو کمرے سے باہر نکال دیا اور واقعی تھوڑی دیر بعد چھت گر گئی۔ آغا عمران پولیس افسر تھے۔ جواد نے کئی کیسوں میں ان کی بھرپور مدد کی تھی۔ آج بھی وہ ذیشان سے ملنے آیا تو آغا عمران سے اس کی ملاقات ہو گئی جنھوں نے جواد کو خوش خبری سنائی کہ وہ حسب خواہش ٹی وی کے ڈراموں میں کام کر سکتا ہے۔ انہوں نے اسے اپنے ایک دوست ٹی وی پروڈیوسر کے نام تعارفی خط بھی دیا۔ مگر جواد نے انھیں جو بات بتائی اسے سن کر وہ ڈر سے گئے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ آپ کی جان کو خطرہ ہے۔

آغا عمران دفتر پہنچے تو پہلا ٹیلی فون آئی جی صاحب کا تھا۔ انہوں نے ایک بہت اہم کیس ان کے حوالے کیا تھا اور اس کے بارے میں ضروری ہدایات اور ہر ممکن قانونی اختیارات بھی دیئے تھے۔ انسپکٹر شعیب کو ان کا مددگار بنایا گیا تھا جو ہر طرح سے آغا صاحب کے دست راست تھے۔ ——— جواد، آغا عمران کا خط لے کر اپنی امی کے ساتھ ٹیلی ویژن اسٹیشن پہنچا تو اس کی ملاقات پروڈیوسر انصاری صاحب سے ہوئی۔ آڈیشن میں جواد کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اور انصاری صاحب نے اسے پیدائشی اداکاری کا خطاب دیتے ہوئے ڈرامے کے لیے منتخب کر لیا جس میں اسے ایک چلڈرن کلب کے چیئرمین کا کردار کرنا تھا۔ انصاری صاحب سے رخصت ہوتے سے قبل جواد نے ٹی وی اسٹیشن کو بجلی کی فراہمی کے ذرائع کے



بارے میں ایک غیر متوقع سوال کیا تو انصاری صاحب نے اسے بتایا کہ بجلی چلی جانے کی صورت میں جنریٹر استعمال ہوتا ہے۔
اگر وہ بھی خراب ہو تو ظاہر ہے اسٹیشن کا سارا کام رک جائے گا۔ جب جوار ان کے کمرے سے نکلا تو اچانک لائٹ ؟
ہو گئی۔ جنریٹر کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ بھی خراب ہے۔ انصاری صاحب نے سوچا، کیا یہ محض اتفاق ہے۔

اب آپ آگے پڑھیئے

آغا عمران فائل کا مطالعہ کر چکے تھے۔ یہ فائل منشیات کی فروخت کے بارے میں تھی لیک
پوری فائل میں نہ تو مجرموں کے بارے میں کوئی معلومات تھیں اور نہ ہی کسی پر شبہ ظاہر کیا گیا تھا.........
فائل میں موجود ایک اخباری تراشے نے ان کو سخت پریشان کر دیا تھا۔ یہ تراشہ ایک روزنامہ کا اداریہ تھا۔
جس میں یہ دل ہلا دینے والا انکشاف کیا گیا تھا کہ "کراچی میں اب ہیروئن کھلم کھلا اسکولوں کے بچوں تک
پہنچائی جانے لگی ہے۔" اس اداریئے میں معروف سماجی شخصیت کے حوالے سے بتایا گیا تھا کہ انہوں نے
خود تحقیق کے طور پر اسکولوں کے سامنے سے ہیروئن خریدی ہے۔ یہ ہیروئن ٹافیوں میں ملی ہوئی تھی جس
کی وجہ سے بہت سے اسکولوں کے بچے ہیروئن کے عادی ہو چکے ہیں۔ اداریئے میں مزید تفصیلات کے بعد
حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس سنگین صورتحال کا جائزہ لے تاکہ کم از کم قوم کے معصوم بچے
اس لعنت سے محفوظ رہیں۔

آغا عمران سمجھ گئے کہ غالباً اس اداریئے کی وجہ سے ہی حکومت اس کیس میں دلچسپی
لے رہی ہے۔ آغا عمران کاغذ قلم لے کر بیٹھے ہوئے تھے اور اس پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ رہے
تھے۔ انہیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے، اپنی تفتیش کہاں سے شروع کریں؟ کیا اس فائل کو کھولنے کا
مقصد صرف ان لوگوں کو پکڑنا ہے جو ہیروئن جیسے زہر کو بچوں میں پھیلا رہے ہیں یا ان تمام لوگوں کا قلع قمع
کرنا ہے جو اس کاروبار کے پیچھے ہیں؟

"صاف ظاہر ہے میں ان تمام لوگوں کو نہیں پکڑ سکتا جو اس ملک میں منشیات کا دھندا کرتے
ہیں۔" آغا عمران نے سوچا۔ "اس کیلئے ایک وسیع تر پلان اور پالیسی کی ضرورت ہے۔ تمام صوبائی
حکومتوں اور پھر وفاقی حکومت کی ذاتی دلچسپی سے کوئی پلان بن سکتا ہے...... تو میں کہاں سے شروع کروں
..........؟ اپنے گھر سے ....۔"

آغا عمران کو ان کے دل نے ٹھیک جواب دیا تھا۔ "مجھے اپنے علاقے کو دیکھنا ہے۔ اگر ہر
شخص اپنے اپنے علاقے کا ذمہ اٹھا لے تو ہمارا ملک جنت بن جائے۔ بہت بڑے سفر کا آغاز ایک قدم
سے ہی ہو سکتا ہے۔ پہلا قدم ہی مشکل ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے یہ پہلا قدم میں اٹھاؤں گا۔ منشیات کا کاروبار
کرنے والوں کیلئے میرا علاقہ جہنم بن جائے گا۔"

آغا عمران کئی دنوں سے سوچ رہے تھے کہ مری چلے جائیں تاکہ ایک ہفتہ وہاں بیٹھ کر کوئی پلان تیار کر سکیں۔ انہیں پہلا قدم اٹھانا مشکل لگ رہا تھا۔ آخر انہوں نے سوچا اس مرتبہ ذرا مختلف انداز میں .... آر .... یا، پار ....

"ہیلو انسپکٹر شعیب ....!"

انہوں نے انٹرکام پر انسپکٹر شعیب کو اپنے کمرے میں بلایا اور اپنے پہلے قدم کی تفصیلات سے آگاہ کیا .... "علاقے کے تمام اسکولوں کی نگرانی سخت کر دی جائے .... اسکولوں کے باہر سامان بیچنے والوں پر نظر رکھی جائے .... ان تمام لوگوں کے بارے میں رپورٹ تیار کی جائے .... میں ذیشان کو سمجھا دوں گا۔ مختلف اسکولوں کے سامنے سے ذیشان کے ذریعے ٹافیاں، آئس کریم اور دوسری کھانے پینے کی اشیاء جس میں ہیروئن کا خدشہ ہو سکتا ہے خریدی جائیں گی۔ ذیشان چیزیں خرید کر آپ کو لا دیا کرے گا۔ آپ کی ٹیم ہر شے کا الگ الگ پیکٹ بنائے گی۔ کیا چیز کہاں سے خریدی گئی؟ اور فوراً لیبارٹری روانہ کر دی جائے گی تاکہ تجزیہ کیا جاسکے" .... تھوڑے توقف کے بعد انہوں نے کہا،

"مجھے ایک ہفتے کے اندر رپورٹ چاہیے۔ علاقے کے تمام مشکوک اڈے جہاں منشیات کے فروخت ہونے کے چانس ہو سکتے ہیں .... ہاں! ایس ایس پی راؤ اقبال صاحب سے بات کرو .... امید ہے ان کے پاس پہلے سے ہمارے کام کی کافی تفصیلات موجود ہوں گی" .... وہ پھر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوئے۔

"وہ تمام سرکاری و غیر سرکاری اسپتال جہاں نشے کے عادی لوگوں کا علاج ہوتا ہے۔ ان کی رپورٹ .... وہاں موجود مریضوں کے بارے میں تفصیلات .... پرائیویٹ ادارے جو ترکِ منشیات کے نام پر منشیات فروخت کرنے کا دھندا کرتے ہیں۔"

"کیا آپ کا بھی خیال ہے کہ ایسا ہوتا ....؟" انسپکٹر شعیب نے آغا عمران سے پوچھا۔

"ممکن ہے یہ افواہ ہو .... بہرحال مجھے رپورٹ درکار ہے۔ ایک فہرست مجھے ایسے لوگوں کی [illegible]ہیے جو پچھلے دس برسوں میں کروڑ پتی ہوئے ہیں .... اور دس برس پہلے یہ لوگ مڈل کلاس سے [illegible]لق رکھتے تھے یا مڈل کلاس سے بھی کم .... جنہیں آپ غریب بھی کہہ سکتے ہیں .... ایک [illegible]رست مجھے ایسے لوگوں کی درکار ہے جو کچھ نہیں کرتے .... میرا خیال ہے کہ ہر وہ شخص جو ملازمت [illegible]تا ہے، کسی بھی جگہ نوکری کرتا ہے، اس کے غلط کام میں ملوث ہونے کے چانس نہایت کم ہیں

ایسے لوگ جو کچھ نہیں کرتے، نہ سرکاری ملازمت، نہ کسی پرائیویٹ ادارے کی ملازمت، نہ بزنس .... ایسے لوگ کیا کرتے ہیں ....؟ ان کا ذریعہ آمدنی کیا ہے ....؟ میرے علاقے میں کتنے لوگ ہیں جو کچھ نہیں کرتے ....؟ مزید یہ کہ تمام تھانوں سے مشکوک لوگوں کی فہرست۔ "

اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی، دوسری طرف سے ایس ایس پی اقبال صاحب تھے۔ "بھئی آئی جی صاحب کے حکم کے مطابق ایک فائل آپ کو پہنچانی ہے۔ اس فائل میں ان تمام لوگوں کا ریکارڈ ہے جو میری نظر میں مشکوک ہیں، منشیات کا کاروبار کرتے ہیں، اسلحہ کی اسمگلنگ میں ملوث ہیں یا اغوا برائے تاوان جیسے جرائم میں شریک ہیں .... رائٹ ....! "

"رائٹ سر.........." آغا عمران نے کہا، "میں ابھی انسپکٹر شعیب سے بات کر رہا تھا اور مجھے اسی فائل کی ضرورت ہے۔ میں ابھی انسپکٹر شعیب سے کہتا ہوں، وہ آپ سے فائل لے لے گا۔ بہت بہت شکریہ اقبال صاحب .... تھینک یو۔ "

"آل رائٹ ..... آل رائٹ۔ " ایس ایس پی صاحب نے کہا۔

اور آغا عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"لڑکے ....! " آغا عمران نے اپنے خاص انداز میں انسپکٹر شعیب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا .... "فوراً اقبال صاحب کے پاس چلے جاؤ .... وہ ایک فائل دیں گے، بس یوں سمجھ لو کہ وہ ایک اہم فائل ہے۔ تمہارے علاوہ وہ فائل کسی کے ہاتھ نہیں لگنی چاہئے۔ یہ میرا کارڈ لے جاؤ، اقبال صاحب اس کارڈ کے بغیر وہ فائل تمہیں نہیں دیں گے۔ "

انسپکٹر شعیب نے مسکراتے ہوئے کارڈ پکڑ لیا اور سیلوٹ مار کر کمرے سے باہر نکل گئے۔

انسپکٹر شعیب کو گئے ابھی پانچ منٹ گزرے تھے کہ آغا عمران کو وائرلیس سے انسپکٹر شعیب کا پیغام موصول ہوا .... "سر..........! میں اس وقت مال روڈ سے گزر رہا ہوں .. .. مجھے شک ہے کہ میرا تعاقب کیا جارہا ہے۔ ایک سرخ رنگ کی کار میرے پیچھے ہے۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے..........؟ میں اقبال صاحب کے پاس جاؤں یا نہ جاؤں .... اوور .... " "تم اقبال صاحب کے پاس جاؤ اور ان سے فائل لے کر آؤ میں چیک کرتا ہوں کہ وہ کون لوگ ہیں .... اوور.......... "

"ہیلو .... اقبال صاحب ...." آغا عمران نے فوراً اقبال صاحب کا فون نمبر گھمایا..........

"انسپکٹر شعیب آپ کے پاس آرہا ہے .... میرا کارڈ اس کے پاس ہے . ...

پ اسے اصلی والی فائل نہ دیجیے گا بلکہ کسی فائل کور میں چند ردی کاغذ رکھ کر دیجیے گا..... ......"
"میرے سامنے کچھ کاغذ پڑے ہیں" .... ایس ایس پی اقبال نے کہا.. ... ... "جن پر میرے بیٹے نے کارٹون بنائے ہیں.......... میرے خیال میں یہ مناسب رہیں گے.. . . . "

.... ○○○○ ....

جواد اور چلڈرن کلب کے دوسرے کردار انصاری صاحب کے کمرے میں موجود تھے۔ ہر بچے کے ہاتھ میں اس کا اسکرپٹ تھا اور وہ اسکرپٹ کو دیکھتے ہوئے اپنے اپنے جملے بول رہے تھے۔ انصاری صاحب بچوں کو بتا رہے تھے کہ کہاں آواز کو اونچا کرنا ہے؟ کہاں آہستہ بولنا ہے؟ کہاں ٹھہرنا ہے؟ کہاں وقفہ زیادہ دینا ہے؟ اور کون سے لفظ کو زور دے کر بولنا ہے؟ اور ساتھ ہی ساتھ چہرے کے اتار چڑھاؤ سے کیا کام لینا ہے........... ؟

اتنے میں ایک خاتون کمرے میں داخل ہوئیں۔ انصاری صاحب نے تمام بچوں سے ان کا تعارف کرایا............

"یہ ہیں مس نائلہ.......... آپ کے کلب کے بچوں کو اداکاری سکھائیں گی............"

"کیا انہیں خود اداکاری آتی ہے..........؟" ایک بچے نے سوال کیا۔

"جی.......... آتی ہے.........." انصاری صاحب نے جواب دیا۔

"سر..........!" ایک بچے نے ہاتھ کھڑا کیا۔

"ہاں کیا بات ہے.. ....؟"

"وہ لوگ جنھیں اداکاری آتی ہے، وہ ٹیلیویژن پر نہیں آتے......... ..؟"

"میں سمجھ گیا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" انصاری صاحب نے کہا۔

"آپ نے مس نائلہ کو کبھی کسی ڈرامے میں نہیں دیکھا ... .. . یہی بات ہے ... ..؟"

"جی.........." بچے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بیٹے بات یہ ہے کہ مس نائلہ بھی آپ کی طرح نئی ایکٹریس ہیں اور یہ اداکاری سکھانے کی کوشش کریں گی .... یہ جو کچھ بولیں گی، جو کچھ کریں گی، وہ سب کچھ لکھا ہو گا .. . جس طرح لوگوں کا اسکرپٹ لکھا ہوا ہے۔ "

"تو مس نائلہ اپنا اسکرپٹ نکالیں اور شروع ہو جائیں. .. " انصاری صاحب نے خود منظرنامہ شروع کیا۔

بیس پچیس بچے بیٹھے شرارتیں کر رہے تھے۔ نائلہ داخل ہوتی ہے........... سارے بچے کھڑے ہو جاتے ہیں........... نائلہ تمام بچوں کو لائنیں بنانے کا اشارہ کرتی ہیں........ ... بچے ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں........... نائلہ سامنے کھڑی ہیں........... پی ٹی کے انداز میں بازو کھولتی ہیں........... سارے بچے بازو کھولتے ہیں........... سر سے اوپر لے جاتے ہیں........... سامنے کرتے ہیں........... اور پھر نیچے کر لیتے ہیں........... ایک بچہ دوسرے بچے کے کان میں کچھ کہتا ہے........... نائلہ دیکھ لیتی ہیں...........

"نائلہ........... نائلہ کیا سوچ رہی ہیں........... اپنا جملہ بولیں۔ "

انصاری صاحب نے نائلہ کو متوجہ کیا........... نائلہ نے سوری کہا اور اپنا جملہ بولا.........

نائلہ........... "اے مسٹر........... کیا نام ہے تمہارا...........؟"

بچہ........... "نعمان۔"

بیٹے........... انصاری صاحب نے کہا........... "آپ وہ نام بتائیں گے جو ڈرامے میں آپ کا نام ہے........... ٹھیک..........."

نائلہ........... "اے مسٹر........... کیا نام ہے تمہارا...........؟"

بچہ........... "جی ببلو..........."

نائلہ........... "ببلو صاحب کیا بات ہے...........؟"

ببلو........... "جی وہ پوچھ رہا تھا کہ آپ پی ٹی ماسٹر ہیں...........؟"

سارے بچے ہنس پڑتے ہیں...........

نائلہ........... "ابھی آپ پی ٹی نہیں کر رہے تھے بلکہ یہ ہاتھ اور پاؤں کی مختلف حرکتیں تھیں جو اداکاری کے لیے بہت ضروری ہیں..........."

ایک لڑکا ہاتھ کھڑا کرتا ہے۔

نائلہ........... "کیا بات ہے...........؟"

لڑکا........... "میڈم، ماسٹر صاحب تو منع کرتے ہیں، کہتے ہیں حرکتیں مت کرو..........."

سب ہنس پڑتے ہیں۔

نائلہ...... "تمہاری ان حرکتوں کے پیچھے دراصل تمہارا شیطانی دماغ بھی ہوتا ہے۔...."

"ہاں تو میں کہہ رہی تھی .... بہت سے بچوں کو اداکاری کا بچپن سے شوق ہوگا آپ اپنے اردگرد جو کچھ دیکھتے ہیں۔ مشاہدہ کرتے ہیں، اس کی نقل اتارنے کی کوشش بھی کرتے ہیں

.....کوئی ہے جو نقل اتار کر دکھائے..........؟"
ایک بچہ ہاتھ کھڑا کرتا ہے۔
بچہ ...... "نہیں میڈم ...... ماسٹر صاحب ماریں گے.......... نقل کرنا بہت بُری بات ہے۔"
نائلہ .... "جی ہاں! امتحان میں نقل کرنا بہت بُری بات ہے لیکن اداکاری میں ہم نقل ہی ہے ہوتے ہیں اور اس میں عقل کی ضرورت ہوتی ہے.........."
ایک اور بچہ اٹھ کر سامنے آجاتا ہے اور فقیر کی نقل اتارتا ہے۔ اس طرح دو چار بچے آتے جو مختلف کرداروں کی نقلیں اتارتے ہیں۔ اتنے میں ایک بچہ سب سے چھوٹی انگلی کھڑی کرتا ہے۔
نائلہ.......... "ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔.......... انگلی نیچے کرلو.......... میں سب کو چھٹی دیتے ہوں .... میری آج کی آخری بات سن لیں۔ اداکاری کیلئے اچھی صحت بہت ضروری ہے چھی صحت کیلئے اچھے دانت ضروری ہیں۔ صبح سورج نکلنے سے پہلے اٹھا کریں.......... نماز پڑھا کریں، بح کی سیر کو جایا کریں، اور باہر کھلی جگہ پر کھڑے ہوکر اپنے ہاتھ پاؤں ہلایا کریں.......... اور خوش رہا یں.........."
سارے بچے مل کر ہنستے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔
"ٹھیک ہے.........." انصاری صاحب نے کہا۔
"ریہرسل ختم کل گھر پر ریہرسل کریں.......... پرسوں ریکارڈنگ کریں گے۔ باہروین موجود وہ سب بچوں کو ان کے گھر اتار دے گی.........." تمام بچے اپنے اپنے اسکرپٹ تھامے کھڑے لئے۔
ایک بچے نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور کھانے کیلئے ایک ٹافی نکالی.......... اس کا کاغذ اتارا اور اس پہلے کہ وہ منہ میں ڈالتا.......... جواد نے جھپٹ کر اس سے ٹافی چھین لی.......... اور پھر دونوں بچوں میں ا شروع ہوگیا۔
"بھئی یہ کیا ہورہا ہے..........؟" انصاری صاحب نے پوچھا۔
"یہ چیئرمین کے بچے نے میری ٹافی چھین لی ہے.........."
"جواد..........! یہ کیا حرکت ہے..........؟" انصاری صاحب نے غصہ سے کہا۔
"سر.......... یہ ٹافی اس کو نہیں کھانی چاہیے۔"
"اور تمہیں کھانی چاہیے.......... ؟" انصاری صاحب نے کہا۔
تمام بچے ہنسنے لگے۔

"چلو ٹافی واپس کرو۔"

جواد نے ٹافی واپس کر دی.......... اور اس بچے نے ٹافی منہ میں ڈال لی ابھی بچے انصاری صاحب کے کمرے میں تھے۔ اسسٹنٹ پروڈیوسر ڈرائیور کو تلاش کرنے گیا ہوا تھا۔

اچانک ٹافی کھانے والا بچہ چکرا کر گر پڑا۔ اس کا سر ایک کرسی کے کونے سے ٹکرایا اور وہاں سے خون نکلنے لگا..........

یکدم سب لوگ سکتے میں آگئے۔ مس نائلہ نے بچے کو گود میں اٹھایا اور باہر کی طرف بھاگی انصاری صاحب اور بچے ساتھ تھے۔ معاون پروڈیوسر ڈرائیور کو تلاش کرچکا تھا۔ بچے کو فوراً وین میں ڈالا اور اسپتال کی طرف دوڑے۔

اسپتال میں پہنچتے ہی جواد نے ایمرجنسی میں موجود ڈاکٹر سے اجازت لے کر ذیشان کو فون کیا۔

"ہیلو ذیشان .... کیا انکل گھر پر ہیں..........؟"

"نہیں تو.........."

"آنٹی سے پوچھو .... ممکن ہے انہیں پتا ہو .... وہ جہاں بھی ہوں انہیں جنرل اسپتال کی ایمرجنسی میں بھیج دو.......... ایک بچہ ٹافی کھا کر بیہوش ہو گیا ہے..... میرا خیال ہے کہ ٹافی میں کوئی نشہ آور شے ملی ہوئی تھی.........."

(جاری ہے)

خرم (فیصل سے) آج میری مرغی نے انڈہ دیا ہے۔
فیصل، یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔
خرم، بڑی بات نہیں تو تم دے کر دکھاؤ۔

عید تماشہ

سلمان غزالی

بھیا بھلکڑ نماز فجر ادا کر کے مسجد سے باہر نکلے تو وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھے۔ انہیں یہ خیال ستا رہا
ا کہ آج بقر عید کے دن بھی عادت کے مطابق اگر وہ کوئی ضروری کام بھول گئے تو بڑی شرمندگی کا سامنا
رنا پڑے گا۔ یوں تو بھیا بھلکڑ کا اصل نام ریاض میاں تھا مگر انہیں بھولنے کی ایسی عادت تھی کہ سب انہیں
یا بھلکڑ ہی کہتے تھے۔ بھیا بھلکڑ جب اپنے دبے ہوئے مختصر سے جسم پر پاجامہ کرتا پہن کر، سر پر ٹوپی جما کر
ر نکلتے تو دور سے پہچانے جاتے۔ جتنے مختصر اور نازک وہ دیکھنے میں تھے اتنے نازک مزاج بھی تھے۔ وہ اول
ـجے کے بھلکڑ تھے۔ خود تو وہ اسے خدا کی مرضی سمجھ کہ صابر تھے مگر دادی اماں ان کی امی کو موردِ الزام
رتی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ بچپن میں بھیا بھلکڑ کی نظر اُتارتے وقت ان کی اُمّی سے ایک غلطی ہو گئی تھی اور



دم کیے ہوئے پانی کا لوٹا بھیا بھلکڑ کے سر پر گر گیا تھا جس کی وجہ سے ان کی یاداشت پر بُرا اثر پڑا تھا۔ ب
بھلکڑ ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور سچ تو یہ تھا کہ انہیں دادی اماں کی کہانی یاد ہی نہیں رہتی تھی جو ا
کے بارے میں سوچتے۔ آج بھیا بھلکڑ نے پکا ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنا کوئی کام نہیں بھولیں گے اور یہی و
تھی کہ آج وہ مسجد سے نکلے تو ان کاموں کی لسٹ رَٹ رہے تھے جو ان کو آج کرنے تھے۔ ابھی
انہوں نے مسجد کے احاطے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ اچانک ان کی نظر سڑک پر پڑی، وہاں ایک آدم
ہاتھ میں ٹوکرا لیے اور دوسرے ہاتھ میں چُھرا پکڑے جا رہا تھا۔ "قسائی" ان کے دماغ میں جھما کا سا ہوا۔
"اف توبہ عید کی نماز میں صرف تین گھنٹے رہ گئے اور میں نے ابھی تک قصائی کا بندوبست نہیں کیا۔" انہوں
نے اپنا سر پکڑ لیا۔ انہیں یاد تھا کہ پچھلی دفعہ کئی دن پہلے قصائی بک کرنے کے باوجود قسائی نے قربانی کے
وقت کتنا تنگ کیا تھا۔ کتنے چکر لگانے کے باوجود وہ وقت پر نہیں آیا تھا اور پھر آدھے گلے پر چھری
پھیرنے کے بعد اس نے بکرے کو چھوڑ دیا اور سو روپے زائد کا مطالبہ کیا۔ اس وقت ابا میاں کو
مجبوراً ماننا پڑا ورنہ بکرا تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جاتا اور قربانی نہ ہوتی۔ اس واقعہ کے بعد ابا میاں نے
حکم سُنا دیا کہ اگلی دفعہ قسائی کا بندوبست کرنا بھیا بھلکڑ کی ذمے داری ہے یہ کہ قسائی وقت پر آئے اور
معاوضہ بھی پہلے سے طے ہو۔ بھیا بھلکڑ کو ابا میاں پر بڑا غصہ آیا کہ ایک طرف تو وہ کہتے تھے کہ بھیا بھلکڑ
گھر کے سب سے سیدھے سادھے بلکہ بدھو آدمی ہیں اور دوسری طرف ان کے سر پر اتنی بھاری ذمے
داری ڈال دی اور سب سے زیادہ غصہ تو انہیں اس بات پر آ رہا تھا کہ ایک سال پہلے یہ کام انہیں دیا گیا
اور اب عید آ گئی اور کسی نے یاد تک نہیں دلایا۔ انہیں تو ایک دن پہلے کی بات یاد نہ رہتی تھی، بھلا اتنی
پرانی بات کیسے یاد رہتی۔ اب جو ان کی نظر قصائی پر پڑی تو انہیں یاد آیا "مجھے اس کو فوراً پکڑ
کر بات کر لینی چاہیے" بھیا بھلکڑ نے سوچا اور چھلانگ مار کر نیچے اترے پاؤں زمین پر پڑا تو ایک زور دار چیخ
ان کے حلق سے بر آمد ہوئی کوئی چیز بڑی بُری طرح ان کے پاؤں میں چبھی تھی۔ نیچے دیکھا تو معلوم ہوا
کہ وہ ننگے پاؤں ہیں، جوتی وہ مسجد میں بھول آئے تھے۔ "میں جوتیاں لے آؤں پھر بھاگ کر اسے
پکڑ لوں گا۔" بھیا بھلکڑ نے سوچا اور اندر کی طرف لپکے۔ اِدھر اُدھر دیکھا مگر جوتیاں نہ ملیں، پھر اچانک نظر اپنی
جوتیوں پر پڑ گئی "مگر یہ کیا" جوتیوں میں دو عدد پاؤں بھی موجود تھے۔ بھیا بھلکڑ نے گھبرا کر نیچے دیکھا ان
کے پاؤں موجود تھے، وہ کسی اور کے پاؤں تھے گویا کوئی ان کی جوتی چوری کر کے لے جا رہا تھا۔ بھیا بھلکڑ
نے لپک کر اس آدمی کو پکڑ لیا اور بولے "بھیا یہ میری جوتیاں ہیں۔" موٹے آدمی نے انہیں مڑ کر
دیکھا اور بولا "کس نے کہا ہے؟"
"کس نے کہا ہے!"

بھیا سوچ میں پڑ گئے پھر جھنجھلا کر بولے "ارے میاں کہے گا کون یہ ہیں ہی میری جوتیاں"۔

"آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟" موٹا آدمی انہیں گھورتا ہوا بولا"۔

"ارے میاں! میں پہچانتا ہوں میں نے خود اسٹور سے ننانوے روپے ننانوے پیسے میں خریدی تھی۔" بھیا بھلکڑ کو اب غصہ آگیا تھا۔

"تو کیا کوئی اور آدمی ننانوے روپے ننانوے پیسے کی جوتی نہیں خرید سکتا؟" موٹا آدمی تیز لہجے میں بولا۔

لیک تو بھیا کو ویسے ہی جلدی تھی اور دوسری طرف یہ۔ ان کے غصے کی انتہا نہ رہی بھیا بھلکڑ نے اس کا گریبان پکڑ لیا "میں کہتا ہوں میری جوتی دے دو ورنہ....." بھیا غصے سے بُری طرح کانپنے لگے تھے۔ پتا نہیں وہ شخص بھیا کی دھمکی سے ڈر گیا تھا یا بھیا بھلکڑ کے کانپنے سے کہ اس نے جوتیاں اتار دیں اور بڑبڑاتا ہوا چل دیا، "عجیب لوگ ہیں پہلے خود ہی جوتیاں چھوڑ جاتے ہیں اور پھر جب کوئی غریب پہن لے تو واپسی کے لیے شور مچاتے ہیں۔"

بھیا نے جلدی سے جوتیاں پہنیں اور مسجد سے نکل کر اس چوراہے کی طرف بھاگے جہاں انہوں نے قسائی کو جاتے دیکھا تھا۔ چوراہے پر پہنچ کر وہ چکرا کر رہ گئے، سڑکیں سنسان پڑی تھیں قسائی کہیں نظر نہیں آرہا تھا ابھی وہ ادھر ادھر دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر اسٹریٹ لائٹ کے نیچے پڑی تو وہاں ایک گٹھری سی پڑی نظر آئی، غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی نشہ کا عادی گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا۔ بھیا بھلکڑ لپک کر اس کے پاس پہنچے اور بولے "بھیا آپ نے کوئی لمبے قد کا پتلا دبلا سا آدمی تو ادھر سے گزرتے نہیں دیکھا ہے، گورا رنگ ہاتھ میں ٹوکرا اور چھری پکڑے ہوئے"۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر اشارے سے بولا "ادھر گیا ہے"۔ اور سگریٹ منہ میں دبا کر دوبارہ سجدے کی حالت میں چلا گیا۔ بھیا بھلکڑ اشارہ ملتے ہی اس طرف بھاگ کھڑے ہوئے وہ قسائی کو فوراً پکڑ لینا چاہتے تھے۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ سامنے ایک بچہ نظر آیا۔ اس نے ایک گھر کی گھنٹی بجائی اور بھاگ گیا۔ بھیا بھلکڑ نے توجہ نہیں کی اور بھاگتے رہے مگر ابھی وہ ذرا آگے نکلے ہی تھے کہ پیچھے سے ایک عورت کی آواز آئی "ارے میاں! پکڑنا یہی ہے جو روزانہ ہماری گھنٹی بجا کر بھاگ جاتا ہے"۔ یہ سن کر بھیا بھلکڑ کے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ انہوں نے اور تیز بھاگنا شروع کر دیا، مگر تھوڑی ہی دیر میں ایک تگڑے سے آدمی نے انہیں گردن سے پکڑ لیا" اچھا تو یہ تم ہو جو روزانہ گھنٹی بجا کر بھاگ جاتے ہو"۔

"ارے نہیں بھائی! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" بھیا بھلکڑ کی تو اس موٹے تازے آدمی کو

دیکھ کر ہی جان نکلی جا رہی تھی۔

"اچھا تو تم نے کبھی گھنٹی نہیں بجائی؟" اس نے بھیا بھلکڑ کو ایک زور دار جھٹکا دیا۔

ایک دفعہ بجائی تھی بھیا بھلکڑ منمنائے۔ "وہ بھی بچوں کی ضد تھی کہ بیل کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹی بجائیں تب بیل نے اتنی زور سے ٹکر ماری تھی کہ اس کے بعد سے میں گھنٹی بجانا ہی بھول گیا"۔ بھ نے بمشکل بات ختم کی۔

"مجھے بیوقوف بناتا ہے"۔

اس آدمی نے ایک زور دار تھپڑ رسید کیا اور بھیا بھلکڑ منہ کے بل زمین پر آرہے۔ بھیا بھلکڑ جیسے کمزور آدمی کے لیے اس نے اتنی سزا ہی کافی سمجھی اور واپس چل دیا۔ بھیا بھلکڑ بھی جان بچا کر بھاگے۔ مگر اب بھی ان پر قسائی کو تلاش کرنے کی دھن سوار تھی۔ سڑک پر بے عزت ہونے کی انہیں ذرا پرواہ نہ تھی اصل پریشانی یہ تھی کہ گھر میں بے عزت نہ ہونا پڑے۔ تو بھیا بھلکڑ تھک ہار کر واپس چل دیئے وہ ایلچی جس نے قسائی کا پتا بتایا تھا اب بھی وہیں بیٹھا تھا بھیا بھلکڑ کو دیکھ کر بولا، "آپ نے دبلے پتلے لمبے قد کے گورے سے آدمی کا پوچھا تھا نا" بھیا نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ ایلچی بولا معاف کرنا بھائی میں نے غلط بتا دیا تھا۔ وہ آدمی اس طرف نہیں دوسری طرف گیا تھا" بھیا بھلکڑ کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور دل چاہا کہ اس کا گلا دبا دیں مگر وہ رکے نہیں اور تیز تیز قدموں سے دوسری طرف چل دیئے۔ بھیا بھلکڑ ہر گلی میں جھانکتے جا رہے تھے۔ ایک گلی میں دیکھا تو خوشی کے مارے ان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ قسائی چلا جا رہا تھا، بس پھر کیا تھا بھیا بھلکڑ نے جھٹ جوتیاں اتار کر ہاتھ میں پکڑیں، کمر بند زور سے کسا اور قسائی کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ بھیا بھلکڑ کو جب بھی بھاگنا پڑتا احتیاطاً کمر بند اچھی طرح کس لیتے تھے۔ ..... قسائی اب ایک اور گلی میں مڑ چکا تھا۔ بھیا کا ماتھا ٹھنکا۔ یہ تو وہی گلی ہے جس کے کتے سارے محلے میں مشہور تھے۔ ایک دفعہ بھیا بھلکڑ صبح صبح چہل قدمی کرتے ہوئے ادھر نکل آئے تھے۔ اور کتے ان کے پیچھے لگ گئے تھے بھیا بھلکڑ نے بڑی مشکل سے جان بچائی تھی مگر پھر بھی ایک کتے نے کاٹ ہی لیا تھا وہ تو خیر ہوئی کہ کتے کے دانت ان کے پاجامے میں پھنس گئے اور ٹانگ بچ گئی۔ بھیا بھلکڑ کتے کی شکایت لے کر اس کے مالک کے پاس پہنچے تو اس نے الٹا انہیں ڈانٹ دیا اور بولا" صبح صبح اپنے کتے کے دانت صاف کروائے تھے اور تمہارے غلیظ پاجامے میں پھنس کر سارے گندے ہو گئے"۔ اسی لیے کتوں کے خیال سے بھیا نے مڑتے وقت ایک بڑا سا پتھر اٹھا لیا۔ قسائی بڑے آرام سے ٹہلتے ہوئے جا رہا تھا۔ اب جو اس نے بھیا بھلکڑ کو ایک ہاتھ میں جوتیاں پکڑے اور دوسرے ہاتھ میں پتھر پکڑے اپنی طرف بھاگتے دیکھا تو وہ بھی سر پہ پیر رکھ کر بھاگا۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد رک گیا اور جیسے ہی بھیا بھلکڑ اس کے پاس پہنچے

اس نے بھیا بھلکڑ کو پکڑ کر اڑ نگا مار کر زمین پر گرا دیا۔ قسائی کے ہاتھ میں چھرا تھا بھیا کی آواز حلق میں ہی اٹک کر رہ گئی۔ بڑی مشکل سے بولے "ارے بھائی میں تو تم سے قربانی کروانا چاہتا ہوں"

"قربانی کے لیے...... اتنی جلدی؟" وہ بھیا بھلکڑ کو چھوڑتا ہوا حیرت سے بولا۔

"شاید دیر ہو جانے کی وجہ سے یہ میرا مذاق اڑا رہا ہے۔" بھیا نے سوچا "مگر مجھے اس کو منا لینا چاہیئے۔" یہ سوچ کر بھیا بھلکڑ نے فوراً جھک کے عرض کیا "پلیز وعدہ کریں کہ آپ ضرور آئیں گے"۔ بھیا بھلکڑ نے عاجزی میں سر جھکایا تو ان کی ٹوپی قسائی کے قدموں میں گر گئی۔ وہ بے چارہ پتا نہیں کیا سمجھا فوراً بولا "اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" بھیا بھلکڑ نے اسے اپنا پتا سمجھایا اور تاکید کی کہ ٹھیک دس بجے آجانا۔

بھیا بھلکڑ گھر پہنچے تو بڑے خوش تھے تکلیف تو انہوں نے بہت اٹھائی تھی مگر انہیں خوشی تھی کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری خوش اسلوبی سے نبھا دی تھی۔

بھیا بھلکڑ گھر پہنچے تو بڑے خوش تھے وہ ابا میاں کے کمرے میں پہنچے اور خوش خوش بولے آپ نے تو مجھے یاد تو نہیں دلایا مگر میں نے پھر بھی بندوبست کر لیا ہے"۔

"بندوبست کس چیز کا بندوبست؟" ابا میاں حیرت سے بولے "یہی قسائی کا ٹھیک دس بجے قربانی کرنے آجائے گا۔" بھیا بھلکڑ بڑے فخر سے بولے پہلے تو سب انہیں حیرت سے دیکھتے رہے مگر پھر جو سب پر ہنسی کا دورہ پڑا تو نہ پوچھیے۔ بھیا بھلکڑ کو بڑا غصہ آیا بولے "بھلا اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے" چھوٹا بھائی بولا "بھیا بھولتے تو آپ پہلے بھی تھے مگر اس دفعہ تو آپ نے حد کر دی" "کیا مطلب؟" بھیا بھلکڑ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا "کیا آج عید نہیں ہے؟"

جی نہیں عید تو ہے مگر عیدالاضحیٰ نہیں بلکہ عیدالفطر ہے۔" بھیا بھلکڑ حیرت کی تصویر بنے اپنے کمرے میں گئے۔ شرمندہ تو بھیا بھلکڑ بہت ہوئے مگر وہ مطمئن تھے اچھا ہی کیا کہ انہوں نے قسائی کی بکنگ کر لی۔ معلوم نہیں اگلی عید تک قسائی ہاتھ بھی آتا ہے یا نہیں۔ لوگ بے شک عید سے بہت پہلے قصائی کی بکنگ کر لیتے ہوں گے مگر بھیا بھلکڑ نے جتنے پہلے بکنگ کی شاید ہی کبھی کسی نے کی ہوگی۔

اپنی تحریر بھجواتے ہوئے یا ہمیں خط لکھتے ہوئے اپنا پتہ لفافے کی پشت پر لکھنے کو کافی نہ سمجھیے۔ اپنے ہر خط اور اپنی ہر تحریر کے نیچے اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور لکھیے۔

لکھنا اوٹ پٹانگ کہانی کا

نائلہ صدیقی

گیدڑ کی شامت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے ہماری جو شامت آئی تو ہم ایک عدد معاشرتی سبق آموز کہانی لکھنے بیٹھ گئے۔ ہمیں یہ چیلنج دیا گیا ہے کہ ہم کوئی سبق آموز اور پیغاماتی کہانی نہیں لکھ سکتے، صرف اوٹ پٹانگ، بے سروپا مضامین لکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ اس چیلنج کے جواب میں ہم ایک معاشرتی کہانی لکھنے میں جی جان سے جُتے ہوئے ہیں اور بہت سی معاشرتی و سبق آموز کہانیوں کے خاکے ہمارے ذہن میں گردش کر رہے ہیں۔

معاشرتی اور سبق آموز کہانیاں بالعموم مکافاتِ عمل پر مبنی ہوتی ہیں، اس سلسلے میں منشیات کہانیاں بڑی مقبول ہیں۔ اس کہانی میں ہوتا یہ ہے کہ منشیات کا ایک بہت بڑا اسمگلر ہوتا ہے، وہ اپنے وطن



ے نوجوانوں کو نشے کے ذریعے تباہ کرتا رہتا ہے، منشیات پھیلاتا رہتا ہے۔ منشیات پھیلاتے پھیلاتے
ب وہ گھر پہنچتا ہے تو اسے اچانک پتہ چلتا ہے کہ اس کا اپنا بیٹا نشی یعنی منشیات کا عادی ہو گیا ہے۔ بس یہی
ہانی کا عروج و زوال ہوتا ہے یعنی کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ اچھے مصنفین اس موقع پر منشیات فروش کی
نکھوں سے دو آنسو بھی نکال دیتے ہیں تاکہ قارئین سمجھ جائیں کہ یہ پچھتا رہا ہے۔ اس کہانی کو مزید اثر انگیز
س طرح بنایا جاسکتا ہے کہ "ایک تھا منشیات کا اسمگلر! ایک دن جب وہ منشیات بیچ کر گھر پہنچتا ہے تو اس
کا اکلوتا بیٹا اسے نوچنے کھسوٹنے اور بھنبھوڑنے لگتا ہے۔ ارے یہ کیا کر رہا ہے؟ اسمگلر چیخ اٹھا "آپ
منشیات بیچتے ہیں ناں اس لیے آپ کا بیٹا نشی یعنی منشیات کا عادی ہو گیا ہے، یہ عمل مکافات ہے۔" بیوی
رو کر بولی۔ "تو یہ مجھے کیوں نوچ کھسوٹ رہا ہے؟ نشی تو اپنے آپ کو نوچتے کاٹتے ہیں۔" اسمگلر
دھاڑا۔

"اس لیے ڈیڈی! کہ منشیات آپ بیچتے ہیں اس لیے تھوڑی سزا آپ کو بھی ملنی چاہیے تاکہ آپ
کو بھی مزہ آئے منشیات بیچنے کا!" بیٹے نے ہنس کر کہا۔ "مم مجھے معاف کر دو بیٹا!" اسمگلر چیخ اٹھا مگر
اب وقت گزر چکا تھا۔ دیکھا بچو! منشیات بیچنے کا انجام! واہ کیسی شاندار معاشرتی کہانی تخلیق ہوئی ہے، ذرا یہ
جملہ تو انڈر لائن کر دوں، دیکھا بچو والا! تاکہ بچے سمجھ جائیں کہ یہاں سے سبق شروع ہو گیا ہے۔

تخریب کاری! یہ بھی سبق آموز معاشرتی کہانیوں کا مقبول موضوع ہے۔ اس میں ایک تخریب
کار وطن دشمن عناصر سے لاکھوں روپے وصول کر کے اپنے وطن میں تباہی و بربادی پھیلاتا رہتا ہے۔ ایک
روز وہ صدر (اس ضمن میں مصنف جس شہر میں رہتا ہے اس شہر کے مشہور مقام کا نام لکھا جاتا
ہے) بم رکھ دیتا ہے پھر لاکھوں روپے بوری میں بھر کے سر پر رکھ کر ہنسی خوشی گھر لوٹتا ہے تو اسے پتا چلتا
ہے کہ اس کے بچے تو سیر کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ وہ چیخ پڑتا ہے، نوٹوں کو آگ لگا دیتا ہے۔
بیوی کو ڈانٹتا ہے کہ وہ کیوں نہیں گئی؟ اس موقع پر اگر مصنف قارئین کو بہت کھول کھول کر سبق
سمجھانا چاہیے تو وہ "ضمیر" کو تخریب کار کے سامنے لے آتا ہے جو تخریب کار اور قارئین دونوں کو یہ بتاتا
ہے کہ وہ جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے خود ہی اس میں گر جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سبق ختم اور
کہانی بھی ختم۔

ایک اور سبق آموز کہانی، لکھنے والوں میں بہت مقبول ہے جو ہر ماہ ہر رسالے میں شائع ہوتی ہے وہ
کہانی اس قسم کی ہوتی ہے کہ ایک بہت مشہور اور بہت بے رحم ڈاکٹر ہوتا ہے جو ہزاروں روپے فیس لیتا ہے
لو ہو آپ سمجھ گئے! بھئی جو قارئین چار پانچ رسالے پڑھ چکا ہے وہ اس کہانی کو بہت اچھی طرح سمجھ چکا
ہے۔ بہرحال ہمیں تو سبق آموز کہانی سے غرض ہے، قارئین سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں۔ اب آپ یہ تو سمجھ

ہی گئے ہوں گے کہ اسی دن ڈاکٹر کا اکلوتا بیٹا روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو جائے گا (ایسی کہانیوں میں محسوس ہوتا ہے جیسے ادھر ڈاکٹر باپ نے ہزاروں روپے فیس لی ادھر شہر کی تمام گاڑیاں اس کے اکلوتے پر چڑھ دوڑیں، بہرحال سبق تو یہیں سے شروع ہوتا ہے اس لیے یہ منظر دکھانا ناگزیر ہے) ۔ اب چند راہ گیر زخمی بیٹے کو لے کر اس کے کلینک آئیں گے وہ ہزاروں روپے فیس طلب کرے گا۔ راہ گیر فیس دینے سے معذوری ظاہر کریں گے۔ (راہ گیروں کو معلوم ہے کہ یہ مکافات عمل ہے لہٰذا وہ کیوں ہزاروں روپے خرچ کریں) ڈاکٹر زخمی کو دیکھنے سے انکار کر دے گا، آخر کوئی نامعلوم طاقت (یعنی مصنف) اسے کر آپریشن تھیٹر لے جائے گی جہاں اس کا اپنا بیٹا زخمی پڑا ہو گا۔ بعض بے درد مصنفین اس موقع پر انگیزی پیدا کرنے کے لیے بیٹے کو مار بھی دیتے ہیں (کیونکہ وہ ڈاکٹر کا بیٹا ہے مصنف کا نہیں) یہیں پر کہانی بھی مر جاتی ہے یعنی ختم ہو جاتی ہے۔ اب اگر قارئین یہ کہیں کہ یہ کہانی تو شروع ہی سے مری ہوئی تھی تو ہم کیا کریں؟ ہمیں تو سبق دینا مقصود ہے۔ کچھ جدت پسند مصنفین اس کہانی میں ایکسیڈنٹ کے بجائے اسٹرائیک دکھانا پسند کرتے ہیں۔ اس سے کہانی میں ذرا انفرادیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ انفرادیت صرف پہلی کہانی تک محدود رہتی ہے پھر بار بار اسٹرائیک اور بار بار بیٹے کے مرنے سے بوریت پیدا ہو جاتی ہے۔ خیر اس کہانی کا مختصر خاکہ یوں ہوتا ہے کہ ڈاکٹر اپنے مطالبات منوانے کے لیے ہڑتال کر دیتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں وہ کسی مریض اور کسی بیٹے کو نہیں دیکھیں گے، بقیہ کہانی وہی ہوتی ہے یعنی زخمی بیٹے کی آمد، ڈاکٹر کا انکار آخر کار بیٹے کی وفات اور عمل مکافات۔

لیجیے! تین چار شاندار قسم کی معاشرتی کہانیوں کا خاکہ تیار ہو گیا۔ ہم نے تھوڑے سے رد و بدل کے ساتھ چاروں کہانیاں تیار کر کے چار مختلف رسالوں میں بھیج دیں۔ ہمیں امید تھی کہ ہماری چاروں کہانیاں پورے اعزاز کے ساتھ ہر رسالے کے اولین صفحات میں شائع ہوں گی۔ ہم بے چینی سے اپنی سبق آموز معاشرتی کہانی شائع ہونے کے منتظر تھے کہ ایک رسالے کے ایڈیٹر کی طرف سے ہمیں یہ خط موصول ہوا

"محترمہ مصنفہ صاحبہ!

السلام علیکم

آپ کی معاشرتی اور سبق آموز کہانی موصول ہوئی۔ ہم معذرت کے ساتھ آپ کو یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ یہ کہانی ناقابل اشاعت ہے۔ ناقابل اشاعت ہونے کی دو وجوہ ہیں اول یہ کہ موضوع بہت پرانا ہے اور اس قسم کی کہانیاں بار بار شائع کرنے سے ہمارے قارئین کو صرف یہ سبق ملے گا کہ ہمارا رسالہ پڑھنا بند کر دیں۔ دوسرے ہم اس قسم کی کہانیاں شائع کر کے اپنے قاری کو اداس، پریشان اور

متحمل نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارا قاری ایک عام آدمی ہے، جو اسی معاشرے میں رہتا اور دن رات لاقانونیت، تخریب کاری، دہشت گردی، رشوت ستانی جیسے معاشرتی مسائل سے دوچار رہتا ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ جب وہ ان مسائل سے وقتی طور پر نجات حاصل کرنے کے لیے ہمارا رسالہ پڑھے تو بجائے تفریح حاصل کرنے کے مزید بیزار ہو جائے۔ ایک تھکے ہارے پریشان حال شخص کو خوشی، سکون اور تفریح کے چند لمحات فراہم کرنا کیا نیکی نہیں؟ اگر آپ ہمارے خیال سے متفق ہیں تو فوراً ایک عدد ہنستا مسکراتا مضمون روانہ کر دیجیے!"

والسلام ایڈیٹر

اور قارئین! آج کل ہم ایک اوٹ پٹانگ مضمون لکھنے میں مصروف ہیں لیکن سچ سچ بتایئے کہیں یہ مضمون بھی تو اوٹ پٹانگ نہیں ہو گیا۔

یاد رکھیے — اگر آپ کی خریداری نمبر کے سامنے سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی۔ براہ کرم اپنا سالانہ چندہ کا مبلغ 40/ روپے فوراً بھیجیے (منیجر)

بچوں کی نئی دلچسپ کتابیں

ننھے منے بچوں کے لیے

بتاشے	۶/۵۰
جاں نثار دوست	۵/-
چاند کی بیٹی (باتصویر)	۵/-
دم کٹی لومڑی "	۶/۵۰
جادو کی ہنڈیا "	۵/-
شیر اور بکری "	۶/۵۰
کتے کا خواب "	۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا "	۶/۵۰
چالاک بلی "	۶/-
گدھے نے بجائی بانسری "	۶/۵۰

بڑے بچوں کے لیے

نردوطی کا آدم خور	۶/-
غریب لکڑہارے کی کہانی	۶/-
خلائی مسافر	۶/-
جنت کے کرشمے	۶/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	۹/-
ہمارے عظیم سائنس داں	۸/-
سام پہ کیا گزری	۳/۵۰
غذا کی کہانی	۳/-
زیبو	۶/-
شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوا	۶/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	۶/-
سنہرے اصول	۳/-
نرالے گوبے	۲/-
بالونی کچھوا	۴/-
بدر شہزادی	۶/-

مولانا آزاد کی کہانی	۱۸/-
ننھا سیاح	۴/-
ابو خاں کی بکری	۱۹/-
پرواز کی کہانی	۳/-
سمندری طوفان اور تین لڑکے	۶/-
خالی ہاتھ	۹/-
حاجی بابا کی ڈائری	۶/۵۰
بہادر علی	۷/۵۰
کھلونا نگر	۷/-
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	۶/-
قصہ اژدھا پکڑنے کا	۵/-
ننھا سراغ رساں	۵/-
ابو علی کا جوتا	۵/-
چند مشہور طبیب اور سائنس داں	۹/-
چور پکڑو	۳/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	۷/۵۰
جادو کی سارنگی	۳/-
جادو کا چھلا	۳/-
پانچ جاسوس	۸/۵۰
جنگل کی ایک رات	۶/-
ہرن کا دل	۲/-
اچھی کہانیاں	۲/۵۰
دریا کی رانی	۲/-
گوہر شہزادی	۳/-
تین اناڑی	۶/-
چوری کی عادت	۳/۵
شرارت	۳/-
دلی کی شادی	۴/-
گاندھی جی دکنی افریقہ میں	۲/-
بندر اور نائی	۳/۵۰
رنگوں کی بستی	۴/-

پراسرار غار	/-
عرب بدویوں کی عوامی کہانیاں	/۵۰
بچوں کے ذاکر صاحب	۶/-
ننھا منو	۲/-
آؤ ڈراما کریں	۳/-
سلام مصافحہ	۵/-
مچھیرا اور اس کی بیوی	۳/۵۰
ایک کھلا راز	۳/۵۰
بھوتوں کا جہاز	۶/۵۰
صحت کی الف بے	۵/-
لومڑی کا گھر	۳/-
بچوں کی کہانیاں	۳/-
بابا ناصح	۳/-
ہار کی تلاش	۶/-
سرخ جوتے	۳/۵۰
اندرا گاندھی	۶/-
ننھا فرشتہ	۲/۵۰
جوہر قابل	۳/-
بھیڑیے کے بچے	۳/-
ننھا جبرو	۳/۵۰
پلک نہ مارو	۶/-
بچوں کے افسر	۶/-
شریر شیرا	۳/-
پری رانی	۳/-
خطرناک سفر	۳/۵۰
پرندوں سے جانوروں تک	۴/۵۰
ٹوٹے کھلونے	۵/-
اندھے کا بیٹا	۳/۵۰
پانچ بونے	۳/-
بچوں کے چار بزرگ دوست	۳/-
سہانے ترانے	۶/۵۰

پوشیدبین بنائیے

م۔الف۔ راشد

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا "میں صرف دو سو روپے میں تمھیں ایک ایسی انوکھی شے لاکر دے سکتا ہوں جس کی مدد سے تم لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو سکتی ہو۔ یعنی تم تو سب کو دیکھ سکتی ہو مگر کوئی دوسرا تمھیں نہیں دیکھ سکتا۔ "

بیوی نے خوشی خوشی دو سو روپے دے دیئے اور دن بھر اس عجیب و غریب جادوئی شے کا انتظار کرتی رہی۔ شام کو شوہر صاحب لوٹے تو ان کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا۔ بیوی نے جلدی سے وہ پیکٹ لیا اور بے صبری سے کھولا۔ اندر ایک سادہ سا برقع تھا۔ جس کی قیمت مشکل سے سو روپے ہوگی۔

لیکن ہم برقعے کے علاوہ بھی ایک ایسی چیز آپ کو بتا سکتے ہیں۔ جس کی مدد سے آپ خود و پوشیدہ رکھتے ہوئے دیوار کی دوسری طرف کا منظر یکھ سکتے ہیں۔ آپ نے جنگ کے موضوع پر ں ہوئی انگریزی فلموں میں آبدوزیں تو ضرور یکھی ہوں گی۔ اور اس بات کا مشاہدہ بھی کیا ہوگا آب دوز کا کمانڈر زیر آب رہتے ہوئے، ۔ موٹے سے پائپ کو پانی کی سطح سے تھوڑا سا بلند کے سطح سمندر پر موجود اشیاء کا نظارہ کرلیتا ہے۔ پائپ کو پیری اسکوپ یا پوشیدبین کہتے ہیں۔ آپ کو ایک سادہ سی پوشیدبین بنانے کا طریقہ

سامان:۔

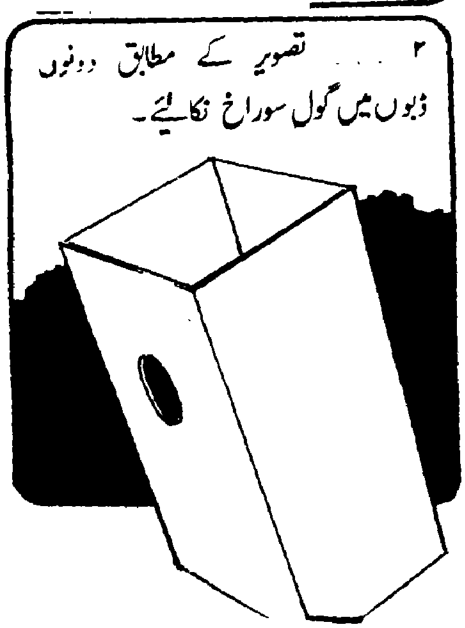
۱...... گتے کے دو چھوٹے ڈبے۔ (جیسے لوشن کے ڈبے ہوتے ہیں)

۲...... آئینے کے دو چھوٹے ٹکڑے۔

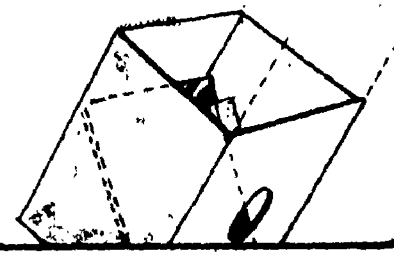
۳...... چاقو یا قینچی۔

۴...... چپکنے والی ٹیپ۔

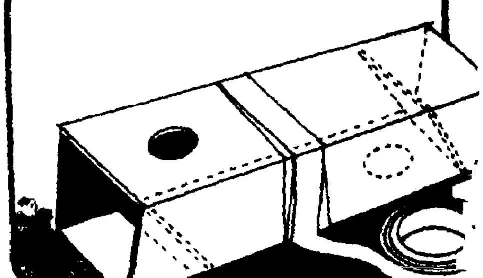




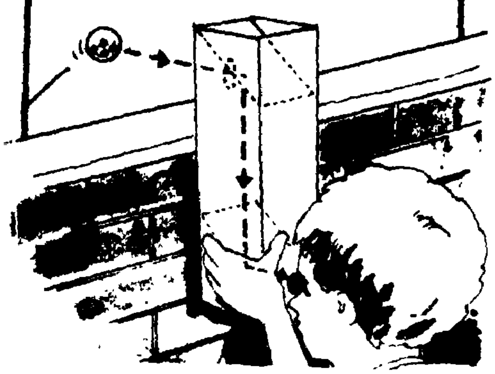
۳.......... ڈبوں کے اندر آئینے کے ٹکڑوں کو ٹیپ کی مدد سے چپکا دیجیے۔ خیال رہے کہ آئینے کے ٹکڑے تقریباً ۴۵ درجے کے زاویے پر ٹیپ کیجیے۔ جیسا کہ تصویر میں دکھایا گیا ہے۔



۴.......... ایک ڈبے کو دوسرے میں پھنسا کر ٹیپ کی مدد سے چپکا دیجیے۔ اس طرح کہ ڈبوں کے سوراخ ایک دوسرے کے مخالف سمت میں آئیں۔ یعنی ایک سوراخ اوپر اور دائیں طرف، اور دوسرا نیچے اور بائیں طرف۔



۵.......... لیجیے پوشیدہ بین تیار ہے۔ تجربے کے لیے گھر کی دیوار کے اس پار دیکھنے کی کوشش کیجیے۔ اس طرح کہ ایک سوراخ دیوار کی بلندی سے تھوڑا سا اوپر ہو۔ پھر نیچے والے دوسرے سوراخ میں سے دیکھیے۔ آپ کو منظر صاف دکھائی دے گا۔



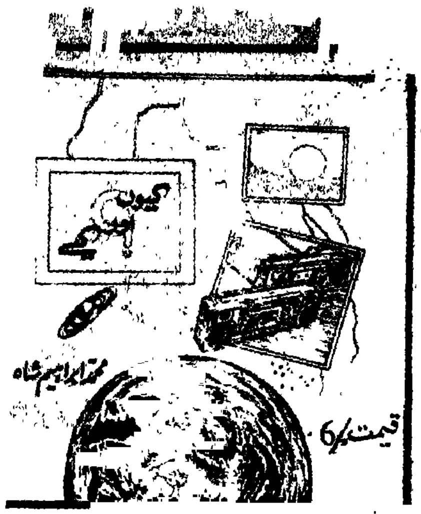
چونکہ روشنی خط مستقیم میں سفر کرتی ہے اور یہ آئینے کی سطح سے ٹکرا کر منعکس ہوتی ہے۔ اس طرح آپ خود کو پوشیدہ رکھتے ہوئے بھی دوسری طرف کا منظر دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیے تانک جھانک کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

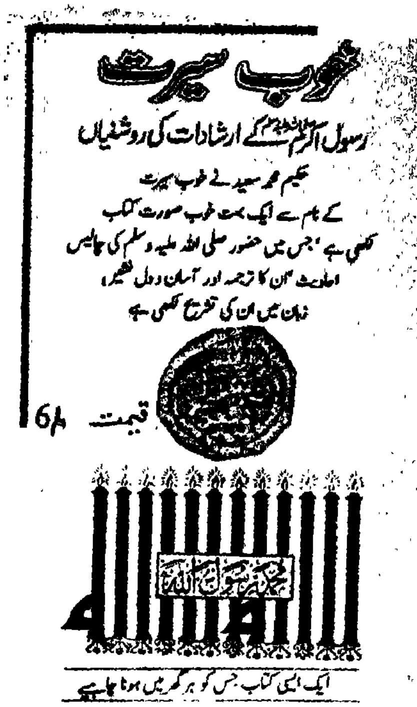
قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم "اچھی بات کا حکم دو اور بری بات سے (لوگوں کو) روکو۔"

پیارے بچو! اگر ہم سب قرآن پاک کے اس ارشاد پر عمل کریں تو ہمارا معاشرہ جنت کا نمونہ بن جائے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اردگرد جو بری باتیں دیکھیں انھیں پیار اور محبت کے ساتھ روکنے کی کوشش کریں مثلاً ہمارا کوئی دوست جھوٹ بولے، تو اُسے سمجھائیں کہ جھوٹ بولنا بہت بری بات ہے جھوٹے شخص پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے۔ کسی کو چغلی کرتے دیکھیں تو اسے منع کریں کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو چغلی کرنے سے منع فرمایا ہے چغلی کرنے سے آپس میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور جھگڑے بڑھتے ہیں۔

اللہ کے آخری رسولؐ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے [illegible] کو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا بہت ہی کمزور درجہ ہے۔

دوسروں کو برائی سے روکنا اور اچھے کام کا حکم دینا بہت زیادہ اجر و ثواب کا کام ہے اگر ہم غور کریں تو اس کی بدولت ہم بے شمار مصیبتوں سے بچ سکتے ہیں اللہ کے پیارے رسولؐ نے یہ بات ایک بڑی اچھی مثال دے کر سمجھائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، اگر دریا میں کشتی جا رہی ہو مسافروں میں سے کچھ لوگ کشتی کے نیچے کے حصے میں سوراخ کرنے لگیں اور کوئی ان کو روکے نہیں، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ سوراخ ہو کر کشتی پانی سے بھر جائے گی اور سب لوگ ڈوب جائیں گے اگر دوسرے آدمی سوراخ کرنے والوں کو روک دیتے تو خود بھی ڈوبنے سے بچ جاتے اور دوسروں کو بھی بچا لیتے۔ ●●


کیوں
محمد ابراہیم شاہ
قیمت 6/-


خوب سیرت
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنیاں
حکیم محمد سعید نے خوب سیرت
کے نام سے ایک بہت خوب صورت کتاب
لکھی ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس
احادیث ان کا ترجمہ اور آسان و دل نشیں
زبان میں ان کی تشریح لکھی ہے
قیمت 6/-
ایک ایسی کتاب جس کو ہر گھر میں ہونا چاہیے


علاج میرا دشمن
قاسم صدیقی
قیمت 6/-


عجائب گھر
قاسم صدیقی
قیمت 10/-


چالاک خرگوش کی واپسی
خرگوش کی شرارت اور ذہانت کے مزیدار قصے
جسے پڑھنے والے ہنسی سے لوٹ پوٹ
ہو جاتے ہیں
معراج
قیمت 15/-



مراٹھی سے ترجمہ

مہمان

ایک گاؤں میں ایک غریب خاندان رہا کرتا تھا۔ خاندان کیا تھا صرف ایک میاں اور ایک بیوی۔ میاں کو لوگ آپا (عام طور پر بڑے بھائی کو کہتے ہیں) اور بیوی کو کاکو یعنی چاچی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ میاں یعنی آپا نہایت ہی بھولے بھالے قسم کے انسان تھے۔ ان کے اس بھولے پن کی وجہ سے لوگ انھیں بے وقوف بنایا کرتے تھے۔ کاکو آپا کی ان حرکتوں کی وجہ سے بڑی پریشان رہا کرتی تھیں۔ آپا جب بھی کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرتے لوگ ان کے ساتھ دھوکا کرتے۔ کاکو نے لاکھ سمجھانے کی کوشش کی مگر اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔

حسبِ معمول آپا صبح تقریباً گیارہ بجے شنکر بھگوان کے مندر میں درشن کے لیے چلے جاتے وہاں کوئی مسافر، سادھو بیراگی یا بھکاری آیا ہوتا اس سے پوچھ تاچھ کرتے اگر اس نے کھانا نہ کھایا ہوتا تو اسے اپنے گھر کھانے پر لے آتے۔ ان آنے والوں میں زیادہ تر بھوکے نوجوان اور ڈھونگی قسم کے سادھو بیراگی یا بھکاری ہوا کرتے تھے۔ کاکو کا پکایا ہوا کھانا ڈٹ کر کھاتے ڈکارتے ہوئے چلے جاتے۔ کاکو ڈھونگیوں کو خوب جانتی تھیں جو مذہب کے نام پر محنت مزدوری سے جی چرا کر مفت کی روٹیاں توڑ کر دن گزارتے تھے۔ پریشان حال کاکو یہ سب کچھ سہتے ہوئے بھی اپنے میاں کی ان حرکتوں پر مسکرا کر رہ جاتی۔ دن اسی طرح گزرتے رہے۔ مگر جب پانی سر سے اونچا ہوگیا تو کاکو کو ایک ترکیب سوجھی۔ ایک دن جب معمول کے مطابق آپا شنکر بھگوان کے مندر میں درشن کے لیے چلے گئے۔ ان کی نظر ایک نوجوان پر پڑی۔ آپا اپنی عادت کے مطابق آگے بڑھے اور اس کا حال دریافت کیا۔ اور پوچھا۔

"کھانا وغیرہ کچھ کھایا بھی یا نہیں؟"

"نہیں۔ پہلے بھکشا کی خاطر سارے گاؤں کا پھیرا لگاؤں گا بعد میں —" نوجوان نے جواب دینا چاہا۔ "ارے بھائی! تم بھکشا کب مانگو گے اور پھر کھانا کب کھاؤ گے؟" آپا نے اس کا جواب پورا ہونے سے پہلے ہی دوسرا سوال کیا۔ آپا کو اس پر رحم آگیا تھا۔

"تو پھر کیا کروں صاحب؟" نوجوان بھکاری نے سوالیہ نظروں سے آپا کی جانب دیکھا۔ "ایک کام کرو، میرے گھر چلے جاؤ میں پندرہ بیس منٹ میں سیدھے گھر پہنچ رہا ہوں۔" یہ کہہ کر آپا نے اسے اپنے گھر کا پتا بتا دیا۔

کھانے کا مسئلہ حل ہوتے دیکھ کر نوجوان بھکاری بڑا خوش ہوا۔ اُٹھ کر سیدھا آپا کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑا اور ان کے گھر پہنچ گیا۔ کاکو گھر کے آنگن میں دھوتے ہوئے کپڑے پھیلا رہی تھیں۔ وہ اس مہمان کے آنے کی وجہ کو خوب سمجھ گئیں۔ آج انھوں نے اپنی ترکیب آزمانے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا۔ لہٰذا جھٹ آنچل میں سر چھپایا اور رونا شروع کر دیا۔ اس نوجوان کی سمجھ میں

* جھونپڑی بیلی۔ تیسری منزل ماہم ممبئی ۱۶

پھر کر بھیجا

"وہ آپا یہیں رہتے ہیں نا؟ وہ ابھی مجھے مندر میں ملے تھے انھوں نے مجھے گھر کھانا کھانے کے لیے بھیجا ہے۔"

"ارے بھگوان۔ ان کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ گاؤں میں اجنبی مہمانوں کو بلا کر اس رہٹ کی رسی سے سامنے والے درخت میں باندھ کر خوب پٹائی کرتے ہیں۔" وہ اس کی کاکو نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

نوجوان بھکاری اور پریشان ہو گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ سچ مچ آج مہنگائی کے اس دور میں جب اس شخص نے مندر میں آکر مجھ اجنبی کو کھانے پر مدعو کیا۔ اسی وقت مجھے جان لینا چاہیے تھا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ اب بھی وقت ہے اپنی غلطی کو درست کیا جائے۔

"تو اب میں کیا کروں؟" اس نے کاکو سے مشورہ کیا۔

"اب بھلا مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ تمھیں اگر اپنی جان کی پروا نہ ہو تو ان کا انتظار کرو۔ اور اگر پٹنے کا ڈر ہو تو دُم دبا کر بھاگ نکلو۔ گاؤں میں بھی کہیں دکھائی دیے تو تمھاری خیر نہیں۔ یہ بھی جان لو کہ پاگل پن کا دورہ پڑنے پر اُن میں دس ہاتھیوں کی طاقت آجاتی ہے۔"

نوجوان بھکاری نے گھبراہٹ میں کاکو کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور سرپٹ بھاگتا چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد آپا آ پہنچے۔ مہمان کو نہ دیکھ کر اسے حیرت ہوئی اس نے کاکو سے دریافت کیا "مہمان کہاں ہے؟"

"کیسے کیسے مہمانوں کو بھیجتے ہیں آپ بھی۔" کاکو نے جواب دیا۔

[illegible] ایک ڈنڈا لے دو دوڑتا چلا [illegible] اس سے کہا کہ تھوڑی دیر تک یا تو وہ آئیں گے اور تمھیں رسی اور ڈنڈا جو کچھ چاہیے دے دیں گے۔ میرا آنا کہنا تھا کہ خفا ہو کر چلا گیا۔"

"ارے بھئی دینا تھا اسے رسی اور ڈنڈا، تم نے خواہ مخواہ گھر آئے ہوئے مہمان کو ناراض کر کے لوٹا دیا۔ رکو میں ابھی اسے منا کر لے آتا ہوں۔" آپا نے یہ کہہ کر کنویں کے رہٹ پر پڑی [illegible] والی اور موٹا سا ڈنڈا لے کر اس نوجوان [illegible] کی تلاش میں نکل پڑے۔

گاؤں سے باہر جانے والی سیدھی سڑک پر جب آپا پہنچے تو انھیں دور دور وہ نوجوان جاتا ہوا دکھائی دیا۔ آپا نے زور زور سے آواز لگانی شروع کی۔ نوجوان نے جب مڑ کر آپا کو ایک ہاتھ میں رسی اور ایک ہاتھ میں ڈنڈا لے کر اپنے پیچھے آتے دیکھا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے اب وہ سمجھ گیا کہ اپنی خیر نہیں۔ اس نے بھاگنا شروع کیا۔ بھاگتا اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا جاتا۔ آپا اب بھی اسے منانے کے لیے دوڑے چلے جا رہے تھے۔ نوجوان بھکاری دوڑتے دوڑتے ایک موڑ پر غائب ہو گیا۔ آپا بھی تھک ہار کر گھر واپس لوٹ آئے۔

کاکو چاول چن رہی تھیں۔ آپا کو ناکام دیکھ کر اپنی ترکیب کی کامیابی پر ساری کے پلو میں منہ چھپائے مسکرا رہی تھیں۔



ہمدرد انسائیکلوپیڈیا

> پیارے بچو! جاگو جگاؤ، علم حاصل کرو اور علم کی شمع ہاتھ میں لے کر دوسروں تک علم کی روشنی پہنچاؤ۔ علم حاصل کرنا اور دوسروں تک علم کی روشنی پہنچانا بڑا مقدس فریضہ ہے۔
>
> حکیم محمد سعید

سوال :۔ لوہے کا بنا بھاری جہاز پانی پر تیرتا رہتا ہے، لیکن لوہے کی ایک کیل ڈوب جاتی ہے۔ کیوں؟

شاہین لطیف حیدر

جواب :۔ آپ نے اپنی سائنس کی کتاب میں ارشمیدس اصول تو پڑھا ہو گا کہ جب کوئی چیز یا جسم پانی پر چھوڑا جاتا ہے تو اُس کے تیرنے ڈوبنے کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ جتنا پانی اس نے ہٹایا ہے اُس کا وزن اس جسم کے اپنے وزن سے کم ہے یا زیادہ۔ کیل کا وزن اس پانی کے وزن سے زیادہ ہوتا ہے جتنا وہ ہٹاتی ہے اس لیے ڈوب جاتی ہے۔ جہاز لوہا استعمال کیا جاتا ہے، لیکن لکڑی بھی بہت استعمال کی جاتی ہے اور اُس کی شکل نیچے سے اتنی پھیلی ہوتی ہے کہ اس کا پیندا بہت سا پانی ہٹا دیتا ہے۔ اتنے پانی کا وزن اُس کے اپنے وزن کے مقابلے میں بہت ہوتا ہے اس لیے جہاز تیرتا ہے۔ جہاز کے وزن میں اتنی کمی ہو جاتی ہے جتنا اس پانی کا وزن ہے۔ یہ ہے اصول ارشمیدس۔

س :۔ کیا چھپکلی کا زہر سانپ سے زیادہ زہریلا ہوتا ہے؟ ایم فضل مغل

ج :۔ نہیں۔

س :۔ قوس قزح کس طرح بنتی ہے؟ پریم چند ٹالی

ج :۔ قوس قزح یا دھنک کمان بارش ختم ہونے کے بعد ڈوبتے سورج کی مخالف سمت میں آسمان پر نظر آتی ہیں جس میں سات رنگ چوڑائی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس ترکیب سے نظر آتے ہیں: بنفشی، کاہی، نیلا، سبز، زرد، نارنجی اور سرخ۔ اس کے بننے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ڈوبتے سورج کی ترچھی کرنیں بارش ختم ہونے کے بعد نمی کے ننھے قطروں میں سے گزرتی ہیں جو بے شمار تعداد میں ہوا میں معلق رہتے ہیں اور ان کرنوں کے لیے شیشے کے ننھے ذرّوں کا کام دیتے ہیں۔ روشنی کی کرن اپنے کسی بھی ذرّے میں

[illegible] سات رنگوں کی [illegible] جاتی ہے [illegible] شعاعیں
جب بے شمار تعداد میں یکجا ہوتی ہیں تو آسمان پر ایک کمان پیش کر دیتی ہیں۔ سورج کی شعاعیں پانی کے قطرے میں سے گزر کر مڑ جاتی ہیں اور سات رنگوں میں ٹوٹ جاتی ہیں۔

س :۔ جب ہمارے جسم پر چوٹ لگتی ہے اور پھر بھی ہم کام کرتے رہیں تو بعد میں چوٹ میں درد محسوس ہوتا ہے۔ ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے؟

سید فرحان احمد

ج :۔ درد کا تعلق بہت کچھ خون کی روانی کم یا بند ہو جانے سے ہے۔ جب ہمارے چوٹ لگتی ہے تو اُس جگہ خون کی روانی کچھ دیر تو ٹھیک رہتی ہے، اس لیے ہمیں اس جگہ زیادہ تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اسے ہم گرم چوٹ کہتے ہیں، لیکن تھوڑی دیر بعد ورم آ جانے کی وجہ سے اُدھر سے خون کی روانی کم ہو جاتی ہے اور ہمیں درد محسوس ہونے لگتا ہے۔

س :۔ دہی کس طرح بنتا ہے؟ اس کا عمل مفصل بتائیں۔

آنسہ فوزیہ حمید

ج :۔ جب دودھ میں ایک طرح کا خمیر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ جم جاتا ہے تو ہم اُسے دہی کہتے ہیں۔ یہ خمیر ایک طرح کے بیکٹیریا سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ جانتے ہوں گے کہ بعض بیکٹیریا یا جراثیم ہمارے دوست ہوتے ہیں اور بعض دشمن۔ دہی کے بیکٹیریا ہمارے دوست ہیں۔ اُن سے ہماری آنتوں اور ہضم کے نظام کو فائدہ پہنچتا ہے۔ دودھ میں جب تھوڑا سا دہی شامل کر دیا جاتا ہے تو یہ بیکٹیریا پوری مقدار میں پھیل کر اُسے جما دیتے ہیں اور دہی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ دودھ سے دہی بنانے کے لیے جو تھوڑا سا دہی ملایا جاتا ہے اُس کو جامن کہتے ہیں۔

س :۔ ایٹم بم کن اجزا سے تیار ہوتا ہے۔ اس سے خطرناک کوئی اور ہتھیار بھی ہے؟

مرزا وسیم بیگ شہزاد

ج :۔ یوں تو ہر چیز ایٹموں سے مل کر بنی ہے، لیکن ایٹم بم بنانے یا اچھے کاموں کے لیے جوہری توانائی حاصل کرنے کے لیے ہم وہ عناصر استعمال کرتے ہیں جن کے ایٹم بھاری ہیں یعنی وہ اندرونی طور پر زیادہ پیچیدہ ہوتے ہیں اور ان میں الیکٹرون، پروٹون، نیوٹرون وغیرہ ہلکے ذرات کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ ایٹم بم بنانے میں یورینیم نامی عنصر استعمال کیا گیا جو تاب کار ہوتا ہے یعنی اس سے خود بہ خود نظر نہ آنے والی طاقت ور شعاعیں پھوٹتی رہتی ہیں۔ یورینیم کے ایٹم ٹوٹ کر زبردست توانائی فراہم کرتے ہیں جسے جوہری توانائی کہتے ہیں۔ اسے تباہی پیدا کرنے کے لیے جس ہتھیار میں استعمال کیا گیا اُسے ایٹم بم کہتے ہیں۔ اب اُس سے بھی زیادہ مہلک ہتھیار اور بم ایجاد ہو چکے ہیں مثلاً ہائیڈروجن بم نیوٹرون بم وغیرہ۔

س :۔ بھاری پانی کیا ہوتا ہے۔ اسے کس مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے؟

پریم چند ٹالی

ج :۔ ہیوی واٹر یا بھاری پانی عام پانی کی طرح قدرتی طور پر کہیں نہیں پایا جاتا۔ کیمیا داں اُسے

پانی [illegible] تیار کرتے ہیں وہ ایٹمی توانائی حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

س :- طوفانِ بادو باراں کس طوفان کو کہتے ہیں اور اس کی رفتار کتنی ہوتی ہے؟

پریم چند تالی

ج :- "باد" ہوا کو اور "باراں" بارش کو کہتے ہیں۔ لہٰذا آندھی اور بارش کا طوفان "طوفانِ بادو باراں" کہلاتا ہے۔ اس کی رفتار مختلف ہوتی ہے۔ کبھی کبھی یہ رفتار ساٹھ میل فی گھنٹے تک پہنچ جاتی ہے اور یہ انتہا تباہی لاتی ہے۔

س :- دنیا میں کتنے قسم کے جان دار پائے جاتے ہیں؟

ج :- بے شمار قسم کے کوئی شخص انھیں شمار نہیں کرسکتا۔ آپ نے خود بھی چھوٹے بڑے کتنے ہی جان دار دیکھے ہوں گے۔ ان سے ہی اندازہ کیجیے کہ پوری دنیا میں اُن کی تعداد کتنی ہوگی۔ ہر ملک میں اس کی آب و ہوا اور جغرافیائی حالات کے مطابق مختلف جان دار ہوتے ہیں۔ ان کی جسامت بھی مختلف ہوتی ہے۔ چھوٹے جان دار بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔

س :- دنیا کی سب سے چھوٹی مخلوق کون سی ہے؟

خالد نسیم غوری

ج :- بیکٹیریا اور جراثیم۔

س :- دن رات کیسے پیدا ہوتے ہیں یا دن رات میں کیسے تبدیل ہو جاتے ہیں؟

فضل فولادی

ج :- آپ جانتے ہیں کہ ہماری زمین سورج کے سامنے ایک لٹّو کی طرح اپنے محور پر گردش کرتی ہے۔ وہ ایک گردش چوبیس گھنٹوں میں پوری کر لیتی ہے۔ اس کا جتنا حصہ سورج کے سامنے رہتا ہے، وہاں دن رہتا ہے۔ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور آسمان پر سفر کرتا ہوا شام کو مغرب میں غروب ہو جاتا ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ سورج اپنی جگہ پر رہتا ہے، لیکن زمین اس کے سامنے اپنے محور پر بھی گھومتی ہے اور اس کے چاروں طرف ایک طویل سفر بھی طے کرتی ہے۔ جتنے حصے پر سورج کی روشنی پڑتی رہتی ہے، اُسے ہم دن کہتے ہیں اور جب دن گزر کر وہ حصہ روشنی سے دُور چلا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ رات آگئی۔ پھر وہ حصہ سورج کے سامنے آجاتا ہے یعنی دن ہو جاتا ہے اور یوں یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ چونکہ زمین کا محور سیدھا نہیں ہے بلکہ عمود کے ساتھ زاویہ بناتا ہے، اس لیے زمین کے دن رات میں تھوڑا سا فرق آتا رہتا ہے۔ گرمیوں میں دن لمبے اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اور جاڑوں میں دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہوتی ہیں۔



ننھے منّے بچوں کے لیے دلچسپ اور باتصویر کہانیاں
بتاشہ
نرسری کے بچوں کے لیے آسان زبان میں دلچسپ نظمیں قیمت ۶/۵۰
جاں نثار دوست
بچوں کے لیے باتصویر کہانی
قیمت ۵/- روپے
جادو کی ہنڈیا
5/-
بھیڑیے کا گانا
6/50
شیر اور بکری
6/50
کوے کا خواب
7/-
دُم کٹی لومڑی
6/50
چالاک بلی
6/50
چاند کی بیٹی
5/-
گڈریے بھائی بانسری
قیمت 7/50



بچپن کی دوستی پختہ بھی ہوتی ہے اور پائیدار بھی۔ بچپن ہی سے اگر اچھے اور ہم خیال دوست میسّر آجائیں تو یہ زندگی کے بہترین ساتھی ثابت ہوتے ہیں۔ آپ خود بھی دوسروں کے اچھے دوست بنیے اور دوسرے اچھے بچّوں کو بھی اپنا دوست بنائیے۔

نام:۔ صیفی خاں، عمر ۱۳ سال
تعلیم:۔ دسویں جماعت
مشغلہ:۔ بیٹ منٹن کھیلنا، غزلیں پڑھنا اور پیامیوں سے قلمی دوستی کرنا۔
پتا:۔ جلالین 2/H/11 کلکتہ ۔ ۲۷

نام:۔ عزیز الرحمٰن انصاری، عمر ۱۲ سال
تعلیم:۔ ساتویں جماعت
مشغلہ:۔ پیامِ تعلیم پڑھنا، امنگ پڑھنا قلمی دوستی کرنا اور نعت شریف پڑھنا
پتا:۔ معرفت عبدالغفار انصاری ۔ ۷۵۵ غیبی نگر۔ بھیونڈی ضلع تھانہ۔

نام:۔ محمد اعظم عبدالرزاق شیخ، عمر ۱۷ سال
تعلیم:۔ ج.ی.م (پہلا سال)
مشغلہ:۔ کرکٹ کھیلنا، کتابیں پڑھنا۔
پتا:۔ مخدوم کالونی، گھر نمبر 1/15 ۔ بھٹکل

نام:۔ محمد وصی انصاری، عمر ۱۷ سال
تعلیم:۔ ایس ایس سی ڈی ایڈ
مشغلہ:۔ قلمی دوستی کرنا، کتابت کرنا، اچھی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا:۔ معرفت محمد سمیع اللہ ڈوڈی ہنڈہ ضلع اکولہ مہاراشٹر

نام:۔ سید ظہیر الدین سر قاضی
تعلیم:۔ ایم ۔ اے
مشغلہ:۔ پیامِ تعلیم اور دیگر کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ روزانہ اخبار پڑھنا، پڑھائی کے لیے محنت کرنا، ساتھ ساتھ بڑوں کا ادب کرنا اور بچّوں سے پیار کرنا۔
پتا:۔ رٹی ہلّی تعلقہ ہرے کیرور ضلع دھارواڑ کرناٹک۔

نام:۔ ابو عبیدہ محمد نثار شیخ، عمر ۱۳ سال
مشغلہ:۔ پیامِ تعلیم، امنگ اور نور کا مطالعہ کرنا۔ والدین کی خدمت کرنا۔
پتا:۔ معرفت۔ محمد نثار عبدالوحید شیخ پرکار منزل، غیبی نگر۔ بھیونڈی۔

نام:۔ عقیل احمد، عمر ۱۴ سال
تعلیم:۔ ساتویں جماعت
مشغلہ:۔ دوستی کرنا، پڑھنا۔
پتا:۔ معرفت محمد کلیم ماسٹر درگاہ بیلا ویشالی

نام:۔ شازیہ پروین
تعلیم:۔ چوتھی جماعت
مشغلہ:۔ کھیلنا، گھومنا، پڑھنا۔
پتا:۔ معرفت محمد کلیم ماسٹر درگاہ بیلا ویشالی

نام:۔ نازیہ پروین
تعلیم:۔ اوّل
مشغلہ:۔ پابندی سے اسکول جانا۔ دل لگاکر پڑھنا۔
پتا:۔ معرفت محمد عقیل احمد درگاہ بیلا۔ ویشالی (بہار)

نام :۔ [illegible] عمر ۹ سال
تعلیم :۔ اوّل
مشغلہ :۔ پڑھنا، کھیلنا۔
پتا :۔ محمد کلیم، درگاہ بیلا۔ ویشالی (بہار)

نام :۔ مہتاب عالم
تعلیم :۔ گیارھویں جماعت
مشغلہ :۔ فٹ بال کھیلنا۔ قلمی دوستی کرنا
پیام تعلیم و دیگر رسالوں کا
مطالعہ کرنا۔
پتا :۔ سی، ایم، او، ۸، رسید صالح لین
کلکتہ ۷۳۔

نام :۔ سعید احمد آفتاب
مشغلہ :۔ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، سیر و تفریح
کرنا، اچھوں کی صحبت میں بیٹھنا
بُروں سے دور رہنا۔
پتا :۔ معرفت نثار احمد صاحب۔ اسٹیج۔
کرافٹ، ۲/۳۴ ڈلور مین روڈ۔
ایکس سروس مین کالونی پوسٹ۔
آر۔ ٹی۔ نگر۔ بنگلور۔ کرناٹک

نام :۔ قمر آرا اکبر بیگ،
تعلیم :۔ چھٹی جماعت
پتا :۔ معرفت اکبر بیگ بابو بیگ، منگلوار پیٹھ
جنیر۔ ضلع پونے

نام :۔ محمد عرفات بیگ
تعلیم :۔ درجہ اوّل
پتا :۔ معرفت اکبر بیگ بابو بیگ، منگلوار پیٹھ
جنیر۔ ضلع پونے

نام :۔ [illegible]
تعلیم :۔ پانچویں جماعت
مشغلہ :۔ پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا
پتا :۔ رحمت نگر۔ برنپور۔ بردوان

نام :۔ ابوشعیب۔ عمر ۱۸ سال
تعلیم :۔ درجہ عالم
مشغلہ :۔ مطالعہ کرنا اور خدمت خلق کرنا
پتا :۔ جامعہ سلفیہ مرکزی دار العلوم بنارس

نام :۔ حامد پرویز، عمر ۱۷ سال۔
تعلیم :۔ بارھویں جماعت
مشغلہ :۔ کتابت کرنا اور رسائل و جرائد
کا مطالعہ کرنا۔
پتا :۔ معرفت محمد عیسیٰ سلفی، شنکر نگر پوسٹ
بلرامپور ضلع گونڈہ (یو۔پی)

نام :۔ محمد تقی، عمر ۱۸ سال
تعلیم :۔ ایس۔ ایس۔ ایل۔ سی
مشغلہ :۔ کرکٹ کھیلنا۔ پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا :۔ معرفت، شاہ الحمید راجہ، کمپل روڈ
تعلقہ کنداپور۔ شیرور

نام :۔ عبدالباری۔ عمر ۱۷ سال
تعلیم :۔ ایس۔ ایس۔ ایل۔ سی
مشغلہ :۔ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا۔ اچھی
اچھی باتیں کرنا۔
پتا :۔ معرفت عثمان بابو صاحب۔
جامعہ آباد۔ تعلقہ بھٹکل۔



آدھی رات کا وقت تھا۔ ایک افیمی بجلی کے ایک کھمبے پر بار بار چھڑی مار کر کہہ رہا تھا، دروازہ کھولو، دروازہ کھولو
ایک سپاہی کا ادھر سے گزر ہوا۔ پہلے تو وہ افیمی کو حیرت سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"یہ مکان نہیں ہے، یہاں کوئی نہیں رہتا۔"

افیمی آگ بگولہ ہو کر بولا۔

"کم بخت کہیں کا، اگر کوئی رہتا نہیں تو پھر اوپر کی منزل میں روشنی کیسے ہو رہی ہے"

شاہد عبدالرزاق شیخ۔ بھٹکل

شاداب (اشفاق سے) میں نے تمہارے جیسا بزدل دوست نہیں دیکھا۔
اشفاق:۔ کیوں؟ کیا بات ہے۔
شاداب:۔ جب مجھے نامر پیٹ رہا تھا تو تم بھاگ کیوں گئے؟
اشفاق:۔ یار میں سب سے اچھے دوست کو پٹتے ہوئے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔"

محمد ظہور عبدالرزاق
انواری تانگہ اسٹینڈ۔ ناگپور۔

ڈرائنگ کے ٹیچر بچوں کو ہوائی جہاز کی تصویر بنانے کے لیے کہتے ہیں۔ سب بچے تصویر بناتے ہیں مگر امتیاز تصویر نہیں بناتا۔
ٹیچر:۔ امتیاز! یہ کالے کالے دھبے کیا ہے؟
امتیاز:۔ "بادل"
ٹیچر:۔ اور ہوائی جہاز
امتیاز:۔ "بادلوں کے درمیان کہیں چھپ گیا۔"

گاہک:۔ یہ انڈا کتنے کا ہے؟
دوکاندار:۔ ایک روپیا پچیس پیسے کا۔
گاہک:۔ تعجب ہے! مرغی تو ایسا انڈا مفت میں دیتی ہے"۔

محمد اظہر الدین، سلیم احمد، جاوید خان
(وائے۔ زیڈ)

ایک مولوی صاحب ایک بھنکتے ہوئے گدھے کو رسی سے باندھ کر اپنے گھر کی طرف لے جا رہے تھے۔ راستے میں گدھے نے بہت منت سماجت کی، حضرت! مجھے چھوڑ دیجیے۔

مولوی صاحب:۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے
تم مالِ غنیمت ہو۔

گدھا:۔ "حضرت میں مالِ غنیمت نہیں بلکہ ایک گدھا ہوں۔

مولوی صاحب:۔ یہ بتاؤ تم ہندو ہو یا مسلمان۔

گدھا:۔ "حضور نہ میں ہندو ہوں نہ مسلمان، میں تو گدھا ہوں، اور گدھے کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔

مولوی صاحب:۔ میرے سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دو ورنہ جان سے مار ڈالوں گا۔"

گدھا:۔ (ڈرتے ڈرتے) میں ٹھیک ہی کہہ رہا ہوں مولوی صاحب "ایک مسلمان یا ہندو تو گدھا ہو سکتا ہے لیکن ایک گدھا، مسلمان یا ہندو نہیں ہو سکتا۔"

شاداب احمد، ریلوے کالونی سمستی پور

ایک شخص کے پاس ایک گائے تھی اس گائے کو اس نے فروخت کر دیا۔ اس کے دوست نے پوچھا۔ تمہاری گائے اتنی اچھی تھی، آخر تم نے کیوں فروخت کر دی۔ اس نے جواب دیا "اچھی تو واقعی تھی، لیکن میری بیٹی کو مارتی تھی۔ اس شخص کی لڑکی جو اس کے پاس ہی کھڑی تھی، جھٹ سے بولی، پاپا جان۔ "پھر بھائی جان کو کیوں نہیں بیچ دیتے۔ وہ بھی تو ہمیں روز آنہ مارتے ہیں۔"

شگفتہ خاتون، پوسٹ درگاہ بیلا۔ ویشالی

[illegible]
نام کیا ہے؟
اس نے جواب دیا "احمق"
دوسرے آدمی نے ہنس کر کہا "بہت اچھا نام ہے"
پاگل نے کہا "اگر حضور کو پسند ہے تو آپ رکھ لیں، میں کوئی دوسرا نام رکھ لوں گا۔"

نعیم المحق، پٹنہ ۸۰۰۰۰۴ (بہار)

بیوی بہت رات گئے واپس آئی تو شوہر سے مخاطب ہو کر بولیں۔ کیا تم یہ سمجھے تھے کہ میں کھو گئی ہوں؟
شوہر: "میں ایسا خوش نصیب کہاں۔"

نور العین صدیقی، بالاپور ضلع اکولہ۔

مجسٹریٹ:۔ جب فرزانہ کی اس کے شوہر سے جنگ ہوئی تو کیا تم اس وقت موقع پر موجود تھے۔
گواہ:۔ جی ہاں۔
مجسٹریٹ:۔ تم فرزانہ کے گواہ کی حیثیت سے کیا کہنا چاہتے ہو۔
گواہ:۔ "حضور یہ کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔"

مبشر علی صدیقی، بالاپور ضلع اکولہ

ایک نوجوان لڑکا کتاب ہاتھ میں لیے زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا۔
دوسرے نوجوان نے پوچھا "کیوں ہنس

[illegible] بات ہے کہ
[illegible]
پینے تو جوان نے جواب دیا" جی ہاں، لکھا
ہے" پینے سے خون بڑھتا ہے۔"

ایک شرابی نشے میں نالی میں ہاتھ
ڈال کر کچھ ٹٹول رہا تھا۔ ایک شریف آدمی
نے اس کے قریب جا کر پوچھا
"بھائی صاحب کیا آپ کے پیسے کھو گئے
ہیں؟"
شرابی بولا:۔"جی نہیں لیکن ڈھونڈنے
میں کیا حرج ہے"۔

عفن حبیب اسٹور، بھجو محلہ بہار شریف

ایک شخص اپنے روتے ہوئے بچے
کو سڑک کے کنارے سمجھاتے ہوئے
کھڑا تھا۔ اُسے ایک کوا اڑتا ہوا دکھائی
دیا، اس نے اپنے بچے کو سمجھانے کے
لیے کہا دیکھو بیٹے ... کا وُ... کا وُ
اسی وقت ادھر سے ایک آدمی کا
گزر ہوا۔ اس نے یہ سنا تو کہا "ارے
بھائی۔ بچے کو اتنا بھی بے وقوف کیوں
بنا رہے ہو، کہیں گائے بھی آسمان پر
اڑ سکتی ہے۔

صبیحہ ناھید۔ ایوت محل۔ مہاراشٹر

شوہر (اپنے دوستوں پر رعب جماتے
ہوئے اپنی بیوی کو سے) ذرا میرا
کوٹ تو دینا۔

بیوی (اپنی سہیلیوں پر رعب جماتے
ہوئے) کونسا کوٹ وہ جو میرے
بھائی امریکہ سے لائے تھے یا وہ
جو آپ کے دوست لندن سے لائے
تھے یا وہ ...
(شوہر بیچ میں بات کاٹ کر، اچھا اچھا
میں خود لے لوں گا۔)

اکبر بیگ بابو بیگ منگلار پیٹھ
ضلع پونہ (مہاراشٹر)

مالک:۔(ملازم سے) جناب میری کمپنی میں
ہر کام بجلی سے ہوتا ہے۔
ملازم:۔(مالک سے) جی ہاں! تبھی تو آپ
کو تنخواہ دیتے وقت جھٹکا لگتا ہے

عبید الحق (بستوی)۔ (یو۔پی)

استاد (شاگرد سے) یہ بتاؤ کہ برسات
کے دنوں میں بجلی پہلے کیوں دکھائی
دیتی ہے اور آواز بعد میں کیوں
آتی ہے۔
شاگرد:۔"اس لیے کہ آنکھیں آگے اور
کان پیچھے رہتے ہیں"۔

عقیل احمد پرنس۔ رانی پور سیلوان۔

باپ (بیٹے سے) بیٹا "الف" سے کیا آتا ہے۔
بیٹا (باپ سے) الف سے کچھ نہیں آتا سب
کچھ پیسوں سے آتا ہے۔

عاصم قدیر خاں ابوالفضل انکلیو نئی دہلی

...وے خاموش کرواتے ہوئے کہا جب میں تم لوگوں کی عمر کا تھا تب ہمیشہ اپنی کلاس میں اوّل آتا تھا۔

شاگرد نے بہت ہی معصومیت سے کہا "آپ کو کوئی اچھا استاد پڑھاتا ہوگا۔"

رضیہ بانو، مسلم سوسائٹی لنک روڈ ساکی ناکہ بمبئی

ایک شخص کا آپریشن ہوا۔ ڈاکٹر نے اسے سیڑھی چڑھنے سے منع کیا۔ ایک دن وہ پائپ سے اتر رہا تھا۔ دوسرے آدمی نے اسے دیکھ کر کہا۔ "تم پائپ سے کیوں ہر روز اترتے ہو" ؟۔ اس شخص نے بڑی معصومیت سے جواب دیا "ڈاکٹر نے مجھے سیڑھی چڑھنے سے منع کیا ہے۔ اسی لیے میں پائپ کے ذریعے چڑھتا ہوں"

محمد اسعد جگر، فیض آبادی، داؤد پور ہنسور ضلع فیض آباد۔

استاد:۔ اگر تمہارے والد سنو روپے ہر ماہ بچائیں تو ایک سال میں ان کے پاس کیا ہوگا؟

شاگرد:۔ ڈھائی سو روپے کا ریڈیو سیٹ، ڈھائی سو روپے کی سیونگ مشین، تین سو روپے کے اونی سوٹ دو سو روپے کے چینی کے برتن، پچاس روپے کے کھلونے اور ڈیڑھ سو روپے کی خالی کریم کی شیشیاں لپ اسٹک

ارشد جونی، منگیری گنج بیگوسرائے (بہار)

بیٹا:۔ (ماں سے) ماں میں فلم دیکھنے جا رہا ہوں۔

ماں (بیٹے سے) بیٹا جتنا قدم جاؤ گے اتنا ہی گناہ ملے گا۔

بیٹا (ماں سے) ماں تو میں رکشے سے چلا جاؤں گا۔

عبدالرحمٰن، سدھارتھ نگر یوپی

ایک مرتبہ سیب اور کیلے میں لڑائی ہو گئی بہت دیر لڑنے کے بعد کیلے سیب سے کہا تجھے لوگ کتر کتر کے کھاتے ہیں۔

تو سیب سے رہا نہ گیا اس نے بھی برجستہ جواب دیا کہ تجھے تو لوگ ننگا کر کے کھاتے ہیں۔

ظفر احمد خان، معہد القرآن ۲۳/۲ ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

آدھی ملاقات

حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے اب تک
جتنے بھی رسالوں کا مطالعہ کیا، سبھی سے جُدا اسی رسالے کو پایا۔ اس رسالے میں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو بچوں کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اس رسالے کی مدد سے بچوں کو علم و ادب کے میدان میں کود پڑنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ رسالہ بچوں میں دینی و دنیاوی جذبات پیدا کرنے کے لیے بہت مفید ہے ــــ فرحان رومی کی "نیلی ڈائری" بہت پسند آئی اور اطہر نیاز کا "کرشمہ" پہلی ہی قسط میں کرشمہ دکھانے لگا ہے۔
مئی کا رسالہ بڑا اچھا رہا۔ سبھی قلم کاروں کو میری طرف سے مبارک باد۔

سرفراز خاں، ۲۲، ڈی ون بیڑی گھرمل۔ شولا پور

پیام تعلیم ملا۔ میں سبھی رسالوں میں پیام تعلیم کو زیادہ پسند کرتا ہوں دیگر خط ارسال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ نے پیامی ادبی معمے کی رقم جو بطور انعام رکھی ہے وہ آج کے دور کے حساب سے بے حد کم ہے آپ سے، ہم سبھی پیامیوں کی گزارش ہے کہ معمے کی رقم پہلے سے دوگنی کر دی جائے جس سے پیام تعلیم کی خریداری اور بڑھ جائے گی کہنے کا مطلب ہے جو نہیں خریدتے وہ بھی [illegible] پیام تعلیم کو خرید نا شروع کر دیں گے اور کوئی بھی مقابلہ وہی زیادہ اچھا ہے جس میں حصہ لینے والوں کی تعداد زیادہ ہو لہٰذا رقم پیامی ادبی معمے کی کم از کم ۳۰۰/- (پہلا انعام) رکھ دی جائے۔

محمد خورشید احمد۔ ضلع اورنگ آباد، بہار

"پیام تعلیم" اپریل کا شمارہ ملا۔ ابھی میں نے پورا پڑھا نہیں ہے۔ ساتھ ہی انعام کی کتابیں "خرگوش کا سپنا" اور "رسولِ خدا کی بیٹیاں" مل گئیں۔ اللہ کتنی اچھی کتابیں۔ میں تو دیکھ کر اچھل پڑی۔ "خرگوش کا سپنا" پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ مگر ابھی پورا نہیں پڑھا۔ انشاءاللہ آیندہ بھی پیام تعلیم میں مضامین و کہانیاں بھیجنے کی کوشش کروں گی۔ بہت بہت شکریہ۔

عرفانہ تسنیم ہیلاتی نظاما، کھرولی، کمتول، دربھنگہ

مئی کا شمارہ وقت پر ملا۔ کرنل بشیر حسین زیدی کے انتقال کی خبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کے صلے میں جنت الفردوس میں جگہ دے "ہزاروں خواہش" کے بغیر یہ شمارہ پھیکا پھیکا سا لگا۔ ویسے اس کی کمی "کرشمہ" نے ایک حد تک پوری کر دی، "کرشمہ" اپنی طرز کی بالکل نئی کہانی ہے۔ اگلی قسط کا انتظار ہے۔ "نیلی ڈائری" اور "ہنر" اچھی کہانیاں تھیں۔ "اجرام فلکی کی تصویریں" پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ "قلمی دوستی" میں شہزادی بیگم تعلیم پانچویں جماعت کا مشغلہ ساس سسر کی خدمت کرنا، پڑھ کر عجیب سا محسوس ہوا۔ "بچوں کی کوششیں" اور "سروق کی کہانیاں" [illegible]

[illegible] جولائی، مہروتی، منوّل، دربھنگہ

اپریل ۱۹۹۲ء کا پیام تعلیم پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ اکثر کہانیاں مجھے پسند آئیں۔ خاص طور پر سعید صاحب کی "خوفناک بلائیں" بہت پسند آئیں۔ میری طرف سے سبھی قلمکاروں کو مبارک باد۔ واقعی یہ واحد رسالہ ہے جس میں نئی نئی کہانیاں، لطیفے وغیرہ اور معلومات بھی پڑھنے کو ملتی ہیں اور اپنے دوستوں اور قلمکار بھائیوں سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔

محمد ضیاء الہدیٰ۔ عرف چیپ اسٹور [illegible] بہار شریف

میں جولائی ۹۰ء سے "پیام تعلیم" کا مطالعہ کرتا آیا ہوں۔ یہ میرا واحد پسندیدہ رسالہ ہے۔ ویسے میں کبھی کبھی خاتون مشرق بھی پڑھ لیتا ہوں۔

ماہ دسمبر ۹۱ء کے پیام تعلیم میں محمد اجمل اعظمی (راجہ پور سکرور۔ اعظم گڑھ) کے ذریعے "حضرت سلیمان" اس عنوان پر جو قصہ شائع ہوا ہے وہ رسالہ خاتون مشرق دہلی ستمبر ۹۰ء سے نقل ہے۔ یہ قصہ انھوں نے چند الفاظ چھوڑ کر اور لفظوں میں پھیر بدل کر کے بھیجا تھا۔ میں بھائی اجمل اعظمی سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز رہیں۔ خود محنت و مشقت کر کے کہانیاں لکھیں تاکہ دوسرے پیامی بھائی ان کی تعریف کر سکیں۔ اور "پیام تعلیم" میں چار چاند

[illegible]

پیام تعلیم ملا پڑھ کر [illegible] اور دل باغ باغ ہو گیا۔ آپ [illegible] ناچیز کو بھی قابل بنا دیا میں آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے [illegible] میرا "لطیفہ" چھاپ کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا۔

فیروز بابو خاں۔ شری کار امپور۔ احمد نگر

مئی ۱۹۹۲ء کے شمارے میں اپنا نام دیکھ کر خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی آپ نے میری کہانی کو پیام تعلیم کے قیمتی پنوں میں جگہ دی اس کے لیے شکر گزار ہوں۔ اگر آپ پیام تعلیم میں سوال اور جواب کا کالم شروع کر دیں تو اور مزہ آ جائے گا۔

ملکہ بانو۔ دانیالپور، تیگھرہ، بیگوسرائے۔ بہار

پیام تعلیم کا تازہ ترین شمارہ (مئی ۹۲ء) ہمدست ہوا۔ دیگر تمام مضامین کی پسندگی کے ساتھ ساتھ بنگلور کا پیامی ادبی مشاعرہ بہت پسند آیا ہے۔ جو شکیل احمد صاحب شکیل کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ میں شکیل بھائی سے یہ گزارش کروں گا کہ آئندہ بھی ایسے مشاعروں کا انعقاد جاری رکھیں۔ یقیناً ہمارے لیے علمی استفادہ کا باعث بنے گا۔

عبد اللہ خالد الخیری۔ خیرآباد (مئو)

پیام تعلیم میں جتنے زیادہ انعامی مقابلے رکھے جائیں گے پیامی اتنے ہی زیادہ خریدیں گے لہٰذا ہم پیامیوں کی گزارش ہے کہ اس

ہیں ایک اور نیا انعامی مقابلہ شروع کردیا جائے جیسے کہ بلا عنوان پر عنوان لکھ کر اس کے علاوہ سوالات پوچھ کر اس طرح کئی ایک مقابلے ہو سکتے ہیں لہذا اڈیٹر صاحب اس ناچیز کی درخواست پر دھیان دیں ۔ مہربانی ہوگی۔

نام نہیں لکھا کیسرالا میکرنگر

پیام تعلیم کا مئی کا شمارہ دیکھ کر آنکھیں چمک اٹھیں۔ یا اللہ تو ایسی خوبصورت کتاب کو دنیار فانی میں تاقیامت قائم رکھنا۔ "آمین" سچ مچ پیام تعلیم ہم سب بچوں اور بڑے بوڑھوں کے لیے تحفہ ہے ۔ جسے ہم جان سے بھی زیادہ عزیز رکھیں گے ۔

سید ساجد نمبردار لودی کٹرہ - پٹنہ سٹی

میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ جو بھی انعام پیامیوں کو دینا چاہیں وہ روپے ہو یا کتاب جلدی روانہ کریں ۔ اکثر آدھی ملاقات میں پڑھنے میں آیا کہ " اب تک انعام نہیں ملا جبکہ نام انعامی لسٹ میں چھپا ہے ۔

انیس احمد ۔ مالیگاؤں ۔

آپ نے میری کہانی "دو شہزادے" شائع کی میں کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں اس کے لیے صحیح صحیح الفاظ نہیں مل رہے ہیں سرورق کی کہانی پر لکھی گئی کہانی بہت پسند آئی ۔ ان قلم کار کو خاص الخاص مبارک باد۔ خاص طور پر نظم عید الفطر اور ہمارے نبی بہت پسند آئیں۔ قلمی دوستی میں مشغلہ محمد شکیب کا پسند آیا۔ پسندیدہ اشعار میں عید کا چاند تسنیم پاکیزہ کا بہت پیارا لگا۔ قلم کار کو عید مبارک۔

شازیہ ناز رشیدی ۔ کامٹی

جون کا پیام تعلیم مکتبہ جامعہ لیمٹیڈ اردو بازار سے ۳۰ جون حاصل ہوا مجھے اس کے اندر اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی میں اپنی ایک کہانی بھیج رہا ہوں

اور اس سے قبل میں نے بچوں کے لئے کہانیاں بھیجی تھی لیکن آپ نے ان کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ۔ اب میں نے جون کے پیام تعلیم میں پڑھا کہ آپ ہم جیسے بچوں کی بھی نگارشات شائع کرتے ہیں اس لیے میں اس کو بھیج رہا ہوں ۔

سہیل اختر ۔ برووردی اختر ندوی اردو بازار جامع مسجد دہلی ۔

جناب عالی! میں مہاراشٹر کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتی ہوں، جہاں اردو کی ایک لائبریری ہے میرے دادا جان نے میرے لیے پیام تعلیم کا پرچہ لاکر دیا میں نے وہ پرچہ پڑھا اور میری چھوٹی بہن نے بھی اس پرچے کو بہت پسند کیا واقعی پیام تعلیم خوب سے خوب تر ہے ہم بچوں کے لیے آپ کے پرچے میں ہر قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ مذہبی، ادبی اور دلچسپ کہانیاں جو بچوں کے لیے بڑی مفید اور معلوماتی ہوتی ہیں ۔ میں بھی ایک کہانی لکھ کر پیام تعلیم میں بھیجنا چاہتی ہوں کیا آپ اس کو جگہ دیں گے ؟

فوزیہ عظیم محمد ظفر لائن بن دارہ بارہ بھائی محلہ دراوہ ضلع ایوت محل مہاراشٹر

کیا آپ جانتے ہیں

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن بہار کے موسم میں پیدا ہوئے۔

۲۔ سن عیسوی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت ۲۲ اپریل ۵۷۱ ہے۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسم عقیقہ ولادت کے ساتویں دن ادا کی گئی۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبداللہ بن عبدالمطلب تھا۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ بنت وہب تھا۔

۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۱۲ چچا اور ۶ پھوپھیاں تھیں۔

۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس جنگ میں سب سے پہلے حصہ لیا وہ تھی جنگ فجار۔

۸۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا سفر تجارت ۱۲ سال ۲ ماہ ۱۰ دن کی عمر میں کیا۔

۹۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سن عیسوی کے مطابق ۶ اگست ۶۱۰ء کو نبوت ملی۔

۱۰۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۷ صفر ۱۳ نبوت بمطابق ۱۰ ستمبر ۶۲۲ عیسوی کو مدینہ ہجرت کی۔

۱۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۷ رجب ۱۰ نبوت بمطابق ۸ مارچ ۶۲۰ عیسوی کو معراج پر گئے۔

۱۲۔ واقعہ معراج کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۵۰ سال ۴ ماہ ۱۹ دن تھی۔

۱۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی گھوڑوں کی تعداد سات تھی جب کہ اونٹنیوں کی تعداد تین تھی۔

۱۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں "شوق اللیل" کے مقام پر پیدا ہوئے۔

۱۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تین خطبے ارشاد فرمائے تھے۔

۱۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت "ابوالقاسم" تھی۔

۱۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل مبارک حضرت ابراہیم سے کافی حد تک مشابہ تھی۔

۱۸۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کل نو تلواریں تھیں۔

۱۹۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی آئینہ کا نام "مدلہ" تھا۔

۲۰۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری بمطابق ۷ جون ۶۳۲ عیسوی کو وفات پائی۔

۲۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریباً ۶۳ سال عمر پائی۔

۲۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی میں ایک حج اور چار عمرے کیے۔

۲۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف پیر کے روز اور تدفین منگل کے روز ہوئی تھی۔

خالد خلیل

،اور نسلیں

ز۔ یہ لفظ اس ڈچ باشندے کے
ہوتا ہے جس کی پیدایش جنوبی افریقہ
ہو۔
جنوبی افریقہ کے حبشی باشندے۔
شمال مغربی افریقہ کے باشندے۔
ا۔ جنوبی افریقہ میں آباد ڈچ باشندے۔
۔ بلجیم کا رہنے والا آدمی۔
ں۔ ہنگری کے باشندے۔
مراکو یا مراقش کے باشندے۔
ین۔ شمالی امریکہ کے باشندے،
نے غلطی سے ہندستانی سمجھ
ں کی سرخ رنگت کے پیش نظر
ڈین کا نام دے دیا تھا۔ امریکہ
دیم باشندے ہیں۔
رب اور شمالی افریقہ کے خانہ بدوش لوگ
ہندستان میں نیل گری کی
سلی اور قدیم باشندے۔
۔ جنوبی افریقہ کے باشندے۔
ا۔ یہ پٹھانوں کا ایک قبیلہ ہے۔
شمال مغربی سرحدی صوبے
سل علاقہ غیر میں آباد ہیں۔
یہ لوگ ضلع پشاور اور تحصیل

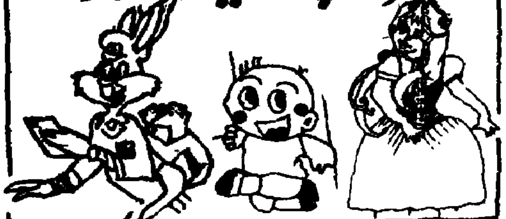
چارسدہ میں آباد ہیں یہ حضرت عبدالرحمٰنؒ اور
حضرت شیخ رحمکار (کاکا صاحب) کی اولاد ہیں۔
(نعیم شاہ میاں)

سطح زمین کی پیمایش

▲ زمین کی سطح کا رقبہ۔ ۱۹۶٬۸۳۶٬۰۰۰ مربع میل
▲ خشکی کا رقبہ۔ ۵۵٬۷۸۶٬۰۰۰ مربع میل
▲ پانی کا رقبہ۔ ۱۴۱٬۰۵۰٬۰۰۰ مربع میل
▲ حجم۔ ۲۵۹٬۹۰۲٬۲۳۷٬۰۰۰ کیوبک میل
▲ وزن۔ ۵٬۹۷×۱۰۲۱ ملین میٹرک ٹن۔
▲ قطر (قطبین پر) ۷۹۰۰ میل۔
▲ قطر (خط استوا پر) ۲۴٬۸۶۰-۱/۲ میل
▲ محیط خط استوا پر ۲۴٬۰۹۲-۱/۲ میل
▲ محور پر گھومنے کی رفتار۔ ۱۰۰۰ میل فی گھنٹہ
▲ سورج کے گرد گھومنے کی رفتار۔ ۶۶٬۶۰۰ میل فی گھنٹہ۔

یہ معلومات عالمی واقفیت عامہ از پروفیسر اقبال
اور بھٹی کی کتابوں سے لکھ رہا ہوں۔

میرے پسندیدہ اشعار



گلشن میں نشیمن کو میرے یہ کہہ کے جلایا مالی نے
جب کوئی نشیمن جلتا ہے گلشن میں اجالا ہوتا ہے

سعید احمد آفتاب ۔ بنگلور ۔

بائبل ہو کہ وہ قرآن ہو یا گیتا ہو
دشمنی کوئی سکھاتا نہیں انسانوں کو

فیاض یونس ۔ رتناگیری ۔

ہم تو وہ مسافر ہیں زندگی کی راہوں کے
ٹھوکروں میں ہیں جن کی تاج بادشاہوں کے

نسیم احمد آزاد ۔ اعظم گڑھ

کسی کو مُنہ کا نہ محتاج کر زمانے میں
کمی ہے کون سی یارب ترے خزانے میں

عزیز الرحمٰن انصاری ۔ بھیونڈی ۔

یہ کریں اور وہ کریں ایسا کریں ویسا کریں
دو دن کی ہے یہ زندگی دو دن میں ہم کیا کیا کریں

فاطمہ کرناٹک ۔

نظم

سردیوں کی صبح کو اک بچّی پہنچی کھیت پر
دیکھی اک چڑیا جو بیٹھی تھی پھیلائے اپنے پَر
ننھی بچّی نے اُسے دیکھا تو یوں دل میں کہا
کیسی سردی لگ رہی ہوگی اسے میرے خدا
میرا جیسا ایک بھی کپڑا نہیں ہے اس کے پاس
پاجامہ، اوڑھنی، کُرتا نہیں ہے اس کے پاس
ننھی بچّی کو اِدھر چڑیا کا تھا اتنا خیال
اور اُدھر چڑیا کو بھی تھا ننھی بچّی کا ملال
کہہ رہی تھی کیسی پیاری پیاری بچّی ہے مگر
پاس اپنے میرے جیسے یہ نہیں رکھتی ہے پَر
اس کے پَر ہوتے تو یہ بھی اُن سے رہتی خوب گرم
یوں نہ سردی سے اکڑتے ہاتھ پاؤں نرم نرم
لگ رہی ہوگی اِسے اس وقت سردی کس قدر
جانے کیوں یہ آگئی ہے اس طرف گھر چھوڑ کر
کُڑھ رہے تھے دونوں ہی اک دوسرے کے واسطے
دھوپ جب نکلی تو وہ مارے خوشی کے کھِل اُٹھے
دانہ چُگنے کے لیے پھُر سے اُدھر چڑیا اُڑی
اور اِدھر یہ ننھی بچّی کھیل میں اپنے لگی

محمد شمیم ـــــ بھیونڈی ـ

کھیلنا اور کودنا موجیں اُڑانا یاد ہے
مجھ کو اب تک اپنے پڑھنے کا زمانہ یاد ہے
ہائے وہ انگلش کا رٹنا ہائے وہ ظالم حساب
ہائے وہ سائنس کی موٹی اور جنگل سی کتاب
روز گھر سے ہسٹری کا پڑھ کر آنا یاد ہے
دوستوں کے ساتھ گلچھرے اُڑانا یاد ہے
وہ زمانہ کھیل میں جو کھو دیا میں نے مگر
آج تک پچھتا رہا ہوں اس کی قیمت سوچ کر
اب فقط ایک بے حقیقت سا فسانہ یاد ہے
دوستوں کے ساتھ گلچھرے اُڑانا یاد ہے

محمد ابن صابرین سلیمان ۔ جامع مسجد، دہلی

پرندے کی فریاد

جب تک اس پنجرے میں رہوں گا یہ نہ دیں گے کھانا پانی
ہائے اللہ مجھ کو دے دے کوئی دانہ پانی
ہوں ہفتوں سے بھوکا پیاسا اس پنجرے میں قید
کتنے ظالم آج کے انساں ہیں کیا جانوں ہائے ہائے

کوثر عارفین سنجیدہ ــــ دربھنگہ

کیا سوچ کر یہ واردات تو نے کی یہاں
اس حادثے سے یہ گلی ویران بہت ہے
اس بار بھی اندھیرے نے تیری مثال دی
جگنو میں تو نے سوچ لیا جان بہت ہے

محمد سلیم ــــ جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

بتا دے اہلِ باطل کو کہ حق کا نام زندہ ہے
ابھی ایمان قائم ہے ابھی اسلام زندہ ہے

زاہد عابدی ــــ دربھنگہ (بہار)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

گلفام بیگم ــــ جمشید پور

بنا کے پتھر کا جگر کہتے ہو حضور
حوصلہ نہیں شیشوں سے ٹکرانے کا

انیس شاہ ــــ مہاراشٹر

پھوٹی ہوئی قسمت کو لیے پھرتا ہوں یاسر
ہاتھوں کی لکیروں کو مقدر نہیں کہتا

سید یاسر احمد ــــ میسور

اے خاکِ چمن خون تجھے ہم نے دیا تھا
یہ کون ہیں خوشبو کے جو حق دار بنے ہیں

عقیل احمد سالم ــــ مالیگاؤں

زمانے کا سمندر تو ہلاکت خیز تھا عارف
حفاظت کے لیے ماں کی دعا آتی رہی مجھ کو

فاطمہ خاں ــــ (ایم.پی)

زلیخا کیا کیا تو نے گریباں چاک کر ڈالا
نمازِ شکر پڑھنی تھی تجھے یوسف کے دامن پر

یاسر ہمدان ــــ مالیگاؤں

زندگی تو بے وفا ہے ایک دن ٹھکرائے گی
موت محبوبہ ہے اک دن ساتھ لے کر جائے گی

سراج اللہ ــــ اردو بازار مدھارتھ نگر

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

عبدالباقی غالب ــــ بیگوسرائے

اقوالِ زرین

- کھانے کے درمیان پانی نہیں پینا چاہیے۔
- کم روشنی میں نہیں پڑھنا چاہیے۔
- ہر کام میں وقت کا خیال رکھنا چاہیے۔
- دانتوں کو ہر روز صاف کرنا چاہیے۔
- کھانا خوب اچھی طرح چبا چبا کر کھانا چاہیے۔

سہیل احمد۔ ۱۳۲۹، پہاڑی املی دہلی ۶

تین چیزوں کی قدر کرو

۱۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کی۔
۲۔ بیماری سے پہلے صحت کی۔
۳۔ موت سے پہلے زندگی کی۔

اختر الاسلام قادری، دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ ضلع مئو (یو۔پی)

اسمائے ازواج مطہرات

۱۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۳۔ حضرت سودا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
۴۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۵۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۶۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۷۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۸۔ حضرت جوریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۹۔ حضرت جلیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۰۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۱۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عرشیہ صدیقہ خاتون، ضلع۔ تلگنڈہ۔ (اے۔پی)

وقت

- وقت کو پیچھے سے نہیں آگے سے پکڑ کر اس پر قابو پانے کی کوشش کرو۔
- وقت خام سایے کی طرح ہے جس سے آپ جو چاہے بنا سکتے ہیں۔ (امام غزالیؒ)
- وقت ہمارے پاس اس طرح آتا ہے جیسے کوئی دوست بھیس بدل کر تحفے لے کر آتا ہے۔ اگر ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تو وہ اپنے تحفوں کے ساتھ چپ چاپ چلا جاتا ہے۔ (مولانا رومؒ)

ابرار خان، محمد خان، ملتان پورہ ایولہ (ناسک) مہاراشٹر۔

سنہرے قول

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر چار چیزیں ہوتی اور چار چیزیں نہیں ہوتیں۔ زندگی ہوتی موت

نہیں ہوتی۔ جنت ہوتی دوزخ نہیں ہوتی۔ مالداری ہوتی فقیری نہیں ہوتی۔ تندرستی ہوتی بیماری نہیں ہوتی۔

جواب ملا

اے موسیٰ زندگی ہوتی موت نہیں ہوتی تو کون شخص میری ملاقات سے مشرف ہوتا۔ جنت ہوتی دوزخ نہ ہوتی تو کون شخص میرے عذاب سے ڈرتا۔ مالداری ہوتی فقیری نہیں ہوتی تو کون شخص ہماری نعمت کا شکریہ ادا کرتا تندرستی ہوتی بیماری نہیں ہوتی تو کون شخص مجھ کو یاد کرتا۔

محمد ایوب انصاری۔ مدرسہ اسلامیہ کھریک بازار، بھاگلپور۔

یاد رکھیے

(۱) اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔
۲۔ مجلس ہمیشہ دیانتداری سے قائم رہتی ہے۔
۳۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔
۴۔ تمہارے اعمال تمہارے حاکم ہیں۔
۵۔ جو کسی کا مضحکہ کرے گا خدا اس کا مضحکہ کرے گا۔
۶۔ جو اوروں پر رحم نہیں کرے گا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

(احادیث)

نیلوفر شاہین، شادیہ شاہین، مونگیر

اچھی باتیں

قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے واحد ذریعہ نماز ہے۔
۲۔ تمام عبادتوں سے زیادہ مقبول عبادت عاجزوں اور مظلوموں کی مدد کرنا ہے۔
۳۔ سورہ فاتحہ کثرت سے پڑھنا حاجت روائی کے لیے اکسیر علاج ہے۔
۴۔ کم کھانے، کم بولنے اور کم سونے سے مسلمان کا دل نورِ حکمت سے منور ہوتا ہے۔

جاوید اقبال، رانی پور بڑہریا۔ سیوان۔ بہار۔

ارشاداتِ نبویؐ

- تم میں برا شخص وہ ہے جس کے اخلاق برے ہیں۔
- سفر کرو، صحت مند رہو گے اور فوائد سے اپنا دامن بھرو گے۔
- صرف تین مقامات کے سوا کسی اور مقام کے لیے بغرض ثواب جانے کے لیے کمر ہمت نہ باندھی جائے۔ خانہ کعبہ، مسجد اقصیٰ۔ اور میری یہ مسجد۔

محمد صابرین ۲۱۱۰ گلی کفایت اللہ چتلی قبر دہلی ۶

دنیا ایک جیل ہے جہاں غم کی مضبوط

دیواروں نے انسان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ اور بے روزگاری مہنگائی کا سامنا کرنا یہ سزا دی گئی ہے۔

انیس شاہ جودھوارہ، انجن گاؤں صورجی امراوتی۔

سلام کی اہمیت

۱۔ سلام، خدا کی دی ہوئی ایک نشانی ہے۔
۲۔ سلام، رسول اللہ کا پیغام ہے۔
۳۔ سلام، اخلاص و اخلاق کا ذریعہ ہے۔
۴۔ سلام، قدرت کا ایک بہترین عطیہ ہے۔
۵۔ سلام، آپس کی دشمنی اور کدورت کو دور کرتا ہے۔
۶۔ سلام، ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لیے انمول تحفہ ہے۔

محمد رضوان، قمر "شبن"
عفن چیپ اسٹور چھجو محلہ بہار شریف

توجہ دیجیے

نماز فرض ہے ——— قائم کیجیے
نماز خدا کا حق ہے ——— ادا کیجیے
نماز خدا سے قربت کا ذریعہ ہے ——— حاصل کیجیے
نماز خدا سے ہم کلامی ہے ——— محرومی سے بچیے
نماز پڑھیے ——— کفر سے بچیے

عمر انصاری، مکان نمبر ۱۹۵
رحمت نگر بنگلور ۳۲

سنہری باتیں

۱۔ علم سے دولت تو حاصل ہو سکتی ہے، مگر دولت سے علم نہیں۔
۲۔ خوش خلقی گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتی ہے جس طرح پانی نمک کو پگھلا دیتا ہے۔
۳۔ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اس کا انجام سوچ لیا کرو۔

سوتی چکبھادو - ویشالی (بہار)

مشہور ہیں

رتبۂ شہادت میں	حضرت امام حسینؓ
صدق میں	حضرت ابوبکر صدیقؓ
شجاعت میں	حضرت علی مرتضیٰؓ
عدالت میں	حضرت عمر فاروقؓ
حکومت میں	حضرت سلیمانؑ
خاموشی میں	حضرت ذکریاؑ

محمد ابرار حسینی، جے۔ سی۔ نگر بنگلور ۶ (کرناٹک)

ایک عورت (دوسری عورت سے) چھ مہینے ہو گئے ہیں میرے شوہر آلو لینے بازار گئے تھے، آج تک واپس نہیں آئے

دوسری عورت :- تو تم گوبھی اور سبزی پکالو۔

ایک غوطہ خور نے فخریہ انداز میں اپنے دوست سے کہا "میں آدھے گھنٹے تک پانی میں رہ سکتا ہوں"۔

دوست بولا : میں قیامت تک پانی کے اندر رہ سکتا ہوں

غوطہ خور (حیرت سے) قیامت تک ؟ وہ کیسے ؟

دوست :- مجھے تیرنا نہیں آتا۔



شرارت یا حماقت

"اٹھو بھی صبح ہو گئی ہے"۔ امی کی غصے بھری آواز کانوں سے ٹکرائی لیکن مجال ہے جو ہم اٹھ بیٹھیں ہوں بلکہ وہیں سے ڈھٹائی سے جواب دیا امی ابھی تو صرف ۱۲ بجے ہیں ویسے ہی رات کو اتنی دیر سے آنکھ لگی تھی۔

"ارے تو میں نے کہا تھا کہ وی سی آر پر موئی فلمیں دیکھو، نہ کام کا نہ کاج کا ہر وقت سونا سونا سونا"

ہم نے فوراً جواب دیا تو آپ نے کب کہا تھا کہ ہمیں سے لادو۔

"دیکھو کیسی زبان چلا رہا ہے ماں سے چل جلدی اٹھ آج تمہاری دادی اور چچا دبئی سے آرہے ہیں جا کر سودا سلف لے آؤ۔"

ہم نے زندگی میں پہلی بار اور شاید آخری بار فرمانبرداری کا ثبوت دیتے ہوئے اٹھنے میں ہی عافیت سمجھی خیر جناب شرافت کے ساتھ منہ ہاتھ دھویا جو کہ شاید زندگی میں پہلی بار صبح اٹھنے کے بعد دھویا تھا۔ پھر سگنل کی زرد بتی کی طرح زرد دانتوں کو سفید کرنے کی ناکام کوشش کی اور امی سے پیسے لے کر بازار کی طرف روانہ ہو گئے۔ والدہ کی حیرانی کا تو بس کیا پوچھنا جب ہم وقت ضائع کیے بغیر سامان کے ساتھ لدے پھندے گھر پہنچ گئے اور پھر ریکارڈ توڑتے ہوئے صابن کے ساتھ نہانے کی فرمائش کی۔ امی کے نزدیک تو یقیناً آج سورج مغرب سے نکلا تھا۔

شام پانچ بجے گھنٹی بجی اور ابّو دادی اور چچا کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے ہم نے بڑے ہی ادب سے ان کو سلام کیا تو ابّو پر تو گویا حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور وہ بھی سوچنے لگے کہ " بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے ؟ "

دادی اور چچا نے بڑے ہی پیار سے پچکار کے ہم کو بلایا لیکن انھیں کیا معلوم تھا کہ وہ "آ بیل مجھے مار" والی مثل پر عمل کر رہے ہیں ہم نہایت فرمانبرداری سے ان کے پاس چلے گئے چچا نے اپنی دانست کے مطابق ہم سے سوال کیا۔

بیٹے اللہ تعالیٰ نے پیٹ کس لیے بنایا ہے ؟"۔

ہم نے فوراً جواب دیا" پاجامہ باندھنے کے لیے"۔

اب ابّو ذرا چونکے چنانچہ امّی نے فوراً بات بدلتے ہوئے کہا کہ" ہاں بھئی یہ بتاؤ کہ سفر کیسے گزرا۔"

چچا نے کہنا شروع کیا کہ" بس بھابھی جہاز میں جیسے ہی اعلان ہوا کہ سب اپنے اپنے حفاظتی بند باندھ لیں" "تو آپ نے فوراً اپنا پیٹ باندھ لیا ہوگا" ہم نے عادت سے مجبور ہوتے ہوئے جواب دے ہی دیا امّی نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے کہا کہ۔

"بیٹے جاؤ دادی کو اپنا گھر دکھاؤ"۔

دادی نے بھی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے پہلے باورچی خانہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ ہم دادی کو لیے باورچی خانے میں داخل ہو گئے۔ ادھر دادی نے جیسے ہی امّی کے سگھڑ ہونے کا معائنہ کرنا شروع کیا ہماری نظر فوراً ہی آٹے کے ڈبے کے اوپر رکھے ہوئے من پسند گاجر کے حلوے پر جا پڑی اور یہیں سے ہمارے زوال کی ابتدا شروع ہوئی ہم نے انتہائے شوق میں گھبرا کے جو ہاتھ مارا تو آٹے کا کنستر مع آٹا دادی کے سر پر جا گرا پھر جو دادی نے چیخنا شروع کیا تو بوکھلاہٹ میں پیر تیل کے ڈبے سے ٹکرا گیا اور سارا تیل زمین پر گر پڑا باورچی خانے میں بھانت بھانت کی بولیوں کی آواز سنتے ہی بقیہ افراد موقع پر ہی پہنچ گئے ابّو سے دادی کی قابلِ رحم حالت نہ دیکھی گئی اور وہ ایک ایک قدم اٹھا کے ہماری طرف بڑھنے لگے لیکن قدرت کو شاید ہماری زندگی چند لمحوں کے لیے اور منظور تھی چنانچہ ابّو نے جیسے ہی تیل کے اس بے بہا سمندر میں پیر رکھا وہ چاروں شانے چت ہو کر گر پڑے چچا سے اپنے بھائی کی یہ حالت برداشت نہ ہو سکی اور وہ وار کرنے کے لیے آگے بڑھے ہی تھے کہ دادی کے پاؤں سے الجھ کر گر پڑے جو کہ آٹے میں دبا ہوا تھا امی نے یہ صورتحال دیکھتے ہی وہیں سے فاسٹ بالر کی طرح چپّل کھینچ کر ماری لیکن خدا کی قدرت کہ ہم نیچے بیٹھ گئے اور چپل کھڑکی میں سے گزرتی ہوئی گلی میں جا کر ایک ایسے شخص کے سر پر جا لگی جس کے سر پر ایک بال بھی نہ ٹک سکا تھا۔ اب وہ آدمی بھی اندر گھس آیا تھا ہمارا تو وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں اب سارے شہسوار اٹھ چکے تھے لیکن اس کے بعد جو ہماری درگت بنی وہ یہاں تحریر کرنا مناسب نہیں بس اتنا سمجھ لیجیے کہ وہ دن اور آج کا دن ہے کہ اب ہماری شرافت

کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ عامر لیاقت حسین

جیسی کرنی ویسی بھرنی

جب بصرے والوں کی نظر میں حجاج بن یوسف کے مظالم بہت بڑھ گئے تو ایک عالم نے اسے نصیحت کی کہ ظلم بند کرو حجاج نے جواب دیا میں نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی کیا جس کے یہ لوگ مستحق تھے۔ اگر آپ ثبوت یا دلیل چاہتے ہیں تو میں ابھی پیش کرتا ہوں۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا

یہ کہہ کر حجاج نے خزانچی کو بلایا اور اس سے کہا کہ "خزانے سے سونے کی چند اشرفیاں لے آؤ۔"

خزانچی نے اشرفیاں لاکر پیش کیں۔ حجاج نے ان کو اس عالم کے حوالے کرکے کہا "دیکھیے اشرفیوں میں ذرا بھی ملاوٹ اور کھوٹ نہیں ہے وزن بھی بالکل ٹھیک ہے اب آپ ان کو بازار میں لے جایئے اور جو چیز چاہیں خرید کر میرے پاس لے آیئے۔

عالم وہ اشرفیاں لے کر بازار پہنچا مگر جس دکاندار سے بھی کوئی چیز خریدنی چاہی اس نے یہی جواب دیا کہ اشرفیاں کھوٹی ہیں اور وزن بھی کم ہے۔

عالم ہر چند یقین دلاتا مگر وہ ایک نہ مانتے کسوٹی پر گستے اور کھوٹ بتاتے، کانٹے میں تولتے اور بے ایمانی سے وزن کم دکھاتے۔ عالم صبح سے شام تک بازاروں میں گھومتا رہا مگر وہی ڈھاک کے تین پات یہی جواب ملتا کہ "صاحب کیا کریں کھوٹی بھی ہیں وزن بھی کم ہے۔ قیمت کم کر دیجیے تو شاید لے لیں۔ پوری قیمت پر یہ کہیں نہیں چلے گی۔

جب شام کا وقت ہوچکا تو عالم حیران و پریشان اور تھکا ہارا حجاج کے محل کی طرف لوٹا۔ راستے میں ایک کپڑے کی دکان نظر آئی سوچا اسے بھی آزماتے چلیں چنانچہ اس کے پاس پہنچا اور کچھ اشرفیاں اس کے سامنے ڈال کر کپڑے کے چند تھان مانگے۔

کپڑے والے نے اشرفیوں کو پرکھتے ہوئے کہا "خالص سونا ہے بالکل ٹھیک ہے پورا وزن ہے فرمایئے کیا دوں؟ عالم نے کہا بھاؤ میں گڑبڑ نہ ہو، واجبی دام ہی لینا ہے کپڑے والے نے جواب دیا آپ اطمینان رکھیں میں ایک کوڑی زیادہ نہ لوں گا۔ چنانچہ عالم نے اس سے بہت سا کپڑا خریدا اور جب خرید چکا تو کپڑے والے سے کہا تم میرے ساتھ چلو تمھیں حجاج نے بلایا ہے۔ کپڑے والا اس کے ساتھ ہولیا اور دونوں حجاج کی خدمت میں جا پہنچے عالم نے شروع سے آخر تک پورا حال سنایا جب وہ داستان ختم کرچکا تو حجاج نے کپڑے والے سے پوچھا سچ سچ کہنا جب سے میں اس عہدے پر آیا ہوں کبھی میرے شہر کے آدمیوں نے تم کو کسی طرح کی تکلیف پہنچائی ہے؟

کپڑے والے نے جواب دیا کبھی نہیں بلکہ مجھے تو امیر کے سایہ میں بہت آرام پہنچا ہے۔ یہ سن کر حجاج اس عالم سے مخاطب ہو کر بولا "دیکھیے جوں کہ یہ کرد[illegible] خدا

ایک آدمی نے اپنے دوست سے کہا۔
ایک دن سڑک پر ایک شخص عورت کو مار رہا تھا۔
میں نے اس سے کہا، "تمھیں شرم نہیں آتی،
بزدل ہی عورتوں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ مرد ہو تو
کسی مرد سے لڑو۔"
"اچھا پھر کیا ہوا؟" اس کے دوست نے
دلچسپی سے پوچھا۔
"جب میں ہوش میں آیا تو دیکھا کہ میں
اسپتال میں ہوں۔" دوست نے جواب دیا۔

اسے میری سزا سے محفوظ رکھتا ہے برخلاف
اس کے جو لوگ بے ایمانی اور دغا بازی کرتے ہیں
وہ میرے پنجے میں پھنستے ہیں۔
جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ نکہت آرا۔

اپنے چھوٹے بھائی سے انٹرویو

سوال:۔ ادھر آئیے جناب مجھے آپ کا انٹرویو لینا ہے۔

جواب:۔ پوچھیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

سوال:۔ سب سے پہلے آپ پیامیوں سے اپنا تعارف کرائیے۔

جواب:۔ میرا نام جاوید اقبال ہے اور عرفیت خسرو ہے۔ مقام رانی پور تھانہ بڑہریا ضلع سیوان ہے۔

سوال:۔ شاعری بھی کرتے ہیں؟

جواب:۔ جی ہاں مجھے شاعری کا بے حد شوق ہے۔ لیکن صرف بچوں کے لیے نظمیں لکھنے کا۔

سوال:۔ اچھا تو یہ بتائیے کہ آپ کا تخلص کیا ہے؟

جواب:۔ میرا تخلص زخمی ہے۔

سوال:۔ آپ کس اسکول اور کس کلاس میں پڑھتے ہیں؟

جواب:۔ میں نے میٹرک کا فائنل امتحان دیا ہے۔ اور میں جی، ایم ہائی اسکول بڑہریا میں پڑھتا ہوں۔

سوال:۔ آپ کا پسندیدہ سبجکٹ؟

جواب:۔ سب سے پسندیدہ حساب، اس کے بعد انگریزی اور علم کیمیا۔

سوال:۔ آپ پڑھ لکھ کر کیا بننا چاہتے ہیں؟

جواب:۔ انجینیر۔

سوال:۔ کیوں؟

جواب:۔ اپنے ملک کے فلاح و بہبود کے لیے کچھ کام کرنے کی میری دلی خواہش ہے۔

سوال:۔ اب آپ یہ بتائیے کہ آپ کا تعلق پیام تعلیم سے کیسے ہوا؟

جواب:۔ میرے منجھلے بھائی جناب ظفر کمالی جو ایک ابھرتے ہوئے ادیب اور طنزیہ و مزاحیہ شاعر ہیں جب پٹنہ سے آئے تو مجھے پیام تعلیم کا سال بھر کا بنڈل تھما دیا جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو مجھے یہ رسالہ اتنا پسند آیا کہ میں اس کا شیدائی ہو گیا۔

سوال:۔ پیام تعلیم میں سب سے زیادہ آپ کیا پسند کرتے ہیں؟

جواب:۔ "بچوں سے باتیں" اور "آدھی ملاقات"

سوال:۔ اب آخر میں پیامیوں کے لیے کوئی پیغام ہو تو بتائیے؟

جواب:۔ جی ہاں! میں پیامیوں سے یہ گذارش

کرتا ہوں کہ وہ اپنے تیئں خوب محنت کریں۔ اور اپنی تخلیقات پیام تعلیم میں بھیجیں۔ صرف اپنا نام چھپوانے کی کوشش نہ کریں۔

اختر جمال بادل، ذکیہ آفاق اسلامیہ کالج سیوان، رانی پور، بڑہریا، سیوان (بہار)

نیک لڑکا

بہت دلوں کی بات ہے ایک بوڑھا آدمی راستے سے گزر رہا تھا۔ اچانک بڑے زور کی آندھی آئی اور بوڑھے کے سر پر سے ٹوپی اڑا لے گئی۔ بے چارہ خوب رویا پیٹا لیکن دوڑ نہیں سکتا تھا۔ کچھ لڑکے اسکول جا رہے تھے وہ اس پر ہنسنے لگے۔ ان میں ایک لڑکا بڑا نیک تھا۔ اس کا نام علی تھا۔ اس نے دوڑ کر بوڑھے کی ٹوپی لا دی۔ اور بوڑھے کو دے کر جانے لگا تو بوڑھے نے اس کو دعا دی۔



دعا سے زیادہ اہم چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟؟

اسرار عزیز۔ حیدر آباد۔

ایک سچّا واقعہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے میرے امیر یعنی امیر جماعت ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے۔ کہ راستے میں بس رکی سبھی مسافر چائے پانی کرنے لگے۔ اور اسی وقت لوگوں کی نظریں ایک طرف ہو گئیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کتا ایک خرگوش کے بچے کو دوڑا رہا ہے اور کتا خرگوش کو پکڑنے ہی والا تھا کہ خرگوش ایک جھاڑی میں گھس گیا اور کتا ادھر ادھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ سب لوگ کہنے لگے دیکھو خرگوش کی جان اللہ نے بچا لی مگر اسی بس میں ایک دہریہ بھی تھا وہ بس سے اترا اور سیدھا جھاڑی کی طرف لپکا اور خرگوش کو پکڑ لایا اور کہنے لگا، دیکھوں تمہارا خدا اسے کیسے بچاتا ہے اور اس نے جیب سے چاقو نکالا اور غصے میں خرگوش پر وار کیا۔ چاقو بجائے خرگوش کو لگنے کے اس کے ہاتھ پر لگا اور وہ درد سے چیخ پڑا اور خرگوش بھاگ گیا۔ سب لوگ کہنے لگے دیکھو اللہ اس طرح بچاتا ہے۔

دیکھا پیامیو اللہ نے خرگوش کی جان کس طرح بچائی۔

جمال احمد۔ خیر آباد ضلع مئو یوپی

ٹیلی فون

تم نے اسکولوں، گھروں اور دفتروں
میں ٹیلی فون تو ضرور دیکھا ہو گا۔ لیکن کیا
تم بتا سکتے ہو کہ اس کا موجد کون تھا؟ اس
کا موجد "الگزینڈر گراہم بیل" تھا۔ جب
برقی طاقت سے خوب کام لیے جانے لگا تھا
تو تار برقی کے ذریعے سے ہی پیغامات
آنے جانے لگے تھے۔ لیکن تار برقی سے
پیغامات کے صرف اشارے موصل ہوتے
تھے۔ اور ان اشارات سے حروف اور
حروف ملانے سے الفاظ بنتے تھے اسے
ہی ٹیلی گرام کہتے ہیں۔ ہاں تو مطلب یہ
ہے کہ تار برقی پیغامات میں الفاظ بذاتِ
خود نہیں بھیجے جاتے تھے۔ سائنس دانوں
کو خیال ہوا کہ کسی طرح پیغام الفاظ میں
بھیجا جائے۔ اگر اس کام میں کامیابی
ہو جائے تو ایک شخص کسی دوسرے سے
ہزاروں میل کے فاصلہ پر بات چیت
کر سکتا ہے

اس مشکل کام کو "الگزینڈر گراہم بیل"
نے پورا کیا، بیل علم اللسان کا استاد تھا
اور والد اور جد امجد دونوں علم اللسان
کے ماہر تھے۔ وہ بہروں کو پڑھاتے
اور ہکلوں کا ہکلانا ٹھیک کرتے تھے۔
غیر زبان والوں کے لیے انھوں نے ایک
خاص زبان ایجاد کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ
بیل کو زبان کے رموز اور دیگر معلومات
پر کافی عبور حاصل تھا۔

بیل کی پیدائش اسکاٹ لینڈ میں
ہوئی تھی اور تعلیم اس نے انگلستان
میں پائی تھی۔ ۲۱ برس کی عمر سے اس نے
مدرسی اختیار کی اسی زمانے میں اس نے
تار برقی کے ذریعے الفاظ بھیجنے کی کوشش
کی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد خرابیٔ صحت کی
وجہ سے بیل اپنے والدین کے ساتھ کناڈا
چلا گیا۔ یہاں سے وہ شہر بوسٹن گیا۔
اور وہاں اس نے گونگوں اور بہروں کو
پڑھانا شروع کیا اسی شہر میں وہ ایک
مالدار آدمی کے فرزند کو بھی پڑھایا کرتا
تھا۔ اور اسی کے مکان میں وہ ٹیلی فون
کے تجربات کرتا رہا۔ اس نے اس
ایجاد کو قابل استعمال بنانے کے لیے
متواتر تین برس کوشش کی۔

بہروں کو تعلیم دینے کی وجہ سے
اس پر یہ حقیقت واضح ہو گئی تھی کہ آواز
کی لہریں کان کے نازک پردے سے ٹکرا
کر ٹکراتی ہیں۔ اس نے کان کے پردے
کی طرح دو گول جھلیاں (DISES) بنائیں
اور ان دونوں کو بجلی کے تار سے ملا د
اس کے بعد اس نے ایک جھلی کے پاس
کوئی بات کہی اس سے لہریں پیدا ہوئیں
اور یہ لہریں جھلی سے ٹکرائیں اور اس
میں بھی ویسی ہی لہریں پیدا ہو گئیں۔ اس
کے بعد وہی لہریں دوسری جھلی میں بھ
پیدا ہوئیں جن کو ہوا کی لہروں نے الفا
میں تبدیل کر دیا اور وہی بات سنائی د
جو پہلی جھلی کے پردے کے پاس کہی گ
تھی اس طرح اس نے کچھ فاصلہ تک ا
پیغامات نہایت کامیابی سے بھیجے۔ جب
اس وقت اپنی عمر کے اٹھائیسویں برس

میں داخل ہوا تھا۔ ایک بار وہ واشنگٹن گیا اور وہاں جوزف ہنری ایک مشہور سائنس داں سے ملاقات کی۔ ہنری کو علم البرق کا کافی علم تھا۔ اس نے بیل کی تجویزوں کو بڑی غور و توجہ سے سنا اور بعد میں کہا کہ تمھارے ارادوں کا مستقبل نہایت روشن ہے۔ بیل نے کہا کہ مجھے علم البرق سے بہت کم واقفیت ہے۔ ہنری نے جواب دیا محنت کیے جاؤ تم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گے۔ بیل بوسٹن واپس آیا۔ ہنری کے حوصلہ افزا الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ اس نے ایک مکان کرایہ پر لیا اور علم البرق کی تحصیل میں مصروف ہو گیا۔ اس کا حقیقی دوست اور مددگار تھامس واٹسن جھلیاں بنانے میں اس کی مدد کرتا تھا۔

۱۸۷۵ء کا ذکر ہے ایک دن دونوں دوست ایک ساتھ کام کر رہے تھے۔ بیل ایک کمرے میں تھا اور واٹسن دوسرے کمرے میں۔ بیل نے کئی مرتبہ اپنے کمرے کی جھلی سے کچھ الفاظ سنے۔ اب ثابت ہو گیا کہ تار کے ذریعے الفاظ بھیجے جا سکتے ہیں۔

بیل اپنے آلے کی خرابی دور کرنے میں لگا رہا۔ آخر کار ۱۰ مارچ ۱۸۷۶ء کو اس کا آلہ صفائی سے بات چیت کرنے لگا۔ بیل نے اپنے دوست واٹسن کو بہت دور بھیج کر باتیں سننے کو کہا، فاصلہ پر بھی اس نے بیل کے الفاظ کو صفائی سے سنا تو وہ خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اور وہیں سے چلاتا ہوا بیل کی طرف دوڑا کہ میں تمھاری باتیں سن سکتا ہوں۔

بیل کی مساعی جمیلہ مشکور ہوئیں لیکن اب اس کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ لوگوں کو کیوں کر اس کی طرف متوجہ کرے۔ مس ہوبل نامی ایک لڑکی نے بیل سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے ساتھ بیل کی شادی قرار پا چکی تھی۔ مس ہوبل کے والد بڑے آدمی تھے اور اپنے داماد کی ایجاد کو مفید تصور کرتے تھے ان کے اثر و رسوخ سے بیل کے ٹیلی فون کو فلاڈیلفیا کی نمائش میں جگہ مل گئی۔ لوگ نمائش کی اشیاء کو دیکھتے آ رہے تھے جب وہ بیل کے ٹیلی فون کے قریب آئے تو اس وقت تک تھک چکے تھے۔ وہ ٹیلی فون کو ایک کھلونا کہہ کر آگے بڑھنے ہی والے تھے کہ اس بیچ میں شاہ برازیل وہاں ٹہلتے ٹہلتے آنکلے انھوں نے بوسٹن کا وہ مدرسہ دیکھا تھا جس میں بیل گونگوں اور بہروں کو تعلیم دیتا تھا انھوں نے بیل کو پہچان لیا اور اس سے بات چیت کی۔ شاہ برازیل نے ٹیلی فون سے باتیں سنیں جس سے انھیں بڑی حیرت و مسرت ہوئی۔ لارڈ کیلون نے کہا کہ امریکہ میں سب سے زیادہ حیرت انگیز چیز ٹیلی فون ہے لارڈ کیلون وہی اعلا شخصیت ہیں جنھوں نے بحر اٹلانٹک میں تار (Calle) بچھائے تھے۔

مدت تک لوگ ٹیلی فون کو کھلونا ہی سمجھتے رہے کوئی کمپنی اس کاروبار میں اپنی رقم پھنسانا منظور نہ کرتی تھی۔ بیل اپنی ایجاد پر تقریریں کرکے اس کو بنانے کی کوششیں کرنے لگا۔ اس نے اخبارات

میں بھی ٹیلی فون کے بارے میں اشتہارات شائع کیے۔ ہر قسم کی کوشش کی باوجود کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اسی زمانے میں ایک اور شخص نے ٹیلی فون میں کچھ اصلاحیں کیں اور اس کو زیادہ مفید بنادیا ایک کمپنی نے اس شخص کو ایجاد کا صلہ دیا اور کچھ رقم دے کر ٹیلی فون بنانا شروع کر دیا۔ بیل نے اس کمپنی پر دعوا دائر کر دیا۔ عدالت نے بیل کی حمایت کی۔ کمپنی نے عدالت کے مطابق بیل کو معقول رقم دی۔ اور اس نے ٹیلی فون بنانے کا کام شروع کر دیا تم جانتے ہو کہ آج ٹیلی فون کتنا ہر دلعزیز ہے

اسٹیشنوں، دفتروں، گھروں اور دکانوں وغیرہ میں ٹیلی فون روزانہ ضروریات میں شامل ہے۔

انصاری ضیاء الرحمٰن، معرفت
اے۔ ایم نازاں۔ نیا اسلامپورہ (ہزار کھولی)
مالیگاؤں (ناسک) ۴۲۳۲۵۳

دو کوڑی کی حکومت

ایک دفعہ ہارون رشید اور ابن سماک آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ ایک فقیر آیا وہ بہت بھوکا تھا اور بھوک سے سخت بے تاب تھا۔ ابن سماک خدا پرست انسان تھے۔ ان کی طبیعت میں بے باکی زیادہ تھی۔ انھوں نے اس فقیر سے پوچھا تمھیں کیا چاہیے؟ فقیر نے روٹی کا سوال کیا ابن سماک بولے کہ اگر خلیفہ تمھیں آدھی سلطنت دے دے تو کیسا رہے گا۔ بھکاری نے کہا مجھے روٹی دیجیے میں آدھی سلطنت نہیں مانگتا۔ ابن سماک بولے "اگر خلیفہ پوری سلطنت دے دے تو تمھیں راحت ہی راحت نصیب ہوگی۔ کہو تمھیں یہ سودا پسند ہے؟" بھکاری نے کہا "مجھے بھوک نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ آپ روٹی کی بات کیجیے میں ساری سلطنت لے کر کیا کروں گا؟" اس پر ابن سماک نے خلیفہ ہارون رشید کو مخاطب کر کے کہا "دیکھا تم نے تمھاری پوری سلطنت کی کیا قیمت ہے! دو روٹی کے لیے یہ فقیر تمھاری پوری سلطنت کو ٹھکرا رہا ہے۔ پھر ایسی سلطنت پر اترانا کیا معنی رکھتا ہے ابن سماک کی یہ بے باک گفتگو خلیفہ وقت کے لیے ایک تازیانۂ عبرت تھی اور تاریخ کے آئینہ خانے کی آب و تاب زمانہ اب ایسے لوگوں کے لیے ترس رہا ہے

مشتاق عبدالحمید
۱۳۷ ابراہیم رحمت اللہ روڈ۔ بمبئی ۴۰۰۰۰۳





ننھے مُنّے بچّوں
کے لیے
دلچسپ
اور
باتصویر کہانیاں
بتاشے
نرسری کے بچوں کے لیے آسان
زبان میں دلچسپ نظمیں قیمت ۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا
6/50
جادو کی ہنڈیا
۵/-
جاں نثار دوست
بچوں کے لیے باتصویر کہانی
قیمت ۵/- روپے
کوّے کا خواب
7/-
شیر اور بکری
6/50
دُم کٹی لومڑی
6/50
گدھے نے بجائی بانسری
قیمت 7/50
چالاک بلی
6/50
چاند کی بیٹی
5/-

Regd. No. DL-16013/92 July 1992

Payam-i-Taleem

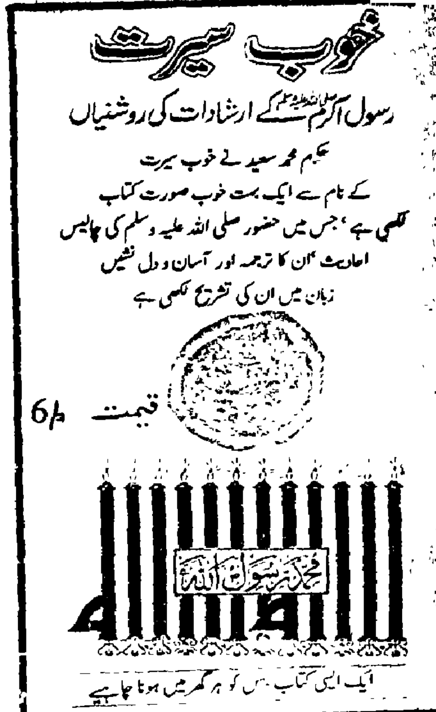
Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.

Regd. with R.N.I. at No. 10537/64



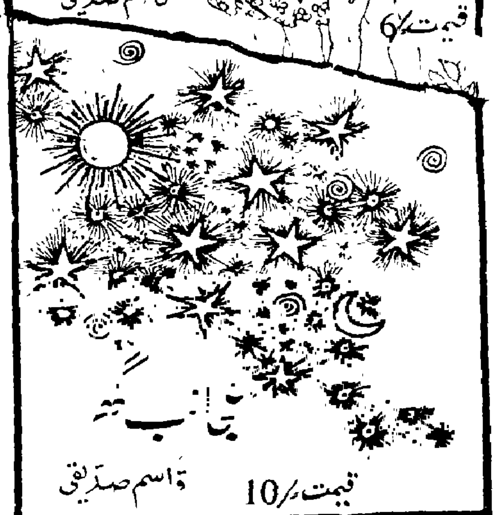
ماہنامہ
پیامِ تعلیم
نئی دہلی
اگست ۱۹۹۲ء
قیمت : ۴/۵۰


کیوں اور کیسے
محمد ابراہیم شاہ
قیمت 6/-


خوب سیرت
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنیاں
حکیم محمد سعید نے خوب سیرت
کے نام سے ایک بہت خوب صورت کتاب
لکھی ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس
احادیث، ان کا ترجمہ اور آسان و دل نشیں
زبان میں ان کی تشریح لکھی ہے
قیمت 6/-
ایک ایسی کتاب جس کو ہر گھر میں ہونا چاہیے


علاج میرا دشمن
قاسم صدیقی
قیمت 6/-


چالاک خرگوش کی واپسی
خرگوش کی شرارت اور ذہانت کے مزیدار قصے
جسے پڑھنے والے ہنسی سے لوٹ پوٹ
ہو جاتے ہیں
معراج
قیمت 15/-


قاسم صدیقی
قیمت 10/-

"ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا' بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لاَ اِلٰہ اِلاّ اللہ" — سرسید احمد خا

ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۲۵--۱۱۰

اگست ۱۹۹۲ جلد ۴۰ شمارہ ۸

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: 40/=

سرکاری اداروں سے: 55/= روپے

V-RP منگانے کی صورت میں مزید ۱۰/= روپے خرچ آئے گا

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) 320/= روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار۔ دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونیورسٹی مارکیٹ۔ علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

آج ہم بہت خوش ہیں' اتنے خوش کہ اپنی خوشی کے اظہار کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ معلوم ہے ہمیں یہ خوشی کس کس کی محنت سے نصیب ہوئی؟ سنیے' یہ خوشی ہمیں آپکے اور آپ کے بزرگ ادیب اور ماہرِ تعلیم جناب عبداللہ ولی بخش صاحب قادری نے دی۔ قادری صاحب نے تو کمال ہی کر دیا۔ اپنے سارے کام چھوڑ چھاڑ کر پیام تعلیم کا ۱۹۹۱ء کا فائل کھنگال ڈالا اور اس میں سے وہ موتی چن لیے جو ہمارے ۱۳۱ پیامیوں کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ تھے۔ اور جن کو آپ کا مکتبہ پیام تعلیم اب کتابی صورت میں شائع کرے گا۔ کہیے' ہے نا خوشی کی بات!! اب آپ فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا پیامِ تعلیم ہی ایک ایسا رسالہ ہے جس نے سب سے پہلے ۱۹۸۰ء میں "بچوں کی کوشش نمبر" شائع کیا جس میں صرف پیامیوں کی ہی نگارشات تھیں۔ اور اب ایسا مجموعہ شائع کر رہا ہے جو صرف پیامیوں کی نگارشات پر مشتمل ہے۔

پرنٹرز، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس' پٹودی ہاؤس' دریا گنج' نئی دہلی ۲ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

گلوں کی طرح مسکراتے رہو

عبد القادر

قدم سے قدم کو ملاتے چلو
محبت کے نغمے سناتے چلو
چمن کو نئی زندگی بخش دو
بہاروں کا مژدہ سناتے چلو
پھنسا ہے سفینہ جو گرداب میں
اُسے تم کنارے لگاتے چلو
جو سوئے ہوئے ہیں جگا کر انھیں
ترقی کے زینے پہ لاتے چلو
لہو جوش میں جن سے آتا رہے
ترانے وہی گنگناتے چلو
وطن اپنا آزاد ہے دوستو
غلامی کی لعنت مٹاتے چلو
یہ گلشن امانت ہے تم ہو امیں
اسے رشکِ جنت بناتے چلو
دِلوں سے مٹا کر سبھی رنجشیں
محبت کی خوشبو بساتے چلو
مٹا دو جہالت کی رسمیں سبھی
نئی ایک دنیا بساتے چلو
نہ دم لو کہیں بھول کر راہ میں
قدم سوئے منزل بڑھاتے چلو

محمد یونس جویہ، گجیانی

ایک تھپّڑ



ایک ننھی سی بچی رضیہ کو اس کی ننھی سی سہیلی لوسی نے کھانے پر بلایا۔ کھانا شروع ہونے سے پہلے لوسی کی ماں نے رضیہ کو اپنا چمچہ میز پوش سے صاف کرتے دیکھا تو انھیں بہت بُرا لگا اور انھوں نے رضیہ سے کہا:

"سنو رضیہ اپنے گھر میں بھی تم ایسا ہی کرتی ہو؟"

"نہیں آنٹی، ہمارے گھر میں ہمیشہ بالکل صاف چمچے ملتے ہیں"

بغداد شہر کے ایک چوراہے پر ایک نابینا بوڑھا بھیک مانگ رہا تھا۔ جب کوئی اس کو بھیک دیتا تو وہ اس سے کہتا، "بھائی، پہلے میرے ایک تھپّڑ لگا دو، پھر میں بھیک لوں گا۔" جو کوئی تھپّڑ مارنے میں ہچکچاتا اس کی بھیک وہ نابینا قبول نہ کرتا تھا۔ بغداد کے رہنے والے اس کے حال سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ تھپّڑ لگانے کی فرمایش کیوں کرتا ہے۔

ایک دن ایک پردیسی سوداگر اس طرف آنکلا۔ نابینا کی درد بھری آواز سُن کر اسے رحم آیا اور اس نے کچھ سکّے بوڑھے کو دیے۔ جواب میں جب اندھے نے اسے تھپّڑ لگانے کو کہا تو پردیسی کو بڑا تعجب ہوا۔ اس نے وجہ

پوچھی تو نا بینا بولا:

"بھائی! یہ بڑی دردناک کہانی ہے جسے سُن کر تمھیں بہت ملال ہوگا۔ اس کا نہ سُننا ہی اچھا ہے۔"

سوداگر نے کہا، "اب تو میں ضرور سُنوں گا، تم نے میری جستجو کو تیز کر دیا ہے" نابینا بوڑھے نے کہا، "اگر تمھاری یہی مرضی ہے تو سُنو! پھر اس نے یہ کہانی سُنائی:

میرا باپ اس شہر کا مشہور سوداگر تھا۔ اس کے انتقال کے وقت میری عمر پچیس برس تھی۔ باپ کی دولت اتنی تھی کہ اگر میں کوئی مناسب کاروبار کر لیتا تو زندگی بھر اطمینان سے رہتا اور بعد میں میری اولاد کی گزر بسر بھی اچھی ہوتی رہتی۔ مگر میں نے سوچے سمجھے بغیر اس دولت کو لٹانا شروع کیا۔ خوب گل چھرّے اڑائے تھوڑے ہی دنوں میں ڈھیروں دولت فضول خرچی میں برباد کر دی۔ جب پونجی بہت تھوڑی سی رہ گئی تو میں نے اسی اونٹ خریدے اور کرائے پر چلانے لگا۔ میں بغدا سے سوداگروں کا مال اونٹوں پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں اپنے خالی اونٹ لے کر گھر واپس آرہا تھا کہ راستے میں ایک سرسبز میدا ملا۔ میں نے اس میدان میں اونٹوں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور خود ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک فقیر وہاں آیا او میرے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے میرا حال پوچھا۔ میں نے اپنی کہانی سُنائی۔ پھر ہم دونو نے ساتھ کھانا کھایا۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو فقیر نے کہا، "بابا تیرا حال سُن کر مجھے پر بہت ترس آتا ہے۔ اچھا میں تجھے ایک ایسے خزانے کا پتا بتاتا ہوں کہ اپنے سب اونٹ وہاں سے بھر لائے، تب بھی وہ خزانہ خالی نہ ہو۔" میں سُن کر خوشی سے اُچھل پڑا اور فقیر سے کہا، "وہ خزانہ یہاں سے کتنی دور ہے؟" فقیر بولا، "اِس سامنے والے ٹیلے میں بہت بڑا خزانہ ہے۔" یہ سُن کر میں فقیر ساتھ اپنے اونٹ لے کر ٹیلے کی طرف گیا۔ وہاں پہنچ کر فقیر نے کچھ پڑھ کر کیا اور ٹیلے کا تھوڑا سا حصّہ ہٹ گیا۔ سامنے ہیرے جواہرات — ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ میں فوراً لپکا اور ہیرے جواہرات دامن میں بھر بھر کر اونٹوا

لادنے لگا۔ فقیر نے ایک خوب صورت ڈبّے سے ایک سونے کی ڈبیا نکالی۔ اس کو کھول کر دیکھا اور پھر جیب میں رکھ لیا۔ میں نے یہ سوچ کر اس وقت کچھ نہ کہا کہ آگے چل کر اس ڈبیا کا حال پوچھوں گا۔ فقیر نے پھر دعا پڑھ کر دم کی جس سے ٹیلہ پھر ویسا ہی ہو گیا جیسا پہلے تھا۔ ہم نے آپس میں چالیس چالیس اونٹ بانٹ لیے اور اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں تھوڑی دور چلا تھا کہ میرے دل میں لالچ پیدا ہوا۔ میں نے اپنے اونٹوں کو روک کر فقیر کو پکارا۔ وہ رک گیا تو اس کے پاس جا کر میں نے کہا:

"آپ تو فقیر ہیں۔ دنیا چھوڑ چکے ہیں۔ عیش و عشرت سے منہ موڑ چکے ہیں یہ چالیس اونٹ لے کر آپ کیا کریں گے؟ ان کی نگرانی و خدمت میں بہت وقت خراب ہو گا۔ اس سے آپ کی عبادت میں خلل پڑے گا۔"

فقیر یہ سن کر بولا، "ہاں بابا، تم ٹھیک کہتے ہو۔" میں نے کہا کہ دس اونٹ مجھے اور دے دو۔



فقیر راضی ہو گیا اور اس نے مجھے دس اونٹ دے دیے۔ اب اس کے پاس صرف تیس اونٹ رہ گئے۔ مگر میرا لالچ اب بڑھ گیا تھا۔ آدمی کے پاس جب تک دولت نہیں ہوتی اس میں صبر و قناعت رہتی ہے مگر جتنی جلدی اس کو دولت ملتی جاتی ہے اتنا ہی اس پر لالچ کا شیطان قبضہ جماتا جاتا ہے۔
قدم قدم پر شیطان مجھے اکساتا رہا کہ باقی اونٹ بھی اس فقیر سے لے لے۔ چناں چہ باقی اونٹ بھی اسی طرح چکنی چپڑی باتیں بنا کر میں نے اس فقیر سے اینٹھ لیے۔ مجھ کو سب اونٹ دے کر جب فقیر چلنے لگا تو مجھے وہ ڈبیا یاد آئی۔ میں نے کہا:

"بابا! وہ سونے کی ڈبیا بھی مجھ کو دے دیجیے۔ سونا چاندی آپ جیسے عابد و

زاہدوں کو زیب نہیں دیتا۔ یہ تو ہم جیسے دنیاداروں کے پاس رہنے کی چیز ہے"۔

فقیر بولا، "یہ ڈبیا تم مت لو۔ اس کو میرے پاس رہنے دو"۔

میں نے کہا، "جب آپ نے یہ سب دولت مجھے بخش دی تو اس کے سامنے ڈبیا کی کیا حقیقت ہے۔ اسے لے جاکر کیا کیجیے گا؟" یہ کہہ کر میں اپنے دل میں سوچنے لگا کر اگر یہ آسانی سے ڈبیا نہ دے گا زبردستی چھین لوں گا۔

فقیر میری آنکھوں سے دل کے ارادے کو تاڑ گیا۔ اس نے ڈبیا جیب سے نکال کر کہا، "لو! مگر تم جانتے ہو کہ اس میں کیا چیز ہے؟"

میں نے کہا، "نہیں"۔

فقیر بولا، "اس میں ایک مرہم ہے۔ اگر کوئی اس مرہم کو اپنی الٹی آنکھ کی پلکوں پر لگائے گا تو اس کو دنیا بھر کے چھپے ہوئے خزانے دکھائی دینے لگتے ہیں اور اگر سیدھی آنکھ کی پلک پر لگائے گا تو وہ اندھا ہو جائے گا۔



میں یہ سن کر فقیر سے بولا، "اچھا، تو آپ میری الٹی آنکھ میں لگا دیجیے"۔

فقیر نے تھوڑا سا مرہم میری الٹی آنکھ پر لگا دیا۔ میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو مجھے ہر طرف خزانے دکھائی دینے لگے۔

میں نے فقیر سے کہا، "مہربانی کر کے آپ میری سیدھی آنکھ پر بھی تھوڑا سا مرہم لگا دیجیے"۔

فقیر چلا کر بولا، "نہیں بابا، اس کے لگانے سے تو فوراً اندھا ہو جائے گا۔"
ما یہ سمجھا کہ فقیر مجھے دھوکا دے رہا ہے اور اس مرہم کا صحیح راز مجھے نہیں بتانا
ہتا۔ چناں چہ میں فقیر کے سر ہو گیا۔ جب میں نے بار بار کہا تو مجبور ہو کر فقیر
نے تھوڑا سا مرہم میری سیدھی آنکھ کی پلک پر بھی لگا دیا۔ اب میں نے
نکھیں کھولیں تو مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ میں رونے اور چلانے لگا۔

فقیر نے کہا، "میں نے تو تجھ سے پہلے ہی کہا تھا، مگر تو نے میری بات نہ
نی۔ اب اپنی ضد کا نتیجہ بھگت۔"

میں فقیر کے پیروں پر گر پڑا اور رو رو کر کہنے لگا، "آپ میرے سب
اونٹ لے لیجیے، مگر میری آنکھوں کو اچھا کر دیجیے۔" مگر فقیر نے کچھ بھی نہ سنا اور
مجھے جنگل میں بے یار و مددگار چھوڑ کر سب اونٹ لے کر چلا گیا۔

میں جنگل میں بھوکا پیاسا ادھر اُدھر مارا مارا پھر رہا تھا کہ بغداد جانے والا
یک قافلہ اُدھر آ نکلا اور قافلے والے ترس کھا کر مجھے اپنے ساتھ بغداد لے
ئے۔ اس دن سے میں اس چوراہے پر بھیک مانگتا ہوں، اور جو کوئی
بھیک دیتا ہے اُس سے کہتا ہوں کہ پہلے میرے سر پر ایک تھپڑ مار، پھر میں
بھیک لوں گا۔ میرے لالچ کی یہی سزا ہے۔



سائنسی باتیں

تمہارا سایہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے؟

روشنی تمہارے جسم کے پار نہیں ہو سکتی۔ تمہارا جسم اسے روک لیتا ہے۔ جب تم روشنی کے سامنے سے گزرتے ہو یا کھڑے ہوتے ہو تو تمہارے سامنے تمہارا سایہ ہوتا ہے۔ سایہ جس جگہ پر پڑ رہا ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں تمہارا جسم روشنی کو پہنچنے نہیں دے رہا۔ اس سایے کی لمبائی اس بات پر منحصر ہے کہ آنے والی روشنی کی سمت کیا ہے اور اونچائی کتنی ہے۔

جب تم دوپہر بارہ بجے دھوپ میں کھڑے ہوتے ہو تو اس وقت سورج تقریباً تمہارے سر کے اوپر ہوتا ہے۔ اس وقت روشنی براہ راست تمہارے سر، کندھوں اور پیروں پر پڑتی ہے۔ تمہارا جسم روشنی کے زمین تک پہنچنے میں تھوڑی سی جگہ گھیرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہارا سایہ اس وقت بہت چھوٹا ہوتا ہے۔

اس کے برعکس اگر تم صبح کے وقت دیکھو گے تو پتا چلے گا کہ سورج مشرق سے

ہم

رہا ہے اس لیے بہت نیچا ہے۔ اور عصر کے وقت دیکھو تو سورج غروب ہونے
یا نیچے جانے کا وقت ہوتا ہے دونوں صورتوں میں سورج کی روشنی تمھارے
پورے جسم پر پڑتی ہے، سر سے پیر تک۔ اب تمھارا جسم سورج کی روشنی کے راستے
میں زیادہ رکاوٹ پیدا کرتا ہے اور روشنی کو زمین تک نہیں پہنچنے دیتا۔

آسمان میں گرج چمک کیسے ہوتی ہے؟

آسمانی بجلی کی چمک اور کڑک اصل میں ایک بہت زبردست بجلی کا شرارہ
ہے۔ سردی میں اگر تم اپنے پیر کسی اونی کپڑے پر رگڑ کر انھیں دھات کے
بنے ہوئے لیمپ سے چھوؤ گے تو تم دیکھو گے کہ بجلی کی بہت ہی معمولی سی چنگاری



لی۔ یہ چنگاری اسی آسمانی بجلی کی بہت ہی معمولی سی شکل ہے جو بجلی کی وجہ سے
پیدا ہوتی۔

تمام طوفانی بادلوں یا ان بادلوں میں جن میں بجلی کی کڑک اور چمک ہوتی ہے ایک قسم کی بجلی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی جب ان بادلوں میں بجلی خوب بھری ہوتی ہے تو یہ ایک بہت زبردست برقی شرارے کی شکل میں چمکتی ہے اور ایک بادل سے دوسرے بادل تک اچھلتی کودتی چلی جاتی ہے۔ کبھی یہ آسمانی بجلی زمین پر بھی گر جاتی ہے اور بہت نقصان پہنچاتی ہے۔ بجلی کی یہ زبردست چمک اور شرارہ جب بادلوں میں سفر کرتا ہے تو اس کے راستے میں جو ہوا



آتی ہے اسے گرم کر دیتا ہے۔ ہوا اچانک گرم ہونے پر پھیلتی ہے اور پھیلتے پھیلتے ٹھنڈی ہوا کے پرتوں سے ٹکرا جاتی ہے۔ یہ پھیلاؤ یا تصادم ہوا میں ایک بہت زبردست لہر پیدا کرتا ہے۔ یہ لہر آسمان میں ہر طرف تڑکتی پھرتی ہے اور ہم زبردست کڑاکے کی آواز سنتے ہیں۔

سردی میں مُنہ سے بھاپ کیوں نکلتی ہے؟

سردی کے موسم میں جب تم سانس لیتے ہو تو تمہارے مُنہ سے بھاپ نکلتی نظر آتی ہے۔ دھوئیں کا ایک پتلا سا چھوٹا بادل کا ٹکڑا ذرا سی دیر کو نظر آکر غائب ہو جاتا ہے۔ مگر گرمیوں کے دنوں میں تم اپنے اس سانس کو یا مُنہ کی بھاپ کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

تمہارے پھیپھڑوں سے گرم ہوا باہر آتی ہے تو اس میں پانی یا نمی موجود ہوتی ہے یہ ابخرات ہیں۔ گرمی میں تمہارے گرم سانس یا نمی والی ہوا تمہارے چاروں طرف

...جود گرم اور نمی والی ہوا سے مل جاتی ہے۔ تم اپنے منہ سے نکلی ہوئی ہوا اور باہر موجود ہوا میں فرق نہیں کر سکتے۔ نہ اس کو دیکھ سکتے ہو اور نہ پہچان سکتے ہو۔ مگر سردی کے موسم میں معاملہ اُلٹا ہوتا ہے۔

تمھارے منہ سے نکلنے والی گرم ہوا (بخارات) باہر آتے ہی سردی کی زیادتی سے پانی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ باہر کی ٹھنڈی ہوا تمھارے منہ سے نکلنے والی گرم ہوا کو جس میں نمی موجود ہوتی ہے، پانی کے بہت ہی ننھے ننھے قطروں میں تبدیل کر دیتی ہے۔ پانی کے یہ ننھے ننھے قطرے تمھیں نظر آجاتے ہیں اور تم کہتے ہو کہ ہم نے اپنے منہ سے نکلنے والی بھاپ دیکھ لی۔ دوسرے بچے بھی اس بھاپ کو حیرت سے دیکھتے اور خوش ہوتے ہیں۔

دھواں اوپر کیوں اُٹھتا ہے؟

آگ جلنے سے جو دھواں پیدا ہوتا ہے یہ دراصل لکڑی، راکھ یا کاغذ وغیرہ کے وہ ذرات ہوتے ہیں جنھیں آگ جلا نہیں پاتی۔



آگ کے اوپر جو ہوا ہوتی ہے اس میں دھواں بھرا ہوتا ہے اور یہ بہت زیادہ گرم ہوتی ہے۔ آگ سے زیادہ فاصلے پر موجود ہوا ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ ٹھنڈی ہوا گرم ہوا سے زیادہ بھاری ہوتی ہے۔ گرم دھوئیں والی ہوا، ٹھنڈی اور بھاری ہوا کو نہیں روک پاتی۔ اسی لیے ٹھنڈی ہوا اپنے راستے میں آنے والی گرم ہوا کو اوپر دھکیل کر خود نیچے کی طرف آجاتی ہے۔

دھوئیں والی گرم ہوا اس قدر ہلکی ہوتی ہے کہ معمولی سا دھکا لگنے سے یہ تیرتی ہوئی اوپر ہی اوپر چلی جاتی ہے اور اتنی زیادہ اونچائی تک پہنچ جاتی ہے کہ ہم اسے دیکھ نہیں پاتے۔ ●●

سید منتظر پاشا

(قسط نمبر ۳)

بلا عنوان

فلکی ان سب کی نظروں سے بچتے ہوئے اس دروازے تک پہنچ گئی تھی جو پہاڑ کے ایک حصہ میں موجود تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اِدھر اُدھر اس انداز سے دیکھا جیسے وہ اس حرکت کا علم کسی کو نہ ہونے دینا چاہتی ہو۔ پھر پتا نہیں اس نے کیا کیا کہ وہ دروازہ ایک دم سے کسی شٹر کی طرح اوپر چلا گیا۔ اور اس کے اندر داخل ہوتے ہی پھر اپنی جگہ واپس آگیا۔ وہ پہاڑ اندر سے کسی بڑے ورکشاپ کا سا روپ لیے ہوئے تھا۔ فلکی کئی مشینی دروازوں سے ہو کر گزرتی رہی۔ جن کے قریب پہنچ کر وہ سیدھے ہاتھ سے دروازے کے قریب دیوار میں لگے لال بٹنوں کو دباتی جاتی جس سے دروازے اوپر جاتے اور اس کے داخل ہونے کے بعد پھر اپنے آپ واپس آجاتے۔ ایک ہال میں داخل ہونے کے بعد کہیں سے چار روبوٹ (مشینی آدمی) جیسے لباس وضع قطع کے آدمی نکل کر اسے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے اس ہال کے کونے میں بنے ہوئے ایک چیمبر میں چلے گئے۔ اس کے جسم سے



بانسواڑہ، گھر نمبر ۳-۷-۲۰-۱، ضلع نظام آباد اے پی

یوں والا ریشہ ایسے اتار دیا گیا جیسے کسی کے جسم سے کپڑے اتارے گئے ہوں۔
س کے پر بھی جسم سے الگ ہو چکے تھے یعنی وہ نقلی پری تھی۔

طینا اور راجو اس پہاڑ کے قریب کھڑے تھے لیکن وہ اپنے ساتھ آئی
ہوئی پریوں کی طرح حیرت زدہ بالکل نہیں تھے۔ ان دونوں کے ذہنوں میں
س ایک ہی بات آئی کہ حضرت انسان نے پریوں کے دیس میں بھی نہیں
شا۔ راجو نے فلکی پری کو سب سے الگ ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ
س طرح پہچانی جاتی تھی کہ وہ باقی پریوں سے کسی قدر لمبی تھی۔ وہ
س کا پیچھا کرنا چاہتا تھا لیکن نانی پری کی آواز نے اسے روک لیا
ہ کہہ رہی تھی یہ پہاڑ کچھ ہی دن پہلے یہاں نمودار ہوا ہے اور جب
ے بالکل اسی طرح کھڑا ہے۔ ہمارے دیس میں اس طرح کا پہاڑ اور کہیں
نہیں ہے۔ یہ اور پریوں کی طرح مجھے بھی حیرت زدہ کیے ہوئے ہے۔
س کے بارے میں تم لوگوں کو زیادہ کچھ نہیں بتا سکوں گی۔ کیوں کہ
ہ میرے لیے نئی چیز ہے۔ ہاں سنا ہے زمین پر اس طرح کے بہت سے
ہاڑ ہیں۔ تم لوگوں کو اپنی زمین کی ایک چیز دکھانے اور ماحول میں تمھیں
پنے پن کا احساس دلانے یہاں لے آئی۔ مجھے معلوم تھا کہ تم لوگ ضرور خوش
ہوگے یقیناً ہماری طرح تمھیں حیرت بھی نہیں ہو رہی ہوگی۔ بات ختم ہوئی
ر راجو نے کہا، "شکریہ نانی پری آپ نے ہمیں ہماری زمین کی ایک چیز
کھائی لیکن ہمیں نہ جانے زیادہ خوشی کیوں نہیں ہوئی۔ شاید اس
یے کہ ہم سمجھتے تھے پریوں کے دیس کی سیر ہمارے سوا کسی نے نہیں کی
ہوگی۔ اور زمین پر واپس جا کر ہم سب کو یہاں کی باتیں سنا کر حیرت میں
ال دیں گے۔ لیکن نانی پری میں آپ کو بتاؤں کہ زمین والوں میں صرف
م دو ہی آپ کی دیس کی سیر کرنے والوں میں نہیں ہیں۔ نانی پری نے
ئی سوال نہیں کیا۔ اس کی آنکھیں پوری طرح کھلی ہوئی اور سامنے
سی نظر نہ آنے والی چیز پر جمی ہوئی تھیں۔ شاید وہ پوری طرح سنجیدہ
ہو گئی تھیں۔ ایسی کیفیت جو شاید صرف انسانوں کا خاصہ ہے، نانی پری

پرطاری تھی۔ راجر نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "نانی پری آپ سمجھتی ہیں۔ پہاڑ ہم زمین پر دیکھ چکے ہیں اس لیے اس پہاڑ کو دیکھ کر حیرت زدہ نہیں ہوئے۔ لیکن نانی پری یہ پہاڑ نہیں ہے مگر جو بھی ہے، ابھی ہمارے لیے نئی نہیں ہے کیوں کہ ہم زمین والے سائنس میں بہت ترقی کر چکے ہیں اور اس طرح کی چیزیں بنانے لگے ہیں۔ یہ کیا ہے آپ سننا پسند کریں تو میں ضرور بتاؤں گا۔"

معصوم خوبصورت پریاں اپنے کھیل میں مگن تھیں۔ وہ اس پہاڑ کے اطراف اور اوپر نیچے اڑتی پھر رہی تھیں۔ پَر پھڑپھڑاتے ہوئے اگر کسی پری کا پَر پہاڑ سے ٹکرا جاتا تو وہ بے انتہا درد اور تکلیف محسوس کر ایسی ہی کچھ زخمی پریاں نانی پری اور بچوں کے قریب آکر کھڑی ہو گئی تھیں۔ وہ سب نانی پری سے کچھ کہنے کے لیے بے چین سی دکھائی دیتی تھیں۔ لیکن نانی پری کے چہرے پر نظر پڑتے ہی خاموش ہو جانے پر مجبور تھیں۔ نانی پری نے چونک کر راجر کی طرف دیکھا جیسے وہ اس سے آگے کی بات سننے کے لیے بے چین ہوں۔

فلکی نے وہ خفیہ آکسیجن ماسک بھی اپنے پروں کے ساتھ وہیں ڈال دیا جو وہ پریوں کے درمیان رہتے ہوئے نامحسوس طریقے سے اپنی ناک کے قریب کر لیا کرتی تھی۔ اب باقاعدہ پشت پر بندھے آکسیجن سلنڈر کے ساتھ جڑے پائپ کا سرا چہرے پر ماسک کے ساتھ پیوست تھا۔ چاروں آدمی جا چکے تھے۔ اب وہ تنہا تھی اور ماسٹر کے ساتھ کنٹرول روم میں آمنے سامنے بیٹھے ہوئے فون جیسے آلے سے باتیں کر رہی تھی۔ ماسٹر نے سوال کیا "تم ان بچوں کو کب سے پریوں کے ساتھ دیکھ رہی ہو؟"

تقریباً ڈھائی اسٹار اورز گھنٹوں سے۔

اطلاع دینے میں تاخیر کی وجہ؟"

صرف موقع کا انتظار

اس تاخیر سے ہمیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ ہمارا مشن ادھورا بھی

...سکتا ہے ۔ یہ کہتے ہوئے ماسٹر کا لہجہ ذرا تیز ہو گیا تھا۔

ماسٹر اپنے لہجہ پر قابو رکھیے ۔ اس تاخیر میں بھی مشن سے میری وفاداری وجہ تھی ۔ میری لاپرواہی نہیں " پھر بھی اس سے مشن پر کوئی غلط اثر پڑے ۔ تو ہر طرح کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں ۔ مہربانی کرکے آپ ...اس سے بات کروائیے ۔

ماسٹر اپنے سامنے لگے ہوئے بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا " ٹھیک ہے ۔ ایک سرخ بٹن کو دباتے ہی سامنے کی دیوار جیسے اسکرین پر ایک عجیب الخلقت آدمی کا عکس ابھرا ۔ اس کے جسم پر نہ تو ویسا دھانی لباس تھا جو ورک شاپ میں موجود اور لوگوں نے پہن رکھا تھا اور نہ اس کے چہرے پر آکسیجن ماسک ہی لگا ہوا تھا ۔ بلکہ وہ اپنی پیدائشی ہیئت میں موجود تھا اور اس کے سر، چہرے اور جسم پر پھیلے ہوئے لمبے لمبے بال اُسے کسی گوریلے سے مشابہ کرنے کے لیے کافی تھے ۔

راجو نے نانی پری کی حالت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا " زمین پر بسے انسان نے جب زمین کے تمام اسرار و رموز معلوم کر لیے تو وہ آسمان میں دلچسپی لینے لگا اور یہ سب محض نصف صدی سے بھی کم مدت میں وقوع پذیر ہوا یعنی موجودہ صدی میں تحقیقات اور کامیابیوں نے زمینی انسانوں کو آسمانوں پر پہنچا دیا ۔

نانی پری کی پیشانی پر بلوں کا اضافہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ راجو کے ادا کیے ہوئے چھوٹے لفظوں میں اپنے مطلب کی بات تلاش نہ کر سکے لیکن شاید اسے اس پہاڑ کے بارے میں، کچھ معلوم کرنے کے لیے راجو کو سنتے رہنے کے سوا کوئی چارہ بھی نظر نہ آرہا ہو ۔ اسی لیے وہ مستقل خاموش تھی ۔ دفعتاً وہ موجود سبھی پریوں کے علاوہ ٹینا اور راجو نے محسوس کیا کہ اس بڑے پہاڑ سے لگی ہوئی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں ہلچل پیدا ہوئی اور وہ اپنی جگہ سے اٹھنے لگیں ۔ ٹینا سہم کر راجو اور نانی پری سے لپٹ گئی ۔ پہاڑیاں اوپر اٹھا کر دیکھتے ہی دیکھتے وہ خلا ...

میں گم ہوتی چلی گئیں۔ وہاں کسی قسم کا کوئی شور پیدا نہیں ہوا۔ کھیل میں مگن چھوٹی بڑی پریاں اب نانی پری کے قریب جمع ہو گئی تھیں۔ راجو نانی پری کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "نانی پری اگر اس وقت ہم زمین پر موجود ہوتے تو ان پہاڑیوں کے اڑنے سے جو شور پیدا ہوتا ہے وہ اتنے قریب رہنے والوں کے کانوں کے پردے پھاڑ دینے میں کامیاب ہو جاتا۔ نانی پری، یہ غائب ہو جانے والی پہاڑیاں سب سیٹ لائٹس ہیں اور یہ بڑا پہاڑ اسپیس شٹل ہے۔ ایک بہت بڑی خلائی تجربہ گاہ۔ نانی پری کی آنکھیں راجو کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں اور ایسا لگتا تھا کہ وہ ابھی کچھ سمجھ نہیں پائی ہے۔

(باقی آئندہ)

جاگو جگاؤ

فضول خرچی کسی کو بھی پسند نہیں۔ اگر کسی شخص کو فضول خرچ کہا جائے تو سمجھو کہ اس کی ...ریف نہیں ہو رہی ہے، بُرائی ہے۔ اور لوگوں کو پسند ہو یا نہ ہو فضول خرچ آدمی خود اپنے ...ے بھی اچھا نہیں ہوتا۔ جب اس کے پاس پیسہ ہوتا ہے تو وہ ضرورت، بے ضرورت چیزیں ...ید کر اُڑا دیتا ہے۔ جب پیسہ ختم ہو جاتا ہے تو پریشان ہوتا ہے۔

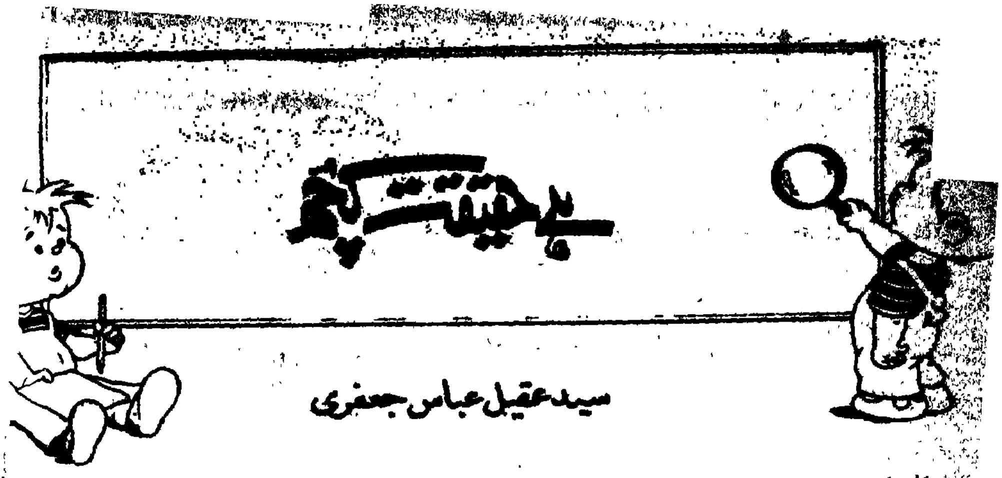
انسان کو خرچ ضرور کرنا چاہیے۔ پیسہ ہوتا ہی اس لیے ہے کہ آدمی اس سے فائدہ ...ٹھائے، اپنے آرام اور ضرورت کی چیزیں خریدے۔ لیکن ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اچھا نہیں ...ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ پیسہ بچا کر نہیں رکھ سکتے۔ اُن کی جیب سے جب تک ...پیسہ نکل کر دوسروں کی جیب تک نہ پہنچ جائے اُن کو سکون نہیں ملتا۔ یہ عادت اچھی نہیں۔

تمھارے پاس جو کچھ ہو اُس کو ضروری چیزیں خریدنے پر خرچ کرو۔ باقی پیسے بچا کر ...رکھو۔ بچت کی عادت بڑی اچھی عادت ہے۔ جمع کیا ہوا پیسہ وقت پر کام آتا ہے۔ تمھارے ...کام بھی آتا ہے اور تمھارے عزیزوں اور دوستوں میں سے کسی کو ضرورت پڑے تو ان کے بھی کام ...آسکتا ہے۔

درمیان کا راستہ سب سے اچھا راستہ ہے۔ جس طرح فضول خرچی اچھی چیز نہیں۔ اسی طرح ...کنجوسی کی عادت بھی اچھی نہیں ہے۔ دونوں کے درمیان رہنا چاہیے۔ ضرورت کے مطابق خرچ کرو۔ ...ضرور کرو، ضرورت سے زیادہ ہرگز خرچ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ بھی فضول خرچی (اسراف) کرنے ...والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ہمارے پیارے ملک کو بھی پیسے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے ملک ...کی خاطر بھی فضول خرچی سے پرہیز کرنا چاہیے۔

تمھارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید



مغالطہ :-

دنیا کی سب سے بڑی مچھلی بلیو وہیل ہوتی ہے۔

حقیقت :-

یہ تو درست ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا جاندار بلیو وہیل ہوتی ہے مگر یہ کہنا درست نہیں کہ بلیو وہیل مچھلی ہوتی ہے۔

غالباً یہ مغالطہ اس لیے پیدا ہوا کہ بلیو وہیل کی بود و باش سمندر میں ہوتی ہے اور سمندر میں پائی جانے والی اس نوع کی مخلوق بالعموم مچھلی سمجھی جاتی ہے۔ جبکہ بلیو وہیل کا شمار سائنسی طور پر مچھلیوں میں نہیں بلکہ ممالیہ جانوروں میں کیا جاتا ہے۔ مچھلیوں میں سب سے بڑی مچھلی کا نام "وہیل شارک" ہوتا ہے۔

وہیل شارک، بحر اوقیانوس، بحر الکاہل اور بحر ہند ں پائی جاتی ہے۔ اس مچھلی کی اوسط لمبائی پانچ شاریہ صفر تین میٹر ہوتی ہے۔ ۱۹۱۹ء میں مشرق ر کے سمندروں میں ایک ایسی وہیل شارک پکڑی گئی تھی جس کی لمبائی ساڑھے اٹھارہ میٹر اور وزن ۴۳ ٹن تھا۔

حوالے :-

(Ref. Don't You Believe It by Gyles andreth. P. 98)

مغالطہ :-

نوری سال وقت کی اکائی ہے۔

حقیقت :-

نوری سال وقت کی نہیں، فاصلے کی اکائی ہے۔ یہ مغالطہ شاید اس لیے پیدا ہوا کہ اس اکائی کے نام میں لفظ سال شامل ہے۔

نوری سال، اس فاصلے کو کہا جاتا ہے جو روش کی ایک شعاع، ایک سال میں طے کرتی ہے۔ فاصلہ ۵۸ کھرب، ۷۸ ارب، ۴۹ کروڑ ۷۹ لا ۷۲ ہزار میل کے مساوی ہوتا ہے۔

حوالے :-

The Dictionary of Misinformation by Tom Burnam P-1

مغالطہ :-

سیارے کا سال، اس کے دن سے بڑا ہوتا ہے۔

حقیقت :-

سیارے کی، جن میں زمین بھی شامل ہے، دو گردشیں ہوتی ہیں۔ ایک گردش سورج کے گرد، جس سے سال وجود میں آتے ہیں، اور ایک گردش اپنے محور کے گرد، جس سے دن اور رات وجود میں آتے ہیں۔ زمین کا ایک سال ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے ۷ منٹ ۳۸ سیکنڈ پر مشتمل ہوتا ہے۔ جب کہ ایک دن ۲۳ گھنٹے ۵۶ منٹ ۴ سیکنڈ ہوتے ہیں۔

مگر سیارہ زہرہ اپنے محور کے گرد ایک گردش زمین کے ۲۴۳٫۱۶ دن میں، اور سورج کے گرد، ایک گردش، زمین کے ۲۲۴٫۷۰۰۷ دنوں میں مکمل کرتا ہے اس طرح اس کا دن، اس کے سال سے بڑا ہوتا ہے۔

حوالے :-

Guinise Book of World Records -1974

By Norris & Ross Mcwhirter

P-155

مغالطہ :-

ریڈیو مارکونی نے ایجاد کیا تھا۔

حقیقت :-

عام طور پر ریڈیو کی ایجاد کا سہرا اٹلی کے باشندے گگلیلمو مارکونی کے سر باندھا جاتا ہے۔ مگر حقیقت کچھ اور ہے۔

حقیقت یہ کہ ۱۸۸۸ء میں جرمن سائنس دان ہنرخ ہرٹز نے پہلی مرتبہ برقی مقناطیسی لہروں کے اصول پر دنیا کا پہلا ٹرانسمٹر اور ریڈیو ایجاد کیا تھا۔ چھ برس بعد ۱۸۹۴ء میں اٹلی کے سائنس دان گگلیلمو مارکونی نے ہرٹز ہی کے خطوط پر مزید کام کیا اور اس کی ایجاد کو ایک عملی شکل دے دی۔ ۲ برس بعد ۱۸۹۶ء میں مارکونی نے اپنی اس ایجاد کا عوام کے سامنے مظاہرہ کیا اور جولائی ۱۸۹۷ء میں اس نے وائرلیس ٹیلی گراف اینڈ سگنل کمپنی لمیٹڈ قائم کی جس نے ریڈیو اور ریڈیو اسٹیشن بنانے شروع کیے۔

چونکہ مارکونی نے ریڈیو کی ایجاد کو عوام سے روشناس کرانے اور اسے مقبول بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا اس لیے یہ ایجاد اسی سے منسوب ہوگئی۔ حالانکہ یہ جرمن سائنس دان ہنرخ ہرٹز کی ایجاد تھی اب بھی روس میں پڑھائی جانے والی درسی کتب میں "بابائے ریڈیو" کے طور پر ہرٹز کا نام درج ہوتا ہے۔

حوالے :-

(Ref. Don't You Believe It by Graham & Sylvana Nown. P 32)



ہمارا گھر

عبدالقادر

ہم اپنے گھر کی، جھلک دکھائیں، کہ بات دل میں، یہی سمائی
ہیں اس چمن کے، یہ پھول سارے، ہماری باجی، ہمارے بھائی
ہمارے دادا کی دھاک سب پر، انہیں کا چلتا ہے حکم اکر
کبھی تھے مانے ہوئے شکاری، اسی سے شہرت بھی خوب پائی
ہماری دادی، بہت ہی پیاری، زبان سے اُن کی، دعا ہے جاری
ہے بات اُن کی، بڑی رسیلی، پسند اُن کی ، ہے رس ملائی
ہماری نانی، بڑی سیانی، سنائے ہر رات، اک کہانی
ذرا جو ٹوکا، تو آیا غصہ، ہمارے سر پر، چپت لگائی
ڈکارتی ہیں، ہماری تائی، ٹھکانہ ان کا ہے چارپائی
وہ گول تکیہ ہے سر کے نیچے، بدن کے اوپر ہے اک رضائی



ہمارے ابو کی جلد بازی، عجب شگوفے کِھلا رہی ہے
گئے جو دفتر میں کل سویرے، گلے میں اُلٹی تھی ان کی ٹائی

دوات جلدی میں آج کھولی، گرائی جتنی تھی روشنائی
وہ دیکھو رنگین ہو گئی ہے، قمیص جو تھی دُھلی دُھلائی

پہن کے جب سوٹ گھر سے نکلے، جدا جدا تھے وہ دونوں موزے
کوئی ہرا تھا، کوئی گلابی، ہوئی تھی پھر خوب جگ ہنسائی

ہماری امی کا دیکھو جلوہ، پکا رہی ہیں کچن میں حلوہ
ہمیشہ کاموں کی دُھن لگی ہے، کبھی سِلائی، کبھی صفائی

چچا ہمارے بڑے غصیلے، ہمیشہ اونچا ہے ان کا پارہ
وہ کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں، سمجھ نہ لینا انھیں قسائی

پھسل کے اُن سے جو ٹوٹی پیالی، ہماری گردن مروڑ ڈالی
ذرا نہ اپنا قصور دیکھا، ہماری ناحق ہوئی پٹائی

بڑی ہی رسیا ہیں ناولوں کی، ہماری باجی کا حال دیکھو
تَلا جو انڈا تو کوئلہ تھا، نظر جو ناول سے نہ ہٹائی

ہمارے بھائی نے کھیل ہی میں، جو وقت اپنا فضول کھویا
رہے وہ ناکام امتحاں میں، تو شکل دن بھر نہیں بتائی

شرارتوں میں لگا ہے مُنّا، تپائی پر وہ کھڑا ہوا تھا
گرا جو دھم سے تو چوٹ آئی، چڑھا تھا لینے کو وہ مٹھائی



غا عمران سخت پریشان تھے کیونکہ انسپکٹر شعیب سے وائرلیس پر رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔
تنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی دوسری طرف انسپکٹر شعیب تھا۔
"سر مجھے افسوس ہے میں وہ فائل آپ تک نہیں پہنچا سکا۔ وہ، میں فائل لے کر واپس آرہا
تھا کہ گاڑی پر خود کار اسلحہ سے فائرنگ کر دی گئی۔ میں نے فائل کے ساتھ چھلانگ لگا دی ... لیکن.....
ن تمام لوگوں نے مجھ پر حملہ کر دیا۔" "لیکن انسپکٹر شعیب . میں نے تمہارے پیغام کے ساتھ ہی
یہاں سے پولیس فورس تمہارے پیچھے روانہ کی تھی کہ تمہاری حفاظت کی جائے اور ان لوگوں کو پکڑنے کی
وشش کی جائے" .... "جی سر ... اس پولیس فورس کی وجہ سے میری جان بچ گئی لیکن فائل"
"فائل کی فکر نہ کرو.... میں ایک مہینے کی تنخواہ اس شخص کو دے سکتا ہوں جو مجھے اس شخص کے چہرے کے
تاثرات کا فوٹو گراف لا دے جس نے یہ فائل چوری کرائی ہے۔ وہ تاثرات جب وہ اس فائل کو دیکھے
گا۔"

"تم آرام کرو .... زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔ ٹھیک ہے میں تم سے کل بات کروں گا۔ ابھی میں جنرل
ہسپتال جا رہا ہوں۔ وہاں ایک بچہ ایمرجنسی میں آیا ہے جس نے نشہ آور ٹافی کھا لی ہے۔"
آغا عمران کو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ ٹافی کھانے سے بچہ بے ہوش کیسے ہو گیا۔ حالانکہ
نشہ آور ٹافی سے تو ٹافی کی طلب بڑھنی چاہیے تھی۔ کہیں غلطی سے ٹافی میں دوائی کی مقدار زیادہ پڑ گئی

مختلف ممکنات پر غور کر رہے تھے۔ ان کی جیپ تیزی سے ہسپتال کی طرف جا رہی تھی۔ وہاں جا کر انھیں پتہ چلا کہ بے ہوشی کی ایک وجہ سر میں لگنے والی چوٹ بھی ہے۔ آغا عمران نے انصاری صاحب سے اجازت لے کر ٹافی کھانے والے بچے اور جواد کو اپنی گاڑی میں بٹھا لیا کہ وہ انھیں اس کے گھر خود چھوڑ دیں گے۔ آغا صاحب کا مقصد یہ تھا کہ بچے کے والدین سے بھی مل لیں گے اور یہ بھی پتہ کریں کہ وہ کہاں پڑھتا ہے اور اس نے یہ ٹافی کہاں سے خریدی تھی۔

آج جواد کی ان ڈور ریکارڈنگ کا دن تھا۔ چلڈرن کلب کے دفتر کا سیٹ لگایا گیا تھا۔ جواد دیکھ کر حیران ہوا کہ اسٹوڈیو کے ایک کونے میں دفتر کا تاثر اس طرح بنایا گیا تھا کہ بالکل اصلی دفتر لگ رہا تھا۔ چند تختے ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر کھڑے کر دیے گئے تھے۔ سامنے میز اور کرسیاں رکھی تھیں۔ میز پر ضروری سامان رکھ دیا گیا تھا۔ کیمرے کی آنکھ اس منظر کو ٹی وی پر بالکل سجے سجائے دفتر کی صورت میں پیش کر رہی تھی۔

ریکارڈنگ ہوئی اور حسب معمول وہ دوبارہ ٹی وی کی وین میں بیٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہونے لگے تو مس نائلہ نے جواد سے کہا،

"تم میرے ساتھ گاڑی میں چلو..... میں تمھیں گھر چھوڑ دوں گی۔" جواد نے انصاری صاحب کو بتا دیا کہ وہ ٹی وی کی وین کی بجائے مس نائلہ کے ساتھ جا رہا ہے۔

نائلہ دراصل ان انوکھی باتوں کی وجہ سے جواد میں دلچسپی لے رہی تھی جو جواد سے وابستہ تھیں۔ اس لیئے وہ تفصیل کے ساتھ اس سے باتیں کرنا چاہتی تھی۔ راستے میں بھی وہ اس سے پوچھتی رہی کہ وہ اس دن تم نے ٹافی کھانے سے منع کیا اور وہ بچہ ٹافی کھا کر بے ہوش ہو گیا۔ وہ انصاری صاحب بتا رہے تھے کہ تم نے بجلی چلے جانے کا پوچھا اور ساتھ ہی بجلی چلی گئی۔ اس طرح کے کئی ایک واقعات بچوں میں تمھارے بارے میں مشہور ہیں . . .. اس کے پیچھے کیا چکر ہے......

جواد نے کہا "چکر تو کچھ نہیں۔ غالباً اتفاقات ہیں یا بقول آغا عمران صاحب کے میری چھٹی حس ذرا تیز ہے اور میں خطرے کی بو کو سونگھ لیتا ہوں۔"

"میں بھی آج کل ایک کتاب پڑھ رہی ہوں۔" مس نائلہ نے کہا "اس کا نام ہے ای۔ ایس۔ پی یعنی ایکسٹرا سینسری پرسیپشن (Extra Sensory Perception)

ہم اسے ما فوق الفطرت قوت ادراک بھی کہہ سکتے ہیں، تم اسے ما فوق الفطرت قوت اور اک بھی کہہ سکتے ہو۔"

"یہ اتنے موٹے موٹے لفظ تو میری سمجھ میں نہیں آ رہے لیکن آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ مجھے کہاں لے جا رہی ہیں؟" جواد نے باہر جھانکتے ہوئے پوچھا

"اپنے گھر" .... مس نائلہ نے جواب دیا۔
"میرے ابو تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"
"تمہارے ابو کیا کام کرتے ہیں؟" جواد نے پوچھا۔
"بزنس۔"
"کیا بزنس؟"
"وہ تو میں بھی نہیں جانتی۔ بس یہ معلوم ہے کہ وہ بزنس کرتے ہیں۔ کبھی ہم نے پوچھا ہی نہیں۔"
"اور آپ کی امی؟" جواد نے پوچھا۔
"وہ سوشل ورکر ہیں۔ خواتین کی مختلف انجمنوں کی سرپرست ہیں۔ بچوں اور بیوہ خواتین کے لئے انھیں کام کرنے کا عشق ہے۔" "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں آپ کے ابو سے آج کی بجائے کل مل لوں گا!"
"وہ کیوں؟" مس نائلہ نے پوچھا۔
"اس لئے کہ آج مجھے بہت ضروری کام ہے۔ میرے گھر میں میرا ایک دوست آنے والا ہے۔ اور پھر ہم دونوں کو مل کر ایک شو دیکھنے جانا ہے۔ وہ آپ کو بھی پتا ہوگا، وہ چائنا سے بازی گروں کا ایک طائفہ آیا ہے۔ آپ مجھے پلیز گھر اتار دیں۔ کل آؤٹ ڈور کے بعد میں آپ کے ساتھ آپ کے گھر چلوں گا...... اور پھر میں اپنے امی ابو کو بتا بھی آؤں گا، کہ میں ریکارڈنگ سے فارغ ہو کر ذرا دیر سے آؤں گا۔"
"چلو ٹھیک ہے۔" نائلہ نے کہا۔ "تو پھر یہ بتاؤ کہ تمہارا گھر کہاں ہے؟"
جواد نے باہر دیکھا اور کہنے لگا "وہ سرخ کار کے پیچھے موڑ لیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کدھر جانا ہے۔"
"ارے یہ سرخ کار تو ہماری ہے۔ لیکن اسے کوئی اور ہی چلا رہا ہے!" نائلہ نے اپنی گاڑی سرخ کار کے قریب کی تو جواد نے گاڑی کا نمبر نوٹ کر لیا۔
جواد کے گھر، ذیشان اس کا انتظار کر رہا تھا۔
"میرے سپر اسٹار، تمہاری شوٹنگ ختم ہو گئی۔" ذیشان نے جواد کو دیکھتے ہی کہا۔
"شوٹنگ تو ختم ہو گئی تھی لیکن میں تمہیں ایک اور بات بتاتا ہوں۔" جواد کی امی نے، جو ذیشان کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں مسکراتے ہوئے جواد کی طرف دیکھا...... کہ اب شروع کوئی نئی کہانی .... کوئی نئی گپ ...... جس کا کوئی سر ہو گا نہ پیر .... جواد نے ذیشان کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے کمرے میں لے آیا۔
"پتا ہے کیا ہوا؟ وہ مس نائلہ ہیں ناں! وہ مجھے زبردستی اپنے گھر لے جا رہی تھیں۔ پتہ نہیں کیوں ان کے ابا مجھ سے ملنا چاہتے ہیں...... ان کے ابا کا بزنس بھی کچھ مشکوک ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں،

نائلہ کو بھی نہیں پتا کہ ان کے ابا کیا کرتے ہیں اور راستے میں ایک مشکوک سی کار دیکھی تو کہنے لگیں۔ یہ ہماری کار ہے اور پھر خود ہی بتانے لگیں کہ پتہ نہیں اسے کون چلا رہا ہے۔ یار ذیشان ...... مجھے تو سخت گڑ بڑ لگتی ہے۔ کل ریکارڈنگ کے بعد تقریباً چھ بجے میں مس نائلہ کے ساتھ ان کے گھر جاؤں گا اور معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ ان کے والدین کیا کرتے ہیں اور سرخ کار کا کیا معاملہ ہے۔ ممکن ہے وہ تو مس نائلہ ہی بتا دیں۔ اگر کل آٹھ بجے تک میں گھر نہ پہنچوں تو تم انکل کو بتادینا اور انصاری صاحب ٹی وی پروڈیوسر سے مس نائلہ کا پتہ لے کر ان کے گھر پہنچ جانا۔ بلکہ نہیں، میں کوشش کروں گا کہ کسی طرح مس نائلہ کے گھر کا پتہ معلوم کرلوں اور کل کسی وقت ٹیلی فون پر تمہیں بتا دوں۔ اگر میرا ٹیلی فون تمہیں نہ ملے تو پتہ انصاری صاحب ہی سے ملے گا۔"

.... ○ ....

ذیشان کو نیند نہیں آرہی تھی۔ معلوم نہیں کیوں وہ جواد کی طرف سے فکر مند تھا۔ آخر اسے کیا پڑی ہے کہ خطرناک لوگوں کے گھروں میں جائے۔ پھر خود ہی وہ خود کو سمجھانے لگا۔ "شاید اس سے ہی یہ مسئلہ حل ہو جائے، اور زہریلی ٹافیاں بیچنے والوں کا پتہ چل جائے۔ ممکن ہے وہ ٹافی مس نائلہ نے ہی اس بچے کو دی ہو۔ لیکن ابو بتا رہے تھے کہ اس نے ٹافی خود خریدی تھی۔ اپنے گھر سے باہر کسی پھیری والے سے۔ اور پھر ذیشان نے مختلف اسکولوں کے باہر سے جو ٹافیاں، آئس کریم اور دوسری کھانے پینے کی اشیاء خریدی تھیں، ان سب کی رپورٹ ٹھیک آئی تھی یعنی ان میں نشہ آور دوا شامل نہ تھی شاید ان لوگوں کو بھی پتہ چل گیا ہے کہ پولیس ان کے تعاقب میں ہے اور وہ چھپ گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ اسکولوں کی بجائے گلی کوچوں اور محلوں میں پھیل گئے ہوں۔"

ذیشان نے یہ سب سوچتے ہوئے پھر جواد کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ "اللہ کرے جواد کسی ایسی بات کا پتہ چلالے کہ اس سارے کام کے پیچھے جو بڑا آدمی ہے وہ کون ہے، ان کا باس ...... سردار ...... وہ پکڑا جائے، اس کے ابو کتنے خوش ہوں گے۔"

.... ○ ....

"میری خوشی کی وجہ ایک ٹافی ہے ...... لڑکے!"

آغا عمران نے انسپکٹر شعیب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا ...... "صرف ایک ٹافی پر کہ 'اخبار' کا اداریہ غلط نہیں تھا۔ اب میرے ہاتھ ایک ثبوت آگیا ہے۔ بات درست ہے کہ بچوں کو ٹافیوں کے ذریعہ زہر دیا جارہا ہے۔ اب میں انہیں نہیں چھوڑوں گا۔ کیا تمہیں اس سرخ کار کے بارے میں کوئی اور معلومات ملیں۔ اس کا نمبر؟ مالک؟" "جی نہیں۔" انسپکٹر شعیب نے کہا۔ "میں کوشش کر رہا ہوں لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ کار دوبارہ نظر نہیں آئی۔" "ٹھیک ہے۔" آغا عمران نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

بھی تو میں گھر جا رہا ہوں .... تم مجھ سے ہر وقت رابطہ رکھو گے کہ کہاں ہو اور کیا کر رہے

اتنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، دوسری طرف ذیشان تھا۔

"ابو! آپ گھر کب آئیں گے۔ آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"بیٹے ضروری بات ٹیلی فون پر بھی ہو سکتی ہے۔"

"ابو، ٹیلی فون پر صرف غیر ضروری باتیں ہوتی ہیں۔ ابھی کل ہی تو آپ امی سے کہہ رہے تھے۔"

"اچھا اچھا۔ ٹھیک ہے بتاؤ کیا بات ہے۔" آغا عمران نے پوچھا "ابو .... ہو سکتا ہے ہمارا ٹیلی فون کوئی سن رہا ہو، کسی دوسری لائن سے کراس بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرے خدا،" آغا عمران نے اپنا سر پیٹ لیا، "یہ میرے گھر میں کیا چیز پیدا ہو گئی ہے۔"

"ابو۔ آپ کے سامنے انکل شعیب بیٹھے ہیں۔"

"جی بیٹھے ہیں۔" آغا عمران نے جواب دیا۔

"انہیں بھی ساتھ ہی لیتے آیئے گا۔ ورنہ آپ گھر سے آ کر انہیں فون کریں گے۔"

"اچھا جی..... جو حکم سرکار کا۔" آغا عمران نے محبت سے کہا اور انسپکٹر شعیب سے کہنے لگے۔

"لڑکے! میرے بیٹے ذیشان نے تمہیں گھر طلب کیا ہے چلو چلتے ہیں، امید تو نہیں، شاید کوئی کام کی بات پتہ چل جائے۔ کیونکہ آج کل وہ بھی ہمارے کیس میں اتنا ہی ملوث ہے جتنے ہم ہیں۔"

"جی سر، اسکولوں کے باہر سے کھانے پینے کی اشیاء خریدنے میں اور پھر ہم تک پہنچانے میں اس نے بڑی محنت کی۔ جواب نہیں ذیشان کا" ....

اور چند لمحوں بعد وہ دونوں گھر پر تھے۔

ذیشان نے ان کو دیکھتے ہی ٹیلی فون نمبر گھمانے شروع کر دیے۔ دونوں غور سے ذیشان کو دیکھ رہے تھے۔

"ہیلو انکل...... میں ذیشان بول رہا ہوں۔ جواد گھر آیا۔ ہاں یہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ وہ آج ریکارڈنگ کے بعد کہیں جائے گا۔ بس یہی پتہ کرنا تھا کہ وہ گھر پہنچا یا نہیں۔" ذیشان نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"جناب، ہمارے لیے کیا حکم ہے؟" آغا عمران نے شرارتاً کہا۔

"ہاں لڑکے، تم بیٹھو اور تم بھی بیٹھو۔" ذیشان نے اپنے ابا کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے جواد کے ساتھ تم نے بھی ڈراموں میں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔"

"ہاں جواد سے یاد آیا۔" ذیشان نے کہا، "آپ کو آج کل کسی سرخ کار کی تلاش ہے ؟"

سرخ کار کا سن کر آغا عمران اور انسپکٹر شیعب یوں اچھلے تھے جیسے انہیں بھڑ نے کاٹ لیا ہو۔

"سمجھ گیا۔" ذیشان نے کہا اور پھر اپنی نیکر کی جیب سے ایک چھوٹا سا کاغذ کا ٹکڑا نکالا۔ "اس سرخ کار کا نمبر یہ ہے۔" اس نے کاغذ آغا عمران کی طرف بڑھا دیا جسے انسپکٹر شعیب نے آغا عمران کے ہاتھ سے تقریباً چھین لیا اور پھر خود ہی سوری کہہ کر نمبر پڑھنے لگا۔

"تمہیں سرخ کار کے بارے میں کس نے بتایا اور یہ نمبر تمہیں کس نے دیا ہے اور کار کا مالک کون ہے"

آغا عمران نے دو تین سوالات اوپر نیچے کر دیے۔

"اس کا مالک مس نائلہ کا ابو ہے۔"

"یہ مس نائلہ کون ہیں ؟" انسپکٹر شعیب نے فوراً پوچھا۔

"مس نائلہ جواد کے ساتھ ٹی وی ڈرامے میں کام کرتی ہیں۔"

"سمجھ گیا۔" آغا عمران نے کہا "وہ اس دن ہسپتال میں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"کہاں رہتی ہے.......... کوئی گھر کا پتہ؟"

"ہاں یہ ہوئی ناں بات۔" ذیشان نے چہکتے ہوئے کہا۔

"یہ مجھے معلوم نہیں۔ البتہ یہ بتا سکتا ہوں کہ آپ کے دوست انصاری صاحب ٹی وی پروڈیوسر کے پاس مس نائلہ کا پتہ.......... ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہے۔ ساتھ ہی آپ سے درخواست ہے کہ میرا دوست جواد مس نائلہ کے گھر گیا ہوا ہے اور اس کی جان کو خطرہ ہے۔"

(جاری ہے)

گدھے غریبوں کی سواری ہیں، اس لیے ان میں تکبر نہیں ہوتا۔ انہیں ڈرائیو کرنے کے لیے لائسنس کی ضرورت نہیں۔ وہ پیٹرول پر نہیں چلتے اور لیک نہیں کرتے اور نہ دھواں چھوڑتے ہیں۔ اگرچہ وہ کبھی ہارن، ہیڈ لائٹ، کلچ اور بریک کی ضرورتوں سے بے نیاز ہیں، پھر بھی وہ کبھی حادثہ نہیں کرتے۔ ان کا کوئی پارٹ اسپیئر نہیں ہوتا۔ جب سے وہ اس دنیا میں آئے ہیں ان کا ایک ہی ڈھنگ رہا ہے [illegible] ڈھنگ دیکھ کر ٹیکس لگا۔ حالانکہ انہیں کبھی اپنی ترقی کے قابل نہیں سمجھا۔ ٹیکسیاں دس کام کرنے کے بعد ریٹائر ہو جاتی ہیں اور کباڑیوں کے ہاتھ بیچ دی جاتی ہیں لیکن بیس پچیس سال تک ملک و قوم کی خدمت کرنے کے باوجود کوئی گدھا آج تک پنشن پر نہیں گیا، نہ کسی کباڑیے یا سیکنڈ ہینڈ ڈیلر کے یہاں دیکھنے میں آیا۔

محمد رضوان



بشیر صاحب ہمارے استاد کا نام ہے۔ عمر ہوگی یہی کوئی تیس سال۔ بے حد ملنسار، خوش اخلاق
ات و اطوار، شکل و صورت ہر لحاظ سے اچھے تھے۔ جب ہمیں اطلاع ملی کہ ان کی شادی ہونے
ا ہے تو ہم بے حد خوش ہوئے۔ میں نے پوچھا، "بشیر صاحب کی شادی کہاں ہو رہی ہے؟"
اقبال بھالو سر کھجا کر بولا، "گورنمنٹ اسکول کی استانی ہیں۔ ان کا نام مس عابدہ ہے۔"

انور موٹو نے ایک جھرجھری سی لی اور بولا "ابھی کچھ دن پہلے میرا ایک دوست بتلا رہا
اُس کے اُستاد نے ایک چڑچڑی عورت سے شادی کر لی تھوڑے ہی دِنوں میں ماسٹر صاحب
بھی چڑچڑے ہو گئے اور بات بات پر لڑکوں کی کھال اُدھیڑنے لگے۔"

رونی جھٹ بولا، "اور ماسٹر فضلو خاں کو ہی دیکھ لو۔ شادی سے پہلے اچھے بھلے خرا
آدمی تھے۔ شادی کے بعد بات بات پر کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں بلکہ بعض اوقات کاٹ
لیتے ہیں اور ماسٹر عزیز الدین صاحب...." موٹو کانپتے ہوئے بولا "بس بس، اب اور
کی تاب نہیں ورنہ میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔"

رونی نے کہا، "کاش ماسٹر صاحبان شادی کرنے سے پہلے اپنے شاگردوں سے مشورہ
کریں"۔

میں نے پوچھا، "یہ مس عابدہ کی عادتیں کیسی ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ وہ چڑچڑی، لڑاکا
اخلاق خاتون تو نہیں ہیں؟"

اقبال بھالو سادگی سے بولا، "یہ تو مجھے معلوم نہیں۔"

"اُن صاحبہ کی زیارت کرنی چاہیے" رونی نے فیصلہ سُنا دیا۔

ہم تلاش کرتے کرتے مس عابدہ کے مکان پر پہنچے۔ یہ ایک پُرانا قسم کا مکان تھا جو شہر کے د
سرے پر واقع تھا۔

"آؤ، کسی کھڑکی سے جھانک کر دیکھتے ہیں۔" انور موٹو نے مشورہ دیا۔

ہم دبے پاؤں چلتے ہوئے باغیچے میں سے گزرے اور کھڑکی کے پاس پہنچے۔ اچانک ایک
منحوس صورت بڑھیا نے جھانک کر ہمیں دیکھا اور دیکھتے ہی چیخی، "تم یہاں کیا کر رہے ہو
دفع ہو جاؤ ورنہ ابھی ڈبو کو بُلاتی ہوں۔"

رونی جھلا کر بولا، "شکل صورت تو آپ کی بھی کم خوف ناک نہیں ہے۔"

بڑھیا چیخ چیخ کر ڈبو کو بُلانے لگی، "ڈبو، ڈبو، ڈبو۔" اس کے ساتھ ہی ایک خوف ناک شک
کا کُتا باہر آیا اور ہمیں گھور گھور کر غرّانے لگا۔ ہم بدحواس ہو کر بھاگے تو پیچھے مڑ کر نہ دیکھا
اپنے کمرے میں پہنچ کر ہم کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ رونی بولا، "اگر یہ مس عابدہ ہیں تو میاں بشیر کی زند

انور موٹو بولا، "ایسی بدمزاج عورت سے شادی کرنے سے بہتر ہے کہ انسان بھیڑیوں کا لقمہ بن
جائے۔" اس وقت ہمارے دلوں میں میاں بشیر صاحب کے لیے ہمدردی کا جذبہ ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔
قبال بھالو نے تقریر شروع کی، "میں تمام دوستوں کو خبردار کرتا ہوں کہ یہ رشتہ ہمیں ہرگز منظور نہیں۔"
میں نے بات کاٹ کر اپنی تقریر شروع کر دی، "ہمیں منظور نہیں کہ ہمارا استاد مظلوموں کی سی
ندگی بسر کرے۔"

موٹو بولا، "ہم میاں بشیر کو اس ظلم سے نجات دلا کر دم لیں گے۔"

ہم باری باری مختلف تجویزیں بیان کرنے لگے۔ آخر میں نے کہا، "میرے ذہن میں یہ تجویز
آئی ہے کہ ہم کسی طرح مس عابدہ کو میاں بشیر سے برگشتہ کر دیں۔"

"کیا کر دیں؟ ذرا صاف اردو بولیے۔" انور موٹو چلایا۔

میں نے ہنس کر کہا، "میرا مطلب ہے کہ ہم کسی طرح مس عابدہ کو یقین دلا دیں کہ میاں بشیر
ہت ہی بُرے آدمی ہیں۔"

روفی جھٹ سے بولا، "بھئی واہ، ایمان سے کیا تجویز پیش کی ہے، مزہ آ گیا۔"

بھالو نے کہا، "نوبل انعام دیا جائے۔" اور اِن کم بختوں نے دھما دھم تین گھونسے میری کمر پر جڑ دیے۔

اگلے دن روفی چلتی ہوئی بس سے گر پڑا۔ وہ بہت دنوں سے چلتی بس میں چڑھنے اور اترنے
ا تجربہ کر رہا تھا۔ اتفاق سے اُس دن تجربہ ناکام رہا۔ چوٹیں تو خیر سے کافی آئیں، ناک، منہ، ہاتھ پاؤں
گہ جگہ سے چھل گئے تھے۔ بدقسمتی سے ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں سلامت رہ گئی تھیں۔

اگلے دن جب ہم اسکول پہنچے تو رُوفی کا عجیب حلیہ تھا۔ اس کے چہرے پر پٹیاں بندھی ہوئی
تھیں۔ صرف آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ناک کی چونچ دکھائی دے رہی تھی۔ روفی کا حلیہ دیکھ
ر ہمارے دشمنوں کے کلیجے ٹھنڈے ہو گئے۔ مقصود پُرمسرت طریقے پر چیخ کر بولا، "اس حلیے
ں تم بہت خوب صورت نظر آ رہے ہو۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر تمھارا ایک آدھ دانت بھی ٹوٹ جاتا۔"

"بس خبردار۔" روفی گرج کر بولا، "دانت تڑواؤ تم اپنے۔ کل تم یہ کہتے پھرو گے کہ کیا ہی اچھا
وتا اگر روفی کا انتقال ہو جاتا۔"

وہ ہنس کر بولا، "ویسے بھی تم اچھے خاصے مرحوم نظر آتے ہو۔" اور ہاتھا پائی ہوتے ہوتے

[illegible] رہا
[illegible] ایک کمرہ [illegible] پارچے، ادھر
[illegible] ایا ہوا تھا۔ میں نے وہ دانت [illegible] انھیں دانتوں سے پیسا گیا ہو۔

اس طرح ہماری جلدی چھٹی ہو گئی۔ ہم مس عابدہ کے گھر جا دھمکے۔ روفی نے پوری ایکٹنگ [illegible] کی۔ اور ہولو نے دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ کچھ دیر کے بعد اسی بڑھیا نے دروازہ کھولا۔ ہمیں دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار نمودار ہو گئے۔

میں نے نہایت ادب سے سلام کیا اور روفی کی طرف اشارہ کر کے کہا، "ہمارے ساتھی کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ آپ مہربانی کر کے ہمیں اندر آنے کی اجازت دیجیے۔"

مس عابدہ روفی کا پٹیوں میں بندھا بگڑا ہوا چہرہ دیکھ کر پریشان ہو گئیں اور بولیں، "اسے کیا ہوا ہے؟ اسے کس نے مارا ہے؟"

میں نے کہا، "اب تو وہ کچھ ٹھیک ہے اور اگر وہ ذرا دیر آرام کر لے تو بالکل ٹھیک ہو جائے۔"

بڑھیا ناگواری سے بولی، "اسے اندر لے آؤ۔"

ہم روفی کو بازوؤں کا سہارا دیتے ہوئے اندر آ گئے۔ کمرے میں بے حد پرانا فرنیچر رکھا ہوا تھا۔ ایک صوفے پر ہم نے روفی کو لٹا دیا۔ اب اس بڑھیا نے ہم تینوں کو گھور کر دیکھا اور ڈانٹ کر بولی، "اس لڑکے کو کس نے مارا ہے؟"

ہم خاموش رہے۔ مس عابدہ پھر کڑک کر بولی، "بولتے کیوں نہیں؟ جلدی بتاؤ کہ اسے کس نے مارا ہے؟"

ہم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگا، روفی نے بہت مری مری آواز میں کہا، "اللہ کے لیے تم انھیں بتا ہی نہ دینا۔"

مس عابدہ کڑک کر بولی، "جلدی بتاؤ، ورنہ میں پولیس کو بلاتی ہوں۔"

روفی نے پھر مری ہوئی آواز میں کہا، "بھیا اللہ کے لیے مت بتانا، انھوں نے مجھے جان بوجھ کر تھوڑا ہی مارا ہے۔"

مس عابدہ نے پھر پوچھا، "تم بتاتے کیوں نہیں؟ مجھے فوراً بتاؤ کہ اسے کس نے مارا ہے؟"

اب میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا، "اسے میاں بشیر نے مارا ہے۔ یوں تو وہ بہت اچھے انسان

لین کبھی کبھی نشے کی حالت میں...“

”کیا کہا؟“ مس عابدہ اچھل کر بولیں۔ ”میں ہرگز یقین نہیں کرسکتی کہ میاں بشیر شراب بھی پیتے ہیں۔“
اب انور موٹو آہستہ سے بولا، ”جی وہ روزانہ تھوڑا ہی پیتے ہیں، جب کبھی جوا کھیلتے ہیں تب
یں۔“

بھالو منمنا کر بولا، ”پچھلے ہفتے انھوں نے ایک لڑکے کو اتنا مارا کہ وہ مرتے مرتے بچا۔“
مس عابدہ ہکلا کر بولیں، ”ناممکن، بالکل ناممکن! میں یقین کر ہی نہیں کرسکتی۔“
میں نے کہا، ”اجی آپ کے یقین کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ بات تو اسکول کے اکثر لوگوں
لوم ہے۔“

روفی مری ہوئی آواز میں بولا، ”اللہ کے لیے آپ میاں بشیر سے ہمارے متعلق مت کہہ دیجیے گا۔
ارمار کر ہمارا حلیہ بگاڑ دیں گے۔“

مس عابدہ کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ اُن کے چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔
ی ترکیب کامیاب ثابت ہوئی تھی۔ ہم بے حد خوش تھے۔ اچانک دروازہ کھلا۔ ایک لمبے قد کا
ن شخص کمرے میں داخل ہوا۔ یہ صاحب ہمارے اسکول کی انجمن کے صدر تھے۔
مس عابدہ چلا کر بولیں، ”محمود، یہ دیکھو اپنے ماسٹر میاں بشیر کے کرتوت، اُس نے اس بچے
ا بے رحمی سے مارا ہے۔“

یہ کہہ کر اُس نے پورا واقعہ سُنایا اور زور دے کر بولی، ”میں تو کہتی ہوں کہ تم میاں بشیر کو فوراً اسکول
نکال دو۔“

محمود صاحب بھی بے حد فکرمند ہوئے۔ وہ بولے، ”مجھے علم نہیں تھا کہ میاں بشیر عادی شراب
ہیں۔ میں کل ہی انھیں اسکول سے نکال دوں گا۔“
ہمیں اس نئی صورت حال سے بے حد تشویش ہوئی۔ واقعات کچھ اور ہی رنگ اختیار کر رہے
میں نے ملائمت سے کہا، ”مس عابدہ، ذرا پوری بات سُن لیجیے۔“
”کون مس عابدہ؟“ وہ بڑھیا چیخ کر بولی، ”لڑکے، میرا نام عاصمہ ہے۔“
میں تھوک نگل کر بولا، ”تو کیا آپ کی شادی میاں بشیر سے نہیں ہو رہی ہے؟“
بڑھیا چلا کر بولی، ”میں کیوں اُس سے شادی کرنے لگی؟ لڑکے، تمھارا دماغ تو خراب نہیں ہو

گیا۔ یہ محمود صاحب میرے شوہر ہیں۔"

پھر تو جیسے ہمارے اوپر بجلی گر پڑی۔ ہم جسے مس عابدہ سمجھ رہے تھے وہ کوئی اور نکلی۔ روفی ہکلا ہکلا کر بولا، "مس، ذرا ٹھہریے۔ انھوں نے مجھے کچھ نہیں کہا ہے۔ یہ چوٹیں گرنے سے لگی ہیں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ.... "

عاصمہ چیخ کر بولی، "لڑکے، میں خوب سمجھتی ہوں کہ اب تو اپنے ماسٹر کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔" پھر اس نے گھور کر ہمیں دیکھا اور بولی، "اب تم لوگ یہاں سے فوراً دفع ہو جاؤ۔ نکلو فوراً، ڈبو، ڈبو، ڈیو۔" ڈبو کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ ہم بدحواس ہو کر بھاگے اُدھر بڑھیا نے بہت زور سے دروازہ بند کیا۔

روفی بولا، "یہ سب ہمارے جھوٹ بولنے کا نتیجہ ہے۔ ہماری بے وقوفی کی وجہ سے میاں بشیر کی نوکری جاتی رہے گی۔"

موٹو بولا، "اب یہی ہو سکتا ہے کہ ہم ماسٹر بشیر صاحب کو سب کچھ صاف صاف بتا دیں اور ان سے اپنی غلطی کی معافی مانگ لیں۔"

روفی پریشان سا ہو کر بولا، "انھوں نے ہمارا نام اسکول سے خارج کر دیا تب کیا ہوگا؟"

میں نے کہا، "چچا شبو کو ساری بات بتا دیتے ہیں۔"

روفی گھبرا کر بولا، "وہ پہلے تو مار مار کر بھُرکس نکال دیں گے۔ اس کے بعد وہ ہمیں گھر سے ہی نکال دیں گے۔"

اچانک ہی پیچھے سے ڈبو کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ ہم بدحواس ہو کر بھاگے۔ ایک موڑ مُڑتے وقت روفی کی ایک لڑکی سے زوردار ٹکر ہوئی۔ روفی تو دھڑام سے چاروں شانے چت سڑک پر گر پڑا۔ وہ لڑکی بھی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ دونوں کو خاصی چوٹ آئی تھی۔ میں نے روفی کو زمین سے اٹھایا۔ اقبال عرف بھالو نے لڑکی سے اظہارِ افسوس کیا۔

وہ مسکرا کر بولی، "بھئی بہت دنوں بعد بہت زور سے سر ٹکرایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم چور سپاہی کھیل رہے تھے۔ میں بھی بچپن میں چور سپاہی کھیلتی تھی۔"

ذرا سی دیر میں اس لڑکی نے بہت سی باتیں کر ڈالیں۔ ہم اس سے بے تکلف ہو گئے۔ اس نے ہمارے ماسٹر میاں بشیر صاحب کے متعلق پوچھا۔

میں نے افسردگی سے کہا، " وہ عنقریب اسکول سے نکال دیے جائیں گے۔"
بھالو بولا، " سچ پوچھیے تو اس میں ہمارا ہی قصور ہے۔"
وہ لڑکی بولی، " میں سمجھی نہیں۔"
رومی نے پوری داستان شروع سے آخر تک سنا ڈالی۔ وہ لڑکی دیر تک ہنستی رہی پھر بولی:
لوگ کوئی فکر نہ کرو۔ میاں بشیر کی ملازمت بھی نہیں چھوٹے گی اور تمھیں بھی کوئی کچھ نہیں
ے گا۔"
ہم نے سکھ کا سانس لیا۔ وہ بولی، " میں تمھیں اپنی شادی پر بھی بلاؤں گی۔"
ہم نے ایک آواز ہو کر پوچھا، " اپنی شادی پر؟"
" ہاں بھئی، میرا ہی نام عابدہ ہے۔" اس لڑکی نے کہا۔
جب ہم حیرت کے سمندر میں غوطے لگا رہے تھے، مس عابدہ نے دوبارہ بات شروع کی:
ئی میری نصیحت یاد رکھنا، اگر تم کسی کے ساتھ نیکی کرنا چاہو تو اس کے لیے جھوٹ کا سہارا مت
۔ اگر اتفاق سے میں تمھیں نہ ملتی تو جانتے ہو اس جھوٹ کا کیا نتیجہ نکلتا؟"
" ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس جھوٹ کا نتیجہ کیا نکلتا۔ یا تو میاں بشیر صاحب کی ملازمت چھوٹ
ی یا پھر پٹتے پٹتے ہمارا کچومر نکل جاتا۔"
جب وہاں سے واپس لوٹے تو راستے میں ہی رومی نے سب پٹیاں اتار پھینکیں، موٹو بار بار کہتا
ں کا قول ہے کہ دوسروں کے معاملات میں اپنی ناک مت گھسیڑو، ورنہ ایک دن ناک جڑ سے کٹ
ے گی۔"

پیارا بچہ

وکی ہے ایک پیارا بچہ ۔۔۔ دھن کا پکا، قول کا سچا
پہلے پڑھتا ہے وہ نماز ۔۔۔ پھر لے کے بیٹھتا ہے قرآن
باجی کا وہ کہنا مانے ۔۔۔ بھیا کو بھی اچھا جانے
ابو کا راج دلارا ہے ۔۔۔ امی کا بھی پیارا ہے

شاعرہ: تاجور سلطانہ

"السلام علیکم ایک انمول نسخہ

ڈاکٹر سید پیر غلام نبی شاہ جیلانی

آپ ایک دوسرے سے ملتے وقت دن میں کئی بار "السلام علیکم" کہتے ہیں۔ کیا کبھی ایک بار بھی آپ نے غور کیا کہ اس کے کونسے اور کتنے فائدے ہیں؟ اگر نہیں تو آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا انمول نسخہ ہے جس کو خلوص و فہم کے ساتھ اگر مسلسل استعمال کیا جائے تو درج ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) رابطہ

اس سے روابط بڑھتے ہیں۔ جب آپ کسی سے بات کرنے سے پہلے "السلام علیکم" کہتے ہیں تو اس سے آپ کے رابطہ کی ابتدا ہو جاتی ہے اور یوں آپ اپنی بات کا آغاز کرتے ہیں۔

(۲) دعا

جب آپ کسی سے "السلام علیکم" کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ "آپ پر سلامتی ہو" یعنی آپ اسے ایک طرح سے دعا دیتے ہیں جس سے آپ کی اس شخص کے متعلق نیک خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی آپ کو جواباً "وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ" کہہ کر دعا دیتا ہے۔

(۳) شناخت

اس سے آپ کی شناخت ہوتی ہے کہ آپ مسلمان ہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کا ہی سلام ہے۔

(۴) تجدید عہد

"السلام علیکم" کہہ کر آپ اس عہد کو دہرا رہے ہوتے ہیں کہ میں ایک ایسے مذہب سے تعلق رکھتا ہوں جس کی ایک بنیادی شرط یہ بھی ہے کہ، "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔" جس سے آپ کی امن پسندی ظاہر ہوتی ہے۔

(۵) غصہ میں کمی

اگر آپ کسی سے ناراض ہیں اور وہ آکر آپ کو "السلام علیکم" کہتا ہے تو اس طرح اس شخص سے متعلق آپ کے غصہ میں کسی حد تک کمی ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح اگر آپ سے کوئی شخص خفا ہے اور آپ اسے "السلام علیکم" کہتے ہیں تو یقیناً اس کے غصہ میں کسی حد تک کمی واقع ہوگی۔

(۶) باہمی تعلقات میں اضافہ

اگر آپ کسی اجنبی کو بھی روزانہ "السلام علیکم" کہیں تو ایک دن وہ آپ کا دوست بن جائے گا۔

کیسا ہے یہ انمول نسخہ!

سوال و جواب

طب کی روشنی میں

حکیم محمد سعید

چہرے پر تل

س: میرے چہرے پر بہت سارے تل ہیں۔ چہرہ بدنما معلوم ہوتا ہے۔ کوئی علاج تجویز فرما دیجیے۔
محمد عابد، حیدر آباد

ج: ایسا لگتا ہے کہ جاڑوں میں محمد عابد صاحب تل زیادہ کھا گئے ہیں۔ تل کے لڈو، تل کی گزک! شاید ایسا نہیں ہے! چلو جانے دو۔ یہ خون کا ایک قسم کا فساد ہے جو چہرے اور جسم پر تل بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ جو تل بن گئے ہیں شاید اب یہ نہ جاسکیں پھر بھی:

۱) صبح ایک کیپ سول "نمک صافی" کا کھانا شروع کردیں۔

۲) گل منڈی ۶ گرام صبح آدھے گلاس پانی میں بھگودیں۔ رات کو مل کر چھان کر پانی پی لیں۔

اگر یہ جھنجھٹ لگے تو رات سوتے وقت "صافی" ایک خوراک پی لیں۔ یہ دونوں چیزیں صافی میں موجود ہیں۔ شاید اس سے تل بننا بند ہوجائیں۔

ٹانگوں میں درد

س: عمر ۹ سال۔ میری ٹانگوں میں بہت درد ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سے بہت علاج کروایا مگر فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی مشورہ دیجیے۔ امارہ مشتاق

ج: ایسا لگتا ہے کہ امارہ بیٹی اپنے اسکول میں دوڑ زیادہ لگاتی ہیں۔ بس پھر تھک جاتی ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو بیٹی پھر اور کیا ہے۔ گھٹنوں میں؟ ٹخنوں میں؟ ایڑھیوں میں؟ یا پھر پوری ٹانگیں درد کرتی ہیں۔ اگر صرف یہ بات ہے تو پھر تو ضروری ہے کہ تم اپنی غذا پر غور کرو۔ زیادہ گوشت نہ کھانا، سبزیاں کچی کھانے سے ان کے حیات بخش اجزا جسم کے لیے مفید

ہوتے ہیں ۔ اگر کوئی ٹانک بھی چاہیے تو اسکول جانے والے بچوں بچیوں کے لیے "سنکارا"
ایک اچھی چیز ہے ۔ دو چمچے صبح اسکول جانے سے پہلے پی لیں اور دو چمچے آنے کے بعد ۔ ہاں
دوڑ لگانے سے پہلے "سنکارا" کے دو چمچے پینے سے تھکن نہیں ہوگی ۔

سفید بال

س : میری والدہ کی عمر ۳۵ سال ہے ۔ ان کے بال کچھ عرصے سے سفید ہو رہے ہیں او
گرنے بھی شروع ہوگئے ہیں ۔ حیدر علی

ج : کہتے ہیں کہ دھوپ میں بھی بال سفید ہوجایا کرتے ہیں ۔ اسی لیے تو دوپٹا اور ٹوپی اوڑھ
جاتی ہے ! خیر اس وقت تو یہ ہنسی کی بات ہوئی ۔ ممکن ہے کہ کل یہ انکشاف ہو کہ سورج ک
شعاعیں بالوں کی گلٹیوں سے رنگت نکلنے والے مادے کو کم کردیتی ہیں جو بالوں کی سیاہی کو قا
رکھتا ہے ۔

حیدر بیٹے ' سفید بالوں کو کالا کردینے کا کوئی نسخہ میرے پاس نہیں ہے ۔ اب محترمہ والدہ
"بزرگ" ہونے دیں !

موٹا جسم

س : عمر ۱۲ سال ۔ ایک سال پہلے مجھے یرقان ہوگیا تھا ۔ میرا یہ مرض اتنا بڑھا کہ گلوکوس ک
ے ڈرپ چڑھوانی پڑیں ۔ اس وجہ سے میرا جسم بہت موٹا ہوگیا ہے ۔ شازیہ جبیں

ج : ہاں ' ہمارے ملک میں ڈرپ لگانا ایک فیشن بن گیا ہے ۔ اکثر صورتوں میں بلا ضرور
ڈرپ لگا دیتے ہیں ۔ اس سے نقصانات جو پہنچ رہے ہیں ان کا اندازہ لگانا ابھی شروع نہیں
ہوا ۔ اب شازیہ بیٹی کو دیکھیے ' وہ موٹی ہوگئی ہیں ۔ بھئی ایک دو ماہ کے لیے غذا میں میٹھا کم
کردیں ۔ آلو کھانا ترک کردیں ۔ غذا جتنی کھاتی ہیں اس میں کم از کم ۱/۴ کمی کردیں ۔ صبح ز
اسکول میں دوڑ دوڑ بھی لگائیں ' گھر کے کاموں میں ذرا ہاتھ بٹایا کریں ۔

سوتے میں پیشاب

س : عمر ۱۲ سال ہے ۔ اکثر سوتے میں پیشاب نکل جاتا ہے ۔ ازرہ کرم کوئی علاج تجو
فرمادیجیے ۔ س ۔ ا

ج: یہ مسئلہ ایک عالمی مسئلہ ہے۔ دنیا میں ہر جگہ بعض بچوں کو یہ مسئلہ پیش آجاتا ہے اور
ی شرم آتی ہے۔ ایسا ان بچوں میں خاص طور پر ہوتا ہے کہ جو کسی وجہ سے پریشان رہتے
وں، کسی خوف میں مبتلا ہوں۔ محض صحت کی خرابی اس کا سبب نہیں ہے، بلکہ یہ ایک
فسیاتی مسئلہ بھی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مثانے کے منہ پر پیشاب روکنے والے عضلات کم
زور پڑ جاتے ہیں۔ سوتے میں وہ ڈھیلے پڑجاتے ہیں اور پیشاب خطا ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت
ں بچے میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ سونے سے پہلے اس سے کہنا
اہیے: "بس آج تمھارا پیشاب نہیں نکلے گا، ہرگز نہیں نکلے گا۔" اس قسم کے اعتماد
سے یہ عادت چھٹ جاتی ہے۔

دوا کے طور پر صبح خمیرۂ ہمدرد ۶ گرام اور رات معجون ممسک البول ۶ گرام کھانی چاہیے۔

کم زور جسم —— کم زور بال

س: میری امی کی عمر ۴۱ سال ہے۔ کچھ دنوں سے ان کے سر کے بال بے تحاشا گر رہے ہیں
ازرہِ کرم علاج تجویز فرمادیجیے۔ ن۔ع۔خان

ج: ممکن ہے کہ محترمہ امی کی صحت کم زور ہو اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے سر میں
خشکی ہو۔ اگر صحت کم زور ہے تو ان کا باقاعدہ علاج کرانا چاہیے۔ اور اگر صرف خشکی کی بات
ہے تو پھر ذرا سی پسی ہوئی ہلدی دہی میں ملاکر سر میں لگانے سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ کئی دن
لگائیں۔ لگاکر ایک گھنٹے تک سر صاف نہ کریں۔

اچھی صحبت

غنی دہلوی

تمھیں دوستو اچھی صحبت ملے
کسی اہلِ دانش کی قربت ملے

دعا ہے یہی میری اے دوستو
تمنا ہے میری یہی ساتھیو
کہ تم نیک رستے پہ چلتے رہو

تمھیں دوستو اچھی صحبت ملے
کسی اہلِ دانش کی قربت ملے

دلوں میں تمھارے ہو خوفِ خدا
ملے نیک لوگوں کا ہی راستا
نکلتی ہے دل سے یہ میرے دعا

تمھیں دوستو اچھی صحبت ملے
کسی اہلِ دانش کی قربت ملے

ملے تم کو ایمان کی روشن
میسر تمھیں ایسی آئے خوش
کہ ہو جس کے اندر نئی زند

تمھیں دوستو اچھی صحبت ملے
کسی اہلِ دانش کی قربت ملے

تمھیں ہو زمانے کی راحت نصیب
ہو دنیا میں تم کو مسرت نصیب
خدا کی ہو تم کو محبت نصیب

تمھیں دوستو اچھی صحبت ملے
کسی اہلِ دانش کی قربت ملے

اجالوں کو تم ساتھ لے کر چلو
زمانے میں تم کام ایسے کرو
کہ خوشیوں سے دکھیوں کے دامن بھر

تمھیں دوستو اچھی صحبت ملے
کسی اہلِ دانش کی قربت ملے

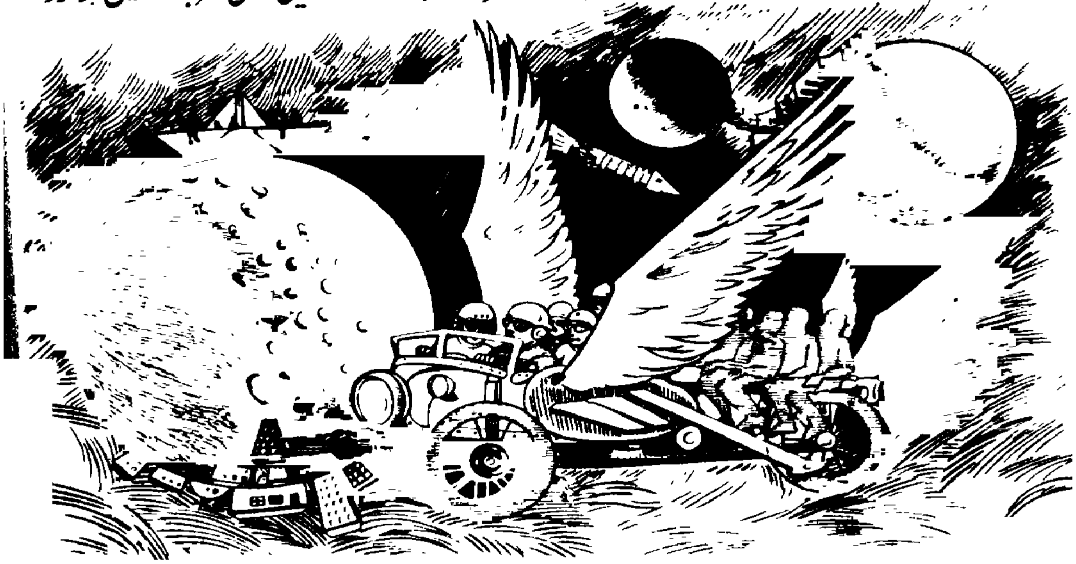
ان سیاروں پر کون سی مخلوق آباد ہے؟

عشرت رضیہ

یہ ۱۹۴۵ء کا ذکر ہے کہ ایک چینی سائنس دان کو چین کے سرحدی علاقے کی پہاڑیوں سے عجیب و غریب قسم کی پلیٹیں ملیں۔ یہ پلیٹیں گرام فون کے ریکارڈ سے ملتی جلتی تھیں ہر پلیٹ کے درمیان میں بڑا سا سوراخ تھا جس کے ارد گرد عجیب سے نشانات موجود تھے۔ جو کسی نا معلوم زبان کے الفاظ لگتے تھے۔ یہ پلیٹیں ہزاروں سال پرانی تھیں۔ وہ سائنس دان کئی سال تک ان پلیٹوں پر تجربات کرتا رہا۔ اور ان تجربات کے حیرت انگیز نتائج نے اسے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ یہ پلیٹیں کم از کم ہماری دنیا سے تعلق نہیں رکھتیں۔ ان پلیٹوں کا بنیادی عنصر کوبالٹ تھا جو ہماری دنیا میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ یہ دھات دریافت ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا خصوصاً جس زمانے سے یہ پلیٹیں تعلق رکھتی ہیں اس دور میں تو کوئی بھی اس دھات کے بارے میں جانتا تک نہیں تھا

برقی تجربات کے دوران یہ پلیٹیں خاص انداز میں تھرتھراتی تھیں اس تھرتھراہٹ کو ریکارڈ کرنے پر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ تھرتھراہٹ کوئی خاص قسم کا پیغام ہے جو کہ سائنس دانوں کی سمجھ سے بالا تر تھا۔

تجربات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پلیٹیں کسی الیکٹرک سرکٹ کا حصہ ہیں لیکن تجربہ گاہ میں موجود



جو ظاہر ہے کہ کسی بھی اجرام فلکی کا حصہ نہیں ہو سکتی۔

ان نتائج نے سائنس دانوں کو چکرا کر رکھ دیا۔ اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ ۱۹۰۸ء میں سائبیریا کے اس علاقے میں کسی خلائی جہاز نے اترنے کی کوشش کی تھی جو کہ ایٹمی ایندھن سے چلتا تھا۔ لیکن کسی وجہ سے اس کا ایٹمی انجن پھٹ گیا اور وہ زمین پر اترنے سے پہلے ہی تباہ ہوگیا۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دور خلاؤں میں کسی اور سیارے پر بھی زندگی موجود ہے۔ جو ہمارے سیارے پر اترنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ اس ضمن میں تازہ ترین واقعہ آسٹریلیا کی رصد گاہ میں موصول ہونے والے پراسرار سگنل ہیں جو کسی اور دنیا سے بھیجے جا رہے ہیں۔ آسٹریلوی سائنس دانوں نے ان سگنلز کا جواب بھیج دیا ہے۔ اب دیکھیے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

اگر ہم اسلامی نظریئے سے اس بات کا جائزہ لیں تو قرآن میں کئی جگہوں پر سات آسمانوں کا ذکر آیا ہے۔ اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ زمین کے علاوہ کائنات میں چھ اور سیاروں پر زندگی موجود ہے۔ اس کے علاوہ قرآن میں ارشاد ہے ”اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“ رحمت اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر کرتا ہے۔ اور اس آیت میں جہان نہیں بلکہ ”جہانوں“ کا ذکر ہے جس کا مطلب ہے اور بھی جہان ہیں جہاں خدا کی مخلوقات بستی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پیغام وہاں بھی پہنچ چکا ہے یا آئندہ پہنچے گا۔

بہرحال اگر اس نظریے میں کوئی صداقت ہے اور کسی اور دنیا سے تعلق رکھنے والی کوئی مخلوق دوستی کی نیت سے ہماری زمین پر اترنے کی کوشش کر رہی ہے تو ہم اسے خوش آمدید کہنے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ وہ ہم انسانوں کی سلامتی کے لیے خطرہ ثابت نہ ہوں۔

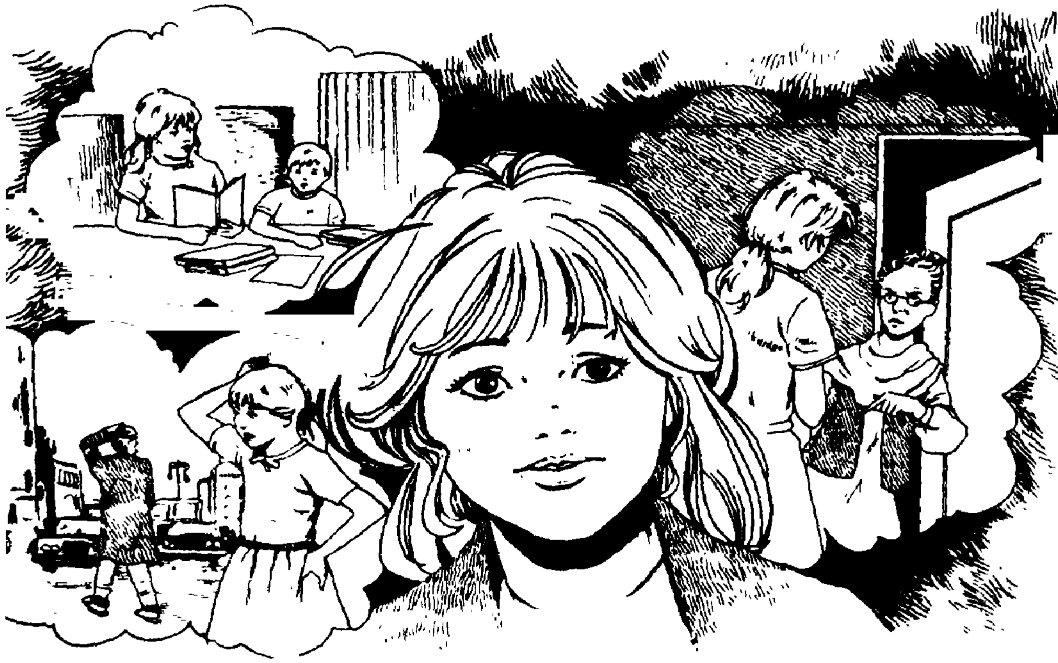
اچھا پڑوس

کسی خاتون نے اپنا کرائے کا مکان چھوڑا اور دوسرے محلے میں جا کر رہنے لگیں۔ چند دن بعد وہ اپنی پرانی پڑوسن سے ملنے گئیں۔ باتوں باتوں میں کہنے لگیں۔

”ہمیں پڑوس بہت اچھا ملا ہے۔“

یہ سن کر پرانی پڑوسن بولی۔

”اللہ کا شکر ہے بہن، اب ہمیں بھی پڑوس مل گیا ہے۔“ بھیجنے: عامر فیاض



نیکی کر بھلا ہو گا

نائلہ صدیقی

کل اچانک جب ہم نے اپنی زندگی کا سرسری جائزہ لیا تو یہ خوفناک انکشاف ہوا کہ پیدائش سے لے کر اب تک ہم صرف اپنے لیے جی رہے ہیں اور "اوروں" کے کام آنے کی کبھی کوئی معقول یا نامعقول کوشش نہیں کی۔ چنانچہ اسی وقت ہم نے طے کر لیا کہ اب بقیہ تمام زندگی دوسروں کے کام آنے کے سوا کوئی کام نہیں کریں گے۔ لہٰذا صبح سے ہم ان "اوروں" کی تلاش میں تھے جن کے کام آکر ہم زندگی کا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔ اصل میں یہ خیال ہمیں ایک مضمون پڑھ کر آیا جس میں مضمون نگار نے دوسروں کے ساتھ نیکی کی تلقین کی تھی اور ساتھ ہی اپنی مثال دیتے ہوئے بتایا تھا کہ اس نے تین چار ایک بوڑھے بابا کو سڑک پار کروائی تھا۔ (پتہ نہیں وہ "بابا" بار بار سڑک کے پار جا کر کیا کرتا تھا؟)

بہرحال ہم بھی اپنے مشن کے آغاز کے لیے کسی بوڑھے بابا کی تلاش میں نکلے مگر تھوڑی ہی دیر میں یوں محسوس ہونے لگا جیسے ایک سازش کے تحت سڑکوں پر بزرگ افراد کی آمد و رفت بند کر دی گئی ہے۔ ہم مایوس ہو کر واپس پلٹ رہے تھے کہ اچانک چونک اٹھے ایک بابا سڑک کے کنارے اداس کھڑے تھے، ہم فوراً ان کے پاس جا پہنچے۔

"بابا! آپ کو سڑک پار کرنی ہے؟" ہم نے شہد بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں بیٹا!" بابا نے آہ بھری۔

"اس سڑک پر تو بہت ٹریفک ہوتا ہے، آیئے میں آپ کو سڑک پار کروا دوں۔" ہم نے اپنی خدمات پیش کیں۔ "شکریہ!" بابا خوش ہوگئے اور ہم ان کا ہاتھ تھام کر ٹریفک کے اژدھام سے گزرتے ہوئے گویا جان ہتھیلی پر رکھ کر سڑک کے دوسرے کنارے پر آگئے۔

"ٹھیک ہے بابا؟" ہم نے داد طلب نظروں سے انہیں دیکھا۔

"ہاں! مگر ایک بات بتاؤ یہ جی سیون نمبر کی بس اسی روٹ پر آتی ہے ناں؟"

"نہیں بابا جی سیون تو اس طرف آتی ہے جہاں آپ کھڑے تھے۔" ہم نے وضاحت کی۔

"کیا جی سیون اس طرف آتی ہے؟ ارے نالائق تو مجھے یہاں کیوں لے آئیں، مجھے تو جی سیون پر جانا ہے۔" ہم ششدر رہ گئے۔ اتنے میں بابا کی آواز پھر ہماری سماعت سے ٹکرائی۔

"اب کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو مجھے دوبارہ سڑک پار کرواؤ۔"

"دوبارہ؟" ہم نے سڑک پر ٹریفک کے سیل رواں کو دیکھا اور سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ گھر آکر تھوڑی دیر تک سانس بحال کرنے کے بعد دوبارہ مضمون کے مطالعے میں غرق ہوگئے کیونکہ سڑک پار کروانے والی نیکی بڑی طرح فلاپ ہوچکی تھی۔

"بیمار کی عیادت، اظہار ہمدردی کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔" یہ جملہ پڑھ کر ہم خوشی سے اچھل پڑے کیونکہ ہمارے محلے میں ایک عدد "بیمار آنٹی" موجود تھیں۔ بس پھر کیا تھا۔ ہم نے فوراً سوپ تیار کیا اور آنٹی کے گھر چل پڑے۔

"ہنہ بیماری میں بھی چین نہیں لینے دیتے یہ محلے والے۔" بیل کے جواب میں آنٹی ہوئیں گیٹ پر آئیں۔ دراصل جلنا کڑھنا ان کا پارٹ ٹائم جاب تھا اور ان کے کوسنے وغیرہ آئے گھر سے ٹیلی کاسٹ ہوتے رہتے تھے۔

"دیکھیے آنٹی! میں آپ کے لیے سوپ بنا کر لائی ہوں۔"

"اچھا! اندر آجاؤ۔" آنٹی کے رویے میں واضح تبدیلی آئی۔ ہم نے اندر جاتے ہی
وپ ان کی خدمت میں پیش کیا۔

"ارے کیا یہ سوپ ہاتھ سوپ سے بنایا ہے؟" انھوں نے پہلا گھونٹ لیتے ہی ایک اشتعال انگیز
ن جاری کیا، جس کے نتیجے میں ہم نے باہر کی راہ لی ہی تھی کہ پیچھے سے آنٹی کی آواز
ئی۔

"ذرا مجھے ایک کلو بکری کا گوشت لادو۔" ہم سراپا خدمت بن گئے اور گوشت والے کی دکان پر
کھڑے ہوئے۔ گوشت والے نے خاصی دیر بعد مکھیوں کے ہجوم میں سے گوشت برآمد کرکے
ے حوالے کیا جس کا وزن ہڈیوں اور مکھیوں سمیت ایک کلو بنتا تھا۔ ہم نے یہ گوشت آنٹی کی
مت میں پیش کیا۔

"ارے اس میں تو اتنی ہڈیاں ہیں۔" انھوں نے حسب عادت تنک کر کہا۔

"یہ ہڈیاں بھی بکرے کی ہیں، ہماری نہیں۔" ہم نے بھی جل کر کہا اور جذبۂ ہمدردی پر فاتحہ پڑھ
ھر آگئے۔

"علم کی روشنی پھیلانا سب سے بڑی نیکی ہے۔ ہماری چھوٹی بہن کتاب کھلے رٹا لگانے میں
ِف تھی اِس کا یہ جملہ سن کر ہمارا جذبۂ ہمدردی ایک دفعہ پھر ابھر آیا۔ ، اب ہم نیکی کا یہ موقع کھونا
ا چاہتے تھے چنانچہ نگاہِ انتخاب اس سلسلے میں ماسی کی لختِ جگر پر پڑی لہٰذا ہم نے سب سے پہلے ماسی کے
کو ایک عدد صابن اور ایک جوڑا کپڑا عنایت کیا کہ کل سے منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدل کر آنا، ہم
ا پڑھایا کریں گے۔" مگر ہماری ماسی جو ایام جاہلیت کی پیداوار تھی، یہ سنتے ہی بھڑک اٹھی۔

"ناجی نہ! میرے بچے کا مستکبل نہ کھراب کرو، کوئی جرورت نہیں پڑھانے لکھانے کی، چل
ے۔" وہ اپنے بچے کو گھسیٹ کر بولی۔ بچہ جو ابھی سوٹ اور صابن لیتے وقت ننھے فرشتے کی طرح مسکرا
ا اچانک شیطان بن گیا، ہمیں منہ چڑا کر، سوٹ بغل میں دبا کر ماسی کے ساتھ چلتا بنا۔ جاتے وقت اس
لبوں پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔ ہم غم و غصے سے بلبلا اٹھے۔ "پہلے پڑھائی کی شرط لگانی تھی پھر سوٹ
ے تھا۔ یہ کیسی حماقت ہوئی ہم سے!" ہم اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔ یہ غصہ اس وقت
ب ایک دن سامنے والی باجی نے کھڑکی سے لٹک کر فرمایش کی۔ "تم میرے شانی کو پڑھا دو گی۔
ت دو گھنٹے؟" علم کی روشنی پھیلانا ہو تو ہم کیسے انکار کر سکتے تھے، اتنی بڑی نیکی سے منہ موڑنا
ممکن نہ تھا لیکن شانی کو پڑھانے کی ہامی بھر کے ہم بہت فکر مند تھے کیونکہ شانی صاحب میلوں
پھیلے ہوئے تھے اور اُن کے ارد گرد علم کی روشنی پھیلانا خاصا دشوار کام تھا۔

"دیکھو اسے پیار سے پڑھانا۔ سالی کی والدہ صاحبہ نے ایک اور فرمائش لی۔
"جی ہم اسے مار سے پڑھا بھی نہیں سکتے کیونکہ ہمارے گھر کوئی توپ گاڑی نہیں جس سے اسے مارا جائے اور اسکیل وغیرہ سے تو یہ مرے گا نہیں مطلب پٹے گا نہیں۔" ہم نے دل ہی دل میں وضاحت کی۔ شام کو شانی صاحب تشریف لائے تو ہم نے انہیں کتاب کھولنے کا آرڈر دیا۔
"ہاں بتاؤ! الف سے؟" ہم نے اس کی سابقہ معلومات چیک کرنا چاہا۔
"اُلّو۔" اس نے ہماری طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا؟؟" ہم پوری قوت سے چیخے مگر اس نے کوئی نوٹس نہ لیا اور "ربر" منہ میں ڈال کر چبانے لگا۔
"یہ ربر گھر جاکر کھالینا، یہاں تم پڑھنے آئے ہو۔" ہم نے اسے جھڑکا۔
"ہاں ہاں ہاں۔" ایک ہاتھی کی چنگھاڑ سنائی دی۔ ہم نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا مگر دور دور تک کسی اور ہاتھی کا پتہ نہ تھا، یہ چیخ شانی کے منہ سے نکلی تھی اور برقی لہروں پر سفر کرتی کھڑکی سے لگتی ماں کے کانوں تک پہنچ گئی، دوسرے ہی لمحے ماں بمعہ ممتا ہمارے گھر میں موجود تھیں۔
"یہ مجھے ڈانٹتی ہے۔" شانی نے چلّا کر فریاد کی۔"
"یہ ربر کھا رہا تھا، میں نے منع کیا تو....." ہم نے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔
"تو کھانے دیتیں ناں، یہ تو سستا والا ربر ہے، اصل میں یہ بیچارہ غذائی کمی کا شکار ہے۔ اس لیے ہر وقت کچھ نہ کچھ کھاتا رہتا ہے۔" والدہ نے سائنٹفک توجیہہ پیش کی۔
"ہوں! غذائی کمی کا شکار تو ضرور ہے مگر یہ نہیں ہے ہمارا ملک ہے اور وہ بھی آپ کے بیٹے کی وجہ سے۔" ہم نے دل ہی دل میں ان کی تصحیح کی۔ وہ اپنے بیٹے کو گھسیٹتی ہوئی چلی گئیں، اس کے ساتھ ہی ہمارا نیکی کا پیریڈ ختم ہوگیا۔ چنانچہ ہم سخت اداس بیٹھے تھے۔ "کیا ہوا بھئی؟" ابو کی آواز سن کر ہم جو بھرے بیٹھے تھے، فوراً الف سے ی تک ساری داستان کہہ سنائی۔
"غلطی تمہاری ہے۔" ہماری داستانِ الم سن کر ابو نے کہا۔ "تم نے نیکی کے تصور کو اتنا محدود کیوں کر لیا ہے، بھوکے کو کھانا کھلا دینا یا کسی کو سڑک پار کروا دینا ہی ہمدردی اور نیکی ہے؟ کیا نیکی گھر کے اندر نہیں کی جاسکتی، والدین کی ذمہ داریوں میں ان کا ہاتھ بٹانا، چھوٹے بہن بھائیوں سے شفقت سے پیش آنا، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، مہمانوں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی تو نیکی ہے اور سب سے بڑی نیکی تو یہ ہے کہ تمہارے منہ سے کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جو کسی کی دل آزاری کا باعث بنے۔ اور......" اب ہم بہت مطمئن اور خوش ہیں کیونکہ ہم نے نیکی اور ہمدردی کا صحیح مفہوم سمجھ لیا ہے اور "اوروں" کے کام آنے کا سلیقہ بھی سیکھ لیا ہے۔

نذیر احمد کمبوہ

تعارف:

سُورۃ النّمل

نام: دوسرے رکوع کی چوتھی آیت سے نام ماخوذ ہے نمل کے معنی چیونٹی کے ہیں۔ یعنی وہ سورۃ جس میں چیونٹی کا ذکر آیا ہے۔

بنیادی معلومات: سورۃ النمل مکہ میں نازل ہوئی، قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کے اعتبار سے ۲۷ ویں سورۃ ہے نزول کے لحاظ سے اس کا نمبر ۴۸ ہے، ۱۹ ویں اور ۲۰ ویں پارے میں ہے اور اس میں ۹۳ آیات، ۷ رکوع، ۱۳۱۷ کلمات اور ۴۹۹۹ حروف ہیں اور آٹھواں سجدہ تلاوت بھی اس سورۃ میں ہے۔

موضوع اور مضمون: سورۃ کے آغاز میں فرمایا جا رہا ہے کہ قرآن مجید کی راہنمائی سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو ان حقیقتوں کو قبول کریں جنھیں یہ پیش کرتا ہے اور جو اس پر ایمان لا کر اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔ اور یہ کہ اس سیدھی راہ پر چلنے کے لیے جو رکاوٹ بنتی ہے۔ وہ آخرت کا انکار ہے کیونکہ پھر انسان میں ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں پھر اسے خدا کے آگے جھکنا مشکل اور نفس کی خواہشات اور شیطانی راہوں پر چلنا آسان ہوتا ہے۔ پھر اس سلسلے میں فرعون اور قوم کے سرداروں کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ آخرت کے دن کو بھول گئے تھے اور بڑی سے بڑی نشانی دیکھ کر بھی اس پر ایمان لانے کو تیار نہ تھے۔ بلکہ سیدھی راہ کی طرف بلانے والے لوگوں کے وہ دشمن ہو گئے تھے اور ان میں برائیاں اور بدکاریاں حد سے تجاوز کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی عیاشیوں میں گم رہے اور اللہ کے عذاب نے انھیں آ لیا۔ دوسری مثال حضرت سلیمانؑ کی دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دولت، حکومت اور سلطنت اتنی زیادہ دی تھی کہ مکہ کے بڑے سے بڑے سردار اس کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتے۔ چونکہ حضرت سلیمانؑ کو آخرت میں جواب دہی کا احساس تھا۔ اس لیے تکبر اور غرور کے بجائے ان کا سر ہمیشہ مالکِ حقیقی کے سامنے جھکا رہتا تھا۔ تیسری مثال ملکۂ سبا کی دی جا رہی ہے کہ جو ایک خاتون تھی اور وہ تاریخ عرب کی بہت مشہور اور دولت مند قوم پر حکمران تھی۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا تھا وہ چاہتی تو اپنے اندر غرور اور گھمنڈ پیدا کر سکتی تھی (کیونکہ وہ ایک مشرک قوم سے تعلق رکھتی تھی) لیکن جب اس پر حق واضح ہو گیا اور اس میں آخرت میں جواب دہی کا احساس پیدا ہوا تو اس نے دعوت حق کو فوراً قبول کر لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ مشہور حقائق کی جانب اشارہ کر کے کفارِ مکہ سے پے در پے سوالات کرتا ہے کہ بتاؤ یہ اتنی بڑی بڑی حقیقتیں کیا اس شرک کی شہادت دے رہی ہیں جس پر تم ڈٹے ہوئے ہو یا اس توحید کی گواہ ہیں جس کی دعوت قرآن مجید تمھارے سامنے پیش کر رہا ہے۔

اس کے بعد کفار کے ایمان نہ لانے کی اصل مرض کو پیش کیا گیا ہے کہ وہ مرض آخرت سے انکار ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے کیونکہ ان کے نزدیک یہ دنیا کی زندگی

ہے۔ اس کے بعد مرکزی بحث شروع ہو جاتی ہے اور کوئی جزا و سزا اور حساب وغیرہ ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ اس بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر یہ لوگ گمراہی میں مبتلا ہیں تو ان کے سامنے حق کی دعوت پیش ہی نہ کی جائے۔ بلکہ تمہارا تو مقصد ہی یہی ہے کہ غفلت میں پڑے ہوئے گمراہ لوگوں کو بیدار کر کے ان کے اندر آخرت کا احساس پیدا کیا جائے سورۃ کا خاتمہ توحید کی دعوت پیش کرتے ہوئے ہوتا ہے کہ اگر تم اپنی ہٹ دھرمی پر جمے رہے اور نت نئی نشانیاں دیکھنے کا انتظار کرتے رہے تو پھر انتظار کرو اس فیصلے کے وقت کا کہ جب تم اسے ماننے پر مجبور ہو گے لیکن اس وقت ماننے سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہو گا۔

ایک ضروری اطلاع

مندرجہ ذیل شہروں کے ایجنٹ حضرات سے آپ کے پیام تعلیم کی خاصی بڑی رقمیں باوجود بار بار یاد دہانی کے وصول نہیں ہوئیں اس لیے ان کی ایجنسی کینسل کر دی گئی۔ ان شہروں کے پیامی براہ راست مبلغ ۴۰/- روپے بذریعہ منی آرڈر بھیج کر خریدار بن جائیں۔

(۱) کلکتہ نمبر ۴۳ (۲) منڈن گڑھ (۳) ناندیڑ نمبر ۲۔ (۴) مظفرپور۔ (۵) گریڈیہی (۶) احمد آباد (۷) سول پور (۸) فیروز آباد (۹) گوکاک نمبر ۲ (۱۰) بھٹکل نمبر ۲ (۱۱) پرانا شہر اکولہ (۱۲) بدایوں (۱۳) بلڈانہ (۱۴) گنتکل نمبر ۱ (۱۵) اندور (۱۶) سمستی پور (۱۷) بیڑ نمبر ۲۲۔ (۱۸) سمستی پور (۱۹) کایاکولم نمبر ۲ (۲۰) سیتا مڑھی نمبر ۲۴ (۲۱) چندواڑہ نمبر ۱ (۲۲) چودھپور (۲۳) منڈن گڑھ (۲۴) کلکتہ نمبر ۲ (۲۵) بیجاپور نمبر ۱ (۲۶) اچل پور سٹی نمبر ۲ (۲۷) آرہ نمبر ۱ (۲۸) فیض آباد نمبر ۲۲ (۲۹) نشاط روڈ۔ مالیگاؤں (۳۰) بھوپال نمبر ۱ (۳۱) مظفرپور نمبر ۱ (۳۲) سہرسہ نمبر ۱ (۳۳) ہزاری باغ نمبر ۱ (۳۴) رانچی نمبر ۱ (۳۵) بارسی نمبر ۱ (۳۶) آرمور نمبر ۲۴ (۳۷) راورکیلا نمبر ۱ (۳۸) پرنام بٹ نمبر ۱۰ (۳۹) سیلم نمبر ۲ (۴۰) پوکھریا نمبر ۱ (۴۱) بیڑ نمبر ۲۲ (۴۲) پاچھورا نمبر ۱ (۴۳) سہارنپور (۴۴) تیجپور کینٹ (۴۵) پاتھری (۴۶) آسنسول نمبر ۱ (۴۷) درگاہ بیلا (۴۸) امراوتی (۴۹) مالیگاؤں نمبر ۳ (۵۰) بھٹکل (۵۱) مالیگاؤں نمبر ۳ (۵۲) شاہ گنج اورنگ آباد نمبر ۱ (۵۳) بیڑ نمبر ۲۲ (۵۴) دیوبند (۵۵) ناگپور (۵۶) مہسلا نمبر ۔

نذیر احمد یوسفی

چمکتی دمکتی اشرفیاں

> اُستاد۔ (انور سے) "اگر تم مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ تو تمھارے بائیں ہاتھ پر کیا ہوگا؟"
> انور۔ جناب! چار انگلیاں اور ایک انگوٹھا۔"

بہت زمانہ پہلے

ایک اللہ والے بزرگ نے اپنے شہر سے دور ایک اجنبی شہر میں جانے کا ارادہ کیا اس زمانہ میں سواری تام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ لوگ پیدل، گھوڑے یا خچر پر سوار ہو کر منزل بہ منزل راستے طے کیا کرتے تھے۔ راستوں میں آرام بھی کرتے تھے اور سفر کی تھکاوٹ بھی دور کیا کرتے تھے۔ جنگل، پہاڑ، ندی، نالے سارے کے سارے خطرناک راستوں سے تنہا تو نہیں گزر سکتے تھے اس لیے لوگ قافلے بنا کر چلا کرتے تھے... لیکن بزرگ کو کچھ اتنی جلدی تھی کہ انھیں قافلے کا انتظار نہایت مشکل لگا۔ انھوں نے ایک رفیقِ سفر بنایا اور بس دو آدمی مل کر سفر کے لیے نکل پڑے۔ ہاتھوں میں موٹے موٹے ڈنڈے موذیوں سے نپٹنے کے لیے پاؤں میں بھدے اور بھاری جوتے سفر میں پیش آنے والی مصیبتوں سے بچنے کے لیے اور پیٹھ پر لدی ایک گٹھری جس میں کپڑے، روٹیاں اور زیتون کے تیل کی شیشی راستے میں بھوک مٹانے اور غسل کے بعد پوشاک بدلنے کے لیے۔

دن بھر چلنے کے بعد شام آئی تو دونوں مسافروں نے رات گزارنے کے لیے ایسی جگہ کی تلاش شروع کی، جہاں خطرناک جانوروں سے محفوظ رہا جا سکے اور پینے کے لیے شفاف پانی اور بستر بنانے کے لیے سبز گھاس بھی ہو۔

بس اتفاق ہی کہیے کہ ایک جگہ ایسی مل گئی۔ دونوں مسافروں نے اپنے ڈنڈے رکھے، جوتے کھولے اور پاؤں پھیلا کر بیٹھنے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا اور گٹھری کھولی تاکہ روٹی سے بھوک مٹائی جائے اور پھر اللہ کی عبادت کر کے آرام بھی کیا جائے تاکہ سفر کی تکان دور ہو اور دوسرے دن کے سفر کے لیے تازہ دم ہو جائے۔

بزرگ نے گٹھری کھولی اور روٹیوں کو شمار کیا تو دو ہی نکلیں۔ انھوں نے تعجب سے اپنے ہم سفر سے پوچھا۔ "میں نے تو تین روٹیاں ساتھ رکھی تھیں، دو ہی ہیں، ایک اور روٹی کیا ہوئی؟ کس نے کھائی ہے؟"

ہم سفر دنیادار آدمی تھا، بڑا آدمی بننے کی ہوس تھی، پیٹ اور بھوک کا غلام تھا۔ اس نے مسکین صورت بنا کر کہا۔ "حضرت! قسم ہے پیدا کرنے والے کی، میں نے نہیں کھائی — میں نہیں جانتا کہ تیسری روٹی کیا ہوئی، کہاں گئی۔"

بزرگ نے فکر مند لہجے میں کہا۔ "ایک ایک روٹی ہم دونوں کے لیے اور تیسری روٹی کسی بھی مل جانے والے مہمان کے لیے رکھی تھی۔ اگر تم نے نہیں کھائی تو پھر کہاں گئی؟ خیر آؤ روٹی کھاؤ۔"

روٹی سے بھوک مٹانے کے بعد دونوں نے اپنے پیدا کرنے والے کا شکر ادا کیا اور عبادت میں مشغول ہو گئے، بزرگ نے دعا کی۔ "اے پروردگار رب عظیم، تو غیب کی باتیں جانتا ہے، تجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں، تو اس حقیر بندے کی دُعا سُن لے، اپنے رحم و کرم سے اشرفیوں کی تین ہانڈیاں بھیج دے۔"

دُعا قبول ہو گئی۔

چمکتے دمکتے سونے سے بھری ہانڈیاں سامنے پا کر، ہم سفر ذرا اور قریب کھسک آیا، بزرگ نے اسے مخاطب کیا۔ "مولائے رحیم و کریم نے ہمارے لیے یہ دولت کی ہانڈی بھیجی ہے۔ اس میں سے ایک تو میرے لیے ہے اور دوسری تمھارے لیے اور تیسری اس نامعلوم شخص کے لیے جس نے ہماری تیسری روٹی کھائی ہے۔"

ہم سفر کے پسینے چھوٹنے لگے۔

اس نے جھٹ کہا۔ "حضرت بھول ہو گئی معاف کیجیے گا، میں نے ہی تیسری روٹی کھائی تھی اس لیے تیسری ہانڈی بھی حساب کی رو سے میری ہی ہوئی۔"

بزرگ نے افسردہ مسکراہٹوں کے درمیان کہا۔ "میرے دوست، مجھے دولت کی ہوس نہیں، دین کی ہوس ہے یہ دولت میرے کس کام کی۔ تینوں ہانڈیاں تمھاری۔ مگر تم اب میرے ہم سفر رہنے کے لائق نہیں۔ اسے اٹھاؤ اور واپس چلے جاؤ اب مجھے تمھاری ضرورت نہیں۔"

ہم سفر اتنی دولت پا کر بے حد خوش تھا، اسے بزرگ کی رفاقت چھوٹ کا ذرا بھی غم نہیں ہوا، اس نے ساری اشرفیاں [illegible]

چند کوس پر ہی اسے ڈاکو راہزن مل گئے۔ انھوں نے اس کی دولت چھیننی چاہا دولت کے بجائے ہی، ہم سفر نے کہا۔" بھئی! میرے پاس تین ہانڈی اشرفیاں ہیں۔ ایک ایک تم لوگ لے لینا اور ایک میں رکھ لوں گا۔ ہم تینوں آپس میں بانٹ لیں گے تو ڈھونے میں بھی آسانی ہوگی۔ تینوں مسافر راضی ہو گئے۔

تینوں بے ایمان یکجا ہوئے تو ایک دوسرے کے دوست بن گئے، ہنسی مذاق کرتے کرتے ایک نے رائے دی کہ کچھ کھایا پیا جائے۔ سب اس بات پر راضی ہو گئے راہزنوں میں سے ایک نے اپنے جھولے سے زہر ملی روٹی نکالی اور دوسرے نے زہر سے بھرا پانی کا برتن اور تینوں مل کر کھانے لگے۔ ایک جس کی روٹی زہر سے بھری تھی، اس نے پیاس بجھانے کے لیے صرف پانی پیا اور مر گیا۔ اور باقی بچے دو، تو وہ زہر آلودہ روٹی اور زہر ملا پانی سے کب تک اپنے کو بچائے رکھتے۔ یہ دونوں چیزیں جب پیٹ میں پہنچیں تو انھیں بھی موت کا مزہ چکھنا پڑا۔ تینوں ہی دولت کی ہوس میں جان سے گئے۔ چمکتی دمکتی اشرفیاں اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھائے پڑی رہ گئیں، جیسے پوچھ رہی ہوں ـــ مولا یہ دولت لوگوں کو کب تک گمراہ کرتی رہے گی۔

ایک ہفتہ بعد

بزرگ سفر سے واپس ہوئے تو بکھری دولت کو ہنستے اور لاشوں کو اپنے حال پر روتے دیکھا ـــ وہ بھی لالچی انسان کے انجام پر آبدیدہ ہو گئے۔ رخصت ہونے سے پہلے آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ دین دار بزرگ تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہم سفر تھے موسیٰ بن عون۔

پیامیوں کے لیے خوشخبری

جون ۲۰۰۹ء کے پیام تعلیم میں ہم نے آپ کو ایک اچھی خبر سنائی تھی۔ یاد ہے نا آپ کو؟ ہاں یہی کہ بچوں اور بڑوں کے ممتاز ادیب اور ماہر تعلیم جناب عبداللہ ولی بخش قادری آپ کی نگارشات کا (جو ۲۰۰۹ء میں چھپی تھیں) انتخاب کریں گے جن کو کتابی صورت میں آپ کا مکتبہ پیام تعلیم شائع کرے گا۔ قادری صاحب قبلہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ ذیل میں ہم ان پیامیوں کے نام لکھ رہے ہیں جن کی نگارشات کتابی صورت میں شائع ہوں گی۔

ان پیامیوں سے درخواست ہے کہ اپنے پاسپورٹ سائز فوٹو (بلیک اینڈ وائٹ) کے ساتھ (۱) اپنا پورا نام (۲) اپنے والد صاحب کا نام (۳) اپنے اردو کے استاد کا نام (۴) اپنی تاریخ پیدائش (۵) پچھلے سال جس درجے اور جس اسکول میں پڑھتے تھے اس کا نام اور اپنا پورا پتا مع کوڈ نمبر کے صاف صاف اردو اور انگریزی دونوں میں لکھ کر فوراً بھیج دیں تاکہ شائع کیا جا سکے۔ اور ہاں جن پیامیوں کی نگارشات اس مجموعے میں شائع نہیں ہو سکیں انھیں مایوس ہونے کے بجائے دل لگا کر اور محنت سے لکھنے کی عادت ڈالنا چاہیے۔ ان شاء اللہ آئندہ سال ان کی تحریریں بھی کتابی صورت میں شائع ہوں گی [illegible]

ان تمام پیامیوں کو [illegible]

[illegible]

اللہ کی پناہ	محمد سلیمان اختر [illegible]
بھولا بھالا بھیا	راشد عرفان پربھنی۔
ہیروں کی مالا	عابد بن محمد قرموسی، حیدرآباد
ماڈرن ملا نصیرالدین	ایس مظہر فریدی، محمد طاہر، نالندہ
بس پانچ منٹ	سید سفیان حسن، کھنڈوا۔
اصلی نقلی	رئیس نور جہاں، کلیان
باہمت لڑکے	غلام نبی، کلیان
چٹنی کا مزہ	سید شمشاد حیدر، نالندہ
جھوٹ کے پیر نہیں	سہیل احمد، رحمت نگر، بنگلور
ایکتا	قمر جبین، پربھنی
مظلوم کی آہ	مبشر حسین عثمانی، نئی دہلی ۲۵
چار نوکر	صدیقی پرویز عالم، بمبئی
غلطی کا احساس	عبدالباقی غالب، بیگو سرائے
ہرن کا شکار	حبیب الرحمٰن، قمر منزل، سہارنپور
قیمتی چیز	تنویر احمد رومانی، جمشید پور
لالچ کا انجام	نصرت سلطانہ، شولاپور
چوری کا انجام	تحسین روحی۔ آمبور
خوش رہنے کا طریقہ	عشرت جہاں، امراوتی
عقل مند کسان	عبدالمجید، گدگ۔
تین دوست	محمد عظیم اشرف، سمستی پور
بے وقوف لڑکا	راشد شیخ، بمبئی
قاضی جی کی عقلمندی	آصف ایوب تار کر، ڈابولی۔
اچھا کام	محمد انصاری، رحمت نگر، بنگلور
ایماندار لڑکا	محمد رفیق
لڑائی کا انجام	محمد آصف [illegible]
[illegible]	رحمانی سلیم [illegible]
[illegible]	محمد عالم [illegible]
[illegible]	نزہت سعید [illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

اقوالِ زرین

پہلے ایمان لانے والوں کے نام

بچوں میں ــــــــ حضرت علی مرتضیٰ رضہ
مردوں میں ــــــــ حضرت ابوبکر صدیق رضہ
عورتوں میں ــــــــ حضرت خدیجہ رضہ
غلاموں میں ــــــــ حضرت زید بن حارث رضہ
باندیوں میں ــــــــ اُمِّ ایمن رضہ

محمد علیسی قمرالدین، بالاکمپاؤنڈ
سلم نگر ضلع تھانہ، بھیونڈی (مہاراشٹر)

نماز باجماعت

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے
مایا کہ جو شخص نمازِ فجر جماعت کے
ساتھ پڑھے گا اس کو حضرت آدمؑ کے ساتھ
س حج کرنے کا ثواب ملے گا۔ جو نمازِ
ر جماعت سے پڑھے گا اس کو حضرت
ہیمؑ کے ساتھ چالیس حج کرنے کا
ملے گا۔ جو نمازِ عصر جماعت کے ساتھ
اس کو حضرت یونسؑ کے ساتھ
ثواب ملے گا۔ جو مغرب کی نماز
ھے گا اسے حضرت موسیٰؑ
ثواب ملے گا۔ جو نمازِ
... پڑھے گا اس کو
حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ... حج کرنے
کا ثواب ملے گا۔ جو وتر کی نماز
جماعت کے ساتھ پڑھے گا اس
کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ہزار حج کا ثواب ملے گا۔

محفوظ ہاشمی
رفیع گنج اورنگ آباد (بہار)

- ہمت سے زندگی بنتی ہے۔ بزدلی سے موت آتی ہے۔
- وقت ایک انمول ہیرا ہے اسے کھو کر پانا ناممکن ہے۔
- بیٹے کو باپ کے خلاف بھڑکانے والا ذلیل ہے۔

شیخ احمد ۔ شری رامپور احمد نگر

اچھی باتیں

۱۔ تین چیزیں انسان کو زندگی میں ایک بار ملتی ہیں
• والدین ۔ • حسن ۔ • جوانی ۔
۲۔ نکل کر واپس نہیں آتا
• تیر کمان سے ۔ • جان جسم سے ۔
۳۔ کوئی دوسرا نہیں چرا سکتا ۔
• علم ۔ • عقل ۔ • ہنر ۔
۴۔ انسان کو ذلیل کرتا ہے ۔
• چوری ۔ • چغلی ۔ • جھوٹ ۔

سیّد عبدالماجد غوری
مدرسہ تجوید القرآن نلگنڈہ

والدین کی عظمت

حضرت محمدؐ کا فرمان ہے کہ اپنے والدین سے نیکی کرو، کہ تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ نیکی کریں گے۔ جو شخص ماں کو ستائے گا اور نقصان پہنچائے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

افتخار احمد نیلگری، نیشنل کالونی، بھنگل

عظمت کے مینار

۱۔ خدا کا سب سے عظیم نام اللہ ہے۔
۲۔ دنیا کی سب سے عظیم شخصیت حضرت محمدؐ ہیں۔
۳۔ دنیا کی سب سے عظیم کتاب قرآن مجید ہے۔
۴۔ دنیا کی سب سے عظیم زبان عربی ہے۔
۵۔ دنیا کا سب سے عظیم مذہب اسلام ہے۔
۶۔ دنیا کا سب سے عظیم اجتماع حج ہے۔
۷۔ دنیا کا سب سے عظیم شہر مکہ معظمہ ہے۔

جواد نظیر احمد، ۳۰ گھورپڑی پیٹھ پونہ ۔ ۴۲

حکمت کی باتیں

تلخ بات قلبِ انسانی پر گرم راکھ کے برابر ہے۔
کچھ لوگ دوسروں کے عیب کو عیب اور

[illegible] کرتے ہیں۔

- اگر حال پر کڑی نظر نہ رکھی جائے تو مستقبل تاریک ہو جائے گا۔
- اصول ایک ایسا پنجرہ ہے جسے انسان اپنے آپ کو قید کرنے کے لئے خوبصورت الفاظ سے بناتا ہے۔
- موت اور وقت کسی کا انتظار نہیں کرتے۔
- جو زیادہ بولتے ہیں وہ جانتے نہیں اور جو جانتے ہیں وہ بولتے نہیں۔

فیض احمد اعظمی، مقام و پوسٹ کٹولی کلاں اعظم گڑھ۔

انگشت نمائی

چین کا فلسفی کنفیوشس کسی خیال میں گم بیٹھا تھا۔ قریب ہی چند افراد آپس میں اشارے کر کے کنفیوشس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اس لیے کہ وہ خستہ حال اور نادار تھا۔ کنفیوشس کو ان کے اشاروں کا احساس ہو گیا۔ وہ کچھ دیر تک خاموشی سے ان کی حرکتیں دیکھتا رہا، پھر مسکرا کر بولا "لوگو! جب تم کسی طرف ایک انگلی اٹھا کر انگشت نمائی کرتے ہو، تو جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟"
"کیا ہوتا ہے؟" لوگوں نے پوچھا۔
کنفیوشس نے جواب دیا۔
"تمہاری تین انگلیاں خود تمہاری

...سے ... بھری ہیں۔

اقوال زرّیں

جو مصیبت کا بوجھ اٹھائے وہی کامیاب زندگی کا مالک ہے۔
بغیر عمل کے دعا مانگنا ایسا ہے جیسے بغیر کمان کے تیر۔
اعتماد زندگی ہے، بے اعتمادی موت ہے
وقت کی قیمت اس کا صحیح استعمال ہے۔
خوش کلامی جنت کی اور بد کلامی

دوزخ کی نشاندہی کرتی ہے۔
- مصیبت دوستوں اور دشمنوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔

یوم آزادی کے مبارک موقع پر

پیامی قلمی مشاعرہ

پیامی ادبی کمیٹی خیرآباد نے یوم آزادی کے موقع پر ایک قلمی مشاعرے نعقاد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پیامی بھائیوں سے درخواست ہے کہ ہندستان کی آزادی سے متعلق اپنے بزرگوں کے بہترین اشعار، نظمیں ارسال فرمائیں۔ اشعار اور نظموں کے ساتھ شاعر کا نام لکھنا ضروری ہے۔ اشعار اور نظمیں اس پتے پر روانہ فرمائیں۔

کنوینر
عبداللہ خالد الخیری

سکریٹری۔ پیامی ادبی کمیٹی
محلہ اکھوریہ، ڈاک خانہ خیرآباد
ضلع مئو۔ پن کوڈ ۲۷۶۴۰۳



ایک مرتبہ ملکہ وکٹوریہ افریقہ کے دورے پر گئیں۔ ان کی خدمت کے لیے ایک سیاہ فام حبشی کو مقرر کیا گیا۔ ایک دن سیاہ فام حبشی نے کہا "مجھے بہت خوشی ہے کہ میرے اندر انگریزوں کا خون بھی دوڑ رہا ہے۔"

"وہ کیسے" ملکہ وکٹوریہ نے حیرت سے پوچھا، حبشی کہنے لگا۔ "ایک مرتبہ ہمارے آباؤ اجداد نے ایک انگریز کو کھا لیا تھا۔"

عبدالمتین، عبدالحفیظ، گولڈن نگر۔
مالیگاؤں

خالد:۔ (جاوید سے) ڈاکٹر آپریشن کے وقت مُنہ پر پٹی کیوں باندھتے ہیں۔

جاوید:۔ اس لیے کہ بعد میں انھیں کوئی پہچان نہ سکے۔

جوھی عراقی۔ پوکھریا بیگو سرائے۔

ماسٹر (احمد سے) بتاؤ اگر آدمی چاند پر اپنا گھر بنا لے تو کیا ہوگا؟

احمد:۔ "سر ہونا کیا ہے۔ سارا کوڑا کرکٹ ہمارے اوپر گرے گا۔"

شائستہ فاطمہ۔ چکجا دو محدگاہ بیلا۔
ویشالی (بہار)

ایک آدمی نے جوتشی سے کہا۔ جوتشی جی، جوتشی جی، کوئی ایسا منتر بتائیے جس سے میں اپنی بیوی کو کنٹرول میں رکھ سکوں۔" یہ سن کر جوتشی نے کہا۔ بھیّا! "اگر ایسا منتر ہوتا تو میں جوتشی ہی کیوں بنتا؟"

انیس شاہ، بودھوارہ۔ انجن گاؤں
سور جی۔

ایک دیہاتی بمبئی گھومنے کے بعد جب اپنے گاؤں پہنچا تو لوگوں نے اسے گھیر لیا، وہاں کا حال چال دریافت کرتے ہوئے سوال کیا۔ "بمبئی کیسی ہے؟" اس نے جواب دیا۔ "بمبئی تو بہت اچھی ہے مگر وہاں کی سرکار بڑی کنجوس ہے۔" ایک ڈرائیور کی تنخواہ بچانے کے لیے بس کے اوپر بس رکھ کر چلاتی ہے۔

جاوید قریشی۔ فاندیڑ

ایک سپاہی جنگ میں ہوئی گولہ باری کا ذکر اپنی ماں سے کر رہا تھا۔

[illegible] بیٹا تم بھاگ کر درخت
پر کیوں نہیں چڑھ گئے؟"
سپاہی نے جواب دیا... "درخت تو افسروں
کے لیے ہی کم پڑ گئے تھے۔"

کنیز فاطمہ نور۔ نانپارہ، بہرائچ

نیتا جی نے جب تقریر شروع کی تو تھوڑی دیر بعد پیچھے کھڑی جنتا نے آپس میں باتیں کرنا شروع کر دی نیتا جی نے فرمایا: "اس جلسے میں آدھے [illegible]گ پاگل ہیں۔" یہ سن کر وہاں موجود [illegible]گوں نے نیتا جی سے کہا کہ آپ اپنے [illegible]فاظ واپس لیں ورنہ ہم آپ کی پٹائی [illegible]ر دیں گے۔ نیتا جی نے کہا "اچھا [illegible]ھائیو! میں اپنے الفاظ واپس لیتا [illegible]وں کہ اس جلسے کے آدھے لوگ [illegible]گل نہیں ہیں۔"

ندیم احمد عبد الحق، [illegible]لڈن نگر۔ مالیگاؤں۔

ایک ہوائی جہاز پرواز کے لیے [illegible]ر کھڑا تھا۔ ایک مسافر نے پوچھا [illegible] کیوں بھئی۔ ہوائی جہاز میں پٹرول تو کافی بھروا لیا ہے نا؟"
[illegible]ئلٹ نے کہا "ہاں" مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟
[illegible]سافر نے کہا "ارے بھئی، راستے میں [illegible]ٹرول ختم ہو گیا تو ہمیں جہاز کو دھکا نہیں دینا پڑے گا۔"

[illegible]ثمینہ انجم۔ اردو گرلز اسکول، کلمب

ایک بزرگ آفس میں تشریف لے گئے اور انھوں نے مینجر سے پوچھا "کیا میں اپنے پوتے سے مل سکتا ہوں۔ مینجر نے جواب دیا۔ "مجھے افسوس ہے آپ دیر سے آئے وہ کچھ دیر پہلے آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے رخصت لے کر گیا ہے"۔

عرفان سکندر، ضلع رتناگری، مہاراشٹر

پہلا: میں نے سنا ہے آپ کا لڑکا موٹر سائیکل چلانے کا ریکارڈ قائم کر رہا ہے۔
دوسرا: "جی ہاں۔ دس بارہ مرتبہ ہسپتال بھی جا چکا ہے"۔

الطاف حسین سعدا "گلستان" نوائط کالونی بھٹکل

ریاض: قیامت کب آئے گی؟
اعجاز: "حساب کی گھنٹی میں"

محمد شاہد شیخ۔ کاروار بھٹکل

کارخانے کے دروازے پر لکھا تھا "منگل کو کارخانہ بندر کھا جاتا ہے۔" ایک راہ گیر نے اسے ایسے پڑھا "منگل کو کارخانہ بندر کھا جاتا ہے"۔

زاہد اختر محمد مصطفی قریشی، موتی تالاب گھر نمبر ۳۶۔ مالیگاؤں۔ ناسک۔

پولیس: تیرا گھر کہاں ہے؟
مجرم: جی۔ مسجد کے سامنے

[illegible] کہاں ہے ؟

مجرم :- میرے گھر کے سامنے ۔

پولیس :- اور یہ دونوں کہاں ہے ؟

مجرم :- "بالکل آمنے سامنے "

مبین احمد انصاری، شبیر احمد
اسلامپورہ۔ مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

دکاندار :- خریدار سے "یہ مچھردانی اتنی اچھی ہے کہ ایک مچھر بھی اس میں داخل نہیں ہوسکتا "

خریدار مایوس ہوکر :- "بس رہنے بھی دو جب اس مچھردانی میں ایک بھی مچھر داخل نہیں ہوتا تو میں اس میں کیونکر داخل ہوکر رات میں آرام کرسکوں گا۔

عبدالباری، جامعہ آباد ۔بھٹکل۔

راہ گیر فقیر سے :- تم بھیک مانگنا چھوڑ دو اور چلو میرے ساتھ میں تمھیں ۱۰ روپے روزانہ دوں گا۔

فقیر :- صاحب "آپ میرے ساتھ چلیے میں آپ کو ۲۰ روپے روزانہ دوں گا"

عارق قریشی، عارف خان، سید حفیظ
(مہاراشٹر)

ایک صاحب کے آٹھ بچے تھے ان کو شعر لکھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ ایک غزل لکھ رہے تھے اور کافی دیر سے ایک ہی مصرع دُہرائے جا رہے تھے کر

[illegible]

شعر کا دوسرا مصرع ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ ان کے قریب بیٹھی ہوئی ان کی بیوی نے بچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شعر میں دوسرا مصرع جوڑتے ہوئے بڑے انداز سے کہا "اگر تم نہ ہوتے تو یہ سارے نہ ہوتے"۔

عفن، چیپ اسٹور محلہ چھچھ بہار شریف

(ایک فقیر مسافر سے) بھائی صاحب رُکیے رُکیے...

مسافر رُکتے ہوئے :- "کیا ہے "

فقیر :- ارے بھائی آپ کے پرس ہے ؟

(مسافر جیب پر ہاتھ رکھتے ہوئے)

"ہاں ... ہے"

فقیر :- اس میں پیسے ہیں ؟

مسافر :- وہ بھی ہیں ۔

فقیر :- "تو ایک روپیا دیجیے "

کوثر عارفین، سنجیدہ، کمہرولی کمتول ۔ دربھنگہ (بہار)

ماسٹر :- امرود کس موسم میں ملتے ہیں ؟

شاگرد :- جب موسم بالکل صاف ہو اور باغ میں مالی نہ ہو ۔

جمیل ۔ اے ۔ گروکری بھنڈی بازار بمبئی

پیامیوں کی تلاش

جی ہاں! چونکیے نہیں؟ ہمیں ایسے پیامیوں کی تلاش ہے جو مالیگاؤں ہی کے رہنے والے ہوں۔ مقصد یہ کہ بہت دنوں سے ہماری "پیامی برادری قائم کرنے کی خواہش تھی مگر ہم اکیلے کیا کر سکتے تھے؟ محلّے میں صرف دو ہی پیامی تھے۔ ایک عبدالمتین اور نعیم احمد۔ جو کہ ہماری ہی ترغیب پر پیام تعلیم کے خریدار بنے۔ ہمارے محلّے میں تعلیم یافتہ طبقہ بہت کم ہے۔ کیونکہ یہ صنعتی علاقہ ہے۔ اس لیے محلّے کے بچّوں میں تعلیم کی طرف توجہ دلانے کے لیے ہمارے دل میں پیامی برادری قائم کرنے کا خیال اُبھرا۔ اور ایسے پیامیوں کی تلاش جاری کردی — جو ہمارے اس نیک مقصد میں تعاون کر سکتے ہوں۔ چنانچہ ایک مشہور پیامی" رحمانی سلیم احمدؒ کے گھر پر پہنچے۔ اور ان سے اپنا مدّعا بیان الیا۔ نہ صرف انھوں نے ہمارے اس اقدام کی تعریف و تحسین اور حوصلہ افزائی کی بلکہ بھرپور تعاون بھی پیش کیا۔ اب ہم اپنے محلّے میں پیامی برادری قائم کر رہے ہیں۔ اس کے مقاصد یہ ہیں: بچّوں میں پیام تعلیم کا تعارف کرانا، غیر تعلیم یافتہ بچوّں میں تعلیمی شوق پیدا کرنا۔ اور غیر تعلیم یافتہ اور پسماندہ وارڈ میں ایک لائبریری کھول کر پیامی برادری کی شاخ قائم کرنا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے نیک مقاصد ہمارے دل میں موجزن ہیں۔

اس لیے اب ہمیں ایسے پیامیوں کی تلاش ہے جو ہمارے ہی شہر کے باشندے ہوں۔ جو پیام تعلیم پڑھنے کے ساتھ ساتھ مضامین و کہانیاں لکھنے، تقریر کرنے، دیگر ادبی ثقافتی و تعلیمی پروگرام اور رسائل سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ وہ براہِ راست ہم سے آکر ملیں۔ یا پہلے خط و کتابت کرلیں۔ مندرجہ ذیل پتے پر:

(۱) ایچ ایم یٰسین۔ ۱۳۳/۵۵ گولڈن نگر مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

(۲) رحمانی سلیم احمد ۱۰۳۲ خواب عقیل منزل۔ اسلامپورہ۔ مالیگاؤں ضلع ناسک۔

نوٹ:۔ بیرونی پیامی بھائی بہنوں سے التماس ہے کہ اس سلسلے میں ہمیں اپنے زرّیں خیالات اور گراں قدر مشورے سے نوازیں۔ شکریہ

مرسلہ:۔ محمد یٰسین ملّی گولڈن نگر۔ مالیگاؤں

[illegible] معما نمبر ۵ کا نتائج اور نتیجہ

صحیح حل (۱) تشت (۲) درک (۳) قبیلے
(۴) جانور (۵) کم زوری (۶) ایلچی
(۷) ٹھوکر (۸) کچھ۔

بالکل صحیح حل ایک بھی موصول نہیں ہوا لہٰذا ایک غلطی پر پہلا انعام پانے والے دس خوش نصیب۔ ڈکس روپے تقسیم کیے گئے۔

۱۔ شفیق احمد شریف شیخ۔ کھانہ روڈ بھیونڈی
۲۔ سمبل ظہیر۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵۔
۳۔ فرید۔ یادگیر گلبرگہ۔ (۴) لیئق احمد عبدالرشید۔ مالیگاؤں، ناسک (۵) نواب احمد قریشی۔ ناندیڑ۔ (۶) ابوشحمہ، میمن واڑہ روڈ۔ بمبئی۔ (۷) ظفر مند علوی۔ اشاعت منزل، دیوبند۔ (۸) ریحان اختر ریاض الدین اسلام پورہ، مالیگاؤں۔ (۹) گل افشاں ۱۷، [illegible] ملونی گنج جبل پور (۱۰) فرزانہ سعید [illegible]۔ اڑیسہ۔

دو غلطی پر پہلا انعام پانے والے دس خوش نصیب۔
فی کس ۵/ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں
۱۔ محمد عارف وہاب۔ منگرول پیر اکولہ
۲۔ رفیہ خاں۔ جامعہ ہمدرد۔ نیو دہلی ۶۲۔
۳۔ محمد صالح شمیم انصاری پٹیل بھیونڈی
(۴) رشید پرویز انصاری، اقبال احمد
[illegible] مالیگاؤں۔ (۵) محمد آفتاب [illegible]
[illegible]

بوجھیے تو جانیں

پہلا حرف پانی میں ہے...... خشکی میں نہیں
دوسرا حرف یمن میں ہے...... دمشق میں نہیں
تیسرا حرف آم میں ہے...... لیچی میں نہیں
چوتھا حرف مرغی میں ہے...... کبوتر میں نہیں
پانچواں حرف ترکی میں ہے...... لندن میں نہیں
چھٹا حرف علاج میں ہے...... صحت میں نہیں
ساتواں حرف لڑکے میں ہے...... آدمی میں نہیں
آٹھواں حرف لوبیا میں ہے...... بھارت میں نہیں
نواں حرف مروت میں ہے...... ادب میں نہیں

بتائیے میرا پورا نام کیا ہے

[illegible]

درج ذیل ضرب الامثال کا مفہوم بتائیے اور انعام حاصل کیجیے

۱۔ آنسو ایک نہیں، کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے
۲۔ بھیڑ بھی کالی، بھینس بھی کالی
۳۔ پہلے پیٹ پوجا، پھر کام دوجا
۴۔ کماؤ آوے ڈرتا، نکھٹو آوے لڑتا
۵۔ سوار کا جنازہ سو اگز آگے
۶۔ سرائے کا کتا ہر مسافر کا یار
۷۔ جب تک جینا، تب تک سینا
۸۔ واہ میاں کالے، خوب رنگ نکالے
۹۔ ہماری بھیڑ، بھیڑیے سے مٹھا
۱۰۔ ایک ہوق دم، حاضر ہو گئے ہم

[illegible] پہلا انعام: ۵۰/ کی کتابیں ایک غلطی پر [illegible] کی کتابیں۔ دو غلطی پر: ۲۰/ کی کتابیں۔ [illegible] کی آخری تاریخ ۱۲ اگست ۱۹۹۲



● اس محبوب رسالے میں ہر ماہ نئے سے نئے حیرت انگیز و دلچسپ اور سچی کہانیاں پڑھنے کو ملتی ہے میں ہر ماہ لگن کے ساتھ دل لگا کر کہانیاں پڑھتا ہوں۔

محمد حسام الدین معرفت نور محمد۔ حاجی پور پوسٹ رفیع گنج ضلع اورنگ آباد بہار ۸۲۴۱۲۵

● میں پیام تعلیم میں ہر ماہ پابندی سے کچھ نہ کچھ شائع ہونے کے لیے بھیجتا رہتا ہوں لیکن ادھر چار پانچ مہینے سے میری کوئی چیز نہیں چھپی۔ اس لیے ناراض ہو کر یہ شکایتی خط ارسال کر رہا ہوں۔

محمد عبدالکریم انصاری کھرکیا بازار بھاگلپور، بہار

● پیام تعلیم ایسا واحد رسالہ ہے کہ اگر کوئی اس کو ایک مرتبہ پڑھ لے تو اس کے دل میں پیام تعلیم کو ہر مہینے پڑھنے کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ واقعی اس سے ہمیں بہت اچھی اچھی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

ساحرہ پروین، ایچ این ۴۲ ۹۴ جامع مسجد والی ... کالونی دہلی

میں نے پیام تعلیم میں شعر بھیجا آپ نے شائع کیا۔ اور مجھے انعام اور ... میں آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ...

... مکان نمبر ۳۵۲ اسلام ...

● میری طرف سے کارکنان پیام تعلیم کو اور خاص کر جناب حکیم محمد سعید صاحب کو عید کی بہت بہت مبارک باد کیونکہ حکیم صاحب ہی کی وجہ سے مجھے B.U.M.S. پڑھنے کا شوق ہوا میرا خیال تھا کہ انگریزی دواؤں سے صحت اچھی ہوتی ہے مگر اللہ کی قدرت ہر جڑی بوٹی میں پوشیدہ ہے میں نے حکیم صاحب کے نسخوں کو تجربے اپنے دوستوں پر کیے اور ان کو فائدہ ہوا۔

محمد حامد حسین

مکان ۳-۱۲-۲۴ بیرون۔ رائچور

● ماہ جون کا پیام تعلیم ملا پڑھ کر دل مسرت سے بھر آیا اور اس میں میرے بھیجے ہوئے اقوال زریں اور انمول موتی بھی شائع ہوئے ہیں مجھے بے حد خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ پیام تعلیم کو مزید ترقی دے آمین۔

شیخ احمد اعجاز دیوگاؤں جالنہ

● مئی ۱۹۹۲ء 'پیام تعلیم' بذریعہ لائبریری خریدا اور اس کا مطالعہ کیا۔

مجھے تقریباً تمام کہانیاں اور دوسری قسط "کرشمہ" بے حد پسند آئی۔ اب جون ۱۹۹۲ء کا پیام تعلیم بھی انشاء اللہ خرید لوں گا۔ اس کے علاوہ "ہنر" یہ بھی بے حد پسند آیا۔ ہنسی گھر، گدگدیاں پسندیدہ اشعار اور سبق آموز کلام بھی بے حد پسند آئے ط کہتا ہے کہ میں بھی اس کا خریدار بنوں گا۔

محمد امداد اللہ ندوی معرفت اے کے ... انجمن اسلام ... اسکول ...

... بہت پسند آیا ...

● ماہ جون کا تازہ ترین رسالہ پڑھا خوشی بھی ہوئی۔ مگر آپ نے میری کوئی کہانی اور اشعار شائع نہیں کی۔ آپ مجھ سے ناراض تو نہیں؟

فیاض احمد شیخ منان محلہ قصاب ضلع دھولیہ (مہاراشٹر)

● جون کے پیام تعلیم میں پیامی بھائی بہنوں کی آل انڈیا قلمی کانفرنس مجھے بہت بہت پسند آئی اس کے علاوہ دوسری کہانیاں نولکھا رانی، ماں کی محبت، ماں کی نصیحت بہت پسند آئیں۔

شیخ احمد شری رامپور ضلع احمد نگر

● اور لوگ بھی بچوں کے لیے رسالہ نکالتے ہیں مگر سچ تو یہ ہے کہ بچوں کا رسالہ ہونے کا شرف صرف "پیام تعلیم" کو ہی حاصل ہے۔ اس میں بچوں کی ننھی منی تخلیقات بعد اصلاح کے ان کے دل اور ان میں چھپی صلاحیتوں کو ابھارنے کا بیڑا آپ نے اٹھایا ہے وہ کسی اور سے ممکن نہیں۔ آج کے بچے کل کے ادیب بن سکتے ہیں۔ اگر انھیں ایسا ہی بڑھاوا ملتا رہے تو۔ بچوں کی کہانیوں سے ہٹ کر بھی معلوماتی مضامین سلسلہ وار کہانیاں دل کو لبھاتی ہیں اتنا کچھ لکھ کر بھی لگتا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

نجم السحر تلیگاؤں دساسر امراوتی مہاراشٹر

● جون کا پیام تعلیم پڑھا تمام کالم کافی اچھے تھے۔ پچھلے دو مہینوں سے میری کہانی بھی نہیں چھپی کیا اسے ردی کی ٹوکری کی نظر کر دیا گیا؟

شاہ نظیر یعقوب امرت نگر، ممبرا۔ تھانہ ۹۲

● آپ نے پیام تعلیم میں ہمارا اور ہمارے امی جان یعنی فرزانہ جاوداں کے اشعار شائع

[illegible] آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

نوشینہ انجم محمد اکبر کلمب ضلع ایوت محل مہاراشٹر

● ماہ جون کا ماہنامہ پیام تعلیم موصول ہوا پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اس ماہ کے تمام نگارشات کافی پسند آئے۔ جس میں "کیسے معلوم ہے نا! عید قرباں۔ حسن طاہرہ کی تخلیق اسکول کا داخلہ۔ اللہ دیکھ رہا ہے اور دیگر کالم قابل تعریف ہیں۔

سید ظہیر الدین سید نظام الدین سرقاضی رٹی ہلی کرناٹک

● آپ نے وقت کی اہم ضرورت کی تکمیل کی جانب قدم اٹھایا ہے جس کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔

عبدالصمد ہادی پوکھر سنگھ بجوم بہار

● مجھے شاعری سے شوق ہے میں ٹوٹی پھوٹی نظمیں لکھا کرتا ہوں کیا آپ انھیں پیام تعلیم میں شائع کیا کریں گے؟

خالد علی خاں ——— سیوان بہار

● 'پیام تعلیم' میرا محبوب رسالہ ہے اور اتنا حسین رسالہ ہے کہ تعریف کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں۔ اس رسالہ میں نئی نئی اور اچھی کہانیاں اور مزے دار لطیفے پڑھنے کو ملتے ہیں۔

محمد خورشید عالم واحد محلہ بابو گنج، رفیع گنج، اورنگ آباد

● پیام تعلیم میں مسلسل خرید کر پڑھتا ہوں مجھے بہت پسند ہے انشاء اللہ عنقریب اپنی تخلیقات روانہ کروں گا۔ امید کہ شامل اشاعت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

محمد مشہود حسن - بھدرک - اڈیشہ

● جون کا شمارہ تاخیر سے ملا۔ سب سے پہلے "قلمی کانفرنس" پڑھا۔ اسماعیل [illegible] صاحب [illegible]

کو کتابی صورت میں شائع کریں گے یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔

محمد یٰسین مالیگاؤں

● مئی کا شمارہ ملا شمارہ ملتے ہی میں نے پیامی ادبی معما ۳۰ کا حل دیکھا اس میں اپنا نام سیکنڈ انعام میں دیکھ کر بیحد خوشی ہوئی اور مجھ کو آپ کی ارسال کردہ کتب صحت کی الف بے اور ایک دلیس ایک خون بھی وصول ہوئیں ماشاءاللہ کتب بہت ہی اچھی ہیں شکریہ

محمد محمود طارق کٹرہ شہاب خاں اٹاوہ

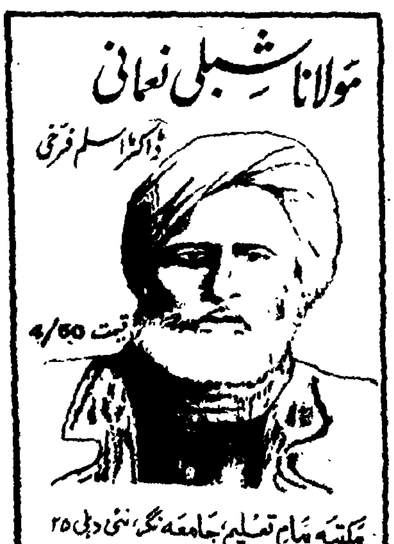
● جون کے پیام تعلیم میں محمد فہیم شیخ اسماعیل کا ترتیب دیا مضمون "پیامی بھائی بہنوں کی آل انڈیا قلمی کانفرنس" پسند آئی۔ انھیں مبارک باد۔ پیامیوں کے لیے آپ نے ہمیں جو خوشخبری سنائی ہے۔ اور جو قدم آپ نے ہمارے لیے اٹھایا ہے وہ ایک حوصلہ بخش قدم ہے میں ادارہ کو مبارک باد دیتا ہوں۔

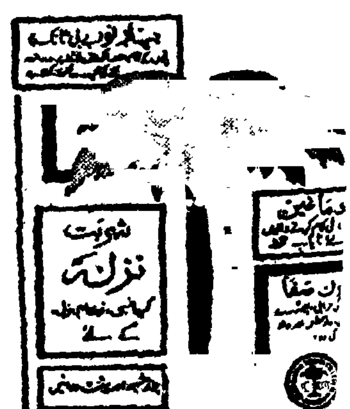
رحمانی سلیم اختر مالیگاؤں۔ ناسک

● ماشاءاللہ آج پیام تعلیم بفضل تعالیٰ اتنی ترقی کی ہے کہ ہندستان کے کونے کونے میں یہ رسالہ دستیاب ہے اس بات کا اندازہ پیام تعلیم میں شریک ہونے والے پیامی قلمکاروں کے پتوں سے ہوتا ہے کوئی شہر و ضلع ایسا نہیں جس کا نام نہ ہو اس ترقی پر اڈیٹر صاحب و سبھوں کو مبارک باد قبول ہو۔

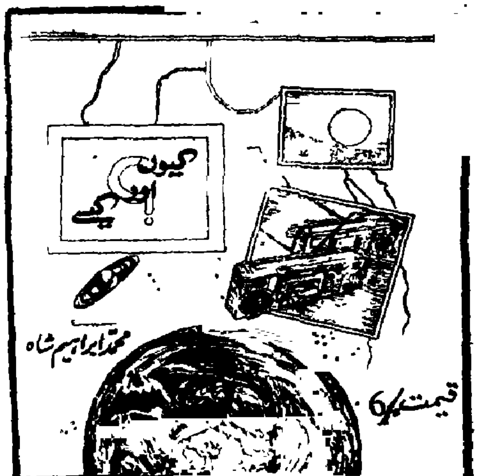
واقعی پیام تعلیم ایک معیاری رسالہ ہے جس میں نہ صرف دنیاوی بلکہ دینی باتیں بھی ہوتی ہیں لیکن جو کمی مجھے نظر آتی ہے وہ یہ کہ پیامی ادبی معما کی جو انعامی رقم ہے بہت کم ہے، پیام تعلیم زیادہ شائع ہونے والا رسالہ ہے اس لیے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اڈیٹر صاحب سے مودبانہ گزارش ہے کہ وہ پیامی ادبی معما نمبر کی انعامی رقم بڑھا دی جائے۔

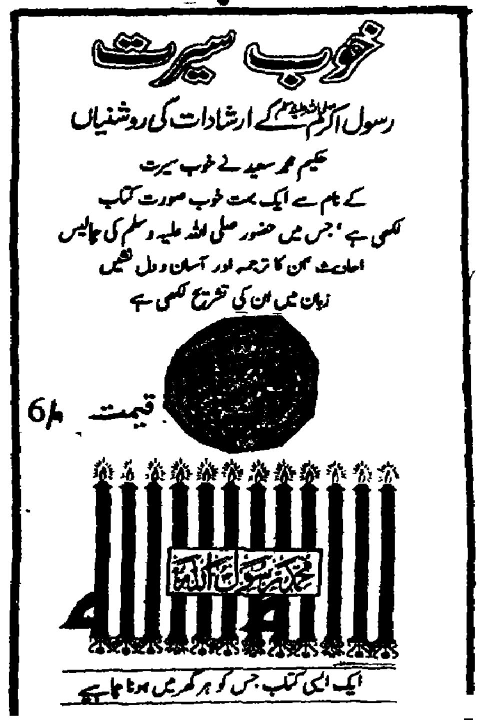
مراد احمد کانچ والا
اے۔ پی۔ کالج آف آرٹس و کامرس بمبئی ۸



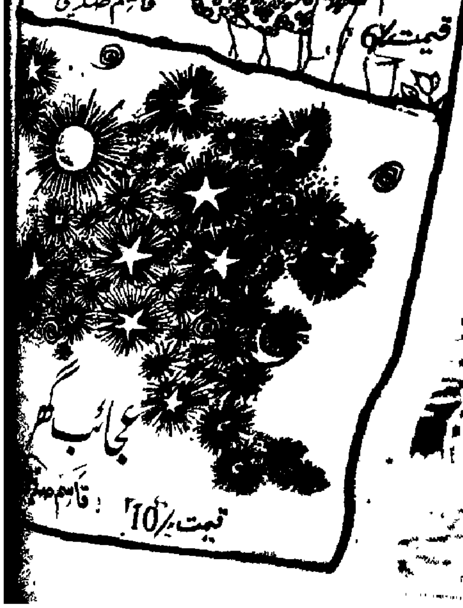


مکتبہ پیامِ تعلیم کی دلچسپ اور سائنسی کتابیں











میرے پسندیدہ اشعار



اس کا ہر لفظ نصیحت سے بھرا ہوتا ہے
گرتے انساں کا سہارا ہے "پیام تعلیم"

جس کو آئے نہ یقیں دیکھ لے اس کو پڑھ کر
کتنا پیارا ہے، نیارا ہے " پیام تعلیم"

عبدالقیوم اشعر۔ مقام و پوسٹ باراچکیا
ضلع مغربی چمپارن۔ بہار۔

دشت تو دشت ہے دریا کو بھی نہ چھوڑا ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

سرور نواز نظامی بعزت سید سعدی حسینی
مقام و پوسٹ درگاہ بیلا۔ ضلع ویشالی بہار

گھٹا آن کر مینھ جو برسا گئی
تو بے جان مٹی میں جان آ گئی

[illegible]بر شیخ نذیر شیخ۔ تھانہ روڈ
[illegible]ری پاڑہ، بھیونڈی، ضلع تھانہ

[illegible]ٹ اپنی زندگی میں جب سے شامل ہو گیا
[illegible]گی مشکل ہی تھی مرنا بھی مشکل ہو گیا

[illegible]تاق گرڈکری بی۔ آئی ٹی چال
[illegible]۔ روڈ۔ بمبئی

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

انور ظفر جیلانی۔ کمہرولی کنتول۔ دربھنگہ۔ بہار

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

شکیلہ نزہت۔ کوثر نگر۔ بنگلور۔

قاتل ہی محافظ ہے قاتل ہی سپاہی ہے
شیشے کی عدالت میں پتھر کی گواہی ہے

کفیل جیسرا جپوری۔
ملت نگر، اندھیری (ویسٹ) بمبئی۔

کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعجاز سخن
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

مسرت آرا شمع۔ کمہرولی۔ کنتول۔
دربھنگہ۔ بہار

رہ حیات میں قرآن ہی کو اے زاہد
چراغ راہ بناؤ بڑا اندھیرا ہے

عرفانہ تسنیم جیلانی نشاط۔ کمہرولی
کنتول۔ دربھنگہ، بہار۔

سچ بول کے حاصل ہو جو عزت ہے بڑی چیز
سچ بات تو یہ ہے کہ صداقت ہے بڑی چیز

سچ بولنے والوں پہ ہے اللہ کی رحمت
واللہ کہ اللہ کی رحمت ہے بڑی چیز

[illegible]

تصویر زندگی کو سنوارا ہے دوستو
استاد کے کرم کا سہارا ہے دوستو

استاد کا ہو نام ہمارے ہی نام سے
پیدا کریں گے نام سدا اپنے کام سے

اپنا بلندیوں پہ ستارا ہے دوستو
استاد کے کرم کا سہارا ہے دوستو

رئیس احمد ہلال۔ نشاط روڈ، کمال پورہ
مالیگاؤں، ناسک۔

حقیقت میں وہ لطف زندگی پایا نہیں کرتے
جو یادِ مصطفٰے سے دل کو بہلایا نہیں کرتے

عمر انصاری۔ مین روڈ۔ رحمت نگر، بنگلور

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

جاوید احمد۔ اسلام پورہ۔ مالیگاؤں،
ضلع، ناسک

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

ضیاء الرحمٰن۔ حاجی اقبال،
اسلام نگر۔ مالیگاؤں۔

کیوں نہ اچھا بنوں
سب سے مل کر رہوں
راہ سیدھی چلوں
ہر بدی سے بچوں
میں مسلمان ہوں۔

محمد قذافی خلیفہ ہاؤس نیشنل روڈ، بھٹکل

اگر وجہ زوالِ اقتدارِ علم لکھنی ہو
تو اک کاغذ اٹھا کر اس پہ بھاگلپور لکھ دینا

علم کی پیاس کتابوں سے بجھا لو کاشف
اس سے پہلے کہ جوانی کا جنازہ اٹھے

محمد ایوب انصاری۔ مدرسہ اسلامیہ
کھریک بازار، بھاگلپور

حیات خود نہیں بنتی بنائی جاتی ہے
چراغ خود نہیں جلتے جلائے جاتے ہیں

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

ممتاز انجم۔ رادر کیلا ضلع سندر گڑھ (اڑیسہ)

امیدیں ٹوٹتی ہیں تو بہت صدمہ پہنچتا ہے
جو امیدیں کرے گا کم اسے صدمے بھی کم ہوں گے

انیسہ شیخ احمد۔ اینگلو اردو ہائی اسکول
شری رام پور، ضلع احمد نگر، یو پی۔

بچھڑتے وقت کے لمحے عجیب ہوتے ہیں
یہ ٹوٹتے ہوئے رشتے عجیب ہوتے ہیں

ذرا سی دھوپ بھی ان کو نہیں گوارا ہے
کھلونے موم کے کتنے عجیب ہوتے ہیں

محبوب خان۔ پورب سرائے مونگیر

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہو مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

مقصود عالم۔ اتا باڑی۔ کشن گنج بہار

قلمی دوستی

بچپن کی دوستی پختہ بھی ہوتی ہے اور پائیدار بھی۔ بچپن ہی سے اگر اچھے اور ہم خیال دوست میسّر آجائیں تو یہ زندگی کے بہترین ساتھی ثابت ہوتے ہیں۔ آپ خود بھی دوسروں کے اچھے دوست بنیے اور دوسرے اچھے بچوں کو بھی اپنا دوست بنائیے۔

نام :۔ نفیسہ شیخ احمد۔
تعلیم :۔ ہشتم جماعت۔
مشغلہ :۔ پیام تعلیم پڑھنا، امنگ پڑھنا۔
پتا :۔ اردو اسکول نمبر ۱۲ اشری رامپور
ضلع احمد نگر۔

نام : نسیمہ تبسم
تعلیم : آٹھویں جماعت
مشغلہ :۔ دینی و دنیاوی معلوماتی کتابوں اور
پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا قلمی دوستی کرنا سیر و
تفریح کرنا۔
پتا : معرفت عبدالصمد میکینیکل قریشی محلہ، نزد مسجد کلیب
ضلع ایوت محل۔ مہاراشٹر

نام :۔ شاہد جمال انصاری۔ عمر ۱۵ سال
مشغلہ :۔ اردو رسالوں کا مطالعہ کرنا۔ اور
فٹ بال کھیلنا، پابندی سے اسکول جانا۔
پتا :۔ محلہ پورہ، صوفی مبارکپور
ضلع اعظم گڑھ، یوپی۔

نام :۔ انوار احمد خلیل احمد
مشغلہ :۔ قلمی دوستی کرنا، کیرم کھیلنا، نماز پڑھنا
مطالعہ کرنا، پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا :۔ اسلام پورہ، گلی نمبر ۷ مکان نمبر ۳۵۲
مالیگاؤں (ضلع ناسک)

نام :۔ مجاہد ضیاء الرحمٰن
مشغلہ :۔ پیام تعلیم شوق سے پڑھنا، افکار ملی اور
نور پڑھنا، کرکٹ کھیلنا۔
پتا :۔ اسلامیہ عربک کالج منصورہ
آلور ہاسن کرناٹک

نام :۔ فیصل علی۔ عمر ۱۳ سال
تعلیم :۔ نویں جماعت
پتا :۔ معرفت شاہد علی کاغذی پورہ
پوسٹ بالاپور۔ ضلع اکولہ۔ مہاراشٹر

نام :۔ افضال احمد پلاموی عمر ۱۰ سال
تعلیم :۔ عربی دوم حافظ
مشغلہ :۔ بچوں کے رسائل پڑھنا۔ فٹ بال کھیلنا
پتا :۔ مدرسہ منبع العلوم۔ خیرآباد۔
ضلع مئو۔ یوپی۔

نام :۔ ناہید عمران قریشی
تعلیم :۔ آٹھویں جماعت
مشغلہ :۔ خوب کھیلنا خوب پڑھنا۔
پتا :۔ معرفت عبدالباری قریشی۔ آزاد نگر
پوکھریا۔ ضلع بیگوسرائے (بہار)

نام :۔ عظیم الدین سراج الدین۔ عمر ۱۲ سال
مشغلہ :۔ پیام تعلیم پڑھنا۔ مطالعہ کرنا۔ دوستوں
کو خط کے جواب لکھنا۔ کہانیوں کی کتابیں

منگوا کر پڑھنا۔

پتا : معرفت منیار علی چوپڑہ ضلع جلگاؤں مہاراشٹر

نام :۔ محمد مبین شہزادہ۔ عمر ۱۵ سال
تعلیم :۔ دسویں جماعت۔
مشغلہ :۔ پابندی سے پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا، بڑوں کی عزت کرنا۔
پتا :۔ معرفت محمد ادریس انصاری مومن پورہ بالاپور (اکولہ)

نام :۔ کلیم الدین
مشغلہ :۔ دوستی کرنا۔ کرکٹ کھیلنا پیام تعلیم اور دیگر پرچوں کا مطالعہ کرنا
پتا :۔ معرفت بلال یزدانی فراد پور سنجر پور اعظم گڑھ۔ یوپی۔

نام :۔ محمد معاذ انصاری عمر ۱۲ سال
مشغلہ :۔ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا اور دوستی کرنا فٹ بال کھیلنا۔
پتا :۔ نیشنل میڈیکل ہال مبارکپور اعظم گڑھ۔ یو۔ پی

نام :۔ عزیز الرحمن ابن عبد الغفار انصاری عمر ۱۲ سال
مشغلہ :۔ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا۔ نماز پڑھنا قلمی دوستی کرنا اور نعت شریف پڑھنا
پتا :۔ ۵۵، فیض نگر بھیونڈی ضلع تھانہ۔ مہاراشٹر

نام :۔ عبد السلام بن عثمان عمر ۱۴ سال
مشغلہ :۔ نٹ بال کھیلنا، ہاکی کھیلنا پیام تعلیم پڑھنا، امنگ پڑھنا۔

پتا :۔ معرفت محمد عثمان صاحب سی سی آئی کالونی کرکنڈہ بستر م

نام :۔ افتخار احمد عمر ۱۵ سال
تعلیم :۔ نویں جماعت
مشغلہ :۔ رسالوں کا کثرت سے مطالعہ کرنا خاص پیام تعلیم کا۔ پیامی بھائیوں سے دوستی کرنا اور خطوں کا پابندی سے جواب دینا۔
پتا :۔ معہد جوگا بائی جامعہ نگر نئی دلی۔ ۲۵۔

نام :۔ شیخ ارمان۔ شیخ ابراہیم عمر ۱۲ سال
تعلیم :۔ آٹھویں جماعت
مشغلہ :۔ پیام تعلیم پڑھنا، امنگ پڑھنا اور بہت سے اردو انگریزی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا :۔ پٹوے علی چوپڑہ ضلع جلگاؤں مہاراشٹر

نام :۔ عطیہ بیگم آصف بیگ
تعلیم :۔ ساتویں جماعت
مشغلہ :۔ پابندی سے اسکول جانا پیام تعلیم پڑھ
پتا :۔ معرفت امام الدین داؤد صاحب شیخ پیرزادہ بارہ منگوار پیٹھ جنیر ضلع پونہ

نام :۔ راغب احمد عمر ۵ سال
مشغلہ :۔ کھیلنا، پڑھنا، پیام تعلیم پڑھنا۔
پتا :۔ معرفت اشتیاق احمد مقام چکچاد پوسٹ درگا بیلا ویشالی (بہار)

نام :۔ عبد الصمد حاجی عبد الکریم عثمانی
تعلیم :۔ ساتویں جماعت۔

مشغلہ: ۔ کرکٹ کھیلنا، نماز کی پابندی کرنا،
کتب بینی، سیر و تفریح کرنا
پتا: معرفت حاجی عبدالکریم عثمانی۔ ہزار کھولی
مالیگاؤں، مہاراشٹر

نام: ۔ افروز احمد اعظمی۔ عمر: ۱۲ سال
مشغلہ: ۔ پیام تعلیم اور دوسری غیر درسی کتابوں
کا مطالعہ کرنا
پتا: ۔ معرفت افروز احمد سنوارہ
اعظم گڑھ۔ یوپی۔

نام: ۔ محمد اعجاز عادل۔ عمر ۱۳ سال
تعلیم: ۔ درجہ نہم
مشغلہ: ۔ "پیام تعلیم" اور دوسرے رسالوں کا مطالعہ
کرنا۔
پتا: ۔ معرفت عبدالغنی، مہراج گنج، رفیع گنج
ضلع اورنگ آباد (بہار)

نام: ۔ منور سلطانہ
تعلیم: ۔ دسویں جماعت
مشغلہ: ۔ پیام تعلیم پڑھنا۔ قلمی دوستی کرنا، پابندی
سے اسکول جانا۔
[پ]تا: ۔ مقصود علی لائن من، نزد اردو گرلز اسکول
کلب الوت محل

[ن]ام: ۔ تمنا۔
[تع]لیم: ۔ ساتویں جماعت
[مش]غلہ: ۔ پڑھنا لکھنا، ماں باپ کی خدمت کرنا
پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا۔
[پتا]: ۔ معرفت عبدالواحد قاسمی۔ انصاری نگر
دیگھیار اسیلا لال گنج وایہ کیوٹی رنوے
ضلع دربھنگہ (بہار)

نام: ۔ محمد کوثر ندیم صدیقی عمر: ۱۸ سال
تعلیم: ۔ آئی۔ ایس۔ سی۔
مشغلہ: ۔ بڑوں کی عزت کرنا، اچھی کتابوں کا
مطالعہ کرنا اور پیام تعلیم پڑھنا
پتا: ۔ موضع۔ ڈیو۔ پوسٹ بارا
چاکند۔ ضلع۔ گیا

نام: ۔ آسمار عبدالکریم
تعلیم: ۔ بی۔ اے
مشغلہ: ۔ اردو میں زیادہ تعلیم حاصل کر کے
استاد کا نام روشن کرنا، قلمی دوستی کرنا
بڑوں کا ادب کرنا۔
پتا: ۔ ۹۵ ٹیگور مارگ، مندا سور نیمچ کینٹ

نام: ۔ امتیاز احمد
مشغلہ: ۔ پیام تعلیم اور نور پڑھنا
پتا: ۔ پرانی بستی مبارکپور، اعظم گڑھ۔ یو۔ پی

نام: ۔ مبشر اعظم۔ عمر: ۱۲ سال
تعلیم: ۔ آٹھویں جماعت
مشغلہ: ۔ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا، اسکول
برابر جانا، قلمی دوستی کرنا۔
پتا: ۔ چکیا حسین آباد اعظم گڑھ۔ یوپی۔

نام: ۔ محمد معظم۔ عمر ۱۴ سال
تعلیم: ۔ نویں جماعت
مشغلہ: ۔ کتابیں پڑھنا، پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ
کھیلنا، قلمی دوستی کرنا۔
پتا: ۔ چکیا حسین آباد، ضلع اعظم گڑھ یوپی


ننھے مُنّے بچوں
کے لیے
دلچسپ
اور
باتصویر کہانیاں
بتاشے
نرسری کے بچوں کے لیے آسان
زبان میں دلچسپ نظمیں قیمت ۵/۵۰
جاں نثار دوست
بچوں کے لیے باتصویر کہانی
قیمت ۵/- روپے
جادو کی ہنڈیا
5/-
بھیڑیے کا گانا
6/50
شیر اور بکری
6/50
کوے کا خواب
7/-
دُم کٹی لومڑی
6/50
کرشماتی بانسری
قیمت 7/50
چالاک بلی
6/50
چاند کی بیٹی

بچوں کی کوششیں



صبر کا پھل

کسی زمانے میں ایک بوڑھا موچی تھا جو جوتے بنانے میں مشہور تھا۔ مگر بوڑھا ہونے کی وجہ سے کام بہت آہستہ آہستہ کیا کرتا تھا جس کی بنا پر لوگ اس کے بجائے دوسرے موچی سے جوتے بنوانے لگے اس طرح اس کے پاس نیا چمڑا خریدنے کے لیے روپے نہیں رہتے تھے اس موچی کا کوئی بیٹا



نہیں تھا جو اسے بڑھاپے میں سہارا دیتا۔ اس دنیا میں سوائے خدا کے اس کا کوئی نہ تھا وقت پر ٹھیک غذا نہ ملنے پر وہ کافی کمزور اور بیمار سا ہو گیا تھا۔

آخر میں اس کے پاس ایک بہت ہی خوبصورت لال چمڑے کا ٹکڑا رہ گیا۔ اس نے سوچا کیوں نہ جوتے کا ایک جوڑا بنا کر بیچوں اور جو روپے ملیں گے اس سے اناج اور کچھ چمڑا خرید لوں گا۔ اس خیال کے آتے ہی وہ اللہ کا نام لے کر آہستہ آہستہ بڑی ہی محنت کے ساتھ جوتے بنانے لگا۔ جوتے تیار ہونے پر دکان میں رکھے گئے۔ مگر قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی اسے لینے پر راضی نہ ہوا۔ اس طرح جوتا بک نہ سکا اور غریب کو یوں ہی مایوس ہونا پڑا۔

ایک شام جب وہ بہت ہی غم زدہ سا اپنے گھر میں بیٹھا اپنی مفلسی پر آنسو بہا رہا تھا کہ بادل گرج گرج کر برسنے لگے۔ پھر اچانک دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ اٹھا اور دروازے پر ایک بہت ہی غریب فقیر کو کھڑا پایا۔ وہ اس موچی سے کچھ کھانے کو مانگ رہا تھا کیونکہ وہ بھی اس وقت بھوکا تھا بوڑھا موچی کیا کرتا پھر بھی اس نے اپنے حصے میں سے ایک روٹی اسے دے دی۔ دونوں کچھ دیر آگ سے اپنے جسم کو گرمی پہنچاتے رہے۔

فقیر موچی سے اس کی غریبی کی وجہ دریافت کرنے لگا۔ موچی نے اپنا دکھڑا کہہ سنایا اور وہ خوبصورت جوتے کا جوڑا بھی لا کر دکھایا جو اس نے بنایا تھا۔ فقیر ان جوتوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بولا۔ "اگر میرے پاس بھی ایسے جوتے ہوتے تو میں انھیں پہن کر اپنے پیروں کو سردی سے بچاتا۔"

موچی نے اُس فقیر پر ترس کھا کر اُسے یوں ہی وہ جوتے دے دیے۔

فقیر نے موچی کے گھر رات گزاری۔

صبح کو جب موچی سو کر اُٹھا تو فقیر اُن جوتوں کو لے کر جا چکا تھا اس دن موچی کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا وہ اس سوچ میں گم تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی، موچی نے جب دروازہ کھولا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس نے اپنے سامنے ایک بہت ہی اچھی پوشاک پہنے اور کھانے کا سامان تھامے ایک آدمی کو پایا۔ موچی کو شک ہوا کہ شاید وہ آدمی غلط جگہ پر آگیا ہے مگر اس آدمی کے یقین دلانے پر معلوم ہوا کہ رات کو فقیر کے بھیس میں اسی ملک کا بادشاہ تھا جو اپنی رعایا کا حال جاننے کے لیے گھومنے نکلا تھا۔ موچی کو یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ بادشاہ نے اس کے لیے وظیفہ مقرر کیا ہے۔ موچی نے خدا کا شکر ادا کیا اور آرام سے رہنے لگا۔ جب کبھی بادشاہ گھومنے نکلتا تو وہی موچی کے دیے ہوئے جوتے پہن کر نکلتا۔

سچ ہے خدا جسے چاہتا ہے اسے اپنی قدرت سے نوازتا ہے اس کی قدرت بہت بڑی ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہر حال میں صبر کریں۔ کیونکہ خدا اکثر اپنے بندوں کو آزماتا ہے آئیے دعا کریں کہ ہم سب بھی ہر آزمائشوں میں پورے اتریں۔

محمد ناصر شاہد خاں
۵-۷، غیبی نگر۔ بھیونڈی (تھانہ)

جب پردا اُٹھا

ہاں، میں ہی وہ کلو ہوں جو گاؤں میں اول درجے کا بدمعاش سمجھا جاتا تھا۔ جب دیکھو ادھر سے اُدھر چھلانگ لگاتا، کبھی تالاب میں تیرتا رہتا، کبھی پتھر مار کر آم، امرود توڑتا تو کبھی تالاب کے مینڈکوں پر پتھر پھینکتا۔ میرا نشانہ اتنا پکا تھا کہ جس مینڈک کو مارتا وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا۔ ہاں، میں اور میرے دوستوں کا ایک کام اور بھی تھا۔ ہمارے گاؤں کے باہر سے ریل گاڑی گزرتی تھی۔ اس چلتی گاڑی پر پتھر پھینکنے کی ہم میں بازی ہوتی تھی کہ کون اپنا پتھر کھڑکیوں کے اندر پہنچا سکتا ہے۔ جب لوگ ہمیں دیکھ کر ڈبوں کی کھڑکیاں بند کرنے لگتے تو ہمیں اپنے اوپر فخر ہوتا۔ "آخر ہم سے بھی لوگ ڈرتے ہیں۔"



ایک دن کی بات ہے۔ گرمی کا دن تھا ہم سب دوست صبح اُٹھ کر آم کے باغیچے میں گئے، آم توڑے۔ پھر گاؤں کے باہر چلے گئے۔ چھاؤں میں بیٹھ کر آم کھانے لگے۔ اتنے میں ریل گاڑی کے آنے کی آواز سنائی دی، ہم سب پتھر لے کر تیار ہو گئے۔ میں نے کہا! "آج میرا نشانہ دیکھنا، تم لوگ جسے کہو گے میں اُسی کو ماروں گا۔ دس دس پیسے کی بازی رہی!"

اسی اثنا میں گاڑی قریب آگئی۔ ایک ڈبے میں ایک آدمی سوٹ بوٹ پہنے، آنکھوں

پر عینک لگائے کتاب پڑھ رہا تھا۔ میرے دوستوں نے اُس شخص پر نشانہ لگانے کو کہا اور میں نے پتھر پھینک دیا۔ پتھر صحیح نشانے پر لگا۔ اس شخص کے ہاتھ سے کتاب چھوٹ کر نیچے گر گئی اور پتھر سے عینک ٹوٹ گئی۔ اور پھر کچھ دکھائی نہیں دیا کیونکہ اتنے میں گاڑی آگے نکل چکی تھی۔ ٹھٹھا لگا کر ہم سب ہنس پڑے۔ "ہونہہ! سوٹ بوٹ پہن کر لاٹ صاحب کتاب پڑھ رہے تھے۔ کیسا مزہ چکھایا۔" میں نے کہا: "اب نکالو میری بازی کے پیسے۔"

سب نے دس دس پیسے دیے اور میری جیب پیسوں سے بھر گئی۔ میں نے سوچا "میرے اس نشانے کے سامنے ارجن بھی ہار جائے گا۔" پوری صبح گھومتا پھرتا رہا۔ دوپہر کو کھانے کے وقت گھر پہنچا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔ گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ بڑے بھیا فکر مند لگ رہے تھے۔ گھر کے باہر ڈاکٹر صاحب کی گاڑی کھڑی تھی۔ ڈر محسوس ہوا، کہیں والد صاحب کو تو کچھ نہیں ہوا۔ ماں کہہ رہی تھی: "نہ جانے بچوں کو اس سے کیا مزہ ملتا ہے۔" اندر سے الد صاحب کی آواز آئی: "شاید آنکھ نہیں بچے ں۔" میں بھاگتا ہوا ماں کے پاس پہنچا۔ چھا: ماں، کون آیا ہے؟ ماں نے کہا: "تمھارے ٹے ماموں جان آئے ہیں۔"

مارے خوشی کے میں پھولے نہ ا۔ چھوٹے ماموں جان کو میں نے کبھی نہیں تھا۔ لیکن وہ مجھے بہت پیار تے تھے۔ اپنے ہر خط میں میرے بارے چھتے۔ میرے لیے کوئی نہ کوئی کھلونا

ایک بچہ (دوسرے سے) جونہی سورج کی پہلی کرن میرے سر پر پڑتی ہے میں اُٹھ کھڑا ہوتا ہوں۔

دوسرا بچہ ..... "لیکن تمھاری امی کا کہنا ہے کہ تم دن بھر سوتے رہتے ہو۔"

پہلا بچہ ..... "ہاں وہ ٹھیک کہتی ہیں کیونکہ میرے کمرے کی کھڑکی مغرب کی طرف ہے۔"

بیٹھے رہتے تھے۔ میں تقریباً بھاگتا ہوا اُن کے پاس پہنچا پر ماموں جان کو دیکھ کر میرے جسم کا خون سوکھ گیا۔ وہ اپنی ایک آنکھ اپنے ہاتھ سے بند کیے تھے۔ یہ وہی سوٹ بوٹ والا آدمی تھا جس کی میں نے عینک پھوڑی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی ماموں جان چیخ پڑے۔ "یہی وہ شیطان ہے۔ یہی ہے۔" والد صاحب غصے سے تلملا اُٹھے اور مجھے پیٹنے لگے۔ اگر اس دن ماموں جان نے خود اُٹھ کر مجھے نہ بچایا ہوتا تو نہ جانے میری کیا حالت ہوتی۔

میں بہت رویا۔ اپنے کیے پر پچھتاتا رہا۔ ماموں جان سے معافی مانگی۔ مار کھانے کا درد تو تین چار دن میں کافور ہو گیا پر ماموں جان کی ایک آنکھ واپس نہیں آئی۔ آج بھی جب میں اس آنکھ کو دیکھتا ہوں تو مجھے اُن ناسمجھ بچوں کی یاد آ جاتی ہے۔ جو اپنی ذرا سی خوشی کے لیے نہ جانے ایسی کتنی ہی غلطیاں کر جاتے ہیں جن کی تلافی ممکن نہیں اور جنھیں یاد کر کے آنکھوں سے آنسو بہانے کے سوا کچھ بھی نہیں آتا۔ اور کبھی کبھی تو یہ مسلسل

عذاب جان بن جاتی ہیں۔

عبدالشکور انصاری
قریشی محلہ، آسنسول (مغربی بنگال)

اپنے اپنے لین سے بولا

ندی کے کنارے تین آدمی آپس میں بات کر رہے تھے ندی کے کنارے بہت سے کبوتر غٹرغوں غٹرغوں کر رہے تھے۔ ندی کے کنارے ایک مولوی صاحب۔ ایک پنڈت جی اور ایک بنیا تھا۔ مولوی صاحب بولے کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ کبوتر کیا کہہ رہا ہے پنڈت جی نے جواب دیا یہ کبوتر کہہ رہا ہے۔ رام لچھمن دشرت، پنڈت جی اور بنیے نے کہا۔ مولوی صاحب آپ بتایئے یہ کبوتر کیا کہہ رہا ہے مولوی صاحب بولے یہ کبوتر کہہ رہا ہے۔ اللہ، رسول اور اس کی قدرت۔

اب مولوی صاحب اور پنڈت جی نے بنیے سے کہا اب تم بتاؤ یہ کبوتر کیا کہہ رہا ہے۔ بنیے نے کہا۔ یہ کبوتر کہہ رہا ہے۔ ہلدی، لہسن اورک

محمد ضیاء الہدیٰ محلہ چھجو، بہار شریف



بدلہ

"خدا کے نام پہ ایک روپیا دے دے بابا، خدا تمھارا بھلا کرے گا۔ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ایک اندھا فقیر یہی صدا لگا رہا تھا۔ اکّا دکّا آدمی اس کے کشکول میں پیسا ڈال جاتا تو وہ یہ دُعا دیتا "خدا تمھیں اس کا بدلہ دے گا۔" ایک دن ادھر سے ایک نہایت ہی کنجوس شخص کا گزر ہوا۔ اس نے جب فقیر کو یہ صدا لگاتے ہوئے سنا تو اس کے دل میں ایک خیال آیا کہ کیوں نہ اس کا امتحان لیا جائے یہ سوچ کر وہ فقیر کے پاس گیا اور جیب سے ایک روپے کا سکّہ نکال کر اس کے کشکول میں اُچھال دیا اور ایک پانچ روپے کا نوٹ اس کے کشکول میں سے اٹھا لیا فقیر کو پتا تک نہ چل سکا۔ پانچ روپے کا نوٹ جیب میں ڈال کر وہ سیدھا ملتانی ہوٹل پہنچا۔ ایک میز پر بیٹھ کر اس نے بیرے کو آواز دی...... اوئے ویٹر.. کہتے مر گیا؟

"جی صاحب...؟ کیا لاؤں؟" ویٹر نے قریب آکر کاپی پینسل نکال کر پوچھا۔

ایک گوشت کی پلیٹ اور چھے روٹیاں لے آ..... فٹافٹ لا....!!

ویٹر نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ کھانے سے فارغ ہو کر جب کنجوس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو ہاتھ دوسری طرف سے نکل گیا!!!

"ارے یہ کیا میرے پانچ روپے کہاں گئے؟؟؟ لگتا ہے کسی نے راستے میں جیب صاف کر دی۔ وہ منیجر کے پاس گیا اور ساری صورت حال بتائی"!

منیجر بولا" میں سب سمجھتا ہوں تمھاری چالاکی" اس نے فوراً بیروں کو اشارہ کیا انھوں نے کنجوس کو پکڑ کر اس کی اتنی پٹائی کی کہ کپڑے تک پھٹ گئے۔!!

وہ کسی طرح گرتے پڑتے گھر پہنچا

گھر پہنچتے ہی اسے چکر آنے لگے اور بیچارے کنجوس صاحب بیمار پڑ گئے۔

بیوی نے تیمارداری پر کافی روپیا خرچ کر دیا کنجوس بہت پچھتایا کہ ناحق درد سر مول لیا۔

وہ ٹھیک ہوتے ہی فقیر کے پاس پہنچا اور اس سے معافی مانگی۔ فقیر نے اسے فوراً معاف کر دیا کیونکہ اس کو اپنے اس کیے کا بدلہ مل چکا تھا۔

محمد پرویز رانا
۷۱، ون بیکری، اکمل سینما روڈ، مالیر کوٹلہ

ایک انگریز خاتون پستول خریدنے اسلحہ کی دکان پر گئیں۔
دکاندار نے ایک پستول دکھاتے ہوئے کہا " آپ یہ پستول ملاحظہ فرمائیں۔ یہ بیک وقت چھے فائر کر سکتا ہے"
خاتون نے غصے سے جواب "کیا تمہارے خیال میں میرے چھے شوہر ہیں"



سونی اور راجکمار

ایک جنگل میں ایک لکڑہارا اپنی بیٹی کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کی بیٹی بہت خوبصورت تھی۔ لڑکی کا نام سونی تھا وہ اپنی ماں کو کھو چکی تھی لیکن اس کے باپ نے اُسے ماں باپ دونوں کا پیار دیا۔ ایک دن بہت دھوپ تھی لکڑہارا پیڑ کاٹ رہا تھا۔ اچانک اُسے چکر آگیا



وہ زمین پر گر گیا۔ سورج ڈھلنے لگا لیکن لکڑہارے کو ہوش نہ آیا۔

جب سونی نے دیکھا کہ سورج ڈھلنے لگا ہے اور باپو ابھی تک گھر نہیں آئے تو اُسے بہت فکر ہوئی۔ اس نے سوچا کیوں نہ میں خود جا کر دیکھوں کہ ابھی تک باپو کیوں نہیں آئے۔ یہ سوچ کر وہ جنگل میں اپنے باپو کی تلاش میں چل پڑی۔ چلتے چلتے وہ ایک ایسی جگہ جا پہنچی جو اس نے نہ کبھی دیکھی تھی اور نہ کبھی سوچا تھا کہ ایسی جگہ بھی ہوگی اصل میں وہ ایک محل تھا۔ سونی اس محل میں گئی اس نے دیکھا کہ وہاں بہت سی خوبصورت مورتیاں رکھی ہیں اس نے اتنی خوبصورت مورتیاں آج تک نہیں دیکھی تھیں اچانک اس نے دیکھا کہ ایک بہت خوبصورت خرگوش اس کے پاس سے بھاگا سونی نے اس خرگوش کو پکڑنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ہاتھ نہ آیا اچانک اُسے یاد آیا۔ میں تو باپو کی تلاش میں نکلی تھی سونی وہاں سے بھاگی، بھاگتے بھاگتے سونی نے دیکھا کہ اس کے باپو ایک پیڑ کے نیچے بیہوش پڑے ہیں۔ سونی نے دوڑ کر اپنے باپو کو اٹھایا اور گھر لے گئی دوسرے دن جب لکڑہارے کو ہوش

آیا تو سونی نے کہا بابو آج تم آرام کرو آج میں لکڑیاں کاٹنے جاؤں گی لکڑہارے نے سونی کو بہت منع کیا لیکن سونی نہیں مانی اور جنگل میں لکڑیاں کاٹنے چلی گئی۔ راستے میں سونی کو اس محل کا خیال آیا سونی لکڑیاں کاٹنے کے بجائے اس محل میں چلی گئی سونی نے پھر اس خرگوش کو دیکھا اور پھر اس خرگوش کے پیچھے دوڑی خرگوش ایک پیڑ کے پیچھے چھپ گیا سونی نے اس کو دیکھ لیا اور پیچھے سے پکڑ لیا۔ سونی نے اس خرگوش کے سر پر ہاتھ پھیرا اچانک اس نے دیکھا اس کے سر پر ایک چھوٹی سی کیل گڑی ہوئی ہے سونی نے اس کیل کو جیسے ہی نکالا اس نے دیکھا خرگوش کے بجائے وہاں ایک راجکمار کھڑا ہوا ہے۔ سونی اسے دیکھ کر فوراً بولی آپ کون ہیں اور خرگوش کے بھیس میں کیوں تھے۔ راجکمار بولا۔ میں ایک راجکمار ہوں۔ اور مجھے ایک بابا نے خرگوش بنا دیا تھا۔ سونی نے پوچھا لیکن تمہارا قصور کیا تھا۔ راجکمار نے کہا مجھے اپنے اوپر بہت گھمنڈ تھا اس لیے بابا نے مجھے خرگوش بنا دیا۔ سونی بولی آپ میرے گھر چلیں گے۔ راجکمار نے کہا ہاں۔ سونی اُسے اپنے گھر لے گئی سونی نے راجکمار کو اپنے بابو سے ملوایا سونی کے باپ نے راجکمار سے پوچھا تمہارا باپ کون ہے۔ راجکمار نے کہا پورب کی طرف جو راجا ہے میں اس کا ہی راجکمار ہوں میرے باپ کا نام راجا پرتاب سنگھ ہے سونی اور اس کے باپ نے اُسے راجا پرتاب سنگھ کے پاس لے گئے۔ راجا پرتاب سنگھ نے جب اپنے بیٹے کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ اس نے سونی اور اس کے باپ کو دیکھا تو بولا بتاؤ تمہیں ہم کیا انعام دیں۔ سونی نے کہا ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ بس اب ہم کو جانے کی اجازت دیجیے۔ راجکمار بولا پتا جی میں سونی سے شادی کرنا چاہتا ہوں راجا نے کہا ہم نے تمہاری بچپن سے آج تک ہر خواہش پوری کی ہے۔ ہم تمہاری شادی سونی سے ہی کریں گے اور سونی کے باپ کو بھی اپنے راج محل میں رکھیں گے سونی اور راجکمار کی شادی ہوگئی اور وہ دونوں خوشی خوشی رہنے لگے۔

فوزیہ گلزار
۱۹۔ لین نمبر ا، غفار منزل جامعہ نگر نئی دہلی

حاضر جوابی

ایک آدمی جس کے پاس کوئی کام نہیں تھا، ایک مرتبہ اخبار میں اشتہار دیکھا لکھا تھا "ضرورت ہے ایک سپاہی کی" جو رات کو چوکیداری کا کام کر سکے لہٰذا وہ آدمی انٹرویو دینے گیا دیکھا بہت لمبی قطار ہے سوچا موقع نہیں ملے گا، اس نے دیکھا کہ انٹرویو لینے والا ہر ایک میں کوئی نہ کوئی خامی نکال ہی لیتا تھا آخر اس آدمی کا بھی نمبر آ ہی گیا، انٹرویو والے نے پوچھا، کیا آپ کو کوئی بیماری ہے؟ آدمی نے جواب دیا ہے۔ ایک بیماری ہے۔



انٹرویو لینے والا: کون سی؟
آدمی: رات کو نیند نہ آنے والی بیماری ہے۔

انٹرویو والے نے جب یہ جواب سُنا تو جھٹ سے اس آدمی کو چوکیداری کے کام کے لیے رکھ لیا۔

دیکھا، پیامیو! آدمی کی حاضر جوابی سے انٹرویو لینے والے پر کیسا اثر ہوا کہ وہ اسے کام کے لیے رکھ لیا۔

صادق
۸۵/ بی۔ آئی۔ ٹی کی چال۔ ای، آر روڈ بمبئی ۳

اکبر اور جن

ایک چھوٹے سے گاؤں میں اکبر نام کا ایک غریب مچھیرا رہا کرتا تھا۔ روز کنواں کھودنا اور روز پانی پینا۔ اس کی ایک کشتی اور ایک جال جو اس کی زندگی کا سہارا تھا۔ ایک دن اکبر اپنی کشتی پر سوار سمندر میں بہت دور نکل گیا۔ اس نے اپنا جال سمندر میں پھینکا مگر کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اکبر نے دوبارہ کوششیں کی مگر ناکام رہا۔ اکبر مایوس ہوگیا۔ چونکہ وہ بہادر اور عقلمند تھا اس لیے تیسری بار پھر جال سمندر میں ڈالا۔ اس بار جال میں کچھ لگا تھا۔ وہ تھا ایک لوٹا۔ لوٹا دیکھ کر اکبر ناراض ہوگیا مگر پھر سوچنے لگا کوئی بات نہیں اسے بیچ کر آج کا دن گزار سکتے ہیں۔ اکبر نے لوٹے کو نہار کر دیکھا تو لوٹے کا مُنہ بند پایا۔ اکبر نے ڈھکن بڑی مشکل سے کھولا۔ اچانک لوٹے میں سے دھواں نکل کر آسمان میں ایک انسانی جسم بننا شروع ہوگیا۔ تھوڑی دیر میں وہاں ایک لمبا تڑنگا جن کھڑا تھا اکبر کو دیکھتے ہی بولا۔ میں تجھے کھا جاؤں گا۔ اکبر نے جن کی منت سماجت کی۔ مگر وہ نہیں مانا بولا۔ ایک چھوٹی سے غلطی کی وجہ سے حضرت سلیمانؑ نے مجھے اس لوٹے میں قید کر کے سمندر میں ڈال دیا۔

شروع میں میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا جو کوئی مجھے اس سے چھوڑائے گا۔ میں اُسے مالامال کر دوں گا۔ مگر کسی نے مجھے آزاد نہیں کیا۔ آخرکار میں نے مارے غصے کے یہ



وعدہ کیا کہ جو کوئی مجھے آزاد کرے گا میں

ایک بچہ۔ "امی! میں نے باغ میں ایک خرگوش دیکھا۔
امی۔ "تمھیں وہم ہوا ہوگا بیٹا!"
بچہ۔ "تو کیا وہم کے دو لمبے کان اور چھوٹی سی دم ہوتی ہے؟"

اسے کھا جاؤں گا۔ اور اب میں تمہیں کھاؤں گا۔ اتنا سننا تھا کہ اکبر کو ایک ترکیب سوجھی اس نے جن سے کہا آپ اتنے بڑے اور یہ لوٹا اتنا چھوٹا آپ مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں جن نے کہا میں اسی لوٹے سے نکلا ہوں۔ "اکبر نے کہا تو اندر جا کر بتاؤ کہ تم اتنے چھوٹے میں کیسے سما سکتے ہو۔ جن آسمان میں اڑا اور دھواں بن گیا۔ اب دھواں ختم ہوتا گیا۔ جن نے لوٹے میں سے کہا۔ اب تو یقین آگیا کہ میں لوٹے ہی میں تھا۔" اکبر نے جھٹ لوٹے کا ڈھکن مضبوطی سے لگا کر کہا۔ اب بچہ اسی لوٹے میں تا قیامت رہو۔ خدا حافظ

اور لوٹے کو پھر سے سمندر میں ڈال دیا۔ اس طرح عقلمندی سے اکبر نے اپنی جان بچائی۔

شیخ ابرار خاں محمد
۵۹۸ ملتان پورہ۔ ایولہ، ناسک



توہین

ماجد اپنی جماعت میں ہمیشہ اوّل آتا تھا۔ وہ بہت ذہین اور فرماں بردار طالب علم تھا۔ اس لیے اساتذہ حضرات اسے بہت پسند کرتے تھے ان ہی تمام خوبیوں کی بنا پر قاسم اس کا دشمن بن گیا تھا۔ وہ امیر خاندان کا چشم و چراغ تھا اس لیے ہر روز پانچ دس روپیہ خرچ کرنے کے لیے اسکول میں لاتا تھا اور اپنے چاپلوس دوستوں کو کھلاتا تھا۔ اس لیے اس کے دوست اس کے ہر اچھے بُرے فعل میں اس کا ساتھ دیتے تھے۔

ایک دفعہ قاسم اپنے دوستوں کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ گلی ویران اور تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی قصّے، کہانیاں کہی اور سُنی جا رہی تھی۔ اچانک قاسم بول پڑا۔

"ارے! ادھر دیکھو، ماجد آ رہا ہے۔"

"آج اسے اچھی چوٹ دیں گے۔" کوئی چاپلوس دوست بولا۔

قاسم بولا "آصف، تمھارا گھر قریب ہے۔ ذرا ایک رسّی لانا۔"

آصف رسّی لانے کے لیے بھاگتے ہوئے گیا۔ اور جلد ہی واپس بھی آگیا۔ وہ ابھی ہانپ ہی رہا تھا کہ قاسم بولا۔ "بیوقوف، اتنی دیر کیوں کر دی۔ وہ نکل گیا نا۔"

آصف کچھ نہیں بولا۔ اس نے دل ہی دل میں اس توہین کا بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ دوسرے دن اسکول میں درمیانی چھٹی کے دوران قاسم نے اپنا قلم ماجد کے بستے میں رکھ دیا۔ اور اپنے تمام دوستوں کو یہ بات بتا دی۔ گھنٹہ ہوا۔ تمام طالب علم اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے استاد کے کمرے میں داخل ہوتے ہی معمول کے مطابق تمام طالب علم کھڑے ہو گئے۔ اور پھر استاد کے کہنے پر بیٹھ گئے۔

"سر، میرا قلم بستے میں نہیں ہے۔" قاسم کھڑے ہو کر روتی صورت بنا کر بولا۔

... نہیں چھوڑ سکتے؟" استاد نے کہا۔

"جی نہیں سر، ابھی دو منٹ گزرنے کے وقت میں قلم اپنے بستے میں رکھ کر گیا تھا۔" قاسم بولا۔ "کسی نے اس کا قلم بھولے سے لیا ہو تو واپس کر دو۔" استاد نے کہا۔ لیکن کسی پر اس کا کیوں اثر ہوتا جبکہ کسی نے قلم لیا نہیں تھا۔ استاد ایک دفعہ اور بولے لیکن کوئی ردِ عمل نہیں ہوا۔ تو بولے۔ "سب اپنے اپنے بستے کی تلاشی خود اپنے ہاتھوں سے لیں۔"

سب نے اپنے اپنے بستے دیکھے ماجد نے بھی اپنا بستہ دیکھا تو اس میں قلم مل گیا۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ لیکن پھر وہ سنبھل کر کھڑا ہوا اور اپنا قلم والا ہاتھ استاد کی طرف بڑھا دیا۔ استاد صاحب حیرت سے اسے دیکھتے رہے۔ لیکن "چور کہیں کا" قاسم کے منہ سے یہ جملہ نکل گئے۔ ماجد نے اپنا ہاتھ دے لے جانے دیا اور اس کا سر جھکا ہوا تھا وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔

دراصل قلم خود قاسم نے ماجد کے بستے میں ڈالا تھا۔ آصف کا یہ کہنا تھا تو قاسم پریشان ہو گیا۔ ... اور ماجد نے اپنے جسم میں ایک نئی توانائی محسوس کی۔ جماعت میں پہلے ہی کی طرح سکوت ہوا تھا۔ آصف نے تمام دوسرے ساتھیوں سے اس کی تصدیق کروائی۔ ساتھیوں نے ... سر ہلا دیا۔ آصف ... قاسم کی بے عزتی

ایک آدمی نے ایک مکان پر دستک دی اندر سے کسی نے پوچھا کون ہے؟ جواب میں کہا گیا "میں ہوں شہزادہ"

"والد کا نام"...؟

"بادشاہ"

"دادا کا نام"...؟

"شہنشاہ"

"کیا کام ہے؟"

"بھئی دو روپے اللہ کے نام پر دے دیں"

بھی ہوئی اور اچھی خاصی سزا بھی ملی۔ اور ماجد اور آصف دوست بن گئے۔

محمد مصطفیٰ، مولوی گنج دہلیہ

اپنے دوست سے انٹرویو

س:- سب سے پہلے آپ اپنا تعارف ہمارے قارئین کو کرائیے؟

ج:- میرا نام محمد آصف ہے۔

س:- آپ کس درجے میں ہیں؟

ج:- میں دسویں جماعت میں ہوں۔

س:- آپ کون سے اسکول میں پڑھتے ہیں؟

ج:- میں ... ہائی اسکول میں پڑھتا ہوں۔

س:- آپ کس سبجیکٹ کو آسان سمجھتے ہیں؟

ج:- پڑھنے پر سب آسان ہیں۔

س:- آپ کا شوق کیا ہے؟

ج:- میرا شوق کرکٹ کھیلنا ہے۔

س:- آپ کی زندگی میں کون سا دن ایسا آیا جو آپ کو آج تک یاد ہو؟

ج:- ایک مرتبہ جب میں اپنے ساتھی کے

پھر بھاگ کر فضلو چاچا اور ان کی بیوی اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے دُعا کرتے رہے مگر اُن کا بچہ صبح ہونے سے پہلے ہی انھیں اس دنیا میں چھوڑ کر چلا گیا۔ فضلو چاچا اور اُن کی بیوی اب اس دنیا میں اکیلے رہ گئے اب ان کا کوئی سہارا نہ تھا۔

ڈاکٹر پانڈے اپنے آپ کو ایک بااصول شخص کہلوانا پسند کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے اصول سے کبھی ایک منٹ بھی ٹلنا نہ سیکھا تھا۔ ان کے دو بچے تھے۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ بیٹے کا نام رمیش تھا اور بیٹی کا نام شیلا تھا۔ انھوں نے خوب دولت کمائی اور خوب عیش کر رہے تھے۔ ان کا لڑکا رمیش بھی ڈاکٹر کا طالب علم تھا۔ اور لڑکی بھی بی۔ اے کی طالب علم تھی۔ ڈاکٹر کی بیوی بھی ابھی بہت کم عمر معلوم ہوتی تھیں۔ ان لوگوں کو دولت نے بالکل اندھا کر دیا تھا۔ دولت نے ان کے دل کو پتھر بنا دیا تھا۔

آج ان کے لڑکے رمیش کی سالگرہ تھی۔ بڑی ہی دھوم دھام تھی۔ چاروں طرف روشنی ہی روشنی تھی۔ ڈاکٹر کے بیٹے کی سالگرہ پر بڑا اچھا جشن منایا جا رہا تھا۔ بڑے بڑے دوستوں کو مدعو کیا تھا۔ جن میں رمیش کے بھی دوست تھے اور ڈاکٹر پانڈے کے بھی۔ اور شیلا نے بھی اپنے دوستوں کو بلایا تھا۔ سبھی ایک سے ایک تحفے لے کر رمیش کی سالگرہ میں آئے تھے۔

رمیش کو سانپ پالنے کا شوق تھا۔ اس نے ایک کمرے میں بڑے بڑے زہریلے سانپ پال رکھے تھے اور ان کے بارے میں اسے کافی معلومات بھی تھی۔ وہ طرح طرح کی جڑی بوٹیاں بھی جمع کرنے کا شوقین تھا اسے اگر کہیں بھی کسی نئی بوٹی کا پتا لگ جائے تو اسے حاصل کیے بغیر چین نہیں لیتا تھا۔ وہ روزانہ اپنا کچھ نہ کچھ وقت سانپوں کی تربیت اور دیکھ بھال میں بتاتا تھا۔

آج اس کے سبھی دوست اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور طرح طرح کے مذاق اور چھیڑ خانیاں کر رہے تھے۔ انھیں دوستوں میں سے کسی نے کہا یار رمیش آج ذرا اپنے سانپ تو دکھانا۔ رمیش نے ٹالنا چاہا مگر سبھی دوست ضد کرنے لگے تو رمیش کو مجبوراً اٹھنا پڑا۔ وہ انھیں سانپوں کے کمرے تک لے گیا اور دروازہ کھول کر ایک ایک سانپ پکڑ کر دکھانے لگا۔ اور ان کے بارے میں بتانے لگا تبھی کسی نے کہا ارے ان سانپوں کے دانت توڑ دیے ہوں گے ورنہ یہ اب تک ضرور کاٹ لیتا۔ اس بات پر رمیش کو غصہ آ گیا اور اس نے ایک کالے سانپ کو پکڑ کر کہا اس سے زیادہ زہریلا میرے پاس کوئی سانپ نہیں ہے۔ اگر دانت دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو اور اس نے سانپ کی گردن پکڑ کر دبانا شروع کیا یہاں تک کہ اس کی آنکھیں (سانپ کی) باہر نکل آئیں اور اس نے منہ کھول دیا۔ سانپ کے بڑے بڑے اور نوکیلے دانت دیکھ کر سبھی باہر بھاگنے لگے اور سبھوں نے بڑا تعجب کیا۔ سانپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ جب رمیش نے اسے چھوڑا تو زور سے رمیش کو کاٹ کر بھاگا۔ اور ہاتھ

... یون سے جلدی
جلدی ہاتھ پاؤں سے دوائیں اور جڑی وغیرہ کھلائیں مگر کوئی اثر نہ ہوا اور اس کی طبیعت خراب ہونے لگی اور وہ تھوڑی ہی دیر میں بیہوش ہوگیا۔ پورے گھر میں کہرام مچ گیا۔ جھاڑ پھونک کرنے والے بلائے گئے سب نے آکر خوب جھاڑ پھونک کی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر پانڈے اور ان کی بیوی کا تو بُرا حال تھا۔ ان کی بیوی بیہوش ہوئی جا رہی تھیں۔ یہ بات فضلو چاچا کو بھی کسی نے بتادی۔ وہ بھی جھاڑ پھونک کرنا جانتے تھے۔ انھوں نے جاکر اپنی بیوی کو بتایا اور کہا کہ میں ابھی جا رہا ہوں ذرا جاکر دیکھوں مگر ان کی بیوی نے انھیں منع کر دیا۔ مگر ان کا دل نہ مانا اس لیے وہ چپکے سے بغیر بیوی کو بتائے ہی گھر سے نکل پڑے اور لاٹھی ٹیکتے ہوئے ڈاکٹر کے گھر کی طرف جانے لگے۔ گھر پہنچ کر انھوں نے ڈاکٹر سے رمیش کو دیکھنے کی اجازت مانگی تو ڈاکٹر نے کہا کہ اب کچھ ہونے والا نہیں جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ فضلو چاچا نے کہا اچھا ذرا رمیش کو دکھا تو دو تب ڈاکٹر ان کو اندر لے گئے۔ فضلو چاچا نے رمیش کو دیکھ کر کہا، ارے ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا ہے کہاروں سے کہو جلدی جلدی پانی لائیں۔ اللہ نے چاہا تو رمیش کو کچھ نہیں ہوگا۔ جلدی سے کہار بلائے گئے اور رمیش کے سر پر پانی ڈالا جانے لگا۔ فضلو چاچا نے رمیش کا سر اپنے گود میں لے لیا اور دعا کرنے لگے۔ رمیش کی حالت بہتر ہونے لگی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

فقیر۔ صاحب میری مدد کیجیے، میرا سامان، بال بچے، مکان، روپیا آگ میں جل گیا۔
"مگر اس کا ثبوت کیا ہے؟"
فقیر۔ جناب ثبوت بھی تھا مگر مکان کے ساتھ وہ بھی جل گیا۔

باپ (بیٹے سے) تم نے مُرغی کے انڈے کیوں توڑے۔
بیٹا۔ میں نے سوچا کر بچے دم گھٹنے سے مر نہ جائیں

چاروں طرف خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ رمیش کی ماں رمیش سے لپٹ کر رونے لگی۔ ڈاکٹر صاحب بھی رمیش کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ ابھی سب لوگوں کا دھیان رمیش کی طرف تھا کہ فضلو چاچا چپکے سے لاٹھی ٹیکتے ہوئے گھر سے باہر چلے گئے اور تھوڑا سا تمباکو بھی نہیں لیا۔ وہ وہاں سے اپنے گھر چلے آئے اور اپنے گھر میں آکر چپکے سے لیٹ گئے۔ بیوی کو پتا بھی نہ چلا کہ وہ کہاں گئے تھے۔

ادھر کچھ دیر بعد فضلو بابا تلاش کیے جانے لگے تو کسی کو کہیں نظر نہ آئے اور ان کو کوئی رات میں پہچان بھی نہ سکا تھا۔ رمیش کی ماں کہنے لگی وہ کون دیوتا تھا جو میرے لال کو نیا جیون دے کر چلا گیا اور کسی کو پتا بھی نہ چلا۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر پانڈے نے آنکھوں میں آنسو لیے ہوئے کہنا شروع کیا۔ مجھے کچھ یاد آ رہا ہے ایک بار ایک

میرے پاس آیا تھا مگر میں کھیلنے چلا گیا تھا اسی لیے میں نے اس بچے کا علاج نہیں کیا تھا۔ پتا نہیں اس بچے کا کیا ہوا مجھے معلوم نہیں مگر مجھے وہی بڈھا معلوم ہو رہا تھا۔ بھگوان مجھے معاف کر دینا۔ اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ مگر اب ان کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔ ان کا پتھر دل، موم بن چکا تھا۔

ندیم ارشد
نیو سر سید نگر، علی گڑھ

امتحان کا زمانہ تھا ہاسٹل میں ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے سے پوچھا کل تم نے مجھ سے جو قمیص لی تھی وہ کہاں ہے۔

دوسرا۔ دھلنے کے لیے لانڈری میں دے دی ہے۔

پہلا۔ اوہ! یہ تم نے کیا کیا لڑکے نے سر پیٹ لیا ہندستان کی پوری تاریخ اس کی آستینوں میں تھی۔"

تحمل وبرداشت

حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ عید کے دن جب نہا دھو کر اور اچھے کپڑے پہن کر گھر سے نکلے تو راستے میں کسی نے آپ پر کوڑا کرکٹ پھینک دیا جس سے آپ کا سارا جسم گندہ ہوگیا مگر آپ نے خدا کا شکریہ ادا کیا۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔ ایک شخص نے بڑھ کر آپ سے پوچھا "حضرت! اس وقت آپ کو غصہ آنا چاہیے۔ مگر آپ تو شکریہ ادا کر رہے ہیں" آپ نے جواب دیا "میں گنہگار تو اس کا حق دار تھا کہ مجھ پر آگ برسائی جاتی۔ آگ کے بدلے اگر کوڑا کرکٹ برسے تو کیا یہ شکریہ کی بات نہیں۔"

جمیل عبدالحمید
۳۷، ابراہیم رحمت اللہ روڈ، بمبئی ۳

بدشکل کا جواب

ایک دن عباس اعظم شاہِ فارس دو پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ وادی میں شکار کھیل رہا تھا۔ صبح کا سہانا وقت تھا۔ اور سورج کی کرنیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر نہایت خوش منظر دکھا رہی تھیں۔ یکایک سامنے سے ایک ایسا بدشکل اور کریہہ المنظر آدمی نمودار ہوا، جسے دیکھ کر اس کا گھوڑا اس قدر بدکا کہ قریب تھا کہ شاہ کو گرا دے



ال لیا اور مرنے سے
بال بال بچ لیا۔

بادشاہ نے اپنے زعم میں اس واقعہ کو شگون بد پر محمول کیا اور غیظ وغضب کی حالت میں جلاد کو حکم دیا کہ اس منحوس شخص کا سر خنجر سے جدا کر دے۔ بدشکل آدمی بادشاہ کے اس حکم سے بالکل نہ ڈرا۔ آداب بجایا اور دست بستہ عرض کیا کہ جہاں پناہ آخر اس بدقسمت کا کوئی قصور، جس کے لیے سزائے موت کا حکم صادر فرمایا گیا؟

بادشاہ یہ سن کر بہت جھلایا اور کہا اے ناہنجار اس سے بڑھ کر اور کیا قصور ہو سکتا ہے کہ صبح ہی صبح آج تیرا منحوس و نامبارک چہرہ دیکھ کر میرا گھوڑا ایسا بگڑا کہ خدا ہی نے بچایا، ورنہ مرنے میں تو کوئی کسر باقی نہ رہی تھی۔

بدشکل آدمی نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا حضور نے جو کچھ فرمایا، بجا فرمایا۔ مگر غور کرنے کا مقام ہے کہ میرا نامبارک چہرہ دیکھنے سے تو حضور



کی جان بچ گئی اور حضور کا مبارک چہرہ دیکھنے سے میری جان پر آ گئی۔ اس مبارک اور نامبارک کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ بادشاہ کو یہ برجستہ جواب سن کر بہت تعجب ہوا اور اسے بہت سا انعام اور خلعت دے کر رخصت کیا۔

محمد ابرار حسینی گلبرگوی
مکان نمبر ۲۳ مسجد اسٹریٹ جے سی نگر
بنگلور ۶ (کرناٹک)

ایک شکاری نے دوسرے شکاری سے کہا میں نے مصر میں خونخوار چیتے مارے ہیں۔
دوسرے نے کہا مصر میں تو چیتے ہی نہیں ہوتے۔
پہلے نے فوراً جواب دیا ہوں گے کہاں سے میں نے سب ختم جو کر دیے۔"

چالاک لومڑی

ایک دن ایک شکاری جنگل میں شکار کھیلنے گیا۔ وہ شکار کھیلتے کھیلتے جنگل میں بہت دور نکل گیا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ جنگل میں ایک جگہ آگ لگی ہوئی تھی اور اس آگ میں سانپ اِدھر اُدھر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ سانپ نے کسی انسان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر اس سے التجا کی کہ اے آدم زاد تو مجھے اس مصیبت سے بچا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ شکاری نے سوچا اگر میں اس کی جان بچاؤں تو شاید یہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور میرا شکریہ ادا کرے گا۔ یہ سوچ کر اس نے ایک بڑا سا ڈنڈا لیا اور سانپ سے کہا کہ وہ اس پر لپٹے

[illegible] سانپ نے ایسا ہی کیا اور شکاری نے اسے
محفوظ جگہ پر لے جا کر رکھ دیا۔ سانپ نے خود کو
محفوظ جگہ پر دیکھ کر کہا کہ اے بے وقوف انسان
میری باتوں میں آ کر تو نے میری جان بچائی لیکن اب
میں تجھے اور تیرے گھوڑے کو ڈس ڈالوں گا۔ اب
تو شکاری کے ہوش اڑ گئے۔ اور وہ سانپ سے
منت سماجت کرنے لگا۔ لیکن سانپ پر اس کا
کوئی اثر نہیں ہوا کچھ ہی دیر میں وہاں سے ایک
لومڑی کا گزر ہوا جو کافی دیر سے ان دونوں کی
باتیں سن رہی تھی اور معاملے کو سمجھ رہی تھی پھر
بھی اس نے شکاری سے پورا واقعہ سنا اور کہا
بے شک سانپ انسان کے دوست نہیں ہوتے
ہیں اور وہ تمہیں ڈس سکتا ہے سانپ اپنی
تعریف سن کر خوش ہو گیا۔ اس نے شکاری سے کہا
کہ اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ لیکن لومڑی
نے کہا کہ "ابھی نہیں مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اس
پتلے ڈنڈے پر بیٹھ کر باہر کیسے نکل گئے" سانپ
ڈنڈے سے اچھی طرح لپٹ گیا۔ تو لومڑی نے
شکاری سے آہستہ سے کہا کہ اس احسان فراموش
سانپ کو اس آگ کے بیچ میں چھوڑ آؤ اس
نے ایسا ہی کیا اور تیزی سے اسے ڈنڈا سمیت آگ
میں پھینک دیا اور سانپ کو للکار کر کہا۔ بدبخت!
احسان فراموش، انسانوں کے دشمن اب تو اسی
آگ میں جل کر خاک ہو جا، شکاری نے لومڑی کا
شکریہ ادا کیا اور اپنی منزل کی طرف چل پڑا۔

مومن خورشید احمد نثار احمد
بھیونڈی (مہاراشٹر)

ایک انوکھے میلے کی سیر

فروری کا موسم کتنا سہانا ہوتا ہے۔ اس موسم میں
[illegible] گرمی [illegible] اور [illegible]
ہی چاروں طرف خوشی کا ماحول ہوتا ہے اسی لیے اس کو بہار
کا موسم کہتے ہیں۔ انھیں دنوں میں ہم نے ایک پروگرام
بنایا، پھگتی میدان میں سیر کرنے کا۔ ہم نے اپنے سر
سے اس بات کی خواہش کی اور وہ مان گئے۔ اب
ہم نے اپنے سر سے پوچھا کہ جانا کہاں ہے۔ پھر
ہمارے سر نے جواب دیا Carnival of Science
جانا ہے۔ یہ ایک سائنسی نمائش تھی جو پھگتی میدان
میں لگی ہوئی تھی پھر ٹائم مقرر ہوا، جمعہ کا دن دوپہر
دو بجے۔ اس کے بعد ایک دن پہلے پکنک کے
لیے کھانا تیار کیا گیا اگلے دن ہم اپنے سر کے ساتھ ڈی۔
ٹی۔ سی۔ کی بس سے وہاں پہنچے۔ وہاں پر گھستے ہی ہم
نے دو لمبے اور پتلے شیشے لگے ہوئے دیکھے جن میں



ہم چھوٹے اور تھوڑے موٹے دکھائی دیتے تھے۔ جب
ہم آگے چلے تو ہم نے ابتدائی ہوائی جہازوں کے نمونے
دیکھے۔ کہ ایک زمانہ ایسا تھا۔ جب ہوائی جہاز بہت
ہلکے ہوتے تھے۔ اور چاروں طرف سے کھلے ہوتے تھے۔
سائنسدانوں نے کوشش کر کے اسے ایک خوبصورت
ہوائی جہاز بنا دیا۔ جب ہم آگے بڑھے تو ہم نے دیکھا
لکڑی کا بنا ہوا ہوائی جہاز کا ماڈل رکھا ہے۔ انھوں

[illegible]

اڑتا تھا۔ اور پھر خود ہی ہمارے پاس واپس آجاتا تھا۔ اس کے برابر میں ایک عورت بیٹھی تھیں۔ جو کہ کچھ کاغذ کی چیزیں کتا، پینگوئن، گھر بنانا سکھا رہی تھیں۔ وہاں پر کچھ ماڈل بھی رکھے ہوئے تھے۔ ایک ماڈل گیند کا تھا جس میں بٹن دباؤ تو گیند اوپر نیچے اٹھنے لگتی تھی۔ وہاں پر ایک کمپیوٹر رکھا تھا۔ ہم نے اسے دیکھا تو اس میں . تو ہندستان کی آبادی کے بارے میں جانکاری دی جا رہی تھی۔ ہم نے وہاں پر جادو بھی دیکھا۔ کہ کس طرح سادھو وغیرہ اپنی چالاکی سے جادو دکھا کر ہمیں بے وقوف بنا کر پیسا وصول کرتے ہیں۔ وہ میں آپ کو بتاتی ہوں۔ سادھو لوگ ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ دیکھو یہ ایک ترشول ہے اسے میں منہ میں ڈالتا ہوں اگر اس میں سے خون نہیں نکلے گا تو تیرے دل کی مراد پوری ہو جائے گی۔ اور خون اس میں سے نہیں نکلتا کیا آپ نے کبھی غور نہیں کیا ہے۔ کہ اس ترشول کی بناوٹ کیا ہوتی ہے؟ ترشول کی بناوٹ سیدھی نہیں ہوتی بلکہ ترشول میں گھماؤ ہوتا ہے۔ جسے وہ انگلیوں میں پکڑ لیتے ہیں۔ اور سادھو اس حصے کو زبان پر رکھ لیتے ہیں۔ اور ہمیں ایسا لگتا ہے جیسے یہ اندر گھسایا ہوا ہے اور بھی ہم نے بہت سے جادو دیکھے اس کے بعد ہم تارا منڈل میں گئے۔ جس میں ہم نے دن میں رات دیکھی۔ لگ بھگ ہم نے آدھے گھنٹے میں دیکھی۔ جب ہم اس کے اندر گئے۔ وہاں پر بالکل اندھیرا تھا۔ درمیان میں ایک چھوٹی سی مشین رکھی تھی۔ جب چلانے والے نے اس کا بٹن دبایا تو پورے تارا منڈل میں تارے آگئے۔ اور یوں سمجھیے ہم نے پوری رات سفر کیا کافی دیر ہو چکی تھی ہم نے کھلے میدان میں کھانا کھایا اور گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔

نزہت نجیب جامعہ مڈل اسکول جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی ۲۵

(مالک نوکر سے) ۔ تھوڑا سا نمک لاؤ۔

(نوکر نمک کی چٹکی بھرتا ہے اور مالک کو دے دیتا ہے (مالک غصے سے) تم جب بھی کوئی چیز مانگوں تو پلیٹ میں لے کر آیا کرو۔ دوسرے دن مالک نے نوکر سے جوتا مانگا تو نوکر نے جھٹ پلیٹ اٹھائی اور اس میں جوتا رکھ کر دے دیا۔

بھیڑیے نے دستاویز پڑھا

ایک گھوڑا ایک چراگاہ میں گھاس چرنے میں مشغول تھا۔ اتنے میں ایک بھیڑیا اور لومڑی اُدھر آنکلے۔ بھیڑیے نے گھوڑے کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ تم اس چراگاہ میں کس کی اجازت سے گھاس چر رہے ہو۔ گھوڑے نے جواب دیا یہ چراگاہ میری ملکیت ہے جو میرے والد مرحوم کی طرف سے مجھے وراثت میں ملی ہے۔ بھیڑیے نے پوچھا تم اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی دستاویز پیش کر سکتے ہو؟ گھوڑے نے جواب دیا ضرور پیش کر سکتا ہوں۔ لومڑی نے آگے بڑھ کر کہا ذرا دکھاؤ تو سہی تمہاری دستاویز کہاں ہے میں اسے دیکھنا اور پڑھنا چاہتا ہوں۔ گھوڑے نے کہا دستاویز میری پچھلی ٹانگوں کے تلوے میں تحریر ہے اگر تم پڑھنا جانتی ہو تو میری پچھلی ٹانگوں کے پاس جا کر پڑھ لو۔ لومڑی نے کچھ سوچنے کے بعد کہا کہ پڑھنا تو ضرور جانتی ہوں مگر ان دنوں میری نگاہ کمزور ہو گئی ہے۔ اور میں اپنا چشمہ گھر چھوڑ آئی ہوں۔ بھیڑیے نے کہا تم

[illegible]

سکتا ہوں۔

بھیڑیا جونہی گھوڑے کی پچھلی ٹانگوں کے پاس پہنچا۔ گھوڑے نے ایسی زوردار دولتی جھاڑی کہ بھیڑیا لڑھکتا ہوا دور جا گرا۔ لومڑی بھیڑیے کا یہ انجام دیکھتے ہی وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ بھیڑیے نے اسے بھاگتے ہوئے دیکھ کر آواز دی بی لومڑی! کہاں بھاگی جارہی ہو۔ لومڑی نے اپنی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا۔ مجھے چھوڑو میں بہت جلدی میں ہوں۔ مجھے خدا کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ اس بات کا کہ میں اپنا چشمہ گھر بھول آئی تھی۔

ایم۔ ایس۔ سلمان
مدرسہ اسلامیہ، رفیع گنج، ضلع اورنگ آباد (بہار)

حکایت سے نصیحت

شیخ سعدی فرماتے ہیں:۔

عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے دیکھا کہ حرم کعبہ میں چہرہ کنکری پر رکھے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے اے بخشنے والے مالک اگر میں سزا کے لائق ہوں تو قیامت کے دن مجھے نابینا بنا کر اٹھانا تاکہ نیک لوگوں کے سامنے میں شرمندہ نہ ہوں۔

قطب الاقطاب حضرت عبد القادر گیلانی کی ذات اقدس محتاج تعارف نہیں اولیا اللہ کے قائد سمجھے جاتے ہیں اور عبادت و بندگی کی معراج کو پہنچے تھے مگر اس بلند مرتبہ اور اعلا شان کے باوجود آپ کے عجز و نیاز کا جو حال تھا مذکورہ بالا حکایت سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اللہ والوں کی یہی پہچان ہے کہ ان کا مرتبہ جتنا بلند

[illegible]

لیکن اگر ایسا دیکھنے [illegible]

بزرگی کا دعوا کرنے والے غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اپنی زاہدانہ زندگی عبادت اور تقوا پر ناز کرنے لگتے ہیں اور ریا و نمود کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں جب کہ تکبر خدا کو سخت ناپسند ہے وہ دوسرے گناہوں کو تو بخش دے گا مگر تکبر کرنے والے کو کسی صورت معاف نہیں کرے گا کیوں کہ کبریائی خدا کی چادر ہے اور اسی کی شان ہے کہ کبر کرے۔ شیطان نے تکبر کیا اور اس کا انجام دنیا نے دیکھا غرور و تکبر ایسی صفات ہیں کہ اس میں مبتلا ہونے والا دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے کو برتر و بالا تکبر متعدد چیزوں سے پیدا ہوتا ہے کبھی خاندانی شرافت و نجابت ذریعہ ہوتا ہے مثلاً اپنے آپ کو شیخ و سید سمجھنے والے دوسروں کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ کبھی مال و دولت کے باعث تکبر ہوتا ہے تو کبھی علم و بزرگی اور کبھی حسن و جمال تو کبھی ذہانت و فطانت کبھی جسمانی قوت و طاقت اور کبھی ہنر مندی، بہر حال تکبر کی کوئی بھی صورت ہو عبدیت کے منافی اور ایمان کے مخالف ہے حالانکہ ہوتا یہ چاہیے کہ انسان ہمیشہ لرزاں و ترساں رہے کہ نہ جانے کون سی حرکت خدا کو ناپسند ہو اور میرے لیے موجب سزا بن جائے اللہ تعالیٰ ہم کو تکبر اور غرور کی لعنت سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

ظہیر احسن ولد مولانا عبید الرحمن
خیرآباد محلہ انصاری خیرآباد ضلع مئو

پیارو جانور

پیارے بچو! وہ جانور کون ہیں جو جنگل، شہر، گاؤں، کھیت بلکہ ہر جگہ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اونچی اونچی عمارتوں، گوداموں، دکانوں میں بھی رہتا ہے۔ اس کا کھانا بہت کم ہے، اس میں بھی مزے دار کھانا چاہیے۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہنا ان کی فطرت ہے۔

کیوں پیارے بچو نہیں پہچانا نا؟ میں انسانوں کے بارے میں نہیں انسانوں کے صدیوں کے ساتھی ایک چھوٹے سے جانور کے بارے میں کہہ رہی ہوں اس کا نام ہے۔ "چوہا"



جانوروں میں زیادہ تعداد میں رہنے والے روڈینشیا Rodentia جن کو چوہوں میں اعلا ترین مقام حاصل ہے ان کی پوری نسل دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ چوہوں کی تین قسمیں ہیں:- (۱) تیجری (۲) گھریلو (۳) Rodentia

تیجری:- سائنسی نام:- ریاہس ناروجیکس یہ موٹے چھوٹے کانوں والے اور

مالک مکان نے کرایہ دار کو بجلی کے بل پر یہ لکھ کر بھیجا۔ "آج اس بل کو آئے پورا ایک سال گزر چکا ہے۔"

کرایہ دار نے بل پر یہ لکھ کر واپس بھیج دیا۔ "آپ کو بل کی سالگرہ مبارک ہو۔"

(تورہتی) سمیرا سے ٹنڈے اور ڈنڈے میں کیا فرق ہے۔ سمیرا انڈا گھر میں کھایا جاتا ہے اور ڈنڈا اسکول میں۔

چھوٹی سی دُم والے ہوتے ہیں۔ یہ نالے گڑھا یا زمین کے نیچے بل بنا کر رہتے ہیں۔ یہ چوہے بہت زیادہ تعداد میں ایک ساتھ رہتے ہیں۔ تیجری چوہے آدھے پانی والے جیوان ہیں اس لیے یہ ندی اور تالاب کے کنارے رہ سکتے ہیں۔

۲۔ گھریلو چوہا (کالا چوہا) سائنسی نام:- ریٹس ریٹس Rats Rats۔ یہ تیجری چوہوں سے زیادہ لمبے اور دبلے پتلے ہوتے ہیں۔ ان کے کان لمبے اور دُم جسم سے زیادہ لمبی ہوتی ہے۔

چوہے بہت ہی چالاک اور ہوشیار جانور ہیں۔ یہ درخت، بڑے بڑے پائپ، دیوار یا جہاز جیسی اونچی اونچی جگہوں پر چڑھنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ گھر کے کسی بھی جگہ پر، زمین میں دیواروں میں بل بنا کر رہتے ہیں۔

چوہوں کی دنیا بھر میں بڑھتی ہوئی

آبادی اس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ اس جانور میں اپنے آپ کو ماحول کے مطابق ڈھال لینے کی قوت ہے۔ چوہے اناج کو بہت دیر تک سونگھنے کے بعد اس کا تھوڑا سا حصہ کھاتے ہیں۔ پھر آگے کے ۲۴ گھنٹوں میں جسم پر اس کا کوئی خراب اثر نہ ہو تو اسے اپنے غذا میں شامل کر لیتے ہیں۔ ورنہ پھر سے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

روڈینٹ نامی چوہوں کی دانتوں کا بڑھنا کبھی رکتا ہی نہیں۔ چوہوں کے دانت ایک برس میں ۱۲ سمی بڑھتے ہیں۔ دانتوں کے بڑھنے کی وجہ سے چوہوں کی موت بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن مسلسل کترنے کی وجہ سے ان کے دانت کم ہو جاتے ہیں۔ اور انھیں جینا آسان ہوتا ہے۔ چوہوں کے دانت بہت ہی مضبوط ہوتے ہیں۔ اور کترنے کی قوت اتنی زبردست ہے کہ وہ لکڑی، کنکریٹ کی دیوار، شیڈ کے پائپ، اور بہت ہی موٹی مضبوط ایلومینیم شیٹ بھی کترتے ہیں۔

ایک چوہیا ایک ہفتے میں بارہ چوہوں کو جنم دیتی ہے۔ اسی رفتار سے چوہوں کی ایک جوڑی سے سال میں آٹھ سو چوہے پیدا ہوتے ہیں۔ چوہوں کی اس طرح بڑھتی ہوئی تعداد سے بیماریاں بھی پھیلتی ہیں۔ چوہوں کے جسم پر چھوٹے چھوٹے جراثیم ہوتے ہیں جس سے پلیگ جیسی خطرناک بیماری سے لاکھوں لوگ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ چوہوں کے کاٹنے سے ریابج اور ٹائفس جیسی خطرناک بیماری ہو سکتی ہے۔ کا سب سے بڑا دشمن چوہا ہی ہے۔

ہمارے بھارت کا سالانہ زراعت کا ۶.۷ فی صد حصہ چوہے ہی کھاتے ہیں۔

چوہوں کی اس طرح بڑھتی ہوئی تعداد کو ختم کرنا ناممکن ہے۔ اس کے برخلاف انسانوں کے ہاتھوں سانپ اور چھوٹے شکاری پرندے جو چوہوں کے دشمن ہیں یہ ختم ہو رہے ہیں۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہم کچرے اور گندگی سے چوہوں کو جینے کے ذرائع پیدا کر رہے ہیں۔ جس سے چوہوں کی تعداد میں اور اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اگر ایسے ہی ان کی تعداد بڑھتی گئی تو ہمیں پھر ایک بار کسی پری کی کہانی سے بانسری والے کی مدد لینی پڑے گی۔ ●●

شاہین سلطانہ محمد یوسف شیخ
۳۸۶۶/۹ - بھوانی پیٹھ، بارسی۔ ضلع سولاپور

علم کا مقصد

بغداد میں ایک بادشاہ تھا اس کو خیال آیا کہ علم دین کو وسیع کرنے کی نیت سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ اس نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنایا۔ اس کے حکم سے ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ اس مدرسے کے اخراجات وہ خود برداشت کرتا۔ مدرسہ اچھی طرح چلنے لگا۔ بہت سے لڑکے علم دین حاصل کرنے لگے۔ کچھ طالب علم تفسیر قرآن سیکھتے۔ چند حدیث کا علم حاصل کرتے۔ اور کچھ بچے فقہ وغیرہ پڑھا کرتے۔ بادشاہ کو ایک

دل خیال آیا کہ چل کر مدرسہ دیکھا جائے کہ طالب علم کس نیت سے علم حاصل کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ بھیس بدل کر مدرسے میں گیا اور ایک لڑکے سے پوچھا کہ اس کا علم حاصل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میں حدیث سیکھوں گا اور علم حدیث میں اپنا نام روشن کروں گا۔ اسی طرح بادشاہ نے اور لڑکوں سے بھی ان کے علم حاصل کرنے کے مقصد کو پوچھا۔ انھوں نے بھی اسی طرح جواب دیا کہ وہ علم سیکھنے کے بعد ناموری اور شہرت حاصل کریں گے اور دنیا میں عزت اور دولت کمائیں گے۔ یہ بات سن کر بادشاہ ناراض ہوا اور اس نے دل میں ارادہ کر لیا کہ مدرسہ بند کر دینا چاہیے، مگر چلتے چلتے اس کی نگاہ ایک لڑکے پر پڑی جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے بادشاہ کو خیال آیا کہ دیکھیں یہ لڑکا کیا جواب دیتا ہے چنانچہ اس نے لڑکے سے پوچھا کہ اس کے علم حاصل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ لڑکا اپنی پڑھائی میں بہت مشغول تھا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ میرا پڑھنے کا وقت ہے۔ پڑھائی کے بعد میں آپ سے بات کروں گا۔ بادشاہ وہیں رک گیا اور جب اس کی پڑھائی ختم ہو گئی تو بادشاہ نے اس کے پڑھنے کا مقصد پوچھا۔

لڑکے نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے بہت سے احسانات ہیں اور میں ایک بھی احسان کا بدلہ ادا نہیں کر سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے دین کا علم لوگوں تک پہنچاؤں اور دینِ حق کی زیادہ سے زیادہ تبلیغ کروں تاکہ میرا پروردگار مجھ سے راضی ہو جائے۔

لڑکے کا جواب سن کر بادشاہ نہایت خوش ہوا اور اس نے مدرسہ بند کرنے کا فیصلہ ترک کر دیا۔ اس نے کہا اگر اس مدرسے سے ایک بھی طالب علم صحیح نیت کر کے علم حاصل کر کے نکلے تو وہ اسلام کی شمع ساری دنیا میں روشن کرے گا۔ اور جاہلوں اور گمراہوں کی رہنمائی کرے گا۔ تو میرا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

یہی لڑکا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ بڑا ہو کر امام غزالی کے نام سے مشہور ہوا انھوں نے اسلام کی ایسی خدمت کی کہ آج تک ان کا نام روشن ہے۔ چوٹی کے علما بلکہ ائمہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

محمد عبدالحمید شیخ۔ ۲۰۸ نل بازار اسٹریٹ
محمد بھائی بلڈنگ بمبئی ۔

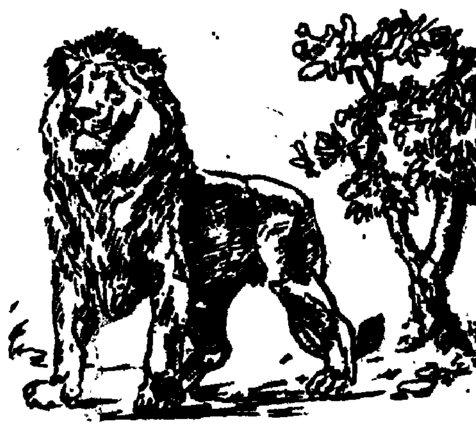
استاد نے شاگرد سے پوچھا۔
"جو اپنی غلطی تسلیم کرے وہ کون ہوگا"
شاگرد نے جواب دیا۔
اس آدمی کو عقلمند اور شریف آدمی کہا جائے گا۔
استاد نے دوسرا سوال پوچھا۔
"جو آدمی غلطی تو نہ کرے لیکن اس کے باوجود اپنی غلطی کا اعتراف کر لے اسے کیا کہا جائے گا"
"خاوند" شاگرد نے جواب دیا۔

غار جو بولتا تھا

ایک بھوکا شیر جنگل میں دن بھر شکار کی تلاش میں پھرتا رہا لیکن اسے کوئی جانور نظر نہ آیا وہ جتنا چلتا تھا اس کی بھوک اتنی ہی بڑھتی جاتی تھی۔ آخر کار وہ ایک غار کے پاس پہنچا

غار کے چاروں طرف بڑی بڑی جھاڑیاں تھیں۔ یہ جھاڑیاں ایسی تھیں جن کے پیچھے بڑی آسانی سے چھپا جا سکتا تھا۔

شیر نے سوچا ضرور یہ کسی جانور کا غار ہوگا۔ ممکن ہے اس وقت وہ کھانے کی تلاش میں کہیں باہر گیا ہو۔ شیر غار میں چلا گیا۔ غار میں بہت



اندھیرا تھا۔ شیر ایک کونے میں جاکر چھپ گیا۔ یہ غار اصل میں ایک لومڑی کا گھر تھا۔ شام میں جب لومڑی گھر واپس آئی تو اس نے غار کے باہر شیر کے پیر کے نشان دیکھے۔ وہ سوچنے لگی۔ شیر ضرور غار میں چھپا میرا انتظار کر رہا ہوگا کہ جب میں آؤں تو وہ مجھے کھا جائے۔ تھوڑی دیر بعد اسے ایک ترکیب سوجھی۔ لومڑی نے کہا "او غار آہا۔ اس بار تم مجھے بلا کیوں نہیں رہے ہو اگر تم مجھے نہیں بلاؤ گے تو میں چلی جاؤں گی۔" شیر نے سوچا یہ غار لومڑی کو بلایا کرتا تھا۔ اب یہ میرے ڈر سے چپ ہو گیا ہے۔ اگر غار نے لومڑی کو نہیں بلایا تو میں بھوک کے مارے مر جاؤں گا۔ مجھے غار کی جگہ بولنا چاہیے۔ شیر زور سے بولا "ہاں آؤ" میں سو گیا تھا" یہ سن کر لومڑی سمجھ گئی کہ شیر غار میں چھپا ہے اس لیے وہ وہاں سے بھاگ گئی۔ شیر بیچارہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

شہاب فاروقی ذاکر نگر، جامعہ نگر
اوکھلا، نئی دلی۔ ۲۵

صحبت کا اثر

آج سے ۲۵ سال پہلے کی بات ہے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی ہمارے کالج میں سالانہ تقریری مقابلہ منعقد ہوا۔ کالج کے طلبہ باری باری آتے اور اپنی تقریر پیش کرتے جیسے ہی شکیب کا نام پکارا گیا۔ پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ شکیب کی تقریر ایسی ہوتی تھی کہ لوگوں کو دل تھامنا پڑتا تھا۔ شکیب کالج میں بھی بہت مقبول تھا۔ شکیب تقریر کرتے کرتے اچانک فلم کی اسٹوری سنانے لگا۔ سامعین حیرت کے سمندر میں غوطہ کھا گئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے شکیب کو اسٹیج سے نیچے اتار دیا۔ مجھ کو اس بات کا بہت افسوس ہوا کہ شکیب جیسے ہونہار لڑکے کو اس بھری محفل میں اسٹیج سے نیچے اتار دیا گیا۔ رہ رہ کر میرے ذہن میں یہی سوالات اٹھ رہے تھے کہ شکیب فلم کی اسٹوری کیوں سنانے لگا؟ وہ تو کبھی فلم کا پوسٹر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ میں تو اس وقت خوابوں کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں آیا جب جج صاحبان نے اپنا فیصلہ سنایا۔ فیصلے کے مطابق ساجد حمید کو پہلا، صدف آفرین کو دوسرا اور ریاض احمد کو تیسرا انعام دیا گیا۔ جلسے کے اختتام پر میں نے شکیب سے پوچھا "شکیب تم تقریر کرتے ہوئے کیسے فلم کی اسٹوری سنانے لگے اور تم نے فلم کب دیکھی؟" شکیب نے جواب دیا "دراصل رات کو میں آخری شو دیکھ کر سو

[illegible] ہاتھ پر تابش تھی
پھر زبان سے [illegible] نکلنے کی بجائے فلم
کی [illegible] شکیب کا لہجہ متوم ہو گیا میں
نے چونک کر پوچھا ارے تم فلم کب سے دیکھنے لگے؟



"جب سے جاوید کے ساتھ رہ رہا ہوں"
اس نے کہا میں پھر چونک پڑا۔ کیوں کہ جاوید
اچھا لڑکا نہیں تھا۔ وہ فلم کا شوقین تھا۔ ایک
ہی کلاس میں دو دو مرتبہ فیل ہوتا تھا۔ اور عمر
میں بھی شکیب سے بڑا تھا۔ تم جاوید کے ساتھ
کب سے رہ رہے ہو؟ میں نے پوچھا دو مہینے
سے، شکیب نے جواب دیا پھر ہم دونوں تھوڑی
دیر تک گفتگو کرنے کے بعد چلے گئے۔

اس کے بعد میں نے اسے کئی بار بلا کر سمجھایا
کہ جاوید کا ساتھ چھوڑ دو۔ مگر جاوید نے نہ جانے
اس پر کیا جادو کر دیا تھا کہ وہ ہر وقت اسی کے
پیچھے لگا رہتا جاوید کے ساتھ رہنے سے وہ
سالانہ امتحان میں فیل ہو گیا فیل ہونے کے بعد اس
نے اسکول چھوڑ دیا۔ شکیب چھوٹی موٹی چوری کرنے لگا۔
وقت پر لگا کر اڑتا رہا اور میں پڑھ لکھ کر جج بن
گیا ایک دن اچانک میں نے ریڈیو پر یہ خبر سنی کہ
بنک میں ڈاکہ پڑ گیا اور چور پکڑے گئے دوسرے
دن میں خوف ... جلدی عدالت پہنچ گیا جہاں
اے کہا ... بھرا ہوا تھا۔ پھر مقدمہ شروع ہوا۔

جب میں نے چور کو دیکھا تو میرا دل اچھل کر حلق
میں آتا محسوس ہوا۔ چور کوئی اور نہیں بلکہ شکیب تھا
شکیب کو کٹہرے میں سر جھکائے کھڑا دیکھ کر مجھے
بے حد افسوس ہوا میں نے جیسے
تیسے مقدمہ نپٹایا شکیب اور اس
کے ساتھیوں پر جرم ثابت ہو گیا
ہر ایک کو دو دو سال قید
با مشقت سزا سنائی گئی۔
دوسرے دن میں جیل گیا
شکیب کو اپنے پاس بلوایا اور
پوچھا کیا تم مجھے جانتے ہو؟
اس نے صرف اتنا کہا کہ آپ
ایک جج ہیں۔ ارے مجھے اتنی جلدی بھول گئے
کیا تمہیں یاد نہیں ہم دونوں ایک ہی کلاس میں پڑھتے
تھے تم نے فیل ہونے کے بعد اسکول چھوڑ دیا تھا۔
"ہاں یاد آیا تم ندیم ہو نا! اس نے اداس لہجے میں
کہا میں نے پوچھا "تمہارا یہ حال کیسے ہو گیا"
شکیب کہنے لگا میں نے تمہاری بات نہ مان کر
غلطی کی میں جاوید کے ساتھ گھل مل گیا اور فلم دیکھنے
کا عادی ہو گیا میں سگریٹ پینے اور جوا کھیلنے لگا جب
میرا جیب خرچ کم پڑنے لگا تو میں نے جاوید کے
ساتھ چوری کرنا شروع کی۔ پھر میں گھر چھوڑ کر
بھاگ نکلا اور چوروں کی پارٹی میں شریک ہو گیا
اور آج اس حال کو پہنچا ہوں۔ اتنا کہہ کر اس کے
آنسو ٹپ ٹپ بہنے لگے۔

بچپن میں تو تم ایسے نہ تھے۔ جاوید کے ساتھ
رہ کر تم نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا ہے اب بھی وقت ہے
سدھر جاؤ۔ وعدہ کرو سزا کاٹنے کے بعد اچھا
کام کرو گے نوکری دلانے کی ذمے داری مجھ پر
رہے گی۔ میں نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا
اس نے روتے ہوئے وعدہ کر لیا۔ دو سال بعد

[illegible]
... کر گئے ہیں شعیب کی شادی ہو گئی وہ
ایک فیکٹری میں مجبور ہے اکثر میرے یہاں آتا رہتا
ہے۔

یاسر عمران مومن نگر
مالیگاؤں۔ مہاراشٹر

کر بھلا تو ہو بھلا

کر بھلا تو ہو بھلا۔ ایک روپیا کا سوال ہے بابا! آج دو گے تو کل پاؤ گے، ایک دو گے تو دس پاؤ گے، بڑی ہی دل نشیں و پُر اثر آواز تھی یہ صدائیں لگاتے ہوئے ایک فقیر نے احمد کے دروازے پر دستک دی۔ پہلے تو کچھ دیر تک احمد نے اس کی طرف دھیان نہ دیا مگر تھوڑی دیر بعد احمد نے غصے سے جھنجھلاتے ہوئے کواڑ کھولے اور اس کی صدائے پُر سوز کا جواب ایک خوفناک جملے سے دیا جاؤ جاؤ آگے جاؤ کوئی اور گھر دیکھو بیکار میں دماغ خراب کر دیا کہ کر احمد نے غصہ کرتے ہوئے جلدی سے دروازہ بند کر دیا بیچارا فقیر۔ مایوس غمگین چہرہ لیے آگے بڑھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد [illegible] دستک ہوئی احمد نے دروازہ کھولا تو اپنے دوست کو دیکھ کر باہر کر [illegible] احمد نے [illegible] ہو کر کہا آؤ آؤ دوست احمد کا بڑے [illegible] آتے ہو ابھی میں تمہیں ہی یاد کر رہا تھا اصل میں میرا ارادہ آج ریگل ٹاکیز میں فلم دیکھنے کا ہے تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے سنا ہے کہ ریگل میں بڑی اچھی فلم لگی ہے اور پھر ابھی کچھ کام بھی نہیں ہے۔ ویسے بھی موقع کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے

[illegible]
کہا یوسف کہ احمد نے منہ چڑھاتے ہوئے کہا تمہیں نہیں جانا ہے تو مت جاؤ میں تو آج ضرور جاؤں گا کیا خبر ایسا موقع پھر ملے نہ ملے میرے گرو نے کہا تھا کہ موقع کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے جو لوگ موقع کا پورا فائدہ نہیں اٹھاتے وہ کنگالے ہی رہتے ہیں پھر تمہیں بتاؤ آج اچھا موقع ملتے ہوئے بھی میں کیوں نہ فائدہ اٹھاؤں۔ پھر خود تھوڑی دیر بعد چلا گیا اور یہاں احمد الماری کی طرف پیسے نکالنے کو لپکے [illegible] پاکٹ سے دس دس روپے کا کر ایک نوٹ نکال کر چوما اور جیب میں ڈال لیا۔ پھر ان کی نظر مٹھائی پر پڑی جو کہ ان کی امی نے باجی کے لیے رکھی تھی بس کیا تھا لال پیلی رنگ برنگی مٹھائیں دیکھ کر منہ میں پانی آ گیا جیب کا خرچ ڈال لیں اور دروازہ بند کر کے چلتے بنا اور سیدھے پہنچے ریگل سینما ہال کیا دیکھتے ہیں کہ ٹکٹ کے لیے بڑی لمبی لائنیں لگی ہوئی ہے۔ بہر حال وہ بھی اس میں شامل ہو گئے جب ٹکٹ کاؤنٹر پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پیسا غائب پتا چلا ان بیچارے کی جیب ہی کٹ گئی ہائے بیچارے بیچارے بہت بڑے پھنسے بیچاری زبان سے تو بے ساختہ نکلا

ٹکٹ ہی ملا اور نہ دیکھنے کو فلم۔
اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اب بیچارے کیا کرتے شام کے ۷ بج چکے تھے سورج ڈوب چکا تھا اندھیرا اپنی حکومت کے جھنڈے گاڑ رہا تھا جیب میں تو ایک پائی بھی نہ تھی کہ اس سے گاڑی کر کے گھر پہنچ جاتے مگر کیا کرتے قسمت کی [illegible] کوئی راستہ سوجھائی نہیں دے رہا تھا گھر بھی بہت دور تھا کر پیدل چلنا بھی مشکل کام تھا آخر بیچارے دوسرے دن

کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے مگر کون تھا جو رک کر ان کی آواز کو سنتا۔ پھر یکایک ان کی نظر اسی فقیر پر پڑی جو کہ چند گھنٹوں پہلے ان کے گھر بھیک مانگنے آیا تھا وہ ایک ہوٹل میں بیٹھا اپنی بھوک و پیاس بجھانے میں مشغول تھا لیکن جیسے جیسے اس کی بھوک مٹتی گئی ویسے ویسے میاں احمد کے پیٹ میں چوہوں کے دوڑ کی رفتار میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا آیتیں قل ھو اللہ پڑھتے پڑھتے تھکنے لگی تھیں دل چاہا کر ڈوڑتے ہوئے جائیں اور فقیر سے اپنا تعارف کرا کر کچھ پیٹ پوجا کا انتظام کریں مگر پھر فقیر کا کہا ہوا وہ جملہ کر بھلا تو ہو بھلا۔ ان کے دل پر ہتھوڑے برسانے لگا اور انھیں صرف یہی سنائی دینے لگا "کر بھلا تو ہو بھلا" "کر بھلا تو ہو بھلا" اور وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

دیکھا پیاریو! "کر بھلا تو ہو بھلا" کے محاورے نے کیسا کام انجام دیا۔ اچھا مزہ چکھایا نہ میاں احمد کو اب تم دوسروں کے ساتھ ہمیشہ بھلائی کرو گے نا۔

عبدالغفور عبدالحق۔ جوگا بائی جامعہ نگر، نئی دلی - ۲۵۔

دوستی

دوستی ایک پھول کے مانند ہوتی ہے۔ پھول کو جتنے لوگ سونگھتے ہیں اس کی خوشبو ختم نہیں ہوتی اور پھول اگر ٹوٹ کر بکھر بھی جائے تب بھی اس کی خوشبو دیر تک فضا میں بسی رہتی ہے دوستی کا رشتہ عارضی نہیں ہوتا سچی دوستی وہ ہوتی ہے جو خود غرضیوں سے دور رہ کر بھی ہمارے دلوں میں تازہ گلاب کی طرح مہکتی ہے۔ قدرت نے ہزاروں برس پہلے پہاڑوں کی بلند چوٹیوں کے ترنم، کلیوں کی معصومیت اور فرشتوں کے نور کو یکجا کر کے جس مقدس رشتے کو جنم دیا۔ پیاری بھائیو! اسی پاک رشتے کا نام دوستی ہے۔

فیروز بابو خان بشری رائپور ضلع احمد نگر۔ یو۔ پی۔

جب منے کو بڑی کوشش کے باوجود ہفتے کے دنوں کے نام یاد نہ ہوئے تو استاد صاحب کو ایک ترکیب سوجھی اس نے منے سے کہا کہ تمھارے گھر کوئی جانور ہے تو منے نے جھٹ کہا "جی ہاں مرغی کے سات بچے ہیں" تو استاد صاحب نے کہا کہ تم ان پر ہفتے کے سات دنوں کے نام رکھ لو جب منے کو ہفتے کے نام یاد ہو گئے تو ماسٹر نے سنانے کو کہا منے نے نام سنانا شروع کیے۔ ہفتہ، اتوار، پیر، منگل، بدھ، جمعرات، استاد نے غصے سے کہا کہ اس میں جمعہ کہاں گیا منا معصومیت سے "جی جمعے کو بلی لے گئی"۔

آسمانی پری اور زمین کا شہزادہ

ایک بادشاہ تھا اس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ اس میں کئی خوبیاں تھیں۔ ایک تو وہ اتنا خوب صورت تھا۔ دوسرے وہ رتھ اتنا تیز چلاتا تھا کہ رتھ آسمان سے باتیں کرنے لگتا تھا۔ اور

بہادر بھی تھا۔ ایک دن کی بات ہے کہ شہزادہ جنگل میں گیا اور راستا بھٹک گیا۔ رات ہونے لگی تو تھک ہار کر شہزادہ وہیں سو گیا۔ کچھ دیر کے بعد آسمان سے چند پریاں اُسی جگہ اتریں۔ آگے آگے



ان کی شہزادی تھی۔ پریاں کلیوں کے اندر سوئے ہوئے پھولوں کو جگانے لگیں۔ شہزادی کچھ دور نکل گئی اور راستا بھٹک گئی۔ تھک ہار کر وہ بھی ایک پیڑ کے نیچے لیٹ گئی اور سو گئی باقی پریاں شہزادی کے نہ ملنے سے پریشان ہو گئیں اور مجبوراً واپس لوٹ گئیں۔ صبح شہزادہ اور پری شہزادی اُٹھے۔ شہزادہ اپنے رتھ پر سوار ہوا اور رتھ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ جب پری نے دیکھا کہ ایک خوب صورت سا نوجوان رتھ پر سوار ہے تو اسے یقین نہیں ہوا کہ وہ انسان ہے۔ یہ جاننے کے لیے پری ایک بڑھیا کا بھیس بنا کر شہزادے کے پاس گئی اور بولی: "بیٹا مجھے بڑی پیاس لگی ہے تھوڑا سا پانی کہیں سے لا دو۔" شہزادے نے اسے پانی پلا دیا۔ پھر اس سے بڑھیا نے پوچھا "بیٹا تم کون ہو؟" شہزادہ بولا اماں میں ایک ریاست کا شہزادہ ہوں اس جنگل میں راہ بھٹک گیا ہوں پھر وہ بڑھیا وہاں سے چلی گئی۔ شہزادہ بھی وہاں سے چلا گیا۔ اسی وقت اس نے آسمان میں ایک روشنی دیکھی "یہ تو کوئی پری ہے۔" اچانک اس کے منہ سے نکلا۔ تھوڑی دیر میں وہ پری وہاں سے غائب ہو گئی شہزادہ ابھی کچھ دور ہی گیا تھا کہ اُسے ایک بزرگ دکھائی دیے۔ شہزادے نے بزرگ سے پوچھا "بابا ابھی میں نے آسمان میں ایک پری دیکھی ہے کیا وہ روز رات کو یہاں آتی ہے؟" بزرگ نے جواب دیا "ہاں بیٹا وہ پریوں کی شہزادی ہے۔" شہزادے نے پوچھا "بابا کیا میں اس تک پہنچ سکتا ہوں؟" بزرگ نے جواب دیا "بیٹا اس تک پہنچنا بہت مشکل ہے پر میں تمھیں ایک چڑیا بنائے دیتا ہوں اور تم اس کے پیچھے پیچھے وہاں تک پہنچ جانا اور وہاں جا کر تم پھر خود بخود انسان بن جاؤ گے۔" شہزادے نے ویسا ہی کیا اور اگلی رات پرستان پہنچ گیا وہاں وہ ایک پری کے پاس پہنچا اور اس سے کہنے لگا "مجھے کچھ دن کے لیے اپنے محل میں جگہ دے دو میں تمھارا احسان مانوں گا۔" پری نے اس پر رحم کھا کر اسے اپنے محل میں رکھ لیا اگلے دن شہزادہ پرستان کے بادشاہ کے پاس پہنچا اور بولا کہ "میں آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" بادشاہ نے کہا "ٹھیک ہے لیکن تمھیں ہماری دو شرطیں ماننی پڑیں گی۔" شہزادے نے کہا "کیا ہیں آپ کی وہ دو شرطیں فرمائیے۔" بادشاہ نے کہا۔ (۱) "تمھیں پورا ایک کمرہ بھر شہد چاٹنا ہوگا۔" (۲) "تمھیں کھولتے پانی سے نہانا ہوگا۔" شہزادے نے کہا "منظور ہے۔" وہ پھر اسی پری کے پاس گیا اور ساری بات بتائی پری نے اسے دو پڑیاں دیں اور کہا "جب شہد کے کمرے میں جانا تو ایک پڑیا وہاں ڈال دینا اور جب نہانا تو کھولتے پانی میں دوسری پڑیا ڈال دینا" دوسرے دن جب شہزادے کو شہد کے کمرے میں چھوڑا گیا تو اس نے ویسا ہی کیا۔ پڑیا ڈالتے ہی لاکھوں کیڑے مکوڑے نکلے اور سارا شہد کھا گئے اور پھر غائب

ہو گئے جب کمرہ کھولا تو شہد کا نام و نشان نہیں تھا۔ اب نہانے کے لیے کھولتا ہوا پانی دیا گیا پھر اس نے پڑیا پانی میں ڈال دی پانی ٹھنڈا ہو گیا شہزادہ نہا کر بادشاہ سے بولا "میں نے آپ کی شرطیں پوری کر دی ہیں اب آپ براہ کرم جلدی سے اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دیجیے۔" بادشاہ نے پری کی شادی شہزادے سے کر دی۔ اور پھر دونوں اپنی ریاست میں چلے گئے اور ہنسی خوشی رہنے لگے۔

صبیحہ سلطانہ
معرفت ایم شاکر انڈر روڈ شاہ جہاں پور

جھوٹے کے منہ میں بیٹ

کہتے ہیں کہ ایک راجا کے وقت میں ایک یوگی تپسیا کے لیے ندی کنارے اس امید پر ایک درخت کے نیچے بیٹھا کہ اسے امر پھل ملے۔ تپسیا کی مدت بارہ برس کی تھی۔ غرض کہ اس کو تپسیا کرتے کرتے جب گیارہ سال بیت گئے تو شیطان نے کہا کہ اس سادھو کی ریاضت کا امتحان لینا چاہیے کہ وہ اس میں کتنا سچا ہے۔ چنانچہ وہ کوّے کی شکل بنا کر اس درخت پر گیا جس کے نیچے یہ مقیم تھا۔ اس درخت پر ہنس کا جوڑا رہا کرتا تھا اتفاق سے ہنس اس وقت کہیں گیا ہوا تھا ہنسنی اکیلی تھی جس وقت ہنس آیا تو کوّے کو وہاں دیکھ کر کہنے لگا تو میرے گھر کیوں آیا ہے۔ کوّے نے جواب دیا کہ یہ گھر میرا ہے اور یہ ہنسنی میری گھر والی ہے ہنس نے اس پر کوّے سے بہت بحث کی مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا اچار ہنس نے راجا کی عدالت میں فریاد کی۔ کوّے نے کائیں کائیں کر کے سیکڑوں کوّے اکٹھا کر لیے اور ان سے کہا کہ ہنس سے میرا مقدمہ ہے

"سسٹر، کیا تم مجھے ایک گلاس پانی پلا سکتی ہو؟" مریض نے جس کے گلے کا آپریشن ہوا تھا" نرس سے پوچھا۔
"کیا تمھیں پیاس لگی ہے؟" نرس نے بے رخی سے پوچھا۔
"نہیں" مریض نے جل کر جواب دیا۔
"میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری گردن "لیک" تو نہیں کر رہی ہے۔"

وہ ایک زبان ہو کر بولے کہ تو تو ہمارا ہم قوم ہے ہنس سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہم تو ہر حال میں تیرے ساتھ ہیں۔ کوّے نے ان کو یہ پٹی پڑھائی کہ تم سب راجا کے دربار میں یہ کہنا کہ ہنسنی میری بیوی ہے اور



ہم سب اس کے بارات میں بھی گئے تھے۔ اس صلے میں میں تم کو ایک مردہ بتاؤں گا جو کئی روز تک تمھارے لیے کافی رہے گا۔ ان سب کوّوں نے ہامی بھر لی۔ پھر وہ کوّا (یعنی شیطان) اس یوگی کے پاس گیا اور اس سے چکنی چپڑی باتیں کر کے کہنے لگا کہ مفت میں تم نے اپنے جسم کو مشقت میں ڈالا اور اتنے سال برباد کیے اگر تم مجھ سے امر پھل کے لیے کہتے تو میں لا دیتا اب بھی تم میری مان لو تو تمھیں کل ہی یہ پھل لا دوں۔ سادھو نے کہا کہ

اچھا مجھے اس کے لیے کیا کرنا پڑے گا۔ کوّے نے کہا بس اتنی بات تمہیں راجا کی عدالت میں کہنا ہے کہ میں اس درخت پر کوّے کو برسوں سے دیکھتا آیا ہوں اور یہ گھونسلہ بھی اسی کا ہے۔ راجا کا سپاہی آیا اور یوگی کو لے گیا سب کوّے بھی اس کے ہمراہ ہو گئے راجا سے سب کوّوں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ یہ ہنسنی کوّے کی بیوی ہے اور ہم سب اس کی بارات میں بھی گئے تھے۔ ہنس نے کہا مہاراج یہ تو سب اس کی قوم ہے اور ظاہر ہے کہ اسی کی طرفداری کریں گے تب جھٹ کوّے نے تپسیا کرنے والے سادھو کو گواہی میں پیش کر دیا۔

اور اس نے کوّے کے حق میں وہی گواہی دی جو اسے رٹا دی گئی تھی۔ چنانچہ راجا نے کوے کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا بے چارا ہنس اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ جب سب فریقین عدالت کے باہر آئے تو کوّوں نے کہا کہ حسب وعدہ تم ہمیں اس مُردہ کو بتاؤ کہاں ہے؟

وہ کوّا (یعنی شیطان) بولا تم سب احمق ہو اگر کوئی مُردہ ہوتا تو میں ہی ایک مدت تک اس کو کھاتا۔ یہ ٹکا سا جواب سُن کر سب کوّے مایوس ہو کر اپنے اپنے گھر کو چل دیئے۔ اس کے بعد اس سادھو نے جب امر پھل طلب کیا تو کوّا بولا اچھا اپنی آنکھیں بند کر اور منہ کھول جب سادھو نے ایسا کیا تو اس کوّے یعنی شیطان نے اس کے منہ میں بیٹ کر دی جب سادھو نے یہ فریب دیکھا تو چلایا کہ کم بخت تو نے میرے ساتھ بھی دغا کی۔ کوّے نے کہا او لالچی انسان میں تو تیرا ایمان دیکھتا تھا۔ غور تو کر کہاں کوّا اور کہاں ہنس تیرے جیسے جھوٹے کے منہ میں بیٹ ہی ٹھیک ہے دیکھا آپ نے بارہ برس کی تپسیا کو ایک دن کے جھوٹ نے غارت کر دیا۔

حافظ ادریس احمد خان
محلہ تلیا، ہاسپٹل روڈ سرونج ضلع ودیشہ (ایم پی)

غریب چرواہے کی محنت و لگن

کسی گاؤں میں ایک چرواہا رہتا تھا۔ اس کا نام سلیم تھا۔ وہ بہت ایماندار اور محنتی تھا۔ سلیم روزانہ صبح سویرے اٹھتا اور بھیڑ بکریاں چرانے کے لیے جنگل کی طرف نکل جاتا تھا۔ ایک دن سلیم بکریاں چرا رہا تھا کہ یکایک اس کے کانوں سے ایک بھیانک آواز ٹکرائی۔ بچاؤ بچاؤ سلیم تیزی سے اس طرف گیا جہاں سے آواز آ رہی تھی۔ دیکھتا کیا ہے کہ ایک جادوگر نے شہزادی کو پکڑ رکھا تھا۔ سلیم نے اسے چھڑانے کی حد درجہ کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

اس رات گھر پہنچ کر تھکن اور مایوسی کی وجہ سے اسے جلدی نیند آ گئی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پاس ایک بزرگ آئے اور کہنے لگے اگر تمہیں شہزادی کو آزاد کروانا ہے۔ تو چار دن کے سفر پر روانہ ہونا پڑے گا۔ چوتھے دن دور بہت دور ایک ندی نظر



آئے گی وہاں ایک کشتی ہو گی تم اس پر سوار ہو جانا اور وہ کشتی خود بخود پانی پر چلنے لگے گی۔ ندی پار

کرنے کے بعد تم کو ایک اونچا درخت نظر آئے گا۔ اس کی شاخ پر پنجرے میں ایک توتا ہوگا تم اسے فوراً مار دینا۔ اسی توتے میں جادوگر کی جان ہے۔ اس سفر کے دوران تمہارے کانوں میں کئی اور خوفناک آوازیں گونجیں گی۔ لیکن تم ان پر دھیان نہیں دینا۔ ورنہ تم پتھر کے بن جاؤ گے۔ جب تم شہزادی کو آزاد کرالو تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جانا۔ اتنا خواب دیکھا ہی تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی اور اپنے خواب کی تکمیل کی خاطر وہ سفر پر روانہ ہو گیا۔

اپنے سفر کے دوران اس نے وہی کشتی وہی پیڑ وہی پنجرہ دیکھا جو بزرگ نے خواب میں دکھایا تھا۔ اس نے بزرگ کے ہدایت کے بموجب توتے کو مار ڈالا اور بزرگ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر شہزادی کو رہا کرالیا اس کے بعد شہزادی کو لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

بادشاہ خوش ہوا اور اسے انعام و اکرام سے نوازا پھر شہزادی کی شادی سلیم سے کر دی اور دونوں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔

شگفتہ یاسمین 'رجنی' رشیدی
نیا بازار، تاج چوک کامٹی ناگپور

ایک دن ماسٹر صاحب کلاس میں تنگ آکر کہنے لگے کہ "تم جیسے لڑکوں کو تو پاگل خانے میں ہونا چاہیے" ایک لڑکا برا مان گیا اور باہر جانے لگا تو ماسٹر صاحب نے کہا "بھئی اتنی جلدی بھی کیا پیریڈ تو ختم ہونے دو"

راکھی

آج رکشا بندھن کا تہوار تھا۔ پائل صبح سے بہت خوش تھی وہ صبح ہی نہا دھو کر تیار ہو گئی تھی کیونکہ اسے آج اپنے چھوٹے بھائی راجو کے راکھی باندھنی تھی۔ راکھی باندھنے کے وقت جب اس نے راجو کو بلایا تو راجو نے آنے سے انکار کر دیا۔ ممی، پاپا نے بھی راجو کو آواز دے کر بلایا مگر راجو تب بھی نہ آیا۔ ممی نے جا کر راجو سے کہا بیٹا دیدی تمہارے راکھی باندھنے کے لیے تیار بیٹھی ہے تم وہاں کیوں نہیں جا رہے ہو۔

"ممی میں دیدی سے راکھی نہیں بندھاؤں گا" راجو نے جواب دیا۔ "تم مجھ سے راکھی نہیں بندھاؤ گے، کیوں؟" پائل نے پوچھا۔ جو وہ پاس والے کمرے سے راجو کو بلانے وہاں آئی تھی، کل تم نے مارا تھا اس لیے۔" راجو نے تنگ بھنگ روتے ہوئے جواب دیا۔ "بھیا چھوڑو اسے، چلو اب راکھی بندھوالو" "میں نہیں بندھواؤں گا" آپ سب جائیں یہاں سے۔" بیٹا سال میں ایک بار یہ تہوار آتا ہے اس دن بھی تم اپنی دیدی کو پریشان کر رہے ہو۔ تمہاری دیدی نے آج صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے اور تب تک نہیں کھائے گی جب تک تم راکھی نہیں بندھواؤ گے، اس لیے چلو اور چپ چاپ راکھی بندھوالو۔ ممی نے راجو کو سمجھایا لیکن راجو پر کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ پائل، ممی، پاپا سمجھاتے سمجھاتے ہار گئے پر وہ راکھی بندھوانے کو تیار نہ ہوا۔ پاپا نے راجو سے کہا کہ راکھی ضرور بندھوا لے ورنہ دفتر سے واپس آکر وہ اسے بہت ماریں گے اتنا کہہ

کہ پاپا دفتر چلے گئے پاپا کے دفتر جانے کے بعد ممی کچن میں کھانا بنانے میں لگ گئیں۔ راجو باہر اپنے دوستوں میں کھیلنے چلا گیا۔ پائل کمرے میں اکیلی رہ گئی اس کے سامنے کل کی تصویر گھوم گئی، ممی پاپا فلم دیکھنے گئے تھے وہ اور راجو گھر میں رہ گئے تھے۔ پائل اپنے اسکول میں دیا گیا ہوم ورک کر رہی تھی راجو پورے گھر میں شور مچا رہا تھا کبھی وہ ریڈیو بجاتا تھا تو کبھی ڈیک، کبھی سیٹی بجاتا تو کبھی گانا گاتا پائل نے راجو کو منع کیا کہ وہ اودھم نہ مچائے پر راجو نہ مانا اور اس نے اس کا پین لے کر توڑ ڈالا تبھی پائل نے اٹھ کر راجو کو پیٹ دیا تھا اسی وجہ سے راجو اس سے ناراض تھا تھوڑی دیر بعد ممی کچن سے نکل کر آئیں اور بولیں پائل بیٹی چل کچھ کھا لے، راجو تو ناشتہ کر کے کھیلنے چلا گیا تو کیوں بیٹھی ہے۔ پائل نے نرم آواز میں کہا ممی مجھے بھوک نہیں لگ رہی ہے۔ بیٹی راجو نے ابھی راکھی نہیں بندھوائی تو کیا ہوا شام کو بندھوا لے گا۔ میں کچھ نہیں کھاؤں گی۔ بیٹی اب تو بھی ضد کر رہی ہے وہ تو بچہ ہے مگر تو تو سمجھدار ہے ایسے کب تک بھوکی رہے گی چلو اٹھو ممی نے کہا مگر پائل نے ان کی بات نہ مانی اور چپ ہو کر بیٹھ گئی۔ شام کو پاپا کو دفتر سے آنے پر پتا لگا کہ راجو کے راکھی نہ بندھوانے کی وجہ سے پائل نے کچھ نہیں کھایا تو انھیں غصہ آ گیا انھوں نے غصہ میں راجو کو بری طرح پیٹ دیا پٹنے کے بعد راجو اور بھی چڑھ گیا اور بڑبڑانے لگا۔ "یہ دیدی کی بچی مجھے خوب پٹوائی ہے اب میں اس سے راکھی کبھی نہیں بندھواؤں گا۔ پاپا راجو کو اور پیٹے جا رہے تھے۔ مگر ممی نے روک دیا۔

رات کو سب نے کھانا کھایا ممی پاپا نے سمجھایا مگر پائل اپنی ضد پر اڑی رہی۔ کھانا کھا کر ممی، پاپا اپنے کمرے میں سونے چلے گئے تب راجو اپنے کمرے میں پلنگ پر لیٹ کر سوچنے لگا کہ وہ کیا چاہتا تھا اور کیا ہو گیا۔ پائل نے کل اسے مارا تھا۔ وہ اکثر پاپا سے شکایت کر کے اسے پٹوائی تھی اس وجہ سے اس کا ارادہ پائل کو پریشان کرنے کا تھا۔ اس لیے وہ راکھی نہیں بندھوا رہا تھا وہ جانتا تھا کہ پائل راکھی باندھے بغیر کچھ کھائے گی نہیں وہ شام کو راکھی بندھوا لے گی۔ پائل شام تک بھوکی رہے گی جس سے وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو جائے گا۔ مگر شام کو پاپا نے دفتر سے آتے ہی اسے پیٹ دیا اس لیے اس کا من اور بدل گیا اور اس نے غصہ کی وجہ سے راکھی نہیں بندھوائی یہ سوچتے سوچتے راجو کو نیند آ گئی رات میں راجو کی آنکھ پائل کی بڑبڑاہٹ سے کھل گئی پائل بڑبڑا رہی تھی "بھیا راکھی بندھوا لے" اب میں تجھے کبھی نہیں ماروں گی راجو گھبرا گیا اس نے پائل کو آواز دی مگر پائل نے کوئی جواب نہ دیا وہ اب بھی بڑبڑا رہی تھی راجو نے گھبرا کر ممی پاپا کو جا کر جگایا پاپا نے آ کر دیکھا کہ پائل بے ہوشی کی سی حالت میں بڑبڑا رہی ہے انھوں نے بھی پائل کو آواز دی مگر پائل نے کوئی جواب نہیں دیا تب انھوں نے گھبرا کر ڈاکٹر انور کمال کو فون کیا اور فوراً آنے کو کہا ڈاکٹر صاحب نے آ کر پائل کو دیکھا دیکھ کر انھوں نے بتایا کہ اس بچی کو کوئی صدمہ پہنچا ہے ایسا خیال ہے کہ کسی نے اس کی بات نہیں ہے اس لیے اس کے دماغ پر برا اس کا پڑا میں دوائی دیئے جا رہا ہوں جب ہوش

آئے تب اس کی بات مان کر دماغی تناؤ دور
کر دینا کیونکہ اس حالت میں دوائی سے
زیادہ دماغی سکون کی ضرورت ہے اگر اس
کی بات مان کر دماغی تناؤ دور نہ کیا گیا تو
اس کا نتیجہ خطرناک بھی ہوسکتا ہے اور
ہاں اسے صبح کچھ کھلا پلا ضرور دیجیے گا۔
ڈاکٹر صاحب کی بات سن کر پاپا نے راجو کی
طرف گھورا تو وہ ڈر گیا وہ اب اپنے
آپ کو پائل کی بیماری کا قصور وار سمجھنے لگا۔
ڈاکٹر کے جانے کے بعد کوئی بھی سو نہ سکا
سب پائل کے پلنگ کے پاس ہی بیٹھے رہے
راجو ڈر اور گھبراہٹ کی وجہ سے ممی پاپا سے
نظریں نہیں ملا پا رہا تھا اب اس نے سوچ لیا
تھا کہ دیدی کی بات مان لے گا اور اس سے معافی
مانگے گا۔ صبح کے قریب پائل کو ہوش آیا اس نے
دیکھا کہ سب اس کے بستر کے پاس بیٹھے ہیں وہ
کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ سہما سہما راجو بولا دیدی
مجھے معاف کر دو میری وجہ سے تم بیمار پڑی ہو
رکھشا بندھن والے دن بھائی بہن کو اس کی رکھشا
کا وچن دیتا ہے مگر میں نے اس دن تمہارے
جیون کو خطرے میں ڈال دیا دیدی مجھے اپنی غلطی
کا احساس ہوگیا اب میں راکھی بندھوانے کو
راضی ہوں راجو کی بات سن کر پائل خوشی سے پاگل ہو
اٹھی۔ اپنی بیماری کی پروا نہ کرتے وہ پوجا کی تھالی
اٹھالی اور راجو کو راکھی باندھنے لگی راکھی بندھواتے
وقت راجو نے کہا دیدی اب میں تمھیں کبھی تنگ نہیں
کروں گا میں تمہارا کبھی کوئی سامان نہیں توڑوں گا
اب میں اچھا بچہ بنوں گا۔ راکھی باندھ کر پائل نے کہا
بھیا میں تمھیں کبھی نہیں ماروں گی اور نا ہی پاپا سے
پٹواؤں گی۔ اتنا کہہ کر پائل نے راجو کو اپنی باہوں
میں بھر لیا۔ دونوں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو
نکل پڑے۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے پیارے
پیارے پیا میوں ہمیں اس کہانی سے یہ نصیحت
ملتی ہے کہ ہمیں اپنے بڑے بھائی بہنوں کا اور
اپنے بڑوں کا کہنا فوراً مان لینا چاہیے۔

محمد شاکر
ماڈرن فارمیسی اسٹڈ روڈ شاہجہاں پور یوپی ۲۴۲۰۰۱

دِس اِز اردو

ہماری لنگویج (LANGUAGE) اردو
ہے۔ ہمیں اردو بولتے ٹائم (TIME) اردو کے
ورڈس (WORDS) یوز (USE) کرنے چاہئیں
اس کو فیمس (FAMOUS) کرنے کے لیے
ٹرائی (TRY) کرتے رہنا چاہیے۔ اور جہاں
تک پاسیبل (POSSIBLE) ہو انگلش (ENG
LISH) کے ورڈس (WORDS) کو اوائڈ (AVOID)
کرنا چاہیے۔ اردو میگزین (MAGAZINE) اور
اردو بکس (BOOK) پڑھنی چاہئیں۔ ہمیں اپنے
ہاؤسز (HOUSES) کی نیم پلیٹ (NAME-
PLATE) بھی اردو میں لکھوانا چاہیئے۔ لیٹرز
(LETTERS) کے ایڈریسز (ADDRESSES)
بھی اردو میں لکھنے چاہئیں۔
ہمیں اردو کو اسٹبلش (STABLISH)
کرنے کے سلسلے میں ایک ورلڈ یونین
(WORLD UNION) بنانا چاہیے۔ اس سے
اردو امپروو (IMPROVE) ہوگی۔

محمد شعیب عاکف (صدر تنظیم)
۱۴، بٹلہ ہاؤس جامعہ نگر نئی دہلی

سے سمجھا
باکر حق مقلد

دفتر پیام تعلیم میں حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۲۴ر اگست ۱۹۹۲

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 77

150 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں، آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک کوپن آنا ضروری ہے۔

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 100 — دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 50 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

۱۔ دیکھا کہ ایک آدمی .... میں گرا ہوا ہے۔ کھائی / گڑھے / کنوئیں

۲۔ یہ .... بہت عرصے تک ان کے پاس محفوظ رہی۔ گٹھری / تھیلی

۳۔ ان کے دل میں ایمان کی .... پیدا ہوئی۔ روشنی / چنگاری / بیداری

۴۔ اس برّاعظم کے دریافت ہونے کا قصہ بڑا .... ہے۔ حیرت انگیز / دلچسپ / سنسنی خیز

۵۔ .... ایران کا قومی کھیل ہے۔ ہاکی / بیس بال / بیڈمنٹن

۶۔ .... دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں رہے۔ چودہ / پندرہ / اکیس

۷۔ چند دنوں بعد .... کی ایک دوسری ٹولی لوٹ مار کرنے آئی۔ ڈاکوؤں / لٹیروں / غنڈوں۔

۸۔ یہ ایک ایسا .... ہے جس کو میں نہیں سمجھ پا رہا ہوں۔ مسئلہ / معمّا

صرف آخر کے دو سوالوں کے لیے ذہن پر زور ڈالیے بقیہ چھے سوالوں کے جوابات صفحہ ۲۲-۲-۷ کی کتابوں میں ملیں گے۔

شرائط پیامی اَدبی مُعمّا: (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں۔ البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا کوپن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابلِ قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمّے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابلِ قبول ہوگا۔

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر ۷۷ ماہنامہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

PAYAMI ADBI MUANMA NO 77
"PAYAM-E-TALEEM MONTHLY
JAMIA NAGAR NEW DELHI-110025

پیامی ادبی معمّا نمبر ۷۷
ماہنامہ پیام تعلیم کے رسالے / اخبار / لفافے پر کوپن چسپاں کیجیے

دل چسپ کہانیوں کی کتابیں

ہر کتاب کی قیمت چھے روپے

نردولی کا آدم خور

گھنے جنگلوں اور پہاڑوں کی خطرناک ڈھلانوں میں شکار کرنا، نڈر، ہوشیار اور بڑے تیز دماغ والے آدمی کا کام ہوتا ہے۔ اس کتاب کی چھے کہانیاں شکار اور مہم جوئی کے حیران کن واقعات سے پُر ہیں۔

سمندری طوفان اور تین لڑکے

کیا بچے سمندر کی طوفانی موجوں سے لڑ سکتے ہیں؟ جی ہاں، لڑ سکتے ہیں۔ یقین نہ آئے تو اس کتاب کو پڑھ لیجیے۔ یہ کتاب چھے کہانیوں یعنی چھے موتیوں کی لڑی ہے۔ ہر کہانی دوسری سے دل چسپ اور حیرت انگیز ہے۔

ایک غوطہ خور کی آپ بیتی

بچو! اگر تم بہادر بننا چاہتے ہو اور شجاعت کے میدان میں جھنڈا گاڑنا چاہتے ہو تو اس کتاب کو پڑھو۔ پانچ کہانیاں ہیں اور ہر کہانی ایک سے ایک ولولہ انگیز اور مہم جوئی کے کارناموں سے پُر ہے۔

شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں

جو بچے گہری باتوں کے راز معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ شہنشاہ کیوں مفلس تھا، پتھر نے کیسے گواہی دی اور ندامت کے آنسو کب نکلتے ہیں؟ وہ اس کتاب کی سات کہانیاں پڑھیں۔ دل چسپ کہانیاں جو زندگی کے رازوں سے پردہ اٹھاتی ہیں۔

زیور

ایک بڑا ادیب بچپن میں کیسے مسجد کا قیدی بنا، ایک نیلی نیلی آنکھوں والی بہن، جان کی قربانی کی ایک خوب صورت کہانی اور لطیفوں کے بادشاہ ملّا نصرالدین کے ساتھ ایک دن۔ صرف یہی نہیں ان کے علاوہ چار اور چٹپٹی اور مزے دار کہانیاں۔

غریب لکڑہارے کی کہانی

پیاری پیاری آٹھ کہانیاں۔ جو کہانی بھی آپ پڑھیں گے، آپ کا دل دھک دھک کرنے لگا کر دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے۔ پوری کتاب پڑھے بغیر چھوڑنے کو دل نہ چاہے گا۔

Licence No. U(SE)21 to post without prepayment of postage

Regd. No. DL-16013/92 August 199[illegible]

Payam-i-Taleem

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.

Regd. with R.N.I. at No. 10537/64

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

ستمبر: ۱۹۹۲ء



پڑھیں بچوں کی دلچسپ کتابیں

ننھے منے بچوں کے لیے

بتاشے	۶/۵۰
جاں نثار دوست	۵/:
چاند کی بیٹی (با تصویر)	۵/:
موم کی لومڑی "	۶/۵۰
جادو کی ہنڈیا "	۵/:
شیرا اور بکری "	۶/۵۰
کوّے کا خواب "	۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا "	۶/۵۰
چالاک بلی "	۶/:
گدھے نے بجائی بانسری "	۶/۵۰

بڑے بچوں کے لیے

نرد پلی کا آدم خور	۶/=
غریب لکڑ ہارے کی کہانی	۶/=
خلائی مسافر	۶/-
ہمت کے کرشمے	۶/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	۹/:
ہمارے عظیم سائنس داں	۸/:
سام پہ کیا گزری	۳/۵۰
غذا کی کہانی	۳/-
زیور	۶/-
شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں	۶/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	۶/-
سنہرے اصول	۳/-
نرالے گوئیے	۴/-
بالونی کچھوا	۴/-
بدر شہزادی	۶/-

ننھا سباح	۴/-
ابو خاں کی بکری	۱۵/-
پرواز کی کہانی	۳/-
سمندری طوفان اور تین لڑکے	۶/-
خالی ہاتھ	۹/:
حاجی بابا کی ڈائری	۶/۵۰
بہادر علی	۷/۵۰
کھلونا نگر	۷/:
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	۶/:
قصہ اژدہا پکڑنے کا	۵/:
ننھا سراغ رساں	۵/:
ابو علی کا جوتا	۵/:
چند مشہور طبیب اور سائنس داں	۹/-
چور پکڑو	۳/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	۷/۵۰
جادو کی سارنگی	۳/-
جادو کا چیلا	۳/-
پانچ جاسوس	۸/۵۰
جنگل کی ایک رات	۶/:
ہرن کا دل	۲/:
اچھی کہانیاں	۲/۵۰
دریا کی رانی	۲/:
گوہر شہزادی	۳/:
تین اناڑی	۶/:
چوری کی عادت	۳/۵
شرارت	۳/:
دلی کی شادی	۴/
گاندھی جی دکنی افریقہ میں	[illegible]
بندر اور نائی	۳/۵۰
رنگوں کی بستی	۴/:

پیارا اسرار مار	۱۸/۱
غرب دیسوں کی عوامی کہانیاں	
بچوں کے ذاکر صاحب	:
ننھا ٹٹو	'
آؤ ڈراما کریں	/:
سلامہ ممصامہ	/:
پھیرا اور اس کی بیوی	/۵۰
ایک کھلا راز	/۵۰
بھوتوں کا جہاز	۶/۵۰
صحت کی الف بے	۵/:
لومڑی کا گھر	۳/:
بچوں کی کہانیاں	۳/:
بابا ناصح	۳/:
ہار کی تلاش	۶/:
سرخ جوتے	۳/۵۰
اندرا گاندھی	۶/:
ننھا فرشتہ	۳/۵۰
جوہر قابل	۳/:
بھیڑیے کے بچے	۳/:
ننھا جبرو	۳/۵۰
پلک نہ مارو	۶/:
بچوں کے افسر	۶/:
شریر شیرا	۳/:
پری رانی	۳/:
خطرناک سفر	۳/۵۰
پرندوں سے جانوروں تک	۴/۵۰
لوٹے کھلونے	۵/:
اندھے کا بیٹا	۳/۵۰
پانچ بونے	۳/:
بچوں کے چار بزرگ دوست	۳/:
سہانے ترانے	۶/۵۰

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

ستمبر ۱۹۹۲ء جلد ۴۰ شمارہ ۸

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: 40/=

سرکاری اداروں سے: 55/= روپے

غیر ممالک سے بذریعہ ہوائی جہاز 320 روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اردو بازار۔ دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ ۲

بچوں سے باتیں

پچھلے دنوں ہم نے کسی کتاب یا رسالے
شعر پڑھا تھا۔ اب یہ تو یاد نہیں رہا کہ کس
یا رسالے میں پڑھا تھا لیکن شعر ایسا تھا جس
نے یاد رکھنے کی کوشش تو نہیں کی لیکن یاد ہے
شعر کی پہچان بھی تو یہی ہوتی ہے لیجیے وہ شعر
بھی سن لیجیے اور غور کیجیے کہ شاعر نے اس
کس اہم بات کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

جس قوم کے بچے نہیں خود دار و ہنر مند
اس قوم سے تاریخ کے معمار نہ

اپنے ملک اور قوم کی شاندار تاریخ بنانا
ہاتھ میں ہے اور یہ اہم کام آپ اعلا تعلیم حاصل
ہی کر سکتے ہیں۔ علم حاصل کیجیے اور اپنی قوم کی تار

● ہم نے اپنے پیامیوں سے بار بار درخواست کی
اپنی ہر تحریر کے آخر میں اپنا نام اور پورا پتا لک
لیکن ہمارے بہت سے پیامی اس پر دھیان نہ
دیتے مجبوراً ہمیں ایسی تحریریں ردی کی ٹوکری
نذر کر دینا پڑتی ہیں۔ اس لیے اب یہ فیصلہ کیا
کہ ہر اُس پیامی کی تحریر پہلے شائع کی جائے گی
خریداری نمبر اور پتا اپنی ہر تحریر کے ساتھ لکھے گا۔
پیام تعلیم آپ کی آواز ہے اپنی آواز کو دور تک
پھیلانے کے لیے اپنے دوست احباب، عزیز و اقا
اس کا تعارف کرائیے۔

پرنٹر و پبلشر ہندو بسم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵ سے شائع

اسکول روز جاؤ

اے پیارے پیارے بچو اسکول روز جاؤ
ہے وقت کا تقاضا پڑھنے میں دل لگاؤ

تعلیم کی بدولت شہرت تمھیں ملے گی　　جس جا بھی جاؤ گے تم عزت تمھیں ملے گی
خوشیاں تمھیں ملیں گی راحت تمھیں ملے گی　　محنت اگر کرو گے دولت تمھیں ملے گی

اے پیارے پیارے بچو اسکول روز جاؤ
ہے وقت کا تقاضا پڑھنے میں دل لگاؤ

بے علم کو زمانہ اچھا نہیں سمجھتا　　ہر ملک ہر وطن میں تعلیم کا ہے چرچا
ہر گھر میں ہو رہا ہے تعلیم سے اُجالا　　تعلیم کے سبب سے جنت بنی ہے دنیا

اے پیارے پیارے بچو اسکول روز جاؤ
ہے وقت کا تقاضا پڑھنے میں دل لگاؤ

تعلیم کو گلے سے جس شخص نے لگایا　　دنیا میں اس نے ایسا اونچا مقام پایا
جس شخص نے بھی دیکھا اپنا اُسے بنایا　　دل میں اُسے جگہ دی سر پر اُسے بٹھایا

اے پیارے پیارے بچو اسکول روز جاؤ
ہے وقت کا تقاضا پڑھنے میں دل لگاؤ

دنیا میں زیب و زینت ہے علم ہی بدولت　　آپس میں یہ محبت ہے علم کی بدولت
اخلاق اور شرافت ہے علم کی بدولت　　انسان کی یہ عظمت ہے علم کی بدولت

اے پیارے پیارے بچو اسکول روز جاؤ
ہے وقت کا تقاضا پڑھنے میں دل لگاؤ

مہر وجدانی

ثابت قدمی

عتیق الرحمٰن صدیقی

استقامت کے معنی ثابت قدمی ہیں۔ ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک بندے نے جس بات کو حق اور صحیح سمجھا ہے اور جو عقیدہ اختیار کیا ہے اُس پر ڈٹ جائے اور اپنے روزمرّہ کے طرزِ عمل میں بھی اسی سے روشنی حاصل کرے۔ مخالفتوں کے کتنے ہی جھکڑ کیوں نہ چلیں، مصیبتوں کے کتنے ہی طوفان کیوں نہ آئیں اور بُرائی کتنا ہی خوب صورت رُوپ کیوں نہ اختیار کرے مگر وہ اس کے دام میں پھنسنے نہ پائے۔ اس کا مقابلہ پوری قوت کے ساتھ کرے تاکہ دوسرے بھی اس کی ایمانی قوت کو دیکھ کر اس بُرائی کے فریب سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ایمان والوں سے مخاطب ہوکر کہا ہے:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ایسے ڈرو جیسے اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھاری موت اس حالت میں واقع ہو کہ تم اللہ کے مطیع و فرماں بردار ہو۔"

گویا استقامت یہ ہے کہ زندگی کے آخری سانس تک بندہ اپنے رَب کا اطاعت گزار رہے اور کبھی بھی اس راہ سے نہ ہٹنے پائے۔ وہی کچھ کرے جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ہر اُس کام سے باز رہے جس سے اللہ اور اُس کے رسولؐ نے منع کیا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ خوش خبری دی:

"جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رَب ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے یقیناً اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اُن سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اُس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے" (القرآن)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

"بہت سے لوگوں نے اللہ کو اپنا رب کہا مگر بعد میں اُن میں سے اکثر انکار کرنے لگے۔ ثابت قدم وہ شخص ہے جو مرتے دَم تک اس عقیدے پر جما رہا" حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اللہ کے سوا کسی کو شریک نہ بنایا اور نہ اس کے سوا کسی معبو[د کی] طرف توجہ کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ منبر پر یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا "اللہ[...] استقامت اختیار کرنے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئے [...] لومڑیوں کی طرح ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر دوڑتے نہ پھرے۔"

معلوم ہوا کہ حق اور سچ کا راستا بڑا کٹھن اور مشکل ہے۔ اس راہ میں کانٹے ہی کانٹے ہیں قدم قدم پر آبلے پڑتے اور پھوٹتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے توحید کی دعوت پیش کی تو بیگانے بیگانے، اپنے بھی اُن کی جان کے درپے ہو گئے۔

نبی کریمؐ اور اُن کے ساتھیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔ توحید کی دعوت قبول کرنے والوں پر بڑے بڑے ظلم ڈھاتے، مگر اللہ کے یہ نیک بندے استقامت کا پہاڑ بنے رہے مشہور صحابی حضرت خبابؓ کو کپڑے اُتروا کر دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا جاتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا اور ایسا بھی ہوتا کہ ایک آدمی اُن کے سینے پر بیٹھ جاتا تاکہ وہ کروٹ نہ بدل سکیں، یہاں تک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہو جاتے۔ حضرت بلالؓ گرم جلتی ریت پر لٹائے جاتے۔ پتھر کی بھاری سِل اُن کے سینے پر رکھی جاتی اور گلے میں رسّی باندھ کر اُن کو گھسیٹا جاتا۔ پھر بھی اُن کی زبان سے اَحَد، اَحَد یعنی اللہ ایک، اللہ ایک کے الفاظ نکلتے۔ حضرت خبیبؓ کو سولی پر لٹکا دیا گیا مگر انھوں نے اللہ کی راہ میں جان دیتے ہوئے نمازِ شکر ادا کی۔ حضور اکرمؐ کو جب آپؐ کے چچا نے سمجھانے بجھانے کی کوشش کی تو انھوں نے فرمایا، "چچا جان! اگر یہ کافر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی دے دیں تب بھی میں اس دینِ حق سے باز نہ آؤں گا۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا :

"اور کتنے ہی پیغمبر ہیں کہ ان کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لوگ لڑے تو پھر اُن کو اللہ کی راہ میں کچھ دُکھ جھیلنا پڑا تو ہمت نہیں ہارے اور نہ کم زور ہوتے اور نہ دَب گئے۔"

آؤ ہم سب مل کر عہد کریں کہ ہم اپنے پیارے وطن کو اسلام کا گہوارہ بنائیں گے۔ نیکی کو پروان چڑھائیں گے اور بُرائی کو ہرگز پھلنے پھولنے نہ دیں گے۔ اگر ہم اس پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں کی مدد کرتا ہے جو بھلائی کے کاموں میں استقامت اختیار کرتے ہیں۔

۵

نادان گھوڑا

شیراز علی، نواب شاہ

یہ ایک بڑا کھلا ہوا اور چوڑا میدان تھا۔ اس میں ہر طرف ہری ہری گھاس تھی' ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں تھیں۔ اس میدان میں ایک گھوڑا رہتا تھا۔ وہ ہری ہری گھاس چرتا' ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھاتا اور آزادی سے جدھر چاہتا جاتا' نہ کوئی روک نہ ٹوک۔

ایک دن گھوڑے نے دیکھا کہ میدان میں کہیں سے ایک ہرن آدھمکا اور گھاس کو روندنے لگا۔ گھوڑے کو بڑا غصہ آیا۔ سوچا کہ یہ میرے میدان میں آنے والا کون ہے' اسے کسی طرح یہاں سے نکالنا چاہیے۔ مگر کیسے؟

اتنے میں سامنے سے ایک شکاری آتا نظر آیا۔ گھوڑے نے اس سے کہا: "شکاری! مجھ پر ایک احسان کرو۔ یہ ہرن نہ جانے کہاں سے یہاں آدھمکا ہے۔ میرے میدان میں گھاس کو روندے ڈالتا ہے۔ اگر کسی طرح اسے یہاں سے نکال دو تو زندگی بھر تمہارا احسان نہیں بھولوں گا۔"

شکاری بولا: "یہ کون سی مشکل بات ہے۔ مگر میری ایک شرط ہے۔ مجھے اپنی پیٹھ پر بیٹھ جانے دو اور یہ لگام اپنے منہ میں ڈال لو۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔" گھوڑا راضی ہوگیا۔ شکاری نے لگام اس کے منہ میں ڈال دی اور اس کی پیٹھ پر سوار ہوگیا اور جدھر جدھر ہرن جاتا تھا اس طرف چلا۔ ہرن گھوڑے کو آتا دیکھ کر بھاگا۔ شکاری نے گھوڑے کو اس کے پیچھے ڈال دیا۔ آگے ہرن پیچھے گھوڑا' تھوڑی دیر میں ہرن میدان سے باہر نکل گیا۔

گھوڑے نے مڑ کر شکاری کی طرف دیکھا۔ اس کے آنکھوں میں احسان مندی کی چمک تھی۔ بولا: "میاں شکاری! کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں' تم نے میرا میدان مجھے واپس دلوادیا ہے۔ اب یہاں میرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ یہ گھاس' یہ ہوا' یہ آزادی سب میری ہے۔ اس میں میرا کوئی شریک نہیں"۔

شکاری بولا: "تمہاری بات تو بالکل ٹھیک ہے، مگر اب تو میری نیت بدل گئی ہے۔ آج سے پہلے یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ تم اتنے کام کے جانور ہو۔ میں تو اب تمہیں اپنے ساتھ لے کر چلوں گا۔ بس، میرے پاس رہنا۔"

گھوڑے نے یہ بات سنی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حسرت سے میدان پر نظر ڈالی اور جدھر شکاری نے باگ موڑ دی ادھر چل پڑا۔

وہ دن اور آج کا دن گھوڑے کے منہ میں آدمی کی ڈالی ہوئی لگام ہے اور وہ انسان کا غلام ہے۔ ہاں، اب گھوڑے کے ہرے بھرے میدانوں پر ہرن کا قبضہ ہے۔



پُرانا محلّہ

نصیر الدین احمد، کراچی

رات کو مجھے شاید زندگی کی بہترین نیند آئی۔ صبح جب میں سو کر اٹھا تو کافی دیر تک بستر پر پڑا رہا۔ نرم بستر اور گرم لحاف مجھے باہر نکلنے سے روک رہے تھے۔ کھڑکیوں پر موٹے پردے پڑے ہونے کے باوجود سورج کی روشنی چھن چھن کر کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ میں بستر سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا اور باہر دیکھنے لگا۔ میری نظر اپنے گھر کے سامنے سڑک پر دوڑنے لگی۔ سڑک کے کنارے ترتیب سے لگے درخت بڑا اچھا منظر پیش کر رہے تھے۔ امی نے کمرے میں داخل ہو کر مجھے چونکا دیا:

"ارے بیٹا! تم اٹھ گئے؟ وہاں کھڑکی کے پاس کیا کر رہے ہو؟" امی میرے قریب آگئیں۔
"آہ! دیکھیں باہر کتنا پیارا منظر ہے۔" میں نے کہا۔
"چلو اب ناشتا کرلو۔ پھر آج اسکول بھی تو جانا ہے۔" امی نے کہا۔
"اسکول؟ مگر امی' میرا تو یہاں ابھی داخلہ نہیں ہوا۔" میں نے جیسے امی کو یاد دلایا۔
"میں یہاں کی بات نہیں کر رہی بلکہ پرانے اسکول کی بات کر رہی ہوں' جہاں تم پہلے جاتے تھے۔" امی نے جواب دیا۔
"وہاں! مگر امی اب میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ آپ مجھے یہیں کسی اچھے اسکول میں داخل کروا دیں۔" میں نے ضد کی۔
"ارے بیٹا! ابھی داخلے کہاں ہو رہے ہیں۔ تمھارا یہ سال خواہ مخواہ ضائع ہوگا۔ اس سال اسی اسکول میں پڑھ لو۔ اگلے سال تمھیں یہیں داخل کروا دیں گے۔ چلو اب تیار ہو جاؤ۔"
"اچھا امی۔" میں منہ بناتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔
آج جب تقریباً ایک ہفتے بعد جب میں اسکول پہنچا تو سب نے مجھے گھیر لیا۔
"ارے عارف تم! بڑے دنوں بعد آئے ہو؟" یہ سہیل تھا' میرا ہم جماعت۔
میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور چپ چاپ کلاس میں داخل ہوگیا۔
"مبارک ہو' تم لوگ نئے گھر چلے گئے ہو۔" وہ میرے برابر والی ہی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔
"شکریہ۔" میں نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔
وہ میرا لہجہ دیکھ کر چونکا۔ مگر پھر مسکراتے ہوئے بولا: "کیا بات ہے؟ تمھاری طبیعت خراب ہے کیا؟"
"ہاں' میری طبیعت کچھ خراب ہے۔" میں نے جھوٹ بولا۔
"تو پھر تم گھر جاؤ' میں کلاس ٹیچر کو بتادوں گا۔"
"نہیں' اس کی ضرورت نہیں۔"
"سنا ہے تھوڑے دن پہلے تمھارے ابو کی ترقی بھی ہوئی تھی۔" اس کی بات پر میں نے سر گھما کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ مجھے وہاں سوائے خلوص کے کچھ نظر نہیں آیا۔ مگر مجھے ایسا لگا کہ وہ یہ بات جلن میں کر رہا ہو۔

"ہاں!" میں نے مختصر سا جواب دیا اور سامنے دیکھنے لگا۔

"بھائی! کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے جو تم ناراض ہو؟" میرا رویّہ دیکھ کر وہ اس نے
پوچھا۔

میرا دل چاہا کہ اس سے کہہ دوں، تم مجھ سے بات نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔ مگر میں نے کہا:
"نہیں، نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔" پھر میں خاموش ہو گیا۔

اچانک مجھے محسوس ہوا کہ جیسے اس کے کپڑوں سے بدبو سی آ رہی ہے۔ میں نے تنگ آ کر
اس سے پوچھ ہی لیا: "یہ تمہارے کپڑوں سے کیسی بدبو آ رہی ہے؟"

"بدبو؟" وہ حیرت سے بولا۔ پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کی نظریں میرے صاف کپڑوں
سے ہوتی ہوئی اپنے کپڑوں پر پڑیں۔

"ہاں، واقعی گندے ہو رہے ہیں میرے کپڑے۔ میں آج جا کر دھونے ہی والا تھا۔" پھر وہ
اور کچھ کہے بغیر پیچھے سیٹ پر چلا گیا۔ میں سوچنے لگا کہ اسے اس سیٹ پر بیٹھنے کا حق نہیں، بلکہ
کسی کو بھی نہیں، کیوں کہ اس کلاس میں کوئی بھی میرے برابر نہیں! مجھے کلاس میں سخت
کوفت ہونے لگی۔ آج کا دن کلاس میں گزارنا میرے لیے بڑا مشکل ہو گیا تھا۔ پھر ابھی تو
پورے چار پانچ مہینے باقی تھے۔ کیسے گزریں گے۔

لڑکوں کے شور کی آواز پر میں چونک گیا۔ ٹیچر کے کلاس سے نکلتے ہی سب لڑکے اچھل کود
میں لگ گئے تھے۔ آخر آ گئے نا جہالت پر۔ ذرا بھی تمیز نہیں ہے ان لوگوں کو! اتنے میں مجھے
کچھ لڑکے اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔ یہ سب میرے پرانے دوست تھے، لیکن ان سے میں
ب کوئی بھی واسطہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ آخر مجھ میں ان میں کوئی فرق تو ہونا چاہیے۔ اب یہ
گ میرے پاس آ کر بیٹھیں گے۔ مجھے یہ سوچ کر ہی کوفت ہونے لگی۔ میں وہاں سے اٹھ کر
مانے لگا مگر وہ میرے پاس پہنچ چکے تھے۔

"عارف، مبارک ہو!" ان میں سے ایک نے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ مجھے بھی مجبوراً اس
سے ہاتھ ملانا پڑا۔

"سنا ہے تم نے نیا گھر لے لیا ہے۔" دوسرا بولا۔

"پھر کب کر رہے ہو نئے گھر میں ہماری دعوت؟" تیسرے نے کہا۔

تو مزا بھولے نہیں کے آ میں ... ہی دل میں سوچا۔ پھر کہا "بھئی مجھے ہر سے ذرا کام ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔" میں وہاں سے سیدھا اپنے گھر چلا آیا اور آتے ہی امّی سے الجھ پڑا:

"امّی، میں کل سے اسکول نہیں جاؤں گا۔ وہاں سب لڑکے جاہل ہیں۔ نہ بیٹھنے کی تمیز نہ کھیلنے کی، اور ان کے کپڑوں سے بڑی بدبو آ رہی تھی!"

امّی نے میری بات پر چونک کر مجھے دیکھا اور بولیں:

"عارف، یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ جن لڑکوں کے ساتھ تم ایک ہفتے پہلے تک کھیلتے رہے ہو آج ان کے کپڑوں سے تمھیں بدبو آ رہی ہے۔ وہ ایک ہفتے میں جاہل بھی ہو گئے؟"

"بس امّی، میں کل سے اسکول نہیں جاؤں گا۔" میں نے بے زاری سے کہا۔

امّی نے تیز لہجے میں کہا: "تمھیں جانا ہوگا اور یاد رکھو اگر تم نے اپنا رویہ نہ بدلا تو میں تمھیں یہاں کسی اسکول میں بھی داخل نہیں کراؤں گی۔" میں خاموش کھڑا رہا۔

"ہاں، آج شام کو میں پرانے محلے میں جا رہی ہوں۔ تم بھی چلنا۔"

"نہیں امّی، میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ آج مجھے بہت کام کرنا ہے۔ اسکول سے کافی ہوم ورک ملا ہے۔"

امّی مجھے گھورتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں۔ پھر جب شام کو وہ پرانے محلے گئیں تو میں گھر سے باہر نکل آیا۔ آج میرا کرکٹ کھیلنے کو بڑا دل چاہ رہا تھا۔ شام کے وقت پرانے محلے میں ہم سب لڑکے جمع ہو کر کرکٹ کھیلا کرتے تھے۔ کتنا مزہ آتا تھا! مگر نہیں، اب ان لڑکوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں گھر سے باہر نکلا تو مجھے دور دور تک کوئی نظر نہ آیا۔ سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یہاں کے لوگ کیسے ہیں؟ بچے کیسے ہیں؟ کوئی کھیلتا ہوا نظر نہیں آ رہا۔

میں نے چلتے ہوئے اپنے برابر والے گھر میں جھانکا۔ اندر چند بچے نظر آئے جو لان میں کھیل رہے تھے۔ میں آگے بڑھ گیا۔ سامنے والے گھر سے سائکل پر میری عمر کے دو بچے نکلے۔ ... سنبھل کر کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ جب وہ قریب آئیں گے تو مجھے کس طرح ان سے ...ت کرنی ہے، کس طرح ان سے ہاتھ ملانا ہے۔ جب وہ قریب آئے تو میں نے ہاتھ اٹھا کر ان ... سلام کیا۔ مگر وہ تو ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈال کر میرے پاس سے گزر گئے۔ مجھے بڑا غصہ بھی ...ا کہ تھوڑی دیر کو بھی نہیں رُکے۔ رُکنا تو دور کی بات سلام کا جواب تک نہ دیا۔ شاید اس

لے کر میں نیا ہوں۔ ہاں یہی بات ہوگی۔ میں نے اپنے آپ کو تسلی دی۔ پھر میں کافی دیر تک ادھر ٹہلتا رہا مگر کوئی بچہ نظر نہ آیا۔ آخر مایوس ہو کر گھر واپس آگیا۔

امی جب گھر پہنچیں تو سیدھی میرے کمرے میں آئیں اور بولیں:

"سب لڑکے تم کو پوچھ رہے تھے کہ عارف کیوں نہیں آیا۔ مجھے بہانا بنانا پڑا کہ اس کی طبیعت خراب ہے۔"

"اور ہاں' لڑکے کہہ رہے تھے کہ اسکول میں تمھاری طبیعت خراب تھی!؟"

میں گڑبڑا گیا: "ہاں' وہ میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔"

"ان کے کپڑوں کی بدبو کی وجہ سے؟" امی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"نہیں' ہاں' وہ سہیل کے کپڑے بہت گندے ہو رہے تھے۔"

"دیکھو عارف!" امی نے نرمی سے کہا: "غرور کرنا بہت بری بات ہے۔ آج اگر اللہ نے ہمیں ایک اچھا گھر دے دیا ہے' مال و دولت سے نواز دیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنا ماضی بھول جائیں' غریب لوگوں کو حقارت سے دیکھنے لگیں۔ ہمیں ہر وقت یاد رکھنا چاہیے کہ پہلے ہم کیا تھے۔ اب اللہ نے ہم پر مہربانی کی ہے تو تم نے شکر ادا کرنے کے بجائے غرور کرنا شروع کر دیا ہے۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ غرور اللہ کو کسی حال میں پسند نہیں ہے؟"

امی کی بات پر میں خاموش کھڑا رہا مگر میں غرور تو نہیں کر رہا تھا۔ ہمارے اور ان کے درمیان کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔ ہم اتنے امیر وہ اتنے غریب!

دوسرے دن میرا اسکول جانے کا بالکل ارادہ نہ تھا مگر امی کے کہنے پر اٹھ کھڑا ہوا۔ سہیل مجھے اسکول کے دروازے پر مل گیا۔ اس کے چہرے پر وہی پُر خلوص مسکراہٹ تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے کل کوئی بات نہ ہوئی ہو۔

"ارے عارف' کیسے ہو؟" اس نے بے تکلفی سے میرے کندھے پر ہاتھ مارا۔

میں نے ایک نظر اس کے ہاتھ کو دیکھا اور پھر کہا: "ٹھیک ہوں۔" مگر نہ جانے کیوں مجھے بھی اپنا لہجہ عجیب سے لگا۔

سہیل نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ میرے کندھے سے ہٹایا اور پھر تلخی سے کہا:

"ہاں عارف صاحب' اب آپ امیر ہوگئے ہیں نا! بڑے ہو گئے ہیں! اب آپ کو ہمارے

پڑے گندے لگنے لگے ہیں۔ ٹھیک ہے [illegible] صاحب' آئندہ ہم آپ کو تنگ نہیں کریں گے' لیکن ایک بات یاد رکھنا! ہم جیسے دوست اور ہمارے جیسا خلوص تمھیں ان عالی شان بنگلوں میں نہیں ملے گا۔ اور ہاں' یہ مت بھولنا کہ جس اللہ نے آج تم کو اتنی دولت دی ہے وہ کل اسے واپس بھی لے سکتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ میں واقعی کچھ شرمندگی سے محسوس کر رہا تھا' مگر پھر سر جھٹکتا ہوا کلاس کی طرف بڑھ گیا۔ رات کو سوتے ہوئے میرے ذہن میں سہیل کی باتیں گونجنے لگیں۔ حسد کا مارا ہماری دولت اور شان دیکھ کر جلنے لگا تھا۔

دوسری صبح میں اٹھا تو میرے سر میں شدید درد تھا۔ میں نے اس دن اسکول سے چھٹی کر لی۔ ابو دفتر جا چکے تھے۔ دوپہر تک میرے سر کا درد ٹھیک ہوگیا تو میں کمرے سے باہر آیا۔ امی کھانے پر میرا انتظار کر رہی تھیں۔ میں کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف پتا نہیں کون تھا۔ مجھ سے کہا: "فون اپنی امی کو دو۔"

میں نے پوچھا: "آپ کون بول رہے ہیں؟"

"فالتو بات مت کرو' فون اپنا امی کو دو۔"

میں نے فون امی کو پکڑا دیا۔ پھر پتا نہیں اس آدمی نے امی سے کیا کہا کہ ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ ان کا ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ لرزتے ہاتھوں سے انھوں نے فون رکھ دیا۔

"امی' کیا ہوا؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"بیٹے۔ پتا نہیں کون تھا۔ اس نے تمھارے ابو کو اغوا کر لیا ہے۔"

"اغوا!" میں چیخ اٹھا۔

"ہاں اور اب تاوان مانگ رہا ہے تیس لاکھ روپے۔"

"تیس۔ تیس لاکھ روپے!"

"مہلت بھی کل شام تک کا دیا ہے۔ اتنے پیسے کہاں سے آئیں گے؟" امی سر تھامے کراہ

[illegible]

[illegible] اس لئے پیسے بھیج سکتی ہیں؟"

[illegible] لاکر دے گے سب [illegible]"

اگر ڈاکوؤں کو روپے نہ ملے تو۔۔۔" میں یہ سوچ کر ہی لرز اٹھا۔

امّی نے اچانک سر اٹھایا اور بولیں: "ٹھہو' میں فون کرتی ہوں۔ ان شاء اللہ بندوبست ہو جائے گا' سب ٹھیک ہو جائے گا۔" امّی نے مجھے دلا سا دیا۔ مگر میں جانتا تھا کہ امّی کو خود بھی یقین نہیں ہے کہ اتنے پیسے ہو جائیں گے۔

پھر وہ نمبر پر نمبر ملانے لگیں۔ کافی دیر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ وقت نے تو جیسے اب دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ میں امّی کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ ہر نیا نمبر ملاتے وقت ان کے چہرے پر ایک امید ہوتی جو بعد میں آہستہ آہستہ دم توڑ جاتی۔ آخر تھک ہار کر انھوں نے فون بند کر دیا۔

"امّی کیا ہوا؟" میں بے قرار ہو کر پوچھا۔

نھوں نے انکار میں سر ہلا دیا۔

اتنے میں فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ امّی نے تیزی سے فون اٹھایا۔ دوسری طرف وہی تھا ں نے اس جگہ کا پتا بتایا جہاں رقم پہنچانی تھی اور ساتھ دھمکی بھی دی کہ اگر پولیس کو اطلاع ،یا دھوکا دینے کی کوشش کی تو۔۔۔"

"امّی! کیوں نہ محلے والوں سے بات کریں۔ یہاں تو سب امیر لوگ ہیں۔ ہماری مدد ضرور یں گے۔"

"ہاں" امّی کے چہرے پر ایک امید کی کرن لہرا گئی۔ "ہاں! چلو۔ معلوم کرتے ہیں۔" ہم گھر ہر نکل آئے۔ تھوڑی ہی دیر میں خبر سارے محلے میں پھیل گئی۔ دو تین گھروں سے نے کے بعد ہم جس مکان میں داخل ہوئے وہ بڑا عالی شان تھا۔ امّی اندر داخل ہو ہر ہی کھڑا رہ گیا۔ مجھے کچھ گھبراہٹ سی محسوس ہو رہی تھی۔

اغوا ہوئے ہیں؟" ایک لڑکی کی آواز آئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ دروازے ی میری طرف اشارہ کر کے اپنے بھائی سے بات کہہ رہی تھی۔

گئے ہیں۔" اس کے بھائی نے جواب دیا۔ وہ شاید سمجھ رہے تھے کہ میں نے ان کی طرف سے پیٹھ موڑ لی۔

" لڑکی کی آواز دوبارہ ابھری۔

پہلے ایک گھنٹے سے محلہ [illegible]

پاس دولت آگئی اور یہ امیر بن بیٹھے۔ مگر ذرا سوچو کہ ان کے پاس پچیس لاکھ روپے بھی نہیں ہیں۔ ہمارے گھر مانگنے آئے تھے۔"

میں اس سے زیادہ نہ سن سکا اور وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد امّی بھی مایوس واپس آگئیں۔ جب ہم گھر پہنچے تو پرانے محلے کے سب جاننے والے گھر پر موجود تھے۔ امّی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ویسے بھی وہ کافی دیر سے ضبط کیے ہوئے تھیں۔ میرے ماموں آگے بڑھے اور ان کو دلاسا دیا:

"باجی! آپ مجھے سارے روپے دے دیں، میں یہ لے جاتا ہوں۔ ہو سکتا ہے ان کے دل میں رحم آجائے اور وہ پندرہ لاکھ پر ہی مان جائیں۔" یہ تجویز سب کو پسند آئی۔

پھر ماموں روپے لے کر روانہ ہوگئے" میری نظر گھڑی پر پڑی۔ اغوا کرنے والوں کی دی ہوئی مہلت ختم ہو چکی تھی۔ اب سب کو بے چینی سے ابّو کے آنے کا انتظار تھا۔

امّی ایک کونے میں جا نماز پر بیٹھی اللہ سے دعا کر رہی تھیں۔ میری آنکھوں میں بھی بے اختیار آنسو آگئے۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ خوب پھوٹ پھوٹ کر رووں۔ وقت تھا کہ اب گزر کر ہی نہیں دے رہا تھا۔ گھر میں مسلسل خاموشی تھی۔ بس ایک سوال سب کے چہروں پر تھا: "اب کیا ہوگا؟"

اچانک باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی۔ سب کی نظریں بے اختیار دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ ماموں دروازے سے اندر داخل ہو رہے تھے۔ ان کا مایوس چہرہ دیکھ کر امّی گھبرائی ہوئی ان کی طرف بڑھیں: "کک۔۔ کیا ہوا؟"

"وہ لوگ پوری رقم نہ پاکر سمجھے کہ ہم نے انھیں دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے رقم بھی چھین لی اور ۔۔۔"

"نہیں!" امی ایک زوردار چیخ مار کر بے ہوش ہوگئیں۔

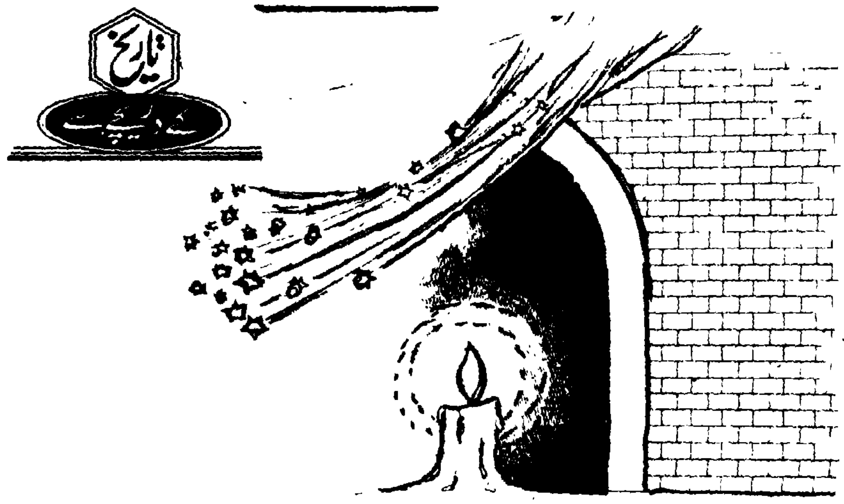
میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں۔ چند لمحوں تک تو میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ہوا ہے۔ پھر جب کچھ ہوش ٹھکانے آئے تو میں نے سکون کا سانس لیا۔ میں دراصل خواب دیکھ رہا تھا۔ مگر اتنا بھیانک خواب! "یااللہ مجھے معاف کردے، میں بھٹک گیا تھا۔" میری نظریں گھڑی پر پڑیں۔ پھر اذان ہونے لگی۔ میں وضو کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ امّی ابّو بھی اٹھ چکے تھے

اور حیرت سے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہے تھے۔ ناشتے کی میز پر پہنچ کر میں نے ابّو سے کہا:

"ابو آج شام کو آپ جلدی آجایئے گا۔"

"کیوں بیٹا؟"

"ہم سب آج اپنے پرانے محلے چلیں گے۔" میری بات سن کر امّی ابّو مسکرادیے۔●



ایک شخص سر پر پٹی باندھے ہوئے رابعہ بصری" کے پاس آیا۔ رابعہ" نے اس سے پوچھا،

"یہ پٹی کس لئے باندھی ہے؟"

نووارد: "کل رات سے میرے سر میں درد ہے۔"

رابعہ": "تمہاری عمر کیا ہے؟"

نووارد: "تیس برس۔"

رابعہ": "کیا عمر کا زیادہ حصہ تم نے ایسی ہی تکلیف میں بسر کیا ہے؟"

نووارد: "نہیں۔"

رابعہ": "تمہیں اللہ تعالیٰ نے تیس برس تک تندرست اور چاق و چوبند رکھا تو تم نے ایک شکرانے کی پٹی نہ باندھی اور اب صرف ایک رات تمہارے سر میں درد ہوا تو شکایت کی پٹی باندھتے ہو۔"

گُل دستہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم: اگر اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہو تو اس کے بندوں کی خدمت کر کے دکھاؤ۔

مرسلہ: انور دین،

حضرت علیؓ: وہ غریب آدمی جو اپنے رشتے داروں سے میل ملاپ رکھے اُس امیر آدمی سے اچھا ہے جو اپنے رشتے داروں سے قطع تعلق کر لے۔

مرسلہ: نصرت خانزادہ

حکیم لقمان: عقل مند کی دوستی اختیار کرو۔ اس میں بہت فائدے ہیں۔ مرسلہ: خالد محمود

حضرت فضیلؒ: دو عادتیں دل کی دنیا کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں۔ ایک بہت کھانا اور دوسرے بہت سونا۔

مرسلہ: سمیعہ نشاط کاظمی

شیخ سعدیؒ: فرض ایسا قرض ہے جسے خود ادا کرنا پڑتا ہے، کوئی دوسرا اسے ادا نہیں کر سکتا۔

مرسلہ: محمد عدیل اسلم،

شیکسپیئر: عقل مند کبھی اپنی مصیبتوں، تکلیفوں اور مشکلوں کا رونا نہیں روتا، بلکہ ان کو دور کرنے میں لگ جاتا ہے۔

مرسلہ: محمد کامران فیصل

گوئٹے: بادشاہ ہو یا کوئی معمولی آدمی، جسے اپنے گھر میں سکون میسر ہے وہ خوش قسمت ترین شخص ہے۔

مرسلہ: فیصل خاں لودھی،

ٹیپو سلطانؒ: عقل مند کا سینہ اس کے رازوں کا بہترین صندوق ہوتا ہے۔

مرسلہ: پرویز اختر ملک

سٹیونسن: پُرامید ہو کر سفر کرنا، منزل پر پہنچنے سے بہتر ہے۔ مرسلہ: سلطان احمد ترین،

جوزف پارکر: کسی پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کرو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا نشانہ خطا ہو جائے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ تمہارے ہاتھ ضرور گندے ہو جائیں گے۔

مرسلہ: عبدالرزاق رضا،

رابرٹ گرے: غلط سمجھنے سے بہتر یہی ہے کہ کچھ نہ سمجھا جائے۔ مرسلہ: مرزا محمد شفیع،

وِل مانٹ: غیر معمولی ذہین لوگ اپنا الگ راستہ تلاش کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں اپنا الگ چراغ ہوتا ہے۔

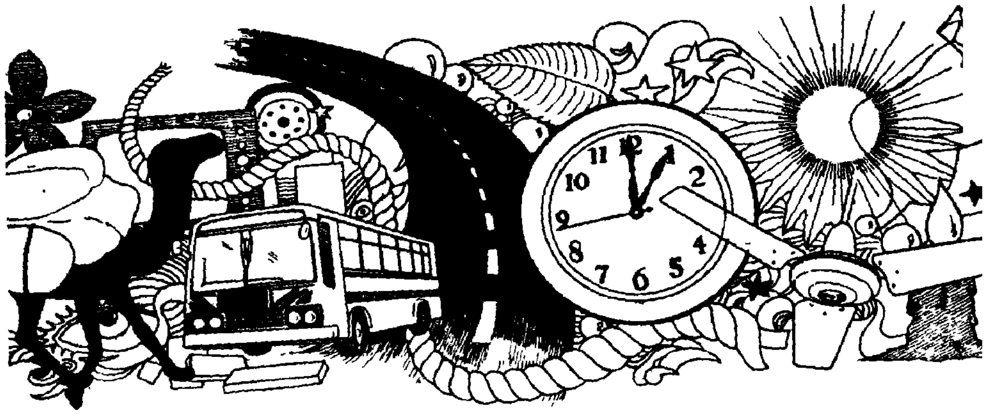
مرسلہ: عمران سے نور،

ولیم میک فی: یہ دنیا اس جوشیلے آدمی کی ہے جو ٹھنڈا رہتا ہو۔ مرسلہ: محمد وجاہت جمیل۔

ویٹلی: جتنی آمدنی زیادہ ہوگی اتنا ہی گزارا مشکل ہوگا۔ مرسلہ: شمیلا سعید خانزادہ،

پریم چند: جب ہم کام کرنا چاہتے ہیں تو طاقت خود بخود آ جاتی ہے۔

مرسلہ: انجم ارشاد،



پہیلیاں بوجھیے

۱......

صحن میں پھیلی اُجلی چادر
کوئی داغ نہ دھبّا جس پر
چاہیں تو سر پر بھی تانیں
اس پر پیر دھریں تب جانیں
(اتا پتہ۔ سب کی دیکھی بھالی)

۲

چھوڑ کر مجھ کو وہ گئی دیکھو
بھائیو میری بے بسی دیکھو
(اتا پتہ۔ پہیلی میں نام موجود)

۱

جاتی ہے بن رکھے پاؤں
گاؤں سے شہر اور شہر سے گاؤں
چلتی شہر میں بھی پیہم
دن میں زیادہ رات میں کم
(اتا پتہ۔ کوئی پکی کوئی کچی)

۴....

چلتی ہے رات دن کسی لمحے کھڑی نہیں
یہ بات دیکھی بھالی ہے میں نے گھڑی نہیں
(اتا پتہ۔ کام کی چیز)

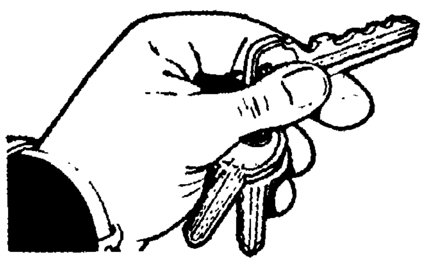
۵....

کیوں نہ ہو شہر میں بدنام بھلا
اون میں ٹاٹ کا پیوند لگا
(اتا پتہ۔ پہیلی میں نام چھپا ہے)

۶...

بھرے فراٹا پر پھیلائے
پھر بھی کہیں آئے نہ جائے
(اتا پتہ۔ کام کی اور آرام کی چیز)





چیزوں کی کہانی

تالا اور چابی

آصف فرخی

تالے کا کام حفاظت ہے۔ زیور ہو یا نقدی، گھر بار ہو یا دفتر اور دکان، لوگ اپنی قیمتی چیزیں بڑی خوشی سے اس کے پاس چھوڑ جاتے ہیں۔ تالا، بند ہو کر ان کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔ کسی غلط ہاتھ کو ان تک پہنچنے نہیں دیتا۔ یوں تالا محافظ بھی ہے اور راز دار بھی۔ تالا ایک بار بند ہو جائے تو خود بند ہونے کے ساتھ ساتھ جس چیز یا جگہ پر لگ جاتا ہے اسے بھی بند کر دیتا ہے۔ مگر تالے کا کام ادھورا ہے۔ ایک دفعہ بند ہو جائے تو اپنے آپ کھل نہیں سکتا۔ ہر تالے کو چابی کی ضرورت ہوتی ہے۔ چابی نہ ہو تو تالا کھلنے کا کھلا اور بند کا بند رہ [illegible]

تھی۔ جو تھا وہ سب کے لیے تھا، کسی ایک کا نہ تھا۔ جب ملکیت کا تصور سامنے آیا تو پھر اس بات کی ضرورت بھی پڑنے لگی کہ چیزوں کو اس طرح رکھا جائے کہ وہ دوسروں کی پہنچ سے باہر رہیں۔

جب تالا اور چابی ایجاد نہ ہوئے تھے تو چیزوں کی حفاظت کے لیے لوگ ان کو چھپا کر رکھا کرتے تھے۔ گھاس پھوس اور درختوں کی کھوہ میں چیزوں کو رکھا جاتا تھا کہ کسی دوسرے کی نظر نہ [illegible] جس نے انھیں وہاں رکھا ہے اس [illegible]

[illegible]

ی حفاظت کے لیے لکڑی کے شہتیر استعمال رنے لگے۔ دروازے کی پشت پر شہتیر لگا یئے جاتے تو وہ باہر سے کھل نہیں سکتا تھا۔ اس یں مشکل صرف اتنی تھی کہ یہ ترکیب اس وقت کام دیتی تھی جب آپ خود گھر کے اندر ہوں۔ باہر جاتے ہوئے دروازہ کھلا رہتا تھا۔

جلد ہی اس شہتیر کی جگہ لکڑی کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے نے لے لی اور دروازے میں ایک چھوٹا سا سوراخ کر کے اس میں رسی یا دھاگا ڈال دیا گیا جس کی مدد سے لکڑی کو آگے پیچھے کر کے کھولا یا بند کیا جا سکتا تھا۔ یہ کنڈی کی پہلی شکل تھی۔

اس اصول کے تحت لکڑی کے تالے قدیم مصر اور یونان میں عام استعمال ہوتے تھے۔ ان تالوں کو اس طرح بنایا جانے لگا کہ وہ چابی سے کھلیں اور بند ہو جائیں۔ جلد ہی لوگوں کو احساس ہو گیا کہ چابی کتنی اہم ہے اور کتنی بڑی علامت ہے۔ یونان میں ک بڑی بڑی چابیاں ساتھ لے کر گھوما کرتے تھے دیکھنے والوں پر یہ تاثر پڑے کہ اس شخص کے ت مال و دولت ہے۔

کا بنا ہوا تالا پہلی بار روم میں استعمال ہوئے تالوں میں چابی کے لیے ۔۔۔ت کی ہوتی۔ چابی کے ۔۔۔ک تالے کے سوراخ ۔۔۔رف صحیح چابی سے ہی ۔۔۔ کے تالے اور چابیاں آج تک استعمال میں ہیں۔

ادھر روم میں تو تالے لگ رہے تھے اور ان کے لیے چابیاں بنائی جا رہی تھیں، لیکن دوسرے معاشروں میں چیزوں کی حفاظت کے لیے دوسرے طریقے رائج تھے۔

جان و مال کی حفاظت کے لیے وہ لوگ دوسرے طریقے اختیار کرتے۔ بعض لوگ اپنے گھر ایسی جگہوں پر بناتے کہ وہاں تک پہنچنا آسان نہیں تھا۔

امریکہ کے پاہلو انڈین باشندے چٹانوں پر رہتے تھے اور ان مکانوں میں داخلے کا واحد راستا سیڑھی کے ذریعے سے تھا۔ رات کے وقت اس سیڑھی کو اوپر کھینچ لیا جاتا۔ یوں سمجھیے کہ اب پوری بستی کو تالا لگ گیا۔ ان کے برخلاف قدیم میکسیکو کے آزٹیک باشندوں کا دستور نرالا تھا۔ ان کے گھروں پر دروازے نہیں ہوتے تھے، اور وہ کہیں جاتے ہوئے ایک چھڑی باہر رکھ جاتے تاکہ آنے والوں کو پتہ چل جائے کہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔ اس چھڑی کا مقصد حفاظت نہیں تھا بلکہ اطلاع دینا تھا۔

ایک صوفی بزرگ کے بارے میں روایت بیان کی جاتی ہے کہ گھر سے باہر کہیں جاتے تو دروازے کھلے چھوڑ جاتے اور اندر ہوتے تو دروازے میں تالا لگا لیتے۔ لوگوں نے ان سے اس کا سبب پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس گھر میں سب سے قیمتی چیز تو میں خود ہوں، میرا علمی اثاثہ ہے

چوروں سے بچنا ضروری ہے اگر میں موجود نہیں ہوں، تو جو گھر میں داخل ہو گا تو اسے کچھ ملے گا ہی نہیں کہ چرا سکے۔

ازمنہ وسطیٰ کے یورپ میں لوگوں کو اپنے گھر اور ساز و سامان کی حفاظت کی بہت ضرورت رہتی۔ شہر قلعہ بند تھے اور قلعے کے گرد فصیلیں تھی۔ رات کے وقت فصیل کے پھاٹک بند کر کے ان میں بھاری قفل لگا دیئے جاتے۔ ان تالوں کی چابیاں صرف خاص خاص اور اہم لوگوں کے پاس رہتی تھیں۔ آج شہر میں نہ فصیلیں ہیں نہ شہر کے دروازے، لیکن یہ دستور باقی ہے کہ باہر سے آنے والے کسی مہمان کی عزت افزائی کے لیے سے شہر کے دروازے کی چابی پیش کی جاتی ہے۔

جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا تالے بہتر سے بہتر اور مشکل سے مشکل ہوتے گئے۔ لوگ اپنی قیمتی چیزوں کی حفاظت کے لیے طرح طرح کی ترکیبیں استعمال کرنے لگے۔ قدیم مصر کے فرعون، جس اہرام میں دفن ہوتے تھے اس میں اپنی دولت کی حفاظت کے لیے ایسے طریقے استعمال کرتے تھے کہ لٹیرے اس تک پہنچ نہ سکیں۔ عمارت میں بھول بھلیاں، خفیہ راستے اور چور دروازے بنائے جاتے تھے۔ ازمنہ وسطیٰ کے یورپ میں محل اور قلعے بھی اس طرح تعمیر کیے جاتے کہ ان میں چھپنے اور چھپانے کی جگہیں موجود ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ تالوں کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ بعض تالے ایسے تھے جو ایک خفیہ گھنڈی کو دبانے سے کھلتے تھے اور ایسے تالے بھی تھے جو زہر میں ہوئے ہوتے کہ کسی غلط آدمی کا ہاتھ لگ جا. تو اس کو زہر چڑھ جائے۔ آہن گر بڑی مہارت سے نت نئے قسم کے تالے بناتے۔ یوں بھی تالا بنانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

تجوریوں اور صندوقوں میں ڈالے جانے والے موٹے قفل سے لے کر چھوٹے تالوں تک، ہزاروں طرح کے تالے بنائے جا چکے ہیں۔ تالے بنانے میں آج کے دور میں جو سب سے اہم پیش رفت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ بینک یا عجائب گھر میں سیف پر جس قسم کے تالے لگائے جاتے ہیں وہ ایک خاص نمبر یا ابجد پر ہاتھ لگانے سے کھلتے ہیں۔ اگر آپ نے صحیح ہندسے نہیں گھمائے تو قفل نہیں کھلے گا۔ ان تالوں میں چابی کی جگہ ابجد نے لے لی ہے۔

دلچسپ بات ہے کہ ہمارے ہاں ایسے تالے بھی بنتے تھے جن پر حروف لکھے ہوتے ہیں۔ ان کو قفل ابجد کہا جاتا تھا۔ ان حروف کو دبانے یا گھمانے سے تالا کھل جاتا تھا۔ مثلاً اگر قفل ابجد نام سے کھلنے والا ہے تو نام کے مجموعے سے قفل کھل جائے گا۔

ابجد کے حروف سے کھلنے والے اس قفل کا تصور بھی کتنا حیران کن ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ کائنات بھی اسی طرح کا قفل ہے۔ اور حروف ابجد سے اس کا سربستہ راز بھی ایک نہ ایک دن کھل جائے گا۔

۲۱

رابطہ

پہلا حصہ

عامر یونس

ٹیلی فون کی گھنٹی نے امجد کو سوتے سے جگا دیا۔ لیکن اس کا دماغ فی الحال غنودگی میں تھا اور آنکھوں کے پپوٹے بھی بھاری ہو رہے تھے۔ امجد نے کروٹ بدل کر دوبارہ سونے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ فون کی گھنٹی تو بجے جا رہی تھی۔ اور جب کئی منٹ تک فون کی گھنٹی بند نہ ہوئی تو امجد کی نیند کافور ہو گئی۔ اس نے لیٹے لیٹے ہاتھ ٹیلی فون کی طرف بڑھایا اور فون کا ریسیور اٹھالیا۔

"ہاں بھئی کون ہے ......" امجد نے نہایت غصیلے لہجے میں کہا۔

لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ صرف ڈائل کی آواز آتی رہی۔ امجد نے ایک لمحے ریسیور کو گھورا جیسے سارا قصور ہی اس ریسیور کا ہو اور پھر کریڈل پر پٹخ دیا۔

لیکن امجد حیرت کے مارے ٹیلی فون کو ہی گھورتا رہا فون کی گھنٹی اب بھی بج رہی تھی۔

امجد نے لائٹ جلائی اور آنکھیں ملنے لگا۔ روشنی میں اس کی آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔

اس نے ایک دفعہ پھر ٹیلی فون کو دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا اور کان سے لگالیا۔



دوسری طرف ڈائل ٹون آرہی تھی لیکن امجد کی آنکھیں حیرت کے مارے ابل پڑیں۔ فون کی گھنٹی اس کے باوجود اس کو سنائی دے رہی تھی۔ امجد نے فون کا کھٹکا دبایا فون کی ڈائل ٹون تو بند ہو گئی لیکن فون کی گھنٹی بجنا بند نہ ہوئی۔

چند منٹ تک وہ یونہی ٹیلی فون کان سے لگائے کھڑا رہا۔ پھر اس نے فون کا ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پسینے سے وہ شرابور ہو رہا تھا اور فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔

تب ہی امجد کو احساس ہوا کہ فون کی وہ گھنٹی اس کے دماغ میں بج رہی تھی۔

............O............O............

"ڈاکٹر صاحب...... میرے کان بج رہے ہیں......"

امجد نے ڈاکٹر کے کلینک میں داخل ہوتے ہی کہا۔

"جی کیا فرمایا آپ نے......" ڈاکٹر صاحب نے بوکھلا کر پوچھا۔

"میں نے کہا ہے کہ میرے کان بج رہے ہیں......" امجد نے رُک رُک کر کہا۔

"کیا سچ مچ...... آپ مذاق تو نہیں کر رہے......" ڈاکٹر صاحب نے بے یقینی سے پوچھا۔

اب تو امجد کا موڈ بھی خراب ہو گیا۔ "ڈاکٹر صاحب میں مذاق بالکل نہیں کر رہا۔ اگر آپ میری مدد کر سکتے ہیں تو کیجیے میں آپ سے مذاق کرنے نہیں آیا ہوں۔"

"معاف کیجیے گا" ڈاکٹر نے شرمندہ ہو کر کہا۔ "آپ ذرا مجھے سمجھایے کہ آپ کو کیا شکایت ہے......"

"ڈاکٹر صاحب میرے کانوں میں کل رات سے ایسی آواز آرہی ہے جیسے کہ فون کی گھنٹی بج رہی ہو...... میں رات بھر اس کی وجہ سے سو بھی نہیں سکا ہوں......" امجد بتانے لگا۔ ڈاکٹر صاحب نے چند سوالات کیے اور پھر امجد کے کانوں کے معائنے میں مصروف ہو گئے۔

............O............O............

"لیجیے رپورٹ آگئی...... امجد صاحب آپ کے کان تو بالکل ٹھیک ہیں... مجھے معائنے کے دوران ہی پتہ لگ گیا تھا۔ شک تھا کہ کان میں کہیں انفیکشن نہ ہو گیا ہو...... اس کی وجہ سے بعض اوقات اس طرح کی تکلیف ہو سکتی ہے۔ لیکن میں نے اپنا اور آپ کا شک دور کرنے کے لیے یہ ٹیسٹ کروائے تھے اور ان کی رپورٹ سے یہ بالکل صاف ہو گیا ہے کہ آپ کے کان بالکل صحتمند ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو کوئی اور تکلیف بھی نہیں۔ نہ بخار ہے اور نہ کوئی اور بیماری......"

ڈاکٹر اوصاف نے ایک گھنٹے بعد امجد کو دوبارہ بلا کر بتایا۔

"اچھا......" امجد خود حیران تھا...... "تو پھر یہ کیا ہے......"

"یہ بتایئے کہ فون کی گھنٹی اب تو محسوس نہیں ہو رہی......" ڈاکٹر اوصاف نے پوچھا۔

"نہیں...... فون کی گھنٹی ٹھیک صبح چار بجے بند ہو گئی تھی اس کے بعد سے اب تک تو نہیں آئی۔" امجد نے بتایا۔

"میرا مشورہ ہے کہ آپ گھر جا کر آرام کیجئے اور سو جایئے۔ اور اس شک کو اپنے دل سے نکال دیجئے کہ آپ کے کانوں میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے۔"

"اچھا...... لیکن آج کام کا کیا ہوگا......" "ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب آپ کا بہت بہت شکریہ......" امجد کلینک سے باہر آگیا۔

............O............O............

"اف میرے خدا......" امجد بل توڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ رات کے ڈھائی بج رہے تھے اور پندرہ منٹ پہلے سے ٹیلی فون کی گھنٹی دوبارہ بجنا شروع ہو چکی تھی۔

امجد نے فون کا ریسیور اٹھا کر پٹخا۔ لیکن بے سود۔ فون کی گھنٹی تو اس کے دماغ کے اندر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

امجد بستر پر گر پڑا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے اور فون کی گھنٹی بجے جا رہی تھی

............O............O............

"تو آپ سب کچھ آزما چکے ہیں......" ڈاکٹر شکیل نے پوچھا۔

"جی ہاں ڈاکٹر صاحب...... میرے کان بالکل ٹھیک ہیں...... میں نے الٹرا ساؤنڈ تک کرالیا ہے اس کی رپورٹ بھی یہی کہتی ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہے...... کسی قسم کا کوئی مسئلہ میرے ساتھ نہیں ہے...... لیکن ڈاکٹر صاحب اس گھنٹی نے میری راتوں کی نیند حرام کر دی ہے میں فیکٹری میں کام بھی ٹھیک نہیں کر پا رہا ہوں۔ سیٹھ صاحب روزانہ مجھے ڈانٹتے ہیں۔ میں کیا کروں ڈاکٹر صاحب......"

امجد کی حالت واقعی قابل رحم لگ رہی تھی۔ ڈاکٹر شکیل کھڑکی کے باہر دیکھ رہے تھے۔ امجد ایک بستر پر لیٹا ہوا اپنی حالت بتا رہا تھا۔ ڈاکٹر شکیل نفسیاتی ڈاکٹر تھے۔

"اچھا یہ فون کی گھنٹی صرف رات کو بجتی ہے......" انھوں نے پوچھا۔

"جی ہاں وہ بھی ڈھائی بجے کے بعد...... اور اس کے بعد سے میں سو نہیں پاتا ہوں...... بلکہ بستر

لیٹا ہوا بس اسی کا انتظار اور دھڑکا لگا رہتا ہے کہ بس فون کی گھنٹی اب بجی کہ اب بجی...... نیند تو آتی ہی نہیں......"

"ہوں...... تمھیں یقین ہے کہ یہ ٹیلی فون کی گھنٹی ہی ہے......" ڈاکٹر شکیل نے پوچھا۔ ان کو اچانک ہی ایک خیال آیا تھا۔

"جی ہاں...... سو فیصد یقین ہے......" امجد نے جواب دیا۔

"اور تمہارے دماغ میں ہی بجتی ہے...... کیوں......"

"بالکل ڈاکٹر صاحب......"

"تو پھر امجد میاں...... ایسا کرو کہ اگر اب وہ فون کی گھنٹی بجے تو آنکھیں بند کر کے یہ خیال کرو کہ جیسے تم دیکھ رہے ہو وہ فون بجتے ہوئے...... اور پھر اس کا ریسیور اٹھاؤ خیال ہی خیال میں...... پھر دیکھو کہ گھنٹی بند ہوتی ہے کہ نہیں......"

"جی......" امجد جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا......

............O............O............

ڈاکٹر شکیل نے مشورہ انتہائی عجیب سا دیا تھا لیکن بستر میں لیٹتے ہوئے نہ جانے کیوں امجد کو احساس ہوا جیسے اس طرح اسے اس اندوہناک عذاب سے نجات مل سکے گی۔

امجد نے آنکھیں بند کر لیں اور ایک ٹیلی فون کی خیالی تصویر اپنے دماغ میں بنانے لگا۔ پھر اس نے خیال ہی خیال میں اس ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو......" امجد نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا۔

"خوش آمدید" آواز آئی اور اس کے دل کی دھڑکن تھم گئی۔ لیکن جب دل نے دوبارہ دھڑکنا شروع کیا تو اس تیزی سے دھڑکنے لگا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔ فون کے ریسیور سے صاف آواز سنائی دی تھی انسانی آواز......

"آرام سے دوست......" آواز دوبارہ آئی۔ یہ ایک مرد کی آواز تھی......
"آرام سے زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں......" امجد کو آواز صاف سنائی دے رہی تھی...... یہ اس کا واہمہ نہیں تھا۔

"کیوں امجد میاں...... ابھی تک فون پر موجود ہو نا......"

اور امجد کی سانس رک گئی۔

"تم کون ہو...... اور یہ میرے دماغ میں کس طرح بول رہے ہو...... اور تمھیں میرا نام کیسے پتا ہے

اور اور...... اور یہ سب کچھ کیا ہے ......" اچانک امجد پھٹ پڑا۔

"افوہ ...... آرام سے بھائی ...... میں سب کچھ سمجھاتا ہوں ...... جذباتی ہونے کی کوئی ضرورت میں۔ میں سب کچھ بتاتا ہوں۔"

"تو بتاؤ یہ سب کیا ہے ......" امجد نے پوچھا۔

"اچھا تو امجد سنو ...... یہ سب کچھ دراصل حکومت کا ایک خفیہ بلکہ انتہائی خفیہ منصوبہ ہے۔ بس یہ بات صرف اپنے آپ تک ہی رکھنی ہے۔ کسی کو نہیں بتانی ہے سمجھے ......" آواز نے

"کیا مطلب ......"

"مطلب یہ کہ ہماری حکومت نے جاسوسی کے نت نئے طریقے سوچنے کی غرض سے چند سائنس دانوں کو لگایا ہوا تھا۔ ہمیں آج کل کے حالات میں تمام پڑوسی ملکوں کی جاسوسی کرنا پڑتی ہے ...... اور یہ تمام کام بہت مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ بہرحال جاسوسی کرنے اور اطلاعات ایک دوسرے تک پہنچانے کے لیے ہم نے یہ نئی ایجاد کی ہے جس کا تجربہ پہلی دفعہ تم پر کیا گیا ہے ...... تمہارے دماغ کا آپریشن کیا گیا تھا اور اس کے اندر ایک قسم کا بالکل ننھا منا سا ٹیلی فون لگا دیا گیا ہے۔ یہ ریسیور بالکل کسی ٹیلی فون کی طرح ہی کام کرتا ہے اور یوں دماغ سے دماغ تک پیغام پہنچ جاتا ہے ...... اس طرح کبھی بھی ہمارے جاسوس اور ان کے پیغام نہیں پکڑے جاسکیں گے ......" آواز نے سمجھایا امجد گنگ تھا جیسے اس کو سکتہ ہو گیا ہو۔

"میرے دماغ میں ......" امجد کے منہ سے نکلا۔

"ہاں ہمارے محکمے نے باقاعدہ لوگ منتخب کر کے ان پر تجربہ کیا ہے ...... تم سب سے پہلے آدمی ہو لیکن تمہارے علاوہ ابھی اور بھی بہت سارے ہیں ...... ان کے دماغ میں بھی ریسیور ہے لیکن ابھی تک ان سے کانٹیکیٹ نہیں ہو سکا ہے ...... بلکہ دراصل ابھی تک وہ تمہاری طرح فون کا ریسیور اٹھا نہیں سکے ہیں۔ ابھی تک وہ ڈاکٹروں کے چکر لگا رہے ہوں گے ...... تمھیں مبارک ہو کہ تم نے سوچ بچار کے بعد بالآخر بالکل صحیح قدم اٹھایا ہے ......"

آواز بول رہی تھی اور امجد سن رہا تھا لیکن ...... امجد کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آواز نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں مجھے معلوم ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو...... ہم نے تم سے پوچھا نہیں...... ویری سوری لیکن اس میں ہم بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ ایک دفعہ پھر امجد...... یہ حکومت کا انتہائی خفیہ منصوبہ ہے...... تمھیں یہ تمام تفصیلات اب کسی کو نہیں بتانی ہیں سمجھے...... خیر...... اب جبکہ تم سے رابطہ ہو ہی گیا ہے...... ہم تمھیں اب

ڈسٹرب نہیں کریں گے......"
آواز نے کہا۔
"تو پھر کب تک......"
"سوری...... یہ مجھے بھی معلوم نہیں اچھا اب آرام کرو...... خدا حافظ......"
اور امجد نے اپنے دماغ کے اندر لائن کٹنے کی آواز سنی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

..........○..........○..........

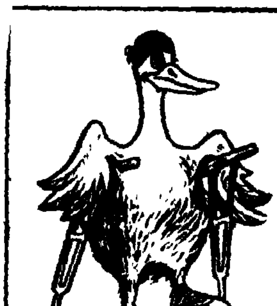
فون کی گھنٹی نے امجد کو جیسے جھنجھوڑ دیا۔ اس نے فوراً آنکھیں بند کیں اور خیالی ٹیلی فون اٹھانے لگا۔

"ارے امجد...... فون کیوں نہیں اٹھا رہے......" سیٹھ نے آکر غصے سے کہا اور امجد نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ فیکٹری میں تھا اور سچ مچ کا ٹیلی فون بج رہا تھا۔

"سوری سر......" امجد نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"ہونہہ...... سوری سر...... پتہ نہیں پچھلے ہفتے سے تمہیں کیا ہو گیا ہے" ...... کام میں دل ہی نہیں لگتا...... کام کیا کرو۔ تمہاری وجہ سے فیکٹری کی پروڈکشن پر برا اثر پڑ رہا ہے۔ سیٹھ صاحب ڈانٹ ڈپٹ کر باہر نکل گئے اور امجد دھم سے اپنی کرسی پر گر پڑا۔ پچھلے پانچ دنوں سے کوئی فون کی گھنٹی اس کے دماغ میں نہیں بجی تھی اور وہ انتظار کی سی کیفیت میں ہر گھنٹی پر چونک اٹھتا تھا پھر امجد سر جھٹک کر کام میں مصروف ہو گیا......

(جاری ہے)





سوال: کیا آپ ڈش انٹینا کے بارے میں تفصیل بتا سکتے ہیں؟ فرید فاروقی

جواب: ہم انٹینا یا ایریل کے نام سے پہلے اس وقت واقف ہوئے جب ملک میں ریڈیو عام ہوئے۔ اب تو ایسے ریڈیو بن گئے ہیں جن میں ایریل کی ضرورت نہیں پڑتی' لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ایریل کی مدد سے پروگرام بہتر سنائی دیتے ہیں۔ پھر ٹیلے وژن عام ہوا تو چھتوں پر کبوتروں کی چھتری جیسے ذرا وسیع ایریل لگ گئے۔ لیکن ڈش انٹینا اصل میں اس پیالے نما بڑے ایریل یا انٹینا کو کہتے ہیں جو نظام شمسی کے سیاروں' ستاروں' کہکشاں اور دوسرے اجرام فلکی سے آنے والے ریڈیائی سگنلوں یا اشاروں کو موصول کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ادھر کچھ عرصے سے چھوٹے ڈش انٹینا دور دراز اسٹیشنوں کے ٹیلے وژن پروگرام دیکھنے کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ انھیں ڈش اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی شکل ایک بڑے پیالے جیسی ہوتی ہے۔ یہ پیالہ جتنا بڑا ہوگا' ریڈیائی یا ٹیلے وژن سگنل اتنے ہی اچھے موصول کرے گا۔

ڈش انٹینا کی ابتدا اب سے کوئی ساٹھ برس پہلے ہوئی۔ یہ ۱۹۲۰ء کے چند سال بعد کی بات ہے کہ ایک امریکی ٹیلے فون انجینئر کارل جینکی باہر سے آنے والے شور کا جائزہ لے رہا تھا جو سمندر پار ریڈیو ٹیلے فون میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا۔ اس نے ایک بڑا ریڈیائی ایریل بنایا جس کی بلندی ساٹھ فیٹ تھی اور اسے چار پہیوں پر رکھ کر کسی بھی سمت گھمانے کا انتظام کیا تو اسے بیرونی خلا سے عجیب و غریب سگنل موصول ہوئے جیسے وہاں سے کوئی زمین کی طرف پیغامات بھیج رہا ہو۔

۱۹۳۷ء میں شکاگو میں ریڈیو بنانے والی ایک کمپنی کے ایک انجینئر گروٹ ریبر نے اپنے

پچھلے صحن میں ۳۱ فیٹ قطر کا ایک پیالہ نما دھاتی انٹینا نصب کیا۔ یہ تھا غالباً پہلا ڈش انٹینا۔ اس سے بھی اس امر کی تصدیق ہوئی کہ اپنی کہکشاں کے علاوہ خلا کے کئی گوشوں سے عجیب سگنل آتے ہیں اور اِس طرح سائنس میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا جسے ریڈیو ایسٹرو نومی یا ریڈیائی ہیئت کہتے ہیں۔ چونکہ یہاں ریڈیو سگنل علم ہیئت کو ترقی دینے کے لیے استعمال ہو رہے ہیں، اس لیے ہیئت کی یہ شاخ "ریڈیائی ہیئت" اور ڈش انٹینا صحیح معنوں میں ریڈیو ٹیلے اسکوپ یا ریڈیائی دوربین کہلائی حالانکہ اس میں عام دوربین کی طرح نظر کچھ نہیں آتا۔ صرف سگنل آتے ہیں۔

ڈش انٹینا دھات کی کسی پتلی چادر سے بھی بنائی جا سکتی ہے اور اسے تاروں کا جال مکمل کر کے بھی بنایا جا سکتا ہے۔ یہ پہلے تمام سگنل جمع کر کے انھیں ایک مرکز پر جمع کر دیتا ہے جہاں سے انھیں ایمپلی فائر کے ذریعہ سے بڑھا چڑھا کر کسی جگہ بھی سنا جا سکتا ہے۔

کائنات کا جائزہ لینے کے لیے ریڈیو ٹیلے اسکوپ دنیا کے مختلف ملکوں میں لگائی گئی اور انھوں نے وہ خدمات انجام دیں جو عام دوربینوں کے بس کی بات نہیں تھی۔ ان میں سے بعض ایسے کمالات کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوئیں۔ مثلاً ایک ٹیلے اسکوپ انگلینڈ میں مانچسٹر کے قریب جوڈرل بنک پر نصب ہے۔ اس کے پیالے کی چوڑائی ڈھائی سو فیٹ ہے۔ ابھی پچھلے دنوں اس کی مدد سے دوسرے ستاروں کے ایک سیارے کا سراغ لگایا گیا تھا۔ سیارہ تو نظر نہیں آیا کیوں کہ اس دوربین کا تعلق دیکھنے سے نہیں ہے لیکن اس کے وجود کا یقین ہو گیا۔

بعض ریڈیو ٹیلے اسکوپ ایسی ہیں جن کے پیالے یعنی ڈش کو گھما کر ان کا رخ آسمان کے کسی بھی حصے کی طرف موڑا جا سکتا ہے۔ ان گھومنے والی ریڈیائی دوربینوں میں سب سے بڑی وہ ہے جو جرمنی میں بون کے قریب افلز برگ نامی مقام پر لگائی گئی ہے۔ اس کی ڈش کی چوڑائی ۳۲۸ فیٹ ہے۔

نہ گھومنے والی ریڈیائی دوربینوں میں سب سے بڑی وہ ہے جو ۱۹۶۳ء میں پورٹوریکو میں ائی گئی۔ المونیم کی اس عظیم ڈش انٹینا کا قطر ایک ہزار فیٹ ہے۔ وہ ایک جگہ ساکن ہے ں لیے بیرونی خلا سے آنے والے سگنل مستقل طور پر اس پر آتے رہتے ہیں۔ اور منعکس ہو .ایک اور ایریل پر مرکوز ہو جاتے ہیں جہاں سے انھیں موصول کیا جا سکتا ہے۔

ڈش انٹینا یا ریڈیائی دور بینوں سے ایسے ستاروں' ستاروں کے مجموعوں' کہکشاؤں اور گیس اور گرد کے بادلوں کا سراغ لگایا جا چکا ہے جن کی روشنی کو ہم تک آنے میں اربوں سال لگ جاتے ہیں' جب کہ روشنی کی رفتار دنیا میں سب سے زیادہ ہے یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکینڈ۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ اس زبردست رفتار کے ساتھ روشنی ایک دن میں' ایک مہینے میں اور ایک سال میں کتنا عظیم فاصلہ طے کرے گی۔

روشنی ایک سال میں جتنا فاصلہ طے کرتی ہے وہ فاصلہ ایک نوری سال (LIGHT YEAR) کہلاتا ہے۔ کائنات اتنی وسیع ہے کہ بعض ستاروں اور کہکشاؤں کی روشنی کو ہم تک آنے میں اربوں سال لگ جاتے ہیں۔ یعنی ان کے فاصلے ہم سے اربوں نوری سال ہیں۔ اگر ایسا کوئی ستارہ آج چمکنا بند کردے تو وہ آئندہ اربوں سال تک بھی چمکتا نظر آتا رہے گا۔ ذرا سوچیے کیسے؟

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ٹیلکس مشین کس طرح کام کرتی ہے اور جو پیغام ہم اس طرف لکھتے ہیں وہ دوسری طرف کیسے پہنچ جاتا ہے؟ لبنیٰ سلیم'

جواب: جب ٹیلے گرافی یا تار برقی ایجاد ہو گئی تو تمام شہروں کے درمیان تاروں کا جال بچھا دیا گیا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تار بھیجے جانے لگے۔ الفاظ ایک آلے کی مدد سے چھوٹی بڑی آوازوں میں تبدیل کر دیے جاتے تھے۔ اور یہ آوازیں برقی اشاروں میں تبدیل ہو کر دوسری جگہ پہنچ جاتی تھیں جہاں ان اشاروں کو ایک آلے کی مدد سے پھر انھی آوازوں میں تبدیل کر لیتے تھے۔ ان آوازوں کو سن کر ایک اوپریٹر وہی الفاظ لکھ سکتا تھا' کیوں کہ وہ اس کام کو جانتا تھا۔ یہ تھا پرانا طریقہ۔

صرف شہروں کے درمیان ہی نہیں بلکہ مختلف ملکوں کو بھی موٹے موٹے تاروں کے ذریعہ سے آپس میں ملا دیا گیا جو "کیبل" کہلاتے ہیں اور دنیا کے سمندروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ دنیا کے تمام شہروں کے درمیان پیغام رسانی ممکن ہو گئی۔

مزید ترقی ہوئی تو تاروں کا کام ریڈیائی لہروں سے لیا جانے لگا۔ اور پھر ایک ملک سے دوسرے ملک میں پیغامات بھیجنا تیز اور نہایت آسان ہو گیا۔ اس کام میں ایک مشین استعمال ہونے لگی جسے "ٹیلے پرنٹر" کہتے ہیں۔ اسے آپ ایک طرح کا برقی ٹائپ رائٹر سمجھیے جو اب

پرانے آلوں کی جگہ تمام اچھے تار گھروں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک تار گھر کا پرنٹر تار وال کیبل یا ریڈیو کے ذریعہ سے دوسرے شہر کے پرنٹر سے جڑا ہوتا ہے۔ جب آپ کوئی تار بھیجنا چاہتے ہیں تو وہ اوپریٹر آپ کے الفاظ ایسی ہی اس مشین پر ٹائپ کرتا ہے اور وہ ساتھ ساتھ اس مشین پر ٹائپ ہوتے رہتے ہیں جو اس شہر کے تار گھر میں لگی ہوتی ہے جہاں آپ کو تار بھیجنا ہے۔ اس شہر کا اوپریٹر آپ کا پیغام کاغذ کے فیتے سے الگ کر کے ایک فارم پر چپکا دیتا ہے اور دفتر کا آدمی وہ کاغذ آپ کے گھر پہنچا دیتا ہے۔

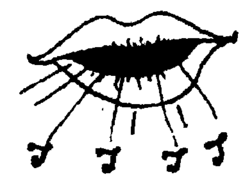
پیغام رسانی کا کام ٹیلی پرنٹر سے بہت آسان ہو گیا ہے۔ جب پیغام ٹائپ ہوتا ہے تو ساتھ ساتھ ایک سگنل تاروں کے ذریعہ سے دوسرے مقام تک جاتا رہتا ہے جس سے وہاں کی مشین حرکت میں آجاتی ہے اور وہی الفاظ ٹائپ کر دیتی ہے۔ مختلف شہروں کے لیے الگ الگ کوڈ ہوتے ہیں۔

ٹیلکس بھی اسی طرح کا پیغام رسانی کا بین اقوامی نظام ہے۔ اس میں بھی ٹیلی پرنٹر استعمال کیا جاتا ہے جسے آپ ڈاک اور تار کے محکمے سے کرائے پر لے کر دفتر میں لگا سکتے ہیں۔ اس میں آپ کو یہ آسانی رہتی ہے کہ آپ جس وقت چاہیں اپنا پیغام دوسرے شہر بھیج سکتے ہیں۔ آپ کو صرف الفاظ ٹائپ کرنے ہوتے ہیں۔ آپ کو اس شہر کا کوڈ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کسی دفتر کا ٹیلکس نمبر پڑھیں گے تو اس میں کوڈ اور نمبر دونوں موجود ہوں گے۔ ٹیلکس نظام دنیا بھر میں رائج ہے۔ یہ سستا بھی ہے اور تیز بھی۔



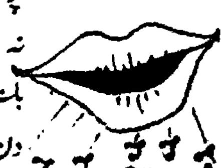
بارے کچھ کان کا بیان ہو جائے

عامر خورشید





کون ہے دوست، کون دشمن ہے / کان بھرنا بھی اک بڑا فن ہے
کچھ ہیں شوقین، پان کھاتے ہیں / کچھ ہیں ایسے جو کان کھاتے ہیں
رازداری کی یہ بھی ہے پہچان / نہ خبر ہو کسی کو کانوں کان
جو تھے جھوٹے وہ بن گئے سچے / لوگ ہیں کتنے کان کے کچے
پڑ نہ جائے کہیں بُری عادت / نہ سنو کان سے کوئی غیبت
نہ بُرائی کی کوئی بات سنو / صرف اچھائیوں پہ کان دھرو
بات جن کے نہ کان میں ٹھہرے / اُن سے بہتر ہیں وہ جو ہیں بہرے
دن کی ہو کوئی بات یا شب کی / کان سنتے ہیں اپنے مطلب کی



ہے یقیناً وہی بھلا انسان
سنتے ہیں اچھی بات جس کے کان



ایاز محمود

درِ حیرت

سائنسی معلوماتی سوال و جواب کا سلسلہ

محمد کاشف...

سوال...... اگر زمین کے اندر کشش کی قوت موجود ہو تو جب ہم زمین پر ہی کسی کمرے کو ویکیوم کرتے ہیں تو اس وقت زمین کی چیزوں کو کھینچنے کی کشش کہاں جاتی ہے؟

○...... ڈراپر میں کسی مائع کا اس وقت تک نہ گرنا جب تک اس کو ہوا کا دباؤ مہیا نہ کیا جائے اس بات کی علامت ہے کہ یہ سب ہوا کے دباؤ کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا اس وقت زمین کی کشش کہاں جاتی ہے؟

○...... جب ہم گیس والے غبارے کو ہوا میں چھوڑتے ہیں تو وہ اوپر کی طرف کیوں اٹھتا ہے، نیچے کیوں نہیں آتا ہے؟ یقیناً آپ کا یہاں جواب یہ ہوگا کہ غبارے کی گیس ہوا سے ہلکی ہے، چنانچہ اس جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ کشش ثقل کے بجائے ہوا کے دباؤ کا عمل دخل زیادہ ہے۔

جواب...... آپ کے نہایت طویل سوال کا مختصر جواب حاضر ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ زمین ہی نہیں بلکہ ہر مادی شے دوسری مادی شے کو اپنی جانب کھینچتی ہے اور اس قوت کو تجاذب کہتے ہیں۔ آپ کا یہ خیال درست نہیں کہ ویکیوم (VACUUM) کی صورت میں بے وزنی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بات اصولی اور عملی اعتبار سے غلط ہے۔

○...... ڈراپر سے مائع کا نہ گرنا ہوا کے دباؤ کا



...حقت ہے۔ ڈھاپر کے نچلے سرے پر ہوا کا
...موجود ہوتا ہے جو پانی کے قطرے کو گرنے
...دیتا۔ اس کا توڑ کرنے کیلیے اوپر والے رہ کے
...کو دبا کر ہوا کا دباؤ مہیا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا یہ
...تجاذب کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔

..... حقیقت یہ ہے کہ تجاذب کی وجہ ہی سے
...ت اور ہماری دنیا قائم و دائم ہے۔ آپ کو تو پتہ
...ہے کہ زمین اپنے محور پر لٹو کی طرح گھوم رہی
...گھومتے ہوئے لٹو کی سطح پر ریت کے دانے
...کر دیکھیے۔ دانے چاروں جانب بکھر جائیں
...اگر تجاذب نہ ہوتی تو زمین پر گھومتے ہوئے
...ریت کے دانوں والا حشر ہوتا۔ نہ پانی ہوتا اور
...تا۔ ہمارا اور آپ کا تو خیر ذکر ہی کیا ہے۔

خواجہ عرفان احمد.....

..... ایک گلاس کو پانی سے لبالب بھر لیں اور
...ت احتیاط سے ایک میز پر رکھ دیں پھر ایک
...سے پانی پر نمک چھڑکتے جائیں اور دوسرے
...سوئیٹر بننے کی سلائی سے آہستہ آہستہ پانی
...تاکہ پانی باہر نہ گرے۔ فرض کیجیے اس
...نے نمک دانی سے ایک چھٹانک نمک
...چھڑک دیا تو آپ دیکھیں گے کہ سارا
...میں چلا گیا مگر پانی کی سطح ذرا بھی بلند نہیں
...قطرہ پانی بھی گلاس سے نہیں گرا۔
...گیا؟ اس کے برعکس اگر کوئی اور
...تو پانی چھلک جائے گا۔
... آپ کے علم میں ہوگی

کہ کائنات کی تمام اشیاء سالموں یا ملی کیولز سے مل کر بنی ہیں۔ آپ نے پانی میں نمک حل ہونے کی بات پوچھی ہے تو بھائی اس کا جواب بہت سادہ ہے۔ سالمے، جن سے مل کر پانی بنتا ہے، کرہ یا گیند کی شکل کے ہوتے ہیں۔ اب ایسے کسی ڈبے کا تصور کیجیے جس میں اوپر سے نیچے تک ٹیبل ٹینس کی گیندیں بھری ہوئی ہوں۔ بظاہر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ڈبہ بھرا ہوا ہے لیکن ہم یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ دو گیندوں کے درمیان واضح جگہ موجود ہے جس کی وجہ گیند کی مخصوص شکل ہے۔ پانی میں موجود سالموں کے ساتھ بھی یہی صورت ہوتی ہے۔ یعنی درمیانی جگہ موجود ہوتی ہے جس کو نمک پُر کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ نمک ایک خاص حد تک ہی پانی میں حل ہو سکتا ہے اور جب تمام خالی جگہیں پُر ہو جاتی ہیں تو مزید حل ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔ آپ نے سوال کے ساتھ جوابی لفافہ بھیجا ہے۔ اگر ہم آپ کو براہ راست جواب دے دیں تو ممکن ہے آپ کا بھلا ہو جائے لیکن باقی دوسرے ساتھی اس سے محروم رہ جائیں گے۔ لہٰذا آئندہ تمام سوالات رسالے کے توسط سے ہی بھیجیے۔ دیگر ساتھیوں سے بھی گزارش ہے کہ جوابی لفافہ بھیجنے سے احتراز کریں۔

عامر ممتاز طور.....

سوال ..... بلیک ہولز کے بارے میں تفصیل سے تحریر کیجیے۔

جواب..... ایک برطانوی سائنس دان کا کہنا

کائنات لامحدود حد تک حیرت انگیز نہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔ بلیک ہولز کائنات کے وہ پُراسرار اندھے کنویں ہیں جنھوں نے عقل انسان کو حیران کر رکھا ہے۔ آج کل کے جدید دور میں بلیک ہولز کے تصور کو ایک سائنسی حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ بلیک ہولز کیا ہیں؟ تو یہ اور ہم اس کا تفصیلی جواب تو شاید ان صفحات میں نہ دیا جاسکے لیکن مختصراً پہلے چند بنیادی باتوں کو سمجھ لیجیے۔

۱۔ ستارے گیسوں کے بہت بڑے بڑے اجسام ہیں جو بہت زیادہ تپش کے ساتھ دہک رہے ہیں اور ہمارا سورج بھی ایک ستارہ ہے۔

۲۔ کائنات میں ہر شے دوسری شے کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور اس کھینچنے کی قوت کو تجاذب کہتے ہیں۔ تجاذب کی قوت میں کمی یا بیشی کا تعلق اجسام کی کمیت (Mass) اور دو اجسام کے درمیانی فاصلے پر منحصر ہے۔ یعنی چھوٹے جسم کی تجاذب بڑے کے مقابلے میں کم ہوگی اور اجسام کے درمیان فاصلہ جتنا کم یا زیادہ ہوگا تجاذب بھی اسی حساب سے کم یا زیادہ ہوگی۔

اب ان ستاروں کی خبر لیں جو کروڑوں اربوں سال سے مستقل جلے جا رہے ہیں۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ان ستاروں کی ایک طبعی زندگی ہوتی ہے جس کو پورا کرنے کے بعد یہ ختم ہوجاتے ہیں۔ اور ان کا خاتمہ ایک نہایت بڑے دھماکے کی صورت میں ہوتا ہے۔ ستارے کا مرکز جو نہایت طاقتور قوت تجاذب کا حامل ہوتا ستارے کی اندرونی سطحوں کو نہایت تیزی کھینچنا شروع کر دیتا ہے۔ جیسے جیسے یہ فاصلہ جاتا ہے تجاذب بڑھتی جاتی ہے جو کہ آخر کار لامحدود کثیف نقطے پر مرکوز ہوجاتی ہے۔ ایسے کو بلیک ہول کہتے ہیں۔ یہاں قوت تجاذب ا زبردست ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ اس سے کے لیے ضروری ہے کہ روشنی کی رفتار سے زیادہ تیز رفتاری سے سفر کیا جائے، جو ممکن نہیں حد تو یہ ہے کہ خود روشنی اس میں داخل ہوجائے نکل نہیں سکتی۔ لہٰذا انھیں نہ ہی دیکھا جاسکتا اور نہ ہی ان کی تصویر لی جاسکتی ہے۔ نہایت قسم کے حساس سائنسی آلات ان کی موجودگی کا دیتے ہیں۔

سارہ جبیں.....

سوال...... زمین کا اختتام کہاں ہوتا ہے؟ اور ز کے اختتام سے آگے یا نیچے کیا ہے؟ زمین ایک [redacted] لٹکی ہوئی ہے اگر ہے تو یہ سورج کے گرد گرد کس طرح کرتی ہے؟

جواب...... کائنات، نظام شمسی اور زمین کے بار میں ہم اکثر و بیشتر تفصیل سے بتاتے رہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ رسالہ غور سے پڑھتیں۔

زمین، جیسا کہ سب کے علم میں ہے، گول اور اپنے محور پر چکر کھانے کے ساتھ ساتھ کے گرد بھی ایک خاص بیضوی مدار میں چکر ہے۔ اپنے محور پر گھومنے سے دن رات

۔ اور چونکہ زمین سورج کے حوالے سے اس اردگرد چکر لگا رہی ہے تو اس عمل سے موسموں تبدیلی ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سردیوں میں زمین سورج سے دور اور گرمیوں میں قریب ہوتی ہے۔ یہ نہایت غلط اور گمراہ کن ہے اور سائنسی اصولوں کے عین برخلاف۔ حقیقت یہ ہے کہ موسم سرما میں زمین نسبتاً سورج سے قریب ہوتی ہے لیکن سورج کی شعاعیں ہم تک ترچھی پہنچتی ہیں لہٰذا سردیوں والی کیفیت ہوتی ہے۔ آپ نے پوچھا ہے کہ زمین کا کنارہ کہاں ہے؟ اس کا جواب ہم کیا دیں؟ یہ بتایئے کہ آپ نے کا کوئی کنارہ محسوس کیا ہے؟ یقیناً نہیں۔ چونکہ یہ ہر طرف سے گول ہوتی ہے۔ یہی در تحلل زمین کے ساتھ ہے۔ ہم نے آپ کے سوال کا جواب خاصی تفصیل سے اس طرح دیا ہے کہ اس میں کئی ضمنی سوالات کے جوابات بھی آجائیں۔

قیصر عزیز......

سوال...... کس سائنس دان کی دریافت تھی کہ ہوا کے بغیر آگ بجھ جاتی ہے؟

جواب...... پرانے زمانے میں سائنس دانوں کا یہ خیال تھا کہ دنیا کی ہر چیز میں ایک نظر نہ آنے والی ہوتی ہے جو اس چیز کے جلنے سے نکل جاتی سائنس دانوں نے اس نظر نہ آنے والی شے سٹیمین" کا نام دیا۔ بعد میں فرانس کے ایک سائنس دان لوائزے نے ثابت کی چیز کے جلنے کیلئے آکسیجن نامی گیس کی موجودگی ضروری ہے۔ آکسیجن چیزوں کو جلنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ گیس بے رنگ، بے ذائقہ ہوتی ہے اور اسکی کوئی بو بھی نہیں ہوتی۔ لیکن ہماری اور دیگر حیوانات کی زندگی کا دارومدار اسی پر ہے۔

صغیر حسین بھٹو......

سوال...... جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ گنجا نہیں ہوتا۔ مگر ایک عمر میں پہنچ کر وہ گنجا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجوہات اور علاج کے بارے میں کچھ بتائیں۔

جواب...... گنجاپن دو اقسام کا ہوتا ہے۔ عارضی اور مستقل۔ عارضی گنجے پن کی وجوہات میں تیز بخار کا آنا، تپ دق، خوراک کی کمی اور جلدی بیماریاں وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن ایسی صورت میں ایک سال کے اندر بال دوبارہ آجاتے ہیں۔ مستقل گنجاپن عموماً وراثت میں ملتا ہے۔ اس کا تعلق عمر کے بڑھنے اور ہارمونز کی کمی بیشی سے بھی ہے۔ یہ قطعی طور پر لاعلاج ہوتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تقریباً چالیس فیصد سے زیادہ لوگ اس کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کا حملہ پورے سر پہ بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ صرف مردوں تک ہی محدود ہے۔ خواتین کبھی بھی مکمل طور پر بالوں سے محروم نہیں ہو سکتیں۔ نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ بال گرنے کی صورت میں کسی قسم کا علاج، کوئی تیل یا کریم فائدہ مند ثابت نہیں ہوتی۔ نیم حکیموں اور بلند و بالا دعوے کرنے والے معالجوں سے دور ہی رہیں تو بہتر ہے۔ یہ لوگ دراصل ہماری ناواقفیت کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

دنیا کا سب سے لمبا آدمی



انتخاب و ترجمہ : خالد خلیل

محفوظ رکھی جانے والی انسانی تاریخ میں سب سے طویل القامت انسان ہونے کا اعزاز رابرٹ پرشنگ واڈلو کو حاصل ہے رابرٹ پرشنگ واڈلو ۲۲ فروری ۱۹۱۸ء کو آلٹن، امریکہ میں پیدا ہوئے۔

۲۷ جون ۱۹۴۵ء کو ڈاکٹر میک بریڈ اور ڈاکٹر چارلس جو کہ واشنگٹن یونیورسٹی میں اناٹومی کے پروفیسر تھے انہوں نے رابرٹ واڈلو کے قد کی پیمائش کی تو ان کا قد ۲۷۲ سینٹی میٹر (۸ فٹ ۱۱ء ۱۱ انچ) تھا جبکہ دونوں بازوؤں کی لمبائی ایک سرے سے دوسرے سرے تک ۲۸۸ سینٹی میٹر (۹ فٹ ۷۵۔۵ ۱ انچ) تھی۔

رابرٹ واڈلو کا موت سے ۱۸ دن پہلے مشی گن کے ایک ہوٹل میں وزن کیا گیا تو ۱۹۹ کلو گرام نکلا اور قد نو فٹ کے لگ بھگ : چکا تھا۔

رابرٹ واڈلو اپنی ۲۱ ویں سالگرہ تک کئی ریکارڈ قائم کر چکا تھا اس کا وزن سالگرہ والے دن ۶ء۲۲۲ کلو گرام تھا جبکہ جوتوں کی لمبائی ساڑھے اٹھارہ انچ تھی ہاتھ کی لمبائی کلائی سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک تقریبا ساڑھے بارہ انچ تھی۔

رابرٹ واڈلو نے اپنے آخری دن بیماری میں گزارے وہ اس دنیا سے ۲ اگست ۱۹۴۰ء کو رخصت ہوا لیکن اپنا نام دنیا بھر کی ریکارڈ بک کی زینت بنا گیا۔

اپنا کام

نظم پارہ نظمی

"بابا! بابا! میرے جوتے پالش کرو" حامد چلّایا۔ ویسے تو حامد میں تمام خوبیاں
تھیں مگر ایک برائی تھی۔ وہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے نہیں کرتا تھا۔ بس وہ ہر وقت بابا
ر آوازیں دیتا:

"بابا، میرے لیے ناشتا لگا دو۔ بابا، میرے کپڑوں پر استری کر دو۔ بابا، پانی گرم
ر دو۔ بابا، جوتے پہنا دو"

اور بابا سارے کام بھاگ بھاگ کر کرتے رہتے۔ ان کا سانس بھی پھول جاتا تھا
ر حامد کو احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ بابا بڑے شفیق تھے۔ کتنے پیار سے بات کرتے
تھے۔ بابا اُن کے پرانے ملازم تھے۔

ایک دن انھوں نے حامد سے بڑے پیار سے پوچھا، "بیٹا، کہاں جانا ہے؟"

"بابا، ہمارے اسکول میں نئے ماسٹر صاحب آئے ہیں۔ بہت اچھے ہیں۔ میں
ن سے ملنے جا رہا ہوں" حامد نے بتایا۔

"اچھا تو آپ کو وہ استاد صاحب پسند آ گئے ہیں" بابا نے اس کے جوتے کے تسمے
ندھتے ہوئے کہا۔

"ہاں بابا، یہی سمجھ لیجیے۔ میں اُن سے بہت متاثر ہوا ہوں" حامد نے کہا۔

حامد ماسٹر صاحب کے گھر پہنچا مگر دروازے میں اُس کے قدم جم گئے، کیوں کہ
سٹر صاحب اپنے گھر میں سفیدی کر رہے تھے۔

"سر! السّلام علیکم"

"وعلیکم السّلام بیٹا، آپ؟"

جی سر، آپ یہ سفیدی خود، میرا مطلب ہے کسی کو بُلا لیا ہوتا!" حامد بات نہیں
پا رہا تھا۔

"میں اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں۔" پھر ماسٹر صاحب اُسے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے آئے جہاں چار کرسیاں، ایک میز ایک کتابوں کی الماری اور ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ "تم بیٹھو میں چائے بنا کر لاتا ہوں۔"

حامد کام چور ضرور تھا، بے ادب نہیں۔ لہٰذا اس نے منع کیا۔ "نہیں سر جی۔ آپ نہیں بنا کر لائیے تکلیف ہو گی۔"

"نہیں بھئی، ذرا سی دیر کا کام ہے۔" ماسٹر صاحب مسکرائے اور چلے گئے۔

حامد یہ کہنا چاہتا تھا کہ چائے میں بنا لاؤں مگر اس کو چائے بنانی ہی نہیں آتی تھی اس لیے اسے شرمندگی ہو رہی تھی۔ ماسٹر صاحب چائے بنا کر لے آئے اور بولے:

"ہاں، تو تم اس بات پر حیران تھے کہ میں اپنا کام خود کرتا ہوں۔ اللہ نے ہمیں ہاتھ پاؤں اسی لیے دیے ہیں کہ ہم کسی کے محتاج نہ رہیں۔ تم نے اکثر لنگڑے لُولے بھکاری بھیک مانگتے دیکھیں ہوں گے۔ وہ ترستے ہیں کہ اُن کے ہاتھ پاؤں دوبارہ آجائیں تو وہ یہ کام چھوڑ دیں۔ ہاتھ پاؤں کے نہ ہونے سے ہی تو اُنھیں بھیک مانگنی پڑتی ہے۔ وہ محنت مزدوری نہیں کر سکتے۔ ہم کتنے خوش نصیب ہیں! ہمیں اپنا کام اللہ تعالیٰ کے شکرانے کے طور پر بھی کرنا چاہیے کہ اُس نے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان وغیرہ جیسی نعمتوں سے ہمیں نوازا۔ بڑا انسان وہی ہے جو اپنے کام کے لیے دوسروں کو تکلیف نہ دے۔"

"جی!" حامد کی نظریں جھک گئیں۔

"کیوں؟ آپ اپنا کام اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے؟" ماسٹر صاحب نے پوچھا۔

"جی! جی ہاں سر۔" حامد کا جھوٹ چہرے سے صاف ظاہر تھا۔ کبھی جھوٹ بولا جو نہیں تھا۔

"دیکھو میاں! اس جھوٹ کو نبھانا ہو گا، اگر آج مجھ سے کہا ہے کہ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرتے ہو تو ہمیشہ کرنے ہوں گے۔" ماسٹر صاحب پتا نہیں کس طرح پہچان گئے تھے۔ شاید ہر استاد چہرہ پڑھ لیتا ہے۔ حامد نے چونک کر ماسٹر صاحب کو دیکھا اور پھر نظریں چرا لیں۔ آج وہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنے کا عہد کر چکا تھا۔

کرشمہ

اظہر نیاز

قسط نمبر ۵

جواد ذیشان کا دوست تھا۔ وہ ایک حیرت انگیز صلاحیت کا مالک تھا جسے ذیشان کے ابو، آغا عمران نے چھٹی حس کا دیا تھا۔ جواد کو آنے والے خطرات کا پہلے سے علم ہو جاتا تھا اور اس حس کا مظاہرہ وہ اکثر کرتا رہتا تھا ایک بار اس نے ل میں اچانک یہ شور مچا کر کہ چھت گرنے والی ہے، پوری کلاس کو کمرے سے باہر نکال دیا اور واقعی تھوڑی دیر بعد چھت ئی۔ آغا عمران پولیس افسر تھے۔ جواد نے کئی کیسوں میں ان کی بھرپور مدد کی تھی۔ آج بھی وہ ذیشان سے ملنے تو آغا عمران سے اس کی ملاقات ہو گئی جنہوں نے جواد کو خوش خبری سنائی کہ وہ حسب خواہش ٹی وی کے ڈراموں کام کر سکتا ہے۔ انہوں نے اسے اپنے ایک دوست ٹی وی پروڈیوسر کے نام تعارفی خط بھی دیا۔ مگر جواد نے انہیں جو بات اسے سن کر وہ ڈر سے گئے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ آپ کی جان کو خطرہ ہے۔

آغا عمران دفتر پہنچے تو پہلا ٹیلی فون آئی جی صاحب کا تھا۔ انہوں نے ایک بہت اہم کیس ان کے حوالے کیا تھا اس کے بارے میں ضروری ہدایات اور ہر ممکن قانونی اختیارات بھی دیئے تھے۔ انسپکٹر شعیب کو ان کا مددگار بنایا گیا تھا جو طرح سے آغا صاحب کے دست راست تھے۔ .... جواد، آغا عمران کا خط لے کر اپنی امی کے ساتھ ٹیلی نا اسٹیشن پہنچا تو اس کی ملاقات پروڈیوسر انصاری صاحب سے ہوئی۔ آڈیشن میں جواد کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اور ری صاحب نے اسے پیدائشی اداکار کا خطاب دیتے ہوئے ڈرامے کے لیے منتخب کر لیا جس میں اسے ایک چلڈرن کلب کے مین کا کردار کرنا تھا۔ انصاری صاحب سے رخصت ہونے سے قبل جواد نے ٹی وی اسٹیشن کو بجلی کی فراہمی کے ذرائع کے



بارے میں ایک غیر متوقع سوال کیا۔ انصاری صاحب نے کہا کہ ٹی وی کی بلڈنگ میں صرف ایک جنریٹر استعمال ہوتا ہے۔ اگر وہ بھی خراب ہو تو ظاہر ہے اسٹیشن کا سارا کام رک جائے گا۔ جب جواد ان کے کمرے سے نکلا تو اچانک لائٹ آف ہوگئی۔ جنریٹر کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ بھی خراب ہے۔ انصاری صاحب نے سوچا کیا یہ محض اتفاق ہے۔

آغا عمران نے اس فائل کا بغور مطالعہ کیا جس کی بنیاد پر انہیں اچھے سے کیس کو حل کرنا تھا۔ اس بار انہوں نے ذرا مختلف انداز سے کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ انسپکٹر شعیب کو انہوں نے ایس ایس پی صاحب کی طرف بھیجا تھا تاکہ ان سے مشکوک افراد اور جگہوں کی ایک فائل لے آئیں۔ یہ کیس منشیات فروشوں کے سلسلے کا تھا۔ اطلاعات تھیں کہ موت کے سوداگروں نے اس بار بچوں کی زندگیوں سے کھیلنے کا پروگرام بنایا تھا اور اسکولوں کے اندر اور باہر ایسی کھانے پینے کی چیزوں کی فروخت شروع کی تھی جن میں نشہ ملا ہوتا تھا۔ آغا عمران نے ذیشان کے ذریعے ایسی جگہوں سے کھانے پینے کے اشیاء کے نمونے حاصل کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ .... جواد نے اپنا کردار بخوبی نبھایا تھا اور انصاری صاحب اس سے مطمئن تھے۔ مس نائلہ جو اس ڈرامے میں، اداکاری سکھانے والی ایک ٹیچر کا رول کر رہی تھیں، جواد سے خاصی متاثر تھیں۔ ریہرسل ختم کرنے کے بعد ایک بچے نے جواد کے منع کرنے کے باوجود ایک ٹافی کھائی اور بے ہوش ہوگیا۔ اسے ٹی وی اسٹیشن کی وین میں فوراً ہسپتال، پہنچایا گیا۔ جواد نے آغا عمران صاحب کو فون کیا اور جلدی سے ہسپتال پہنچنے کے لئے کہا۔

آغا عمران سخت پریشان تھے کیوں کہ وائرلیس پر انسپکٹر شعیب سے کوئی رابطہ نہیں ہو رہا تھا پھر فون پر رابطہ ہوا تو انسپکٹر نے بتایا کہ دشمنوں نے ان پر خود کار اسلحہ سے فائرنگ کر کے ان سے فائل چھین لی ہے۔ آغا صاحب نے انہیں تسلی دی اور خود ہسپتال کی طرف چلے گئے۔ وہ حیران تھے کہ بچہ ٹافی کھا کر بے ہوش کیسے ہوگیا۔

جواد کی ان ڈور ریکارڈنگ ختم ہوئی تو مس نائلہ نے اسے اپنی کار میں گھر تک چھوڑنے کی پیش کش کی۔ مس نائلہ سے اپنے ابو سے ملوانے کے لئے اپنے گھر لے جانا چاہتی تھیں مگر جواد نے کل آنے کا وعدہ کر کے اپنے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔ راستے میں انہیں سرخ رنگ کی ایک مشکوک کار نظر آئی جو مس نائلہ کے ابو کی تھی۔ گھر پہنچ کر جواد نے ذیشان کو تمام واقعات سے آگاہ کیا اور کہا کہ کل وہ مس نائلہ کے گھر جائے گا اگر رات آٹھ بجے تک اس کا فون نہ آئے تو آغا عمران کو کہہ دیا جائے کہ ان کی جان خطرے میں ہے اور اگلے دن ذیشان نے ٹھیک آٹھ بجے رات اپنے ابو کو یہ پیغام پہنچا دیا۔

اب آپ آگے پڑھیے

ایک بہت بڑی قلعہ نما کوٹھی کے باہر آغا عمران اور انسپکٹر شعیب کھڑے سوچ رہے تھے کہ آج انہوں نے معرکہ سر کر لیا۔ اس کوٹھی کا مالک یقیناً بہت بڑا اسمگلر ہوگا اور ہو سکتا ہے شہر میں فروخت ہونے والی ہیروئن کی تجارت میں بھی اس کا ہاتھ ہو۔ انسپکٹر شعیب نے وائرلیس پر ان تمام لوگوں سے بات کی جنہوں نے پوری کوٹھی کو گھیر رکھا تھا۔ ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد انسپکٹر شعیب نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔

"کون ہے؟"

ایک کرخت آواز آئی۔ مگر انسپکٹر شعیب کے ایک بھرپور وار نے چوکیدار کو بہت پیار سے بے ہوش

کر دیا۔ انسپکٹر شعیب نے اسے گھسیٹا اور گیٹ کی دیوار کے ساتھ چھپا کر بٹھا دیا اور پھر ایک لمحہ ضائع کیے بغیر دونوں گیٹ کے ساتھ ہی درختوں کی آڑ میں دبک گئے۔ وہ ابھی حالات کا جائزہ لے ہی رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا۔ جواد دروازے سے باہر نکلا۔

اس کے پیچھے ایک کلاشن کوف بردار خوفناک سا آدمی تھا۔

کلاشن کوف بردار شخص کے پیچھے ایک اسمارٹ آدمی تھا اور اسمارٹ آدمی کے ساتھ ایک لڑکی تھی۔

"غالباً یہی نائلہ ہے؟" انسپکٹر شعیب نے آغا عمران کے کان میں سرگوشی کی۔

"اور غالباً وہ نائلہ کا باپ ہے۔" آغا عمران نے مذاق کے انداز میں کہا۔

انسپکٹر شعیب کو اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ اس نے یہ کیا بات کہی تھی کہ غالباً یہ نائلہ ہے۔

جواد کو ایک بہت بڑی گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔ اس گاڑی کے پیچھے وہ کلاشن کوف بردار شخص بیٹھ گیا۔ نائلہ کے ابّو نے ایک طرف دیکھتے ہوئے چٹکی بجائی۔ ایک اور گاڑی آگے بڑھی اور نائلہ کے ابو اس گاڑی میں بیٹھ گئے دونوں گاڑیاں گیٹ کی طرف بڑھیں، گیٹ ریموٹ کے ذریعہ خود بخود کھل گیا۔

"چوکیدار! چوکیدار؟"

کئی طرف سے آوازیں آئیں۔ انسپکٹر شعیب نے آغا عمران کی طرف دیکھا اور دونوں تیزی سے درختوں کی آڑ سے باہر نکل آئے۔ انسپکٹر شعیب نے وائرلیس پر تمام پولیس دستوں کو فارغ کر دیا اور آغا عمران کے ساتھ گاڑی پر سوار ہو کر صرف ایک جیپ کو اپنے پیچھے آنے کی ہدایت کی۔ مقصد یہ تھا کہ آگے جانے والی دونوں گاڑیوں کا تعاقب کیا جائے تھوڑی دیر بعد دونوں گاڑیاں ایک سگنل پر رکیں، بتی سبز ہوتے ہی ایک گاڑی دائیں اور دوسری بائیں طرف کو مڑ گئی۔ انسپکٹر شعیب کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ پیچھے سے ہارن پہ ہارن بج رہے تھے۔ آخر وہ بھی ٹریفک کے ساتھ دائیں طرف کو مڑ گیا جدھر نائلہ کے ابو کی گاڑی گئی تھی۔ اپنے پیچھے والی پولیس جیپ کو اس نے وائرلیس پر جواد کے پیچھے جانے کو کہا۔

دو ایک سڑکوں پر گھومنے کے بعد نائلہ کے ابو کی کار ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے سامنے رک گئی۔ پتا چلا ہوٹل میں بچوں کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی شو ہو رہا ہے جسے نائلہ کی امّی نے ترتیب دیا ہے اور نائلہ کے ابو مہمان خصوصی ہیں۔ اس شو کی آمدنی کسی یتیم خانے کو دی جانی تھی۔

انسپکٹر شعیب نے وائرلیس پر رابطہ کیا تو دوسری طرف سے جواب ملا۔ "جواد بخیریت اپنے گھر پہنچ گیا اور جواد کو چھوڑ کر وہ گاڑی واپس اپنی کوٹھی چلی گئی ہے۔ چوکیدار کو ہوش آ گیا ہے، لیکن اسے

کچھ معلوم نہیں ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔" آغا عمران بہت زور سے ہنسے۔

"لڑکے..... چلو گھر چلیں۔ آج کی تاریخ میں اتنا ہی کافی ہے۔"

"نہیں سر! میں جواد سے ملے بغیر گھر نہیں جاؤں گا۔ آج ہمارے ساتھ کچھ اچھا نہیں ہوا۔"

"کیا اچھا نہیں ہوا؟" آغا عمران نے پوچھا۔ "جواد خیریت سے گھر پہنچ گیا۔ غالباً ذیشان اور جواد کو غلط فہمی ہوئی ہے، نائلہ کا خاندان ...... اچھے لوگ ہیں۔ یہ ناجائز اسلحہ وغیرہ تو معمولی بات ہے اور ممکن ہے ان کے پاس اس کا لائسنس بھی ہو۔"

"نہیں سر، ...... یہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔"

"ٹھیک ہے تم نائلہ کے باپ کی فائل کھول لو۔ آخر کب تک ہم اسے نائلہ کا باپ کہتے رہیں۔ آخر اس کا کوئی نام بھی تو ہو گا۔"

............O............O............

"نائلہ کے ابو کا نام نخی بٹ ہے۔"

جواد نے انسپکٹر شعیب کے پہلے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ "مجھ میں ان کی دلچسپی نائلہ کی وجہ سے ہے۔ نائلہ ان کی اکلوتی بیٹی ہے اور وہ اس سے بے حد پیار کرتے ہیں، کسی بات سے انکار نہیں کرتے۔ نائلہ نے کہا، میں ٹی وی ڈراموں میں کام کرنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے کیجیے۔ نائلہ نے کہا میں آپ سے ایک عجیب و غریب قوت کے مالک لڑکے سے ملوانا چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے مل لوں گا، حالانکہ انہیں اس دن ایک اہم فنکشن میں جانا تھا لیکن اپنی بیٹی کی وجہ سے کافی دیر مجھ سے باتیں کرتے رہے۔"

"کیا باتیں؟" انسپکٹر شعیب نے پوچھا۔

"یہی کہ میں کیا کرتا ہوں؟ یہ اتفاقات کیسے ہو جاتے ہیں؟ میرے والدین کیا کرتے ہیں؟"

"یہ نخی بٹ صاحب کام کیا کرتے ہیں؟" انسپکٹر شعیب نے پوچھا۔

"وہ پراپرٹی کا کام کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنی کہانی سنائی تھی۔ وہ آج سے کوئی دس سال پہلے گاؤں سے آئے تھے۔ نہایت غریب آدمی تھے۔ اپنی محنت اور دیانت سے وہ اتنے امیر ہو گئے۔ ان کی ایک گارمنٹس فیکٹری ہے اور چند پلازوں کے بھی مالک ہیں۔"

انسپکٹر شعیب سوچ رہا تھا...... آدمی محنت اور دیانت سے کروڑ پتی کیسے بن سکتا ہے...... ضرور کوئی گھپلا ہے۔

.... ○ .... ○ ....

جواد کو اپنے لیے کچھ کتابیں خریدنا تھیں۔ اس نے اپنی امی سے اجازت لی اور سائیکل لے کر بازار
ں گیا۔ وہ کتابیں خرید کر واپس آرہا تھا کہ اس کی سائیکل کی چین کچھ گڑ بڑ کرنے لگی ٹھیک طرح سے
نہیں لگ رہا تھا۔ وہ سائیکل کو سڑک کے کنارے کھڑا کر کے چین دیکھنے لگا اسے کچھ سمجھ میں نہیں
یا۔ اس نے سوچا، چلو کسی کاریگر کو دکھالیتا ہوں ابھی وہ سوچ رہا تھا کہ قریب ترین مستری کہاں ملے گا
۔ اتنے میں ایک کار اس کے پاس آکر کھڑی ہوگئی اس کے اندر بیٹھے ہوئے لوگ آپس میں باتیں
رنے لگے۔

"پوچھ لیتے ہیں۔"

"بچے سے رستا پوچھو گے؟"

"تو کیا ہوا؟"

اتنے میں ایک شخص نے جواد کو آواز دی۔

"بیٹے!"

"جی؟"

"ہم شہر سے باہر جانا چاہتے ہیں۔ دراصل ہم آپ کے شہر میں اجنبی ہیں۔" جواد نے انہیں
ی ٹی روڈ کا رستا بتا دیا۔ جب وہ جانے لگے تو جواد نے انہیں رکنے کے لیے کہا۔ "آپ اس طرح
یں کہ آپ اس رستے پر نہ جائیں۔ بلکہ بائیں طرف سے جو سپر مارکیٹ کے ساتھ رستا نکلتا ہے،
س سے آپ بڑی سڑک لے لیں اور اس پر سے ہو کر دوبارہ پل کے نیچے آجائیں۔ پل سے نیچے
انے والی سڑک سیدھی مغرب کی طرف جی ٹی روڈ پر جا نکلے گی، حالانکہ یہ رستا تھوڑا سا طویل ہے لیکن
پ کے لیے محفوظ ہے۔"

"کیا مطلب؟" ایک شخص نے گھبرا کر پوچھا۔

"مطلب مجھے بھی معلوم نہیں۔ میں نے دونوں رستے آپ کو بتا دیے ہیں۔" وہ سب لوگ
کر زور سے ہنسے اور آگے بڑھ گئے۔ اور جواد کسی کاریگر کی تلاش میں نکل گیا۔

دوسرے دن اخبار میں ایک حادثے کی خبر پڑھ کر جواد نہایت پریشان ہوا۔ یہ وہی کار تھی جس کے
 دں کو جواد نے رستا بتایا تھا۔ تفصیل پڑھنے سے معلوم ہوا کہ جرائم پیشہ لوگ تھے۔ گاڑی حادثے کا
ہوگئی۔ لوگ بھی زخمی ہوئے لیکن وہ لوگ کار چھوڑ کر بھاگ گئے۔

جواد نے فوری طور پر ذیشان کو فون کیا۔

"ذیشان تمہیں پتا ہے؟"
"نہیں مجھے کچھ نہیں پتا۔" ذیشان نے شرارتی موڈ میں جواب دیا۔
"بھئی سنو تو۔ بات یہ ہے کہ آج اخبار میں دوسرے صفحے پر جو حادثے کی خبر ہے۔ یہ لوگ تم مجھے ملے تھے۔"
"تو یہ تم نے انھیں مروایا ہے۔"
"نہیں میں نے تو انھیں محفوظ راستا بتایا تھا لیکن وہ جان بوجھ کر اس راستے پر گئے اور......"
"تو آج کل آپ مجرموں کی راہنمائی بھی کر رہے ہیں؟"
"مجھے کیا پتا تھا کہ وہ کون ہیں۔"
"اچھا تم اس طرح کرو۔" ذیشان نے کہا۔ "تم میری طرف آجاؤ۔ آج اجلال ہوسٹل سے آیا ہوا ہے۔"
"اچھا اچھا...... وہی ڈاکو کا بیٹا۔"
"جواد......!" ذیشان نے بُرا مانتے ہوئے کہا۔
"اجلال ڈاکو کا بیٹا نہیں ہے۔ وہ ایک بہادر عورت کا بیٹا ہے، اور تمھیں یہ بھی پتا ہے کہ اس ماں نے اپنے بیٹے کے مستقبل کے لیے اپنے ڈاکو شوہر کی مخبری کی تھی، جو بعد میں پولیس مقابلے میں مارا گیا اور تمھیں یہ بھی پتا ہے کہ اجلال کی ماں ایک ملک دشمن اور ڈاکوؤں کے سرپرست کو قتل کرنے کے جرم میں جیل کاٹ رہی ہے۔ اور تمھیں یہ بھی پتا ہے کہ میرے ابو نے اجلال کو اپنا بیٹا بنایا ہوا ہے۔"
"بھئی میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے سب پتا ہے اور خاص طور پر میں آپریشن جنگل کو کیسے بھول سکتا ہوں اس اجلال کی وجہ سے میرے پیارے دوست ذیشان کی جان بچی تھی۔"
"بہرحال اگر تمھیں سب پتا ہے تو میں آئندہ تمھاری زبان سے 'اجلال ڈاکو کا بیٹا' نہ سنوں۔ تمھاری طرح وہ میرا دوست ہے اور میرا بھائی ہے۔"
"ٹھیک ہے جناب آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں۔ آپ کا دوست ہمارا دوست، آپ کا بھائی ہمارا بھائی۔"
"تو پھر آجاؤ اور سب مل کر سوچتے ہیں کہ ہم اس کیس میں پولیس کی مدد کیسے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اب ہم دو نہیں تین ہیں۔"
"اگر تم کہو تو میں اپنی بہن کو بھی ساتھ لے آؤں۔" جواد نے کہا۔ "اس طرح ہم چار ہو جائیں گے۔"

"نہیں بھئی وہ تو ابھی بہت چھوٹی ہے خواہ مخواہ رونے لگے گی کہ مجھے گھر چھوڑ کر آؤ۔ بس تم آجاؤ۔"

............O............

"لڑکے! یہ تمہاری اپنی رپورٹ ہے جس سے تخی بٹ کے خلاف کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔" آغا عمران، انسپکٹر شعیب کو سمجھا رہے تھے۔

"اس کی سرخ کار چوری ہوئی۔ تھانے میں رپورٹ درج ہے۔"

"اس کے باڈی گارڈز کے پاس ناجائز اسلحہ......"

"ان کے پاس اس اسلحے کا لائسنس ہے۔ اس کی بیوی، اس کی بیٹی اور اس کے اپنے خلاف آج تک کوئی کیس کسی تھانے میں موجود نہیں۔ وہ اور اس کے ملازمین کسی غلط کاروبار میں ملوث نہیں۔ کم از کم تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں اس کا صرف امیر ہونا اس کا جرم ثابت نہیں کرتا۔ وہ انکم ٹیکس بھی دیتا ہے۔ میرا خیال ہے لڑکے! تم پٹڑی سے اتر رہے ہو۔ صحیح ٹریک پر چلو۔ میری رائے میں ہم مجرموں تک اس کار حادثے کے ذریعے پہنچ سکتے ہیں جس کے مالک زخمی ہونے کے باوجود بھاگ گئے۔"

"جی ان کے بارے میں یہ رپورٹ ہے۔" انسپکٹر شعیب نے ایک اور فائل آغا عمران کے سامنے پیش کی۔

"ہوں۔ تو کار رانچی سے چوری کی گئی۔ نمبر غلط لگا ہوا تھا۔ کار نمبروں کی کئی پلیٹیں کار میں موجود تھیں۔ یہ پتا نہیں چل رہا کہ یہ لوگ کس گھناؤنے کاروبار میں ملوث ہیں۔ ہو سکتا ہے یہی لوگ باہر سے شہر کو مال سپلائی کرتے ہوں۔ باہر سے آتے ہوں۔ باہر سے نکل جاتے ہوں۔ شہر میں انہوں نے کوئی ٹھکانانہ بنایا ہو۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر شہر میں سپلائی باہر سے ہوتی ہو۔"

"جی ہاں سر یہ ہو سکتا ہے کہ تخی بٹ کا گروہ کسی دوسرے شہر میں کام کر رہا ہو۔"

"انسپکٹر شعیب"۔ آغا عمران نے کہا "اگر تم یہ نہ سمجھو کہ میں تخی بٹ کے ساتھ ملا ہوا ہوں تو کچھ عرض کروں۔"

"سر! سر آپ حکم کریں۔"

"میری درخواست پر صرف ایک ہفتے کے لیے تخی بٹ کو بھول جاؤ۔ اور صرف اس کار پر توجہ دو، اور جتنی بھی معلومات تمہارے پاس ہوں، فوری مجھے پہنچاؤ۔ مجھے امید ہے کہ تم مجرموں تک پہنچ جاؤ گے۔"

"اوکے سر۔ پھر آپ اس رپورٹ کا آخری صفحہ پڑھ لیں۔ ویسے تو یہ میرے ایک بےوقوف سے سب انسپکٹر شیدا پستول کی اطلاع ہے لیکن دلچسپ ہے۔

مسمی شیدا پستول سب انسپکٹر سپیشل برانچ ایک ہفتے سے اس کار کے پیچھے ہے۔ یہ کار کئی نمبر بدلتی ہے کئی رنگ بدلتی ہے۔ کبھی جیپ بن جاتی ہے۔ اس کے سوار بھی بدل جاتے ہیں۔ لیکن یہ سب کاریں جیپیں ایک ہی کام کرتی ہیں۔ وہ یہ کہ یہ لوگ اشتیاق علی احسن، جو کراچی میں رہتا ہے اس کے گھر کے اردگرد کھڑے رہتے ہیں اور جب بھی ان کا بیٹا جواد گھر سے نکلتا ہے وہ اس کا تعاقب کرتے ہیں اور کسی مناسب جگہ پر اسے روک کر رستا پوچھتے ہیں۔ اور پھر چلے جاتے ہیں۔ غالباً یہ لوگ پاگل ہیں یا نفسیاتی مریض ہیں جنہیں رستا پوچھنے کی بیماری ہے۔

اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی، دوسری طرف ذیشان تھا

"ابو! جواد اور اس کی بہن دونوں غائب ہیں، دونوں مارکیٹ میں کچھ خریدنے گئے تھے

"تو کیا ہوا بیٹے۔ آجائیں گے بچے ہیں کہیں کھیلنے لگے ہوں گے۔"

"ابو۔ ان کی سائیکل ایک سڑک سے ملی ہے جواد کے ابو اور امی سخت پریشان ہیں۔ آپ کچھ کریں، پلیز!!

(باقی آئندہ)

اِک ربوٹ

شاعر: ———— امجد اسلام امجد

پسند: ———— شیری مریم۔ گل جی خاں

ہم نے دیکھا اِک ربوٹ — پہنے تھا وہ اوورکوٹ
دھیرے دھیرے چلتا تھا وہ — ٹم ٹم ٹم ٹم جلتا تھا وہ
ناک تھی اُس کی آلو جیسی — آنکھیں تھیں جیسے اخروٹ
ہم نے دیکھا اِک ربوٹ

اچھا سا اِک نام تھا اُس کا — چلتے رہنا کام تھا اُس کا
فوراً واپس مُڑ جاتا تھا — کہتے تھے جب اس کو لوٹ
ہم نے دیکھا اِک ربوٹ — پہنے تھا وہ اوورکوٹ

کیا آپ جانتے ہیں؟

سیّد رشید الدین احمد

☐ ایک گھنٹے کو ساٹھ منٹ میں میسوپوٹیمیا کے قدیم لوگوں نے تقسیم کیا تھا۔

☐ امریکی سینیٹروں کو اپنے عہدے سے ریٹائرمنٹ کے وقت سینیٹ کے ایوان میں اپنے زیر استعمال کرسیاں اپنے ساتھ گھر لے جانے کی اجازت ہوتی ہے۔

☐ مجموعی قومی پیداوار کے اعتبار سے جنوبی کوریا کی شرحِ پیداوار دنیا میں سب سے زیادہ ہے یعنی ۱۲ فی صد۔ اس ملک سے تجارت میں امریکا کو دس ملین ڈالر سالانہ کا خسارہ ہے۔

☐ دنیا کے بعض ملکوں کے قومی ترانوں میں کسی قسم کے لفظ شامل ہی نہیں ہوتے بس ایک لے ہوتی ہے۔ جاپان، اردن اور سان موتینو کے ترانے مختصر ترین ہیں۔ ان میں صرف چار سطریں ہی ہوتی ہیں۔

☐ پانی سے بار بار منہ دھونے والوں کی جلد جھریوں سے زیادہ محفوظ رہتی ہے۔ جلد کی صحت کا راز اس کے نم رہنے میں ہے۔

☐ کھڑکیوں کے شیشے صاف کرنے والے اسپرے میں چوں کہ امونیا شامل ہوتی ہے، انھیں کیڑے مکوڑوں پر چھڑکنے سے وہ فوراً ہلاک ہوجاتے ہیں۔

☐ چمکنے والی آسمانی بجلی محض ایک چوتھائی انچ کے برابر ہوتی ہے، لیکن اس کی گزرگاہ کی چمک دار ہوا کی وجہ سے وہ بہت وسیع نظر آتی ہے۔

☐ ٹوکیو میں زیرِ تعمیر ۴۸ منزلہ ٹوکیو سٹی ہال اس ملک کی سب سے بلند عمارت ہوگی۔

☐ سمندری جہازوں پر توپوں کے نصب کرنے اور ان کے استعمال کا سلسلہ ۱۵۰۰ء سے شروع ہوا۔

☐ کنگ کوبرا، ناگ راجا دوسرے سانپوں کا دشمن ہوتا ہے اور اپنی طاقت کی وجہ سے دوسرے سانپوں کو زیر کرکے کھا جاتا ہے۔ اس پر ان کا زہر بھی اثر نہیں کرتا۔ یہ چھے فیٹ تک لمبا ہوتا ہے۔

- گزشتہ بیس برسوں میں امریکا میں بجلی کے استعمال میں ۴۰ فی صد اضافہ ہو گیا ہے۔
- دنیا کا سب سے بڑا شمسی بجلی گھر کیلیفورنیا کے ریگستان موجاوے میں واقع ہے۔ اس میں لگے ہوئے پندرہ لاکھ شیشوں کی صفائی ۱۲۰ افراد ڈیڑھ ہفتے میں کرتے ہیں۔
- فرانس کے ۵۵ ایٹمی ری ایکٹر ملک کی ۷۵ فی صد بجلی فراہم کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں امریکا کے ۱۱۳ ری ایکٹر ۲۰ فی صد بجلی پیدا کرتے ہیں۔
- دنیا کی فضا میں نائٹروجن کا تناسب ۷۸ فی صد ہے۔
- ہر بالغ روزانہ اوسطاً ۴۵۰ لیٹر کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرتا ہے۔
- خیال ہے کہ دنیا میں اناج کی کاشت کم از کم دس ہزار سال سے ہو رہی ہے۔
- انسانی زبان کی طرح کئی جانوروں کی زبان پر بھی ذائقے کا احساس دلانے والے ابھار ہوتے ہیں جنھیں ذائقے کی کلیاں بھی کہتے ہیں۔
- لوئزیانا میں مگرمچھوں کی پرورش کے لیے ۳۶ مرکز موجود ہیں۔ ان کی کھال لباس کی تیاری کے لیے فروخت کی جاتی ہے۔
- زمین ۱۸۰۰ میل کی گہرائی پر بالکل پگھلی ہوئی حالت میں ہے۔
- انسانی ناک میں مسلسل تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ سب سے نمایاں تبدیلی بلوغت کے دور میں آتی ہے۔ عام طور سے بارہ اور پندرہ سال کی عمر میں ناک کی شکل اور ساخت مکمل ہو جاتا ہے۔
- دم دی ہوئی چائے میں کافی کی آدھی کیفین موجود ہوتی ہے۔
- بنگلہ دیش کے ۷۸ سانپوں میں سے صرف ۲۶ زہریلے ہوتے ہیں۔
- بنگلہ دیش میں ہر سال سولہ سو افراد سانپ کے کاٹنے سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔
- انگلستان کی تاریخی عمارت "ٹاور اوف لندن" میں کووں کو بڑی حفاظت اور توجہ کے ساتھ پالا جاتا ہے۔ اڑ جانے سے روکنے کے لیے ان کے پر کاٹ دیے جاتے ہیں' کیوں کہ انگریزوں میں یہ روایت عام ہے کہ جس دن کوے اس عمارت سے اڑ جائیں گے وہ گر جائے گی اور پھر اسی کے ساتھ برطانوی سلطنت کا خاتمہ بھی ہو جائے گا۔
- ادرک جڑ نہیں تنا ہے۔ بعض پودوں کے تنے زمین کے اندر واقع ہوتے ہیں۔

دعا کے آداب

دعا کس سے مانگی جائے

دعا کے معنی پکارنے یا مانگنے کے ہیں قرآن و حدیث میں دعا کی سب سے زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ انسان اُسی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے جس کے رو سے کچھ پالینے کی امید رکھتا ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"اسی کو پکارنا برحق ہے اور یہ لوگ اس کو چھوڑ کر جن ہستیوں کو پکارتے ہیں وہ ان کی دعاؤں کا جواب نہیں دے سکتے ان کو پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا کر چاہے کہ پانی (دور ہی سے) اس کے منہ میں آپہنچے۔ حالانکہ پانی اس تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بے نتیجہ بھٹک رہی ہیں۔"

(الرعد - ۱۴)

اس سے یہ ظاہر ہوا کہ ہماری دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے والا صرف اللہ ہے۔ اس کے سوا کسی اور کے پاس حاجت روائی کا کوئی اختیار نہیں ہے اور سب اسی کے محتاج ہیں رسول اللہ کا ارشاد ہے:

آدمی کی اپنی ساری حاجتیں خدا ہی سے مانگنی چاہیئے۔ یہاں تک اگر نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی خدا ہی سے مانگے۔ (ترمذی)

دعا کے لیے کیا چیزیں ضروری ہیں؟

خدا سے وہی کچھ مانگیے جو حلال اور جائز ہیں ناجائز مقاصد کے لیے خدا کے حضور ہاتھ پھیلانا بہت بڑی گستاخی ہے۔ اللہ سے کوئی ایسی چیز بھی نہیں مانگنی چاہیے جن کی تبدیلی ناممکن ہو۔ مثلاً جوان رہنے کی یا اسی قسم کی کوئی اور دعا مانگی جائے کیونکہ انسان پہ بڑھاپا تو لازمی آتا ہے۔

دعا کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ جو دعا مانگی جائے وہ گہرے اخلاص اور پاکیزہ نیت کے ساتھ اور اس یقین کے ساتھ کہ اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے دعا پوری توجہ، یکسوئی اور حضور قلب کے ساتھ مانگنی چاہیے۔ رسول اللہ نے فرمایا:

"اپنی دعاؤں کا یقین رکھتے ہوئے (حضور قلب کے ساتھ) دعا مانگو۔ خدا ایسی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل اور بے پروا دل سے نکلی ہو۔"

(ترمذی)

دعا پورے خشوع و خضوع کے ساتھ مانگنی چاہیے اللہ سے ڈرتے ہوئے اللہ کا خوف اور اس کی عظمت و جلال محسوس کرتے ہوئے اور اللہ کے آگے نہایت مسکینی اور عاجزی ظاہر کرتے ہوئے مانگنی چاہیے۔ انسان کی ظاہری حالت سے بھی مسکینی جیسے کسی ظاہر ہو رہی ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے دوران اپنی داڑھی کے بالوں سے کھیل رہا ہے تو آپ نے فرمایا۔ "اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جسم پر بھی خشوع طاری ہوتا۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا

"اپنے رب کو عاجزی اور زاری کے ساتھ پکارو۔"

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے انسان اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگتا ہے لیکن اسے کوئی بھی دعا پوری ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی تو وہ مایوس ہونے لگتا ہے لیکن نبیؐ کا ارشاد ہے کہ:

"جب کوئی مسلمان خدا سے کچھ مانگنے کے لیے خدا کی طرف منہ اٹھاتا ہے تو خدا اس کا سوال ضرور

پورا کرتا ہے یا تو اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے یا خدا اس کے لیے اس کی مانگی ہوئی چیز کو آخرت کے لیے جمع فرما دیتا ہے یا اس کی دعا کی برکت سے آنے والی بلا کو ٹال دیتا ہے۔"

اس لیے دعا مستقل اور برابر مانگتے رہنا چاہیے کیونکہ دعا بندے کے لیے کسی نہ کسی صورت میں ضرور فائدہ مند ہوتی ہے۔ نبیؐ کا ارشاد ہے:

"جو شخص خدا سے دعا نہیں کرتا، خدا اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔"

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے۔ "مجھے قبولیت دعا کی فکر نہیں ہے۔ مجھے صرف دعا مانگنے کی فکر ہے جب مجھے دعا مانگنے کی توفیق ہو گئی تو قبولیت بھی اس کے ساتھ ہو ہی جائے گی۔"

اپنی دعاؤں میں دوسروں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ پہلے اپنے لیے دعا مانگنی چاہیے، پھر دوسروں کے لیے۔ کیونکہ پچھلے پیغمبروں کی دعاؤں میں بھی یہی ظاہر ہے۔ قرآن میں حضرت نوحؑ کی دعا یوں منقول ہے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط (نوح ۔ ۲۸)

میرے رب! میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی مغفرت فرما اور ان مومنوں کی مغفرت فرما جو ایمان لا کر میرے گھر داخل ہوں اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما۔"

دعا کس طرح مانگی جائے؟

خدا نے دعا مانگنے کا طریقہ بھی ہمیں بتایا ہے اور تمام مسلمان اسی طریقے سے دعا مانگتے ہیں۔

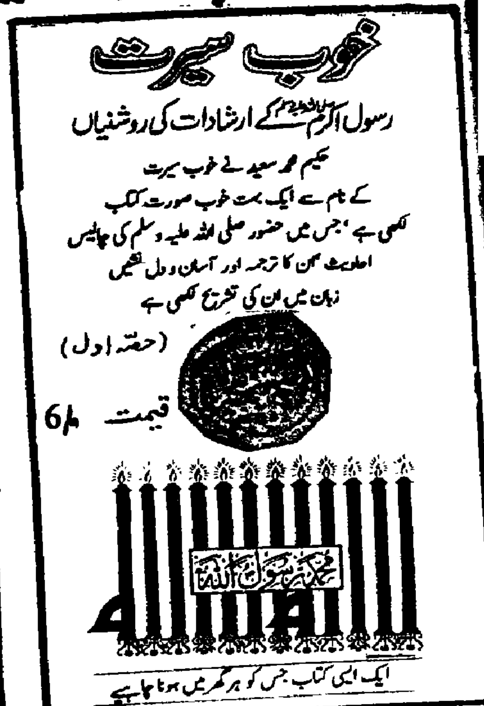
حضرت فضالہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی اور نماز کے بعد کہا "اللّٰھم اغفرلی" خدایا میری مغفرت فرما۔ آپ نے یہ سن کر اس سے کہا "تم نے دعا مانگنے میں جلد بازی سے کام لیا۔ جب نماز پڑھ کر بیٹھو تو پہلے خدا کی حمد و ثنا کرو، پھر درود شریف پڑھو، پھر دعا مانگو آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ دوسرا آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھ کر خدا کی حمد بیان کی۔ درود شریف پڑھا نبیؐ نے فرمایا:

"اب دعا مانگو، دعا قبول ہو گی۔"

(ترمذی)

سیدہ شکیلہ تبسم اورنگ آباد

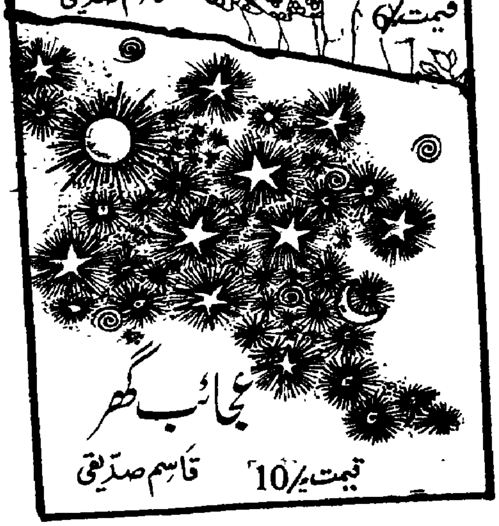
مکتبہ پیامِ تعلیم کی دلچسپ اور سائنسی کتابیں













معلومات

بھارت کے صدر جمہوریہ کون کب تک رہے

(۱) ڈاکٹر راجندر پرساد ۲۶ر جنوری ۱۹۵۰ء سے ۱۳ر مئی ۱۹۶۲ء تک۔

(۲) ڈاکٹر رادھا کرشنن ۱۳ر مئی ۱۹۶۲ء سے ۱۳ر مئی ۱۹۶۷ء تک۔

(۳) ڈاکٹر ذاکر حسین ۱۳ر مئی ۱۹۶۷ء سے ۳ر مئی ۱۹۶۹ء تک

(۴) دی دی گیری ۲۴ر اگست ۱۹۶۹ء سے ۲۴ر اگست ۱۹۷۴ء تک۔

(۵) فخرالدین علی احمد ۲۴ر اگست ۱۹۷۴ء سے ۱۱ر فروری ۱۹۷۷ء تک۔

(۶) نیلم سنجوا ریڈی ۲۵ر جولائی ۱۹۷۷ء سے ۲۴ر جولائی ۱۹۸۲ء تک۔

(۷) گیانی ذیل سنگھ ۲۵ر جولائی ۱۹۸۲ء سے ۲۵ر جولائی ۱۹۸۷ء تک۔

(۸) آر وینکٹ رمن ۲۵ر جولائی ۱۹۸۷ء سے ۲۴ر جولائی ۱۹۹۲ء تک۔

(۹) ڈاکٹر شنکر دیال شرما ۲۵ر جولائی ۱۹۹۲ء سے

● مراسلہ نعیم الحق پردین ابیوٹی پارلر پٹنہ ۸۰۰۰۰۴

کیا آپ کو معلوم ہے ؟

(۱) آج تک دنیا میں سب سے زیادہ تجربات

ستمبر ۹۰ء

کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کتابیں کن کے اوپر نازل ہوئیں

۱۔ توریت۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

۲۔ زبور۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر

۳۔ انجیل۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

۴۔ قرآن شریف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

● ایم آر ابولیث، مرزاپور۔ بہار۔

جس جاندار پر ہوتے وہ شہد کی مکھی ہے۔ دنیا کے بے شمار سائنسداں تحقیق و جستجو میں لگے ہوتے ہیں۔ آسٹریلیا کے ایک ڈاکٹر جے ٹومپ کنس نے اپنے ایک تجربہ میں بتایا کہ جب شہد کی مکھی سنترے کے پھولوں سے رس چوستی ہے تو اس کے بعد انہیں نشہ ہو جاتا ہے اور وہ نشے کی حالت میں بر سامنے آنے والے کو ڈنک مارنے لگتی ہے۔

(۲) افریقہ میں ایسے سانپ پائے جاتے ہیں جو رات کو جگنو کی طرح چمکتے ہیں اور اگر ان کو ہاتھ لگایا تو وہ کانچ کی طرح ٹوٹ جاتے ہیں۔

● مرسلہ ہلال نقشبندی بالاپور ضلع آکولہ

کیا آپ جانتے ہیں ؟

(۱) جس ڈاک ٹکٹ پر NOCTACCI لکھا ہوتا ہے وہ روس کا ہوتا ہے۔

(۲) جس ڈاک ٹکٹ پر POLSKA لکھا ہوتا ہے وہ پولینڈ کا ہوتا ہے۔

(۳) جس ڈاک ٹکٹ پر NIPPON لکھا ہوتا ہے وہ جاپان کا ہوتا ہے۔

(۴) جس ڈاک ٹکٹ پر MAGYAI POSTA لکھا ہوتا ہے وہ ہنگری کا ہوتا ہے۔

(۵) جس ڈاک ٹکٹ پر DEUTCHES BUNDESPOST لکھا ہوتا ہے وہ [illegible]

(۶) جس ڈاک ٹکٹ پر BELGIE یا Belgique لکھا ہوتا ہے وہ بیلجیم کا ہوتا ہے۔

(۷) جس ڈاک ٹکٹ پر کسی ملک کا نام نہیں لکھا ہوتا ہے وہ انگلینڈ کا ہوتا ہے۔

(۸) جس ڈاک ٹکٹ پر SVERIGE لکھا ہوتا ہے وہ سوئیڈن کا ہوتا ہے۔

۹) جس ڈاک ٹکٹ پر NORGE لکھا ہوتا ہے وہ ناروے کا ہوتا ہے۔

راحیل جیراجپوری کرلا بمبی ۴۰۰۰۷۰

قرآنی سوالات

سوال ۱:۔ وہ کون تھے جن کے ماں باپ نہیں تھے مگر جن سے ایک خاندان اور دنیا بسی اور بستی ہی چلی جارہی ہے؟

جواب ۱:۔ حضرت آدمؑ اور حوّا۔

سوال ۲:۔ حضرت آدمؑ اور حوّا کے وہ کون سے فرزند ہیں جو اکیلے پیدا ہوتے؟

جواب ۲:۔ حضرت شیثؑ

سوال ۳:۔ دوسرا آدم کن کو کہا جاتا ہے؟

جواب ۳:۔ حضرت نوحؑ کو۔

سوال ۴:۔ حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبری کب ملی؟

جواب ۴:۔ تین سو برس کے بعد۔

سوال ۵:۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کتنے دنوں تک پانی میں چلتی رہی؟

جواب ۵:۔ ایک سو پچاس دن۔

محمد صادق مبارکپوری

دنیا کی مشہور جنگیں

(۱) فاک لینڈ کی جنگ ۱۹۸۲ء

(۲) ویت نام کی جنگ ۱۹۷۵ - ۱۸۵۴ء

(۳) عرب اسرائیل جنگ ۱۹۷۳ - ۱۹۴۸ء

(۴) پہلی عالمی جنگ ۱۹۱۸ — ۱۹۱۴

(۵) دوسری عالمی جنگ ۱۹۴۵ — ۱۹۳۹

(۶) جاپان روس ۱۹۰۵ — ۱۹۰۴

(۷) ہند - پاک دسمبر ۱۹۷۱ء

(۸) ہند - چین ۱۹۶۲ء

(۹) جھانسی کی رانی کی جنگ آزادی ۱۸۵۸-۱۸۵۷

(۱۰) پانی پت کی دوسری جنگ ۱۵۵۶ء

(۱۱) سکندر اور پورس ۳۲۶ ق م۔

● انصاری صفیہ عبدالغفور، شیواجی نگر پلاٹ نمبر ۹ روم نمبر T/5 گونڈی بمبئی نمبر ۴۳

امیر خسرو اور پانچ کا عدد

- ۷ برس کی عمر میں وہ پانچ بادشاہوں کے درباری رہے۔
- ملک کے مختلف مقامات پر پانچ جنگوں میں عملی حصّہ لیا۔
- اپنی عمر کا بیشتر حصّہ پانچ شہروں میں گزارا۔
- پانچ زبانوں کے عوامی اور علمی خزانے سے فیض اٹھایا۔
- اپنے زمانے میں پانچ علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔
- پانچ فرمائشوں کو پورا کرنے کے لئے پانچ تاریخی ولاجواب مثنویاں لکھیں۔

● شہزادا انجم خورشید احمد، نیا آزاد نگر مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر۔

کیا آپ جانتے ہیں

(۱) تانبے کا سب سے پہلا استعمال عراق کے سمیر شہر میں کیا گیا۔

(۲) ٹرین کا ایجاد اسٹیفنسن Staphenson نے ۱۸۱۴ء میں انگلینڈ میں کیا۔

(۳) دنیا میں سب سے چھوٹی چڑیا کا نام ہمینگ برڈ ہے جو صرف دو گرام کی ہے۔

(۴) اس دنیا کی سب سے بڑی چڑیا کا نام "شتر مرغ" ہے جس کا وزن ایک سو تیس کیلو گرام ہے۔

(۵) اس دنیا میں سب سے پہلے عورتوں کے ووٹ دینے کا رواج ۱۸۹۳ء میں نیوزی لینڈ میں ہوا۔

● مرسلہ: صوفیا خاتون ٹیکی سرائے نئی بازار مظفر پور بہار

ہر کمزوری و سُستی کا بہترین علاج

پیاز کا پانی ایک تولہ۔ ادرک کا پانی ایک تولہ۔ گھی ایک تولہ۔ شہد دو تولہ۔ دیسی دو انڈے کی زردی۔ پانچوں چیزیں ملا کر ہلکی آنچ پر رکھ کر ہلاتے رہیں۔ جب گاڑھا ہو جائے اتار لیں۔ صبح نہار منہ کھا کر ایک پاؤ دودھ پی لیں یہ نسخہ صرف جاڑے میں استعمال کریں۔

● مرسلہ: ظفر احمد خان معہد القرآن دوسری منزل کمرہ ۲۲ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ یوپی۔

کیا آپ جانتے ہیں

(۱) سب سے بڑا برّاعظم ایشیا ۱۶,۹,۸۸۰۰۰ مربع میل دنیا کی کُل زمین کا ۲۹.۵ %۔

(۲) سب سے چھوٹا برّاعظم آسٹریلیا ۲۹,۷۵۰۰۰ مربع میل دنیا کی کل زمین کا ۵.۰۲ %۔

(۳) سب سے بڑا بحرہ پیاسیپک بحرالکاہل ۶۳۱۸۶۳۰۰ مربع میل۔

(۴) سب سے چھوٹا بحرہ آرکٹک ۵۴۴۱۹۷ مربع میل۔

(۵) سب سے بڑا ریگستان افریقہ کا صحرائے اعظم۔

● محمد اعظم عبدالرزاق شیخ بھٹکل۔

مشہور شخصیات — اصل نام

مولانا ابوالکلام آزاد	محی الدین احمد
یاسر عرفات	ابو عمار
ابن بطیار	ابو محمد عبداللہ احمد
المسعودی	ابوالحسن علی ابن الحسین
اکبر	جلال الدین
گاندھی جی	موہن داس کرم چند گاندھی

● جاوید احمد عبدالمجید مالیگاؤں۔

دنیا کی مشہور ایجادیں و موجد

ایجاد	موجد	سنہ
(۱) ایرگن	مارن	سنہ ۱۸۹۵ء
(۲) توپ	جان اورن	سنہ ۱۳۳۰ء
(۳) بارود	پرتقالڈ سوداز	سنہ ۱۳۲۰ء
(۴) فوٹوگراف	ایڈیسن	سنہ ۱۸۷۷ء
(۵) آئینہ	ابل فورنیش	سنہ ۱۶۲۵ء

● جاوید اقبال غیاث نگر رانی پور۔ بجرڈیہ بسیراں

عجیب و غریب مگر سچ

(۱) گرانٹ پانڈا وہ دنیا کا سب سے نایاب جانور ہے جو صرف چین اور تبت میں پایا جاتا ہے

(۲) دنیا کا سب سے بڑا اور خوبصورت پنکھا شنگھائی میں ہے جو لکڑی سے بنا ہوا ہے اور یہ ۱۱ فٹ چوڑا اور ۷ فٹ لمبا ہے اس پنکھا کو وانگ ذیان باؤ نے سنہ ۱۹۸۶ء میں تیار کیا تھا۔

● محمد کوثر احمد خوط۔ نال یادگیر

معلومات

(۱) نادر شاہ درّانی ایک غریب گڈریا تھا۔

(۲) سلطان قطب الدین ایبک ایک غلام سے ترقی کر کے بادشاہ بنا۔

(۳) فرانس کی ملکہ جوزفین ایک تمباکو فروش کی بیٹی تھی۔

(۴) روسی صدر اسٹالن نے ایک موچی کے گھر جنم لیا

(۵) اٹلی کا ڈکٹیٹر مسولینی ایک لوہار کا بیٹا تھا۔

(۶) امریکی صدر آئزن ہاور ایک اخبار فروش تھے

(۷) امریکہ کے سولہویں صدر ابراہم لنکن بچپن میں کھیتی کیا کرتے تھے۔

● سہیل احمد پہاڑی املی چوڑی والان جامع مسجد دہلی

کیا آپ جانتے ہیں

(۱) دنیا میں سب سے پہلے قرآن شریف مصر کے ایک چھاپے خانہ نے شائع کیا۔

(۲) سب سے پہلے عطر گلاب ملکہ نور جہاں نے تیار کروایا۔

(۳) کاغذ بنانے کی مشین سب سے پہلے فرانس نے تیار کی۔

● سید عبدالماجد غوری مدرسہ تجوید القرآن ملگنڈا۔

کیا آپ جانتے ہیں

(۱) ہاکی کے مقابلے میں آغا خان کپ ایوارڈ میں دیا جاتا ہے۔

(۲) جیمس دیوان نے تھرما فلاکس ایجاد کیا۔

(۳) ماربل جے پور (راجستھان میں پایا جاتا ہے

(۴) سب سے زیادہ چاول کی پیداوار بھارت میں مغربی بنگال میں ہوتی ہے۔

(۵) ۱۷۵۷ء میں انگریزوں اور سراج الدولہ کے درمیان پلاسی کی جنگ ہوئی۔

● امتیاز احمد نیگری نیشنل کالونی۔ تعلقہ بھٹکل۔

معلومات

تقسیم مراتب ــــــ تعداد تنخواہ سالانہ

(۱) جو لوگ جنگ بدر میں شریک تھے ۵ ہزار درہم۔

(۲) مہاجرین حبشی اور شرکائے جنگ اُحد ۴ ہزار درہم۔

(۳) فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے ہجرت کی ۳ ہزار درہم۔

(۴) جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لائے ۲ ہزار درہم۔

(۵) جو لوگ جنگ قادسیہ اور یرموک میں شریک تھے ۲ ہزار درہم

(۶) اہل یمن ــــــ ۴ سو درہم۔

(۷) قادسیہ اور یرموک کے بعد کے مجاہدین ۳۰۰ درہم

(۸) بلا امتیاز مراتب ــــــ ۲۰۰ درہم۔

● عبدالقادر جیلانی ۳ مخدوم کالونی بھٹکل۔

اہم دِن

۸ مارچ	عالمی یوم خواتین
۵ جون	عالمی ماحولیاتی دن
۱۲ جنوری	یوتھ ڈے
۱۵ جنوری	آرمی ڈے
۲۶ جنوری	یوم جمہوریہ
۳۰ جنوری	شہید دیوس
۱۱ اگست	بلیدان دیوس
۱۵ اگست	یوم آزادی

● جاوید احمد عبدالمجید۔ مالیگاؤں ناسک۔

معلومات

(۱) دنیا میں سب سے زیادہ دودھ گائے کا استعمال کیا جاتا ہے

(۲) بھارت میں بھینس کا دودھ سب سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔

(۳) سب سے زیادہ دودھ دینے والی گائیں ہولیشن ہے۔

(۴) سب سے زیادہ دودھ مہیا کرنے والا ملک امریکہ ہے۔

● سعید احمد جلیل احمد گنیش پیٹھ بسمت نگر ضلع پربھنی مہاراشٹر

چند معلومات

(۱) دنیا میں ایک ایسا ملک ہے جہاں مچھر نہیں پائے جاتے "فرانس"

(۲) تبت میں ایک ایسی جھیل ہے جس میں ہر بارہ سال بعد میٹھے اور کھارے پانی کی تبدیلی ہوتی ہے۔ اس کا نام "استو" ہے۔

(۳) جنوبی آسٹریلیا میں ایک ایسی پہاڑی ہے جو اپنا رنگ روزانہ بدلتی ہے اس کا نام اکرس لاک ہے۔

● مرسلہ سعدیہ فاطمہ بنت شمیم احمد مخدوم پورہ پربھنی۔

شہد

۱- قرآن کریم میں شہد کے متعلق ایک سورت نازل ہوتی ہے۔

۲- انجیل میں ۲۱ مرتبہ شہد کا ذکر ہے۔

۳- ایک سیر شہد تیار کرنے کے لیے ساٹھ ہزار پھولوں کا رس شہد کی مکھیوں کو چوسنا پڑتا ہے۔

۵- ایک سیر شہد کے لیے ۴۷ لاکھ مرتبہ مکھیوں کو جانا پڑتا ہے۔

۵- ایک سیر شہد تیار کرنے کے لیے ایک لاکھ میل کے برابر سفر کرنا پڑتا ہے۔

۶- شہد کی مکھیاں اپنے چھتے سے دو میل کے اندر تک پھولوں کا رس چوسنے جاتی ہیں۔

۷- ایک مکھی پھولوں سے زیادہ سے زیادہ ایک رتی کا (۱/۱۴) حصہ چوس سکتی ہے۔

۸- شہد کے ہر قطرہ میں تانبا، لوہا، مینگنیز، پوٹاشیم سوڈیم، فاسفورس، گندھک، ایلومینیم، کلورین کیلشیم، پروٹین اور حیاتین وغیرہ اجزا ہوتے ہیں۔

۹- ایک سیر شہد ۴۶ انڈوں کے برابر جسمانی حرارت و توانائی پیدا کرتا ہے۔

● محمد سلمان و عثمان نگری جامع مسجد نگر بستی یوپی

قدیم معلومات

(۱) آریاؤں کی آمد سے قبل شمالی ہندستان میں دراوڑ بستے تھے۔

(۲) آریا ۲۰۰۰ ق م اور ۱۵۰۰ کے درمیانی عرصہ میں ہندستان آئے۔

(۳) آریاؤں کا اصلی وطن وسط ایشیا تھا۔

(۴) آریا سب سے پہلے ہندستان کے پنجاب مقام پر آباد ہوتے۔

(۵) آریا سماج کے رگ وید دور میں عورتوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

(۶) آریا سماج پیشوں کی وجہ سے چار طبقوں میں بٹا ہوا تھا

(۷) آریاؤں کا سب سے اہم پیشہ زراعت تھا۔

(۸) آریا سماج کے خاندان کا حاکم کلپتی کہلاتا تھا۔

(۹) آریاؤں کا وقت گذاری کے لیے محبوب مشغلہ رتھ دوڑانا تھا۔

● محمد اعظم عبدالرزاق شیخ مخدوم کالونی جھنکل۔

سردیوں میں جسم کیوں کانپتا ہے

سردیوں کے موسم میں کئی بار ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ سردی سے کانپتے ہیں لیکن اس کی اصل وجہ آپ کو معلوم نہیں۔ جسم کی طبعی حرارت ۳۷ درجے کی ہے لیکن جس وقت ماحول کی ہوا سرد ہو جاتی ہے تو خون جسم کے اندرونی اعضاء کی طرف چلا جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم کی سطح کے اوپر کے حصے میں خون کم ہو جاتا ہے یہ خون جسم کے اندر کے حصوں میں جا کر بہت زیادہ حرارت پیدا کرتا ہے اب اگر یہ حرارت بھی جسم کو گرم کرنے کے کافی نہ ہو تو بدن کانپنے لگتا ہے یعنی جسم کے پٹھے خودبخود ایک حرکت انجام دیتے ہیں تاکہ حرارت پیدا کریں یہ غیر ارادی حرکت اصل میں جسم کے بچاؤ کے لیے لازمی ہوتی ہے۔

(مدینہ)



پیارے پیامیوں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
اکثر رسالوں میں یہ اعلان نکلتا رہتا ہے کہ بہار، اتر پردیش، مہاراشٹر اور دلی کے خطوط میں پتا اردو میں لکھیں مگر یہ بیان صرف اعلان تک ہی محدود رہتا ہے کوئی بھی اس پر عمل نہیں کرتا ہے لیکن بچے اگر چاہیں تو اس کو عملی طور پر برت سکتے ہیں۔ بڑوں سے دلوانے کی سوا الگ۔ محکمہ ڈاک پر بھی اثر انداز ہو سکتے ہیں خود میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اردو میں پتا لکھا ہوا خط مل جاتا ہے اس کی صورت یہ ہوگی کہ ہم اپنے جیب خرچ سے مہینہ میں صرف ایک روپے پچاس پیسے پس انداز کر لیں۔ اور پیام تعلیم میں چھپے ہوئے پتوں پر خطوط ارسال کریں (قلمی دوستی کرنے والے اس سے خاص فائدہ اٹھائیں) اس سے اردو کی بہرحال ایک خدمت ہوگی۔ میں تو ابھی سے ہی اس پر عمل شروع کر رہا ہوں امید کہ اس سے آپ لوگوں کا بھی اتفاق ہوگا۔ جناب مدیر سے پر امید ہوں کہ وہ اس خط کو شائع کریں گے۔

عبدالباسط ۱۰/۷/۹۲۔ کمرہ سلیمانیہ ہاسٹل، ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

پیام تعلیم میرا واحد پسندیدہ رسالہ ہے۔ ویسے میں کبھی کبھی خاتون مشرق بھی پڑھ لیتا ہوں سچ سچ پیام تعلیم ہم سب بچوں اور بڑے بوڑھوں کے لیے تحفہ ہے۔ جسے ہم جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ جو بھی انعام پیامیوں کو دینا چاہیں وہ روپے ہوں یا کتاب جلدی روانہ کریں۔

نظام الدین معرفت محمد صاحب پلاٹ نمبر ۲/۷/۴ شیواجی نگر، گونڈی، بمبئی نمبر ۴۳

پیام تعلیم۔ معلومات کا بھرپور خزانہ
پیام تعلیم کے ہر شمارے کا انداز نرالا اور اچھوتا ہوتا ہے۔ بچوں کے معیار اور ان کی ذہنی نشوونما کے لیے اس سے بہتر اور کوئی رسالہ نہیں۔ اس لیے کہ اس میں ہر مکتب فکر کو جگہ دی گئی ہے۔ ننھے اور معصوم قلم کاروں کا انداز فکر دل کو چھو جاتا ہے اور دل بے اختیار قلم اٹھانے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کچھ لکھا جائے جون کا شمارہ ادھر بمبئی میں کافی تاخیر سے آیا جس سے اس کی آمد کا بے چینی سے انتظار رہا۔

انصاری ذیشان محمد صادق نورنگ بلڈنگ چوتھا مالا ممبرا۔ ضلع تھانہ

آپ نے پیام تعلیم میں جو "طب کی روشنی میں" کالم جو شروع کیا ہے وہ نہایت ہی فائدہ مند ہے۔ اس میں حکیم محمد سعید بہت اچھے مشورے دیتے ہیں۔ میں بھی آپ کو "طب کی روشنی میں" میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں اس کا کوئی اچھا مشورہ دیں۔
"میری عمر ۱۳ سال ہے میں نویں کلاس کا طالب علم ہوں۔ میرے چہرے پر کچھ تل سے ہو گئے

ہیں۔ میں ان سے بہت پریشان ہوں ان کے لیے کوئی اچھا سا مشورہ دیں۔" میں ایک پیامی ہوں اور پیام تعلیم مجھے بے حد پسند ہے۔

فضل الرحمٰن

نوٹ:۔ میاں فضل الرحمٰن۔ آپ نے اپنا پورا پتا تو لکھا نہیں۔

مئی کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ رسالہ پاکر اور پڑھ کر دل کو بڑی خوشی محسوس ہوئی جس میں پھر سے آپ نے معما شائع کیا۔ آپ کا بے حد شکریہ۔ اس بار کے رسالہ میں کافی اچھے مضامین شائع ہوئے ہیں جس کی کتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ گویا اس کے ہر کالم کامیاب رہتے ہیں۔ اس بار سورہ سبا، کرشمہ اور نسرین نیر نعمانی کے قلم سے شائع کی ہوئی نعم متومیاں کافی پسند آئے۔ اس کے ساتھ ساتھ پسندیدہ اشعار گدگدیاں، بہن کی خواہش بھی پسند آئیں۔ ان تمام قلمکاروں کو میری دلی مبارک باد پیش ہے قبول کریں۔

دوسری دخاص میری آرزو ہے کہ اس رسالہ میں جناب اڈیٹر صاحب "سوال و جواب" کالم شائع کرنا شروع کریں گے تو بہت اچھا رہے گا۔

سید ظہیرالدین۔ سی نظام الدین سی قاضی۔ دڈ ہلی (کرناٹک)

پیام تعلیم کا میں بہت پرانا خریدار ہوں۔ مجھے پیام تعلیم بہت پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پیام تعلیم کی قیمت میں جس طرح تھوڑا بہت اضافہ ہوا اس طرح پیامی ادبی معما کے انعامی رقم میں بھی اضافہ ضرور ہونا چاہیے

ہماری یہ گذارش ہے۔

ایم سلیم کر دیکر، ضلع خیرآباد (یوپی)

مئی ۹۲ء کے شمارہ میں جناب اظہر نیاز صاحب نے "کرشمہ" میں اپنے قلم سے وہ کرشمہ دکھلایا کہ واہ صاحب مزہ آنے لگا لیکن فوراً ہی موڈ آف ہوگیا۔ جب میں نے آخر میں یہ دو لفظ پڑھا (جاری ہے)

محمد آفتاب نجمی، تاجپور (بہار)

جناب عالی۔ میں آپ کا رسالہ "پیام تعلیم" اسی مہینے کا سیوان سے لایا اور پڑھا جس میں آج کا کام کل پر مت چھوڑو بے حد پسند آیا اور میں اسے دن بھر اپنے ساتھ لیے گھومتا رہتا تھا۔

خالد علی خاں مقام پوسٹ۔ لہجی۔ ضلع سیوان ۸۴۱۲۳۳ (بہار)

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ماہ جون کے "پیام تعلیم" میں پیامی بھائی بہنوں کی آل انڈیا قلمی کانفرنس" کی رپورٹ شائع کی جا چکی ہے۔ ماشاءاللہ آپ پیامی حضرات کے مبارک باد اور شکریہ کے خط برابر موصول ہو رہے ہیں۔ اس لیے میں ان پیامیوں کا بہت بہت شکر گزار ہوں کہ انھوں نے میری ہمت افزائی کی۔ انشاءاللہ میں مستقبل میں بھی اس قسم کی کانفرنس منعقد کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔

محمد فہیم شیخ اسماعیل بمبئی فائر فائٹرس ہاؤسنگ سوسائٹی فلیٹ نمبر ۴۔ تیسرا منزلہ جے۔ آر۔ بورنچا روڈ بمبئی ۴۰۰۰۱۱

آج اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ آپ کے پسندیدہ رسالے کون کون سے ہیں تو میں ان کی ایک لسٹ تھما دوں گا جس میں سب سے سرِ فہرست نام ہوگا "پیام تعلیم" کا زندگی میں پہلی بار میرا اپنا ایک شعر اور ایک تخلیق کو "پیام تعلیم" میں شائع دیکھ کر میں جھوم اٹھا۔ میں پھولے نہ سمایا۔ آپ نے اس ناچیز کو اتنی عزت بخشی اس کے لیے تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اور جب میں خوشی خوشی "پیام تعلیم" لیے اپنے دوستوں کو اپنی شائع ہوئی تخلیق دکھانے کے لیے گیا تو اتفاق سے راستے میں رسالہ کہیں گر گیا۔ ابھی میں نے اس کا مطالعہ بھی نہیں کیا تھا۔ لہٰذا ادارے سے میری پرخلوص گزارش ہے کہ وہ مجھے پھر سے براہ کرم جولائی ۹۲ء کا رسالہ روانہ کر دے۔

انیس شاہ یونس شاہ بودھوار کا انجن گانو سورجی، امراوتی، مہاراشٹر

میں کئی سالوں سے پیام تعلیم کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اس میں شائع سبھی کالم مجھے بے حد پسند ہیں۔ خاص طور پر "بچوں کی کوششیں" تو پیام تعلیم کی جان ہے۔

آپ نے پسندیدہ اشعار پر مجھے انعام کا حقدار بنایا۔ اس کے لیے آپ کا بہت بہت شکریہ۔

کفیل جیراجپوری ۲۲/۹۔بی۔ العیدمک ملت نگر، اندھیری (ویسٹ) ممبئی ۴۰۰۰۵۸

آپ نے میرا قلمی دوستی میں پتا شائع کر کے بے حد احسان کیا میں آپ کا تہِ دل سے شکرگزار ہوں

عزیز الرحمٰن انصاری ۵۵۷ عیسیٰ نگر، بھیونڈی (تھانہ)

میں نے آج ہی اپنے دوست ابرار سے آپ کا پیام تعلیم مانگ کر پڑھا۔ پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ اور میں نے ابرار سے اپنی خوشی ظاہر کی آپ نے یہ رسالہ نکال کر ہم پر احسان کیا ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے ہم لوگوں میں اردو پڑھنے کا جذبہ پھر سے بیدار ہوا۔ میری طرف سے آپ کو مبارک باد قبول ہو۔

کلیم بیگ مشتاق بیگ مولانا آزاد روڈ، جھاڑ کی مسجد ایولہ ضلع ناسک ۴۲۳۴۰۱ (مہاراشٹر)

میں "پیام تعلیم" کا مطالعہ کرنا شروع کرتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ اس کو ختم کر کے ہی دم لوں گا۔ مگر زندگی کی افراتفری اور بھاگ دوڑ سے الجھ کر رسالہ پڑھنے کے سلسلہ کو منقطع کرنا پڑتا ہے۔ اس رسالے کی ترتیب واقعی بے مثال اور لاجواب ہے۔ اس رسالے میں ہمیں ادبی، دینی، سائنسی، جغرافیائی غرض کہ ہر طرح کی معلومات فراہم ہوتی رہیں۔ اس میں شائع ہونے والے لطیفے بھی قابل تعریف ہوتے ہیں اور ادب کے دائرے میں ہوتے ہیں۔ ماہ جولائی ۹۲ء میں چھپنے والے "گدگدیاں" کے کالم میں محمد اظہر الدین، محمد ظہور، عبد الرزاق اور صبیحہ ناہید کا لطیفہ کافی حد تک پسند آیا۔ بہن شاذیہ ناز رشیدی صاحبہ کی کہانی بھی بہت دنوں سے پڑھنے میں نہیں آ رہی ہے۔ ان کی کہانیاں بھی اپنی مثال آپ ہوتی ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو دن دو گنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں آمین

ضیاء الرحمٰن رشیدی وارث پورہ کامٹی، ضلع ناگپور



محترم شمیم بھائی کے نام کھلا خط

۱۹۹۲ء جولائی کا شمارہ اپنی خوبصورتی بکھیرتے ہوئے نظروں میں سما گیا۔ لیکن ایک نظم وہی تھی جو پنجم جماعت میں پڑھ چکے ہیں۔ میں آپ سے ایک جواب طلب کرنا چاہوں گی۔ کیا آپ ایسی شمع نہیں بننا چاہتے جس کی روشنی سے ہر کوئی منور ہو جائے۔ کیا آپ ایسا پھول نہیں بننا چاہتے جس کی خوشبو سارے چمن کو مہکا دے۔

اگر یہی حرکت سبھی کرتے رہے تو ہمارے ئے پیامی کی صلاحیتیں کیسے ابھریں گی۔ میرا یال ہے کہ آپ پیامیوں کو آگاہ کرا کر شاعر کا م بتا دیں۔ غلطی کو معاف کیجیے۔

ہن شاذیہ ناز رشیدی وارث پورہ کامٹی

پیام تعلیم ہمیں مل گیا اور اپنی کہانی لکھی، پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اور آسمانی ی اور زمین کا شہزادہ' عنوان کی کہانی یمہ سلطانہ کے نام کی دیکھ کر بھی خوشی ہوئی یا کے لیے ہم آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا تے ہیں۔

ہمارے شاہد چاچا بڑے اچھے ہیں]

اور ہاں ہمیں ایک بات کا بہت افسوس ہ جب بھی ہماری کوئی تحریر شائع ہوتی تو اسی میں کاتب صاحب سے کوئی نہ کوئی طی ضرور ہو جاتی ہے جیسے نہا دھو کے بجائے ہے (نہا کو دھو کر) خیر یہ تو Common sense لگا کر پڑھا جا سکتا ہے۔ لیکن جھی بھولے یا دھوکے سے کاتب صاحب یسی ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں جنھیں ہمارے دوسرا آدمی نہیں سمجھ سکتا

ٹنے کی جگہ پیٹنے لکھا ہے وغیرہ یہ غلطیاں اگست کے "پیام تعلیم" کی "ناکمی" کہانی میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ ان معمولی سی غلطیوں سے کہانی کی روانی میں فرق پڑ جاتا ہے۔ پھر وہ مزا نہیں رہتا۔

محمد شاکر۔ ماڈرن فارمیسی، اسٹار روڈ شاہجہانپور

ابھی ابھی آپ کا ارسال کیا ہوا اعتراف نامہ موصول ہوا جس کے لیے میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھ ناچیز کی حوصلہ افزائی کی اور ہماری تخلیقات کو ہمارے "پیام تعلیم" میں جگہ دے کر شکریہ ادا کرنے کا موقع دیا۔

کوثر عارفین سنجیدہ کمہرولی، کمتول دربھنگہ بہار

جب سے پیام تعلیم موصول ہوتا ہے اسی میں مشغول رہتا ہوں۔ پیام تعلیم کا پہلی تاریخ سے ۱۰ تاریخ تک اسی کا انتظار رہتا ہے اور اب جولائی کا پرچہ ہاتھ میں ہے۔ بہت پسند آیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ پیام تعلیم کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کریں۔

شمیم احمد اعجاز، متعلم مدرسہ اعجاز العلوم کرن سنگم نیر۔ احمد نگر

اگر آپ پیام تعلیم میں "الجواب" کالم شروع کر دیں اور چند صفحے بڑھا کر قیمت بھی صفحہ کے حساب سے بڑھا دیں تو پیام تعلیم میں چار چاند لگ جائیں گے۔

سرور نواز نظامی، کاملی، ویشالی، دبہار

میں آپ کے ماہنامہ "پیام تعلیم" کا مطالعہ تقریباً ڈیڑھ سال سے کر رہی ہوں۔ یہ رسالہ مجھے بے حد پسند ہے۔

اس لیے میں نے ڈیڑھ سال سے اس کا ایک بھی شمارہ پڑھے بغیر نہیں چھوڑا۔ بچوں کے لیے آپ کا پیام تعلیم بیش بہا خزانے سے کم نہیں۔ ہر کہانی ایک معیاری درجہ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیام تعلیم مسلسل کئی سالوں سے ہم سب کے دلوں پر حکمرانی کر رہا ہے اور آئندہ بھی صدیوں تک کرے گا۔

میری خداوند کریم سے یہی دعا ہے کہ پیام تعلیم آسمان پر چودھویں چاند کی طرح جگمگائے اور دن بہ دن ترقی کی راہیں تیزی سے طے کریں۔

نوشین عرشیلہ عبد السلام ایس ٹی کنڈ یکٹر عطار پورہ دارد کا، ضلع ایوت محل (مہاراشٹر)

پیام تعلیم برابر مل رہا ہے۔ جولائی کے شمارے میں" انوکھا خواب" خوفناک غار وغیرہ کہانیاں پسند آئیں۔ باتوں کی باتیں بہت اچھا مضمون ہے۔ "کرشمہ" دن بہ دن دلچسپ ہوتا جا رہا ہے۔ عید تماشہ اور" لکھنا اوٹ پٹانگ کہانی کا" پڑھ کر ہمیں بہت ہنسی آئی۔ چھپی ہوئی بھوک اور ہمدرد انسائیکلو پیڈیا" سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوا۔ پسندیدہ اشعار میں عقیل احمد سالم کا روانہ کردہ شعر بہت پسند آیا۔ بچوں کی کوششیں میں کہانیاں بہت مزیدار ہیں۔

انور ظفر جیلانی کھرولی کنتول، دربھنگہ، بہار

جولائی ۱۹۹۲ء کا پیام تعلیم سب سے اچھا لگا۔ یہ جو آپ نے سوال و جواب کا کالم شروع کیا ہے۔ اسے بہت سے لوگ پیام تعلیم پڑھنے لگے ہیں۔ میرے دس ساتھی پیام تعلیم پڑھنے لگے ہیں

سید رضاء الدین درجہ ہشتم معرفت ایس ایم الطاف دین ایس اے، سائکل اسٹور۔ مونگیر

جولائی کا ماہنامہ پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھا۔ یوں تو اردو میں بچوں کے لیے کئی رسالے شائع ہوتے ہیں۔ لیکن جو معیار اور مقام پیام تعلیم کا ہے وہ دوسروں کا نہیں۔ حقیقت میں اگر ہم اس کی تعریف کے پل بھی باندھ دیں تو بیجا نہ ہوگا آج کے دور میں بچوں کی صحیح رہنمائی کرنے والا رسالہ ہے۔ بچوں کے احساسات کو سمجھنا اور ان کی خواہشات کو بیدار کرنا بڑی بات نہیں ہے۔ "کرشمہ قسط ۳" بہت خوبصورت ہے۔ "انوکھا خواب" اور "خوفناک غار" پسند آئے۔ "چھپی ہوئی بھوک" ایک کارآمد مضمون ہے۔ لطیفے، قلمی دوستی، اور بچوں کی کوششیں کالم بھی خاص کر پسند آئے۔

کلام پیدا (از) دلاور پور، مونگیر (بہار)

جولائی ۹۲ء کا "پیام تعلیم" ملا۔ واقعی قابل تعریف رسالہ ہے۔ پوشیدہ بین کی جانکاری بہت خوب رہی اسے ہم نے بنا بھی لیا ہے یہ اچھی طرح کام کر رہا ہے۔ جناب فرحت خاں صاحب کی کہانی خوف ناک غار بے حد پسند آئی۔ قلم کار کو دلی مبارک باد پیش ہو۔ ڈاکٹر شریف حسین کا انوکھا خواب واقعی انوکھا ہی تھا۔ چھپی ہوئی بھوک جو کہ ڈاکٹر سید اسلم کی لکھی تھی بے حد پسند آئی۔ ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد

مظفر معین خاں (بی ایس سی بایو) ساکن چھبرا پوسٹ دھرم سنگھوا، سدھارتھ نگر، یوپی

پیام تعلیم بچوں کا رسالہ ضرور ہے لیکن بوڑھوں کو بھی اس سے دلچسپی رہتی ہے جب کسی ماہ میں کوئی پرچہ نہیں ملتا ہے تو بے چینی

اور گھبراہٹ سی نظر آنے لگتی ہے۔ اس میں لطیفے چھوٹی چھوٹی کہانیاں اور لکھنے پڑھنے کے مختلف انداز ملتے ہیں جس سے بچوں میں لکھنے پڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ میں پیام تعلیم کا پابندی کے ساتھ پڑھنے کا شوقین ہوں۔ کہانیاں لکھتا بھی ہوں لیکن نام چھپتا نہیں ہے۔ پھر سوچتا ہوں جو میرا کام ہے میں کروں اور جو اڈیٹر صاحب کا کام ہے وہ کریں۔

سید دلدار حسین رضوی از علی نگر پوسٹ چین پور، ضلع سیوان۔ (بہار)

پیام تعلیم اگست ۹۲ء کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ آپ کی کاوشوں کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ خط بھی لکھ دیا ہے اور آپ کا انعام ۱۲ روپے اور خرگوش کا سپنا خوبصورت کتاب ملی اس کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں

انور علی بھارت شو، ہلدی پوکھر سنگھ بھوم

ماہ جولائی کے 'پیام تعلیم' میں اپنا لیا گیا انٹرویو چھپا دیکھ کر دلی خوشی ہوئی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ "باتوں کی باتیں" اور "لکھنا ادٹ پٹانگ کہانی کا" بے حد پسند آئیں۔ م۔ الف راشد کی "پوشیدہ بین" کمال کی رہی۔

ختر جال "بادل" ذکیہ آفاق اسلامیہ کالج سیوان ۱۰ ایم مقام رانی پور، بوڑھیا، سیوان (بہار)

جس طرح علامہ اقبال نے کہا ہے کہ وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ اسی طرح آپ کے وجود سے ہے پیام تعلیم رنگ ہے۔ آپ کی وجہ سے ہمارا پیام تعلیم

فلک پر چمکنے والے روشن ستارے کی طرح ہر طرف اپنی کرنیں بکھیر رہا ہے۔ خدا آپ کی عمر دراز کرے اور روز بروز پیام تعلیم میں نکھار پیدا ہو۔ یہی میری دعا ہے۔ ماہ جولائی میں خوفناک غار اور انوکھا خواب مجھے بے حد پسند آیا۔

فیاض احمد شیخ مناف قصاب محلہ نزد نیشنل ہائی اسکول شہادہ ضلع دھولیہ (مہاراشٹر)

میرے ابو جی ۲ سال سے پیام تعلیم لا رہے ہیں اور میں پڑھتی رہی۔ اس کی کہانیاں، نظمیں لطیفے، اقوال زریں بہت پسند ہیں معلوماتی مضامین اور ہمدرد انسائیکلوپیڈیا سے مجھے اسکول میں بہت فائدہ پہنچا۔ میں آٹھویں جماعت کی طالبہ ہوں ایک کہانی پیام تعلیم کے لیے مراٹھی زبان سے ترجمہ کرکے بھیج رہی ہوں۔

از مومن شبینہ مختار احمد ۳۱۹، اسلام پورہ مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر

پیام تعلیم برابر نظر سے گزرتا ہے اس کے مضامین قابل تعریف ہیں۔ واقعی رسالہ بہت عمدہ ہے۔ احقر نے ائمہ مذاہب کے بارے میں مختصر معلومات لکھی ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ مجھ جیسے گنہ گار کی ایک مختصر معلومات آپ ہمارے پیام تعلیم میں شائع کرا دیں۔

صادق الاعظمی، محمد صادق پور، لالہ لھن مبارک پور اعظم گڑھ، یوپی۔ انڈیا

"ضرب الامثال" کے مفہوم کی تاریخ بڑھا کر ۲۵ ستمبر ۹۲ء کر دی گئی۔

قلمی دوستی

نام: محمد صالح شمیم اختر انصاری عمر ۱۴ سال
تعلیم: ہشتم
مشاغل: پیام تعلیم ودیگر رسائل کا مطالعہ کرنا
پینٹنگ کرنا۔
پتا:۔ تیسر انظام پور پٹیل محلہ، مکان نمبر ۳۱، ۴۲۱۰۳۲
بھیونڈی تھانہ مہاراشٹر۔

نام:۔ انصاری صفیہ عبدالغفور عمر ۱۲ سال
تعلیم:۔ چھٹی جماعت۔ قرآن پاک کی تعلیم۔
مشغلہ:۔ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، بحث ومباحثہ کرنا
اور رسالہ پڑھنا
پتا:۔ شیواجی نگر پلاٹ نمبر ۵/۳/۹ گونڈی بمبئی ۴۳

نام: شمس الدین قمر عمر: ۱۶ سال
مشغلہ: پیام تعلیم، امنگ پڑھنا، اور اچھی کتابوں
کا مطالعہ کرنا
تعلیم:۔ میٹرک پاس
پتا:۔ مدرسہ ریاض العلوم مکان نمبر ۱۶۸۵
اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

نام:۔ شیبا علی
تعلیم:۔ انٹر
مشغلہ:۔ رسائل کا مطالعہ کرنا۔
پتا:۔ مکان نمبر ۲۰/۱۰، پٹکا پور کان پور (یوپی)

نام:۔ سید عبدالقادر پاشاہ
تعلیم:۔ پی۔یو۔سی (جاری)
مشغلہ:۔ سائنسی رسالے پڑھنا دینی کتابوں کا
مطالعہ کرنا۔
پتا:۔ ہمدرد کالج روڈ گھر نمبر ۲۹-۱۱-۳ رائچور (کرناٹک)

نام: ایم عمیر حنفی عمر: ۱۴ سال
تعلیم:۔ انٹر (سائنس)
مشغلہ:۔ مطالعہ کرنا، کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پتا:۔ مرزا بک ڈپو، کوہنہ مغل پورہ۔ نئی سڑک
مرادآباد ۲۴۴۰۰۷

نام:۔ محمد ضیاء الرحمٰن
تعلیم:۔ ساتویں جماعت۔
مشغلہ:۔ اسکول جانا اور کراٹے کی پریکٹس کرنا۔
پتا:۔ معرفت محمد حفیظ الرحمان، او، کے روڈ،
آسنسول، ضلع بردوان ۷۱۳۳۵۲

نام:۔ طیولہ آصف حکیم عمر: ۱۷ سال
تعلیم:۔ گیارہویں سائنس [جاری]
مشغلہ:۔ کرکٹ کھیلنا۔ شوق سے پڑھنا۔
پتا:۔ رائچوری محلہ پرست یادگیر ضلع گلبرگہ کرناٹک

نام:۔ ابوالفضل عمر: ۱۶ سال
تعلیم:۔ دسویں جماعت
مشغلہ:۔ پیام تعلیم پڑھنا، قلمی دوستی کرنا۔
کرکٹ کھیلنا۔
پتا:۔ پوسٹ ومقام بینا پارہ، ضلع اعظم گڑھ
یوپی۔ انڈیا۔

م: شمیم احمد عمر: ۱۶ سال
یم: دسویں کلاس
شغلہ:۔ والی بال کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
تا:۔ شمیم احمد ولد مبین احمد پوسٹ و مقام
برہریا، ضلع اعظم گڑھ یوپی

م:۔ جمال خاں عمر: ۱۷ سال
یم:۔ میٹرک (جاری)
شغلہ:۔ پیام تعلیم اور دینی و ادبی کتب کا
مطالعہ کرنا
ا: جمال خاں۔ ہلدی پوکھر سنگھ بھوم (بہار)

م:۔ صبیل الرحمٰن عمر: ۵ سال
لیم:۔ (یو۔ کے۔ جی) جاری
شغلہ:۔ پڑھنا۔ پھول لگانا۔ اور کھیلنا۔
ا:۔ معرفت ایس حسینی مقام + پوسٹ
درگاہ بیلا، ضلع ویشالی (بہار)
ٹ:۔ انکل یہ تحریر میں اپنے بھتیا سے لکھوا کر
بھیج رہا ہوں اسے جلد شائع کریں۔

:۔ محمد اخیار حسینی گلبرگوی عمر: ۱۳ سال
:۔ ساتویں جماعت
لہ:۔ پیام تعلیم پڑھنا۔ اچھے اچھے کھانے
کھانا۔ کرکٹ کھیلنا۔
معرفت محمد ابرار حسینی مکان نمبر ۲۳۔ مسجد
سٹریٹ۔ جے سی نگر بنگلور (کرناٹک)

ا اختر ابن سیا فسر صاحب عمر: ۱۵ سال
:۔ پیام تعلیم پڑھنا، علم دین حاصل کرنا
ا اختر مدرسہ دار العلوم احمد نگر، عالمگیر
گاہ ۵ ۴۱۳۰۰۱

نام: اطہر علی بیگ، عمر: ۱۵ سال
تعلیم: ہشتم
مشغلہ:۔ کھلاڑیوں کے فوٹو جمع کرنا، کرکٹ
کھیلنا، پیام تعلیم میں نئے نئے عنوانات بھیجنا۔
پتا:۔ مکان نمبر ۱-ڈ گلی نمبر ۶ نور نگر، ڈاک خانہ
جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

نام:۔ ابرار خان محمد خان
تعلیم:۔ S.Y. B.Com
مشغلہ:۔ کرکٹ، کبڈی، بیڈمنٹن، اور
شطرنج کھیلنا۔
پتا:۔ ۵۹۸، ملتان پورہ ایولہ (ناسک)

نام: مدبر شیخ نذیر شیخ عمر: ۱۶ سال
مشغلہ:۔ کتابیں پڑھنا
تعلیم:۔ S.S.C
پتا:۔ ۲۲ تھانہ روڈ بیولر نامی بھیونڈی تھانہ

نام: وسیم راجا
مشغلہ۔ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا۔ کمزوروں
کی مدد کرنا۔
پتا:۔ ہلدی پوکھر۔ سنگھبوم (بہار)

نام: محمد سرفراز حسین عمر: ۱۱ سال
مشغلہ:۔ کرکٹ کھیلنا، روزانہ اسکول پابندی
سے جانا اور طرح طرح کی کہانیوں کی کتابیں پڑھنا
پتا:۔ محمد افضل حسین، مہراج گنج، رفیع گنج،
ضلع اورنگ آباد (بہار)

نام: ناصر علی انصاری عمر: ۱۴ سال
تعلیم: ششم عربی جاری

مشغلہ: پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا، کرکٹ کھیلنا وغیرہ
پتا:۔ ناصر علی سیتاپوری معہد القرآن ہاسٹل
روم ۳۲ ندوہ عربی کالج لکھنؤ۔

نام: شمیم احمد اعجاز
تعلیم:۔ عربی پنجم
مشغلہ:۔ پیام تعلیم پڑھنا، مطالعہ کرنا،
کرکٹ کھیلنا۔
پتا:۔ مدرسہ اعجاز العلوم کسون، سنگم نیر
احمد نگر۔ مہاراشٹر

نام:۔ خالد علی خاں
تعلیم:۔ نویں جماعت
مشغلہ:۔ پیام تعلیم و امنگ کا مطالعہ کرنا۔
اور قلمی دوستی کرنا۔
پتا:۔ مقام و پوسٹ لیجی، ضلع سیوان (بہار)

نام:۔ جاوید احمد ملاّں
تعلیم:۔ ڈپلومہ جاری
مشغلہ:۔ پیام تعلیم پڑھنا، غزلیں پڑھنا
پتا:۔ معرفت ڈاکٹر ملاّں ایل۔اے جی، گاندھی نگر
ہبلی ضلع دھارواڑ۔ کرناٹک۔

نام:۔ عقیل احمد پرنس، عمر: ۱۳ سال
تعلیم:۔ نویں جماعت
مشغلہ:۔ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا اور
پیامیوں سے قلمی دوستی کرنا۔
پتا:۔ پرنس، رانی پور، تھانہ ہرہریا، ضلع
سیوان (بہار)

نام: محمد اقبال احمد گوگی عمر: ۱۳ سال
تعلیم: ساتویں جماعت
مشغلہ:۔ پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا اور بڑوں
کی عزت کرنا۔
پتا:۔ محمد اقبال احمد گوگی محلہ آثار شریف،
یادگیر ضلع گلبرگہ (کرناٹک)

نام: محمد اکبر گوگی عمر: ۱۳ سال
تعلیم:۔ آٹھویں جماعت
مشغلہ:۔ پیام تعلیم پڑھنا۔ بڑوں کی خدمت
کرنا۔ اور قلمی دوستی کرنا۔
پتا:۔ محمد اکبر گوگی ولد محمد یوسف گوگی محلہ حتی کھڈا
یادگیر ۵۸۵۲۰۱ ضلع گلبرگہ (کرناٹک)

نام:۔ انور علی عمر: ۲۵ سال
تعلیم:۔ ہائی اسکول
مشاغل:۔ قلمی دوستی کرنا، پیام تعلیم پڑھنا اور
معلوماتی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا:۔ بھارت شو سینٹر، بلدی پوکھر سنگھ بھوم بہار

نام: محمد شاہد عمر: ۱۴ سال
مشغلہ:۔ کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی
پتا:۔ نثار احمد مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)

نام:۔ واثق زبیر عمر: ۱۲ سال
تعلیم:۔ چھٹی جماعت
مشغلہ:۔ پیام تعلیم، امنگ اور نور کا مطالعہ کرنا
پتا:۔ عبد الغفار ماسٹر، قلم چوک ناگپور روڈ،
ایوت محل (مہاراشٹر)

نام: مظفر حسین خاں عمر: ۲۱ سال
تعلیم: بی۔ ایس سی (جاری)
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: موضع چھپرا پوسٹ دھرم سنگھوا بازار۔
ضلع سدھارتھ نگر ۲۷۲۱۵۴ (یوپی)

نام: عبدالمجید کاتب عمر: ۳۱ سال
تعلیم: بارھویں جماعت
مشغلہ: کتابت کرنا۔ دینی باتوں پر عمل کرنا۔
پتا: معرفت قومی آواز، جواہر منزل ۱، وشنبھر ناتھ
روڈ، قیصر باغ، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱ (یوپی)

نام: گلفام بیگم
تعلیم: میٹرک۔
مشغلہ: غریبوں کی مدد کرنا۔ کرکٹ میچ دیکھنا۔
پتا: معرفت عبدالحمید مکان ۲۲۶، تسناری
کھوٹا ڈیہہ، جمشید پور (بہار)

نام: ثاقب اعجاز عمر: ۱۹ سال
تعلیم: (بی۔ ایس سی) جاری
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پارک میں گھومنا
پتا: ہندستان الکٹرک ھدیٰ مارکٹ، پکی سرائے
چندواڑہ، مظفرپور (بہار)

نام: محمد کوثر احمد خط عمر: ۱۶ سال
تعلیم: میٹرک
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا اور رسالے پڑھنا
پتا: جینا واڑی، یادگیر گلبرگہ

نام: عبادہ اسلم عمر: ۱۳ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشاغل: پیام تعلیم اور دیگر رسالوں کا مطالعہ
کرنا، ڈاک ٹکٹ جمع کرنا
پتا: مدرسہ احمدیہ سلفیہ لہریہ سرائے
دربھنگہ ۸۴۶۰۰۱ (بہار)

نام: محمد احفاظ انصاری عمر: ۱۷ سال
تعلیم: بارھویں
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا اور قلمی دوستی کرنا
پتا: محمد اسحاق جونی چاوڑی، مومن پورہ
بالاپور (اکولہ) ۴۴۴۳۰۲

نام: محمد امداد اللہ نوری مخدوم حسین
تعلیم: ایس۔ سی۔ سی
مشغلہ: بے سہارا اندھے لنگڑے کی مدد کرنا۔
بھٹکوں کو راستہ بتانا۔ عربی اور انگریزی بولنے
کی مشق کرنا۔
پتا: اے۔ ایم شیخ معرفت اکتے کے پیرزادے
انجمن اسلام عربک اسکول بلگا نور تعلقہ
گدک ضلع دھارواڑ (کرناٹک)

نام: ابوالکلام رانچوی
درجہ سوم: تعلیم
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا، پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
کہانیاں لکھنا۔
پتا: مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ یوپی

نام: انظر الباری رفیقی عمر: ۱۵ سال
تعلیم: درجہ دہم
مشاغل: فٹ بال اور کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا
پیام تعلیم کا مطالعہ کرنا
پتا: جامعۃ الفلاح بلریا گنج۔ اعظم گڑھ۔ یوپی



● ننھے میاں کے والد کے انتقال کے ایک دن بعد کسی پڑوسی نے ننھے میاں سے پوچھا۔
"کیوں ننھے میاں تمھارے والد صاحب کے آخری الفاظ کیا تھے؟"
"ننھے میاں:- بھلا وہ کیا بول سکتے تھے۔ امّی جان جو آخری وقت تک ان کے سرہانے بیٹھی رہیں۔

شکیل حیدراجپوری ۸/۷۔ ۳۳ ٹیکسی مین کالونی لال بہادر شاستری مارگ کرلا ممبئی ۷

● ایک چپراسی کو ٹیلی فون کرنے کا بہت شوق تھا۔ ایک دن جب دفتر میں وہ جھاڑو لگا رہا تھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور کان سے لگایا۔ آواز آئی "ہیلو" چپراسی ہلنے لگا۔ پھر ذرا اور تیز آواز آئی "ہیلو" وہ اور زور سے ہلنے لگا۔ پھر خوب تیز آواز آئی "ہیلو" اس پر وہ اور زور سے ہلنے لگا اور پھر بولا۔ "ہلا و رہا ہوں ہلا وت مارڈ لیو کا ہے"

محمد ہارون۔ بالا پور پوسٹ حسن پورہ ضلع سیوان (بہار)

● مالک: (نوکر سے) میں نے تم سے کہا تھا کہ مرغی کے بچّوں کو چاول کھلا دینا، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بلی کو چاول کھلا رہے ہو۔
نوکر:- مالک مرغی کے بچے بلی کے پیٹ میں ہی تو ہیں۔

راغب احمد، چکھاد و بدرگاہ بیلا (ویشالی)

● ایک لڑکا تاریخ کا مطالعہ کر رہا تھا اس نے اپنے باپ سے پوچھا کہ جنگ کیسے کہتے ہیں باپ نے کہا اگر دو ملکوں کے درمیان مثلاً پرستان اور شورستان کے درمیان لڑائی ہو تو اسے جنگ کہتے ہیں۔
لڑکے کی ماں نے کہا۔
پرستان اور شورستان کوئی ملک نہیں ہیں۔ فرضی نام ہے۔
باپ نے کہا میں تو مثال دے رہا ہوں۔
ماں بولی: آپ بچوں کو غلط مثالیں نہ دیں۔
نوبت یہاں تک پہنچی کہ لڑکے کی ماں اور باپ لڑنے لگے اور کچھ دیر بعد گھر کے برتن ٹوٹنے لگے۔
لڑکا بولا: بس بس بس..... اب میں سمجھ گیا کہ جنگ کیسے کہتے ہیں۔

● بیوی (شوہر سے) دیکھیے میرے پاس کوئی چیز کام کی نہیں ساڑی ہے تو اس پر بارڈر نہیں سینٹ کی شیشی ہے تو اس میں سینٹ نہیں پاؤڈر ہے مگر سرخی نہیں۔
شوہر نے جواب دیا: میرا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے، جیب ہے مگر پیسا نہیں۔

● استاد: ٹیکہ کس نے ایجاد کیا۔
شاگرد: مچھر نے۔

نثار بانو۔ بنت عبدالحمید ریلوے اسٹیشن خادیم جالنہ

پہلا دوست:- بھائی "اخبار مزید" کون سا نکلتا ہے، ہم کو آج تک پڑھنے کو نہیں ملا۔

دوسرا دوست:۔ بھائی "اخبار مزید" نام کا کوئی اخبار نہیں نکلتا۔ تم نے یہ کہاں سنا؟
پہلا دوست:۔ ارے یار آل انڈیا ریڈیو اردو سروس اخباروں کی رائے پروگرام میں روز کہتا ہے کہ اخبار مزید لکھتا ہے، اخبار مزید لکھتا ہے۔

فضیل احمد۔ مبارک پور

● ایک صاحب دیہات میں تشریف لے گئے وہاں ایک شخص سے دریافت کیا۔ کیا کبھی تمھارے یہاں کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے۔ دیہاتی نے جواب دیا نہیں حضور: یہاں تو سب بچے پیدا ہوتے ہیں۔

● استاد نے بچوں کی معلومات عامہ کا امتحان لیتے ہوئے سوال کیا۔
بتاؤ کس مہینے میں ۲۸ دن ہوتے ہیں۔
"ہر مہینے میں" ایک کونے سے آواز آئی۔

● ایک مرتبہ ایک فقیر ایک مالدار آدمی کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ مالدار کو بہت غصہ آیا اس نے فقیر سے پوچھا۔ تم میں اور گدھے میں کتنا فرق ہے۔ فقیر نے کہا۔ ایک بالشت کا۔

محمد فاروق عبدالرزاق شیخ، اسلامیہ اینگلو اردو ہائی اسکول دھٹکل

● ڈو گپی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔
پہلا: میرے دادا کے زمانے میں تو اتنی ٹھنڈ پڑتی تھی کہ اگر بات کرنے کے لیے منہ کھولو تو منہ میں برف جم جاتی تھی۔
دوسرا:۔ بس یہ تو کچھ بھی نہیں میرے دادا کے زمانے میں تو اتنی ٹھنڈ پڑتی تھی کہ بات کرو تو بات آدھے راستے میں جم جاتی تھی اس پر پہلا گپی بولا تو بات سنتے کیسے ہوں گے۔
دوسرا:۔ ماچس کی تیلی جلا کر۔

● فیصل: (انیس سے) ارے مٹی میں موم بتی جلا کر کیا ڈھونڈ رہے ہو۔
انیس:۔ آج ماسٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ تم نے اپنے ابو کا نام مٹی میں ملا دیا ہے بس وہی ڈھونڈ رہا ہوں۔

مرسلہ:۔ اطہر علی بیگ، نوذ نگر گلی نمبر ۴ جامعہ نگر نئی دھلی ۲۵

● دو پروفیسر اپنے ماضی کی باتیں کر رہے تھے۔
پہلا:۔ کیا تمھاری بچپن کی کوئی خواہش پوری ہوئی ہے۔
دوسرا:۔ ہاں ہاں کیوں نہیں! جب میں چھوٹا تھا تو اسکول جاتے وقت میری ماں بڑی بیدردی سے میرے بال سنوارتی تھی تو میری خواہش ہوتی تھی کہ کاش میرے بال نہ ہوتے! خدا کے فضل و کرم سے میں اب گنجا ہوں۔

عبدالمتین عبدالحفیظ گولڈن نگر، مالیگاؤں

ایک لڑکا برقع پوش موٹی خاتون کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ خاتون نے مڑ کر لڑکے سے کہا "کیوں بے میرا پیچھا کیوں کر رہا ہے" لڑکے نے کہا آنٹی دھوپ بہت تیز ہے اس لیے آپ کے سائے میں چل رہا ہوں۔"

مرسلہ: طلحہ نقش بندی بالاپور ضلع آکولہ

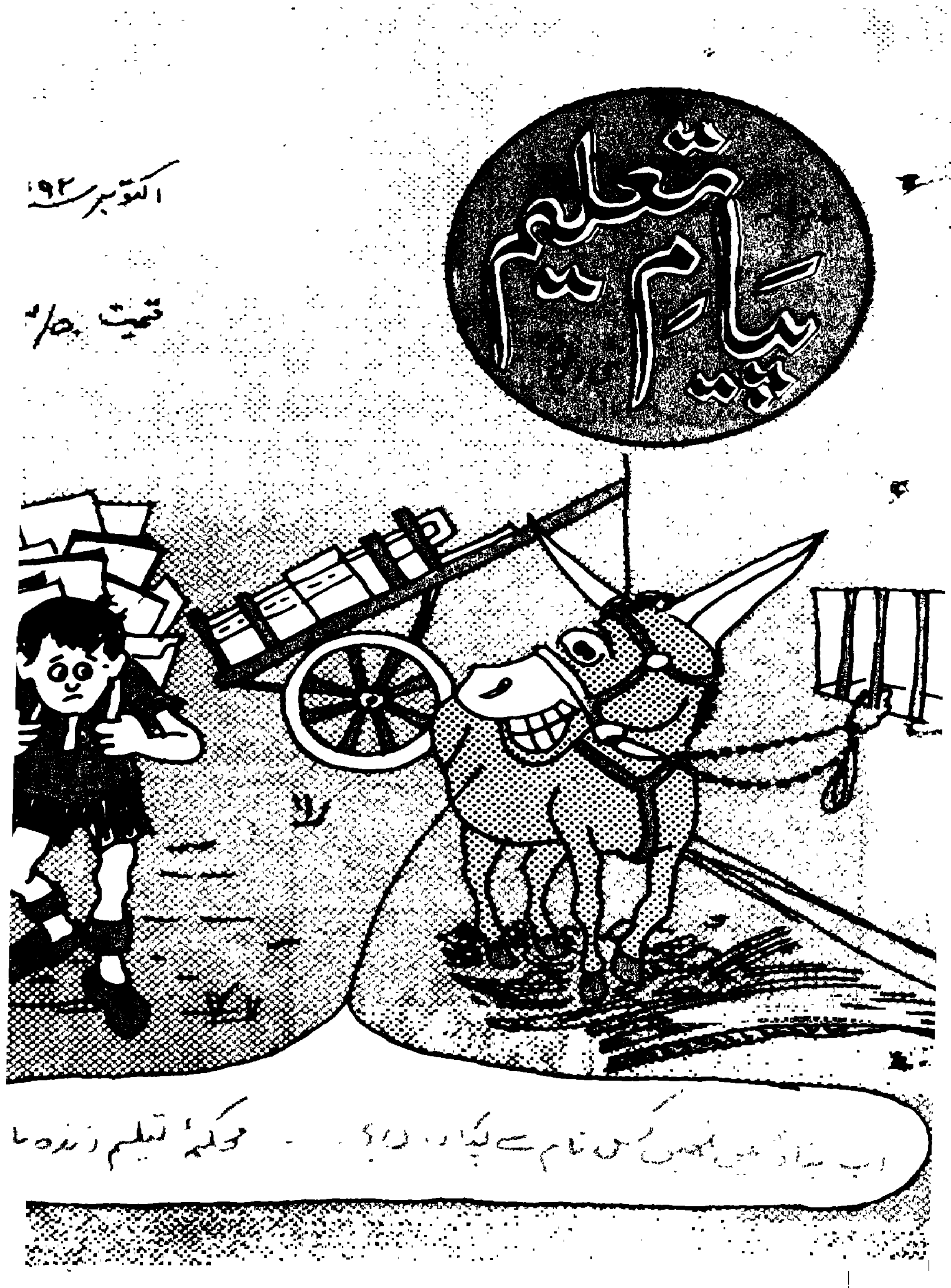
باپ (بیٹے سے) تم نے ایک آنکھ پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے۔
بیٹا:۔ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ سبھی لوگوں کو ایک ہی آنکھ سے دیکھا کرو۔

جاوید قریشی، ناندیڑ

Licence No. U(SE)21 to post without prepayment of post
Regd. No. DL-16013/92 September 1:

Payam-i-Taleem

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64


پیام تعلیم
اکتوبر ۹۲ء
قیمت
محکمۂ تعلیم زندہ باد



ıber 1.

Contents per unit pack	Ret price exc tax
400	[illegible]
240	[illegible]
454	[illegible]
200	[illegible]
200	[illegible]
300	[illegible]
200	[illegible]
100	[illegible]
300	[illegible]
500	[illegible]

"ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" — سرسید

ماہنامہ

پیام تعلیم

نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

اکتوبر ۱۹۹۲ جلد ۴۰ شمارہ ۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

سب سے پہلے ایک خوشخبری سنیے آپ کے مکتبہ پیام تعلیم کو اتر پردیش اردو اکیڈمی نے بہترین کتابیں شائع کرنے پر مبلغ دو ہزار روپے کا پہلا انعام دیا۔ ہم آپ کی طرف سے اکیڈمی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ایک اور خوشخبری جو ہم کو لگ بھگ چار مہینے پہلے آپ کو دینا چاہیے تھی وہ یہ ہے کہ آپ کے مکتبہ پیام تعلیم نے دسمبر ۱۹۹۳ء تک آپ کے لیے ایک سو ایک کتابیں شائع کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ سو کتابیں تو بزرگ ادیبوں کی لکھی ہوئی اور ایک پیامیوں کی کہانیوں کا مجموعہ ساتھ میں یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ کوئی کتاب دس روپے سے زیادہ قیمت کی نہ ہو۔ کئی کتابیں چھپ کر آگئی ہیں۔ تفصیل اندرونی صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ لگ بھگ پندرہ کتابیں پریس میں ہیں۔ بقیہ زیر کتابت ہیں یا تصنیف و ترتیب۔

اس بار کرشمہ کی قسط کسی مجبوری کی وجہ سے شائع نہ ہو سکی آیندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں۔

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: =/40

سرکاری اداروں سے: =/55 روپے

V.P.P منگانے کی صورت میں مزید =/۱۰ روپے خرچ آئے گا

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ، بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

پرنٹر و پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

جاگو جگاؤ

انسان کو سب سے زیادہ جو چیز نقصان پہنچاتی ہے وہ ہے لالچ ۔ لالچ انسان کو خوش ہونے اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے نہیں دیتا ۔ اس کو جو کچھ بھی میسر ہوتا ہے وہ اس سے مطمئن نہیں ہوتا بلکہ ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہے کہ کچھ اور حاصل کرے ۔ یہ فکر اس کو خوش ہونے نہیں دیتی ۔ لالچی اور حریص آدمی ہمیشہ اس غم میں گھلا جاتا ہے کہ اسے یہ نہیں ملا ، وہ نہیں ملا ۔ فلاں کے پاس یہ ہے ، میرے پاس یہ نہیں ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"بری باتوں میں انسان کو سب سے زیادہ جلانے کڑھانے والی برائی حرص ہے ۔"

آج ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں ان پر غور کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ ہم اس عی طرح مبتلا ہیں ۔ اس برائی نے ہماری زندگی سے سکون چھین لیا ہے ۔ رشوت ، چوری ، ڈا اغوا یہ سب اسی لالچ کا نتیجہ ہیں ۔ لالچ میں آدمی اندھا ہوجاتا ہے ۔ وہ ہر غلط کام کو اپنے لگتا ہے ۔ قناعت کی خوبی اس سے چھن جاتی ہے ۔ لالچی آدمی عقل سے بھی محروم ہو جاتا ہے مندی تو یہ ہے کہ آدمی کو جو کچھ بھی میسر ہے اس سے خوش ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس کم سے کم اتنا تو میسر ہے ۔ دنیا میں بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس اتنا بھی نہیں ہے ۔ لالچ آدمی کا ایمان بھی کمزور ہو جاتا ہے ۔ اللہ کے پیارے رسولؐ کا یہ فرمان ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے :

"ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے !"

حرص اصل میں ایک عذاب ہے ۔ حریص آدمی کے کاموں سے دنیا تو پریشان ہوتی ہی ہے ، وہ خود بھی آرام سے نہیں رہ پاتا ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں لالچ سے محفوظ رکھے ۔

تمہارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سعید

دعا

عتیق الرحمٰن صدیہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "تم میں سے ہر شخص کو اپنی حاجت اللہ سے مانگنی چاہیے یہاں تک کہ اس کی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے دُ کرے۔" مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا، "اللہ کی نظر میں دعا سے زیادہ عزت والی چیز کوئی نہیں۔" ایک دوسرے موقع پر پیارے نبیؐ نے کہا کہ دُعا ہر حال میں نفع دینے والی ہے، اُن مصیبتوں میں بھی جو نازل ہو چکی ہوں اور اُن میں بھی جو نازل نہیں ہوئی ہوں۔ پس اللہ کے بندو، تم ضرور دعا مانگا کرو اور یہ بھی فرمایا کہ جو اللہ سے دُعا نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

آیئے ہم یہ معلوم کریں کہ یہ دُعا کیا ہے جس کی اتنی زیادہ تاکید رسول اکرمؐ نے فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ ارشاد فرمایا:

" اور تمھارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو۔ میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے گھمنڈ کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت وخواری کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔" (المومن)

لغت میں "دُعا" پکارنے، مانگنے اور سوال کرنے کو کہتے ہیں اور اللہ کے دین میں اس کے معنی اللہ کے حضور عرض کرنے اور درخواست کرنے کے ہیں۔ جب کوئی بندہ کسی دُکھ اور پریشانی کا شکار ہو جائے اور آس پاس کی کوئی چیز اسے فائدہ نہ دے رہی ہو ایسے میں وہ اپنے رب کے سامنے اپنی عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرے اور اس کے جلال، عظمت اور قدرت کا اقرار کرتے ہوئے اُس سے کچھ مانگے، ہاتھ پھیلا کر گڑگڑائے یا دل ہی دل میں اِس احساس کے ساتھ اُس سے سوال کرے کہ بس دینے والا اور بگڑی بنانے والا وہی ایک ہے تو یہ عمل دُعا کہلائے گا۔ یہ عمل اتنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزہ کتاب میں اس کا حکم دیا ہے:

" اپنے رب کو پکارو، گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے۔ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ زمین پر فساد نہ برپا کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے اور اللہ ہی کو پکارو خوف کے ساتھ اور لالچ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں کے قریب ہے۔"

اور سورۂ بقرہ میں یوں کہا :

" اے میرے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انھیں بتادو کہ میں اُن سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اُس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انھیں چاہیے کہ میری دعوت پر " حاضر جناب " کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ سیدھی راہ پائیں۔" (القرآن)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بہت ہی قریب ہے۔ نہ اُسے زور زور سے پکارنے کی ضرورت ہے اور نہ اس تک پہنچنے کے لیے کوئی ذریعہ تلاش کرنے کی۔ اُسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند اور نہ وہ تھکتا ہے۔ اور نہ اُس کے خزانے میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔ اُس کے ہاں اگر کوئی شرط ہے تو یہ ہے کہ بندے اُس پر ایمان لائیں اور اسی کی اطاعت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عمل اتنا پسندیدہ ہے کہ اُس نے اپنے سب سے زیادہ محبوب اور بلند مرتبہ بندے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ دعا کریں :

" اور دُعا کرو کہ اے پروردگار، مجھے مزید علم عطا کر۔" اور مکّہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا زمانہ قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسولؐ کو حکم دیا کہ وہ غلبہ اور اقتدار کے لیے دعا کریں تاکہ حق غالب ہو اور باطل شکست کھا جائے اور یوں بھلائی پھیل جائے اور بُرائی مِٹ جائے۔

" اور دعا کرو کہ پروردگار جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے نکال اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دے جس کے ساتھ تیری امداد ہو۔" (القرآن)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو ہر بُرائی سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ اپنے رب سے مغفرت اور رحمت طلب کیجیے :

" پس اے نبیؐ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کیجیے اور اس سے مغفرت طلب کیجیے۔" (القرآن)

دُعا سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم دین کو اللہ کے لیے خالص کرلیں۔اسی کی فرماں برداری کریں۔اپنی ہر عبادت اور اطاعت کو دِکھاوے اور شرک سے پاک کریں۔سورۃ المومن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وہی زندہ ہے۔اُس کے سِوا کوئی معبود نہیں۔اُسی کو تم پکارو اپنے دین کو اس کے لیے خالص کرکے۔ساری تعریف اللہ ربُّ العالمین کے لیے ہے۔"

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ دعا کرنے والے کا رزق حلال ہو،اس کی کمائی حلال کی ہو،اس لیے کہ حرام رزق کھاکر دعا قبول نہیں ہوتی۔حضورؐ نے فرمایا،"اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام کمیوں سے پاک ہے اور صرف حلال اور پاک چیزوں ہی کو قبول فرماتا ہے۔اس کے بعد حضورؐ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر طے کرکے آتا ہے۔اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔اُن میں دھول مٹی لگی ہوئی ہے۔ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے ہوئے ہے مگر اُس کا حال یہ ہوتا ہے کہ اُس کا کھانا حرام،پینا حرام،لباس حرام اور اس کا جسم حرام غذا سے پلا ہو اس شخص کی دعا کس طرح قبول ہو۔"

دُعا کرتے وقت دعا کرنے والے کا دل اللہ کی طرف متوجہ ہو،گویا الفاظ اُس کے دل سے نکل رہے ہوں اور وہ خوف اور اُمید کے ساتھ گڑگڑا گڑگڑا کر اور چپکے چپکے اُس سے مانگ رہا ہو،اس لیے کہ حضورؐ نے فرمایا،"اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کسی غافل دل کی دُعا قبول نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے نیک اور صالح بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:
"اُن کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں اور وہ اپنے رَب کو خوف اور لالچ کے ساتھ پُکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انھیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"
(السجدہ)

حضور اکرمؐ نے دُعا کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب کوئی شخص دعا کرے تو یوں نہ کہے کہ اے اللہ مجھے بخش دے اگر تو چاہے اور مجھ پر رحم کر اگر تو چاہے بلکہ بغیر شرط عائد کیے صاف طور پر اللہ سے مانگے اس لیے کہ اُس پر جبر کرنے والا کوئی نہیں۔دعا کرنے والے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دعا میں تکلف اور بناوٹ

سے کام نہ لے، اس لیے کہ اس طرح دعا کی رُوح غائب ہوجاتی ہے۔ اور نہ وہ ناجائز چیزوں کی طلب کرے اور نہ بلا ضرورت زور زور سے دعا کرے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جہاد کے ایک سفر میں صحابہ کرامؓ زور زور سے تکبیر کہنے لگے تو حضورؐ نے انھیں اس سے روکا اور فرمایا کہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے بلکہ ایک ایسی ذات کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور وہ تمھارے ساتھ ساتھ رہے ہے"

دعا کی قبولیت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ بندہ جلد بازی کرکے یہ نہ کہنے لگے کہ اس نے دعا کی اور وہ قبول نہیں کی گئی۔ گویا وہ مسلسل دعا کرتا رہے اور مایوس نہ ہونے پائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمھارا رب حیادار ہے اور بخشش کرنے والا ہے۔ جب اس کا بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے حیا آتی ہے کہ ان ہاتھوں کو کس طرح خالی لوٹا دے!

دعا کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینے تک اُٹھاکر دعا مانگی جائے اور دُعا ختم ہونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لیا جائے۔ زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ دعا کرنے والا باوضو اور قبلہ رُو ہو۔ دعا سے پہلے اللہ کی تعریف کرے، حضور اکرمؐ پر درود بھیجے اور پھر دُعا کے بعد آمین کہے۔

ایک ٹکڑا بادل

شفیقہ فرحت، بھوپال



ایک دیس تھا۔ بہت پیارا۔ کتنا پیارا؟
کیسے بتائیں!
اچھا سمجھ لو ہمارے دیس کی طرح۔ اس میں ایک خوب صورت ہری بھری شاداب وادی

تھی۔ نرم نرم گھاس چاروں طرف پھیلی تھی۔ گھاس پہ رنگا رنگ ننھے منے پھول کھلے تھے۔ یہاں ایک چھوٹی سے ندی کل کل کرتی بہتی تھی۔ دور کہیں پہاڑوں سے اتر کر اٹھلاتی البیلی چال سے چلتی ہوئی یہاں تک آئی تھی۔ ایسی چال کہ لگے کوئی پیاری سی لڑکی گھنگھرو باندھ کر ناچ رہی ہو اور اس کا سفید باریک ریشمی دوپٹا ہوا میں اڑ رہا ہو۔ سچ! ندی کا پانی جب کناروں کے پتھروں سے ٹکراتا تو سفید جھاگ اڑاتا اور بالکل ایسا ہی لگتا۔

اور پتا ہے یہ ندی کہاں بہتی تھی؟

بیچ جنگل میں۔

یہ جنگل بہت گھنا تو نہیں تھا۔ مگر جنگل گھنا نہ ہو تب بھی خوب صورت لگتا ہے۔ ذرا سی ہوا چلی اور اونچے اونچے درختوں کے پتے سرسرانے لگے۔ ان میں لپٹی بیلیں جھومنے لگیں۔

درختوں پر لاتعداد چڑیاں ہر وقت ادھر ادھر اڑتی رہتیں اور چوں چوں کرتی رہتیں جیسے قرآن پاک کی تلاوت کر رہی ہوں۔ چڑیاں درختوں کی پتلی پتلی شاخوں پر جھولا جھولتی رہتیں یا اپنے لیے طرح طرح کے خوب صورت اور مضبوط گھونسلے بناتیں۔ یہاں شریر گلہریاں بھی تھیں جو تنے سے اونچی ڈالیوں تک دوڑ لگایا کرتیں۔

پھر اس وادی میں پھولوں کی طرح نرم رنگا رنگ تتلیاں بھی تھیں اور بارشوں کے موسم میں لال لال مخمل جیسی بیر بہوٹیاں بھی ہری بھری گھاس پر گھوما کرتیں۔ کبھی کبھی سفید خرگوش بھی اچھلتے کودتے دکھائی دے جاتے۔

تو بھئی اس خوب صورت جیتی جاگتی وادی میں دو بگلے بھی رہتے تھے جو عقل مند سمجھے جاتے تھے کیوں کہ وہ لمبی لمبی اڑانیں بھر کر دور دور جایا کرتے تھے۔ آس پاس کے جنگلوں میں، بڑے بڑے شہروں میں اور دوسرے دیسوں میں۔ انھوں نے ایسی بہت سی چیزیں دیکھی تھیں جو جنگل کے کسی باسی نے نہیں دیکھی تھیں۔ اسی لیے جنگل کے جانور اور پرندے، پھول، پتے سب ان بگلوں کی بات مانا کرتے تھے۔

یہ وادی، یہ جنگل شہر سے بہت دور نہ تھا۔ اس لیے اکثر شہر سے لوگ بڑی جیپوں اور گاڑیوں میں بھر بھر کر گھومنے پھرنے اور پکنک منانے یہاں آیا کرتے تھے۔ وہ گھومتے پھرتے، کھاتے پیتے اور کبھی کبھار شکار بھی کھیلتے۔ ہرن، لومڑی، گیدڑ، خرگوش جو جانور نظر آجائے

اسے اپنی بندوق کا نشانہ بنا لیتے۔ درختوں کے کچے پکے پھل اور پتیاں نوچ لیتے۔
دھیرے دھیرے یہ وادی اجڑنے لگی۔ سنسان ویران ہونے لگی۔ خرگوش، گیدڑ، لومڑی، ہرن جان بچا کر ادھر ادھر چھپنے لگے، بلکہ جس جس کی ہمت ہوئی وہ جنگل چھوڑ کر چلا گیا۔ چڑیوں نے چہچہانا بند کردیا اور تتلیوں نے اڑنا اور گلہریوں نے دوڑنا۔
بادلوں نے بھی اپنا رخ بدل لیا۔ ان کو بلانے کے لیے جب وہاں چڑیاں نہ ہوں، تتلیاں اپنا ناچ نہ دکھائیں، درخت جھوم جھوم کر ان کی بانہیں نہ پکڑیں تو بادل وہاں کیوں آئیں گے۔ کیوں رکیں گے۔ سارے بادل اڑ گئے۔
وادی ویران ہوگئی درخت سوکھ گئے۔ ان کی پتے پیلے ہو ہو کر گرنے لگے۔ پرانے پتوں کی جگہ نئے پتے نہیں آئے۔ گھاس بھی سوکھ کر پیلی پڑ گئی۔ پھول مرجھا گئے۔ خرگوشوں کو کھانے کو کچھ نہ ملا تو وہ سوکھ کر کانٹا ہوگئے۔ لومڑی، ہرن سب بیمار دبلے پتلے اور کم زور ہو گئے۔
تب ایک بگلے نے دوسرے بگلے سے کہا: "چلو دوست! ہم بھی کہیں چلیں۔"
بگلے کی ایک پکی دوست تھی۔ کھڑی۔ وہ بولی۔ "کیا مجھے چھوڑ جاؤ گے؟"
بگلے نے کہا:
نہیں! تمھیں بھی ساتھ لے چلیں گے۔
گلہری دوڑ کر اس اونچی شاخ تک آگئی، جہاں بگلے بیٹھے تھے۔ "اور مجھے میرے دوست۔"
"تمھیں تو ہم چھوڑ ہی نہیں سکتے ننھی گلہری۔"
اسی وقت دبلا پتلا کم زور خرگوش لڑکھڑاتا ہوا آیا اور اس نے پوچھا: "میرے لیے کیا حکم ہے میرے بھائی بگلے؟"
بگلے نے دھیرے سے جواب دیا: "تمھیں کیسے لے جا سکتے ہیں۔ تم تو بہت دبلے اور کم زور ہو گئے ہو۔"
"اور میں؟" ہرن نے روتے ہوئے پوچھا۔
"تم سے تو ایک قدم بھی چلتے نہیں بنتا۔ تم ہمارے ساتھ کیسے جا سکتے ہو؟"
لومڑی بھی جھٹ سامنے آگئی۔
"کیا تم بھی جنگل چھوڑنا چاہتی ہو؟"

"ہاں چھوٹے بھیا، بڑے بھیا، اب جنگل، جنگل کہاں رہا ہے بھائی بگلے۔ سب کچھ سوکھ گیا ہے۔ دیکھو ہماری پیاری ندی تک میں پانی نہیں۔ وہ دیکھو تہ کے پتھر دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ نہ اب ناچتی گاتی ہے، نہ اٹھلاتی ہے۔ بس ایک بیمار کم زور بوڑھی کی طرح ہر وقت لیٹی رہتی ہے۔ تھوڑے دنوں میں اس کا اتنا پانی بھی سوکھ جائے گا۔ تو ندی مر جائے گی، بالکل غائب ہو جائے گی۔"

"جیسے ہماری تتلیاں غائب ہو گئیں۔" گلہری نے بڑے دکھ سے کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگی کہ شاید ایک آدھ تتلی کہیں اڑتی ہوئی یا کسی پھول کے ساتھ چپکی ہوئی دکھائی دے جائے۔ لیکن وہاں ایک بھی تتلی نہ تھی۔ ایک بھی پھول نہ تھا۔ گھاس نہ تھی۔ ایک بھی بیر بھوٹی نہ تھی۔ سب کچھ سوکھ گیا تھا۔ جل گیا تھا۔ اجڑ گیا تھا۔

"چلو دوست!" بگلے نے اپنے ساتھی سے کہا۔

اس کے ساتھی بگلے نے جواب دیا: "ہم یہ وادی چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔"

"مگر ہمیں جانا تو پڑے گا۔ ورنہ اس سوکھی وادی میں تو ہم مر جائیں گے۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اسی وادی کو پھر سے ہرا بھرا بنا دیں تاکہ سب کچھ پہلے جیسا خوب صورت ہو جائے اور سب دوست پہلے کی طرح مل جل کر ہنسی خوشی رہنے لگیں۔"

"لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ جب تک پانی نہ برسے وادی سر سبز نہیں ہو گی۔ درختوں پر نئے پتے نہیں آ سکتے۔ پھول نہیں کھل سکتے۔ گھاس نہیں لہرا سکتی اور ندی اچھل اچھل کر نہیں بہہ سکتی۔"

مکڑی بولی: "تو چلو پانی برسا دیں۔"

"ہم پانی کیسے برسا سکتے ہیں۔ پانی تو بادلوں میں ہوتا ہے۔ اور اس وادی کے آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں۔"

"ہاں یہ تو ہے! تب ... تب کیا ہو سکتا ہے؟"

بگلے نے کہا: "کچھ نہیں۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اگر پیڑ ہوتے تو بادلوں کو اڑنے سے روک لیتے۔ ہائے افسوس!"

دونوں بگلے رونے لگے اور ان کے آنسو گرنے لگے۔ ٹپ۔ ٹپ ان کو روتا دیکھ کر

چڑیاں بھی رونے لگیں، گلہری بھی رونے لگی۔ لومڑی بھی رونے لگی، ہرن بھی رونے لگا اور ندی جو سوکھ کر غائب ہو چکی تھی وہ بھی سسکیاں لینے لگی۔

سب کو روتا دیکھ کر مکڑی بولی: "نہ روؤ میرے دوستو! نہ روؤ۔"

"ہم سب تم سب کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔ آؤ بھائی بگلے! کوئی ترکیب سوچیں۔"

"ہاں سب مل کر کوئی راستا نکالیں۔"

لومڑی نے کہا: "راستا بس ایک ہے کہ ہم سب وہاں چلیں جہاں پیڑ ہرے ہوں۔ گھاس ہری ہو۔ پھول کھلے ہوں۔ تتلیاں ناچتی ہوں، چڑیاں گاتی ہوں۔"

"بھائی بگلے! تم تو دور دور تک اڑ کر جاتے ہو۔ دیس دیس جاتے ہو۔ تم کو ایسی جگہ معلوم ہے؟"

دونوں بگلے سر جوڑ کر سوچنے لگے۔ سوچتے رہے، سوچتے رہے۔ پھر ایک دم بولے:

"ہاں ایسی جگہ تو ہے۔ یہاں سے دور بہت دور ایک وادی ہے، خوب صورت ہری بھری جیسے پہلے کبھی ہماری تھی۔ وہاں ایک جنگل ہے اونچے اونچے درختوں سے بھرا جیسے پہلے ہمارا جنگل تھا۔ ایک ندی ہے چنچل سی۔ اٹھلاتی، بل کھاتی بہتی ہوئی جیسے کبھی ہماری ندی بہتی تھی۔ وہاں خرگوش اور چڑیاں بھی ہیں اور تتلیاں بھی اور ہرن بھی۔ اور خرگوش بھی اور گلہری بھی۔"

"ہاں، ہاں۔ چلو، چلو۔"

"ہاں! ہم سب چلیں۔ ہم سب چلیں۔"

"مگر میں تو کہیں نہیں جا سکتی۔" سوکھی ندی نے رو کر کہا: "میرے پیر تو میری دھرتی میں گڑے ہیں۔"

"اور ہم بھی کہیں نہیں جا سکتے۔" پہاڑوں نے کہا: "ہم اتنے لمبے چوڑے ہیں کہ ہم ہل بھی نہیں سکتے۔ ہمارے پیر بھی دھرتی میں گڑے ہیں۔" وہ دونوں زور زور سے رونے لگے۔

اور روتے روتے ندی بولی: "اب کہو! کیا تم ہم دونوں کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟ تم جن کے پنکھ ہیں۔ جو اڑ سکتے ہو۔ کیا اڑ کر دور دیس چلے جاؤ گے؟"

سب لوگ چپ ہو گئے۔ بگلوں نے سر جھکا لیا۔ گلہری جہاں تھی وہیں رک گئی۔ ہرن اور لومڑی بھی بگلے کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔

سب نے کہا: "نہیں! ہم ندی کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ ہم کہیں نہیں جائیں گے، ہم یہیں رہیں گے۔"

"مگر کیسے؟" ہرن نے پوچھا: "تھوڑے دنوں میں تو ہم بھوک پیاس سے مر جائیں گے۔"

یہ سن کر تتلی زور زور سے رونے لگی:

"ہاں جب پھول سوکھ جائیں گے۔ تو ہم سب تتلیاں مر جائیں گی۔ دیکھو ہمارے پروں کے رنگ ابھی سے اڑنے لگے ہیں۔"

"ہاں میں بھی مر جاؤں گی۔ درختوں پہ پھل نہ ہوں گے تو میں کیا کھاؤں گی؟" چڑیا نے روتے ہوئے کہا۔

پھر سب نے روتے ہوئے کہا: "ہم ایسے نہیں رہ سکتے۔ کوئی نہ کوئی ترکیب سوچنی پڑے گی۔ بھائی بگلے۔"

دونوں بگلے دوبارہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ مکڑی بھی ان کے ساتھ تھی اور گلہری بھی۔ تھوڑی دیر میں ایک بگلا خوشی سے چلایا:

"ترکیب سمجھ میں آ گئی۔ ہاں۔ بات بن گئی۔ بات بن گئی' سب خوشی سے ناچنے لگے۔

"مگر کیا؟"

"یہ کہ ہم دونوں بگلے اپنی پیٹھ پر مکڑی اور گلہری کو لے کر دور دیس جائیں گے جہاں بہت سے بادل ہیں۔ بہت گھنے اور کالے۔ گلہری اپنے تیز دانتوں سے بادل کا ایک ٹکڑا جلدی جلدی کترے اور مکڑی اس بادل کے چاروں طرف جالا تان دے۔ ایک بار۔ دو بار۔ تین بار ایسا مضبوط جالا کہ بادل اس میں سے نکل نہ پائے۔ ایسا لگے کہ اسے کسی نے رسیوں سے جکڑ دیا ہے۔ پھر ایک طرف سے بھائی بگلے اور دوسری طرف سے میں جالے کو اپنی چونچ میں پکڑ لیں گے اور اسے کھینچ کھینچ کر اڑا اڑا کر دھیرے دھیرے اپنے دیس میں لے آئیں گے اور پہاڑوں کے پاس لا کر چھوڑ دیں گے۔ بادل برس جائے گا۔ ندی میں پانی بھر جائے گا۔ گھاس ہری ہو جائے گی۔ پیڑوں پر نئے نئے پتے پھوٹ نکلیں گے۔ نئے نئے پھول کھل جائیں گے۔ تتلیاں

باقی صفحہ ۳۲ پر

سوال...... کیا ہیلے کا دم دار ستارہ تباہ ہو گیا......؟ کب......؟

راحیل بن یحییٰ...... حیدر آباد

جواب...... نہیں بھئی......! آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہیلے کا دم دار ستارہ بدستور قائم و دائم ہے۔ اور اپنے مدار میں رہتے ہوئے سورج کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ آپ کی معلومات کے لیے ہم یہ بتاتے چلیں کہ دم دار ستارے، ستارے نہیں بلکہ سیارے ہیں۔ اور نہایت چپٹے بیضوی مدار میں سورج کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ دم دار ستارہ دراصل منجمد گیسوں پر مشتمل ایک گولے کی مانند ہوتا ہے۔ اس کے اجزا میں میتھین، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور ٹھوس امونیا وغیرہ شامل ہیں۔ جب کوئی دم دار ستارہ سورج کے قریب آجاتا ہے تو اس کی گیس پھیل کر ہماری زمین کے برابر یا اس سے بھی بڑے گولے کی شکل میں اختیار کر لیتی ہیں۔ مزید قریب پہنچنے پر اس پر سورج سے نکلنے والے جوہری دباؤ کا اثر پڑتا ہے جس کی وجہ سے سیارے کے ایک جانب گیسیں پھیل کر ایک دُم کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ دُم بعض اوقات لاکھوں میل لمبی ہوتی ہے۔ سورج سے نکلنے والی مخصوص شعاعوں کی وجہ سے یہ منوّر ہو جاتا ہے۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ دم دار ستارے کی دُم سورج سے نکلنے والی



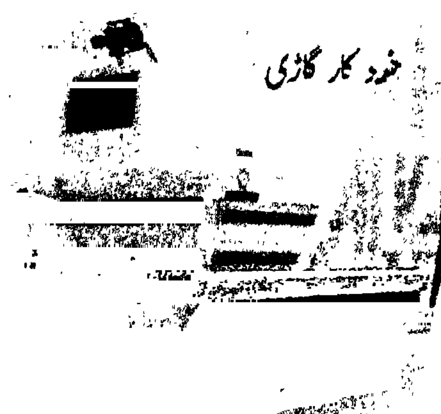


تابکاری کی تاب نہیں لا سکتی اس لیے ہمیشہ سورج کے مخالف سمت میں ہوتی ہے۔

ہیلے کا دم دار ستارہ برطانوی ماہر فلکیات ایڈمنڈ ہیلے کے نام سے پہچانا جاتا ہے جنھوں نے اسے پہلی بار ۱۶۸۲ء میں دریافت کیا۔ ہیلے کا دم دار ستارہ ہر ۷۶ سال کے بعد زمین سے دیکھا جاسکتا ہے۔ آخری بار یہ ۱۹۸۶ء میں نمودار ہوا تھا۔ اس کے بغور مطالعے کے لیے جون ۱۹۸۵ء میں ایک خلائی جہاز کو خلا میں بھیجا گیا۔ جس نے ۵۰۰ ملین میل کا فاصلہ طے کر کے ہیلے کے دم دار ستارے سے صرف ۳۷۶ میل کی دوری پر ملاقات کی اور خود پر نصب شدہ کیمروں اور کمپیوٹروں کی مدد سے سائنس دانوں کو نہایت قیمتی معلومات فراہم کیں۔

گھر کے ایسے حصوں میں جہاں سورج کی روشنی پہنچنا مشکل ہو وہاں بھی پودے اگائے جا سکتے ہیں۔

اس ننھی مُنّی لائٹ کو آپ پودے کے اوپر لگادیں۔ اس کا ۱۶ انچ لمبا فلوریسنٹ بلب سورج کا نعم البدل ثابت ہوتا ہے۔ اس کی قیمت ۳۴ ڈالر ہے۔ اسے 636S. COLOMBUS AVE, Mt VERNON. NY نے بنایا ہے۔



ALV ۱۳۶۵ فٹ لمبی اور ۹ فٹ چوڑی نامی یہ گاڑی بغیر کسی ڈرائیور کے چلتی ہے۔

گاڑی کے آگے لگا ہوا کیمرہ اور لیزر شعاعوں کی آنکھوں کی مدد سے لی جانے والی تصاویر ایک کمپیوٹر میں منتقل کی جاتی ہیں جو گاڑی کو آگے بڑھنے، روکنے اور موڑنے کا کام انجام دیتا ہے۔

سمندر کا پانی نمکین کیوں ہوتا ہے؟

آئے دن ہمیں زمین کے بارے میں ایسے حقائق کا علم ہوتا رہتا ہے جو ہماری حیرت میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ انہی حقائق میں سے ایک سمندر میں نمک کی موجودگی ہے۔ نمک سمندر میں کیسے گیا؟ اس کا ایک سادہ سا جواب تو یہ ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ نمک پانی میں حل پذیر ہوتا ہے چنانچہ بارش کے پانی کے ساتھ وہ سمندر میں حل ہو جاتا ہے زمین کی سطح پر موجود نمک مستقل .... طور سے حل ہو کر سمندر میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ہم یہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ عمل سمندر میں موجود نمک کی بھاری تعداد کا موجب ہے۔ اگر تمام سمندروں کے پانی کو خشک کر لیا جائے تو اتنا زیادہ نمک بنے گا جس سے ۱۸۰ میل اونچی .... اور ایک میل چوڑی نمک کی دیوار بنائی جا سکتی ہے جس کی جسامت براعظم یورپ سے پندرہ گنا زیادہ ہوگی۔ عام نمک جو ہم سب استعمال کرتے ہیں سمندر کے پانی سے حاصل کیا جاتا ہے سمندر کے پانی میں نمک کا ارتکاز پونے تین فیصد تک ہوتا ہے۔ کھلے سمندروں میں زیادہ نمک موجود ہوتا ہے۔

بحیرہ مردار (جو ۳۴۰ مربع میل کے خطے پر واقع ہے) میں ۱۰۵۲۳۰۰۰۰۰۰ ٹن نمک کی تعداد موجود ہے۔ اوسطاً سمندر کے ایک لیٹر پانی میں ۳۰ گرام نمک کے جو ذخائر چٹانوں کی شکل میں موجود ہیں ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ لاکھوں سال پہلے سمندر کے پانی کی تبخیر سے وجود میں آئے۔ نمک کی چٹان بننے کے لیے بہ لحاظ حجم ۹/۱۰ حصے سمندر کے پانی کی تبخیر ضروری ہے۔ زیادہ تر تجارتی نمک، نمک کی چٹانوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نمک کے ذخائر تک کنوئیں کھودے جاتے ہیں جس میں پائپ کے ذریعے خالص پانی پہنچایا جاتا ہے۔ یہ پانی نمک کو حل کر لیتا ہے اور پھر اس کو ایک اور پائپ کی مدد سے اوپر کھینچ لیا جاتا ہے۔ !!

سمندر کی گہرائی:۔ سمندر اب بھی ہمارے لیے بہت پراسرار ہے یعنی ہم اس کے راز اب بھی نہیں جانتے کہ سمندر کتنا پرانا ہے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ جب ہماری زمین اپنے وجود کے ابتدائی دور میں تھی تو سمندر کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

آج انسان سمندر کے اندر سے راز نکالنے کے لیے اس کی گہرائیوں میں جا کر تحقیقات کر رہا ہے۔ ۳ ہزار ۷ سو ۶۰ میٹر کی گہرائی تک سمندر کی اندرونی سطح میں کیچڑ ہی کیچڑ ہے یہ سطح سمندر کی مخلوق کے چھوٹے چھوٹے ڈھانچوں سے بنی ہے جو گل سڑ کر چونے جیسی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ سمندر کے زیادہ گہرے اور اندھیرے حصوں میں جہاں پانی چار میل تک گہرا ہے۔ سطح سمندر زنگ کے رنگ والے کیچڑ پر مشتمل ہے اسے لال مٹی بھی کہا جاتا ہے یہ سطح سمندر مخلوق کے ڈھانچوں کے

چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں، سمندری پودوں کے ٹکڑوں اور آتش فشاں راکھ سے بنی ہے۔

آج کل سمندر کی گہرائی ناپنے کے لیے آواز کی لہروں کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔

سمندر کی اوپری سطح سے آواز کی لہریں نیچے بھیجی جاتی ہیں یہ لہریں سمندر کی گہری سطح سے ٹکرا کر واپس آتی ہیں آواز کی لہروں کی روانگی اور واپسی کا وقت آدھے آدھے میں تقسیم کیا جائے تو سمندر کی گہرائی معلوم ہو جائے گی۔

آواز کے سفر کی رفتار تو معلوم ہی ہے اب صرف یہ حساب لگانا ہوتا ہے کہ آواز کتنی دیر میں سمندر کی تہہ تک گئی اور کتنی دیر میں واپس آئی۔

اس طریقے پر عمل کر کے اب ہم نے مختلف سمندر کی گہرائیوں کے بارے میں اچھی خاصی معلومات جمع کر لی ہیں اور ہر سمندر کے اندر سب سے گہرے مقام کی نشاندہی بھی کر لی ہے۔ سب سے زیادہ گہرائی والا سمندر بحرالکاہل ہے اس کی اوسط گہرائی ۴ ہزار ۲ سو ۲۸ میٹر ہے اس کے بعد سب سے زیادہ اوسط گہرائی والا سمندر بحر ہند ہے جس کی اوسط گہرائی ۳ ہزار ۹ سو ۶۳ میٹر ہے اوسط گہرائی میں بحراوقیانوس تیسرے نمبر پر ہے اس کی اوسط گہرائی ۳ ہزار ۹ سو ۲۶ میٹر ہے۔ بحیرہ بالٹک سب سے کم گہرا ہے اس کی اوسط گہرائی صرف ۵۵ میٹر ہے۔

شیشہ کیسے بنتا ہے؟

شیشہ کو عام استعمال کی چیز ہے مگر بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ شیشہ بنتا کیسے ہے؟

شیشے کے لیے تین چیزیں چاہئیں۔ ریت (خاص شیشہ بنانے والی جسے سلیکا کہتے ہیں) سوڈا اور چونا۔ ان سب کو آگ کی بھٹی میں پگھلایا جاتا ہے۔ اس پگھلے ہوئے آمیزے کو ہم شیشے کے بڑے بڑے ٹکڑوں میں ڈھال سکتے ہیں۔ یہ بڑے ٹکڑے کھڑکی دروازوں اور تصویروں کے فریم اور آئینہ سازی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق شیشے کو شربت یا جام اور جیلی کی بوتلوں کی شکل میں ڈھالا جاتا ہے یا پھر بڑے ماہر کاریگر ایک لمبی سی نلی کے ذریعے پگھلے ہوئے شیشے کو غبارے کی طرح پھلا کر کسی بھی شکل میں ڈھال لیتے ہیں۔ آج کل مختلف اجزا کے استعمال سے کئی قسم کا شیشہ بنایا جاتا ہے پگھلے ہوئے شیشے کو مختلف درجے پر ٹھنڈا کرنے سے بھی شیشے کی خصوصیات تبدیل ہوجاتی ہیں۔

سب سے پہلے شیشہ حضرت عیسیٰ ؑ کی ولادت سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے یعنی آج سے تقریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے مصر میں بنایا گیا تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ؑ کے زمانے میں مصر میں شیشہ استعمال ہوتا تھا شیشہ بنانے کا فن مصر سے چین آیا پھر یہاں سے

رابطہ

عامر یوٗ دنی

دوسرا اور آخری حصہ

"میں سوچ ہی رہا تھا کہ تمہارا کیا ہوا ..... اور تم خود ہی آ گئے ....." ڈاکٹر شکیل نے کہا۔ امجد نے ایک لمبا سانس لیا اور مریضوں کی مسہری پر لیٹ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کس طرح شروع کرے۔

"ڈاکٹر صاحب ..... مجھے یہ خفیہ رکھنا تھا ..... انتہائی خفیہ ..... لیکن ....." امجد خاموش ہو گیا۔

"کیا خفیہ رکھنا تھا" ..... ڈاکٹر شکیل نے پوچھا اور امجد بولنا شروع ہو گیا۔ ڈاکٹر شکیل کی نظریں امجد کے چہرے پر گڑیں ہوئی تھیں وہ پلک جھپکائے بغیر امجد کو گھورے جا رہے تھے۔

"پتا نہیں مجھے آپ کو بتانا چاہئے تھا کہ نہیں لیکن میں اب پاگل ہو جاؤں گا ..... اب وہ کئی دنوں سے کئی گھنٹوں تک فون کی گھنٹی بجاتا رہتا ہے اور بات تک نہیں کرتا۔"

ڈاکٹر شکیل امجد کو دیکھتے رہے۔



"تم اس پر یقین کرتے ہو......" انھوں نے امجد سے پوچھا...... "کیا تم اس بات پر یقین کر سکتے ......"

امجد سوچ میں پڑ گیا۔

"میں...... میں فون کی گھنٹی سنتا ہوں...... میں اس کی باتیں سنتا تھا میں کس طرح سمجھاؤں......" امجد بولا۔

"امجد...... یہ پاکستان ہے...... شاید ہالی ووڈ کی فلموں میں اس طرح دکھایا جاسکتا ہو گا...... لیکن یہاں تو ایسا کوئی سائنس دان سوچ بھی نہیں سکتا۔ پھر کیا تم حکومت کے اس...... اس خفیہ منصوبے پر یقین کر سکتے ہو......"

ڈاکٹر شکیل کہہ رہے تھے اور امجد کو احساس ہو رہا تھا کہ یہ بات کتنی احمقانہ ہے۔

"لیکن...... لیکن...... میں اس کی آواز سنتا ہوں......" امجد نے روہانسا ہو کر کہا۔ "مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دماغ میں آواز، باتیں سننا پاگل پن کی علامات میں سے ایک ہے......"

............○............○............

امجد نے چائے کا گھونٹ لیا اور سوچنے لگا۔ کیا وہ واقعی پاگل ہو گیا تھا؛ ڈاکٹر شکیل نے کہا تو تھا...... پھر ...... نہیں انھوں نے بعد میں کہا تھا کہ اکیلے پن اور دماغی پریشانی کی وجہ سے بعض لوگ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ کوئی ان سے باتیں کر رہا ہو دراصل ان کا دماغ ان کے اکیلے پن اور پریشانی کی وجہ سے بھٹک رہا ہوتا ہے اور وہی یہ باور کرانے لگتا ہے جیسے کوئی باتیں کر رہا ہو۔"

"میرا دماغ مجھے بھی یہ باور کرانے لگے گا کہ جیسے وہ کوئی حکومت کا خفیہ ایجنٹ ہے......" امجد نے ڈاکٹر شکیل سے سوال کیا تھا۔

"دماغ مختلف پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کے ہزاروں بہانے ڈھونڈ سکتا ہے......" ڈاکٹر شکیل نے جواب دیا تھا۔ کیا ڈاکٹر شکیل صحیح کہہ رہے تھے...... امجد سوچوں میں گم تھا کیا ہو سکتا ہے کیا نہیں ...... اس کا دماغ واقعی پریشان تھا......

اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ امجد نے اصل فون کو دیکھا۔ اس کا کنکشن ٹوٹا ہوا تھا۔ فون کی گھنٹی اس کے دماغ میں ہی بج رہی تھی۔ چند منٹ تک وہ یونہی رہا پھر اس نے خیالی فون کا ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو......" اس نے کہا۔

"ہم تم سے انتہائی مایوس ہوئے ہیں امجد......" دوسری طرف سے آواز نے بہت غصے سے کہا ...... ہم نے تمھیں بہت منع کیا تھا کہ اس بات کا کسی کو نہیں پتہ چلنا چاہیے...... یہ حکومت کا خفیہ راز ہے

...... تمہیں سمجھایا تھا کہ نہیں ...... " آواز کرخت ہو گئی تھی۔ اس کے باوجود تم نے ڈاکٹر کے سامنے سب اگل دیا۔

"امجد کو محسوس ہوا جیسے اس کے پھیپھڑوں سے ہوا نکل گئی ہو "تمہیں...... تمہیں کس طرح پتہ چلا" ...... اس نے اٹکتے ہوئے پوچھا۔

"تم سوچ سکتے ہو...... جب ہم تمہاری آواز سن سکتے ہیں تو پھر...... "

آواز نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور امجد جھرجھری لے کر رہ گیا "پھر تم کو یہ بھی پتا ہو گا کہ ڈاکٹر صاحب کیا کہتے ہیں...... " امجد نے ہمت کر کے کہا۔

"بالکل...... وہ کہتے ہیں کہ میں ایجنٹ ڈبل ایکس زیرو نہیں ہوں...... میں حکومت کے خفیہ اداروں کے لیے کام نہیں کرتا...... بلکہ میں تمہارا دماغی فتور ہوں...... تمہارا لاشعور ہوں...... جو تم سے اٹکھیلیاں کر رہا ہے...... خدا کا خوف کرو امجد...... تمہیں کیا ہو گیا ہے...... "

امجد کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

"اچھا سنو...... ہمارے خیال میں تم ہمارے کام کے آدمی نہیں رہے لہٰذا تمہارے ساتھ ہم رابطہ ختم کر رہے ہیں...... جو شخص ذرا سا راز نہیں چھپا سکتا وہ ہمارے بھلا کس کام کا...... اچھا خدا حافظ...... " اور امجد کا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا۔ دوسری طرف سے ریسیور زور دار انداز میں پٹخا گیا تھا......

.... ○ .... ○ ....

"کیا تم اب بھی نہیں سمجھے...... " ڈاکٹر شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا "یہ دراصل تمہارا لاشعور ہی ہے جو تم سے مذاق کر رہا ہے...... جو اپنا کھیل ختم ہوتے دیکھ کر تم سے ناراض ہو گیا ہے...... "

"مگر اس نے تو کہا ہے کہ اب رابطہ ختم ہو گیا ہے...... " امجد نے پوچھا۔

"نہیں...... میرے خیال میں ایسا نہیں...... وہ رابطہ ختم نہیں کرے گا...... تمہارے لاشعور کو تم سے بات کرنے کا موقع ملا ہے۔ نہ جانے کس طرح تمہارا لاشعور تمہارے شعور سے باتیں کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے...... شاید تمہاری ذہنی پریشانی اور اکیلے پن کی وجہ سے...... " ڈاکٹر شکیل نے جواب دیا۔

امجد کا سر گھوم رہا تھا...... شعور لاشعور...... بات چیت۔

"مگر میں اس سے باتیں ہرگز نہیں کرنا چاہتا...... " امجد تقریباً چیخ کر بولا "نہیں...... نہیں...... امجد یہ تو ایک سنہری موقع ہے۔ اپنے لاشعور کی باتوں کو سامنے لاؤ۔ اس سے باتیں کرو۔ تمہاری الجھنیں اسی طرح حل ہو سکتی ہیں۔ ان کو مزید مت دباؤ...... "

"اور اگر وہ مجھے ستاتا ہی رہا تب ......" امجد نے پوچھا۔

"پھر اس خیالی فون کو ہولڈ کر دو ......"

ڈاکٹر شکیل نے جواب دیا ......

............O............O............

اسی رات جب فون کی گھنٹی بجنا شروع ہوئی تو امجد کی حالت غیر تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے ......

"ہیلو۔" امجد نے جی کڑا کر کے بات شروع کی۔

"شکریہ" مجھے بہت افسوس ہے امجد کہ تم کو پریشانی اٹھانا پڑ رہی ہے۔ سوری مجھے معاف کر دو ..... ہاں میں جھوٹ بول رہا تھا...... نہ یہ کوئی خفیہ منصوبہ ہے اور نہ ہی میں حکومت کا خفیہ ایجنٹ۔ میں تو دراصل ایک سائنس داں ہوں اور اپنی اس ایجاد کا تجربہ میں نے تم پر کیا ہے ...... دراصل میں نے ایسی شعاعیں ایجاد کی ہیں جو دماغ میں اثر کرتی ہیں اور الفاظ کا روپ دھار لیتی ہیں جیسا کہ ریڈیو میں ہوتا ہے ...... تم پر میں نے یہ تجربہ کیا اور تمہیں پریشان کیا ...... اس کی معافی چاہتا ہوں ......" آواز کہہ رہی تھی اور امجد حیران تھا۔

"بکواس ...... سب بکواس ہے ...... تم پھر جھوٹ بول رہے ہو ...... ڈاکٹر صاحب ٹھیک کہتے تھے ...... تم میری ذہنی پریشانی ہو ...... تم میرا لاشعور ہو جس نے الفاظ کا روپ دھار لیا ہے ...... تم ... تم" امجد چلا اٹھا۔

"بیوقوف ...... احمق انسان ...... تم ہمیشہ سے احمق رہے ہو ...... ہاں بچپن سے ہی ...... احمق لڑکے ...... تم کب انسان بنو گے ...... احمق ......"

آواز کا لہجہ بدل گیا اور امجد کی پلکیں تک جھپکنا بھول گئیں۔ وہ یہ آواز پہچانتا تھا ...... یہ اس کے مرحوم باپ کی آواز تھی ......

"میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں ڈاکٹر صاحب ......" امجد نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا

"ہاں ہاں بولو ......" ڈاکٹر شکیل نے کہا۔

"ہمارے گھر میں بچپن سے ہی بہت سختی تھی۔ میری ماں اور میرے والد دونوں ہر وقت مجھے ڈانٹتے اور مارتے پیٹتے رہتے تھے۔ مجھ سے بڑا ایک بھائی اور تھا۔ وہ پڑھنے لکھنے اور ہر کام میں مجھ سے آگے تھا ...... ابا ہر وقت مجھے اس کا طعنہ دیتے تھے ...... پھر ایک روز میرا بڑا بھائی حادثے کا شکار ہو کر مر گیا... اس کے بعد سے میرے والدین مجھ کو اور زیادہ ڈانٹنے مارنے لگے جیسے میری وجہ سے ہی میرے بھائی

کا انتقال ہوا ہو...... میں نے اسی وجہ سے پڑھائی بھی ادھوری چھوڑ دی اور آوارہ گردی میں لگ گیا۔ پھر میری ماں کا انتقال ہو گیا...... اور اس کے بعد باپ کا بھی...... اس کے بعد سے میں مختلف کام کر کے گزارہ کر رہا ہوں۔ میں بہت محنت کر کے اب اس مقام پر ہوں...... میرا سیٹھ مجھ سے اب گدھوں کی طرح کام لیتا ہے...... میں ہر وقت فکر مند رہتا ہوں...... بعض اوقات میرا ضمیر بھی مجھے یونہی ملامت کرتا ہے...... "

امجد بول رہا تھا۔

"لیکن اس سب کا تمہارے آج آنے سے کیا تعلق ہے...... " ڈاکٹر شکیل نے پوچھا۔

"ڈاکٹر صاحب...... مجھے پتا چل گیا ہے کہ وہ کون ہے...... "

"ہائیں...... " ڈاکٹر شکیل اچھل پڑے...... "کون ہے...... "

"وہ آواز...... وہ آواز میرے باپ کی ہے...... "

"کیا...... " ڈاکٹر شکیل کے ہاتھ سے چائے کا کپ چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ انھوں نے چائے کا کپ میز پر رکھ دیا اور ٹہلنے لگے۔

"یعنی تمہارا خیال ہے کہ تمہارے باپ کی روح تم سے باتیں کرتی ہے...... " انھوں نے کافی سوچ و بچار کے بعد کہا۔

"بالکل...... "

"اچھا...... تو پھر تمہیں اس دفعہ یہ کرنا ہے...... " ڈاکٹر شکیل امجد کو سمجھانے لگے۔

............O............O............

جس لمحے ہی فون کی گھنٹی بجی امجد نے فوراً خیالی فون کا ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو...... " امجد نے کہا۔

"اوہ...... آج اتنی جلدی...... " دوسری طرف سے آواز آئی۔

"مجھے پتہ ہے تم کون ہو...... " امجد نے کہا۔

"اچھا...... " دوسری طرف سے بڑی طنزیہ آواز آئی۔

"ہاں ابو...... " امجد نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"تو بالآخر تم نے مجھے پہچان ہی لیا...... " آواز نے ہنس کر کہا۔

"لیکن آپ میرے ساتھ اس طرح کیوں کر رہے ہیں...... " امجد روہانسا ہو رہا تھا۔

"کیوں...... کیوں...... تم پوچھتے ہو کیوں تمہیں نہیں پتہ کیوں...... اچھا تو میں بتاتا ہوں کیوں اس لیے کہ تم ایک ناکام ترین انسان ہو...... بالکل ناکام، پھوہڑ، جاہل اور بیوقوف انسان...... تم نے اپنی

زندگی میں ایک دھیلے کا کام نہیں کیا ...... تم نے بچپن سے لے کر اب تک کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کیا۔ تم نہ پڑھ لکھ سکے اور نہ ہی تم نے ہمیں کوئی سکھ دیئے ...... ہمیشہ دکھ ہی دیئے ...... اور اب ہمارے مر کے بعد بھی تم کچھ نہیں کر سکتے ...... تمہارا وہ سیٹھ تمہیں گدھوں سے بدتر رکھتا ہے لیکن تم اس کے چاٹتے ہو ...... تم ایک ناکام انسان ہو ...... ناکام انسان ...... ناکام انسان ...... ناکام انسان ...."

اس کے باپ کے الفاظ کانوں میں، اس کے دماغ میں گونج رہے تھے اور آنسو اس آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

.........O..........O..........

"امجد ......" ڈاکٹر شکیل اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

"بہت ہو چکا امجد ...... اب تمہیں یہ ناٹک ختم کر دینا چاہیئے ......"

"کیا مطلب ......" امجد نے چونک کر پوچھا۔

"مطلب یہ کہ یہ نہ ہی کسی خفیہ ایجنٹ کی آواز ہے نہ ہی کسی سائنس دان کی اور نہ ہی تمہارے مرحوم باپ کی ...... یہ آواز خود تمہاری ہے امجد ...... تمہارے لاشعور کی ...... تمہارا لاشعور تمہارے ضمیر کی طرح بول اٹھا ہے امجد ...... تمام زندگی کی ناکامیوں، پریشانیوں نے اس کو بولنے پر مجبور کر دیا ہے ...... تم سمجھتے کیوں نہیں ...... وہ کسی کی بھی آواز بن سکتا ہے ...... میری ...... تمہارے باپ کی تمہاری ماں کی ...... لیکن وہ دراصل تمہاری ہی آواز ہے تمہارے لاشعور کی آواز ...... وہ تمہیں تمہاری ناکامیوں پر طعنے مار رہا ہے ......"

ڈاکٹر شکیل کی بات امجد کے دل میں گھر تو کر رہی تھی مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"پھر میں کیا کروں ......" امجد نے سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا۔

"مقابلہ ...... ہاں ...... تم اپنے لاشعور سے مقابلہ کرو ...... اس کو اپنی زندگی پر حاوی ہونے نہ دو ...... اپنے شعور کو حاوی کرو ...... شعور سے لاشعور کو مات دو امجد ......" ڈاکٹر شکیل نے کہا۔

"کاش ...... کاش میں تھوڑا آرام کر سکتا ...... کاش میں آرام کی نیند سو سکتا پھر اس کے بعد میں کچھ بھی کر سکتا ہوں ...... ہاں ...... کچھ بھی ......" امجد نے شکست خوردہ انداز میں کہا۔

"ہاں اس سلسلے میں تمہاری مدد میں ضرور کر سکتا ہوں ...... یہ لو نیند کی گولیاں ...... سونے کے لیے کھالینا ...... مگر خیال رکھنا زیادہ مت کھالینا اور ہاں ...... اپنے لاشعور کو شعور پر حاوی مت ہونے دو ...... وہ پاگل ہو گیا ہے ...... ہاں امجد ...... پاگل تم نہیں تمہارا لاشعور ہے ...... وہ تمہیں شکست دینا چاہتا ہے ......"

تمہیں ناکام کرنا چاہتا ہے......
اور امجد نے ڈاکٹر شکیل کے ہاتھ سے گولیاں جھپٹ لیں......

............O............O............

تم مجھے کبھی ناکام نہیں کر سکتے...... " امجد نے زور سے کہا آج پھر اس نے گھنٹی بجتے ہی خیالی فون اٹھالیا تھا۔

" تم ویسے ہی ناکام ہو...... بے کار ہو...... احمق ہو امجد......" اس کے باپ کی آواز آئی۔

" یہ بہروپ بھرنا بیکار ہے...... تم میرے باپ نہیں ہو۔ مجھے پتہ ہے...... تم صرف میرے لاشعور ہو...... تم مجھے تنگ نہیں کر سکتے...... میں اب تمہارا مقابلہ کروں گا......" امجد نے کہا۔

" میں...... تمہارا لاشعور...... تم میرا مقابلہ کرو گے " دوسری طرف سے قہقہہ کی آواز سنائی دی۔

" بس کرو، کھیل ختم ہو چکا۔ " امجد چیخا وہ غصے سے لال ہو رہا تھا۔ " میری ناکامی کے دن ختم ہو گئے۔ میں اب بدل چکا ہوں اور تم شاید نہیں جانتے کہ انسان کے ارادے میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔ ادھر دیکھو میری طرف میرے ہاتھوں میں پستول ہے میں اس سے تمہیں ہلاک کر دوں گا۔ اور تم ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاؤ گے۔ " امجد بولتے بولتے رکا۔ پھر پستول کا زوردار دھماکہ اس کے ذہن میں گونجا دوسری طرف سے ایک چیخ کی آواز سنائی دی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ اگلی صبح امجد بیدار ہوا تو اس کی طبیعت ہشاش بشاش تھی اور اس کے ذہن سے ایک بہت بڑا بوجھ ہٹ چکا تھا۔

ذہین ترین

ایک مرتبہ ایک جہاز میں ایک اسکاؤٹ، ایک بوڑھا اور برطانیہ کا ذہین ترین آدمی سوار تھے کہ اچانک جہاز میں فنی خرابی ہو گئی۔ جہاز میں چار آدمی تھے اور پیرا شوٹ تین تھے۔ پائلٹ اور برطانیہ کے ذہین ترین آدمی نے ایک ایک پیراشوٹ اٹھایا اور یہ کہتے ہوئے کہ ہمارے ملک کو ہماری بہت ضرورت ہے جہاز سے کود گئے۔ بوڑھا، نوجوان اسکاؤٹ سے کہنے لگا۔ " میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں تم کوئی کارنامہ انجام دے سکتے ہو اس لیے تم آخری پیراشوٹ لے کر کود جاؤ۔ "

" مگر ہمارے پاس دو پیراشوٹ ہیں۔ " اسکاؤٹ نے کہا " برطانیہ کا ذہین ترین آدمی میرا بستہ لے کر کود گیا ہے۔ "

بقیہ صفحہ ۱۱۲ کا

گائیں گی۔ چڑیاں چہچہائیں گی۔ ہرن چوکڑیاں بھریں گے۔ خرگوش اچھلیں گے، کودیں گے اور ندی لہرائے گی۔"

"پہاڑ ہم سب کے سنتری بن کر ہماری حفاظت کریں گے۔"

"ہاں ہاں چلو۔ ہم چاروں چلیں اور بادل کا ایک ٹکڑا لے آئیں۔"

"چلو! چلو!" وہ چاروں بولے۔

"جاؤ جاؤ بھائی بگلے!" سب نے ایک ساتھ کہا: "اللہ تمھیں کامیاب کرے۔ اور تم لوگ بادل لے آؤ۔ ہم سب دعا کریں گے اور تمھاری راہ دیکھیں گے۔"

وہ چاروں دور دیس گئے۔ بگلوں نے بادلوں سے دوستی کرلی اور اپنی وادی کی حالت بتائی۔ گلہری نے تیز تیز دانتوں سے بادل کو کترنا شروع کیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ وہ ایک طرف سے بادل کو کترتی تھی تو دوسری طرف سے بادل پھر جڑ جاتا۔ بڑی مشکل سے وہ بادلوں کا ایک ٹکڑا بڑے بادلوں سے کاٹ کر الگ کر پائی۔ اس کے ارد گرد مکڑی نے جلدی جلدی جالا بننا شروع کر دیا۔

ایک بار۔ دو بار۔ تین بار۔ چار بار۔

تب دونوں بگلوں نے اپنی اپنی چونچ میں بادل کا ایک ایک سرا لیا اور اپنی پیٹھ پر مکڑی اور گلہری کو بٹھایا اور دھیرے دھیرے اپنے دیس کی طرف اڑنے لگے۔

اڑتے اڑتے، اڑتے اڑتے بادل کو کھینچتے کھینچتے اپنے دیس لے آئے۔

بادل برسا سوکھی ندی پانی سے بھر گئی اور چنچل لڑکی کی طرح اٹھلانے بل کھانے لگی۔ پیڑوں پر نئے نئے پتے مسکرانے لگے۔ گھاس ہری ہو کر جھومنے لگی۔ پھول کھل کھلا کر ہنسنے لگے۔ اور سب پہلے کی طرح مل جل کر ہنسی خوشی اس دیس میں رہنے لگے۔

قَصّاب ــ عربی لفظ ہے اس کے معنی ہیں، گوشت کاٹنے، بیچنے والا، ظالم، بے درد۔
قَسائی ـــــ اردو لفظ ہے۔ گوشت بیچنے والے مسلمان کو قسائی اور ہندو کو کھٹیک کہتے ہیں
نَشْتْ ـــــ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی تسلا، پرات، لگن کے ہیں۔
طشت اسی کا مُعرّب ہے۔

سوال وجواب

طب کی روشنی میں

حکیم محمد سعید

خراب صحت ۔ زبان پر چھالے

س : میری صحت بہت خراب ہے ۔ کافی کم زور ہوں ۔ ہر مہینے میں ایک آدھ بار بخار ہوجاتا
ہے ۔ پہلے مُنہ بھی آیا کرتا تھا جواب کم ہوگیا ہے ، مگر زبان پر چھالے ہوجاتے
ہیں ۔ جو یاد کرتی ہوں بھول جاتی ہوں ۔
طلعت اسلم ۔
ج : مجھے لگتا ہے کہ آپ کے گلے خراب ہیں ۔ لوزتین (ٹانسلز) متاثر ہیں ۔ روزانہ نیم گرم پانی
میں نمک ملاکر اس سے صبح شام غرارے کرنا شروع کردیں ۔ انسان کا جگر قدرتی وٹامن بی تیار
کرتا ہے ۔ جب اس میں کوئی رُکاوٹ پڑتی ہے تو مُنہ میں چھالے ہوجاتے ہیں اس لیے جگر پر
توجہ کرنی چاہیے یعنی چکنائی کھانی بند کریں ۔ بڑے گوشت سے پرہیز کریں ۔ اس سے جگر کا فعل
بیدار ہوجائے گا ۔
آپ نے ضرور سُنا ہوگا اور صحیح ہے کہ اینٹی بایوٹک دواؤں سے جگر متاثر ہوتا ہے ۔
اگر ان اینٹی بایوٹک کے ساتھ وٹامن بی نہ لی جائے تو مُنہ میں چھالے پڑجایا کرتے ہیں ۔

بستر پر پیشاب

س : عمر ۱۱ سال ۔ میں ابھی تک بستر پر پیشاب کرتی ہوں ۔ مٹھاس بہت کھاتی ہوں ۔
عمارہ جہانگیر
ج : زیادہ میٹھا کھانا اچھی بات نہیں ہے ۔ اعتدال سب سے اچھی عادت ہے ۔ زیادتی ہر چیز
کی بُری ہوتی ہے ۔ میانہ روی اختیار کرنی چاہیے ۔

بستر میں پیشاب نکل جانا اکثر و بیشتر ان بچوں میں ہوتا ہے، کمزور ہوں یا جن کا مزاج چڑچڑا رہتا ہو۔

ایک احتیاط یہ ہے کہ رات سونے سے پہلے پانی نہیں پینا چاہیے۔ دوا کے طور پر معجون ماسک البول ۶ گرام رات سوتے وقت کھالیں۔ عام تمانی کمزوری کی صورت میں "سنکارا" دو دو چمچے کھانے کے بعد دونوں وقت لینا شروع کر دیں۔

نزلہ، گیس، قبض، درد

س: عمر ۲۴ سال۔ میری امی کو ہمیشہ نزلے کی شکایت رہتی ہے۔ ان کے سر میں مستقل درد رہتا ہے۔ کبھی کبھی تو اتنا بڑھ جاتا ہے کہ بات کرنا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔ ناک ہمیشہ بند اور خشک رہتی ہے۔ جھک کر کوئی کام کریں یا سجدے میں جائیں تو محسوس ہوتا ہے کہ دماغ میں کوئی چیز بھری ہوئی ہے۔ گیس اور قبض کی بھی شکایت ہے۔ گرمی اور سردی کی زیادتی کے ساتھ ساتھ درد بھی شدید ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصے سے ان کے کانوں میں بھی درد رہتا ہے اور سماعت میں بھی کمی واقع ہو گئی ہے۔ از راہ کرم رہنمائی فرمائیے۔

مہوش شیخ

ج: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ کی امی کا ہاضمہ درست ہونا چاہیے۔ اس کے لیے وہ دوائیں زیادہ نہ کھائیں بلکہ ادرک تازہ اور پودینہ میں جوش دے کر چائے کی طرح پینا شروع کر دیں۔ اس سے ہاضمہ درست ہو جائے گا۔ نزلہ، زکام کے لیے امی سے کہہ دیجیے کہ ہمدرد کا "انفیوزا" خرید لیں۔ چائے کے دو چمچے رات گرم پانی میں گھول کر پینا شروع کر دیں۔ دس بارہ دن جاری رکھیں۔

بال گر رہے ہیں

س: میری بہن کی عمر ۱۶ سال ہے۔ ان کے بال بہت گر رہے ہیں، از راہ کرم علاج تجویز فرما دیجیے۔

ثمینہ نذیر

ج: غالباً ان کے سر میں خشکی (بفاء ڈینڈرف) ہو گی۔ اگر ایسا ہے تو ہمدرد سے دوائے خارش سفید ۲ گرام اور روغن کمیلہ ۳۶ گرام خرید لیں۔ ان دونوں کو شیشی میں ملا کر رکھ لیں۔ رات کو سر میں

یہ تیل لگائیں، صبح دھو ڈالیں۔ ۱۰-۱۵ دن میں تکلیف دُور ہو جائے گی۔ ممکن ہے بہن کی صحت کم زور ہو۔ اگر ایسا ہے تو ان کو کھانے کے بعد "منکا" دو چمچے پینے چاہییں۔

ذہین دوست۔ خراب صحت

س: میرے دوست کی عمر ۱۷ سال ہے۔ بہت ذہین ہے۔ میٹرک میں اے گریڈ سے کامیاب ہوا تھا۔ لیکن نادان دوستوں کی صحبت میں اپنی صحت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ خود اپنا نقصان کیا ہے احباب خواب میں اکثر ناپاک ہو جاتا ہے۔

جنید حارث،

ج: دوست ہونا اور دوست بنانا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ اس راہ میں شدید امتحانات سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اکثر و بیشتر ان امتحانوں میں کامیابی نہیں ہوا کرتی۔ دوستی دل گُردہ چاہتی ہے ہم اب اس دل گُردے سے محروم ہو چکے ہیں۔ ہماری دوستیاں مطلب کے لیے رہ گئی ہیں۔ خلوص ختم ہو گیا ہے اور محبت کا کال پڑ گیا ہے۔ اب آپ ہی دیکھ لیجیے کہ آپ کے دوست کے دوستوں نے دوست کے ساتھ کیا کیا ہے۔

مریض کو فی الحال رات کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ ورزش کرنی چاہیے اور پانی زیادہ پینا چاہیے۔ دوا سے پرہیز کرنا چاہیے

مسوڑوں کی سوجن

س: عمر ۱۸ سال۔ اُنگلی سے دانت صاف کرتی ہوں تو میرے مسوڑوں سے خون نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ دانتوں میں اکثر درد اور مسوڑوں میں سوجن رہتی ہے۔ نادیہ بتول،

ج: آپ کے مسوڑے بیمار ہیں۔ اس کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ خون میں وٹامن سی کم ہو گئی ہے۔ آپ ایک ماہ تک کم از کم ۵۰۰ ملی گرام "وٹامن سی" کی ٹکیاں کھائیے۔ اپنی غذا سے بھینس کا گوشت نکال دیں۔ اس گوشت سے مسوڑے اسفنجی ہو جاتے ہیں۔ ذرا پھٹکری پانی میں گھول کر دن میں ۳-۴ بار کُلّیاں کریں۔ کسی دوا خانے سے نہایت عمدہ باریک سفوف بوستِ مغیلاں لے لیں۔ رات یہ منجن مسوڑوں پر ملیں۔ کُلّی کیے بغیر سو جائیں۔ اس سے سوڑے مضبوط ہوں گے۔

محنت میں برکت ہے

خواجہ عابد نظامی

ہمارے محمدؐ دلوں کا قرار
درود ان کی ہوں ذات پہ بے شمار

ہے مشہور اُس دور کا ماجرا
غریب اُن کے پاس ایک حاضر ہوا

کہا: اے نبیؐ اے خدا کے حبیبؐ
میں مُفلس ہوں، نادار ہوں اور غریب

مصیبت کے ہاتھوں کا مارا ہوں میں
کرم کیجیے، بے سہارا ہوں میں

مِرے گھر میں بچے ہیں، بیوی بھی ہے
مگر کچھ نہیں پاس کھانے کی شے

یہ سُن کر ہمارے نبیؐ نے کہا
ترے پاس سامان کیا ہے؟ بتا

کہا: اِک پیالہ ہے اور اِک دری
مرے پاس سامان ہے بس یہی

کہا: لاؤ یہ دونوں چیزیں یہاں
خدا اپنے بندوں پہ ہے مہرباں

اُٹھا لایا جو گھر میں موجود تھا
پیالہ دری لے کے حاضر ہوا

صحابہؓ سے پیارے نبیؐ نے کہا
"خریدار ہے کون ان چیزوں کا؟"

ملی ان کے نیلام سے جو رقم
نبیؐ نے صحابی کو دی وہ رقم

کہا: اِک کلہاڑی ابھی جا کے لو
جو پیسے بچیں، خرچ گھر میں کرو

کلہاڑی وہ لے کر جو حاضر ہوا
تو سرکارؐ نے اس میں دستہ جڑا

کہا: کاٹو جنگل میں تم لکڑیاں
خدا ہوگا تم پر بہت مہرباں

وہ دس روز کے بعد حاضر ہوا
کہا مجھ پہ ہے فضل رب کا بڑا

جو مجھ پر تھے سختی کے دن کٹ گئے
بہت خوش ہیں اب بیوی بچے مرے

یہ سُن کر ہوئے خوش رسولِ خداؐ
کہا تیری محنت کا ہے یہ صلا

جو دُنیا میں محنت کو اپنائے گا
خدا مہرباں اُس پہ ہوجائے گا

جو لوگ اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں کام
"حبیبِ خدا" کا وہ پاتے ہیں نام

چیونٹی کا وعدہ

بہت پرانے زمانے کی بات ہے۔ مشہور بادشاہ سلیمان اپنی بہادر اور بڑی فوج کے ساتھ ایک ریگستان سے گزر رہا تھا۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا اور راستہ بڑا مشکل تھا۔ دوسری ۔ ایک بہت ہی مضبوط اور بڑے قلعے میں بہت بڑی فوج کے ساتھ اس کا دشمن بیٹھا اس کا نتظار کر رہا تھا۔

شاہ سلیمان نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ وہ اپنے خیمے میں لیٹا ہوا تھا کہ اس نے ایک بڑی باریک ا آواز سنی "سلیمان، اپنی فوج سے کہہ دو کہ وہ میری فوج کو نہ کچلیں۔" سلیمان نے ادھر ادھر دوڑائی لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ آواز پھر آئی تو اس نے غور کیا کہ یہ بات اس سے ایک چیونٹی ہی تھی جو قالین پر بیٹھی تھی۔

شاہ سلیمان بولا "اے چیونٹی، کیا تم نے مجھ سے کچھ کہا؟"

چیونٹی نے بڑے رعب کے ساتھ کہا "ہاں، میں چیونٹیوں کی سپہ سالار ہوں، میری فوج تمھاری سے زیادہ طاقت والی ہے۔"

سلیمان دل ہی دل میں ہنس دیا کہ چیونٹی کس رعب سے بات کر رہی ہے۔ وہ بولا "ٹھیک ا اپنی فوج کو منع کر دوں گا کہ وہ تمھیں نہ کچلے، مگر یہ تو بتاؤ کہ تمھاری فوج میری فوج سے رح زیادہ طاقت ور ہے؟"

چیونٹی نے کہا "تم جس قلعے پر حملہ کرنے جا رہے ہو اسے فتح کرنا بہت مشکل ہے۔ دشمن طاقت ور ہے۔ تمھیں خوف ناک جنگ کرنی ہوگی۔ لیکن میں تمھیں بتاتی ہوں کہ جب تم اس پہنچو گے تو وہاں کا قلعے دار ہتھیار ڈال دے گا، کیوں کہ میری فوج اسے پہلے ہی شکست دے گی۔"

وہ کیسے؟" سلیمان نے حیرت سے پوچھا۔

"بس، تم دیکھتے جاؤ۔" یہ کہہ کر چیونٹی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی شاہ سلیمان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

سلیمان کی فوج بہت پریشانیوں کے ساتھ ریگستان سے گزر رہی تھی۔ دن میں تو سفر کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔ پیاس اور تھکن سے سب بے حال ہو جاتے تھے۔ دشمن تک پہنچنے کے بعد وہ کیا خاک مقابلہ کر سکتے تھے۔ مگر اس دوران چیونٹیوں کی فوج برابر بڑھتی جا رہی تھی۔ نہ تو انھیں پانی اور کھانا لاد کر چلنا پڑ رہا تھا اور نہ بھاری زرہ بکتر ان کے ساتھ تھا۔ سلیمان کی فوج سے پہلے ہی چیونٹیوں کی فوج قلعے پر جا پہنچی۔ قلعے میں کسی کو معلوم بھی نہیں ہو سکا کہ ان پر حملہ ہو چکا ہے۔ قلعے کی فصیل کے ننھے منے سوراخوں میں سے نکل کر چیونٹیاں پورے قلعے میں پھیل گئیں۔ قلعے کی مضبوط دیواریں جوں کی توں کھڑی رہیں اور دشمن کے غلے کے بڑے بڑے گودام بھی اسی طرح بند رہے، مگر ہزاروں لاکھوں چیونٹیاں اندر داخل ہو چکی تھیں۔ انھوں نے ایک ایک دانہ کر کے گیہوں، چاول اور دالوں کے پورے کے پورے گودام صاف کر دیے۔ انھوں نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ دشمن کے تیر کمان بھی کاٹ دیے، مشکوں میں چھید کر دیے۔

اُدھر راستے کی بے شمار پریشانیوں کے بعد جب شاہ سلیمان کی فوج دشمن کے قلعے کے سامنے پہنچی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ قلعے کا بھاری بھرکم پھاٹک کھلا اور دشمن کی فوج نے بغیر کسی حیل حجت کے ہتھیار ڈال دیے۔ اسی وقت شاہ سلیمان کو ننھی سی چیونٹی کا وہ وعدہ یاد آگیا کہ "اگر اس کی فوج نے چیونٹیوں کی فوج کو نہ کچلا تو وہ انھیں فتح دلا دے گی۔"

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق میں یہ ننھی سی چیونٹی بھی بہت بہادر ہے۔ ہمیں اس کی بہادری کا احترام کرتے ہوئے اُسے پیروں تلے نہیں روندنا چاہیے۔

آپ پیامِ تعلیم میں شائع کرنے کے لیے جو چیز بھی بھیجیں اس پر اپنا نام اور پتا ضرور لکھیں۔ چاہے وہ خط ہو، کہانی ہو، قول ہو، لطیفہ ہو یا اور کوئی تحریر، ہر چیز پر اپنا نام پتا لکھیے۔ اکثر بچے اپنا نام پتا صرف ایک چیز پر لکھتے ہیں اور باقی چیزیں اس کے ساتھ لگا دیتے ہیں۔ جب ان کو علاحدہ علاحدہ فائلوں میں رکھنے کے لیے چھانٹا جاتا ہے تو نام و پتا ہر چیز پر نہ لکھا ہونے کی وجہ سے وہ تمام تحریریں ناقابلِ اشاعت قرار دے کر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ لفافے پر اپنا نام پتا لکھنا بھی ضروری ہے مگر اپنی ہر تحریر کے ساتھ بھی ضرور لکھیے۔

ادارہ

اسٹیمر بنائیے

منیر احمد راشد

بمبئی میں رہنے والے اکثر اور باہر سے آنے والے بچے خاص طور پر ایلی فینٹا کی سیر کو جاتے ہیں ایلی فینٹا تک پہنچنے کے لئے گیٹ وے کی بندر گاہ سے اسٹیمر میں سوار ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح ان لوگوں کے لیے جو پہلی مرتبہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں سیر کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک سوال یہ بھی ان کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ آخر بغیر چپوؤں کے یا کسی اور شے سے دھکیلے بغیر اتنی بڑی کشتی کس طرح پانی پر آگے بڑھتی ہے۔ کسی بڑے سے یہ سوال کیا جائے تو جواب ملتا ہے کہ بھاپ کے انجن کی وجہ سے کشتی آگے بڑھتی ہے۔ مگر اس جواب کے بعد بھی ایک سوال باقی رہ جاتا ہے...... کیسے؟ آیئے ہم آپ کو دُخانی کشتی بنانا سکھاتے ہیں۔ اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ بھاپ کی مدد سے کشتی کس طرح آگے بڑھتی ہے۔ ایک دُخانی کشتی بنانے کے لیے آپ کو مندرجہ ذیل چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۱) ایک ہلکی لیکن گہری اور بڑی ٹرے۔ (پیٹرول یا موبل آئل کے ڈبے کو بھی کاٹ کر استعمال کیا جا سکتا ہے)

(۲) قدرے سخت تار۔

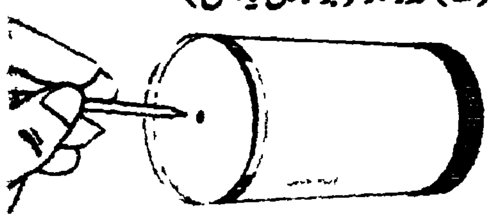
(۳) موم بتی۔

(۴) ٹن کا ایک گول ڈبا جس کا ڈھکن چوڑیوں والا ہو۔ (عام طور پر پاؤڈر کے ڈبے ایسے ہوتے ہیں)

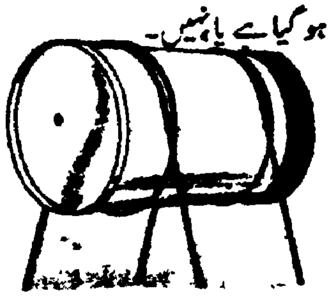
(۵) ایک کیل اور ہتھوڑی۔

(۶) پانی۔

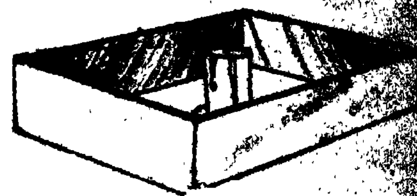
(۷) مددگار (بڑا بھائی یا بہن)



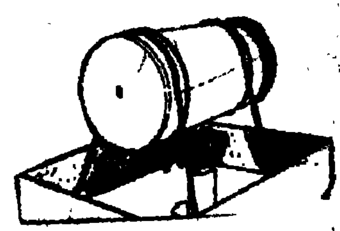
(۱) بڑے بھائی یا بہن سے کہہ کر ٹن کے ڈبے کے پیندے میں کیل کی مدد سے ایک سوراخ بنوایئے۔ اسے اچھی طرح چیک کر لیجیے کہ سوراخ آر پار ہو گیا ہے یا نہیں۔



ڈبے کے دونوں سروں پر پلیٹ کر ایک
لگا دیجیے۔ دھیان رہے کہ تار کے چار پایوں
ڈبا بالکل متوازن ہو۔ یعنی آگے یا
کی طرف جھکا ہوا نہ ہو۔



(۳) ٹرے یا کٹے ہوئے ڈبے کے درمیان موم بتی کو اچھی طرح جما دیجیے۔ اس کے بعد ٹن کے سوراخ والے ڈبے کو اسٹینڈ سمیت اس ٹرے میں اس طرح رکھ کر دیکھیے کہ اس کے چاروں پاؤں ٹرے کے چاروں کونوں میں آجائیں اور موم بتی بالکل اس کے نیچے اور درمیان میں۔ اس بات کا یقین کر لیجیے کہ اسٹینڈ پر موجود ڈبا متوازن ہے اور اتنا بلند بھی کہ اس کے نیچے جلتی ہوئی موم بتی رکھنے کے لیے مناسب جگہ ہے۔



سوراخ والے ڈبے کو پانی سے آدھا بھر کر ڈھکن کو اچھی طرح بند کرکے، اسٹینڈ کو دوبارہ اسی انداز میں ٹرے میں رکھیے۔



(۵) ٹرے کو نہانے کے ٹب یا پانی کے حوض میں رکھیے۔ موم بتی کو جلا دیجیے۔ ٹن کے گرم ہوتے ہوئے ڈبے کو مت چھوئیے۔ تھوڑی دیر بعد ڈبے کے اندر موجود پانی گرم ہو کر کھولنا شروع کر دے گا۔ اس طرح بھاپ بنے گی اور اچانک آپ دیکھیں گے کہ کشتی آگے کی جانب دوڑ پڑی ہے۔ یہ سب کیوں ہوا..... اس لیے کہ جیسے ہی بھاپ ایک دباؤ کے ساتھ سوراخ سے نکلی تو اس نے ڈبے کو مخالف سمت میں دھکیل دیا۔ بھاپ کے سوراخ سے نکلنے کو عمل اور اس کے نتیجے کے طور پر کشتی کے مخالف سمت میں حرکت کرنے کو ردِ عمل کہا جاتا ہے۔ اسی عمل اور ردِ عمل کی وجہ سے کشتی حرکت کرتی ہے۔ اور یہ عمل جتنی قوت سے ہو گا ردِ عمل بھی اتنی ہی قوت سے ہو گا۔ مگر اس کی سمت مخالف ہوگی۔ نیوٹن کا حرکت کا قانون ہے کہ عمل اور ردِ عمل برابر ہوتا ہے لیکن سمت میں مخالف ہوتا ہے۔

کشتی بنانے کا آسان سا طریقہ تو ہم نے آپ کو بتا دیا۔ اب اس کے استعمال کا بھی ایک آئیڈیا آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اکثر گھروں میں بچے گڑیا اور گڈے کی شادی کرتے رہتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ان کو کشتی کی سیر بھی کرائی جائے۔ اس طرح آپ اپنے گھر میں ایک چھوٹا سا فنکشن بنا سکتے ہیں۔

اقوالِ زرّیں

(۱) جس کا اخلاق اچھا ہے وہ کبھی تنہا نہیں رہتا۔

(۲) ماں باپ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نعمت نہیں۔

(۳) غصہ پی جانا اچھی بات ہے۔

(۴) جب تمہارا دشمن تم سے مشورہ کرے تو اسے بالکل صحیح مشورہ دو کیونکہ جب اس نے تم سے مشورہ لیا تو وہ تمہارا دشمن نہیں رہا۔

فاطمہ خان ضلع ودلیشہ پیر دینج ۔ ایم ۔ پی

اگر ریڈیو کی سوئی رات کی تاریکی میں ہزاروں میل دور کی آواز ہم تک پہنچا سکتی ہے اور سارنگی کی آواز میٹھے سُر سمندروں، پہاڑوں دریاؤں اور پُرشور شہروں سے پرے پہنچ سکتے ہیں تو ہمیں یہ یقین کیوں نہیں ہو پاتا کہ خدا بھی ہماری دعا سن رہا ہے۔

عبیدالرحمن فاروقی قمر منزل ۳۵۰ ابوالبرکات دیوبند۔ سہارنپور۔

(۱) نیکی، بدی کو کھا جاتی ہے۔
(۲) تکبّر، علم کو کھا جاتا ہے۔
(۳) جھوٹ، رزق کو کھا جاتا ہے۔
(۴) غم، عمر کو کھا جاتا ہے۔
(۵) صدقہ، بلا کو کھا جاتا ہے۔
(۶) توبہ، گناہ کو کھا جاتا ہے۔
(۷) غصہ، عقل کو کھا جاتا ہے۔

شفیق الرحمن ویشالی بہار

- ماں کے بغیر گھر قبرستان کی طرح لگتا ہے۔
- سخت سے سخت دل کو ماں کی پُرنم آنکھوں سے موم کیا جا سکتا ہے۔
- دنیا کی حسین ترین چیز ماں ہے۔
- ماں کی محبت حقیقت کی آئینہ دار ہے۔
- اگر مجھے میری ماں سے جُدا کر دیا جائے تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔

سعدیہ خان، ابوالفضل کالونی نئی دھلی ۲۵

- ماں اپنی اولاد کے حق میں سایۂ رحمت ہے۔
- ماں وہ چمن ہے جو پھولوں اور کانٹوں دونوں کو پناہ دیتی ہے۔
- ماں وہ سمندر ہے جس کی ممتا کا کوئی کنارہ نہیں
- ماں اولاد کے لیے دعاؤں کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔
- ماں ایک ایسا ستارہ ہے جو زندگی میں کبھی نہیں ڈوبتا ہے۔
- ماں کی آغوش دُکھوں کی دوا ہے۔

محمد معراج انجم محلہ چھجو کھاری کنواں بہار شریف

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔
(۱) نماز دین کا ستون۔ (۲) دعا مومن کا ہتھیار (۳) طہارت آدھا ایمان ہے (۴) علم سیکھنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ (۵) والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہ ہوگا۔

عرشیہ صدیقہ خاتون [redacted] (بے۔ پی)

غصہ — عقل کو کھا جاتا ہے۔
غرور — علم کو کھا جاتا ہے۔
نماز — گناہ کو کھا جاتی ہے۔
فکر — عمر کو کھا جاتی ہے۔
لالچ — ایمان کو کھا جاتی ہے۔
رشوت — انصاف کو کھا جاتی ہے۔
موت — زندگی کو کھا جاتی ہے۔

شیخ ابرار خان محمد ۵۹۸ ملتان پورہ ایولہ ناسک مہاراشٹر

(۱) تم میں سب سے خراب وہ ہے جس کے اخلاق اچھے نہیں۔
(۲) کسی پر کیچڑ مت اُچھالو اس سے دوسروں کے کپڑے خراب ہوں یا نہ ہوں مگر تمہارے ہاتھ ضرور گندے ہو جائیں گے۔
(۳) مظلوم کی بددعا سے ڈرو کہ اس کے اندر اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔
(۴) اگر یہ چاہتے ہو کہ تمہارے راز سے دشمن کبھی آگاہ نہ ہو پائیں تو تم اسے دوست سے بھی پوشیدہ رکھو۔

محمد فیض، وذینان محمد چاکھڑانخان رامپور

- "محبت" سے زندگی بنتی ہے۔ بے دلی سے موت آتی ہے۔
- "علم" امیر کی زینت اور غریب کی دولت ہوتی ہے۔
- "وقت" ایک انمول ہیرا ہے۔ اسے کھو کر پایا نہیں جا سکتا۔

محمد لغمان انصاری کھرہیا قصبہ پورنیہ بہار

- سب سے اچھا توشہ خدا کا ڈر ہے۔
- طہارت ایمان کا ایک حصہ ہے۔
- امانت داری میں عزت ہے۔
- علم دین حاصل کرنا فرض ہے۔
- نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

منہاج العارفین دوالکھر (دربھنگہ)

(۱) جو شخص عیبوں سے مطلع کرے وہ اُس سے بہتر ہے جو جھوٹی تعریف کر کے مغرور بنادے
(۲) دو چیز عقل کو رسوا کرتی ہیں۔ ایک بولنے کے وقت خاموشی اور دوسری خاموشی کے وقت بولنا۔
(۳) پھول اور کانٹے انسان خود اپنی راہ میں بچھاتا ہے۔ اور الزام دوسروں کو دیتا ہے۔
(۴) جس چیز کو بنا نہ سکو اسے بگاڑو بھی نہیں۔

عرفان سکندر ناسکواڑے وایولی ضلع رتناگری (مہاراشٹر)

اقوالِ زرّیں

- قناعت وہ دولت ہے جو ختم نہیں ہو سکتی۔
- جو منانے پر بھی نہ منے وہ شیطان ہے۔
- ناامید ہونے سے عمر گھٹتی ہے۔
- جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے خدا کو نہیں پہچانتا۔

محمد عارف اعجاز قریشی بدھوارہ انجن
گاؤں سورجی ضلع امراوتی (مہاراشٹر)

سچ ہے!

- سچ ہے! کسی ظالم سے نیکی اور بھلائی کی امید رکھنا حماقت ہے
- سچ ہے! دولت ہر جگہ کام نہیں آتی۔
- سچ ہے! عقل مندی اور صلح پسندی بہترین حکمتِ عملی ہے۔
- سچ ہے! بے انصافی کا نام ظلم ہے۔
- سچ ہے! اتفاق میں برکت اور طاقت ہوتی ہے۔

محمد منصور عالم سرائے کوڑی، کشن گنج بہار

نصائح

۱- اولادِ آدم کا بہترین سرمایہ ادب ہے۔
۲- بہترین عطا نصیحت ہے۔
۳- جو شخص بزرگوں کی نصیحت نہیں سنتا وہ اپنے کو ہلاک کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

صادق الاعظمی (پتہ نہیں لکھا)

انمول موتی

خوش رہنا چاہتے ہو تو اپنے غم کو چھپا کر دوسروں کو خوش رکھو۔
مشکلات کو دور کرنے، خواہشات کو دبانے اور تکلیف کو برداشت کرنے سے انسان کا دل مضبوط اور پاکیزہ ہوتا ہے۔
انسان خود اتنا عظیم نہیں ہوتا جتنا کردار سے عظیم بنتا ہے۔
طوفان کے سامنے چٹان بنے رہو تاکہ وہ اپنا رُخ موڑ دے۔
عالم کے ساتھ چند لمحوں کا تبادلہ خیال دس سال کے مطالعہ سے بہتر ہے۔

محمد فہیم شیخ اسمٰعیل بھیتی فائر فائٹرس ہاؤسنگ سوسائٹی فلیٹ نمبر ۱۲، جے آر بوریچا روڈ ممبئی

جواہر ریزے

- سچائی کا آئینہ بالکل صاف ہوتا ہے مگر جھوٹے اس میں اپنی شکل نہیں دیکھ سکتے کیوں کہ آئینہ میں صرف روشن چیز نظر آتی ہے تیرگی نظر نہیں آتی۔
- حقیقی خوبصورتی کا سرچشمہ انسان کا دل ہے اگر یہ سیاہ ہو جاتے تو چہرے پر چمکنے والی آنکھیں کچھ کام نہیں دیتی ہیں۔
- زبان کا قلم استعمال کرنے سے پہلے اسے اپنے دل کی سیاہی میں ڈبو لینا چاہیے
- بھوکا پیٹ کبھی نہیں سنتا۔ ڈھول کی آواز اس لیے ہوتی ہے کہ اس کا پیٹ خالی ہوتا ہے۔

تنویر عالم بلیوا، کشن گنج، بہار

تم میں نہیں ہیں۔"

عاصم قدیر، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

(۱) مسکراہٹ زندگی کی علامت ہے۔
(۲) ہماری زندگی اپنے تجربوں کی قرض دار ہے۔
(۳) ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔
(۴) صرف جینا ہی نہیں، بلکہ اچھی طرح جینا ہی زندگی ہے۔

ضیاء الحق بھیڈ واڑے گوا واڑ شرول مہاراشٹر۔

(۱) آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے (حضرت علیؓ)
(۲) کہنے والے کو نہ دیکھو ان کے قول کو دیکھو۔ (حضرت علیؓ)
(۳) حقیر سے حقیر پیشہ اختیار کرنا ہاتھ پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)
(۴) جہنم کی آگ کو صرف آنکھوں کا پانی بجھاتا ہے۔ (حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی)

محمد میراں امبیکری کٹشکل

جو شخص تم سے خوش ہوکر تمھاری تعریف کرتا ہے اور تم کو جو خوبیاں تم میں نہیں ہیں ان کا حامل ٹھہراتا ہے تو یقین جانو کہ جب وہ تم سے ناراض ہوجائے گا تو وہ تمھارے متعلق وہ برائیاں ظاہر کرے گا جو

- اے انسان اگر تو معبود حقیقی کی پرستش نہیں کرتا تو اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو استعمال نہ کر۔
- اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔
- جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے مالک کو نہیں پہچانتا۔

مشیر فاروق مزاہی اعظم گڑھ یو۔پی

- اگر تم لوگوں کی غلطیاں بھولتے جاؤ تو ان کی محبت بڑھتی جائے گی۔
- وہ مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔
- نماز کے بغیر تمام اعمال بے کار اور بے مقصد ہیں۔
- مصیبت ہلاکت کے لیے نہیں بلکہ آزمائش کے لیے آتی ہے۔
- شمع کی صورت زندگی بسر کرو۔ جو خود جل کر دوسروں کو روشنی دیتی ہے۔

الیاس محمود چوہدی شیر گاؤں زنتا گیری



● ایل. بی. ڈبلیو (L.B.W) کی جب پانچویں اپیل بھی قبول نہ ہوئی تو باؤلر نے بگڑ کر امپائر سے کہا۔ جناب آپ کی چھڑی کہاں ہے؟

امپائر: — جناب میرے پاس تو کوئی چھڑی نہیں ہے اور نہ ہی میں چھڑی رکھتا ہوں۔

باؤلر: — "میں نے آج تک کسی اندھے کو بغیر چھڑی کے نہیں دیکھا۔"

مرسلہ: — سرور نواز نظامی
درگاہ بیلا، ویشالی، بہار

● ایک بہت ہی موٹی عورت نے اپنے شوہر سے شکایت کی۔

"وہ سامنے کے مکان میں رہنے والا شخص مجھے گھورتا رہتا ہے۔ تم کھڑکی پر پردہ کا انتظام کردو۔"

"تم ایک بار اُسے پوری طرح گھورنے کا موقع دو پھر وہ خود اپنی کھڑکی میں پردے کا انتظام کرے گا۔"

● میاں بیوی میں کسی بات پر لڑائی ہوگئی بیوی بولی: "اگر تمھارا قصور ہو تو خدا کرے تم مرجاؤ۔ اگر میرا قصور ہو تو میں بیوہ ہو جاؤں۔"

شکیل جیراجپوری۔ ٹیکسی مین کالونی
ایل۔ بی۔ ایس مارگ، بمبئی

● رحیم (کریم سے): — میرے والد صاحب سڑک پار کرتے وقت بہت ڈرتے ہیں۔

کریم: — اچھا مگر تمھیں کیسے پتا؟

رحیم: — "وہ اس لیے کہ سڑک پار کرتے وقت وہ میری انگلی پکڑ لیتے ہیں۔"

محمد اعجاز عادل۔ رفیع گنج
اورنگ آباد، (بہار)

● میاں بیوی میں کسی بات پر جھگڑا ہو رہا تھا۔ میاں زور زور سے چیخ رہے تھے۔

"کیا تم نے مجھے کتا سمجھ رکھا ہے"؟

بیوی نے مسکراتے ہوئے کہا: "بالکل نہیں۔ ... مگر خدا کے لیے اب بھونکنا تو بند کر دیجیے۔"

مرسلہ: — تابش احمد۔ گاؤں چکجادو
ویشالی (بہار)

● راستے میں بھیڑ دیکھ کر ایک گھڑسوار نے رُک کر پوچھا۔ "کیوں بھئی یہاں بھیڑ کیوں لگی ہے..."

ایک صاحب نے کہا یہاں پی ایچ ڈی کی ڈگری بک رہی ہے۔ گھڑسوار نے اپنے لیے ایک ڈگری خرید لی۔ پھر سوچ سمجھ کر کہا: "ایک ڈگری میرے گھوڑے کے لیے بھی دینا۔" جواب ملا "یہ گھوڑوں کو نہیں صرف گدھوں کو ہی ڈگری دی جاتی ہے۔"

صبغۃ اللہ صدیقی ریاض العلوم، جامع مسجد دہلی

● ایک آدمی نے کسی کی گھڑی چُرائی اور بیچنے کے لیے بازار گیا راستے میں کسی نے اس کی جیب کاٹ لی۔ وہ جب واپس آیا تو اس کے دوست نے پوچھا گھڑی کتنے میں بکی؟
اس نے جواب دیا۔
"جتنے میں خریدی تھی اتنے ہی میں۔"

سید احمد آفتاب بمعرفت شکیل احمد شکیل
روزنامہ "پاسبان، البدر کامپلیکس بنگلور

● حجام جو بہت تیز استرے سے شیو کر رہا تھا۔ گاہک سے پوچھنے لگا۔ آپ کتنے بھائی ہیں؟
گاہک نے جواب دیا۔ استرے سے بچ گیا تو چار ہوں گے۔ ورنہ تین ہی سمجھو۔"

ماجد احمد، مختار احمد۔ اسلام پورہ۔
مالیگاؤں۔ ناسک

● ایک عورت: ۔میرے شوہر شیر کی طرح بہادر، چیتے کی طرح پھرتیلے، خرگوش کی طرح چالاک اور ہاتھی کی طرح مست چال سے چلتے ہیں۔
دوسری عورت: "انھیں دیکھنے کے لیے کہیے کا ٹکٹ لینا ہوگا۔"

● ایک مسافر (ریل گاڑی میں دوسرے مسافر سے) کتنے بجے ہیں؟
دوسرا مسافر: . . . بج کر پانچ منٹ پہلے مسافر کی سمجھ میں نہیں آیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہی پوچھتا ہے۔ کتنے بجے ہیں۔
دوسرا مسافر: . . . بج کر دس منٹ۔
پہلا مسافر (غصّہ سے): "یہ بج کر پانچ منٹ۔ یہ بج کر دس منٹ یہ کیا لگا رکھا ہے۔"
دوسرا مسافر: "اس لیے کہ میری گھڑی میں گھنٹے کا کانٹا ہی نہیں ہے" المرسلہ: شبینہ کلب

● باپ: بیٹا میں تمھیں آج ایک راز کی بات بتا رہا ہوں۔ دیکھو بیٹے تم جب بڑے ہوگے تو شراب بالکل نہ پینا۔
بیٹا: ۔کیوں؟ ڈیڈی۔
باپ: ۔کیوں کہ بیٹا شراب پینے سے انسان کو چیزیں دُگنی نظر آتی ہیں۔ دیکھو وہ جو سامنے سے جو دو لڑکے جا رہے ہیں وہ تمھیں چار نظر آئیں گے۔
بیٹا: "لیکن ڈیڈی وہ تو صرف ایک لڑکا ہے۔"

شاہ نظیر یعقوب: ساوتری اپارٹمنٹ
امرت نگر۔ ممبرا ــــــ ضلع تھانہ

● ایک صاحب جنّت کے دروازے سے دوزخ کی طرف چھلانگ لگاتے ہوئے پکڑے گئے فرشتوں نے پوچھا۔ لوگ تو جنّت کی آرزو کرتے ہیں تم عجیب احمق ہو کہ جنّت سے جہنم کی طرف جا رہے ہو۔
وہ صاحب بولے: "ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ میری بیوی مر گئی ہے اور لوگ دعا کر رہے ہیں کہ خدا اسے جنّت نصیب کرے۔"

فرحینہ شبنم: بنت محمد اکبر کلب
نزد اردو گرلز اسکول۔ کلب مہاراشٹر

● دو دوست آپس میں باتیں کر رہے تھے۔
ایک: ۔میرے ابّا کے آگے ہر کوئی سر جھکاتا ہے۔
دوسرا: "تمھارے ابّا کیا کرتے ہیں۔"؟
پہلا: "حجامت کرتے ہیں۔"

● دو آدمی آپس میں گپیں ہانک رہے تھے۔
پہلا آدمی: ارے میاں میں تو شہر کے ہر اسپتال میں رہا ہوں۔
دوسرا آدمی: ۔یہ تو ناممکن ہے کیا تم عورتوں کے

اسپتال میں بھی رہے ہو؟
پہلا آدمی: ارے تم کتنے بدھو ہو وہاں پر تو میری پیدائش ہی ہوئی ہے۔

سید احمد حسین سمیر۔ سوار پورہ نئے گاؤں
امراوتی۔ مہاراشٹر

● جج: تم نے کیا چرایا ہے؟
چور: حضور کچھ بھی نہیں۔
جج: پھر کیسے پکڑے گئے؟
چور: میں ابھی تالا توڑ رہا تھا کہ پکڑ لیا گیا۔

● بچّہ: ابّا! ابّا... کیک میں...
ابّا: بیٹے کھاتے وقت بات چیت نہیں کرتے۔
بچّہ: جی ابّا حضور۔
ابّا: (کھانے کے بعد) کہو کیا کہہ رہے تھے۔
بچّہ: ابّا حضور آپ کے کیک میں ایک کیڑا تھا۔

نویدہ انجم، گولر گھٹی، رام نگر، ضلع نینی تال

● ایک عورت بس میں سفر کر رہی تھی اور وہ عظیم البطن تھی (بڑے پیٹ والی تھی) اور بس میں بہت بھیڑ تھی۔ اس دوران دھکے بھی لگ رہے تھے۔ تو کسی شخص نے اس عورت سے کہا دھکے کیوں دیتی ہو تو عورت نے جواب دیا "سانس بھی نہ لوں؟"

محمد ہارون۔ جامعہ حسینیہ راندیر
سورت

● ایک خاتون کی یادداشت بہت کمزور تھی۔ اس سلسلے میں انھوں نے ایک شخص کی خدمات حاصل کیں جو یادداشت بڑھانے کی تربیت دیتا تھا۔

پہلا سبق دینے کے بعد وہ ماہر گھر سے نکلا تھا کہ چند لمحوں بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ خادمہ نے دروازہ کھولا اور اپنی مالکہ سے کہا کہ دروازے پر ماہر یادداشت اپنی چھتری بھول گئے تھے۔

● ڈاکٹر (مریض سے) تمہارا دانت نکالنے کا معاوضہ پچاس روپے ہوا۔
مریض: مگر آپ نے تو دس روپے کہا تھا۔
ڈاکٹر: "وہ تو ٹھیک ہے، لیکن تم اتنی زور سے چلائے کہ تمہاری چیخیں سن کر میرے چار مریض بھاگ گئے۔"

شیخ عبدالباسط۔ مسیح اللہ۔ بیت النصیر
مالیگاؤں

● ڈاکٹر: میں آپ کو چار پڑیا دے رہا ہوں ایک پڑیا ہر روز گرم پانی کے ساتھ لیجیے۔
مریض: "ڈاکٹر صاحب ذرا اس بار پتلے کاغذ میں دیجیے گا۔ پچھلی بار نگلنے میں بڑی تکلیف ہوئی۔"

● ایک دوست: یار میری بیوی اتنی موٹی ہے کہ ایک دن وزن والی مشین پر کھڑی ہوئی تو مشین لرز گئی اور اندر سے ایک پرچی باہر نکلی جس پر لکھا تھا۔ براہ مہربانی ایک آدمی مشین پر سے اتر جائیں۔
دوسرا: یار یہ بھی کوئی مٹاپا ہے۔ جناب میری بیوی کا تو یہ حال ہے کہ میں ایک دن اس کے کپڑے دھوبی کے پاس لے گیا تو دھوبی بولا "جناب یہاں کپڑے دھلتے ہیں شامیانہ نہیں۔"

● ایک دوست: اب تمہاری طبیعت کیسی ہے

ا یم

دوسرا دوست۔ جب میں اسپتال میں پہنچا تو وہاں پر دو دروازے لگے تھے ایک پر لکھا تھا "طب" اور دوسرے پر لکھا تھا "جراحت"، کیونکہ مجھے تو آپریشن کرانا نہیں تھا اس لیے میں طب والے دروازے کے اندر چلا گیا وہاں بھی دو دروازے تھے ایک پر لکھا تھا شدید بیمار اور دوسرے پر لکھا تھا معمولی بیمار، چونکہ میں معمولی بیمار تھا اس لیے میں اس دروازے کے اندر چلا گیا۔ وہاں بھی دو دروازے تھے ایک پر لکھا تھا سیاسی پارٹی اور دوسرے پر لکھا تھا عام آدمی۔ چونکہ میرا کسی سیاسی پارٹی سے کوئی تعلق نہیں تھا اس لیے میں عام آدمی والے دروازے میں چلا گیا جب میں دروازے کھولتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں اسپتال کے باہر کھڑا ہوں۔

ایم، ایم، انجم، کمھارکی کنواں بہار شریف

لڑکا (والدہ سے): اماں جان کیا مجھے کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس کے نتیجے میں پٹائی ہو۔

والدہ:- بیٹا! تمھیں ہرگز ہرگز یسا کام نہیں کرنا چاہیے۔

لڑکا:- "تو میں آج سے اسکول نہیں جاؤں گا وہاں مجھے ہر روز مار پڑتی ہے"۔

محمد انیس۔ اسلام پورہ
مالیگاؤں ناسک، مہاراشٹر

● ایک دکان دار نے ایک پینٹر کو بلوایا اور بورڈ پینٹ کرنے کو کہا۔ مضمون کچھ اس طرح تھا "ضمیر الدین کتب فروش"، دوسرے دن بورڈ واپس آیا اس پر لکھا ہوا تھا۔ "کتب الدین ضمیر فروش"

عرفان شیخانی۔ جے جے روڈ، بمبئی۔

● ایک صاحب کے لڑکے بڑے لمبے لمبے بال رکھے ہوئے تھے اس کے باپ نے کہا بیٹا بال کٹوالو، لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ بار بار باپ کے اصرار پر جھنجلا کر بولا آخر آپ میرے بالوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئے ہیں۔ بچارے باپ نے غمگین لہجے میں جواب دیا۔ "بیٹا ہمارے گھر جو لوگ تمھاری بہن کو دیکھنے آتے ہیں وہ تمھیں ہی پسند کر لیتے ہیں"۔

● تین عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں پہلی عورت بولی میں نے فلم "دو راستے" دیکھی تو ہمارے گھر دو لڑکے پیدا ہوا۔ دوسری عورت بولی "میں نے فلم ایک پھول دو مالی دیکھی تو ہمارے گھر ایک بیٹی اور دو بیٹے ہوئے"۔ تیسری عورت جو سب سے کم عمر تھی اور اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی گھبرا کر بولی "ہائے میرے اللہ اب کیا ہوگا۔ دونوں عورتیں ڈرتے ڈرتے بولی کیا ہوا؟ میں نے تو کل ہی علی بابا چالیس چور، دیکھی ہے"۔

محمد ضیاء الہدیٰ۔ عفن چیپ اسٹور
چھجو محلہ۔ بہار شریف

قلمی دوستی

بچپن کی دوستی پختہ بھی ہوتی ہے اور پائیدار بھی۔ بچپن ہی سے اگر اچھے اور ہم خیال دوست میسر آجائیں تو یہ زندگی کے بہترین ساتھی ثابت ہوتے ہیں۔ آپ خود بھی دوسروں کے اچھے دوست بنیے اور دوسرے اچھے بچوں کو بھی اپنا دوست بنائیے۔

نام: ملک غفران رومی ــــــــ عمر ۱۴ سال
تعلیم: درجہ ششم
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا۔ ٹکٹ جمع کرنا۔
پتا: ۔ ۱۷/۲ ۔ ۳۳۷ بٹلہ ہاؤس جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

نام: آفتاب عالم احمد حسین صدیقی ــــ عمر: ۱۶ سال
تعلیم: انٹر (جاری) فرسٹ ایر۔
مشغلہ: دینی رہبروں کا مطالعہ کرنا۔
پتا: شیخ مصری درگاہ اشاپ ہل وڈالا بمبئی ۳۷۔

نام: سیمیں عذرا
تعلیم: آئی۔ ایس۔ سی (Bio) جاری
مشاغل: پیامِ تعلیم و دیگر رسالوں کا مطالعہ کرنا سلائی کرنا اور کشیدہ کاری کرنا، کیرم کھیلنا
پتا: معرفت ڈاکٹر۔ ایم۔ عظیم اللہ شعبۂ اردو۔ بی۔ این کالج۔ پٹنہ۔ ۸۰۰۰۰۴۔

نام: عبدالماجد صدیقی ــــــــ عمر: ۱۲ سال
تعلیم: ہشتم (جاری)
مشغلہ: پیامِ تعلیم اور امنگ کا مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا۔
پتا: شالیمار ہوٹل کے سامنے۔ کمن ٹیلر کے اوپر بلڈنگ نمبر ۱۰۵۱ آر س بی بی کلیان روڈ بھیونڈی ضلع تھانہ ۴۲۱۳۰۲۔

نام: فیض الحق ــــــــ عمر: ۱۲ سال
تعلیم: ہشتم معہد عث
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا اور قلمی دوستی کرنا۔
پتا: فیض الحق معہد ندوہ کالج لکھنؤ (یو۔پی)

نام: محمد سرفراز حسین
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، ڈاک ٹکٹ جمع کرنا، کرکٹ کھیلنا اور پیامِ تعلیم پڑھنا۔
پتا: معرفت محمد افضل حسین صاحب۔ محلہ مہراج گنج رفیع گنج۔ ضلع اورنگ آباد (بہار)

نام: ام حبیب ــــــــ عمر: ۱۳ سال
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: بیرونی ملک کے ٹکٹ جمع کرنا، پیامِ تعلیم پڑھنا، پودے لگانا۔
پتا: معرفت محمد عبداللہ صاحب۔ محلہ الودہ۔ ضلع قدیم جالنہ (مہاراشٹر)

نام: جاوید احمد عبدالمجید
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیامِ تعلیم کا مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتا: اسلام پورہ گلی نمبر ۸ گھر نمبر ۲۶۹ مالیگاؤں۔ ناسک۔ مہاراشٹر۔ انڈیا۔

نام: حنا کوثر
تعلیم: گیارہویں جماعت
مشغلہ: والدین کی خدمت کرنا، بڑوں کا ادب کرنا، اچھے رسالوں اور پیامِ تعلیم کا مطالعہ کرنا۔
پتا: معرفت محمد اقبال صاحب۔ ۳ / ۱۴۳ سہارنپور

نام: محمد آفتاب نجمی ———— عمر ۱۵سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم اور دوسرے رسالوں کا مطالعہ کرنا اور قلمی دوستی کرنا۔
پتا: محمد آفتاب نجمی، نبر سوسائٹی، بھیلیا۔ ٹولہ تاجپور، سمستی پور (بہار)

نام: مہتاب عالم ———— عمر ۱۴سال
تعلیم: درجہ ہفتم
مشاغل: پیام تعلیم اور ڈرامنگ کا مطالعہ کرنا۔
پتا: معرفت اختر ڈرا لوُر ساؤتھ بازار پوسٹ انڈال، ضلع بردوان ۷۱۳۳۲۱

نام: ابوسلیم صدیقی ———— عمر ۲۴سال
تعلیم: بی۔ایڈ۔ ایس۔ ایس۔ سی
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: وارڈ نمبر ۳ ۔شہر مقام پوسٹ: بالا پور ضلع آکولا۔ ۴۴۴۳۰۲

نام: فارانی وقار احمد افتخار احمد ———— عمر ۱۳سال
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا، فٹ بال کھیلنا
پتا: برادر باغ نیا پورہ پلاٹ نمبر ۱۷، ۴ سروے نمبر ۱۲۴ مالیگاؤں (ناسک)

نام: محمد اصغر علی ———— عمر ۱۴سال
تعلیم: درجہ ہفتم
مشاغل: پیام تعلیم پڑھنا، کرکٹ کھیلنا۔
پتا: معرفت شہزادہ فروٹ مرچنٹ نورتھ بازار پوسٹ انڈال، ضلع بردوان ۷۱۳۳۲۱

نام: انوار احمد خلیل احمد

تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: فٹ بال کھیلنا، اردو کتابوں کا مطالعہ کرنا
پتا: پلاٹ نمبر ۱۹ سروے نمبر ۲۰ مومن پورہ مالیگاؤں (ضلع ناسک)

نام: محمد کوثر احمد خوط ———— عمر ۱۶سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا۔ رسالے پڑھنا، قلمی دوستی کرنا۔
پتا: محمد کوثر احمد خوط محلہ تتھی کھڈوا۔ یادگیر ضلع گلبرگہ کرناٹک۔

نام: محمد منور جمیل ———— عمر ۸سال
تعلیم: درجہ چہارم
مشغلہ: پیام تعلیم پڑھنا، بچوں کو ڈرانا اور بہادری دکھانا۔
پتا: محمد منور جمیل راغب راجپور روہتاس سہسرام (بہار) ۸۰۲۲۱۹

نام: شبانہ بابو خان پٹھان
تعلیم: آٹھویں جماعت
مشغلہ: پیام تعلیم اور دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا: شبانہ بابو خان پٹھان صوبیدار بستی وارڈ نمبر ۲، آمنہ منزل۔ شری رامپور (احمد نگر)

نام: سرفراز عالم ———— عمر ۱۴سال
جماعت: دہم
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا
پتا: معرفت محمد عباس عالم راجپور ضلع روہتاس سہسرام (بہار) ۸۰۲۲۱۹

نام: معین الدین اعظمی ——— عمر ۱۶ سال
تعلیم: بارہویں جماعت
پتہ: معین الدین ولد عبدالحق محلہ پورہ رانی مبارکپور اعظم گڑھ۔ یوپی۔

نام: مزمل حسین خاں ——— عمر ۱۶ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم، نور، صوت الحق اور دیگر رسالے پڑھنا، ماں باپ کی خدمت کرنا، شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہونا۔
پتا: مقام و پوسٹ مینا ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

نام: محمد پرویز ——— عمر ۱۳ سال
تعلیم: دسویں جماعت
مشغلہ: قلمی دوستی کرنا، اچھی کتابیں پڑھنا۔
پتا: معرفت محمد رحیم انصاری بینک منیجر گاؤں و پوسٹ راجپور ضلع روہتاس۔

نام: سمیرا صبا
تعلیم: نویں جماعت
مشغلہ: سکے جمع کرنا، پیام تعلیم اور اس قسم کے دوسرے رسالوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا: ڈاکٹر محمد بدرالدین صاحب محلہ باغبان ضلع قدیم جالنہ (مہاراشٹر)

نام: محمد سعد حسینی ——— عمر ۱۵ سال
تعلیم: آئی۔ٹی۔آئی۔
مشغلہ: نماز پڑھنا اور ایس آئی او کے لیے کام کرنا۔
پتا: معرفت ثاقب اعجاز، ہندستان الکٹرک بڈا مارکیٹ ہکی سرائے چندوارہ مظفرپور (بہار)

نام: محمد عزیز شمسی ——— عمر ۱۸ سال
تعلیم: انٹرمیڈیٹ
مشغلہ: پیام تعلیم و دیگر اردو ہندی رسالوں کا مطالعہ کرنا۔
پتا: محمد عزیز شمسی معرفت ارشاد پہلوان پیر غیب لمبی گلی مرادآباد ۲۴۴۰۰۱۔

بچوں کی نئی دلچسپ کتابیں

ننھے منّے بچوں کے لیے

کتاب	قیمت
بتاشے	۶/۵۰
جاں نثار دوست	۵/:
چاند کی بیٹی (با تصویر)	۵/:
دوم کٹی لومڑی "	۶/۵۰
جادو کی ہنڈیا "	۵/:
شیرا اور بکری "	۶/۵۰
کتے کا خواب "	۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا "	۶/۵۰
چالاک بلی "	۶/:
گدھے نے بجائی بانسری "	۶/۵۰

بڑے بچوں کے لیے

کتاب	قیمت
نرجولی کا آدم خور	۴/=
غریب لکڑہارے کی کہانی	۶/=
خلائی مسافر	۶/-
ہمت کے کرشمے	۶/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	۹/=
ہمارے عظیم سائنس داں	۸/:
سام پہ کیا گزری	۳/۵۰
غذا کی کہانی	۳/-
زیور	۶/-
شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں	۶/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	۶/-
سنہرے اصول	۳/-
نرالے گویّے	۲/-
بالونی کچھوا	۴/-
بدر شہزادی	۶/-

کتاب	قیمت
مولانا آزاد کی کہانی	۱۲/:
ننھا سیاح	۴/-
ابو خاں کی بکری	۱۵/-
پرواز کی کہانی	۳/-
سمندری طوفان اور تین لڑکے	۶/-
...نائی ہاتھ	۹/:
حاجی بابا کی ڈائری	۶/۵
بہادر علی	۷/۵۰
کھلونا نگر	۷/:
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	۶/:
قصہ اژدھا پکڑنے کا	۵/:
ننھا سراغ رساں	۵/:
ابو علی کا جوتا	۵/:
چند مشہور طبیب اور سائنس داں	۹/-
چور پکڑو	۳/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	۷/۵۰
جادو کی سارنگی	۳/-
جادو کا چھلا	۳/-
پانچ جاسوس	۸/۵۰
جنگل کی ایک رات	۶/:
ہرن کا دل	۲/:
اچھی کہانیاں	۲/۵۰
دریا کی رانی	۲/:
گوہر شہزادی	۳/:
تین اناڑی	۶/:
چوری کی عادت	۳/۵۰
شرارت	۳/:
دلی کی شادی	۴/=
گاندھی جی دکنی افریقہ میں	۲/۰
بندر اور نائی	۳/۵۰
رنگوں کی بستی	۴/:

کتاب	قیمت
پراسرار غار	۵/:
عرب دیسوں کی عوامی کہانیاں	۶/۵۰
بچوں کے ذاکر صاحب	۶/:
ننھا منو	۲/۴
آؤ ڈراما کریں	۳/:
سلامہ صمصامہ	۵/:
مچھیرا اور اس کی بیوی	۳/۵۰
ایک کھلا راز	۳/۵۰
بھوتوں کا جہاز	۶/۵۰
صحت کی الف بے	۵/:
لومڑی کا گھر	۳/:
بچوں کی کہانیاں	۳/:
بابا ناصح	۳/:
ہار کی تلاش	۶/:
سرخ جوتے	۳/۵۰
اندرا گاندھی	۶/:
ننھا فرشتہ	۳/۵۰
جوہر قابل	۳/:
بھیڑیے کے بچے	۳/:
ننھا جبرو	۳/۵۰
پلک نہ مارو	۶/:
بچوں کے افسر	۶/:
شریر شیرا	۳/:
پری رانی	۳/:
خطرناک سفر	۳/۵۰
پرندوں سے جانوروں تک	۴/۵۰
لوٹے کھلونے	۵/:
اندھے کا بیٹا	۳/۵۰
پانچ بونے	۳/:
بچوں کے چار بزرگ دوست	۳/:
سہانے ترانے	۶/۵۰

میرے پسندیدہ اشعار



اسلام کی رونق کا کیا حال کہیں تم سے
کونسل میں بہت سیّد مسجد میں فقط مومن

خدا تو ملتا ہے انسان ہی نہیں ملتا
یہ چیز وہ ہے جو دیکھی کہیں کہیں میں نے

مس گلفام سوناری جشید پور

سُلگ اٹھے کناروں پر سنگ ریزے بھی
گرا ہے ٹوٹ کے پانی میں حوصلہ کس کا

میرے دل کے کسی کونے میں ایک معصوم سا بچہ
بڑوں کی دنیا دیکھ کر بڑا ہونے سے ڈرتا ہے

جمال ناصر مسعود احمد کمالپورہ گھر ۲۷ نشاط روڈ
مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳ (ناسک)

ٹی وی کا شوق ہے تجھے فلموں کا شوق ہے
ہائے نہ دل میں تیرے نمازوں کا شوق ہے

ثابت قدم نماز پہ جو شخص رہے گا
اس کا محل بھی قرب محمدؐ میں بنے گا

محمد عین الحق کٹیہاری مدرسہ عثمان بن عفانؓ جوگا بائی، جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

ہو عزم مستحکم اور دل میں سچا یقین ہو
مل جائے گی منزل چاہے جہاں کہیں ہو

راحیل احمد جیراجپوری B-۲۰۲/۹ العزیز ملک
ملت نگر اندھیری (ویسٹ) بمبئی ۴۰۰۰۵۸

سختی حالات کی یورش میں بنتی ہے سپر
گھر سے جب نکلو بزرگوں کی دعا لیتے چلو

عمر بھر محروم یاں کیوں کر نہ ہاتھ آئیں بھلا
"خوب" کو کھوتی رہی ہے "خوب تر" کی جستجو

نجم السحر سوار پورہ تلے گاؤں دساسر امراوتی مہاراشٹر

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

رحانی طیبہ عبد الستار ۱۰۳۴/۱ اسلام پورہ
مالیگاؤں (ناسک ۴۲۳۲۰۳)

ٹھوکریں کھانے والے نہ گھبرا ذرا
گرتے گرتے تو اک دن سنبھل جائے گا

ضرور ظلمتِ شب کا جواب آئے گا
نیا سویرا لیے آفتاب آئے گا

مرسلہ:۔ نفیس احمد نیازی کھگول پٹنہ

بچے کی دعا

اچھا ہمیں بنا دے دنیا بنانے والے
دل کی پکار سن لے اے دو جہاں والے
علم و ہنر کی دولت یا رب ہمیں عطا کر
ہم چاند بن کر چمکیں عزت ہمیں عطا کر
اچھا ہمیں بنا دے دنیا بنانے والے
دل کی پکار سن لے اے دو جہاں والے

عقیل احمد پولس لائن لوڈ ہڑیا، سیوان بہار

تیرے شیشے میں مے باقی نہیں ہے
بتا کیا تو میرا ساقی نہیں ہے
سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بت ہو گئے پرانے
پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھکو ہر ذرہ دیوتا ہے

محمد شبیر علی طیب، الکٹریک بازار، بھاگلپور، بہار

بھول بھلکڑ (نظم)

دوست ہیں اپنے بھول بھلکڑ
باتیں ساری ان کی گڑبڑ
پیدل ہوں تو رستہ بھولیں
بس میں جائیں، بستر بھولیں
ریل میں جب یہ حضرت بیٹھے
پہنچے چار اسٹیشن آگے
ٹوپی ہے تو جوتا غائب
جوتا ہے تو موزہ غائب
پیالی میں ہے چمچہ الٹا
پھیر رہے ہیں کنگھا الٹا
چونک اٹھیں گے بیٹھے بیٹھے
لوٹ پڑیں گے چلتے چلتے
سودا لے کے دام نہ دیں گے
دام دیے تو چیز نہ لیں گے

مرسلہ:۔ فیاض احمد شیخ مناف قصاب معلم ترذینشنل ہائی اسکول شہادہ ضلع دھولیہ مہاراشٹر

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

مبین احمد شبیر احمد گھر نمبر ۲۵۲، اسلام پورہ کا لین نمبر ۲۔ مالیگاؤں۔ ناسک

کشتی کو بھنور میں گھرنے دے موجوں کے تھپیڑے سہنے دے
زندوں میں اگر رہنا ہے تجھے طوفاں کی ہلچل رہنے دے
مچھلی کی طرح تڑپائے گا احساس تجھے پایابی کا
جینا ہے تو اپنے دریا میں امکانِ تلاطم رہنے دے

ابو محمد مقام و پوسٹ طوی ضلع اعظم گڑھ یوپی۔

اے علم تیری ذات سے دنیا کا بھلا ہے
دنیا ہی نہیں دین کی بھی تجھ پہ بنا ہے
تو جس کے نہیں پاس وہ انسان نہیں ہے
انسان کو شرف علم سے خالق نے دیا ہے

شمس الدین صاحبگنجی ۸۵-۱۴ اردو بازار
جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

شہیدوں کا لہو جو عرض بالا کورٹ میں ٹپکا
کیسے اس نے زمینِ ہند میں لعل و گہر پیدا

بدل نہ جائے تیرے آنسوؤں کا رنگ کہیں
لہو لگا کے شہیدوں میں اپنا نام نہ کر

یاروں نے میرے دل کو بسکٹ کی طرح توڑا
اغیار کی محفل میں جب چائے گرم آئی

محمد حدیث مدرسہ عثمان بن عفان ۴ جرگا بائی
جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

یارو شبِ فراق میں رؤیا ہیں اس قدر
تھا چرخِ آسماں پہ پانی کمر کمر

رحمانی محسن کمال شاہد احمد
۱۰۳۲ اسلام پورہ مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳ ناسک

سرکس (نظم)

گاؤں میں سرکس آیا ہے
ہاتھی گھوڑے لایا ہے
رنگ برنگے تو تے ہیں
دیکھ کے سب خوش ہوتے ہیں
چھوٹے چھوٹے جو کر ہیں
لمبی دُم کے بندر ہیں
شیر کے اوپر بکری ہے
جوکر کے ہاتھ میں لکڑی ہے
چلتا ہے کتا اشارے پر
جیسے ہو کوئی جادوگر
توتا سیٹی بجاتا ہے
اپنے ناچ دکھاتا ہے

اظہار عالم سی ۷۶۔ ابوالفضل انکلیو نئی دہلی ۲۵

مقید کر دیا سانپوں کو یہ کہہ کر سپیروں نے
زیادہ تم سے زہریلا ہے ڈس لے گا بشر پہلے

مرسلہ: ندیم احمد نیازی، کھگول پٹنہ

ننھی بوندیں

ننھی، ننھی، بوندیں آئیں
ٹھنڈی، ٹھنڈی ہوائیں لائیں
اچھا اچھا پانی برسا
ٹھنڈا، ٹھنڈا، پانی برسا
کالے کالے بادل، پانی لائے
ہم سب مل کر خوب نہائے

عائشہ خان معرفت ڈاکٹر ابرار اعظمی
خالص پور۔ اعظم گڑھ

نہیں کچھ اس کی پرسش الفتِ اللہ کتنی ہے
یہی سب پوچھتے ہیں آپ کی تنخواہ کتنی ہے

شہباز احمد، چکجادو۔ درگاہ بیلا ویشالی (بہار)

نظم سحر

پیدا ہوئی تھی جب سحر — کی عرش کی جانب نظر
پوچھا میری تخلیق کا — مقصد ہے کیا میرے خدا
کب تک میں گردش میں رہوں — کب تک میں یہ زحمت سہوں
حاصل ہے کیا اس کام کا — آغاز کیا انجام کیا
آئی صدائے لم یزل — شکوہ تیرا ہے برمحل
واقف ہو لو اس راز سے — گردش کے سوز و ساز سے
رحمت کی ہے اک آس تو — گلشن کی ہے بو باس تو
امید قائم تجھ سے ہے — روشن زمانہ تجھ سے ہے
ہوگی نہیں جب تک سحر — سمجھے گا یہ کیسے بشر؟
ظلمت کو کرنا ہے سفر — حق کی علامت ہے سحر
مقصد تری تخلیق کا — پنہاں جو میں نے ہے رکھا

عبدالناصر محلہ احمد گنج سانہہ ڈاکخانہ بکھری
ضلع بیگوسرائے۔ بہار۔ ۸۵۱۲۱۱

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی، نہ افغانی
یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی
(اقبال)

باسم پوا خالی۔ کشن گنج۔ بہار

..: پ برپر ر سے پیشتر
خود کو نگاہِ غیر سے دیکھا کرے کوئی

اپنی ہستی پہ نہ اتراؤ ہمالہ کی طرح
وقت کی دھوپ میں تم کو بھی پگھلنا ہوگا

رخسانہ پروین گھر نمبر ۴ ۹ چھپر والی مسجد اوکھلا جامعہ نگر نئی دہلی

جب ذہن ترنم تپتا ہے احساس کے شعلوں میں پیہم
تب جا کے کہیں اے اہل قلم اک شعر غزل کا ہوتا ہے

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

زینب انصال محلہ گولر گھٹی رام نگر ضلع نینی تال

مجھے اس روز کا ڈر ہے کہ کب محشر بپا ہوگا
وکالت پر نبیؐ ہوں گے عدالت پر خدا ہوگا

انوار الحق عرف بھٹو کھیرولی کمتول۔ دربھنگہ بہار

باغباں نے آگ دی جب آشیانہ کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

محمد ایوب عاصی، جھنڈا پور بھاگلپور بہار

احساس علم کی چنگاری جس دل میں فروزاں ہوتی ہے
اس لب کا تبسم ہیرا ہے، اس آنکھ کا آنسو موتی ہے

مہناز حنیف، چاہ خزانچان، رام پور

رباعیات (قمر بہرامی)

بس کلمہ توحید ہے جنت کے لیے
کچھ فاتحہ دے لیجیے برکت کے لیے

[illegible]

کیوں رب کی اطاعت کی رہے پابندی
کافی ہے یہی دین ضرورت کے لیے

مرسلہ: طلحہ نقشبندی بالاپور ضلع آکولہ

کانٹوں میں جو کھلتا ہے شعلوں میں جو پلتا ہے
وہ پھول ہی گلشن کی تاریخ بدلتا ہے

فیصل علی ولد شاہد علی، کاغذی پورہ بالاپور آکولہ

صدق و وفائے قلب سے محروم ہے حیات
کرتے ہیں بندگی بھی جہنم کے ڈر سے ہم

آنسو بہاؤ حال پہ اس بدنصیب کے
جس کا لٹا ہو کارواں منزل کے روبرو

محمد تبریز عالم۔ ٹھاکر گنج۔ بہار

ببّو کا سبق

پلٹ کر جو اب کے کلکتہ سے آئے
تو ببلو نے پوچھا کہ کیا آپ لائے
کہا ہم نے سوغات لائے ہیں پیاری
دیا ہے تمھیں جو چچی نے تمھاری
کہا کہ وہ کیا ہے؟ کہا ہم نے لٹّو
کہا تب تو اس کو نچائے گا ببلو
کہا ہم نے لیکن نچانے سے پہلے
نچا کر تماشا دکھانے سے پہلے
ضروری ہے ہر دن سبق ایک پڑھنا
یہ تم سے تمھاری چچی کا ہے کہنا
تو بولے کتاب ہے کہاں پاس میرے
کہا ہم نے، دیں گے تمھیں وہ سویرے
سویرے جو اس دن سو کے اٹھو ببلو
مچانے لگے شور ابّو او ابّو

تاب ہے کہاں دیجیے جلد مجھ کو
سبق ایک پڑھا دیجیے جلد مجھ کو
منی کتاب ہم نے ان کو تھمائی
تھما کر کتاب ہم نے ان کو پڑھائی
پڑھایا "الف" سے کہو ایک اللہ
ادھر دیکھو "ب" ہے کہو "ب" سے بندہ
ادھر جیم ہے، جیم سے بولو جنت
ادھر دال ہے "دال" سے "دین" کی دولت
خدا ایک، اللہ رب ہے ہمارا
اسی کا ہے بندہ زمانہ یہ سارا
کرم اس کا بخشا ہمیں دین کی دولت
صلہ، دینِ برحق پہ چلنے کا جنت
سبق پڑھ لیا تو دیا ہم نے لڈو
ہوئے پا کے لڈو بہت شاد ببلو
یہ بھیجا چچی نے ہے سب کو بتایا
نچا کر تماشا پھر اس کا دکھایا

شبانہ ناسرین اردو ہائی اسکول راڈرکیلا

بید وقت کا سب سے بڑا سہارا ہے
ر حوصلہ ہو تو موجوں میں بھی کنارا ہے

وش مزاجی تمھیں جینے نہیں دے گی
ں دور میں جینا ہے تو کہرام مچا دو

تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
ری بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

ہے رات دن جو عبادت میں گم تو کیا
ی نہیں تو عبادت فضول ہے

سلیم احمد، ۱،۳۲/۱، اسلام پورہ - مالیگاؤں (ناسک)

نہ گھبراؤ مسلمانوں خدا کی شان باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے ابھی قرآن باقی ہے

محمد فاروق عبدالرزاق شیخ اسلامیہ انگلو اردو ہائی اسکول بھٹکل

وہ راستہ جو نکالا رسولِ عربی نے
اسی پہ چل کے ملے گی نجات کی منزل

روشنی گر خدا کو ہو منظور
آندھیوں میں چراغ جلتے ہیں

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

عمر انصاری، مکان نمبر ۱۱۵، ۵ وال مین روڈ رحمت نگر، بنگلور ۵۶۰۰۳۲

بات ہیرا ہے بات موتی ہے
بات لاکھوں کی لاج ہوتی ہے

محمد زبیر عالم - لدھیانہ پنجاب

میں تنہا حسین سامنے میرے یزید تھا
وہ کربلائی لمحہ بھی کتنا شدید تھا

چاند سے جھانکنا اور نیند کو غارت کرنا
اس کی فطرت میں ہے بچپنے سے شرارت کرنا

نوید خاں، ذاکر نگر، نئی دلی ۲۵

بچوں کی مذہبی کتابیں

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ۴/۵۰
- خوب سیرت ۶/-
- رحمان کا مہمان ۶/-
- کمسن صحابی ۵/-
- اسلام کے جاں نثار ۴/-
- سیرت پاک مختصر مختصر ۳/-
- نور کے پھول ۹/-
- حضرت حمزہؓ ۳/:
- سب سے بڑے انسانؐ ۳/۵۰
- حضرت محبوب الٰہیؒ ۳/:
- حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ ۲/:
- حضرت فرید الدین گنج شکرؒ ۲/:
- حضرت معین الدین چشتیؒ ۲/:
- حضرت ابوبکر صدیقؓ ۶/:
- حضرت طلحہؓ ۳/:
- حضرت سلمان فارسیؓ ۳/:
- حضرت ابوذر غفاریؓ ۲/:
- حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۳/:
- حضرت عبداللہ بن عباسؓ ۳/:
- نیک بیٹیاں ۳/۵۰
- امیر خسروؒ ۳/:
- ہمارے نبیؐ ۳/۵۰
- دس جنتی ۴/۵۰
- منہاج القرآن ۴/۵
- ارکانِ اسلام ۲/-
- عقائد اسلام ۳/-
- چار یار ۶/-
- آں حضرتؐ ۳/-
- خلفائے اربعہ ۹/-

- نبیوں کے قصے ۵/:
- مسلمان بیبیاں ۴/:
- اسلام کیسے پھیلا اوّل، دوم ۵/۵۰، ۶/-
- پیارے رسولؐ ۴/۵۰
- ہمارے رسولؐ ۶/-
- حضرت ابوہریرہؓ ۴/-
- سرکار دو عالمؐ ۹/-
- اللہ کے صفی ۲/:
- حضرت نظام الدینؒ ۳/:
- سرکار کا دربار ۶/۵۰
- ہمارا دین (اوّل، دوم، سوم) فی حصہ ۸/-
- اسلام کے مشہور سپہ سالار (اوّل، دوم) مکمل ۹/-
- اسلام کے مشہور امیر البحر ۴/۵۰
- قرآن پاک کیا ہے؟ ۳/:
- اسلام کیسے شروع ہوا؟ ۶/۵۰
- رسول پاکؐ ۶/:
- اللہ کا گھر ۴/۵۰
- رسول پاک کے اخلاق ۳/:
- اللہ کے خلیل ۳/:
- تحسین القرآن ۴/۵۰
- حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۳/:

قاعدہ یسرنا القرآن

مکتبہ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قاعدہ یسرنا القرآن کو نئی ترتیب، آسان و عام فہم ہدایتوں کے ساتھ شائع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمداللہ والدین و معلمین دونوں نے بہت پسند کیا [illegible] کے ساتھ ہی ہمارے بعض [illegible] نے قاعدہ کو اور بہتر بنانے کے سلسلے میں [illegible] تجویزوں سے نوازا۔ ان تجویزوں کی [illegible] قاعدہ [illegible] قرآن کا تازہ اڈیشن شائع ہو گیا ہے



پیام تعلیم کو پڑھ کر ہمارے گھر والے
بھی بہت خوش ہوئے۔ ہمارے گھر والے ان
چار مہینوں میں پیام تعلیم سے اتنی محبت کرتے
ہیں کہ ہر ماہ بڑی بے صبری سے پیام تعلیم کا
انتظار کرتے ہیں اور بار بار مجھ سے کہتے ہیں
کہ کب آئے گا پیام تعلیم؟

نفیسہ شیخ احمد شری رامپور احمد نگر مہاراشٹر

میں تقریباً
سال سے "پیام تعلیم" کا مطالعہ کر رہا ہوں
ارے محلے میں "پیام تعلیم" کو کوئی جانتا بھی
تھا جب ہم نے اپنے دوستوں کو
یا تو ان کو بھی بہت پسند آیا یقیناً یہ رسالہ
ا روشنی پھیلانے اور بچوں میں اردو
دلچسپی پیدا کرنے میں سب سے آگے
۔ اور میرے دل سے یہ دعا نکلی کہ

اللہ تعالیٰ "پیام تعلیم" کو دن دوگنی رات چوگنی
ترقی عطا فرمائے آمین ثمہ آمین

وسیم راجا، ہلدی پوکھر، سنگھ بھوم بہار ۸۳۲۰۰۱

دوستو! اگر آپ کو پیام تعلیم سے محبت اور پیار ہے
تو ان باتوں پر عمل کریں۔
جس طرح آپ کی کوئی تمنا پوری کی جائے
تو آپ کتنے خوش ہوتے ہیں اور اپنے دوستوں
کو خوش ہو کر ساری بات بتاتے ہیں۔ اسی طرح
اگر آپ پیام تعلیم سے خوش ہیں تو دوسروں کو
بھی بتائیے اسکولوں اور محلوں میں اپنے دوستوں
کو بتائیے کہ پیام تعلیم ہی وہ رسالہ ہے جس سے
ہمیں معلومات ملتی ہے۔ اس میں "کہانی، لطیفے
شاعری" ہر چیز شامل ہے۔ دوسری بات یہ کہ
کتنے بچے کہانی کی کتابوں کو دکانوں میں فروخت
کر دیتے ہیں مہربانی کر کے پیام تعلیم کو حفاظت سے
رکھا کریں مجھے امید ہے کہ آپ میری باتوں پر غور
کریں گے۔ پیام تعلیم کا تعارف ہر بچے سے کرائیے اللہ
آپ کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے
آمین ثمہ آمین۔

محمد عیسیٰ قمر الدین بالا کمپاؤنڈ اسلام نگر بھیونڈی ضلع تھانہ

میرا مشورہ ہے کہ آپ معمّا کا نتیجہ شائع
کرتے وقت یہ لکھ دیا کریں کہ اس سوال کا جواب
فلاں کتاب میں چھپا ہے۔ [illegible]

اس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ پیامی پھر کتاب حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا۔

ریاض خاں مالیگاؤں ناسک

پیام تعلیم کے لیے اشعار، نظمیں، کہانی وغیرہ روانہ کرتے وقت ساتھ میں واپسی لفافہ بھیجنا ضروری ہے یا نہیں؟

امید ہے کہ اس سوال کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ شکریہ

لے اگر آپ کو رسید چاہیئے تو اپنا پتہ لکھا ہوا کارڈ یا لفافہ ضرور بھجوایئے۔ اور خریداری نمبر بھی لکھیے۔ (ادارہ)

محمد آفتاب نجمی نیر سوسائٹی بہیلیا ٹولہ، تاجپور سمستی پور ۸۴۸۱۳۰

پیام تعلیم میں "پیامیوں کے لیے خوش خبری،، پڑھی۔ پڑھ کر بے انتہا خوشی ہوئی۔ میری جانب سے ان سب پیامی بھائیوں اور بہنوں کو دلی مبارکباد جن کی نگارشات کتابی صورت میں چھپ رہی ہیں۔ واہ بھئی واہ ہمیں معلوم ہی نہ تھا کہ ہمارے پیارے رسالے پیام تعلیم میں اتنے اعلا قسم کے قلمکار بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارا رسالہ پیام تعلیم ان ابھرتے ہوئے قلمکاروں کی وجہ سے آج چوٹی پر ہے میں بچوں اور بڑوں کے ممتاز ادیب اور ماہر تعلیم جناب عبداللہ ولی بخش قادری صاحب کی دل سے شکر گزار ہوں۔ جنھوں نے ہمارے بھائیوں اور بہنوں کی نگارشات کتابی صورت میں ترتیب دیں اور میری ان پیامیوں سے درخواست ہے جن کی نگارشات اس مجموعے میں شائع نہیں ہوسکی کہ وہ مایوس ہونے کی بجائے آج سے اپنی کہانی لکھنے کی ابتدا کریں۔

مجھے امید ہے انشاءاللہ آیندہ سال ان کی بھی تحریریں کتابی صورت میں شائع ہوں گی۔

آمین جی ہاں انکل نے یہ بہت اچھا طریقہ اختیار کیا کہ اُن بہن بھائیوں کی پاسپورٹ سائز تصویر وغیرہ بھی ارسال کرنے کے لیے لکھا ہے۔

منور سلطانہ "خوشبو" بنت مقصود علی لائق من نیدا اردو گرلس اسکول ایوت محل

میں پیامی بھائیوں، بہنوں اور والدین سے مخلصانہ اور دردمندانہ اپیل کرتی ہوں۔ ..کیوں؟ اس لیے کہ جب پیام تعلیم ماہ اگست ۱۹۹۲ء کے صفحہ پچاس پر بعنوان ایک ضروری اطلاع پڑھنے لگی تو مجھکو سکتہ طاری ہوگیا کچھ دیر تک خاموش بیٹھی سوچتی رہی دل تو مغموم ہو ہی رہا تھا کہ یکایک یہ آہ نکلی کہ یہ کیا مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کہ ۵۶ ایجنٹوں نے ہمارے پیام تعلیم کے روپے ہڑپ کر لیے۔ پڑھ کر میری آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے جب سکون قلب ہوا تو میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ ماہ ستمبر ۱۹۹۲ء سے دوبارہ خود خریدار بن کر اپنی سہیلیوں کو خریدار بنا کر تمام زندگی پیام تعلیم کی خدمت کرتی رہوں [illegible]

ں چار چاند لگا دوں گی۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ پیام تعلیم
رسالہ غالباً ۱۹۲۶ء سے لے کر آج تک
ملک و قوم اور اردو زبان کی فروغ کے
لیے جان و دل سے انتہائی کوشش کرتے
آ رہا ہے مگر بہت ہی افسوس اور بد قسمتی کی
ات ہے کہ پیامی بھائیوں اور بہنوں نے
اس طرف توجہ نہیں کی شاید اسی لیے
س ادارے کو مالی مشکلات سے دوچار ہونا
پڑ رہا ہے تو اس آزمائش کی گھڑی میں ہم لوگوں
کو سچے دل سے عہد کرنا چاہیے
کہ پیام تعلیم کے خریدار بنیں اور دوسروں
کو بھی خریدار بنائیں اور اس کمی کو پورا کریں۔
جس کی کہ اس کو سخت ضرورت ہے اس پرچہ
ی فلاح و بہبودی اور ترقی کے لیے جان توڑ
کوشش کریں تاکہ یہ رسالہ معاشی بدحالی کا
شکار ہونے سے بچ جائے۔ مگر ساری باتوں
کا انحصار پیامی بھائیوں اور بہنوں کی ہمدردی
اور خلوص پر مبنی ہے ورنہ ساری رام کہانی
بے سود اور لاحاصل ثابت ہوگی۔

شبانہ آعظمی درگاہ بیلا، ویشالی - بہار

لکھنا یہ ہے کہ ہم نے مورخہ ۲۶ جنوری
کو . مالیگاؤں شہر میں پیامی برادری
نامی ادارہ کھول رکھا تھا۔ وقتاً فوقتاً کچھ تقریبات
بھی کرتے تھے۔ ہم نے مورخہ ۲۶ جولائی اتوار کو
ایک دینی و ادبی پروگرام منعقد کیا تھا۔ اور اس
کے بعد ہی ایک لطیفہ گوئی کا پروگرام بھی رکھا
تھا اس کی خبر ہم آپ کو ۱۵ اگست کے بعد ہی دے
سکیں گے کیونکہ ہماری ایک تقریب ۱۵ اگست کو
بھی ہے۔ اور ہم اس خوشی کا اظہار بھی کر رہے ہیں
کہ ہمارے دوست بھی پیامی برادری شاخ قائم
کر رہے ہیں ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں اور دعا
کرتے ہیں کہ ہم تمام پیامی اور پیام تعلیم خوب ترقی
کرے۔ آمین

پیامی برادری کمیٹی کمال پورہ مالیگاؤں
رئیس احمد ہلال، جلیل احمد جلیلی، رفیق احمد
مبین احمد، شبیر احمد، اطہر پرویز، اقبال احمد
شاہد اختر، محمد شریف۔

کیا ہم پورے پیامیوں کے فوٹو[1] بھیج سکتے
ہیں۔

[1] سب کے فوٹو بھجوایئے اور اپنی تقریبات
کی رپورٹ بھی (ادارہ)

رئیس احمد ہلال ۳۹۵ کمال پورہ نشاط روڈ مالیگاؤں
۴۲۳۲۰۳ ناسک

ہمارے ایک پیامی دوست رحمانی سلیم احمد
صاحب نے ایک کتاب کا اجرا کروا کر اسر ہکہ

کے مرتب بن گئے ہیں۔ یہ کتاب "دلچسپ لطیفے" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ ان کو ہماری طرف سے مبارک باد۔

جلیل احمد جلیلی و رئیس احمد اقبال ۳۹۵ نشاط روڈ کمال پورہ مالیگاؤں ناسک

معذرت کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنی ایک کہانی بغیر ٹکٹ کے لفافے میں بھیجی تھی۔ آیندہ سے خیال رکھوں گا۔ خدا حافظ

نفیس احمد جلیل ماسٹر ۳۴۴ ، چونا بھٹی مالیگاؤں

جولائی ۱۹۹۲ء کا شمارہ دست یاب ہوا۔ تمام مضامین دل کی گہرائیوں میں اتر گئے۔ مسعود احمد برکاتی صاحب کا "باتوں کی باتیں" بہت پسند آیا۔ بچوں کی کوششیں میں بھی تمام مضامین پسند آئے۔ میری طرف سے تمام مصنفین کو مبارک باد۔

محمد فہیم محمد نسیم ، بی۔ بارہ/۱۱ راج دوت ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ، پنت نگر گھاٹ کوپر ایسٹ بمبئی

یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ پیامیوں کی نگارشات ایک کتاب[1] کی شکل میں شائع ہوں گی۔ کیا ہم لوگوں کو بھی پڑھنے کو ملے گی یا جس کا نام اس میں ہے صرف اسی کو۔

[1] نوٹ:۔ اس کی حیثیت ایک کتاب کی ہوگی جو چاہے خرید سکتا ہے صرف مصنف کو چند کاپیاں حق تصنیف کے طور پر مفت دی جائیں گی۔ (ادارہ)

محمد مظہر نعمانی مہراجگنج رفیعگنج اورنگ آباد بہار

میں مہاراشٹر کے ایک نہایت ہی چھوٹے دیہات کا رہنے والا ایک طالب علم ہوں۔ میں پیام تعلیم بہت دنوں سے پڑھ رہا ہوں۔ مجھے یہ رسالہ بہت پسند ہے۔ مگر آج میں پہلی بار ایک کہانی اس رسالہ میں چھپوانے کے لیے بھیج رہا ہوں۔

امتیاز بیگ بابر بیگ انعامدار اور واڑ تعلقہ شرول ضلع کولہاپور ۴۱۶۱۰۴

میں نے آپ کو لکھا تھا کہ جون کا پیام تعلیم نہیں ملا ہے لیکن مجھے ۱۳ جولائی کو میرے چھوٹے بھائی نے لاکر دیا۔ ہوا یوں کہ پوسٹ مین نے پیام تعلیم میرے گھر نہ دے کر درسگاہ ہی میں بھیج دیا لیکن جس استاد کو دیا گیا تھا کہ مجھے دیں وہ

بھول گئے ۱۳ جولائی کو "پیام تعلیم" پر ان کی نظر
پڑی تو پھر ۲ جولائی کو جون کا "پیام تعلیم" ملا
س طرح میرے پاس دو پیام تعلیم ہو گئے
میں جانتی ہوں کہ اس سے آپ کو
کچھ زیادہ نقصان نہ ہوا ہوگا لیکن میرا دل یہ
گوارہ نہیں کرتا کہ بغیر قیمت دیے میں رسالہ
رکھ لوں اس لیے میں اس کی قیمت بھیج
رہی ہوں۔ قبول کرنے کی زحمت فرمائیں۔

کوثر عارفین سنجیدہ کمہرولی

"پیام تعلیم" کا ہر گوشہ ایک شگفتہ غنچہ
ہے۔ اس کی ہر بات روح کو راحت پہنچاتی
ہے۔ میں آپ کی خوشی میں برابر کا شریک
وں۔ ہمارے بزرگ ادیب ماہر تعلیم جناب
بداللہ ولی بخش صاحب قادری کے چنے ہوئے
ول موتی جو پیامیوں کے ذہنی کاوشوں
ے نتیجہ ہیں جلد ہی کتابی شکل میں منظر عام پر
ئے گا۔ پیامیوں کے نگارشات پر مشتمل یہ
یہ بچوں کی ادبی دنیا میں ایک سنگ میل
ثبیت رکھے گا۔

"پیام تعلیم" بابت ماہ اگست ۹۲ء
"بچوں سے باتیں" پڑھ کے دو گلوں
ح مسکرا ہی رہا تھا کہ محمد یونس جو یہ
یے ایک تھپڑ" سے تلملا گیا۔ اس تھپڑ
سے عبرت حاصل کر، "سائنس کی دنیا" میں قدم
رکھا جہاں ہمارا سایہ گھٹنے بڑھنے کا راز اور
آسمان میں گرج چمک کے کرشمے سردی میں
منہ سے بھاپ نکلنے کے وجوہات اور دھواں
اوپر اٹھنے کی باتیں سمجھ میں آئیں۔
"جاگو جگاؤ" مختصر ہی سہی لیکن بچت
کا ایک نسخۂ کیمیا ہے۔ "بے حقیقت کچھ"
کے بھول بھلیوں سے باہر نکلنے کے بعد "ہمارا
گھر" تک پہنچا۔ آپ ہی بتلائیے "گھر" کس کو
پسند نہیں؟ یہ تو اظہر نیاز کا "کرشمہ" ہے یا
پھر آپ کا یقین مانیے معراج کے "جھوٹ کا
سہارا" نہیں لے رہا ہوں۔ کیونکہ میں ایک
"پیارا بچہ" ہوں۔ یقین نہ آئے تو تاجور سلطانہ سے
پوچھ لیجیے۔

اب تو آپ میرا السلام علیکم قبول کریں
گے نا یہ "السلام علیکم" واقعی ایک انمول نسخہ ہے
"طب کی روشنی" مجھ پر کیا اثر پڑی کہ چہرے
کا تل ٹانگوں کا درد غائب ہو گیا۔ بال کالے
ہو گئے، موٹاپا کم ہو گیا، کمزور جسم توانا بن گیا۔
بال مضبوط ہو گئے۔ یہ دیکھتے ہی غنی دہلوی
صاحب نے کہا "تمہاری اچھی صحت ہے"۔
پھر کیا تھا میں "دوسرے سیاروں پر آباد مخلوق"
کی باتیں سوچنے لگا۔ ایک اچھے پڑوسی نے
کہا "نیکی کر بھلا ہوگا"۔ نذیر احمد سے باتیں کیں۔
وہ "سورۃ النمل" سے تعارف کروانے لگے۔

میں" پیام تعلیم" کی تعریف اور تعارف میں کیا کیا لکھوں۔ یہ تو چمکتی دمکتی اشرفیاں ہیں جو پیامیوں کے لیے خوش خبری لے کر آتا ہے۔ اس میں "اقوال زریں" ہوتے ہیں "والدین کی عظمت" کے درس ہوتے ہیں بے شک "پیام تعلیم" "عظمت کا مینار" ہے کیونکہ اس میں "حکمت کی باتیں" ہیں کسی کی کیا مجال جو "انگشت نمائی" کرے۔

بھائی صاحب میری یہ باتیں پڑھ کر آپ کے دل میں ہی نہیں ہزاروں پیامیوں کے دلوں میں بھی "گدگدیاں" سی لگنے لگیں گی۔ میرے جیسے "پیامیوں کی تلاش" آپ کو ہے۔ میں جانتا ہوں۔

اچھا اب اجازت دیں۔ یہ آدھی ملاقات" کچھ طویل سہی لیکن دلچسپ رہی۔ اس خط کے ساتھ ہزاروں پیامیوں سے میرا تعارف "آدھی ملاقات" کالم میں کروانے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے۔ یہ ہماری دیرینہ خواہش بھی ہے۔

"میرے پسندیدہ اشعار" کالم کے لیے میرا ایک پسندیدہ شعر پیش خدمت ہے۔

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ
(علامہ اقبال)

اور ہاں "درس الاردو" پسند آئی۔ اللہ اس اردو سے ہم سب کو بچائے۔

میاں محفوظ اختر متعلم بی۔اے۔سال اول جغرافیہ
جواہر لال نہرو گورنمنٹ کالج انڈر پانڈی چیری یونیورسٹی
پورٹ بلیر۔ انڈمان

بچّوں کی کوششیں



پہاڑوں کے شیطان

پہلے زمانے میں لوگ پہاڑیوں کے پاس جانے سے ڈرتے تھے۔ کہتے تھے کہ وہاں بہت بڑے خزانے ہیں اور سانپ بھی۔ جو بھی اسے حاصل کرنے جاتے وہ واپس لوٹ کر نہیں آتے۔ کہتے ہیں کہ وہاں پر ایک بہت بڑا شیطان ہے اور کبوتر کے گھونسلے بھی ہیں۔ یہ گانو ایک بادشاہ کی حکومت میں تھا۔ اس کے ایک بیٹی تھی۔ وہ ہر دم اُداس رہتی تھی۔ بادشاہ اسے اُداس دیکھ کر خوش کرنے کے لیے کیا کیا کرتے۔ پھر بھی وہ اُداس رہتی۔ اس کی اُداسی کا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس پہاڑی کا شیطان ہر مہینے ایک لڑکی کو کھاتا تھا۔ ایک دن گانو میں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکا بہت ہوشیار تھا۔ اس کا نام شاہد تھا اس کے ماں باپ بہت غریب تھے۔ باپ جنگل جاتا۔ لکڑیاں کاٹ کر بازار میں بیچتا۔ اس آمدنی سے ان کا گزارہ چلتا۔ شاہد گلی گلی گھومتا رہتا تھا۔ ایک دن

وہ پہاڑیوں کے پاس گیا اور واپس آ یا۔ اور وہ اپنے دوستوں سے آپس میں باتیں کرنے لگا۔ ادھر سے ایک آدمی آیا ان کی باتیں سُن کر وہ چلا گیا۔ دوسرے دن شاہد درخت پر بیٹھ کر گیت گا رہا تھا۔ شہزادی اس گیت کو سُن کر بہت خوش ہوئی۔ اس کو خوش دیکھ کر بادشاہ بھی بہت خوش ہوا۔ اور شاہد کو اپنے محل میں گیت گانے کے لیے رکھ لیا۔ شاہد روزانہ گیت سُناتا اور شہزادی کا دِل بہلاتا اور ہر ماہ اپنے ماں باپ کے پاس پیسے بھیجتا۔ بادشاہ شیطان کے ظلم و ستم سے تنگ آگیا تھا اس لیے اس نے گانو میں اعلان کیا کہ جو کوئی اس شیطان کو ختم کر دے میں اس کی شادی اپنی بیٹی سے کروں گا۔" ایک دن شاہد نے تلوار لی اور محل سے نکل گیا اور پہاڑیوں کے جیسے ہی اندر گیا۔ شیطان نے کہا "تم یہاں کیوں آئے ہو" شاہد نے ہمت سے جواب دیا "میں اس خزانے کو حاصل کرنے آیا ہوں۔" شیطان نے اسے چابی دی اور کہا جاؤ دروازہ کھولو۔ وہاں دروازے پر ایک تلوار لٹکی

"بہن آج میں نے کوئی چار بجے کے قریب تمھارے شوہر کو پولیس کی گاڑی میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔"
"ٹھیک دیکھا ہوگا۔ سہیلی نے اپنی گھبراہٹ دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا" وہ آج تک پیدل نہیں چلے۔"

ایک صاحب نے کسی ڈوبتے ہوئے بچّے کی جان بچائی تو اس کا باپ ان کے پاس پہنچا اور پوچھنے لگا "آپ نے ہی میرے لڑکے کو دریا سے نکالا تھا؟"
ان صاحب نے انکسار بھرے لہجے میں کہا "جی ہاں۔ لیکن اب اس کا ذکر نہ کیجیے۔"
لڑکے کے باپ نے غصّے بھرے لہجے میں کہا۔ "ذکر کیوں نہ کروں۔ لڑکے کی ٹوپی اور جوتے جو غائب ہیں۔"

ہوئی تھی۔ شاہد نے کہا "تم جاؤ اور وہ دروازہ کھولو۔ میں تمھارا غلام نہیں ہوں۔" اس بار شیطان نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن جیسے ہی شیطان نے دروازہ کھولا شاہد نے دیکھ لیا کہ وہاں خزانہ نہیں ہے کہا دوسرا دروازہ کھولو۔ شیطان نے نہیں کھولا۔ "دروازہ تم کھولو۔" شیطان نے کہا

شاہد نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا شیطان نے کہا کہ "تم ایسے انسان ہو کہ مجھے اس بار شکست دینے میں کامیاب ہو گئے" شاہد کی شادی شہزادی سے ہو گئی۔"

مشیر خاں عبدالقدیر خاں کی دار دو الا
مصری خاں کا باڑہ تین قندیل، مالیگاؤں ناسک

کم عقل شہزادہ

ایک راجا کے تین لڑکے تھے۔ ایک کا نام عمران، دوسرے کا غفران اور تیسرے کا شایان۔ دونوں بڑے لڑکوں میں عقل زیادہ تھی لیکن شایان میں کچھ کم تھی۔ راجا بوڑھا ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے یہ سوچا کہ راج پاٹ اپنے تین لڑکوں میں سے ایک کو دے دے۔ چناں چہ اس نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا تم تینوں میں جو سب سے اچھا رومال لائے گا اسی کو گدی پر بٹھایا جائے گا۔ رومال لینے کے لیے دونوں بڑے لڑکے شہر گئے مگر چھوٹا لڑکا جنگل کی طرف چلا گیا۔ وہاں اسے ایک عمارت نظر آئی۔ اس نے اپنے گھوڑے کا رُخ اس کی طرف موڑ دیا اور جب وہ دروازہ پر پہنچا تو اس عمارت میں دو بلّیاں دکھائی دیں۔

وہ اسے اندر لے گئیں وہاں اسے ایک خوب صورت سفید بلّی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ یہ شاید بلّیوں کی رانی ہے۔ اس بلّی نے اسے کھانا کھلایا اور انسانوں کی طرح بات کی۔ شہزادے نے بڑے تعجب سے کہا۔ "تم باتیں بھی کر لیتی ہو؟" بلّی نے جواب دیا "ہم انسان ہیں۔ ایک جادوگر نے ہمیں بلّی بنا دیا تھا اور کہا تھا کہ تم جب تک کسی انسان سے شادی نہیں کرو گی ایسی ہی رہو گی۔" "لیکن کوئی شخص مجھ سے شادی نہیں کرتا۔" تب شہزادے نے کہا کہ میرے باپ بادشاہ ہیں اور انھوں نے مجھے ایک رومال لانے کا حکم دیا ہے۔ میرے دو بڑے بھائی بھی رومال لینے گئے ہیں۔ ہم تینوں میں سے جو سب سے اچھا رومال لے جائے گا۔ ابّا جان اسی کو راج پاٹ سپرد کر دیں گے بلّی نے اسے ایک بادام دیا اور کہا کہ اسے لے جاؤ اور محل میں لے جا کر توڑنا۔ وہ محل میں پہنچا تو سب لوگ بادام دیکھ کر ہنسنے لگے لیکن جب اس نے اسے توڑا تو سب حیران رہ گئے اور جیت اسی کی

اعجاز (اسلم سے) "تم پاس ہو گئے؟"
اسلم: "ہاں، مگر ہمارے ماسٹر صاحب فیل ہو گئے
وہ ابھی تک اسی کلاس کو پڑھا رہے ہیں جس
کو پچھلے سال پڑھا رہے تھے۔"

ہوئی۔ پھر بھی دونوں بڑے لڑکے کہنے لگے کہ اس میں عقل کم ہے۔ راج پاٹ کیسے چلائے گا۔ راجا نے کہا "اچھا ایک بار اور مقابلہ کر لو۔ تم میں جو سب سے اچھے زیور اور کپڑے لائے گا اسی کو راج پاٹ ملے گا۔" یہ حکم سن کر دونوں بڑے لڑکے شہر گئے اور چھوٹا جنگل پہنچا اور وہاں رانی بلی سے کہا کہ رومال کے مقابلہ میں تو میری جیت ہوئی لیکن ہمارے ابا جان نے کہا ہے کہ ہم تینوں بھائیوں میں جو سب سے اچھے زیور اور کپڑے لائے گا۔ اسے راج پاٹ ملے گا۔ رانی بلی نے اسے ایک ڈبیہ دی اور کہا کہ اسے محل میں لے جا کر کھولنا چناں چہ جب اس نے محل میں ڈبیہ کھولی تو اسی کی جیت ہوئی۔ اس پر بڑے لڑکوں نے یہ کہا۔ "ابا جان ایک مقابلہ اور کرا دیجیے۔" راجا

کہا "تم اپنی اپنی دلھنیں لاؤ جس کی دلھن سب سے زیادہ خوب صورت ہوگی اسی کو راج پاٹ دیا جائے گا۔ اور یہ آخری مقابلہ ہے۔ اس کے بعد کوئی اور مقابلہ نہیں کرایا جائے گا۔" پھر دونوں بڑے لڑکے شہر گئے اور شایان جنگل کی طرف رانی بلی کو اس تیسرے اور آخری مقابلہ کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا "میں تمھارے گھوڑے پر تمھارے پیچھے بیٹھ رہی ہوں۔ تم میری طرف مڑ کر نہ دیکھنا۔ شایان اسی انداز سے محل میں پہنچا تو سب لوگ کہنے لگے "ارے یہ کتنی خوب صورت لڑکی ہے۔" شایان اس بار بھی بازی جیت گیا۔ لیکن اس نے اپنے باپ سے کہا "ابا جان! آپ راج پاٹ میرے دونوں بڑے بھائیوں کو بانٹ دیں اور خود رانی بلی کے ساتھ جو کہ نہایت خوب صورت لڑکی بن چکی تھی اس کے محل میں چلا گیا۔ وہاں ان دونوں کے پہنچنے پر ساری بلیاں، انسان بن گئیں اور سب لوگ ہنسی، خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔

حنیف احمد خاں چرک سہاور۔ ضلع ایٹہ

چالاک توتا

ملک ایران میں ایک سوداگر رہتا تھا۔ اس کا نام سلیم تھا۔ سلیم نے ایک توتا پالا تھا جو انسانوں کی بولی سمجھ اور بول سکتا تھا۔ سلیم کو تجارت کے سلسلے میں بیرونی ممالک جانا پڑتا تھا جب بھی اُسے تجارت کرنے دوسرے ممالک جانا پڑتا تھا تو اپنے گھر والوں سے پوچھتا تھا کہ وہ ان کے لیے کیا تحفے لائے۔ ایک دن اسے تجارت کے سلسلے میں دوسرے ملک جانا پڑا تو اس نے ہمیشہ کی طرح اپنے گھر والوں

ایک آدمی کو حکومت کی طرف سے بیکاری کا الاؤنس ملتا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ بھئی آخر تم سارا دن بیکار پڑے کیا کرتے رہتے ہو؟" "بعض اوقات تو میں بیٹھا رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں۔" اس نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ "اور بعض اوقات میں صرف بیٹھا رہتا ہوں۔"

سے ان کے من پسند تحفے پوچھے۔ لیکن اسے خیال آیا کہ وہ اپنے بولنے والے توتے کے لیے ابھی تک کچھ بھی نہیں لایا تو اس نے سوچا کہ اس بار توتے کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لاؤں گا اور اس نے اپنے بولنے والے توتے سے پوچھا کہ میں تجارت کے لیے دوسرے ملک جا رہا ہوں وہاں سے تیرے لیے کیا تحفہ لاؤں؟" توتے کہا "مجھے تحفہ نہیں چاہیے۔" سلیم نے پوچھا "تمھیں کیا چاہیے" تو توتے نے کہا کہ "جہاں بھی میری برادری کے توتے ملیں انھیں یہ کہنا کہ تمھارا ایک دوست میلوں دور پنجرے میں قید ہے۔" سلیم نے کہا "اچھا میں ان سے کہہ دوں گا۔" دوسرے دن سلیم سفر پر نکل پڑا۔ دوسرے ملک پہنچ کر سلیم کو تجارت میں بہت منافع ہوا۔ اس نے اپنے گھر والوں کے لیے ڈھیر سارے تحفے خریدے۔ جاتے وقت اسے خیال آیا کہ اس کے توتے نے بھی کچھ فرمائش کی تھی۔ سلیم نے دیکھا کہ ایک باغ میں درخت پر بہت سارے توتے بیٹھے تھے سلیم وہاں گیا اور توتوں سے کہا کہ "تمھارا ایک دوست توتا میلوں دور پنجرے میں قید ہے۔" یہ سن کر سارے توتے اُڑ گئے اور صرف ایک توتا رہ گیا تھا۔ وہ پھڑپھڑاتے ہوئے درخت سے نیچے گر گیا اور مر گیا۔ سلیم کو یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ سلیم پھر اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔ گھر پہنچنے کے بعد اس نے اپنے گھر والوں کے لیے لائے ہوئے تحفے دیے اور بعد میں اپنے بولنے والے توتے کے پاس گیا اور اپنے سفر کا قصہ بتایا۔ یہ سنتے ہی توتا پھڑپھڑاتے ہوئے مر گیا۔ سلیم کو بہت افسوس ہوا۔ سلیم نے توتے کو پنجرے سے نکال کر آنگن میں رکھ دیا۔ جیسے ہی سلیم نے توتے کو آنگن میں رکھا توتا اُڑ کر آنگن کی دیوار پر بیٹھ گیا۔ سلیم نے پوچھا "تم نے یہ ڈراما کیوں کیا؟" توتے نے کہا "میں اس پنجرے کی قید سے بیزار ہو گیا تھا۔ بس آزاد ہو کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے یہ ترکیب سوچی وہ جو میرا ساتھی، توتا مرا تھا وہ اصل میں مرا نہیں تھا اس نے مجھے قید سے آزاد ہونے کا طریقہ بتایا تھا۔" اور توتا اُڑ کر چلا گیا سلیم کو توتے کے چلے جانے پر بہت افسوس ہوا۔ اس توتے نے اپنی چالاکی سے خود کو آزاد کر والیا۔

عمران خان عبدالرؤف خان ۱۸۳۵-۱-۱-اے
سیکٹر ۲۱، نیرولی، نوی ممبئی ۴۰۰۷۰۵

تین عقلمند بھائی

کسی گانو میں تین بھائی رہتے تھے
وہ اپنی عقلمندی کے لیے مشہور تھے۔
سب نے مل کر یہ ارادہ کیا کہ کسی دور
کے ملک میں چلیں اور اپنی عقل ودانش
کی آزمایش کریں۔"

چناں چہ انھوں نے اپنے اپنے گھوڑوں
پر سوار ہو کر سفر شروع کیا۔ انھوں نے
راستے میں ایک جانور کے قدم کے نشان
دیکھے۔

بڑے بھائی نے کہا "یہ نشان اونٹ
لے معلوم ہوتے ہیں۔"

دوسرے بھائی نے کہا "قدموں کے
نشان ایک ایسے اونٹ کے ہیں جس
بائیں آنکھ نہیں ہے۔

چھوٹے بھائی نے کہا "تم دونوں
یک کہتے ہو۔ اونٹ پر شاید دو سواریاں
ہیں۔ ان میں سے ایک مرد تھا اور
عورت تھی۔"

کچھ دیر کے بعد اونٹ کے سوارو ں
یکھا کہ تین گھڑسوار تیزی سے ان
چھا کر رہے ہیں۔ انھوں نے بھاگ
شہر میں پناہ لی۔ اونٹ سوار
حاکم کے پاس گیا اور کہا۔
حضور! تین گھڑسواروں نے راستے
میرا پیچھا کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ
ہیں۔ مہربانی کر کے مدد کیجیے۔"
راؤ اجنبی۔ اس شہر میں کوئی
نہیں پہنچا سکتا۔" حاکم نے کہا

> ایک شاعر نے اپنی نظم چھپوانے کے لیے
> بھیجی جس کا عنوان تھا۔
> "میں کیوں زندہ ہوں"، نظم لوٹ کر واپس
> آئی۔ مدیر نے لکھا تھا: "اس لیے کہ
> یہ نظم آپ نے ڈاک کے ذریعے بھیجی تھی۔"

کوتوال شہر کے دروازے پر ٹھہرے ہوئے
گھڑسواروں کے پاس گیا اور انھیں لاکر
حاکم کے سامنے پیش کر دیا۔ "تم رہزنوں
کی طرح تو نظر نہیں آتے۔ پھر تم اونٹ
کا پیچھا کیوں کر رہے تھے؟" حاکم نے ان سے
پوچھا۔

بڑے بھائی نے حاکم کے سامنے سر
جھکایا اور کہا:۔

"ہم قریب ہی کے ایک گانو کے
رہنے والے ہیں۔ ہم اس جانور کا پیچھا
اس لیے کر رہے تھے کہ ہم ایک بات
جاننا چاہتے تھے۔" "وہ کیا؟" حاکم
کو تعجب ہوا۔

بڑے بھائی نے اونٹ والے کی طرف
دیکھا اور کہا "ہم نے راستے میں کسی
جانور کے قدموں کے نشان دیکھے میں
نے اندازہ کیا کہ وہ اونٹ کے پانوؤں کے
نشانات ہیں۔

دوسرے بھائی نے کہا کہ "اونٹ
راستے بھر اپنی داہنی طرف کی جھاڑیاں
کھاتا ہوا چل رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس
کی بائیں آنکھ نہیں ہے۔" اونٹ کا
مالک اپنا سر ہلا رہا تھا۔ حاکم نے ان
کے بیان میں سچائی پائی اور کہا واقعی

> مجسٹریٹ نے (ملزم سے) کہا اگر تمھارا کوئی وکیل ہے تو اسے حاضر کرو۔
>
> ملزم:۔ جناب میرا کوئی وکیل نہیں ہے کیوں کہ میں بالکل سچا واقعہ بیان کرنے والا ہوں۔

تمھارا جائزہ بالکل صحیح نکلا۔

اس کے بعد اس نے تیسرے بھائی کی طرف دیکھا

تیسرے بھائی نے کہا "راستہ میں اونٹ کے سوار ایک جگہ اُترے۔ میں نے ان کے قدموں کے نشانات سے اندازہ کرکے اپنے بھائیوں کو بتایا کہ اونٹ پر دو سوار تھے۔ ان میں ایک مرد اور ایک عورت۔

اونٹ کے سوار نے کہا "ان کی بات بالکل صحیح ہے۔"

حاکم ان کی عقل مندی سے خوش ہوا اور کہا "تم تینوں میرے یہاں ملازمت کر لو۔"

چناں چہ تینوں بھائیوں نے ملازمت قبول کر لی۔ ایک دن حاکم نے ان سے سوال کیا۔

"تم میں دوسری کون سی خوبیاں ہیں؟"

بڑے بھائی نے کہا "حضور! جب میں کسی دوسرے کے ساتھ بیٹھتا ہوں تو اسی انداز سے بیٹھتا ہوں کہ میری توہین نہ ہو۔"

دوسرے بھائی نے کہا "میں بچھونوں کا اچھا ماہر ہوں۔"

چھوٹے بھائی نے کہا "میں ایسے دو آدمیوں کو باہم ملانے کی تدبیر جانتا ہوں جو ایک دوسرے سے خفا ہو کر الگ ہو گئے ہوں۔"

حاکم نے ان کی باتیں سُنیں اور انھیں باری باری سے آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک دن سارے درباری قالین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حاکم نے اچانک اپنے خادموں کو قالین ہٹانے کا حکم دیا۔ جب قالین ہٹایا جا رہا تھا، سارے درباری قالین پر سے اُٹھ گئے لیکن بڑا بھائی بیٹھا رہا۔ وہ قالین کے ایک گوشے پر بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنے نیچے سے قالین کو ہٹا دیا اور اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

حاکم نے اپنے خادموں کو دوسرے بھائی کے لیے ایک بہت اچھا بستر لانے کا حکم دیا۔

دوسرے دن صبح کے وقت دوسرا بھائی حاکم کے پاس گیا اور کہا حضور بستر بہت اچھا تھا لیکن اس میں ایک خرابی تھی۔ گدّے میں ایک خرگوش کی دُم کی طرح کی کوئی چیز تھی جو میری پشت میں گڑ رہی تھی۔

حاکم نے وہ گدّا منگوایا اور ادھڑوایا۔ اس گدّے میں خرگوش کی دُم موجود تھی۔

اب چھوٹے بھائی کی ذہانت کا امتحان لینے کو حاکم نے اپنی رانی سے

شہر کے باہر کے شاہی باغ میں جاکر رہنے کے لیے کہا اور بتایا کہ وہ یہ بہانا کرے کہ وہ بادشاہ سے خفا ہو کر یہاں آگئی ہے اور وہ کسی کی چال میں نہ پھنسے۔

حاکم نے چھوٹے بھائی سے کہا "رانی روٹھ کر چلی گئی ہے۔ کیا اسے منا کر محل میں لایا جا سکتا ہے۔"

اس نے کہا "حضور! میں بہت جلد انھیں محل میں واپس لے آؤں گا۔"

اس نے ناریل، مٹھائیاں اور اسی طرح کی کئی چیزیں اکٹھا کیں جو شادی کی بات طے کرنے کے موقع پر بھیجی جاتی ہیں۔ چاندی کے ایک تشت میں انھیں سجایا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور شاہی باغ پہنچ گیا۔

رانی چاندی کا تشت دیکھ کر حیران ہوئی اور پوچھا۔ "تشت میں کیا ہے؟"

اس نے جواب دیا "خوش نصیب ہا رانی۔ میں حاکم کی شادی کا پیام ے کر جا رہا ہوں انھوں نے دوسری ادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

رانی حاکم کی دوسری شادی کی خبر سن کر گھبرا ی اور اس نے کہا کہ مجھے تمھارے تھ فوراً ہی محل میں جانا چاہیے۔"

دونوں تیزی سے محل کی طرف پڑے۔ حاکم نے اپنی رانی کو دیکھا ت حیرت میں پڑ گیا۔ لیکن اس پہلے کہ وہ رانی سے کچھ پوچھے۔ نے گرج کر کہا:۔

"شادی رچانے کے لیے آپ نے

جارج برنارڈ شا کو ایک نقاد مسلسل چند روز تک خط لکھتا رہا جس میں برنارڈ شا کی تحریروں پر کڑی نکتہ چینی کی گئی تھی ایک روز برنارڈ شا نے اسے خط لکھا۔ "اپنی تحریروں کے بارے میں خود میری بھی وہی رائے ہے جو آپ کی ہے لیکن لاکھوں پڑھنے والوں کے خلاف میں اور آپ کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

مجھے دھوکا دیا؟
دُنیا میں سارا کھیل عقل کا ہے۔

سید قیوم الدین پٹیل، اردو ضلع کولھاپور

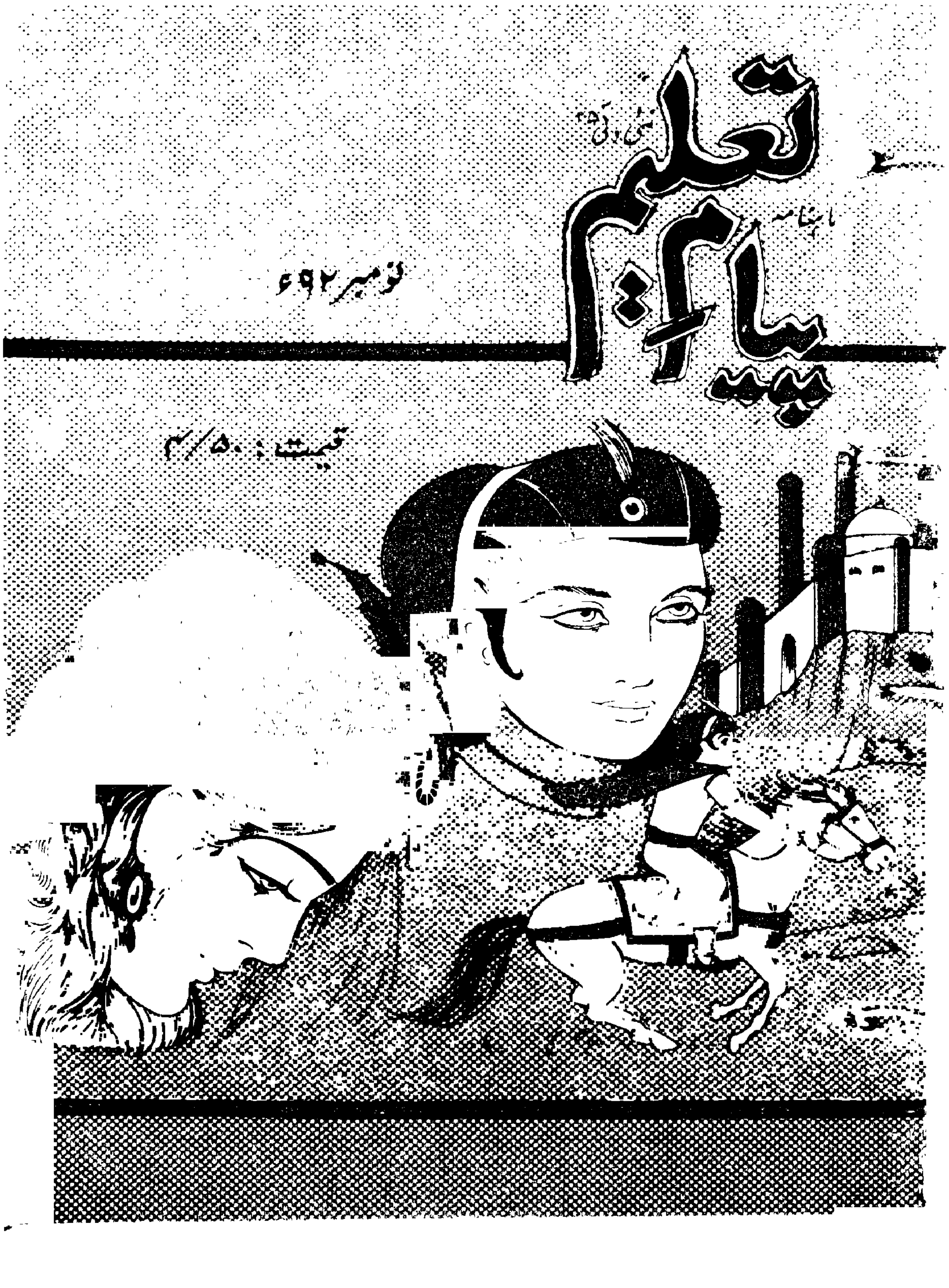
فرض کی پکار

کسی گانو میں ایک زمیندار تھا۔ اس کے پاس بہت سی زمین تھی اور اس میں دھان کی کھیتی ہوتی تھی۔ اس مرتبہ دھان کی کھیتی بہت اچھی ہوئی کھیت سے کچھ دور برگد کا ایک درخت تھا۔ درخت پر بہت سے توتے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک توتے کا نام راجا تھا۔ راجا بوڑھا ہو گیا تو راجا کا بیٹا اِدھر اُدھر جاتا۔ پیٹ بھر خود کھاتا اور پھر اپنے ماں باپ کے لیے اپنی چونچ میں بھر کر لے آتا۔ ایک دفعہ راجا کا بیٹا اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اس زمیندار کے کھیت میں دھان چگنے گیا۔

Licence No. U(SE)21 to post without prepayment of postag
Regd. No. DL-16013/92 Oct, 1992

Payam-i-Taleem

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64


ماہنامہ
پیام تعلیم
نئی دہلی ۲۵
نومبر ۹۲ء
قیمت : ۵۰/۴



postag

t, 1992

ts Retail price excluding tax (Rs.)
31.95
32.00
27.50
25.31
28.26
23.40
28.00
35.00
31.95
24.44

"ہمارے دائیں ہاتھ میں قرآن ہوگا، بائیں ہاتھ میں سائنس اور پیشانی پر کلمہ لَا اِلٰہ اِلّا اللہ" ــــ سر سید احمد خاں

ماہنامہ

پیامِ تعلیم

نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

نومبر ۱۹۹۲ جلد ۴۰ شمارہ ۱۱

قیمت فی پرچہ: 4/50 سالانہ: =/40

سرکاری اداروں سے: =/55 روپے

V.P.P منگانے کی صورت میں مزید =/۱۰ روپے خرچ آئے گا

غیر ممالک سے (بذریعہ ہوائی جہاز) =/320 روپے

ایڈیٹر: شاہد علی خاں

صدر دفتر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

شاخیں: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے باتیں

۱۷ اکتوبر کا دن ہمارے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے اسی دن یعنی ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو ایک ایسی ہستی کا جنم ہوا جس کو ہماری قوم ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اس ہستی کا نام ہے سر سید احمد خاں سر سید احمد خاں کے کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا ان میں علمی، ادبی، مذہبی اور سائنسی تعلیم سے دل چسپی پیدا کرنا ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انھیں کے خوابوں کی تعبیر ہے۔ اسی لیے قدیم اور موجودہ طلبہ و اساتذہ ۱۷ اکتوبر کو "یومِ سرسید" کے نام سے مناتے ہیں۔

۱۴ نومبر "بچوں کا دن" ہے۔ اس دن ہمارے محبوب رہنما پنڈت جواہر لعل نہرو پیدا ہوئے تھے۔ یعنی آپ کے "چاچا نہرو"۔ نئے ہندستان کی تعمیر میں پنڈت جی کا نام سرِ فہرست ہے۔ پنڈت جی بچوں سے بہت محبت کرتے تھے اسی لیے ۱۴ نومبر "بچوں کے دن" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

پرنٹر، پبلشر سید وسیم کوثر نے مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

جاگو جگاؤ

قرآن حکیم کی سورۂ آلِ عمران میں ہے:
"تم ہی غالب رہو گے اگر تم سچے مومن ہو۔" (ترجمہ آیت ۱۳۹)

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ غلبہ، برتری، فوقیت، ترقی اور عروج مسلمانوں کا حق ہے یعنی م[illegible] کے لیے مغلوب ہونا ایک انوکھی سی بات ہے۔ اگر ہم واقعی مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام [illegible] ہیں تو ہم غالب رہیں گے اور ہمیں کوئی مغلوب نہیں کر سکتا، لیکن سچے مسلمان ہونے کا ایک تقا[illegible] یہ بھی ہے کہ تمام مسلمان آپس میں ایک ہوں، ایک جسم کی طرح متحد ہوں۔ کسی بڑے کام کے لیے انسا[illegible] کا آپس میں ایک دل ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جو کام کئی آدمی مل کر کرتے ہیں اس میں آس[illegible] ہوتی ہے اور خوبی بھی۔ اور اس کام کو انجام دینے میں مزہ بھی آتا ہے۔ جب ہم غور کرتے ہیں ک[illegible] میں مسلمانوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ پہلے کبھی نہ تھی، لیکن مسلمان اس لحاظ سے اتنے غ[illegible] ان کی بات میں اتنا وزن نہیں ہے جتنا ہونا چاہیے تو ہم سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ اس [illegible] دوسری قومیں ہمارے مقابلے میں زیادہ طاقت ور، زیادہ برتر، زیادہ معزز اور زیادہ زردار ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے۔ اللہ میاں نے تو وعدہ کیا ہے کہ اگر تم مسلمان ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔

جواب آسان ہے۔ ہم مسلمان تو بے شک ہیں، لیکن ہم میں بعض خامیاں ہیں۔ سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے وہ محبت اور ہمدردی نہیں رکھتے جو رکھنی چاہیے۔ ہمیں اگر ہمارا مذہب عزیز ہے تو اس مذہب کے ماننے والے بھی اتنے ہی عزیز ہونے چاہئیں۔ یہ کیا بات ہے کہ مسلمان ہونے کی بن[illegible] پر ہم نقصان تو اٹھائیں اور دوسری قوموں کی مخالفت تو بھگتیں، لیکن مسلمان ہونے کے جو فائدے ہیں ا[illegible] سے محروم رہیں۔ لہٰذا آج سے یہ عزم کر لو کہ ہم اپنے کسی مسلمان بھائی کو اگر فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے۔ اس کو کوئی تکلیف نہیں دیں گے۔ چاہے وہ کوئی زبان بولتا ہو، کسی علاقے [illegible] کیسا ہی لباس پہنتا ہو، وہ ہمارا بھائی ہے اور اس کی مدد کرنا، اس کو پریشانی سے بچانا ہمارا [illegible] ہے۔ سب مسلمان متحد اور متفق ہو جائیں تو دین اور دنیا کی تمام نعمتیں ان کو حاصل ہو سکتی ہیں۔

تمھارا دوست اور ہمدرد
(حکیم محمد سعید



چاچا نہرو

حشمت کمال پاشا

مسلم تھے وہ عیسائی تھے
ہندو تھے وہ پنجابی تھے
مدراسی تھے بنگالی تھے
لیکن وہ ہندستانی تھے
چاچا نہرو چاچا نہرو

کومل کومل پیاری پیاری
سندر سندر میٹھی میٹھی
باتیں ان کی سیدھی سچی
لوگوں کو تھیں سب سے انوکھی
چاچا نہرو چاچا نہرو

من کے اُجلے تن کے اجلے
بچوں میں بھی تھے وہ بچے
اپنے ہوں یا ہوں اوروں کے
سب کی عزت کرنے کو کہتے
چاچا نہرو چاچا نہرو

چودہ نومبر کیا ہے سمجھو
[illegible]ں کا [illegible] ہے جانو

چاچا نہیں ہیں ہم میں لیکن
ان کے کاموں کو پہچانو
چاچا نہرو چاچا نہرو

نفرت کی لو ٹھنڈی کی ہے
ایکتائی بھی اپنائی ہے
تن من کی قربانی دی ہے
بھارت کی آزادی لی ہے
چاچا نہرو چاچا نہرو

ہند کا مستقبل تم بچو
اک دوجے کو بھی پہچانو
خود کو ہندستانی جانو
کہتے تھے یہ باتیں سمجھو
چاچا نہرو چاچا نہرو

پاشا سب کو بتلائیں ہم
ان کا سپنا دکھلائیں ہم
آؤ اُن سا بن جائیں ہم
اُن کی چھاپ دکھلائیں ہم

نجمہ خان

عقل مند کون



دور پہاڑی علاقے
مشہور قبیلہ آباد تھا۔ اس
سردار کی بیٹی شہ پارہ اپ
میں بے مثال تھی جس کی
قبیلے کا ہر نوجوان اس سے
کا خواہش مند تھا۔
ایک دن شہ پارہ شا
وقت دور پہاڑی پر کھڑی
غروب ہونے کا حسین منظر دیکھ رہی
کہ اچانک اس کی نگاہ ایک جھ
پر پڑی۔ وہاں ایک خوبصورت
خرگوش اچھل اچھل کر گھاس کے
تنکوں سے کھیلنے میں مصروف تھا
شہ پارہ نے اپنی حسین غزالی آنکھوں
سے اس خرگوش کو دیکھا تو دیکھتی ہی
رہ گئی کیوں کہ ایسا خوب صورت خرگوش
اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔
پھر شہ پارہ آہستہ آہستہ اس خرگوش کی طرف بڑھی مگر خرگوش ویسے ہی اچھلتا رہا۔ جب شہ پارہ اس
خرگوش سے چند قدم کے فاصلہ پر رہ گئی تو خرگوش اچھل کر جھاڑیوں کے پاس جاکر بیٹھ گیا۔ شہ پارہ
نے اسے پکڑنا چاہا تو خرگوش جھاڑیوں میں گھس آیا اور اپنی گول گول رنگین آنکھوں سے شہ پارہ
دیکھنے لگا۔ شہ پارہ کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے یہ خرگوش اس کو للکار رہا ہو کہ اے حسین
آؤ مقابلہ کرو کہ تم حسین ہو یا میں اگر تم نے مجھے اپنے ان نازک نازک ہاتھوں سے چھوا تو
ہو جاؤں گا۔

شہ پارہ جھاڑیوں کی طرف بڑھی تو خرگوش ... شہ پارہ ...

کرسکی۔ اس نے اپنے گھر جاکر اپنے بابا سے کہا کہ مجھے ہر حال میں وہ حسین خرگوش چاہیے۔

سردار جانتا تھا کہ جب اس کی بیٹی کسی چیز کے لیے ضد کرتی ہے تو اس کو ہر حال میں پورا کرنا پڑتا ہے۔ سردار نے قبیلے میں اعلان کرا دیا کہ جو نوجوان اس کی بیٹی کے لیے وہ حسین خرگوش پکڑ کر لائے گا اس سے شہ پارہ کی شادی کردی جائے گی۔

یہ خبر سنتے ہی نوجوان اس حسین خرگوش کو پکڑنے کی کوشش میں لگ گئے۔ انھوں نے سوچا کہ حسین شہ پارہ کو حاصل کرنے کا اس سے آسان طریقہ اور کوئی نہیں ہوگا۔ مگر خرگوش تھا کہ وہ کسی کے ہاتھ بھی نہیں آرہا تھا۔ ہر نوجوان نے کوشش کی لیکن وہ کسی کے بھی جال میں نہیں آیا سب نوجوانوں کو مایوس ہوکر واپس لوٹنا پڑا۔

ایک غریب چرواہے نے خرگوش کو پکڑنے کی اب تک کوشش کی ہی نہیں تھی۔ جب اس نے سنا کہ کوئی بھی نوجوان خرگوش کو پکڑنے میں کامیاب نہیں ہوسکا تو اس نے قبیلے کے سردار کے پاس جاکر کہا:



"اگر میں اس خرگوش کو پکڑ کر پیش کردوں تو کیا میں بھی آپ کی بیٹی سے شادی کا حق دار ہوں گا؟"

"کیوں نہیں؟ بھلا تم حق دار کیوں نہیں ہوسکتے؟" سردار نے کہا۔

"میں بہت غریب ہوں نا۔" چرواہے نے مایوسی سے جواب [illegible]ا۔

"تو کیا ہوا! مجھے بھی اپنی بیٹی کے لیے امیر نہیں بلکہ قابل اور عقل مند نوجوان کی ضرورت ہے جو اس [illegible]و پکڑ سکے۔"

"[illegible] پھر دکھاؤں گا، اگر آپ چاہیں تو آپ کی بیٹی کے سامنے اسے پکڑ کر دکھا سکتا ہوں۔"

"[illegible]ہ بھی اچھی بات ہے۔" سردار نے کہا۔

اگلے دن صبح چرواہا اپنی ایک بکری اور کُتّے کو لے کر اُس جھاڑی کے پاس گیا جہاں خرگوش رہتا تھا۔ شہ پارہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ وہاں بہت گھنی جھاڑیاں تھیں۔ ان میں کوئی بھی اندر نہیں جا سکتا تھا۔

چرواہے نے شہ پارہ سے کہا: "تم سامنے اس پہاڑی پر بیٹھ جاؤ۔" پھر چرواہے نے کُتّے کو ایک پتھر سے باندھا اور بکری کو دوسرے پتھر سے۔ ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ پھر اُس نے اپنے تھیلے میں سے گوشت کے کچھ ٹکڑے نکال کر بکری کے آگے ڈالے اور گھاس نکال کر کُتّے کے آگے رکھ دی۔ اُس کے بعد خود قریب ہی آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ مگر نہ کُتّا گھاس کھا سکتا تھا اور نہ بکری گوشت کھا سکتی تھی۔ کُتّا بھوں بھوں کرنے لگا اور بکری میں میں کرنے لگی۔ چرواہا ان کی طرف سے بے پروا ہو کر لیٹا رہا۔

پہاڑی سے شہ پارہ نے جب یہ دیکھا تو اُس کی بے وقوفی پر ہنسنے لگی۔ اور پھر چرواہے کے پاس جا کر اُس کا مذاق بھی اُڑایا۔ لیکن چرواہے نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف اشارے سے دور جانے کے لیے کہہ دیا۔ شہ پارہ پھر واپس جا کر بیٹھ گئی۔

کُتّے اور بکری کے شور کی آواز سے خرگوش بھی جھاڑیوں سے باہر نکل آیا۔ جب اس نے دیکھا کہ کُتّے کے آگے گھاس اور بکری کے آگے گوشت رکھا ہوا ہے تو وہ بھی حیران ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ چرواہا اتنے شور میں بھی اپنی آنکھوں میں ہاتھ رکھے بے خبر سو رہا ہے۔ خرگوش کو بہت غصّہ آیا۔ اس نے سوچا کہ شاید چرواہے کی آنکھ کھُل جائے اور اپنی اس بے وقوفی پر شرمندہ ہو کر کُتّے اور بکری کا کھانا تبدیل کر دے۔ لیکن سورج ڈھلنے لگا اور چرواہا سوتا رہا بلکہ اب تو اس کے خرّاٹوں میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ پھر خرگوش پریشان ہو کر چرواہے کے قریب آیا اور اس کے ہاتھوں کو سونگھنے لگا تاکہ چرواہے کی آنکھ کھُل جائے۔ لیکن چرواہا نہ اُٹھا۔ تب خرگوش چرواہے کے بالکل قریب آ کر بولا:

"تم انسان ہو کر بھی بے وقوف ہو؟ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ کون سا جانور کون سی چیز کھاتا ہے؟"
مگر چرواہے نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور خرّاٹے لیتا رہا۔ ادھر کُتّا اور بکری بھوک کی وجہ سے زور زور سے چیخ رہے تھے۔

خرگوش نے چرواہے کے ہاتھ پر اُچھلتے ہوئے دوبارہ اپنی بات دہرائی۔ اس کے بعد بھی چرواہا چُپ چاپ آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ آخرکار، خرگوش نے چرواہے کی قمیص کی آستین دانتوں

سے پکڑ کر کھینچی۔ اسی وقت چرواہے نے ہاتھ بڑھا کر خرگوش کو پکڑ لیا۔ ادھر خرگوش کے منہ سے ڈری ڈری چیخ نکلی اور ادھر شہ پارہ خوشی سے چلائی اور بھاگ کر چرواہے کے پاس آگئی۔ چرواہا اُٹھ کر بیٹھ گیا اس نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے خرگوش سے کہا:



"اب بتا، میں بے وقوف ہوں یا عقل مند؟ پھر چرواہے نے بہت پیار کے ساتھ خرگوش کو شہ پارہ کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا: جب تک تمہارا دل چاہے گا شہ پارہ تم کو اپنے پاس رکھے گی اور جب تم گھبرا جاؤ گے تو یہ تم کو آزاد کر دے گی۔ ویسے تم فکر نہ کرو ہم دونوں ہی تمہارا پورا خیال رکھیں گے۔" پھر چرواہا شہ پارہ کی طرف مڑا اور اس سے بولا:

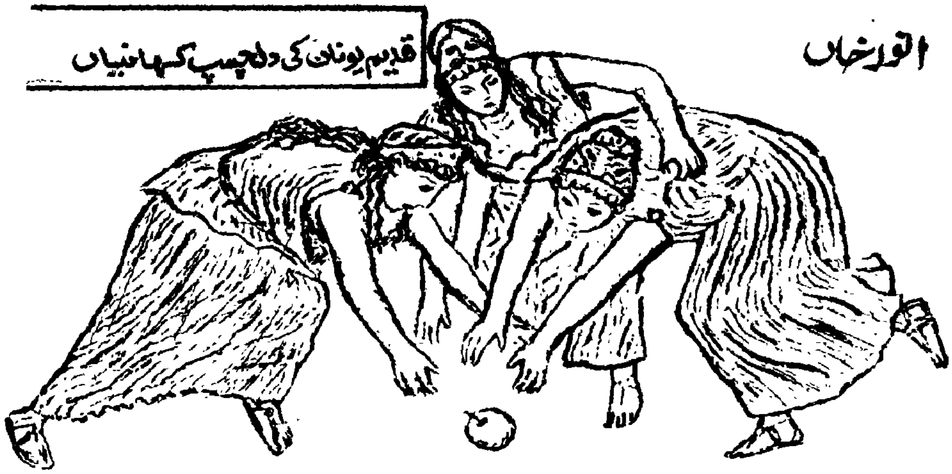
"شہ پارہ تم چاہو تو مجھے زندگی بھر اپنا غلام بنا کر رکھ لینا لیکن اس کو جلد ہی آزاد کر دینا۔"

"شہ پارہ نے چرواہے سے کہا:

"اب میں تمہارا کہنا نہیں ٹال سکتی اور تم جیسے شریف اور عقلمند شخص کو اپنا غلام نہیں شوہر بناؤں گی۔" پھر اس نے خرگوش کو آزاد کر دیا اور وہ اُچھلتا کودتا جھاڑیوں میں گھس گیا۔ چرواہا حیرت سے شہ پارہ کو دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

قدیم یونان کی دلچسپ کہانیاں

انور خاں



اٹلانٹا

ایک شکاری جنگل میں شکار کر رہا تھا کہ اُس نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ جنگلی جانوروں کے درمیان بڑی تیزی سے دوڑ رہی ہے۔ اُسے بڑا تعجب ہوا۔ لڑکی اور جانوروں میں! پھر اُس کے دوڑنے کا انداز اتنا خوبصورت تھا کہ وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ لڑکی اُسے بہت پسند آئی۔ اس نے جال لگا کر لڑکی کو پھانس لیا اور اُسے گھر لے آیا۔

یہ لڑکی اٹلانٹا تھی۔ اسے اس کے باپ نے ناراض ہو کر جنگل میں چھوڑ دیا تھا۔ وہ بے چاری اُس وقت بہت چھوٹی تھی۔ شاید وہ بھوک پیاس سے جنگل میں مر جاتی لیکن اُس کے رونے کی آواز سُن کر ایک ریچھنی اُس کے نزدیک آئی۔ چھوٹے سے بچے کو روتے دیکھ کر اُسے رحم آیا اور اُسے اُٹھا کر وہ اپنے بھٹ میں لے آئی۔ ریچھنی نے اُسے اپنے بچوں کے ساتھ پالا۔ جب وہ بڑی ہوئی تو جانوروں کے ساتھ دوڑتے دوڑتے اُسے بھی تیز دوڑنے کی مشق ہو گئی۔

پتا ۴۸/۲۲ جی۔ قمر الدین اسٹریٹ بمبئی ۸

اُس زمانے میں یونان میں دوڑ کے مقابلے ہوتے تھے۔ آج دنیا میں اولمپک مقابلے ہوتے ہیں یہ انہی مقابلوں کی یاد میں شروع کیے گئے ہیں۔ اولمپیا جہاں یہ مقابلے ہوتے ہیں یونان ہی میں ہے جس کے نام پر مقابلوں کو اولمپکس کہتے ہیں۔ شکاری اُسے انہی مقابلوں میں لے گئے۔ اٹلانٹا جسے شکاری نے انسانوں کی طرح رہنا اور بولنا سکھادیا تھا ہر دوڑ جیت جاتی۔ اس کی شہرت سارے یونان میں پھیل گئی۔

جب اٹلانٹا کے والد کو پتا چلا کہ یہ وہی لڑکی ہے جسے وہ جنگل میں چھوڑ آیا تھا تو وہ بڑا خوش ہوا اور اُسے خوشی خوشی اپنے گھر لے آیا۔ وہ بادشاہ تھا اور بادشاہ کی لڑکی اس طرح شادی کے بنا دوڑ میں کیسے حصہ لے سکتی تھی؟ اس نے اٹلانٹا کی شادی کرنی چاہی لیکن اٹلانٹا نے انکار کر دیا۔ وہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آخر اسے ایک تدبیر سوجھی۔ اُس نے اعلان کر دیا کہ وہ اُسی سے شادی کرے گی جو اُسے دوڑ میں ہرائے گا لیکن جو ہار گیا اُسے موت کو گلے لگانا پڑے گا۔ اس نے سوچا شاید اس طرح اپنی جان کے ڈر سے کوئی آئے گا ہی نہیں۔ لیکن وہ اتنی خوبصورت تھی کہ کئی نوجوانوں نے اس سے شرط لگائی اور بے چارے جان گنوا بیٹھے۔

ایک دن میلانیون نام کا ایک نوجوان آیا۔ وہ بڑا چالاک تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ وہ دوڑ میں اٹلانٹا کو نہیں ہرا سکتا۔ اس نے دیوی افروڈائٹ کے نام پر قربانی دی۔ دیوی نے اُسے تین سنہری سیب دیے اور سمجھایا کہ اُسے کیا کرنا ہے۔

جب دوڑ شروع ہوئی تو اٹلانٹا نے جان بوجھ کر اُسے آگے نکل جانے دیا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ وہ جب چاہے اس سے آگے نکل سکتی ہے۔ جب وہ دوڑتے دوڑتے اس کے برابر آگئی تو میلانیون نے ایک سنہری سیب اس کے پیروں کے نزدیک پھینک دیا۔ سیب کی چمک سے اٹلانٹا کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ وہ سیب اُٹھانے کے لیے جھکی اور وہ جب تک رُک کر سیب کو اُٹھاتی میلانیون آگے نکل گیا۔ ایک بار پھر اٹلانٹا تیز دوڑتے

ہوتے اُس کے برابر آگئی۔ میلانیون نے اپنا دوسرا سنہری سیب دوڑ کی پٹی سے کافی دور پھینک دیا۔ اٹلانٹا پٹی چھوڑ کر دوڑی اور سیب کو اُٹھا لائی۔ اب بس آخری پچاس گز رہ گئے تھے۔ میلانیون نے ایک بار پھر اُس کے تیز قدموں کی چاپ سُنی اور آخری سیب جان بوجھ کر دور جھاڑیوں میں پھینک دی۔ اٹلانٹا کو سیب بھا گئے تھے۔ وہ تیزی سے جھاڑیوں کی طرف دوڑی اور سیب اُٹھا لائی۔ تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اٹلانٹا تیزی سے دوڑی مگر وہ کافی پیچھے تھی۔ باوجود تیزی سے دوڑنے کے وہ اُس کے بالکل نزدیک تو آگئی لیکن تب تک میلانیون لائن پار کر چکا تھا۔

میلانیون اور اٹلانٹا کی شادی ہوگئی۔ اٹلانٹا کو اپنے شوہر کی چالاکی پسند آئی اور مردوں سے اُس کی نفرت ختم ہوگئی۔



لحق حقی

عروں میں جانور

ان شعروں میں کچھ جنگلی جانوروں کے نام چھپا دیئے گئے ہیں ۔ تلاش کیجیے ۔

بالکل صحیح حل پر پہلا انعام /۱۵ روپے کی کتابیں ایک غلطی پر دوسرا انعام /۱۰ روپے کی کتابیں ، تیسرا انعام دو غلطی پر /۵ روپے کی کتابیں تقسیم کی جائیں گی ۔

جواب موصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۴ ر نومبر ۱۹۹۲ء

۔ ہوتے رہتے ہیں تماشے رات دن ۔۔۔ اور نہیں ہے آنکھ پھر بھی مطمئن
۔ خوشامد کرو اور نہ غیبت کسی کی ۔۔۔ بڑی بے بہا تھی نصیحت کسی کی
۱۔ سیچے سوزرے یہاں کے گھر بہت ہیں ۔۔۔ محلّے میں مگر مچھر بہت ہیں
۔ جب خبر آنے کی پہنچی تار پر ۔۔۔ ناچ اُٹھا تھا خوشی سے سارا گھر
۔ پڑا اس میں جو بھی وہ لٹ کر رہا ۔۔۔ نہ دیکھا جوئے میں ذرا فائدہ
۔ ہوتی ہے بہت بوجھل ۔۔۔ پانی سے بھری چھاگل
۔ ریل کی پٹری کے اوپر دوڑتی ۔۔۔ لو مڑی جاتی ہے گاڑی آپ ہی
۔ آدمی دنیا میں قابل لاکھ ہو ۔۔۔ وہ بشر اچھا ہے جس کی ساکھ ہو
۔ تاکہ بلّے بلّیوں کا ڈر نہ ہو ۔۔۔ بند کر دیتے ہیں کابک رات کو
۔ مان کر منّتیں دوا بھی کرو ۔۔۔ صرف قسمت کے پھیر میں نہ رہو
۔ پھول اُگیں ڈال ڈال ۔۔۔ اودے نیلے پیلے لال
۔ ہم نے بھیڑ لیے پٹ من کے ۔۔۔ گوری لاکھ چلے بن ٹھن کے

عتیق الرحمٰن صدیقی

بہترین عطیہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معلّم بنا کر بھیجے گئے تاکہ لوگوں کو اچھائیوں کی دعوت دیں
نیکی کا حکم کریں اور بُرائیوں سے منع کریں۔ حضورؐ نے اپنے بارے میں بتایا ہے کہ مجھے اس لیے بھیجا
گیا ہے کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔ چناں چہ حضورؐ دعا فرمایا کرتے تھے "اے اللہ
مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے۔ اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ ا
مجھ سے بُرے اخلاق دور کر دے کہ تیرے سوا کوئی اسے دور نہیں کر سکتا۔"
حضورؐ نے فرمایا: "اللہ کے بندوں میں سب سے پیارا بندہ وہ ہے جس کے اخلاق سب
سے اچھے ہوں۔" گویا اچھے اخلاق اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور محبّت حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔
حضورؐ کے دوسرے ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضور اکرمؐ کی محبّت حاصل کرنے کا بھی وسیلہ
ہیں۔ حدیث کی ایک مشہور کتاب "ترمذی شریف" میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:
"قیامت کے دن تم میں سے وہی شخص مجھے زیادہ محبوب اور مجھ سے سب سے زیادہ
قریب ہوگا جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھّے ہوں گے۔ اور مجھے سب سے زیادہ ناپسندیدہ
اور مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو دکھاوے والے چکنی چپڑی باتوں سے دوسروں پر چھا جانے
والے اور کبر و غرور سے گفتگو کرنے والے ہوں گے۔"
حضرت براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے حضور اکرمؐ کی
خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے وہ کام سکھلائیے جو مجھے جنّت میں لے جائے۔ فرمایا،
"انسان کو غلامی سے آزاد کر، انسان کی گردن قرض کے بندھن سے چھڑا اور ظالم
رشتے دار کا ہاتھ پکڑ۔ اگر تو یہ نیکی نہ کر سکے تو بھوکے کو کھانا کھلا، پیاسے کو پانی پلا اور
نیکی بتا اور بُرائی سے روک۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو بھلائی کے سوا اپنی زبان کو روک۔"
نبی کریمؐ کے اس فرمان سے ظاہر ہوا کہ اخلاق کا تعلّق صرف اچھی اور نرم گفتگو سے ہی
نہیں ہے بلکہ دوسرے معاملات سے بھی ہے۔ ان معاملات کا ذکر جا بجا قرآن مجید میں بھی

موجود ہے۔ اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایمان والوں کے اخلاقی اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ سورۂ شوریٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

"اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جو غصے کے حالت میں معاف کرتے ہیں اور اپنے رب کی پکار کا جواب دیتے ہیں۔ نماز ادا کرتے ہیں اور ان کے کام باہم مشورے سے ہوتے ہیں اور ہم نے ان کو جو دیا ہے اس میں سے کچھ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جب ان پر چڑھائی ہو تو وہ بدلا لیتے ہیں اور برائی کا بدلا ویسی ہی برائی ہے جو کوئی معاف کردے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ وہ ظلم کرنے والے سے پیار نہیں کرتا اور کوئی مظلوم ہو کر بدلا لے لے تو اس پر کوئی ملامت نہیں۔ ملامت تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر از خود ظلم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق فساد مچاتے ہیں۔ ان کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے اور بلاشبہ جو ظالم کو معاف کرے اور سہہ لے تو یہ ہمت کے کام ہیں"

سورۂ قصص میں ایمان والوں کی خصوصیات یوں بیان کی گئی ہیں:

"اور جب کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو ان سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارا عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل۔ تم سلامت رہو۔ ہم ناسمجھوں کو نہیں چاہتے"

اور سورۂ دہر میں ایمان والوں کے اخلاقی اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"اور کھانے کی خود ضرورت ہوتے ہوئے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں"

مندرجہ بالا آیات میں ایمان لانے والوں کی اخلاقی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ گویا یہ خوبیاں اور ایمان آپس میں لازم و ملزوم ہیں اور ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور ان میں کمی یا بیشی ایمان کے جانچنے کی کسوٹی ہے۔ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا:

"اس مومن کا ایمان سب سے زیادہ مکمل ہے جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہیں"

سائنس کی باتیں

اشرف نوشاہی

اتفاقی دریافت - ایکس ریز

زیادہ تر سائنسی حقائق خاص تجربات کے ذریعے سے دریافت کیے گئے ہیں۔ یہ تجربات احتیاط سے ترتیب دیے گئے اور تجزیہ کرنے والے سائنس دانوں کو پہلے ہی سے علم تھا کہ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ گلیلیو نے ایسے ہی تجربات کے ذریعے سے زمین پر آزادانہ گرتے اجسام کے اصول دریافت کیے۔ لیکن سائنسی تجربے گاہوں میں کبھی کبھی ایسی چیزیں بھی سامنے آجاتی ہیں جن کی دریافت کے متعلق کسی نے سوچا تک نہیں ہوتا۔ ایکس ریز کی دریافت بھی اسی طرح ہوئی۔

ایکس ریز جرمنی کے ایک سائنس داں رونتجن (۱۸۴۵ - ۱۹۲۳ء) (RONTGEN) نے اتفاقی طور پر دریافت کریں۔

یہ ۱۸۹۵ء کی بات ہے رونتجن بجلی کی اس چمک پر تحقیق کر رہا تھا جو بہت زیادہ وولٹیج کے کرنٹ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نے ایک ٹیوب کے اندر کئی ہزار وولٹ کا برقی دباؤ پیدا کیا۔ اس قسم کے تجربے سے ویسے ہی چمک پیدا ہوتی ہے جیسی ہی نیون سائن NEON - SIGN میں آپ نے دیکھی ہوگی۔ اگر ٹیوب کے اندر موجود ہوا یا گیس کا دباؤ کم کر دیا جائے تو یہ چمک تقریباً غائب ہو جاتی ہے۔

رونتجن اپنی چھوٹی سی تجربہ گاہ میں یہ تجربہ کر رہا تھا۔ اس کے پاس معمولی درجے کے سائنسی آلات تھے اور تجربہ گاہ میں روشنی کا بھی مناسب انتظام نہ تھا۔

تجربے کے دوران اس نے دیکھا کہ ٹیوب کے پاس پڑی ہوئی ایک اسکرین بھی ٹیوب کے ساتھ ساتھ چمکنے لگتی ہے۔ یہ اسکرین تقریباً ویسی ہی تھی جیسی آج کل ٹی وی کی اسکرین ہوتی ہے۔

رونتجن نے تجربہ گاہ میں اس اسکرین کو مختلف جگہوں میں رکھا۔ اس طرح اسے یہ معلوم ہو گیا کہ اسکرین کے چمکنے کا تعلق کسی ایسی چیز سے ہے جو ٹیوب کے اندر موجود ہے۔ یہ کیا چیز تھی، وہ نہیں جانتا تھا۔ اس لیے اس نے اسے ایکس ریز کا نام دے دیا۔

بعد میں اسے نے ایکس ریز پر بہت سے تجربات کیے تو اسے معلوم ہوا کہ یہ ایسی شعاعیں ہیں جو کسی کتاب سے بھی گزر جاتی ہیں۔ اس نے ان شعاعوں کا ایک سایہ بھی حاصل کیا۔ ایسے سائے اس وقت بنے جب اس نے انسانی ہاتھ میں سے یہ شعاعیں گزاریں۔ اس سے ہڈیاں اور باقی حصہ الگ الگ نظر آنے لگا۔

آیئے اب دیکھیں کہ ان شعاعوں کی سائنسی وضاحت کیا ہے؟

دو دھاتی سروں کو ایک ٹیوب کے اندر نصب کیا جاتا ہے اور ٹیوب کے اندر سے ہوا نکال دی جاتی ہے تو جب ایک سرے سے دوسرے سرے کی طرف کرنٹ بہتا ہے تو ٹیوب روشن ہو جاتی ہے۔ کرنٹ بہنے کے دوران الیکٹرون منفی سرے سے مثبت سرے کی جانب جاتے ہیں۔ یہ الیکٹرون جب کسی ایسی اسکرین پر پڑتے ہیں جو پلاٹینم یا ٹنگسٹن دھات کی بنی ہو تو ایک ایسی شعاع پیدا ہوتی ہے جو ایکس ریز کہلاتی ہے۔

ایکس ریز کسی بھی ایسی جگہ میں سے گزر سکتی ہیں جو ایٹموں کی سادہ ترکیب سے بنی ہوتی ہو۔ ہائیڈروجن، اوکسیجن اور کاربن سے بنی ہوتی چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ ان کے ایٹموں میں نسبتاً کم الیکٹرون اور پروٹون ہوتے ہیں۔ انسانی جسم بھی اوکسیجن ہائیڈروجن اور کاربن کے ایٹموں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس لیے یہ شعاعیں ان میں سے گزر جاتی ہیں۔ ہڈیاں چونکہ کیلشیم اور فاسفورس کے ایٹموں سے بنتی ہیں اس لیے ان میں سے شعاعیں نہیں گزر سکتیں، اس لیے وہ باقی حصہ سے الگ نظر آتی ہیں۔ انسانی جسم کے اندرونی حصہ مثلاً گردے ایسی بافتیں ہوتی ہیں جو کاربو ہائیڈریٹ سے بنتی ہیں ان میں سے بھی یہ شعاعیں گزر جاتی ہیں۔ اس لیے ان کی تصویر حاصل کرنے سے پہلے کچھ نمکیات کھلاتے جاتے ہیں۔ ان نمکیات میں سے یہ شعاعیں نہیں گزر سکتیں۔ اور اس طرح ایک سیاہ و سفید تصویر حاصل ہوتی ہے۔

ایکس ریز کے کیمرے میں کوئی عدسہ (LENS) نہیں ہوتا۔ جس حصے کی تصویر حاصل کرنی ہوتی ہے براہ راست اس کے اوپر اور نیچے فوٹو پلیٹ رکھی جاتی ہے۔

ایک معمولی سی سائنسی تجربہ گاہ میں اتفاقی طور پر دریافت ہونے والی ایکس ریز اب زندگی کا ایک کارآمد حصہ بن چکی ہیں۔ طب کے میدان میں اس کی اہمیت سے تو سبھی واقف ہیں لیکن یہ سائنسی تحقیق کے لیے استعمال ہونے والے آلات میں بھی شامل ہیں۔ ان کے ذریعہ سے ایٹموں سے لے کر عظیم فلکیاتی اجسام تک پر سائنسی تحقیق کی جا رہی ہے۔ ●●

انوار رضوی

حکایاتِ ایسپ

کنجوس

ایک کنجوس آدمی تھا۔ اس نے اپنی تمام جائیداد بیچ ڈالی اور اس سے جو کچھ رقم حاصل ہوئی اس سے سونے کا ایک بڑا ڈلا خرید لیا۔ اس نے وہ سونے کا ڈلا ایک جگہ زمین میں گاڑ دیا۔ صبح و شام وہ اس کو دیکھنے کے لیے جاتا کہ سونا محفوظ ہے یا نہیں۔

مالک کے صبح شام چکر لگانے سے اس کا ایک نوکر کھٹک گیا۔ وہ چھپ کر اپنے مالک کے پیچھے گیا اور اس نے وہ جگہ دیکھ لی کہ جہاں سونا گڑا ہوا تھا۔

جب مالک شہر گیا تو نوکر نے جا کر وہ جگہ کھود ڈالی اور سونا چرا کر فرار ہو گیا۔

اگلی صبح جب کنجوس اپنا خزانہ دیکھنے گیا تو اس نے وہاں سونا غائب پایا۔ وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا اپنے سر کے بال نوچنے لگا۔

ایک پڑوسی کو جب تمام معاملہ پتا چلا تو آ کر بولا: "تم تو خواہ مخواہ ڈرتے ہو۔ ارے بھائی ایک پتھر کا ڈلا لے کر اسی جگہ گاڑ دو اور سوچ لو تمھارا سونا جوں کا توں گڑا ہوا ہے تمھیں اس سونے کو استعمال میں تو لانا نہیں۔ وہ بے کار کا پتھر بھی تمھارے لیے قیمتی دھات کے برابر ہی رہے گا۔"

روپے کی قیمت اس کے قبضہ میں نہیں بلکہ موزوں استعمال میں ہے۔

انوکھا پھل

س۔ م۔ دانش



بہت پرانے زمانے کا ذکر ہے کسی گاؤں میں شکور نامی ایک غریب کسان رہا کرتا تھا۔ اس کے پاس تھوڑی سی زمین تھی جس پر وہ سبزیاں ترکاریاں اگا کر اپنی گزر بسر کرتا تھا۔ شکور اکیلا تھا۔ نہ بیوی نہ بچہ، اس کا کوئی نہیں تھا۔

شکور ہر روز صبح، شام تازہ سبزیاں گاؤں کے مکھیا کے گھر پہنچا دیتا۔ بدلے میں مکھیا اسے اناج کپڑے اور کچھ نقد پیسے دے دیتا۔ وہ اپنی محنت کی کمائی سے خوش اور مطمئن تھا اور اللہ کا شکر ادا کرتا تھا۔

ایک دن شکور اپنے کھیت میں کام کر رہا تھا۔ دوپہر کا وقت ہو چلا تھا۔ اس نے سوچا کہ اب کچھ کھا پی کر ذرا آرام کروں، پھر ظہر کی نماز پڑھ کر دوبارہ کام شروع کروں گا۔ اس وقت ایک چرواہا اپنی بھیڑ بکریاں لیے اس کے کھیت کے قریب سے گزر رہا تھا۔ شکور نے اسے دیکھا تو اپنے ساتھ کھانے میں شریک ہونے اور کچھ دیر آرام کرنے کی دعوت دی۔ چرواہا شکور

کی بات نہ ٹال سکا۔ وہ وہاں رُک گیا۔ اس کی بھیڑ، بکریاں کھیت میں اِدھر اُدھر چَر
چرواہے نے کھانا کھا کر آرام کے لیے اپنے پیر پھیلاتے ہوئے شکور کو بتایا کہ اُس
گانو میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے سوکھا پڑ گیا ہے۔ گانو کے لوگ اپنے جانور
لے کر سرسبز علاقوں کی تلاش میں نکل گئے ہیں۔ وہ بھی اسی لیے اپنی بھیڑ، بکریاں لے
نکلا ہے۔

چرواہے کے ریوڑ میں کئی اچھی نسل کی بھیڑیں بھی تھیں۔ اُن کی چمک دار اور نرم اُون
خوب صورت تھی۔ چرواہے نے شکور کو بتایا یہ اُون بہت ہی نایاب قسم کی ہے۔ شکور
چرواہے کی باتیں سُنتا رہا۔ اسی دوران اُس نے کچھ خربوزے اور ککڑیاں بھی چرواہے کو پیش
کیں۔ چرواہے نے کہا، "بھائی میں نے کھانا خوب کھالیا ہے۔ تمھاری میزبانی سے دل بہت خوش
ہوا ہے۔ انکار کر کے تمھارا دل نہیں توڑوں گا۔ یہ پھل رکھ لیتا ہوں، شام کو کھالوں گا۔"

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد چرواہا وہاں سے اپنی بھیڑ بکریاں لے کر آگے سفر پر روانہ
ہوگیا۔ شام کو اپنا کام ختم کر کے شکور نے تازہ سبزیاں مُکھیا کے لیے لیں اور اُس کے گھر پہنچا کر
اپنی جھونپڑی میں آگیا۔ روز کی طرح اُس نے اپنا کھانا خود ہی پکایا۔ کپڑے دھو کر پھیلائے۔ مغرب
کی اور عشا کی نماز سے فارغ ہو کر سونے کے لیے لیٹ گیا۔

دوسرے دن شکور جب صبح اپنے کھیت پر پہنچا تو وہاں قیمتی اُون والی اعلا نسل کی بھیڑ کو
دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اُس نے سوچا کہ یہ بھیڑ ضرور اُس چرواہے کی ہے جو کل اس کے پاس کچھ دیر ٹھہرا
تھا۔ یہ بھیڑ اپنے ریوڑ سے بچھڑ گئی ہے۔ میں چرواہے کو تلاش کر کے اُس کی بھیڑ اُسے پہنچا دوں
گا۔ وہ ایک اونچے سے درخت پر چڑھ گیا اور چاروں طرف دُور دُور تک نظر دوڑائی۔ مگر چرواہا
کہیں نظر نہ آیا۔ شکور پریشان ہوگیا کہ اب کیا کرے۔

بھیڑ اُس کے کھیت سے باہر جانے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ شکور نے دل میں سوچا کہ اگر
چرواہا اپنی بھیڑ کو تلاش کرتا ہوا واپس آیا تو اُسے دے دوں گا۔ یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو کر اپنے کام
میں لگ گیا۔ شام کو گھر لوٹتے ہوئے وہ بھیڑ کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا کہ کہیں رات میں کسی جنگلی
جانور کا شکار نہ بن جائے۔

گانو والوں نے بہترین اُون والی اعلا نسل کی بھیڑ دیکھی تو حیران رہ گئے۔ انھوں نے آج

لگیں ... نک اتنی خوب صورت بھیڑ نہیں دیکھی تھی۔ آہستہ آہستہ اس بھیڑ کی شہرت مکھیا کے کانوں تک جا
... پہنچی۔ مکھیا نے شکور کو بلاکر کہا، "یہ بھیڑ بہت ہی عمدہ نسل کی ہے۔ اُسے مجھے دے دو۔ میں
دوں ... اس کی اون کی شیروانی سلواؤں گا۔"

شکور نے انکار کرتے ہوئے کہا، "مکھیا جی، یہ بھیڑ میری نہیں ہے۔ اُس کا مالک آئے گا تو
لے ... میں اُسے واپس کر دوں گا۔"

مکھیا نے کہا، "اُس کے مالک کو آنا ہوتا تو اب تک آچکا ہوتا۔ وہ نہ جانے کتنی دُور پہنچ چکا
بڑا ... ہوگا۔ ایک بھیڑ کے لیے سارے ریوڑ کو چھوڑ کر یہاں کیسے آئے گا؟ بہتر یہی ہے کہ یہ بھیڑ مجھے
یہ ... دے دو۔ میں تمھیں اس کا معقول معاوضہ دوں گا۔"

مگر شکور اپنی بات پر اَڑا رہا کہ یہ بھیڑ اُس کے پاس دوسرے کی امانت ہے اور وہ اس میں
وا ... خیانت نہیں کرے گا۔ مکھیا کو اس کی بات پر غصہ تو بہت آیا مگر وہ کچھ بولا نہیں۔

اس سال شکور نے حج پر جانے کا ارادہ کیا۔ اُس نے اپنی محنت سے تھوڑی تھوڑی رقم بچا
کر کافی پیسے جمع کر لیے تھے۔ مگر سوال یہ تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں بھیڑ کی دیکھ بھال اور حفاظت
کون کرے گا۔ کافی سوچنے کے بعد اُسے خیال آیا کہ کیوں نہ بھیڑ کو مکھیا کے پاس چھوڑ دیا جائے
وہ بھیڑ کو پسند بھی کرتا ہے۔ میں اُس سے کہہ دوں گا کہ بدلے میں میرے کھیت سے سبزیاں وغیرہ
لیتا رہے۔ گاؤں کے کچھ سمجھ دار لوگوں کے سامنے یہ طے ہو جائے گا تو پھر بے ایمانی کا سوال
ہی نہیں رہے گا۔

اگلے دن شکور نے گاؤں کے پنچوں کو جمع کیا اور اُن کے سامنے اپنی بات رکھی:
"میں حج پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ واپسی میں ایک دو مہینے تو لگ ہی جائیں گے۔ اس
دوران میری بھیڑ مکھیا جی کے پاس رہے گی۔ اس کے بدلے میں مکھیا جی میرے کھیت سے سبزیاں لے
لیا کریں گے۔" پنچوں نے اس کی تجویز قبول کر لی اور پھر شکور حج کے لیے روانہ ہوگیا۔

ابھی شکور کو گاؤں سے روانہ ہوئے بیس دن ہی گزرے تھے کہ بھیڑ نے دو بچے دیے۔
دونوں بچے اپنی ماں کی طرح خوب صورت اور قیمتی اون والے تھے۔ اب تو مکھیا بہت خوش ہوا۔
وہ بھیڑ کی اور بھی توجہ سے دیکھ بھال کرنے لگا۔ کچھ ہی دنوں بعد بھیڑ کے بچے دوڑنے بھاگنے
لگے۔ آخر ایک دن شکور حج کر کے واپس لوٹ آیا اور دو ایک روز کے بعد مکھیا کے پاس اپنی

تا رہتا ۔ بھیڑ کے ساتھ دو ننھے ننھے بچے دیکھ کر اُس کی خوشی اور بڑھ گئی ۔ ا
مکھیا سے کہا، "آپ نے میری بھیڑ کی اتنے عرصے تک دیکھ بھال کی۔ اس کے لیے میں آپ
ہوں۔ اب میری بھیڑ اور اس کے بچے مجھے لے جانے دیں۔"

مکھیا نے جواب دیتے ہوئے کہا، "تم مجھے ایک بھیڑ دے کر گئے تھے۔ معاہدہ
تھا کہ جب واپس آؤ گے تو یہ بھیڑ تمھیں واپس مل جائے گی۔ اس میں بچوں کا کوئی ذکر نہیں
اس لیے تم بچوں کی موجودگی میں اس معاہدے کے مطابق صرف اپنی بھیڑ واپس لے جا سکتے
سے تمھیں کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔"

شکور مکھیا کی بات سن کر دنگ رہ گیا۔ اُس نے پنچوں کو جمع کیا، مگر پنچ کیا کرتے۔ واقعی
اس بھیڑ کا ہوا تھا۔ پھر شکور کو بھیڑ واپس مل گئی مگر بچے مکھیا کے پاس ہی رہے۔ بچوں کے
بھیڑ وہاں رہنے کو تیار نہ تھی۔ وہ بھاگ بھاگ کر اپنے بچوں کے پاس مکھیا کے گھر
جاتی۔ شکور روز، روز کی اس بھاگ دوڑ سے پریشان ہو گیا۔ آخر تھک ہار کر اس نے
بھیڑ بھی مکھیا کے پاس چھوڑ دی۔

ابھی چند ہی مہینے گزرے تھے کہ گانو میں ایران سے ایک حکیم صاحب آئے۔ ان کے پاس
ایرانی سوغاتیں تھیں۔ طرح طرح کے میوے، شربت، معجونیں، خمیرے اور مربّے وغیرہ تھے
اُن کے پاس ایک ایسا عجیب و غریب پھل بھی تھا جس کا جوشاندہ بنا کر پینے سے کئی موذی مرض
ٹھیک ہو جاتے تھے۔

حکیم صاحب مکھیا کے گھر تین دن تک ٹھیرے۔ مکھیا نے اُن کی خوب خاطر مدارات کی۔ جب حکیم
صاحب گانو سے رخصت ہونے لگے تو انھوں نے مکھیا کی مہمان نوازی سے خوش ہو کر وہ خاص پھل
اُسے تحفے میں دیتے ہوئے کہا، "اگر اس پھل کے بیج کو کسی کیاری میں بو دو گے تو چھے مہینے میں
اس کا پودا درخت بن جائے گا اور پھل دینے لگے گا۔ پھل آنے تک روزانہ اس کے پودے کو
خوش بودار دھونی دینی ہوگی اور ہر روز دن میں کچھ دیر کے لیے پودے کو ہری چادر سے ڈھکنا ہوگا۔
اگر ایسا نہ کیا تو پودا مرجھا کر ختم ہو جائے گا۔"

وہ پھل حاصل کر کے مکھیا بہت خوش ہوا۔ اُس نے سوچا کہ میں اس پھل کے بیج کو بو دوں گا
اور جب درخت میں پھل آئیں گے تو بیماروں سے پیسے لے کر انھیں دے دیا کروں گا۔ اس طرح میری

اس ... ت میں خوب اضافہ ہوگا۔ مگر پھر فوراً ہی اُسے حکیم صاحب کی ہدایتیں یاد آگئیں۔ اس کے پودے کی خوب حفاظت کرنی تھی۔ یہ بڑا مشکل کام تھا۔ پھر اُسے شکور کا خیال آیا۔ اُس نے سوچا کیوں نہ یہ پھل شکور کو دے دوں۔ اسے معاوضہ دے دیا کروں گا۔ چناں چہ اُس نے شکور کو بُلا کر ساری بات اُسے ... طرح سمجھا دی۔

شکور پھل کو اپنے کھیت میں لے گیا اور ایک جگہ اس کے بیج بو دیے۔ ہدایت کے مطابق اس کو خوش بُودار دُھونی بھی دیتا رہا اور ہر روز اس کو ہرے کپڑے سے بھی ڈھکنے لگا۔ ... آہستہ آہستہ بڑھنے لگا اور چھ مہینے بعد اس میں پھل بھی آگئے۔

اب گاؤں میں جو بھی شخص بیمار ہوتا شکور اُسے پھل توڑ کر دے دیتا اور مریض تین دن تک ... کا جوشاندہ پی کر ٹھیک ہو جاتا۔ جب مُکھیا کو اس بات کی خبر ہوئی کہ شکور مریضوں کو مفت پھل ... کر اُن کا علاج کر رہا ہے تو اُسے بہت غصّہ آیا۔ وہ شکور کے پاس پہنچا اور چیختے ہوئے ... "کیا یہ پھل مفت بانٹنے کے لیے ہیں؟"

شکور نے بڑی نرمی سے جواب دیا "مُکھیا جی، آپ نے مجھے ایک پھل عنایت فرمایا تھا۔ ایک پھل آپ کا ہے۔ آپ اُسے لے جا سکتے ہیں۔ باقی پھل میرے ہیں۔ میں اُن کا کیا کرتا ہوں ... سے آپ کو کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔"

مُکھیا نے چیختے ہوئے کہا "کیا کہا؟ ایک پھل؟ درخت پر لگے سارے پھل میرے ہیں۔ میں نے ہی تجھے بیج کے لیے پھل دیا تھا۔"

شکور نے مسکراتے ہوئے کہا "مُکھیا جی، شور مت مچاؤ۔ اس بات کا فیصلہ نہ میں کروں گا، نہ آپ۔ پنچ جو بھی فیصلہ کریں گے مجھے قبول ہوگا۔"

شام کو شکور نے پنچوں کو جمع کیا اور سارا قصّہ کہہ سُنایا۔ پھر کہا "بھائیو! آپ سب کو یاد ہوگا کہ میں حج پر جاتے ہوئے مُکھیا جی کے پاس اپنی ایک بھیڑ چھوڑ گیا تھا۔ بعد میں اُس نے دو بچے دیے۔ جنھیں مُکھیا جی نے یہ کہہ کر اپنے پاس رکھ لیا کہ معاہدے میں ایک بھیڑ کا ذکر تھا۔ وہی مجھے واپس ملے گی۔ اسی طرح مُکھیا جی نے پھل دیتے وقت مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ درخت اور پھلوں کے مالک بھی ہوں گے۔ اُنھوں نے ایک پھل مجھے دیا تھا۔ وہ میں اب بھی واپس دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"پنچوں نے ساری بات سن کر شکور کے حق میں فیصلہ دے دیا۔
بادشاہ کی طرف سے اعلان کرایا گیا کہ جو شخص شہزادے کا کامیاب علاج کرے گا اُسے دوسرے دن گاؤ
اشرفیاں انعام دی جائیں گی۔ مکھیا نے شکور سے کہا کہ وہ اُسے اپنے درخت سے چند
دے تو انعام میں ملنے والی اشرفیوں میں سے آدھی یعنی پچاس ہزار اُسے دے دے
شکور نے مسکرا کر کہا، "مکھیا جی، اب بھی آپ کے دماغ میں دولت کا لالچ ہی بھرا
میں آپ کو کوئی پھل نہیں دوں گا۔ ہم سب گاؤں والے بادشاہ کے محل جائیں گے اور
شہزادے کا علاج خود کریں گے۔"

شکور نے دوسرے دن گاؤں والوں کو اپنے ساتھ لیا، چند پھل توڑے اور شاہی محل پر
گیا۔ بیمار شہزادے کو اُس پھل کا جوشاندہ تیار کر کے تین دن تک پلایا گیا اور شہزادہ تن
ہو گیا۔ بادشاہ نے شکور کو اعلان کے مطابق انعام دینا چاہا، مگر اُس نے یہ کہہ کر انعام لینے سے
کر دیا کہ یہ تو اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے جو ایرانی حکیم کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی تھی۔
"ایرانی حکیم!" بادشاہ نے حیرت سے پوچھا۔ جواب میں شکور نے ساری کہانی بادشاہ کو سُنا دی۔
نے مکھیا کو طلب کر کے بھیڑ اور اُس کے بچے شکور کو واپس دینے کا حکم دیا اور انعام کے بدلے میں
کے گاؤں میں مسجد، مدرسہ اور شفا خانہ تعمیر کرا دیا۔

تالاب کی دعوت

ابرار محسن

برسات کا موسم تھا۔ کالے بادل گرج گرج کر مینھ برسا رہے تھے۔ دن کو بھی رات
سا اندھیرا چھایا رہتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے گڑھے تالاب، اور تالاب جھیلیں بن چکے تھے۔ کھیت
ی پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ہر طرف بھیگی بھیگی ہریالی پھیلی ہوئی تھی۔ کالا تالاب بھی جھیل



جیسا لگ رہا تھا۔ عام دنوں میں اس کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ پانچ سو گز ہوا کرتی تھ
میں پانی سے زیادہ کالی مٹی کی کیچڑ دکھائی دیتی تھی جس کی وجہ سے اس کا نام کالا تالا
کالے تالاب میں ہزاروں مینڈک، مچھلیاں، کیکڑے، کچھوے اور سانپ رہا کرتے
رونق کی جگہ تھی جنگل کے چرند پرند سبھی وہاں آیا کرتے تھے۔

کلولو نہ جانے کب سے اپنے بھٹ میں پڑا اونگھ رہا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا، مگر یہ حال تھا کہ جیسے بادل پانی کے لاکھوں کوڑوں سے زمین کو مار رہے ہوں۔ آخر وہ کب تک اندھیرے میں بیٹھا رہتا؛ وہ پھدک کر باہر آیا اور کالے تالاب کی طرف چل پڑا۔ جیسے ہی کے پاس آیا اُس نے سسکیوں کی آواز سنی۔ وہ اور نزدیک آیا۔ پانی کی سطح پر مچھلیوں، مینڈ کیکڑوں، کچھوؤں اور سانپوں کا ہجوم تھا اور ان کے درمیان ایک مینڈکی رو رو کر کہہ رہی تھ

"ہائے میرا شوہر! ہائے میرے بچے! تم مجھے اکیلا چھوڑ گئے!"

"بات کیا ہے؟" کلولو نے حیرانی سے پوچھا۔

ایک معزز اور باوقار بوڑھے مینڈک نے کہا:

"گستاخی معاف فرمائیں جناب، ہم پانی کے باشندے کبھی خشکی پر جا کر کسی کو دُکھ نہیں پہنچاتے۔ مگر آپ خشکی والے ہم پر بڑے ظلم ڈھاتے ہیں۔"

"آخر ہوا کیا؟" کلولو نے سوال کیا۔

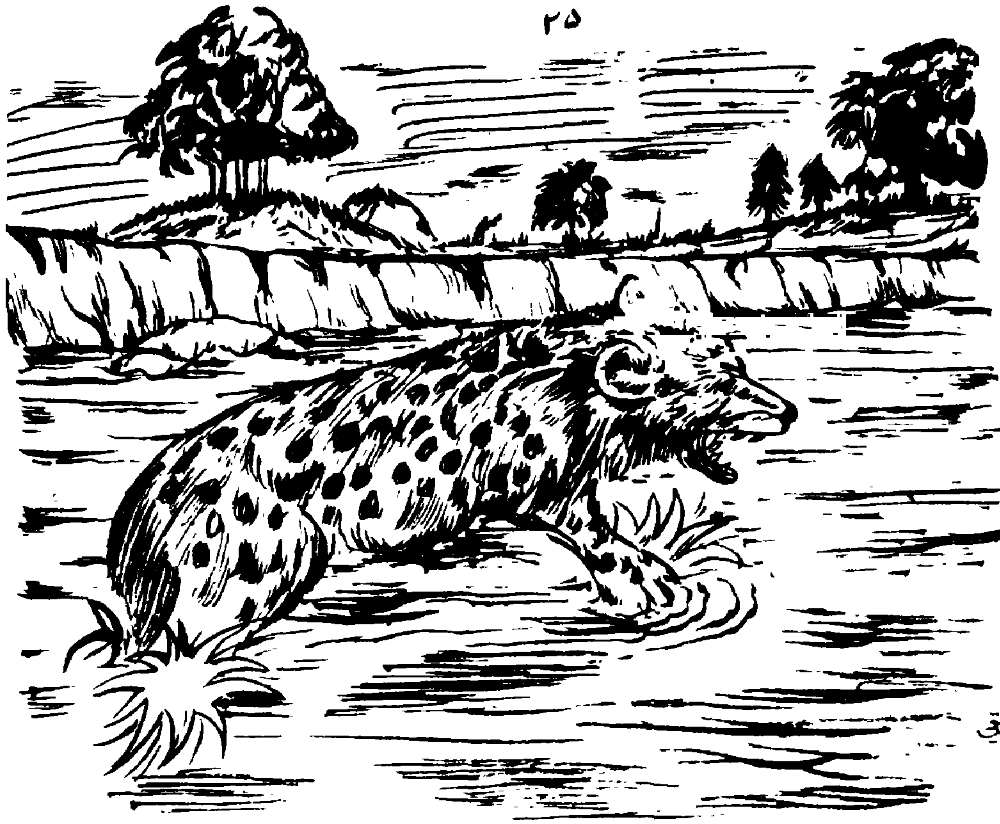
مینڈک نے جواب دیا:

"وہ بدبودار لگڑبھگا مچھلیاں کھانے یہاں آتا ہے، لیکن مچھلیاں پانی میں رہتی ہیں جب وہ ہاتھ نہیں آتیں تو جھلاہٹ میں اُن بے گناہ مینڈکوں کو مارنا شروع کر دیتا ہے جو چہل قدمی کرنے کے لیے خشکی پر آجاتے ہیں۔ بہت سوں کو وہ لنگڑا، اپاہج کر دیتا ہے۔ اس غریب مینڈکی کے بچوں اور شوہر کو اُس نے مار ڈالا۔ تم کچھ کرو۔"

"میں کیا کر سکتا ہوں؟" کلولو بڑبڑایا۔

مینڈک ٹرّایا:

"ایک بار، صرف ایک بار اس شیطان کو تالاب میں اتار دو۔ پھر دیکھنا ہم اس کی کیسی خبر لیتے ہیں۔ ایسی دُرگت بنائیں گے کہ یاد رکھے گا۔" اسی وقت تمام مینڈک غصے سے ٹرّا اُٹھے



اور کیکڑے اپنی نوکیلی ٹانگیں ہلانے لگے۔

"میں کوشش کروں گا" کلولو نے وعدہ کیا۔

فیسی لگڑبھگا بڑی دیر سے جنگلی بکرے کی تاک میں تھا مگر اُس کے نوک دار سینگوں سے ڈرتا بھی تھا۔ اچانک اُس نے درخت پر چڑیوں کو باتیں کرتے سُنا:

"واقعی ہے تو حیرت کی بات۔ کلولو کو تالاب کے باشندوں نے آج کی رات دعوت پر بلایا ہے۔ آخر وہ پانی میں ٹھیرے گا کیسے؟"

دوسری چڑیا بولی:

"راز کی بات ہے، کوئی سُن نہ لے۔ کلولو پانی میں کافی دیر رہنے کا فن جانتا ہے۔ وہ فن یہ ہے کہ کوئی بھی جانور، خرگوش یا لگڑبھگا لمبی دوڑ لگاتا ہوا آئے اور آنکھیں بند کر کے تالاب میں لمبی چھلانگ لگا دے تو وہ جتنی دیر تک چاہے پانی میں ٹھیر سکتا ہے۔"

"مگر افسوس کی بات تو یہ ہے کہ کلولؤ سبزی خور ہے، تالاب میں وہ کیا کھائے گا؟ کاش اس کی جگہ کوئی گوشت خور ہوتا، جیسے کہ فیسی، تو وہاں اس کے کھانے کے لیے اتنا ہوتا کہ زندگی بھر آرام سے وہاں جاکر کھاتا۔ مگر فیسی کو بھلا اس بات کی کیا خبر؟"

فیسی یہ سن کر مسکرایا اور بڑبڑایا:

"کہتی ہے فیسی کو کیا خبر؟ فیسی سب کچھ سن رہا ہے اور وہ خود روز وہاں دعوت کھایا کرے گا۔ مگر پہلے میں کلولؤ کو تالاب میں جاتے دیکھ لوں۔"

وہ تالاب کے پاس جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں اس نے دیکھا کلولؤ دوڑتا ہوا آیا اور تالاب میں کود پڑا۔ کافی دیر کے بعد وہ باہر نکلا اور بڑبڑایا، "دعوت بیکار ہی رہی۔ کاش میں لگڑبھگا ہوتا اور تالاب میں مچھلیاں پیٹ بھر کر کھاتا۔"

اندھیرے کی وجہ سے فیسی یہ نہیں دیکھ سکا کہ کلولؤ جب تالاب میں کودا تھا تو اس کے منہ میں ایک ڈنڈی تھی جو اندر سے کھوکھلی تھی۔ کلولؤ اسی کے ذریعہ سے پانی میں سانس لیتا رہا تھا۔ کلولؤ کے جاتے ہی فیسی نے لمبی دوڑ لگائی اور آنکھیں بند کرکے تالاب میں کود پڑا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس کی دہاڑوں سے جنگل بھی گونج اٹھا۔ وہ چیخ رہا تھا:

"ارے ارے! یہ کون ہے؟ میرے بدن میں ہزاروں دانت چبھ رہے ہیں۔ چھوڑو مجھے میں مرگیا۔ جانے دو۔ ہائے میری آنکھ۔ ہائے ٹانگ۔ اوہ، ناک بھی ٹوٹی جارہی ہے۔ ارے تم کون ہو؟ ہائے میں مرگیا!"

بہت دیر بعد فیسی گھسٹتا ہوا تالاب سے باہر نکلا۔ اس کا جسم خون سے سرخ ہو رہا تھا اور وہ بری طرح کراہ رہا تھا۔ اچانک نزدیک کی جھاڑی سے کلولؤ کی آواز آئی:

"کیسی رہی تالاب کی دعوت، فیسی؟"

اور فیسی نے بے ہوش ہوجانے ہی میں بہتری سمجھی۔

آپ پیام تعلیم میں شائع کرنے کے لیے جو چیز بھی بھیجیں اس پر اپنا نام اور پتا ضرور لکھیں۔ چاہے وہ خط ہو، کہانی ہو، قول ہو، لطیفہ ہو یا اور کوئی تحریر، ہر چیز پر اپنا نام پتا لکھیے۔ اکثر بچے صرف ایک چیز پر لکھتے ہیں اور باقی چیزیں اس کے ساتھ لگا دیتے ہیں۔ جب ان کو علاحدہ علاحدہ فائلوں میں رکھنے کے لیے چھانٹا جاتا ہے تو نام پتا ہر چیز پر نہ لکھا ہونے کی وجہ سے وہ تمام تحریریں ناقابلِ اشاعت قرار دے کر ضائع کردی جاتی ہیں۔ —— ادارہ



ایثار

ذکیہ بلگرامی

کمال کی عمر دس سال تھی۔ وہ پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے
ے اچھا ذہن عطا کیا تھا۔ اتنی سمجھ داری کی باتیں کرتا کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ بات
ی بھی حیرانی کی۔ اس کے ماں اور باپ دونوں ہی اَن پڑھ تھے۔ وہ لوگ ایک
ھوٹے سے قصبے میں رہتے تھے۔ کمال کا باپ شہر میں مزدوری کرتا تھا۔ مہینے کے
خر میں چند روز کے لیے گھر آتا تو جیسے گھر میں بہار آجاتی۔ اس کے جیب میں رُپے
ہوتے اور کمال کے لیے کوئی نہ کوئی چیز۔ وہ اپنی کمائی بیوی کے ہاتھ پر رکھ دیتا تھا
جسے کمال کی ماں بہت سنبھال کر خرچ کرتی تھی۔ مہنگائی روز بروز بڑھ رہی تھی۔ غریب

لوگوں کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو رہا تھا. کمال کے گھر میں بھی غربت تھی۔ مگر کسی نہ کسی طرح دو وقت کی روٹی چل جاتی تھی۔ قصبے کے اسکول میں کمال کی تعلیم بھی جاری تھی۔ کمال کے ارادے بہت بلند تھے۔ وہ کہتا تھا کہ میں پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنوں گا اور زندگی میں اچھے اچھے کام کروں گا۔

کمال کا گھر چھوٹا سا تھا۔ اس میں صرف دو کمرے تھے. سامنے صحن تھا جس میں نیم کا درخت تھا۔ اسی نیم کی چھاؤں تلے کمال نے اپنی چھوٹی سی زندگی کے خوب صورت دن گزارے تھے۔

اس کے گھر میں سجاوٹ کا کوئی سامان نہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا گھر بھی دوسرے لوگوں کی طرح اچھا نظر آئے۔ کمرے میں دری بچھی ہو اور کم از کم چار کرسیاں تو ہوں۔ مگر یہ سب کچھ اتنا آسان تو نہ تھا۔

کمال کے باپ جمال اور اس کی ماں کو اپنے بیٹے کی خواہش کا پتا تھا۔ چناں چہ عرصے تک رقم جوڑنے کے بعد وہ اپنا کمرہ سجانے میں کامیاب ہو گئے۔ اب اس میں ایک چوکور سبز دری بچھی تھی اور چار کرسیاں رکھی تھیں۔ ایک میز بھی تھی۔ دیوار پر خانہ کعبہ کی تصویر لگی تھی۔ کمال اب میز کرسی پر بیٹھ کر پڑھتا تھا۔ وہ خوش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش جو پوری کردی تھی۔ اس کی ماں کی نصیحت تھی کہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ اس کو کھیل کا بھی شوق تھا۔ شام کے وقت وہ محلّے کے لڑکوں کے ساتھ گلی میں کرکٹ کھیلتا تھا۔ اسے کرکٹ کا کھیل جنون کی حد تک پسند تھا۔ مگر جب قومی سطح پر کرکٹ کے کھیل ہوتے تو وہ کمنٹری سننے سے محروم رہتا، کیوں کہ اس کے پاس ریڈیو نہ تھا۔ اس کے کئی ساتھی اپنے گھروں میں بیٹھ کر آرام سے ریڈیو پر کمنٹری سنتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی ریڈیو پر بہت سے اچھے اچھے پروگرام آتے تھے، وہ کبھی کبھار دوست کے ریڈیو سے کوئی پروگرام سن لیتا تھا مگر اسے یہ اچھا نہیں لگتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا اپنا ریڈیو ہو، پیارا سا، خوب صورت ریڈیو جس سے وہ جب چاہے اپنی مرضی کے پروگرام سن سکے۔

کمال کی یہ خواہش اس کے باپ جمال تک پہنچ چکی تھی۔ انھوں نے ارادہ کر لیا تھا



کہ خواہ کچھ بھی ہو وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی یہ خواہش ضرور پوری کریں گے۔ چناں چہ انھوں نے مزدوری کی رقم میں سے کچھ رقم بچانی شروع کردی تھی۔

کئی مہینے کی سخت محنت کے بعد کمال کے باپ نے تین سو رُپے جمع کر کے ایک خوب صورت سا ٹرانز سٹر خرید لیا۔ اس بار گھر جاتے ہوئے وہ بہت خوش تھا۔ کمال کے لیے اس نے بہت اچّھا تحفہ خریدا تھا۔ عید بھی نزدیک تھی۔ وہ اچانک اپنے بیٹے کو خوش کر دینا چاہتا تھا۔

عید کے دن جب اچانک جمال نے اپنے بیٹے کو ریڈیو کا تحفہ دیا تو کمال کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ہر طرف بہار آ گئی ہو۔ عید کی خوشی دُگنی ہوگئی۔ اس کا ننھا سا دل خوشی سے دھڑکنے لگا۔ پھر وہ فوراً ہی یہ خوش خبری سنانے اپنے دوستوں کی طرف دوڑ گیا۔

اب کمال بہت خوش تھا۔ شام کے وقت وہ ریڈیو لے کر باہر جاتا تو کئی لڑکے جمع ہو جاتے اور ایک ساتھ بیٹھ کر پروگرام سنتے۔ بچپن کی خوشی بھی کیا خوشی ہوتی ہے من پسند چیز حاصل ہو جائے تو دُنیا حسین لگنے لگتی ہے۔

اب کمال کو کوئی فکر نہ تھی نہ کوئی غم۔ وہ اسکول میں محنت سے تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ وقت پر کھیلنا، وقت پر پڑھنا اور ماں کی خدمت کرنا، یہی اس کا روزانہ کا معمول تھا۔

ایک روز اس کا دوست رفیق اس کے پاس آیا اور بولا، "بھائی کمال، چائے خانے والے کا ریڈیو خراب ہو گیا ہے۔ وہ دوسرا ریڈیو خریدنا چاہتا ہے۔ غالباً وہ تمھارے بابا کے ذریعے سے شہر سے ریڈیو منگوائے گا۔ اس نے تمھارا ریڈیو دیکھنے کے لیے مجھ سے کہا تھا۔"

"ٹھیک ہے، میں آج ہی اسے ریڈیو دکھا دوں گا۔" کمال نے کہا۔

"چلو ابھی چلتے ہیں۔" رفیق نے کہا۔

کمال نے ریڈیو اٹھایا اور رفیق کے ساتھ چائے خانے جا پہنچا۔ چائے خانہ زیادہ دور نہ تھا۔ اس پر ہر وقت تیز آواز میں ریڈیو بجا کرتا تھا، مگر اب ریڈیو خراب ہونے کی وجہ سے یہاں خاموشی تھی۔

چائے خانے والے نے کمال کا ریڈیو دیکھا۔ اسے بھی ریڈیو بہت پسند آیا۔ اس نے کہا: "اب کی بار تمھارا بابا آئے تو مجھ سے بات کروا دینا۔ میں اسے رقم دے کر شہر سے ایسا ہی ریڈیو منگوا لوں گا۔"

"ٹھیک ہے میں بابا کو بتا دوں گا۔" کمال نے جواب دیا اور اپنا ریڈیو لے کر گھر واپس آ گیا۔

کمال کا بابا شہر میں تھا۔ وہ مہینے کی آخری تاریخوں میں گھر واپس آتا تھا، کیوں کہ ان دنوں مزدوری نہیں ہوتی تھی۔ بہرحال ابھی تو اس کے آنے میں بہت دن پڑے تھے۔ اس مہینے کمال کی ماں کا ہاتھ پیسے سے تنگ تھا۔ بابا کو زیادہ مزدوری نہ مل سکی تھی۔ وہ بہت تھوڑی رقم گھر لایا تھا۔ جیسے تیسے گزارا ہو ہی رہا تھا کہ اچانک کمال کی ماں بیمار پڑ گئی۔

شروع کے چند دن تو ماں نے کوئی پروا نہ کی کہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گی مگر اس کی حالت خراب ہونے لگی۔ بخار تھا کہ ٹوٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔ کمال بہت پریشان تھا۔ وہ ماں کی برابر خدمت کر رہا تھا۔ حکیم صاحب سے دوا بھی لے آیا تھا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

آج ماں کی حالت بہت خراب تھی۔ اسے کچھ ہوش نہ تھا اور گھر میں پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ کمال جانتا تھا کہ ماں کا علاج بہت ضروری ہے۔ قصبے میں ایک ڈاکٹر موجود تھا جس کی فیس اور دوا خاصی مہنگی تھی۔ کمال نے ماں کی صندوقچی میں پیسے تلاش کیے مگر وہاں کچھ نہ تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے بہرحال کسی نہ کسی طرح رقم کا بندوبست کرنا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اسے ریڈیو کا خیال آیا کہ کیوں نہ اسے بیچ دوں۔ مگر پھر اس نے اس خیال کو جھٹک دیا۔

کیا چیز بیچی جا سکتی ہے؟

یہ کرسیاں، میز اور یہ سبز دری۔ ان کے لیے کسی سے بات کی جا سکتی ہے۔ یہ سوچ کر وہ گھر سے نکل گیا۔

پیدل چلتے چلتے وہ گھر سے کافی دُور چلا آیا جہاں نیلام گھر کی تختی لگی تھی۔ اُس نے پھولی سانسوں میں نیلام کرنے والے سے بات کی۔ نیلام گھر کے مالک نے کمال کی بات توجہ سے سُنی اور پھر اپنا آدمی بھیج کر میز کرسیاں اور دَری منگوا لی، جنھیں دوسرے دن نیلام کر دیا جانا تھا۔ اُس نے ہمدردی میں کمال کو کچھ رقم اُدھار دے دی تاکہ وہ اپنی ماں کا علاج کروا سکے۔

کمال ڈاکٹر کو بُلا لایا۔ ماں کو نمونیا ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کو دیکھا اور دوا لکھ دی۔ ماں دوا کھاتی رہی مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔ سامان بیچ کر جو رقم ہاتھ آئی تھی وہ بھی چند روز میں ختم ہو گئی۔

اب گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے وہ بیچ سکتا اور ماں شدید بیمار تھی۔ اور تب اُس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنا پیارا ریڈیو اُٹھایا اور چائے خانے کی طرف چل پڑا۔ چائے خانے والا ایک خود غرض انسان تھا اُس نے بچّے کی مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے تین سو کے ریڈیو کے ڈیڑھ سو لگائے۔ حال آنکہ ریڈیو بالکل نیا تھا۔ کمال نے ڈیڑھ سو رُپے لیے اور ڈاکٹر کی کلینک کی طرف دوڑ گیا۔

ایک بار پھر ڈاکٹر نے ماں کو دیکھا۔ دوا کے ساتھ انجکشن بھی دیا اور پھر اللہ کو معصوم کمال پر ترس آ ہی گیا۔ ماں نے آنکھیں کھول دیں، اس کی حالت آہستہ آہستہ سنبھلنے لگی۔ تین دن کے بعد وہ کافی حد تک ٹھیک ہو چکی تھی۔

"کمال بیٹا میرے علاج پر خاصی رقم خرچ ہوئی ہے۔ کہاں سے آئی یہ رقم؟"

"امّاں تم کچھ مت سوچو۔ یہ سب اللہ کی مہربانی ہے اور ہاں میں شکرانے کے نفل ادا کرنے جا رہا ہوں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری ماں کو اچھا کر دیا ہے۔"

ماں کچھ نہ سمجھ سکی اور خاموش ہو گئی۔ کمال کو اپنے ریڈیو اور دوسرے سامان کا کوئی گلہ نہ تھا۔ وہ تو ماں کو صحت مند دیکھ کر خوش تھا اور اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔ ماں جب

چلنے پھرنے کے قابل ہوئی تو اس نے دوسرا کمرہ دیکھا جو خالی پڑا تھا۔ کتابوں کی چھوٹی
الماری کے کونے پر کمال اپنا ریڈیو رکھتا تھا وہ کونا بھی خالی پڑا تھا۔ ماں سب کچھ سمجھ گئی۔
اس کے بیٹے نے اپنی ماں کی خاطر اپنی خوشیاں بیچ دی تھیں۔ ماں نے بیٹے کو گلے لگالیا۔
چند روز کے بعد کمال کا بابا شہر سے آگیا۔ بیٹے کے ایثار کی کہانی ماں نے چھلکتی
آنکھوں سے اُسے کہہ سنائی تو خوشی سے بابا کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔ اس نے کمال کو سینے
سے لگاتے ہوئے کہا:

"میرے بیٹے، تم نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا۔ اللہ اپنے نیک بندوں کو آزماتا
ہے۔ اور جو اس آزمایش پر پورے اترتے ہیں اُنھیں اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے تم بھی
ایک دن زندگی کا ہر سُکھ دیکھو گے، انشاء اللہ۔ فی الحال تمھارے لیے ایک چھوٹی سی خوش خبری
ہے۔ اس بار مجھے ہر روز کام ملتا رہا اور میں نے پہلے سے زیادہ کمایا ہے۔" یہ کہہ کر جمال
نے بٹوے سے سُرخ سُرخ نوٹ نکالے اور مسکرا کر بیوی کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ دو
ہفتوں کی مسلسل پریشانی کے بعد آج پھر گھر میں بہار آگئی تھی۔ کمال اپنے پیارے بابا
سے باتوں میں مصروف تھا اور ماں اسے محبت سے دیکھ رہی تھی۔

دشوار

نسرین نیّر نعمانی

یہ جان کا جنجال ہے اور جی کا ہے آزار
کالج کی ہو دیوار کہ اسکول کی دیوار
تعلیم بھی ناپید ہے تہذیب بھی ناپید
لڑکے بھی ہیں بیزار تو اُستاد بھی بیزار
پتّھر کا کہیں خوف پولس کا ہے کہیں ڈر
بچّے بھی ہیں ہُشیار پولس بھی ہے ستم کار
تعلیم کی خواہش میں چلے ہیں وہ مدرسے
اللہ کرے وہ ہوں وہاں علم سے سرشار

حکیم صاحب کے مشورے

حکیم محمد سعید

ہاتھ پیروں میں پسینا

ں: عمر۲۱ سال۔ میرے ہاتھ پیروں میں بہت پسینا آتا ہے۔ اگر چند سیکنڈ مٹھی بند کر لوں تو سینا آجاتا ہے۔ ازرہ کرم کوئی علاج تجویز فرمائیں   سید محمد شاہ

ج: ذرا شاہ صاحب! یہ تو فرمایئے کہ آپ کو غصہ کتنا آتا ہے! اور ہاں یہ بھی بتایئے کہ آپ س قدر ڈرتے اور کس قدر خوف زدہ ہوتے ہیں! کس درجہ پریشان ہوتے ہیں۔ جو لوگ رتے ہیں' خوف کھاتے ہیں' پریشان ہوتے ہیں اور غصہ کرتے ہیں ان کے ہاتھوں اور پیروں ں پسینا آتا ہے۔

خیر آپ وٹامن "سی" ۵۰۰ ملی گرام کی ایک ٹکیا صبح روزانہ مہینے بھر کھایئے۔ اگر بینگن مل ئیں تو روزانہ ان کا رس ہاتھوں اور پیروں میں رات سوتے وقت لگالیا کیجیے۔

سر میں درد

: میں صبح کو اٹھتا ہوں تو میرے سر میں شدید درد ہوتا ہے' مگر صبح کا کھانا کھانے کے بعد ہو جاتا ہے۔ یہ تقریباً سات آٹھ مہینے سے ہو رہا ہے۔   دھنی بخش

: اس درد سر کا تعلق ہضم کے نظام سے ہے۔ آپ نے جس طرح لکھا اس سے تو یہ زہ ہوتا ہے کہ رات کو آپ کھانا نوش نہیں فرماتے۔ کیا آپ قسمت کے دھنی نہیں ہیں؟ لک میں لاتعداد انسان غربت کی وجہ سے رات کو بھوکے سو جاتے ہیں اور صبح کو بھی یقین

نہیں ہوتا کہ کھانا ہضم ہو جائے گا۔ آپ تو بڑے خوش قسمت ہیں کہ صبح کھانا کھا لیتے ہیں اور درد سر دور ہو جاتا ہے۔ خیر جناب! آپ رات کو کھانے کے بعد ہی کھانا شروع کر دیں۔ میرا خیال ہے کہ اس سے یہ درد ختم ہو جائے گا۔

ٹانگوں میں درد

س: میری ٹانگوں میں بہت درد ہوتا ہے۔ ازرہ کرم کوئی علاج بتائیے۔ ا۔ ر۔ خ۔ ط

ج: اگر زیادہ دوڑ بھاگ کرتے ہیں تو اس پر قابو پانا چاہیے۔ اور اگر آپ سستی کی وجہ سے چلتے پھرتے نہیں ہیں تو حرکت میں آئیے۔ رات دن بیٹھنے سے بھی ٹانگوں میں درد ہو جاتا ہے۔ توازن اور اعتدال کو اصول زندگی بنائیے۔ نوجوانی اپنے ساتھ میں خاصے چیلنج لاتی ہے۔ ہتھیار نہ ڈالیے' ان کا مقابلہ کیجیے اس جذبے کے ساتھ کہ مجھے صحت مند رہنا ہے۔

کم زور نگاہ

س: عمر ۱۵ سال' میری نگاہ کم زور ہے۔ میرے چشمے کا نمبر (۲-) ہے۔ ازراہ کرم کوئی ایسا نسخہ بتائیے کہ نگاہ ٹھیک ہو جائے۔ جنید اکبر'

ج: ایک رائے تو یہ ہے کہ آپ عینک لگا لیجیے تاکہ آنکھوں پر زیادہ زور نہ پڑے۔ موسم گاجروں کا نکل گیا ورنہ ایک سیر گاجروں کا رس روزانہ پینا خوب مفید ہے۔ خمیرہ ہمدرد روزانہ صبح ۶ گرام اور رات ۶ گرام کھانے سے مدد مل سکتی ہے۔ تازہ سبزیاں بھی زیادہ سے زیادہ کھائیے۔ آنکھوں کی ورزش بھی فائدہ پہنچاتی ہے۔

☆ آنکھوں کو گولائی میں بائیں سے دائیں ۱۰۔ ۱۲ بار گھمائیں۔

☆ آنکھوں کو گولائی میں دائیں سے بائیں ۱۰۔ ۱۲ بار گھمائیں۔

☆ آنکھوں کو ۱۰۔ ۱۲ بار دائیں سے بائیں لے جائیے اور پھر بائیں سے دائیں لائیے۔

یہ ورزشیں ۱۰۔ ۱۲ بار سے زیادہ کر کے ۲۰ سے ۲۲ تک جا سکتے ہیں۔

اس کا خیال رہے کہ آنکھیں گرد و غبار سے محفوظ رہیں۔ نیز ان میں دھواں نہ جائے۔ روزانہ رات کو اور صبح ٹھنڈے پانی کے چھپکے مارنا اچھا ہے۔ دونوں آنکھیں کھول لیجیے۔ کھلی آنکھوں پر پانی کے چھپکے ماریے۔

چیچک کے دانے

س: عمر ۱۵ سال' میرے چہرے پر ایک سال پہلے چیچک نکلی تھی۔ اس کے دانے ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئے۔ ازراہ کرم کوئی دوا تجویز فرمائیں۔ ن ۔ س حیدر آباد

ج: کئی سال ہوئے چیچک کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک سال پہلے آپ کو چیچک کیسے ہو سکتی ہے۔ پھر چیچک کے دانے ایک سال سے ٹھیک نہیں ہوئے' یہ صحیح نہیں ہے۔ آپ کا مسئلہ چیچک کا نہیں ہے فساد خون کا ہے۔ اب آپ کسی اچھے عطار کے ہاں سے اچھی گل منڈی حاصل کیجیے۔ ۶ گرام گل منڈی رات کو آدھے گلاس پانی میں بھگو دیجئے ۔ صبح اسے مل کر چھان کر بسم اللہ پڑھ کر پی لیجئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چہرے کے دانے صاف ہو جائیں گے۔ غذا میں گوشت کم کر دیجیے۔ بکرے کا گوشت قطعی ترک کر دیجیے۔ پھل سبزیاں زیادہ استعمال کیجیے۔ دانوں پر مرہم کافور لگائیے۔

رات دن نیند

س: عمر ۱۷ سال' مجھے شام کے وقت بہت نیند آتی ہے۔ دن کے وقت بھی میں پوری نیند لیتی ہوں لیکن شام کے وقت نیند آنا معمول بن گیا ہے۔ سیدہ شمسہ کنول جیلانی

ج: جس قدر زیادہ سوئیں گی اسی قدر زیادہ نیند آئے گی۔ ایک بات تو یہ واضح ہے کہ نیند اس لیے آتی ہے کہ کوئی اہم کام سامنے نہ ہو۔ نیند زیادہ آنے کا مرض تو دولت مندوں کو لاحق ہوتا ہے جو دولت کے نشے میں رات دن سوتے رہتے ہیں۔ بے مقصد زندگی گزارنا اور سوتے رہنا برا ہے۔ میرے نونہالوں کو نیند کا مرض کہاں سے لگ گیا! اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے اور پُر مقصد زندگی گزارنے کے لیے بھی دعائیں مانگنی چاہئیں۔

سیدہ! رات کو جلد سونا اور صبح کو جلد بیدار ہو جانا اچھا اصول زندگی ہے۔ راتوں کو جاگنا اور صبح نماز بھول جانا ایک بڑی بھول ہے' جس میں شہری تو ضرور مبتلا ہیں۔

ورزش کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ورزش لڑکیوں کے لیے بھی لڑکوں کی طرح ضروری ہے۔ اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔

ایک مسکراتی تحریر

چائے ہی چائے

شازمین نور

وہ صف شکن بنیں گے پیتے رہے جو چائے
ہر درد کی دوا ہے ہر مرض سے بچائے

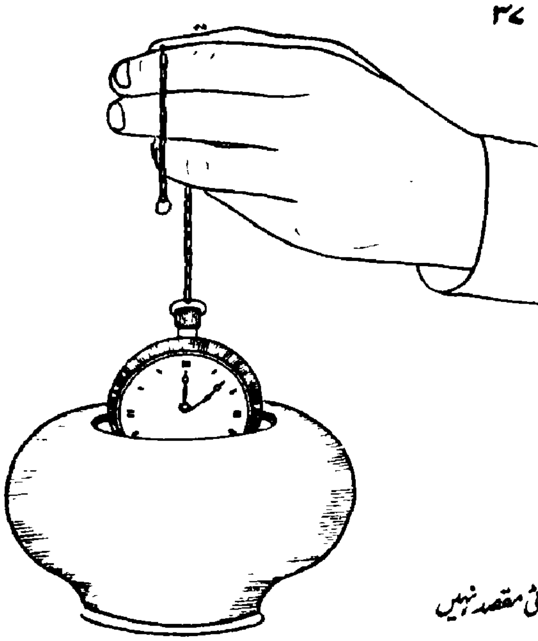
ماہرین چائیات کی تحقیقات کے مطابق چائے کا اصل وطن چین ہے۔ چائے کی بدولت طب کی دنیا میں حیرت انگیز ترقی ہو رہی ہے۔ تقریباً پندرہ سے زیادہ بیماریاں تو ہمیں بھی معلوم ہیں۔ روز مرہ کے تجربات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ چائے جگاتی بھی ہے اور سلاتی بھی ہے۔ صبح چائے کا ایک کپ پی لیجیے مجال ہے جو پانچ چھے گھنٹے تک بھوک کا احساس بھی ہو جائے۔

ایک دفعہ ایک محترمہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ اپنی قسمت کا رونا رو رہی تھیں۔ جذبات میں آکر فرمانے لگیں: "اب تو خون بھی ایسے کھولتا ہے جیسے چائے کا پانی۔" گویا اب تمام محاورے بھی چائے کے دور کے ساتھ بدل گئے ہیں۔ "دوستو! ایک عمر گزری ہے لوگوں کی چائے خوری میں۔" لیکن ابھی تک اس کے فائدوں کا پورا علم نہیں ہوسکا۔ ہمارے خیال میں چائے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ مٹاپے کا قبل از وقت علاج ہے۔ جو اسے باقاعدگی سے پیتا ہے مجال ہے اس کے جسم پر گوشت چڑھ جائے۔ چائے کا دوسرا اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے رشوت جیسی لعنت اور حرام خوری کی شرح بھی گھٹے گی۔ وجہ صاف ظاہر ہے! مسلسل چائے پینے کے بعد بھوک مرجاتی ہے۔ جب بھوک ہی نہ رہے تو مرغِ مسلم تو دور کی بات ہے ہلکی پھلکی غذا بھی بری لگے گی۔

ویسے کافی غور و فکر کے بعد ہمیں چائے کا ایک اور فائدہ بھی معلوم ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ آنکھوں پر بہت اثر انداز ہوتی ہے۔ نگاہ کم زور ہوگی تو معمولی معمولی باتیں نظر نہیں آئیں گی اور جب معمولی باتیں نظر نہیں آئیں گی تو دوسروں کے عیب کس طرح ڈھونڈے جائیں گے؟ جب دوسروں کے عیب نہیں ملیں گے تو نفرت اور دشمنی بھی نہ ہوگی۔ جب نفرت اور دشمنی نہ ہوگی تو قتل و غارت گری ختم! فتنہ فساد ختم! اور پھر دنیا "امن کا گھر" بن جائے گی اور پھر ہر طرف چائے ہی چائے کا دور دورہ ہوگا۔

صالح ارشد

کامیابی کے سات اصول



براہِ کرم اس مضمون کو وہ لوگ نہ پڑھیں جن کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں

وقت ایک ایسی قیمتی دولت ہے جو ہر شخص کو میسر ہے فرق صرف اتنا ہے کہ کچھ لوگ اس دولت کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں اور کچھ غلط طریقے سے۔ جو لوگ اس کا صحیح استعمال کرتے ہیں وہ کامیاب انسان کہلاتے ہیں۔ اور جو بے وقوف اسے بے دریغ ضائع کرتے ہیں وہ بیٹھ کر پہروں روتے ہیں۔ دنیا میں جتنے بڑے بڑے لوگ گزرے ہیں انھوں نے وقت کا ایک ایک لمحہ بامقصد گزارا ہے جس کے نتیجے میں انھوں نے وہ نام پایا جو آج بھی زندہ ہے۔

زیادہ تر لوگ اپنا بیشتر وقت فضول کاموں میں ضائع کرتے ہیں۔ بغیر اس بات کا خیال کیے کہ یہ کتنی قیمتی چیز ہے۔ اگر ہم ذرا سا سمجھداری کا ثبوت دیں تو بہت سا قیمتی وقت فضول کاموں میں صرف کرنے کے بجائے بامقصد کاموں میں استعمال کرکے بے شمار فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

وقت کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے آپ کو اپنی طرزِ زندگی کا احتساب کرنا ہوگا یعنی آپ کو بہت سی ایسی بُری عادتوں کو چھوڑ دینا ہوگا جو وقت کے زیاں کا باعث ہیں اور ایسے اصولوں کو اپنانا ہوگا جو زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ دراصل ہماری زندگی میں شامل بہت سی بُری عادتیں ہی وقت توانائی اور پیسہ کی بربادی کی وجہ ہیں جن کو ہم برسوں اپنائے رہتے ہیں۔ یہاں چند ایسی عادتیں بیان کی جارہی ہیں جو عموماً لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور جن سے پیچھا چھڑا کر ہم اپنا کافی قیمتی وقت بچا سکتے ہیں۔

ٹی وی ہمارے گھروں اور ہماری زندگی میں اب ٹی وی کا عمل دخل بہت بڑھ گیا ہے ٹی وی جس کو ہم تفریح اور سکون کا ذریعہ سمجھتے ہیں، چُپکے چُپکے ہمارا کتنا قیمتی وقت لوٹ رہا ہے ہمیں معلوم

ہی نہیں ہوتا۔

آپ کو چاہیے کہ ٹی وی پروگراموں میں صرف اُن پروگراموں کا انتخاب کریں جو آپ کے ذوق اور عمر کے مطابق ہیں۔ مثلاً بہت سے ایسے ڈرامے ہوتے ہیں جو صرف بڑوں کے لیے ہوتے ہیں اور جن کو سمجھنا بچوں کے لیے مشکل ہوتا ہے لیکن بچے پھر بھی اُن کو دیکھتے ہیں اور رات کو دیر سے سوتے ہیں، فضول اور سمجھ میں نہ آنے والے پروگراموں کو دیکھنا چھوڑیے اور وقت کی قدر کیجیے۔

بد نظمی گھروں میں ہتھوڑے اور اسپیلر کی تلاش بے وقوفی اور وقت کو بے دردی سے ضائع کرنے کی علامت ہے۔

آپ اپنا کتنا ہی قیمتی وقت چیزوں کی تلاش میں ضائع کرتے ہیں کچھ اندازہ ہے آپ کو اس بات کا

"ہر چیز جگہ پر اور ہر چیز کے لیے جگہ"۔

کی کہاوت صدیوں پرانی سہی لیکن آج بھی قابلِ عمل ہے۔ آپ کا مکان چاہے دس کمروں کا ہو یا دو کمروں کا، چیزوں کو اُن کی مقررہ جگہ پر رکھیں تاکہ ان کی تلاش میں وقت ضائع نہ ہو۔ زندگی میں نظم اور سلیقہ نہ صرف وقت کو بچاتا ہے بلکہ ایک کامیاب انسان بننے میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے

دیکھ بھال گھریلو استعمال کی اشیاء کی دیکھ بھال میں خرچ کیا جانے والا تھوڑا وقت بہت سا قیمتی وقت اور پیسہ بچاتا ہے ایک رستے ہوئے نل کو ٹھیک کر دینا سال دو سال بعد سیل جانے والی دیوار کو دوبارہ بنانے سے زیادہ بہتر ہے۔ صحت کی مناسب دیکھ بھال سے نہ صرف تندرست رہا جا سکتا ہے بلکہ اسپتالوں کے چکر میں ضائع ہونے والے وقت کو بھی بچایا جا سکتا ہے۔ اس طرح سے ہم چھوٹی چھوٹی باتوں پر معمولی سی توجہ دے کر بہت سا وقت بچا سکتے ہیں۔

انتظار ہم بہت سا وقت انتظار کی کوفت میں مُبتلا ہو کر گزار دیتے ہیں، کبھی ڈاکٹر کو دکھانے کے لیے ایک گھنٹہ تک لائن میں لگے رہتے ہیں اور کبھی کسی سے ملنے کے لیے گھنٹوں اُن پرانے رسالوں کے مطالعے میں گزار دیتے ہیں جو پہلے سے پڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔

آپ جب بھی ڈاکٹر کو دکھانے جائیں یا کسی سے ملنے جائیں تو اپنے ہمراہ ایک اچھی کتاب ضرور لے جائیں جس کو انتظار کے دوران پڑھ کر نہ صرف آپ انتظار کی کوفت دُور کر سکتے ہیں بلکہ فضول ضائع ہونے والے وقت کو بھی بہتر طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ اپنے دوست کو بھی خط لکھ سکتے ہیں جو آپ سے اس بناء پر ناراض ہو کہ آپ خط نہیں لکھتے ہیں۔ اس طرح آپ فضول ضائع ہونے والے وقت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

ناقص منصوبہ بندی کسی کام کو صحیح طور پر انجام دینے کے لیے صحیح منصوبہ بندی نہایت ضروری ہے۔ آپ کو کیا پڑھنا چاہیے اور کتنا پڑھنا چاہیے۔ اس بات کا فیصلہ نہایت ضروری ہے۔

ہمارے بہت سے ساتھیوں کو یہ ہی معلوم نہیں ہوتا کہ اُن کا ذہنی رجحان کس طرف ہے اور اس کے برخلاف وہ پڑھے جاتے ہیں اور آگے چل کر عملی میدان میں پریشان ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی زندگی میں بہت سے ایسے کام ہوتے ہیں جن کو اگر صحیح طور پر انجام دیا جائے تو نہ صرف بہت سا وقت بچایا جا سکتا ہے بلکہ پریشانیوں اور تکلیفوں سے بھی نجات ہو سکتی ہے مثلاً بجلی اور گیس کا بل اگر فوراً جمع کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ بجائے اس کے کہ آخری تاریخ کو لمبی لائن میں قیمتی وقت کو ضائع کر کے جمع کیا جائے۔

خوش اخلاقی خوش اخلاق ہونا بہت اچھی عادت ہے لیکن حد سے زیادہ مروّت اور اخلاق بھی نقصان دہ ہو جاتا ہے جس طرح ضرورت سے زیادہ میٹھا اچھا نہیں ہوتا۔

اکثر آپ ایسی محفلوں میں شروع سے آخر تک شریک رہتے ہیں جس میں آپ کے لیے بیٹھنا ناقابل برداشت ہوتا ہے لیکن آپ اخلاقاً محفل سے نہیں اُٹھ پاتے جبکہ اس وقت آپ کو بہت سے ضروری کام کرنے ہیں۔ ایسے موقعوں پر آپ صرف یہ کہہ کر "معاف کیجیے گا مجھے ضروری کام سے جانا ہے"

نہ صرف دوستوں کے درمیان سے اُٹھ سکتے ہیں بلکہ بے دلی اور بے دھیانی سے سُنی جانے والی بے سروپا گفتگو سے بھی نجات حاصل کر سکتے ہیں اور اپنا بہت سا قیمتی وقت بچا سکتے ہیں۔ کبھی کبھی خوش گپیوں میں وقت گزار دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس بات کو عادت نہ بنائیے۔ یاد رکھیے کہ ایسی بے کار باتیں کرنے والے دراصل عمل کی دُنیا سے دور رہتے ہیں۔ وہ خود تو کچھ کرتے نہیں ہیں۔ تنقید اور خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں۔ اس لیے بے کار باتوں میں شریک ہونے کے بجائے وقت کو مفید کاموں میں استعمال کیجیے۔

دعوتیں ہم اپنا بہت سا وقت دوسروں کے ایسے کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں جن کو انجام دینے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا۔ یعنی دوسروں کے کئی ایسے کام اور بہت سی ایسی دعوتیں جن میں جانے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا ہے اُن کو قبول کر لیتے ہیں جن میں شرکت کرنا اتنا اہم نہیں ہوتا اور نتیجتاً بہت سا وقت ضائع کر دیتے ہیں۔

کسی بات سے انکار کرنے کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ "میں اس بارے میں سوچوں گا یا کوشش کروں گا آنے کی"۔ اس طرح آپ کا دوست بھی ناراض نہیں ہوگا اور آپ بھی بہت سے ایسے کاموں سے بچ جائیں گے جنھیں آپ کرنا نہیں چاہتے۔

بچوں کی نئی دلچسپ کتابیں

ننھے منے بچوں کے لیے

بتاشے — ۶/۵۰

جاں نثار دوست	۵/-
چاند کی بیٹی (با تصویر)	۵/-
دم کٹی لومڑی "	۶/۵۰
جادو کی ہنڈیا "	۵/-
شیر اور بکری "	۶/۵۰
کتے کا خواب "	۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا "	۶/۵۰
چالاک بلی "	۶/-
گدھے نے بجائی بانسری "	۶/۵۰

بڑے بچوں کے لیے

نرعدلی کا آدم خور	۱/=
غریب ملکڑ ہارے کی کہانی	۶/=
خلا کی مسافر	۶/-
ہمت کے کرشمے	۶/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	۹/-
ہمارے عظیم سائنس داں	۸/-
سام پر کیا گزری	۳/۵۰
غذا کی کہانی	۳/-
زبیدہ	۴/-
شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں	۴/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	۴/-
سنہرے اصول	۳/-
نرالے گویے	۲/-
باتونی کچھوا	۲/-
بید شہزادی	۶/-
مولانا آزاد کی کہانی	۱۸/-
ننھا سپاہی	۴/-
ابو خان کی بکری	۱۴/-
ہمدرد کی کہانی	۳/-
سمندری طوفان اور تین لڑکے	۹/-
انوکھا ہاتھ	۹/-
حاجی بابا کی ڈائری	۹/۵۰
بہادر علی	۷/۵۰
کھلونا نگر	۷/-
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	۹/-
قصہ اژدھا پکڑنے کا	۵/-
ننھا سراغ رساں	۵/-
ابو علی کا جوتا	۵/-
چند مشہور طبیب اور سائنس داں	۹/-
چور پکڑو	۳/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	۷/۵۰
جادو کی سارنگی	۳/-
جادو کا چھلا	۳/-
پانچ جاسوس	۸/۵۰
جنگل کی ایک رات	۶/-
ہرن کا دل	۲/-
اچھی کہانیاں	۲/۵۰
دریا کی رانی	۲/-
گوہر شہزادی	۳/-
تین اناڑی	۶/-
چوری کی عادت	۳/۵
شرارت	۳/-
دلی کی شادی	۴/-
گاندھی جی دکنی افریقہ میں	۲/-
بندر اور نائی	۳/۵۰
رنگوں کی بستی	۳/-
پراسرار غار	
غریب دیسوں کی عوامی کہانیاں	
بچوں کے ذاکر صاحب	
ننھا منو	۱۵
آؤ ڈراما کریں	۱/-
اسلام مصلح	۱/-
بھیڑیا اور اس کی بیوی	۶/۵۰
ایک کھلا راز	۶/۵۰
بھوتوں کا جہاز	۶/۵۰
صحت کی الف بے	۵/-
لومڑی کا گھر	۳/-
بچوں کی کہانیاں	۳/-
بابا ناچ	۳/-
ہار کی تلاش	۶/-
سرخ جوتے	۳/۵۰
اندرا گاندھی	۶/-
ننھا فرشتہ	۳/۵۰
جوہر قابل	۳/-
بھیڑیے کے بچے	۳/-
ننھا جبرو	۳/۵۰
پلک نہ مارو	۶/-
بچوں کے افسر	۶/-
شریر شیرا	۳/-
پری رانی	۳/-
خطرناک سفر	۳/۵۰
پرندوں سے جانوروں تک	۴/۵۰
لوٹے کھلونے	۵/-
اندھے کا بیٹا	۳/۵۰
پانچ بونے	۳/-
بچوں کے چار بزرگ دوست	۳/-
سہانے ترانے	۶/۵۰

بندر نے کھیر کھائی

رؤف پاریکھ



اِس دن صبح ہی سے بندر کا دل کھیر کھانے کو چاہ رہا تھا۔ لیکن بہت سوچنے پر بھی اس کی سمجھ میں کوئی ایسی تدبیر نہ آسکی جس سے گھر بیٹھے مُفت کی کھیر ملے۔ اُسے یاد تھا کہ پچھلے سال بھالو بھائی یعنی رِیچھ کی سال گرہ پر ڈاکٹر ہمدم نے کتنے مزے کا کیک سب کو کھلایا تھا اور پھر اگلے ہی روز بندر کی فرمایش پر ڈاکٹر ہمدم نے اُسے کھیر بھی پکا کر کھلائی۔ "اُف! کتنے مزے کی کھیر تھی۔" بندر یہ سوچ کر ہی مُنہ چلانے لگا۔ لیکن ڈاکٹر ہمدم اب اسے کاہے کو کھیر کھلانے لگے، پچھلے کئی مہینوں سے وہ انھیں تنگ بھی تو کر رہا تھا۔ بچو! ڈاکٹر ہمدم کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ ارے وہی اپنے جنگل والے ڈاکٹر ہمدم۔ جو جنگل میں ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔ اور سارے جانوروں سے اتنا پیار کرتے تھے کہ کسی بھی جانور کو کوئی بھی تکلیف

ہوتی تو وہ دوڑا دوڑا ڈاکٹر ہمدم کے پاس جاتا۔ لومڑی کے پاؤں میں کانٹا چبھا تھا تو ڈاکٹر ہمدم نے ہی نکالا تھا۔ اور شیر کی داڑھ میں درد ہوتا تھا تو بے چارہ رونی صورت بنا کر ڈاکٹر ہمدم کے پاس جایا کرتا تھا۔ اور ہاں پچھلے سال بھالو بھائی کی سالگرہ پر تو سارے ہی جانور ان کے گھر پر جمع ہو گئے تھے۔ سچ ہے پیار اور ہمدردی سے تو جانور بھی دوست بن جاتے ہیں۔

ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا؟ خوب یاد آیا۔ بندر کا ذکر تھا۔ یہ جو بندر تھا نا یہ بہت ہی شریر تھا۔ کبھی اس کو چھیڑا، کبھی اس کو چڑایا۔ کبھی اس کا کھانا کھا گیا تو کبھی اُس کو اُلٹی پٹی پڑھائی۔ اور تھوڑے دنوں سے تو وہ ڈاکٹر ہمدم کے پیچھے پڑا تھا۔ کئی دفعہ ان کے گھر میں چپکے سے گھس کر سارا کھانا چٹ کر گیا تھا۔ اور ایک دفعہ تو چینی کا پورا ڈبا لے بھاگا اور ساری چینی چاٹ کر ڈبا گائے کے سر پر ٹوپی کی طرح پہنا دیا۔ ڈبا اس بے چارے کے سینگوں میں پھنس گیا اور ڈاکٹر ہمدم نے بڑی مشکل سے نکالا۔ شیر کو جب اس بات کا پتا چلا تو اس نے بندر کو اپنا پنجہ دکھایا اور غرّا کر بولا، "اب اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو میں تمھارا پیٹ پھاڑ ڈالوں گا۔" اور تو اور کوّے نے بھی دھمکی دے دی کہ "میں ٹھونگیں مار مار کر تمھارے بھیجے کا قیمہ بنا دوں گا۔" وہ تو خیریت گزری کہ ڈاکٹر ہمدم نے بیچ بچاؤ کرا دیا ورنہ سارے جانور مل کر بندر کی ایسی دُھنائی کرتے کہ بچّہ جی کو چھٹی کا دودھ یاد آجاتا۔

اب یہی بندر تھا اور اس سوچ میں بیٹھا تھا کہ اگر ڈاکٹر ہمدم کے گھر میں چوری نہ کرتا تو آج وہ کتنے مزے کی کھیر بنا کر مجھے کھلاتے۔ اب میں اُن کے پاس کس مُنہ سے جاؤں۔ اور کیسے کہوں کہ ڈاکٹر صاحب! کھیر کھانے کو جی چاہ رہا ہے۔

اتنے میں اُدھر سے خرگوش گزرا۔ "السلام علیکم، بھائی خرگوش!" بندر نے آواز دی۔

"وعلیکم السلام۔" خرگوش نے کہا۔ "کہو بھائی بندر کون سی شرارت سوچی ہے؟"

بندر نے جھٹ کانوں کو ہاتھ لگایا اور جھوٹ موٹ بولا، "نہ بھائی نہ۔ میری توبہ! اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ کسی کو تنگ نہیں کروں گا اور نہ کوئی شرارت کروں گا۔ بس تم ڈاکٹر صاحب سے مجھے معافی دلوا دو۔" حالاں کہ وہ دل ہی دل میں کھیر کھانے اور کوئی

ئی شرارت کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔
"ڈاکٹر صاحب نے تو تمھیں پہلے ہی معاف کر دیا ہے۔ وہ بہت نیک آدمی ہیں۔
ہر دفعہ تمھاری شرارت پر وہ تمھیں معاف کر دیتے ہیں۔ مگر تم اتنے نالائق ہو کہ باز نہیں
تے۔ اب یہی دیکھ لو کہ کل شام ڈاکٹر صاحب نے تمام جانوروں کو دعوت دی ہے۔
ہ سب کو کھیر پکا کر کھلائیں گے۔ تم کو بھی دعوت دی ہے۔ مجھے انھوں نے اسی لیے
بھیجا ہے کہ تمھیں کل کی دعوت دے آؤں۔ دیکھو بھول نہ جانا۔ ضرور آنا۔" یہ کہہ کر
رگوش تو چلا گیا لیکن بندر کو حیران پریشان چھوڑ گیا۔ بندر سوچنے لگا، "میں تو کھیر کھانے
کی ترکیبیں سوچ رہا تھا اور اللہ میاں نے خود ہی کھیر کا انتظام کر دیا۔ یہ اپنے ڈاکٹر
ہمدم بھی واقعی بہت اچھے آدمی ہیں۔ لیکن یہ کہیں کوئی چال تو نہیں؟ کہیں ایسا تو
نہیں کہ سب جانوروں نے مجھے پکڑنے اور میری شرارتوں کا بدلا لینے کے لیے یہ ترکیب
لڑائی ہو کہ کھیر کے نام پر مجھے بلا لیا ہو؟"
آخر کل بھی آ گئی۔ بندر اسی سوچ میں تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں دعوت ہوگی یا نہیں
ہوگی؟ مجھے وہ پکڑ لیں گے یا نہیں پکڑیں گے؟ آخر اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ جائے گا تو
سہی لیکن پہلے درختوں پر چڑھ کر اور چھپ کر دیکھے گا کہ یہ کیا قصّہ ہے۔ اس نے ایسا
ہی کیا۔ ڈاکٹر ہمدم کے مکان سے کچھ دور وہ ایک درخت پر چڑھا اور وہاں سے چھلانگیں
مارتا ایک کے بعد دوسرے درخت پر سے ہوتا ہوا ڈاکٹر صاحب کے مکان کے قریب
ایک درخت کے پتّوں اور شاخوں میں خود کو چھپا لیا اور آنکھ کے آگے سے ایک پتّا
ہٹا کر چپکے سے دیکھا تو وہ حیران رہ گیا۔ سب جانور جمع تھے۔ شیر ایک طرف کھڑا
سب کو کام بتا رہا تھا، "تم یہ کرو۔ تم وہ کرو۔" اور سارے جانور اس کے کہنے پر
عمل کر رہے تھے۔ ہاتھی اپنی سونڈ سے کیلے کے درختوں کے لمبے چوڑے پتّے توڑ
توڑ کر ان کو دسترخوان کی طرح بچھا رہا تھا۔ بطخ اور لومڑی ایک دیگ کے نیچے آگ
سلگا رہی تھیں۔ ایک طرف ہرن اور مور ڈبوں میں سے چینی اور چاول نکال رہے تھے۔
تنے میں بکری دودھ لے آئی۔ زرافہ دریا سے پانی کی بالٹی بھر لایا۔ ڈاکٹر ہمدم اپنے
ھر سے رکابیاں اور چمچے اٹھا کر نکل رہے تھے۔ گدھا اور گھوڑا ان کی مدد کو فوراً آ گئے

آئے۔ کچھوا، دریائی گھوڑا، چوہا اُود بلاؤ اور ہرن ایک درخت کے نیچے بیٹھے بڑ
دل چسپی سے ان سب کو کام کرتا دیکھ رہے تھے۔ غرض دعوت کی تیاری زوروں
تھی۔ بھالو بھائی البتہ غائب تھے۔

اب بندر دل میں پچھتایا کہ پہلے ہی ڈاکٹر صاحب سے معافی مانگ لی ہوتی۔ پھر اُسے
خیال آیا کہ ڈاکٹر صاحب نے تو اسے پہلے ہی معاف کر دیا ہے اور اسے دعوت بھی بھجوا
تھی، اس لیے درخت سے اُتر کر دعوت میں شریک ہو جانا چاہیے۔ لیکن کسی کے
دل میں چور ہوتا ہے تو اس میں اعتماد نہیں رہتا۔ بندر نے اتنی بُری حرکتیں کی تھیں
کہ اس کی ہمّت نہیں پڑی کہ ڈاکٹر ہمدم کے سامنے جائے۔ اس کے بعد اس کے شرار
بھرے ذہن نے اس کو ایک بار پھر غلط راستے پر ڈال دیا اور وہ سوچنے لگا کہ کسی طرح
اِن تمام جانوروں کو یہاں سے ہٹا کر کھیر کی پوری دیگ پر قبضہ کر لیا جائے۔ کھیر تیار ہو چکی
تھی۔ سارے جانور بھالو بھائی کے آنے کا انتظار کر رہے تھے اور رکابیاں لگا رہے
تھے۔ کھیر کی دیگ چولہے سے اتار کر ایک طرف رکھ دی گئی تھی۔

بندر نے ایک ترکیب سوچی۔ وہ چھپکے چھپکے ایک درخت سے دوسرے درخت پر
کُودتا، جھاڑیوں کو اَلانگتا پھلانگتا ایک بڑا سا چکّر کاٹ کر ڈاکٹر ہمدم کے گھر کے پیچھے
پہنچا۔ گھر کی پچھلی دیوار کی کھڑکی کھلی تھی۔ بندر بڑے آرام سے اندر داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر
صاحب دوسری طرف جانوروں کے ساتھ دعوت کی تیاری میں مصروف تھے۔ بندر نے
دیا سلائی اُٹھائی اور کھڑکی سے باہر نکل گیا۔ کچھ دور جا کر اس نے بہت سارے سوکھے
پتے، درختوں کی شاخیں اور گھاس پھوس جمع کر کے اِن کو تیلی دکھا دی اور اس سارے
ڈھیر نے فوراً ہی آگ پکڑ لی۔ گاڑھا دھواں اُٹھنے لگا اور ہوا کے ساتھ دور دور تک جانے
لگا۔ بندر نے جب اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ آگ لگ چکی ہے تو وہ وہاں سے بھاگا اور
قریب ہی ایک جھاڑی کے پیچھے بیٹھ کر جانوروں کے وہاں سے جانے کا انتظار کرنے
لگا۔ اسے پتا تھا کہ دھوئیں کی بُو سونگھ کر اور دھواں دیکھ کر سارے جانور آگ بجھانے
بھاگیں گے، کیوں کہ جنگل میں آگ فوراً پھیل جاتی ہے اور بہت خطرناک ہوتی ہے۔
ایسا ہی ہوا۔ جیسے ہی جانوروں کے نتھنوں میں دھوئیں کی بُو پہنچی انھوں نے اِدھر اُدھ

دیکھا۔ اُنھیں ڈاکٹر ہمدم کے گھر کے پیچھے سے دھواں اور چنگاریاں اٹھتی دکھائی دیں۔
سب جانور "آگ آگ" چلا کر اس طرف بھاگے۔ ڈاکٹر صاحب بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔
ہاتھی نے ایک عقلمندی یہ کی کہ بالٹی کا سارا پانی اپنی سونڈ میں بھر لیا اور آگ کی طرف چلا۔

اِدھر بندر نے میدان صاف دیکھا تو لپک کر جھاڑی سے نکلا اور کھیر کی دیگ کی طرف چلا تاکہ اُسے اُٹھا کر چمپت ہو جائے۔ لیکن کھیر کی دیگ بہت گرم تھی۔ بندر نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کیلے کے درخت کے پتے بچھے ہوئے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک پتا لیا اور کھیر کی دیگ کو اُٹھانے لگا۔ دیگ بہت وزنی تھی لیکن بندر اسے گھسیٹنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ اور اسے گھسیٹتا ہوا ایک طرف لے جانے لگا۔

اِدھر دوسری طرف جانور آگ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ پتوں اور ٹہنیوں کا ایک ڈھیر دھڑ دھڑ جل رہا ہے۔ ہاتھی نے فوراً اپنی سونڈ سے پانی کا فوارہ چھوڑا اور آگ شوں کر کے بجھ گئی۔ وہ تو خیریت گزری کہ آس پاس کی کسی جھاڑی یا درخت نے آگ نہیں پکڑی تھی۔ اگر جانوروں کو ذرا سی بھی دیر ہو جاتی تو بہت سے درخت آگ کی لپیٹ میں آجاتے۔ "یہ آگ کیسے لگی ہوگی؟" چوہے نے کہا۔
"لگی نہیں کسی نے لگائی ہے۔ پتوں اور شاخوں کو باقاعدہ جمایا گیا ہے۔" شیر دہاڑا۔
اتنے میں ڈاکٹر ہمدم کی نظر دیا سلائی پر پڑی جو بندر وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ انھوں نے جھک کر اُسے اُٹھا لیا اور بولے "لگتا ہے یہ بندر کا کام ہے۔ لیکن اس نے ایسا کیوں کیا؟"
اُنھیں بندر کی حرکت پر بہت افسوس ہو رہا تھا۔
"اگر بندر ہاتھ لگ گیا تو زندہ بچ کر نہیں جائے گا۔" شیر بہت غصّے میں تھا۔
سارے جانوروں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ڈاکٹر ہمدم اُنھیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اور اُنھیں سمجھاتے ہوئے اپنے گھر کی طرف چلے۔ سارے جانور ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "دیکھو بھئی برائی کا بدلا برائی سے نہیں ہونا چاہیے۔ اور پھر بندر تمھارا ساتھی ہے۔ اسے سمجھاؤ گے تو مان جائے گا۔"
شیر کچھ کہنے ہی والا تھا لیکن اتنے میں وہ سب دعوت کی جگہ پر پہنچ چکے تھے۔
سب نے دیکھا کہ کھیر کی دیگ غائب ہے۔

"دیکھا اس بے ہودہ بندر کو! اس نے کھیر کے لیے آگ لگائی تھی تاکہ ہم سب وہاں بھاگیں تو یہ کھیر لے کر چلتا بنے لیکن بچ کر کہاں جائے گا؟ تم لوگ چاروں طرف پھیل جاؤ اور اسے تلاش کرو۔ دیگ اتنی وزنی ہے کہ وہ اسے لے کر دور نہیں گیا ہوگا۔" شیر نے کہا۔ لیکن ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ سامنے سے ریچھ بندر کو پکڑ کر آتا دکھائی دیا۔ دراصل ریچھ دعوت میں آ رہا تھا کہ اسے بندر دیگ لے جاتا نظر آیا اور وہ سمجھ گیا کہ بندر نے کیا حرکت کی ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ سارے جانور دوڑے تاکہ بندر کی پٹائی کریں لیکن ڈاکٹر ہمدم نے سب کو سختی کے ساتھ منع کر دیا۔ انھوں نے ہاتھی کو بھیجا کہ وہ ریچھ کے ساتھ جا کر کھیر کی دیگ اٹھا لائے۔ پھر بندر کو پکڑ کر ایک درخت کے نیچے بٹھایا گیا اور سارے جانوروں نے اس کے گرد گھیرا ڈال دیا تاکہ وہ بھاگ نہ سکے۔ پھر ڈاکٹر ہمدم نے کہنا شروع کیا:

"کیا تمھیں اندازہ ہے کہ تم نے کتنی بری حرکت کی ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب ہم نے تمھیں کھیر کی دعوت دے دی تھی تو تمھیں کھیر کھانے کو خود بخود مل جاتی، بھلا چوری کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ دوسری بے وقوفی تم نے یہ کی کہ اپنے ذرا سے فائدے کے لیے جنگل میں آگ لگائی۔ کیا تمھیں اندازہ ہے کہ یہ آگ پھیل جاتی تو کتنی تباہی ہوتی پورا جنگل جل سکتا تھا اور سارے جانور بھی۔"

بندر کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے کہا، "مجھے معاف کر دیجیے ڈاکٹر صاحب! میں آپ سے اور تمام ساتھیوں سے شرمندہ ہوں۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ میں جنگل میں آگ لگا کر کتنی بڑی بے وقوفی کر رہا ہوں۔ اور مجھے چوری بھی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی شرارت نہیں کروں گا، کسی کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا اور نہ چوری کروں گا۔"

سب جانوروں نے اسے معاف کر دیا اور باری باری اس سے ہاتھ ملایا۔ ڈاکٹر ہمدم نے بھی اس کی پیٹھ تھپکی اور اس کے بعد ایک شان دار دعوت ہوئی۔ سب نے مل کر کھیر کھائی اور اس کے بعد گانا بجانا ہوا۔ ایسی دھوم مچی کہ جانور آج بھی اس دعوت کو یاد کرتے ہیں۔

فن کار کی کہانی

JAMES BALDWIN
ترجمہ: حنا شہزاد

وہ دو عظیم مصوّر تھے لیکن ان میں زیادہ عظیم کون تھا؟



کسی زمانے میں یونان میں زیوکسس نام کا ایک مصوّر رہا کرتا تھا۔ زیوکسز ایسی تصاویر بناتا تھا کہ لوگ اُنھیں دیکھ کر سوچ میں پڑ جاتے کہ آیا یہ تصاویر ہیں یا حقیقی چیزیں۔

ایک مرتبہ زیوکسز نے پھلوں کی ایک تصویر بنائی۔ تصویر اتنی حقیقی تھی کہ کچھ چڑیاں اُڑتی ہوئی آئیں اور اُس تصویر پر بیٹھ کر پھلوں پر ٹھونگیں مارنے لگیں۔ زیوکسز نے یہ دیکھا تو اُسے اپنے فن پر بہت فخر ہوا۔

"میں یقیناً دنیا کا سب سے اچھا مصوّر ہوں۔" زیوکسز نے اعلان کر دیا۔ اُس کا فخر شیخی میں تبدیل ہو چکا تھا۔

[illegible]

کے شیخی بگھارنے کے بارے میں سُنا تو اُس نے خود سے کہا۔

"ہوں! تو اب مجھے بھی کچھ کرنا ہی پڑے گا"

چنانچہ اُس نے بھی ایک خوبصورت تصویر بناڈالی۔ اس تصویر کو دیکھ کر لگتا تھا جیسے وہ پردے سے ڈھکی ہے۔ پارہیسیوز نے ایک روز زیوکسز کو اپنی یہ تصویر دیکھنے کی دعوت دی۔

زیوکسز آیا اور اُس نے غور سے پارہیسیوز کی بنائی ہوئی تصویر کو دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بولا۔

"اچھا اب ذرا تصویر پر پڑا پردہ اٹھاؤ تاکہ میں تصویر کو دیکھ سکوں"

پارہیسیوز نے یہ سنکر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور بولا۔

"ارے بھئی یہ پردہ ہی اصلی تصویر ہے"

"اچھا!" زیوکسز نے حیرت سے کہا۔ پھر بولا۔

"میں آج سے شیخی بگھارنے سے توبہ کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے صرف چڑیوں ہی کو دھوکہ دیا تھا لیکن تم نے تو مجھے یعنی ایک مصوّر کو بھی دھوکہ دے دیا"

پھر کچھ دنوں بعد زیوکسز نے ایک اور تصویر بنائی۔ تصویر میں ایک لڑکے کو باسکٹ میں پکی ہوئی لال چیریاں لے جاتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ زیوکسز نے تصویر کو مکمل کرکے اپنے دروازے پر لٹکادیا۔ تھوڑی دیر بعد کچھ چڑیاں اُڑتی ہوئی آئیں اور اُس تصویر میں موجود چیریوں کو اٹھاکر لے جانے کی کوشش کرنے لگیں۔ زیوکسز نے یہ دیکھا تو افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"میری یہ تصویر بھی شاہکار نہ بن سکی۔ کیونکہ اگر میں نے تصویر میں موجود لڑکے کو درست انداز میں پینٹ کیا ہوتا تو یہ چڑیاں یقیناً اُسے دیکھ کر ڈرتیں اور تصویر میں موجود چیریوں کو لے جانے کی کوشش نہ کرتیں"

امام حسنؓ سے کسی نے پوچھا "ایسا کیونکر ہے کہ آپ کسی سائل کو مایوس نہیں لوٹاتے۔ اگرچہ آپ خود فاقے کاٹ رہے ہوں"۔ آپ نے جواب دیا "میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور سائل بنا رہتا ہوں اور اس کی ذات سے ہر اُمید وابستہ رکھتا ہوں اس لیے مجھے حیا آتی ہے کہ میں خود تو سائل ہوں اور کسی دوسرے سائل کو مایوس ہونے دوں۔ خدا تعالیٰ نے یہ بات میری سرشت میں ڈال دی ہے کہ جوں جوں وہ مجھے اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اسی قدر میں اُس کی عطا کردہ نعمتوں کو



ایک مرتبہ ایک دیہاتی شہر میں آیا اور ایک سڑک کے کنارے بڑی عمارت کی منزلیں گننے لگا۔ اتنے میں ایک بہرو پیا وہاں پہنچا اور کہنے لگا:

بہرو پیا:۔ کتنی منزلیں ہوئیں؟

دیہاتی:۔ پانچ۔

بہرو پیا: "تو لاؤ پانچ روپے"۔

دیہاتی: کس بات کے پانچ روپے۔

بہرو پیا: "عمارت کی منزل گننے کے"۔

دیہاتی نے جھٹ سے پانچ روپے دے دیے۔ اتنے میں ایک شریف آدمی جو وہاں کھڑا ہو کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا، آیا اور دیہاتی سے کہا "اس آدمی نے تمھیں ٹھگ لیا ہے"۔ دیہاتی: "اس نے مجھے ٹھگا نہیں بلکہ میں نے اسے ٹھگ لیا ہے"۔ شریف آدمی: "وہ کیسے؟" دیہاتی: "میں نے آٹھ منزلیں گنیں تھیں جبکہ اسے صرف پانچ ہی منزلوں کے روپے دیے"۔

محمد رفیق۔ گیا میتھور نگر۔ بمبئی

● ایک دفعہ سرکس کا ہاتھی بیمار ہو گیا۔ مالک نے بہت علاج کرایا، لیکن وہ صحت یاب نہ ہوا۔ اس ہاتھی کا مالک بہت پریشان تھا۔ ایک دن —— ایک دیہاتی وہاں آیا اور ہاتھی کے اردگرد گھومنے لگا۔ مالک نے سوچا شاید یہ شخص اس کے مرض کو جان گیا ہے۔ اس لیے بہت پُراُمید لہجے میں پوچھا "کیوں بھائی پتا لگا کیا بیماری ہے اسے"؟ دیہاتی نے دماغ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "مرض کا تو بہت بعد میں پتا چلے گا۔ میں اب تک یہ ہی نہیں سمجھ سکا کہ اس کا سر کدھر ہے اور دُم کدھر ہے"۔

راشد حسن۔ مبارکپور۔ اعظم گڑھ۔

● ایک دن کی بات ہے کہ کسی مدرسہ کے تین طالب علم ندی کے کنارے عصر کے بعد ٹہلنے گئے۔ دریا کے کنارے ٹہلتے ٹہلتے مغرب کا وقت ہو گیا۔ تو ان میں سے ایک نے کہا ارے بھائی مغرب کا وقت تو ہو ہی گیا۔ پہنچتے پہنچتے تو جماعت چھوٹ ہی جائے گی۔ لہٰذا یہیں پر وضو بنایا جائے اور نماز پڑھی جائے۔ تینوں نے ایسا ہی کیا۔ اور جب تینوں نماز میں مشغول ہو گئے تو دریا میں مچھلی کے بڑ بڑ کی آواز سنائی دی۔ تو مقتدی میں سے ایک نے کہا: "دریا میں کون بڑ بڑ کر رہا ہے"۔ دوسرے نے کہا "شاید مچھلی ہے"۔ پھر تیسرا جو امام تھا اس نے کہا ارے نالائقو "خاموش"! نماز پڑھتے وقت بات چیت نہیں کرنی چاہیے"۔

فخر عالم۔ ۶۹/۵۔ غفار منزل۔ جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵۔

● ایک بچے کا جی میں [illegible] آر[illegible] تھا کہ وہ چھٹی کے لیے کیا بہانہ پیش کرے بہت دیر سوچنے کے بعد اس نے استاد کو درخواست دی کہ جناب میرے دادا کی شادی ہے۔ اس لیے اسکول نہیں آؤں گا۔ استاد درخواست دیکھتے ہوئے مسکرایا اور "پوچھا وہ اس عمر میں شادی کیوں کر رہے ہیں؟" بچے نے معصومیت سے جواب دیا۔ کہ جناب وہ تو اب بھی نہیں کر رہے ہیں میں زبردستی کرا رہا ہوں۔"

تنویر عالم۔ بیلوا۔ گلشن گنج۔ بہار

● ایک شخص کو اپنی بیوی کو مارنے کے جرم میں عدالت میں حاضر کیا گیا۔ جج نے اس سے پوچھا تم نے اپنی بیوی کے ساتھ مار پیٹ کیوں کی؟

حضور وہ ہر وقت مجھے تنگ کرتی رہتی تھی آخر میں کب تک برداشت کرتا؟

"کیسے؟"

"حضور بارہا کہتی تھی کہ مار مجھے، ایک بار مار کر تو دیکھ، میں تجھے، بڈھے کھوسٹ جج سے ایسی سزا دلواؤں گی کہ تو زندگی بھر یاد رکھے گا۔"

"عدالت نے اس شخص کو باعزت بری کر دیا۔"

الیس منظر فریدی۔ جالنہ

● ڈاکٹر (پاگل سے) سلیم تم نے ندی میں ڈوبتے ہوئے اپنے دوست کو بچا کر یہ ثبوت دیا ہے کہ اب تمھارا دماغ ٹھیک ہے۔

پاگل: ۔ ہاں صاحب! اب مجھے بہت جلد یہاں سے چھٹی ملنے والی ہے۔

ڈاکٹر: ۔ "تو وہ ڈوبتا ہوا دوست جسے تم نے بچایا تھا کہاں ہے؟"

پاگل: ۔ "بیچارہ بھیگ گیا تھا اس لیے گلا باندھ کر پیڑ پر سوکھنے کے لیے لٹکا دیا ہے۔"

شہزاد انجم۔ نیا آزاد نگر۔ مالیگاؤں

● بیرے نے کھانا لا کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔ "حضور ذرا سنبھل کر کھائیے گا" یہ سن کر گاہک نے پوچھا "کیوں؟" "ہمارے باورچی کا نقلی دانت کہیں کھو گیا ہے" بیرے نے کہا۔"

● شوہر: "آج کل پارسل کا خرچ بہت زیادہ ہو گیا ہے۔"

بیوی: ۔ "اسی لیے میں نے بھیا کو جو قمیص پارسل کی ہے وزن کم کرنے کے لیے اس کے سارے بٹن کاٹ لیے ہیں۔"

● کفیل: ۔ میرے چچا پلاسٹک سرجن ہیں

اسرار: ۔ اچھا! تب تو انھیں دھوپ اور آگ سے بچنا چاہیئے۔

افتخار احمد۔ مولانا آزاد کالونی۔ امراوتی

● ایک مانگنے والا فقیر ایک دروازے پر صدا لگا رہا تھا۔ "کچھ کھانے کو ملے گا بابو جی" اندر سے ایک آدمی باہر آیا اور فقیر سے بولا "ٹماٹر کھاؤ گے" فقیر بھوکا تھا اس نے سوچا کہ ٹماٹر کھا کر ہی گزارا کر لیا جائے اور بولا ٹماٹر ہی دے دو

آدمی نے پھر کہا "ٹماٹر کھاؤ" کئی بار فقیر نے مانگا لیکن اسے جواب ملا "ٹماٹر کھاؤ" تبھی پڑوسی باہر آیا اور دونوں کی باتیں سن کر پڑوسی نے فقیر سے کہا کہ یہ آدمی طوطا ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ "ٹماٹر کھاؤ"

محمد فاروق شیخ۔ اسلامیہ ہائی اسکول بھٹکل

● پہلا: "کیا تم انگریزی سمجھتے ہو؟"
دوسرا: ہاں! اگر اردو میں بولی جائے۔"

انیس احمد۔ اسلام پورہ مالیگاؤں

● جج:۔ (چور سے) تم نے سائیکل کیوں چرائی
چور:۔ حضور سائیکل قبرستان میں پڑی تھی۔ میں یہ سمجھا کہ اس کا مالک مر گیا ہے۔

راغب احمد۔ چکھادو ویشالی۔ بہار

● دانت کے ڈاکٹر نے مریض سے کہا "منہ کھولیے" مریض نے منہ کھولتے ہی چیخ ماری۔ ڈاکٹر نے حیرانی سے کہا "میں نے ابھی آپ کا دانت نکالا ہی نہیں آپ چیخ پڑے" مریض غصّے کے عالم میں بولا "پہلے میرے پیر پر سے اپنا پیر تو ہٹائیے"

● فقیر نے دروازے پر دستک دی۔ اللہ کے نام پر ایک کیک دے دیجیے۔ دروازہ کھول کر عورت نے غصّے سے کہا۔ "آج کیک کیوں مانگ رہے ہو؟" فقیر نے کہا "کیوں کہ آج میرا جنم دن ہے"

کفیل احمد۔ کرلا۔ بمبئی

● ایک شرابی نشے میں دھت رات کو پل پر سے گزر رہا تھا۔ اس نے قریب سے گزرتے ہوئے آدمی سے پوچھا "ارے بھائی یہ نیچے کیا نظر آ رہا ہے؟"
اس آدمی نے جواب دیا "چاند ہے"
شرابی:۔ (حیرت سے) "تارے میں اتنا اوپر کیسے آ گیا"

● بیوی (شوہر سے): سنو جی اخبار میں خبر ہے "کہ ایک شخص نے ایک سائیکل کے بدلے اپنی بیوی کو بیچ ڈالا۔ کہیں تم بھی تو ایسا نہیں کرو گے۔
شوہر:۔ "میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں کہ اتنے زیادہ داموں میں سودا کر لوں"

محمد شہباز، اسلام پورہ، مالیگاؤں

● استاد (شاگرد سے) "منہ میں پانی آنا" اس کو اپنے جملے میں استعمال کرو۔
شاگرد:۔ سر، جب میں نے اپنا منہ نل سے لگایا اور نل کھولا تو میرے منہ میں پانی آگیا۔

شگفتہ ناز۔ آسنول

● ایک پروفیسر نے رات کے وقت گھبرائے ہوئے لہجے میں پولس سے فون پر کہا "میری کار میں سے کسی چور نے اسٹیرنگ، کلچ، ڈیش بورڈ اور ایکسیلیٹر چوری کر لیا ہے۔ میں لٹ گیا ہوں۔ برباد ہو گیا ہوں"
تھوڑی دیر بعد پولیس پروفیسر کے گھر پہنچی تو پروفیسر بولے "معاف کیجیے گا کہ میں نے رات میں خواہ مخواہ تکلیف دی
ا... اصل... میں غلطی سے کار...

پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔" ... کھینچ لی۔"

ضیاء الرحمٰن۔ سرائے میر۔ اعظم گڑھ۔ یو پی۔

● رات میں تین شرابی آپس میں بحث کر رہے تھے ایک نے کہا "دن ہے" تو دوسرے نے کہا "رات ہے"۔ اس طرح سے تکرار ہونے لگی تو تیسرے نے کہا "ٹارچ جلاؤ میں دیکھتا ہوں کہ رات ہے کہ دن"۔

زینت بیگم۔ رام نگر۔ نینی تال

● ایک رات ایک قاضی نے کسی کتاب میں دیکھا کہ جو شخص چھوٹا سر اور لمبی داڑھی رکھتا ہے بیوقوف ہوتا ہے۔ قاضی خود چھوٹا سر رکھتا تھا۔ اور داڑھی بہت لمبی۔ دل میں سوچا کہ سر کو میں بڑا نہیں کر سکتا ہوں۔ لیکن داڑھی کو چھوٹی کر سکتا ہوں قینچی تلاش کی، نہیں ملی تو مجبوراً آدھی داڑھی کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور چراغ کے قریب لے گیا جب بالوں میں آگ لگ گئی تو شعلہ اس کے ہاتھ تک پہنچا داڑھی کو چھوڑ دیا۔ اس کی تمام داڑھی جل گئی۔ قاضی بہت شرمندہ ہوا۔ اس سبب سے کہ جو کچھ کتاب میں لکھا تھا ثابت ہو گیا۔

سراج اللہ، دو بھریا
سدھارتھ نگر۔ یو پی

● ایک شخص برسات میں کہیں جا رہا تھا کہ اچانک پھسل کر گر پڑا جیسے ہی وہ گرا بجلی چمکی۔ اس شخص نے کہا، "واہ اللہ میاں! پہلے تو تو نے گرا دیا اور پھر میری تصویر بھی

عمر انصاری، رحمت نگر، بنگلور

● پہلا مسافر: "پوری گاڑی میں سب سے زیادہ شور انجن میں ہوتا ہے"۔
دوسرا: (حیرت سے) "کمال ہے تم نے ابھی تک زنانہ ڈبہ نہیں دیکھا"۔

● انجینیر۔ (مزدور سے): "اور سب مزدور تو دو دو بوری لے جا رہے ہیں، لیکن تم ایک ہی بوری کیوں لے جا رہے ہو؟"
مزدور: "حضور وہ لوگ کام چور ہیں اس لیے دو مرتبہ لے جانے سے گھبراتے ہیں۔"

انصاری حفظ الرحمٰن۔ اسلام پورہ
مالیگاؤں

● ایک بچہ روتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ تو اس کی ماں نے پوچھا "کیا ہوا بیٹا؟"
بچے نے کہا۔ ایک لڑکے نے مجھے مارا۔ تو ماں نے پوچھا۔ کہاں ہے وہ لڑکا جس نے تجھے مارا۔
بچہ بولا: "ماں وہ لڑکا تو بھاگ گیا۔ پر اس کا کان میرے ہاتھ میں ہے"۔

سعید احمد آفتاب۔ رحمت نگر۔ بنگلور

● مریض (ڈاکٹر سے): "مجھے ایک بہت بڑی بیماری ہے"۔
ڈاکٹر صاحب: "کیا بیماری ہے۔ بولیے تو"
مریض: "کیا بتاؤں ڈاکٹر صاحب میں جب آنکھیں بند کرتا ہوں تو کچھ بھی دکھائی نہیں پڑتا۔"

شکیلہ نزہت۔ البدر کامپلیکس، بنگلور

اقوالِ زرّیں

- بدوں کے ساتھ نیکی کرنا اتنا ہی برا ہے جتنا نیکوں کے ساتھ بدی کرنا۔ (شیخ سعدیؒ)
- نیکی علم ہے، بدی جہالت۔ (سقراط)
- نیکی کا ارادہ بدی کے خواہش کو دبا دیتا ہے۔ (حضرت علیؓ)
- جتنے دن زندہ ہو، اسے غنیمت سمجھو اور اس سے پہلے کہ لوگ تمھیں مردہ کہیں نیکی کر جاؤ۔ (شیخ سعدیؒ)
- تمھیں اس دن پر رونا چاہیے جو تم نے نیکی کے بغیر گزار دیا۔ (ابو بکر صدیقؓ)

شائستہ فاطمہ چکیا دو۔ درگاہ بیلا دیشالی (بہار)

- بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے۔
- خیالات موتیوں کی طرح ہے اور انھیں سوچنا مالا میں پرونا ہے۔
- اپنے کردار کو اتنا بلند کرو کہ چھوٹی چھوٹی تکلیف تمھیں متاثر ہی نہ کر سکیں۔
- اپنے ذات پر بھروسا کرنے کی عادت ڈالو۔
- سچائیاں پتوں کی طرح بے شمار ہیں جن کا شمار کرنا انسانی عقل کے بس کی بات نہیں ہے۔

عرشیہ صدیقہ رحمان باغ ضلع نلگنڈہ۔

- نماز تاریک راہوں کی رہبر ہے۔
- مسجد کو آباد رکھو، تم آباد رہو گے۔
- اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھ لینا جہالت ہے سمجھدار شخص وہ ہے جو ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھے۔
- صحرا میں بھٹکنے والا مسافر اس شخص سے بہتر ہوگا جو گندگی کے راستوں میں بھٹکتا پھرے۔

انصاری نکہت ناز محمد حسین نیو ڈیلکس جال دکھر دلی۔ بمبئی۔

اقوالِ زرّیں

- آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ (حضرت علیؓ)
- اچھے کام کے لیے کسی خاص وقت کا انتظار نہ کرو۔ فوراً ہی شروع کرو۔ (حضرت ابو زیدؒ)
- جب یہ پتہ چلتا ہے کہ زندگی کیا ہے تو آدھی خرچ ہو چکی ہوتی ہے (امام غزالیؒ)
- اگر آپ کچھ بننا چاہتے ہیں تو اپنا ایک بھی لمحہ بے کار کی باتوں میں ضائع نہ کریں۔

رخسانہ پروین، مکان نمبر ۹۲ چھپر والی مسجد جامعہ نگر اوکھلا، نئی دہلی ۲۵۔

نیک صلاح

پہننا چاہتے ہو تو! نیکی کا جامع پہنو۔
لینا چاہتے ہو تو! دعائیں لو۔
جانا چاہتے ہو تو! حج اور دیگر زیارت گاہوں کو جاؤ۔
بولنا چاہتے ہو تو! حق بات بولو۔
سننا چاہتے ہو تو! دکھیوں کی پکار سنو۔
بیٹھنا چاہتے ہو تو! نیک لوگوں میں بیٹھو۔

پڑھنا چاہتے ہو تو قرآن ۔۔۔ حدیث شریف

عماد اللہ گوالی مدن گار ڈن گوار نشا سبکل

تین باتیں

(۱) تین چیزوں کو کبھی چھوٹی نہ سمجھیں۔ (۱) قرض (۲) مرض (۳) دشمن۔

(۲) تین چیزیں کسی کا انتظار نہیں کرتیں۔ (۱) وقت (۲) موت (۳) خریدار

(۳) تین چیزیں بھائی کو بھائی کا دشمن بنادیتی ہیں۔ (۱) زر (۲) زن (۳) زمین۔

(۴) تین چیز یاد رکھنا ضروری ہے (۱) سچائی (۲) فرائض (۳) موت۔

(۵) تین چیزیں اصل مقصد سے روکتی ہیں۔ (۱) بداخلاقی (۲) غصہ (۳) لالچ۔

محمد ایوب انصاری مدرسہ اسلامیہ کھریک بازار (بھاگلپور)

حقِ شکر

الٰہی اگر میرے پاس ہر بال کی دو زبانیں ہوں اور رہ دن رات اور ہر وقت تیری تسبیح پڑھیں تو بھی تیری نعمتوں کا حق شکر ادا نہیں ہو سکتا۔
(داؤد علیہ السلام۔ کتاب الزہد)

صحبت

اس شخص کی صحبت سے کسی بھلائی کی توقع نہیں ہو سکتی جو تیرے لیے وہ چیز نہیں پسند کرتا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (رسول اللہ صلعم)

صادق اختر مدرسہ معہد التعلیم الاسلامی ج
جوگابائی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵۔۱۱

سلام کی اہمیت

(۱) سلام رسول اللہ کا پیغام ہے۔
(۲) سلام قدرت کا بہترین عطیہ ہے۔
(۳) سلام خلوص و اخلاق کا ذریعہ ہے
(۴) سلام آپس کی دشمنی کو ختم کرتا ہے۔
(۵) سلام کثرت سے کرنا نیکی ہے۔

محمد فیض
محلہ جالا خزانچیان، رامپور (یوپی)

حدیث نبوی

حضرت علی رض سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جب امت میں مندرجہ ذیل باتیں پیدا ہو جائیں گی تو اس وقت قیامت ہوگی جب ماں باپ سے لوگ برا سلوک اور دوستوں سے نیک سلوک کریں گے۔ جب اچھے بڑے اور بھائی بہن کی تمیز ختم ہوگی۔ جب ریشمی لباس پہنیں گے۔ جب حرام چیز حلال اور حلال چیز حرام ہوگی اور جب بے حیائی عام ہو جائے گی۔

جمال احمد ڈاکٹر جمیل احمد خیرآباد
ضلع مئو یو۔ پی ۲۷۶۴۰۳

(۱) تین چیزوں پر بھروسا مت کرو۔
• دولت۔ زندگی۔ اجنبی۔
(۲) تین چیزوں کی قدر کرو۔
• علم۔ دولت۔ وقت
(۳) تین چیزوں کو یاد رکھو۔
• سچائی۔ فرض۔ موت۔

عبدالبشیر قریشی۔ بالاپور۔ اکولہ۔

اہم تعلیم

مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو لینا مسلمان پر حرام ہے۔

جو بات اپنے لیے پسند کرے وہی بات ہر مسلمان کے لیے پسند کرے کسی مسلمان کو ذلیل و رسوا نہ کرے۔

کوئی مسلمان دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرے۔

کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی کرے۔

مسلمان کی نماز جنازہ اور ان کے کفن دفن میں حاضر ہو۔

سراج الدین گولڈن نگر مالیگاؤں ناسک۔



گھر کی زینت

(۱) جس گھر میں عورت نہیں اس گھر میں سعادت کے فرشتے قدم نہیں رکھتے۔

(۲) عورت کائنات کی بیٹی ہے اس پر غصہ نہ کرو۔

(۳) عورت گھر کی زینت نہیں گھر کی روح ہے۔

مس گلفام، سوناری، جمشید پور۔ بہار

بہترین نگارشات پر
پیامیوں کو انعام

ماہ جون

۱ نونہالانی ۔ حافظ شکیل احمد نئی دہلی ۲۴
۲ ایمانداری کا پھل۔ رفیعہ شبنم، قدیم جالنہ
۳ شرط کا نتیجہ ۔ جمیل عبدالحمید بمبئی ۳
۴ انمول جواہر ۔ حذیفہ نگار۔ برنام پٹ

ماہ جولائی

۱ دو کوڑی کی حکومت۔ مشتاق عبدالحمید بمبئی ۳
۲ وقت ۔ ابرار خاں، محمد خاں، ایولہ

ماہ اگست

۱ دس از اردو ۔ محمد شعیب عالم نئی دہلی ۲۵
۲ راکھی ۔ محمد شاکر، شاہجہان پور
۳ محبت کا اثر ۔ یاسر ہمدان ۔ مالیگاؤں
۴ علم کا مقصد ۔ نجمہ عبدالحمید بمبئی ۸

ماہ ستمبر

۱ قیامت کا بیان ۔ اختر جہاں، بڑہریا
۲ کوا ۔ امتیاز احمد، اعظم گڑھ
۳ ملکہ سبا ۔ فاروق احمد، بنگلور
۴ چغل خوری ۔ ابصار گلزار احمد بمبئی ۳
۵ (شعر) ۔ ابو عبیدہ محمد نثار، بھیونڈی
۶ (شعر) ۔ نورالسحر عظمی ۔ کھرولی

قلمی دوستی

بچپن کی دوستی پختہ بھی ہوتی ہے اور پائیدار بھی۔ بچپن ہی سے اگر اچھے اور ہم خیال دوست میسر آجائیں تو یہ زندگی کے بہترین ساتھی ثابت ہوتے ہیں۔ آپ خود بھی دوسروں کے اچھے دوست بنیے اور دوسرے اچھے بچوں کو بھی اپنا دوست بنائیے۔

نام :۔ مظفر انجم
تعلیم :۔ دسویں جماعت
مشغلہ :۔ جریدے پڑھنا اور موسیقی سیکھنا
پتا :۔ سی۔ ایم۔ او۔ ۸ سید صالح لین کلکتہ

نام :۔ ابوذر بھیروی
عمر :۔ ۱۴ سال
تعلیم :۔ حفظ ختم اور فارسی جاری
مشغلہ :۔ دینی رسالوں کا مطالعہ کرنا اور مذہبی کتابیں شوق سے پڑھنا
پتا :۔ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد ضلع مئو۔

نام :۔ اختر حسین اکیلا۔
عمر :۔ ۱۹ سال۔
تعلیم :۔ انٹرمیڈیٹ
مشغلہ :۔ "پیام تعلیم" پڑھنا، دوستی کرنا اور کرکٹ کھیلنا۔
پتا :۔ محلہ حاجی پور، ربیع گنج۔ ضلع اورنگ آباد (بہار)

نام :۔ محمد نعیم الدین محمد نسیم۔
عمر :۔ ۱۳ سال
تعلیم :۔ نویں جماعت
مشغلہ :۔ "پیام تعلیم" پڑھنا اور سیر و تفریح کرنا۔
پتا :۔ بی۔ ۱۲/۱۱، راج دوت ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ، پنت نگر، گھاٹ کوپر (ایسٹ) بمبئی۔

نام :۔ مہتاب عالم منّا
عمر :۔ ۱۶ سال
تعلیم :۔ میٹرک
مشغلہ :۔ فٹ بال کھیلنا۔
پتا :۔ سی۔ ایم۔ او ۸۔ سید صالح لین، کلکتہ ۷۳

نام :۔ محمد ریاض جیلانی
عمر :۔ ۱۷ سال
تعلیم :۔ بی۔ ایس۔ سی
مشغلہ :۔ فٹ بال کھیلنا، "پیام تعلیم" اور خاتون مشرق شوق سے پڑھنا۔
پتا :۔ ۸، سید صالح لین کلکتہ، ۷۳

نام :۔ نظام الدین ابن گل محمد
تعلیم :۔ پانچویں جماعت
مشغلہ :۔ "پیام تعلیم" اور دیگر رسائل کا مطالعہ کرنا اور پتنگ کرنا۔
پتا :۔ شیواجی نگر۔ بمبئی۔

نام :۔ نفیسہ غلام رسول
تعلیم :۔ جماعت ہفتم
مشغلہ :۔ "پیام تعلیم" اور امنگ پڑھنا
پتا :۔ شری رام پور، ضلع احمد نگر، مہاراشٹر۔

نام :- شاہینہ پروین رشیدی
مشغلہ :- کہانی لکھنا، بڑوں کی عزت کرنا اور اچھی سہیلیاں بنانا۔
پتا :- وارث پورہ کامٹی۔

نام :- مہ جبیں خان
مشغلہ :- مہمانوں کا بے چینی سے انتظار کرنا، صرف بہنوں سے قلمی دوستی کرنا اور کہانی لکھنا اور پڑھنا۔
پتا : معرفت نیاض ماسٹر وارث پورہ۔ کامٹی

نام :- نازین جہاں

مشغلہ :- تجارت کرنا اور بہنوں سے قلمی دوستی کرنا
پتا : معرفت نیاض ماسٹر وارث پورہ کامٹی۔

نام :- سیما ناز رشیدی
تعلیم :- دسویں جماعت

مشغلہ - بہنوں سے قلمی دوستی کرنا۔ مہمانوں کا بے چینی سے انتظار کرنا۔ شاہینہ رشیدی اور شازیہ رشیدی کی کہانیاں پڑھنا۔
پتا :- وارث پورہ۔ کامٹی

نام :- عرفان شاہ۔
عمر :- ۱۹ سال
تعلیم :- بارھویں جماعت (سائنس)
مشغلہ :- "پیام تعلیم" و دیگر رسائل کا مطالعہ کرنا۔ ڈرامے لکھنا۔ قلمی دوستی کرنا۔
پتا :- جولی ہیسس وارڈ نمبر ۲، بالا پور آکولہ مہاراشٹر۔

نام :- آصف عبدالحمید مُلا۔
عمر :- ۱۱ سال
تعلیم :- ششم جماعت
مشغلہ :- پابندی سے اسکول جانا۔ "پیام تعلیم" کا مطالعہ کرنا۔
پتا :- مقام پوسٹ کاتل۔ تعلقہ راجہ پور ضلع رتنا گیری (مہاراشٹر)

نام :- دلنشیں فاطمہ

تعلیم :- پانچویں جماعت
مشغلہ :- اسکول روز جانا۔ اور کھیلنا۔
پتا : معرفت محمد محسن وارث۔ درگاہ بیلا ویشالی (بہار)

نام :- مسرت جہاں۔

تعلیم :- بی۔ اے
مشغلہ :- خاتون مشرق اور دیگر رسالے پڑھنا
پتا : معرفت محمد عظیم مرحوم۔ درگاہ بیلا ویشالی (بہار)

نام :- زیبا جمیل

تعلیم :- آٹھویں جماعت
مشغلہ :- صرف فالتو چیزیں خریدنا۔ رونا، چوہے مارنا۔ بچوں کو ڈرانا۔
پتا :- معرفت جمیل راغب کبیر محلہ راجپور۔ اورنگ آباد

نام :- محمد ایاز
عمر :- ۱۰ سال

تعلیم:۔ دوسری جماعت (عربی)
مشغلہ:۔ کبڈی کھیلنا
پتا:۔ محمد ایاز قاسمی روڈ، پورہ رانی مبارک پور، اعظم گڑھ۔ یوپی

نام:۔ ابوشیبہ القاسمی
عمر:۔ ۲۱ سال
تعلیم:۔ فاضل دارالعلوم دیوبند
مشغلہ:۔ کھیل سے کوئی تعلق نہیں۔ دینی احکام پر سختی سے عمل پیرا ہونا۔
پتا:۔ ابوشیبہ القاسمی۔ قاسمی روڈ۔ حافظ حامد حسین کلرمچنٹ پورہ رانی مبارک پور۔ اعظم گڑھ (یو۔پی)

نام:۔ محمد کفایت ولد مخدوم حسین
عمر:۔ ۱۱ سال
تعلیم:۔ جماعت پنجم
مشغلہ:۔ کھیلنا۔ اور مدرسہ جانا اور "پیام تعلیم" پڑھنا۔
پتا:۔ مدرسہ مدینۃ العلوم وارڈ نمبر ۲ شری رامپور، ضلع احمد نگر

نام:۔ محمد عبد اللہ ولد مخدوم حسین۔
عمر:۔ ۱۲ سال
تعلیم:۔ ساتویں جماعت
مشغلہ:۔ "امنگ"، "پیام تعلیم" کا بے چینی سے انتظار کرنا، استاد کا ادب کرنا قلمی دوستی کرنا۔
پتا:۔ مدرسہ مدینۃ العلوم وارڈ نمبر ۲ شری رامپور۔ ضلع احمد نگر۔

نام:۔ ایم۔ شاہ نواز بابل
تعلیم:۔ بی۔ اے
مشغلہ:۔ اچھے اچھے رسالوں، کتابوں کو لائبریری سے منگوا کر پڑھنا اپنی ذات سے ہر قسم کے فائدے دوسروں کو پہنچانا۔ اور بچوں سے بےحد پیار و محبت رکھنا۔
پتا:۔ ایم شاہ نواز بابل۔ این یو لائبریری بوہیا۔ پوسٹ کوچہ دھامن ضلع کشن گنج بہار

نام:۔ انصاری ضیاء الرحمٰن اقبال احمد
عمر:۔ ۱۳ سال
تعلیم:۔ آٹھویں جماعت
مشغلہ:۔ "پیام تعلیم" اور دیگر رسالوں کا مطالعہ کرنا، ڈرائنگ بنانا اور بیڈمنٹن کھیلنا
پتا:۔ ۲۸-۱۰۱، اسلام پورہ، مالیگاؤں ناسک

نام:۔ محمد ابن حکیم فیاض عالم
تعلیم:۔ آٹھویں جماعت
مشغلہ:۔ کرکٹ کھیلنا، لوڈو کھیلنا، "پیام تعلیم" اور کتابیں پڑھنا اور برابر اسکول جانا۔
پتا:۔ روم نمبر ۵ دوسرا منزلہ اتیح۔ بی کیلوسکر روڈ۔ کرلا۔ بمبئی۔

نام:۔ عبید اللہ انصاری۔ عمر: ۱۴ سال
تعلیم:۔ جونیئر ہائی اسکول
مشغلہ:۔ کرکٹ کھیلنا، پیام تعلیم پڑھنا اور دینی کاموں میں آگے رہنا۔
پتا:۔ کاسوئی روڈ مبارکپور۔ ضلع اعظم گڑھ

نام ۱ :۔ محمد مظہر محمود گوگی عرف خرید
تعلیم :۔ بارہویں جماعت (سائنس)
مشغلہ :۔ "پیام تعلیم" پڑھنا اور دوستی کرنا۔
پتا :۔ اٹلی انٹرپرائزرس، سید پان شاپ گاندھی چوک، ضلع گلبرگہ کرناٹک

نام :۔ عبداللہ انصاری
عمر :۔ ۱۶ سال۔
تعلیم :۔ دسویں جماعت۔
مشغلہ :۔ کرکٹ کھیلنا، دینی کاموں پر سختی سے عمل کرنا۔ نماز کی پابندی کرنا "پیام تعلیم" کا مطالعہ کرنا۔
پتا :۔ قاسمی روڈ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ

نام :۔ زاہد اختر محمد مصطفیٰ قریشی
عمر :۔ ۱۳ سال
مشغلہ :۔ "پیام تعلیم"، "اُمنگ" اور "خبر نامہ" وغیرہ کا مطالعہ کرنا۔
پتا :۔ موتی تالاب، مالیگاؤں ضلع ناسک۔

نام :۔ محمد آصف اقبال۔
عمر :۔ ۱۳ سال
تعلیم :۔ ساتویں جماعت
مشغلہ :۔ پھول لگانا، "پیام تعلیم" کا مطالعہ کرنا نماز پڑھنا۔
پتا :۔ ربانیہ اسکول گلی باٹن روڈ آسنسول

نام :۔ صدیقی پرویز عالم عبدالرشید
عمر :۔ ۱۳ سال
مشغلہ :۔ "پیام تعلیم" پڑھنا، والدین کی خدمت کرنا اور کتابوں کا مطالعہ کرنا

پتا :۔ معرفت رشید صدیقی، ظہیر مو کوی چال۔ بندر روڈ ریتی ناکہ کلیان ضلع تھانہ

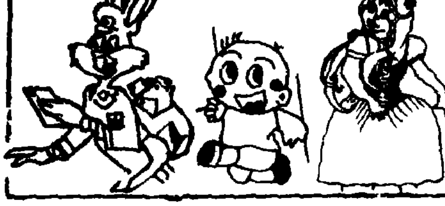
نام :۔ حافظ ظفر احمد خان
عمر :۔ ۱۷ سال
تعلیم :۔ انٹرمیڈیٹ
مشغلہ :۔ مضمون نویسی، خوش خطی، حصول تعلیم اطاعت والدین، پابندیٔ نماز وغیرہ۔
پتا :۔ ہوسٹل معہد القرآن، ندوہ اسلامک انسٹی ٹیوٹ بادشاہ باغ لکھنؤ۔

نام :۔ محمد یوسف جمیل راغب
عمر :۔ ۱۲ سال
تعلیم :۔ دسویں جماعت
مشغلہ :۔ بچوں کو ڈرانا۔ گھر کے چوہوں کو مار بلی اور کتا پالنا۔ "پیام تعلیم" اور "نور" پڑھنا
پتا :۔ نزد مسجد، راجپور، روہتاس (بہار)

نام :۔ محمد آصف
عمر :۔ ۱۲ سال
تعلیم :۔ ہائی اسکول
مشغلہ :۔ شوق سے پڑھنا۔
پتا :۔ نیشنل میڈیکل اسٹور، مبارک پور اعظم گڑھ۔ یوپی۔

نام :۔ ابو العاص انصاری
عمر :۔ ۱۷ سال
تعلیم :۔ حفظ
مشغلہ :۔ اردو رسالوں کا مطالعہ کرنا۔ شوق سے پڑھنا۔ علمی دوستی کرنا۔
پتا :۔ مدرسہ حسینیہ لال دروازہ جونپور (یوپی)

میرے پسندیدہ اشعار



یارب میرے دشمن کو صدا رکھنا سلامت
ورنہ میرے مرنے کی دعا کون کرے گا

آفتاب عالم صدیقی شیخ مصری درگاہ وڈالا
بمبئی ۳۷

ماں کی ممتا باپ کا سایہ
سر پہ ہمیشہ رکھنا خدایا
اے شام کے فرشتو! ذرا دیکھ کے چلو
بچوں نے ساحلوں پہ گھروندے بنائے ہیں

ارشاد شاہ عمر شاہ جوئی بیس بالاپور

قسم تمہارے عزم کی صدا تمہاری شان کے
بڑھا کے ہاتھ توڑ لو ستارے آسمان کے
جھکا دو شاخِ کہکشاں بڑھے چلو بڑھے چلو
برادرانِ نوجواں بڑھے چلو بڑھے چلو

ندیم احمد نیازی کھگول پٹنہ ریلوے کوارٹر نمبر ۸۱۷ بی
دانا پور

ایک شخص کل ملا تھا کڑی دھوپ میں مجھے
پانی کی آرزو میں لہو بیچتا ہوا

چلے چلیے کہ چلنا ہی دلیل کامرانی ہے
جو تھک کر بیٹھ جاتے ہیں وہ منزل پا نہیں سکتے

محمد انور صدیقی ۳۵ مارسن کورٹ آفتاب ہال
اے، ایم، یو، علی گڑھ

دل نے چاہا تھا چُنوں پھول غریبوں کے لیے
کس قدر کانٹے چُبھے آج میرے پاؤں میں
پہلے سنتے تھے کہ شہروں میں چلا کرتی ہے
اب فسادِ دل کی ہوا چلنے لگی گاؤں میں

فرخندہ ظفر زبیری بارہ بھائی محلہ داروہ
ضلع ایوت محل مہاراشٹر

کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر کبھی غنچہ و گل و خار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مرا حق ہے فصلِ بہار پر

شیخ فیاض شیخ مناف قصاب محلہ نزد نیشنل ہائی
کے پاس شہادہ ضلع دھولیہ مہاراشٹر

لے دے کے اپنے پاس فقط ایک نظر تو ہے
کیوں دیکھیں زندگی کو کسی کی نظر سے ہم

دنیا سے دل لگا کر دنیا سے کیا ملے گا
یادِ خدا کیے جا تجھ کو خدا ملے گا

شوقیہ عبدالرؤف الوارے نیشنل ہائی اسکول
دالولی

شاعروں نے رات بھر بستی میں واویلا کیا
داد کے ہنگامے سے پورا محلہ ڈر گیا
ایک ضعیفہ اپنے بیٹے سے یہ بولی اگلے روز
رات کیسا شور تھا کیا کوئی شاعر مر گیا

شبینہ ترنم محمد اکبر گرلس اسکول کلب ایوت محل
مہاراشٹر

خون اپنا ہو یا پرایا ہو!
نسلِ آدم کا خون ہے آخر
جنگ مشرق میں ہو کہ مغرب میں
امنِ عالم کا خون ہے آخر
جنگ افلاس اور جہالت سے
امن بہتر نظام کی خاطر
جنگ بھٹکی ہوئی قیادت سے
امن سادہ عوام کی خاطر

محمد اعظم عبدالرزاق شیخ مخدوم کالونی
شبنم اسٹریٹ گھر نمبر بھٹکل

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
مزے جو جنگلوں میں ہیں کہاں آبادیوں میں ہیں
کہاں پابندیوں میں لطف جو آزادیوں میں ہیں

عاطف رشید کھسراہی ضلع ویشالی

اتنا اتنا پانی سن او گھگو رانی
چوہیا ہے دیوانی سن او گھگو رانی
بلی رانی آئی دودھ ملائی لائی
رم جھم برسے پانی سن او گھگو رانی
اتنا اتنا پانی سن او گھگو رانی
لکھنا پڑھنا سیکھو جھوٹ کبھی نہ بولو
کہتی ہے یہ نانی سن او گھگو رانی

محمد یاسین محمد موسیٰ اسلام پورہ مالیگاؤں

چند لمحوں کا یہ جینا ہے غنیمت جانو
زندگی اپنی عذابوں میں نہ رکھے کوئی
کامیابی نے سدا ان کے قدم چومے ہیں
جو حوصلہ رکھتے ہیں گر کے سنبھل جانے کا

میدانِ امتحاں سے گھبرا کے ہٹ نہ جانا
تکمیلِ زندگی ہے چوٹوں پہ چوٹ کھانا
موت کے دن بے کسی میں کام آئے گی نماز
تاجِ زریں بن کے سر پر جگمگائے گی نماز

محمد کفیل عرفان گھوڑے گاؤں ضلع اکولہ

سچائی کا چراغ جلایا حسینؓ نے
انسان کا ضمیر جگایا حسینؓ نے
سجدے میں اپنا سر جو کٹایا حسینؓ نے
امت کی آبرو کو بچایا حسینؓ نے
وہ کربلا کی شام وہ خیمے جلے ہوئے
سب کچھ خدا کی راہ میں لٹایا حسینؓ نے

انصاری محمد صالح شمیم اختر نظام پور پٹیل محلہ
بھیونڈی تھانہ

گھر ہے کہ چلم خانہ۔ لاحول ولا قوت
یہ غم ہے فقیرانہ۔ لاحول ولا قوت
یہ محفلِ رندانہ۔ لاحول ولا قوت
پھر مسندِ شیخ مولانا۔ لاحول ولا قوت
مسجد کے پیچھے جو لٹکے ہیں اترے ہوئے کپڑے
شاگردوں کا نذرانہ۔ لاحول ولا قوت
الٹے ہوئے پیمانے منہ پھیر کے دیتے ہیں
ساقی ہے کہ دیوانہ لاحول ولا قوت
بیٹھے ہیں مصلے پہ کعبے کی طرف منہ ہے
پر دل ہے صنم خانہ لاحول ولا قوت
چہرے پہ سیاہی سے شرمائی ہے کالک بھی
اور نام ہے رخسانہ لاحول ولا قوت
بھارت کے حکیم اکثر دروازوں میں لکھتے ہیں
یونانی دواخانہ لاحول ولا قوت

محمد سہیل تنویر کلب ایوت محل

لکھا ہوا ہے ایک پہلی اور زمین پہ یہ
ہارے ہوئے قبیلے کا پرچم ہے زندگی۔

اس زندگی کا قرض چکانے کے واسطے
سو سال بھی جیئے تو بہت کم ہے زندگی

فرزانہ اکبر اردو گرلز اسکول کمب ہیرت محل

کھیل جاری ہے تو پھر ہوتی رہے گی ہار جیت
کیجے ناکامیوں میں کامرانی کی تلاش
ساحل ہے میرا نام مشاق کے کیا مجھے
طوفان مجھ سے سیکڑوں ٹکرا کے رہ گئے

محمد عارف اعجاز قریشی بدصوارہ انجمن کالونی جہلا نشتر

زیبا رانی

ننھی منی بچی ایک
بھولی بھالی اچھی نیک
زیبا رانی اسکا نام
بھولے بھالے اس کے کام
ایک دن کی ہے یہ بات
جاڑوں کی تھی ٹھنڈی رات
لمبی تانیں سوئے سب
نیند میں غافل کھوئے سب
زیبا کو نہ آئی نیند
آتی کیسے کل تھی عید
سوچ رہی تھی بس ایک بات
کب گزرے گی جانے رات
پہنوں گی کل جوڑے میں
پاؤں میں اپنے توڑے میں
گڑیاں دن بھر کھیلوں گی
بھول نہ ہرگز جاؤں گی
پیسے لے کر ابو سے
میل کروں گی بجو سے
لیکن بجو بڑا شریر
بنتا ہے وہ بڑا امیر
سب کرتے ہیں اس کو پیار
بانٹ کر دوں گی اسکو چار
بس بھیا بس اور نہیں
چپکے کھاؤ شور نہیں
اب نہیں دوں گی جاؤ گی
آنکھ نہ یوں دکھلاؤ جی
مت کہنا اب باجی تم
بہت بڑے ہو باجی تم
ارے ارے نہ مجھے پھلانگ
ہائے رے اللہ توڑی ٹانگ
پھر تو جھم دھاڑ ہوئی
بستی سب بیدار ہوئی
ممی آئی بھاگم بھاگ
کیا ہے زیبا زیبا جاگ
دیکھ بیٹی اب نہ رو
کروٹ ادھر بدل کر سو
تب زیبا کو پتہ چلا
خواب تھا جو کچھ دیکھا تھا
بولی اے لاحول ولا
بجو رانی پانی پلا
سو جاؤ لو آئی نیند
کل ہے بجو اپنی عید

اطہر علی بیگ ہڈی نور نگر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

مکتبہ پیام تعلیم کی کم قیمت پر
دیدہ زیب اور عمدہ کتابیں

بکرے کی تعریف میں
یوسف ناظم



6

پادری کی روح



قیمت 4/50

ٹھوڑی تارا ماتھے چاند
اشرف صبوحی

4/=



بڑھیا کی بھینس



قیمت 4/

قصر صحرا۔ مرزا عظیم بیگ چغتائی
اول تا سوم

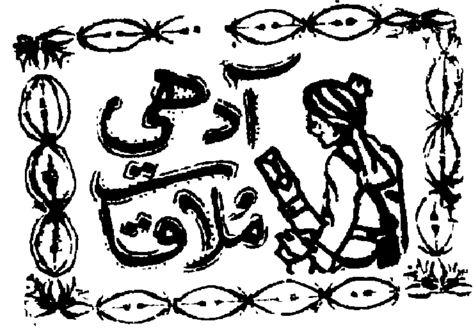


قیمت مکمل سیٹ 25/

غذائیں دوائیں



قیمت 8/



میں باقاعدہ پیام تعلیم کا مطالعہ کرتی ہوں۔ اس کی کہانیاں، نظمیں اور چٹکلے بہت پسند آتے ہیں۔ اگست کے شمارے میں "ایک پتھر اور نظم "ہمارا گھر" بہت پسند آئے۔ اس کے علاوہ بچوں کی کوششیں بھی بڑی کامیاب رہیں۔

سیما ناہید کامٹوی نیا بازار تاج چوک کامٹی
ضلع ناگپور (مہاراشٹر)

ستمبر کا پیام تعلیم نظر نواز ہوا۔ پیام تعلیم معلومات کا خزانہ ہے۔ جناب اظہر نیاز صاحب نے "کرشمہ" بھیج کر واقعی پیامیوں کو خوش کر دیا۔ نصیر الدین احمد کا "پرانا محلہ" بھی بہت اچھا لگا۔

احرار احمد صلاح الدین خاں جونا امام باڑہ۔
بی۔ آئی۔ ٹی چال نمبر ۱ روم نمبر ۳۱ گراؤنڈ فلور
بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۹

آفتاب بک ڈپو پٹنہ سے میرے ابو ہر ماہ ناغہ پیام تعلیم لا دیتے ہیں۔ اور ایک پرچہ آنے ے بعد بے چینی سے میں دوسرے پرچے کا نظار کرنے لگتی ہوں۔ اس میں تمام کہانیاں یار ہوتی ہیں۔ اور نظمیں بھی، اس کے علاو ت ساری معلوماتی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ "انوکھا " تو بہت پسند آیا۔ میں اپنی باجی پروین سے اور ابو سے بھی کہوں گی۔ کہ وہ بھی

مزیدار کہانیاں پیام تعلیم کو بھیجا کریں۔ اللہ سے دعا کریں کہ پیام تعلیم دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین۔

نسرین کوثر معرفت پروین کوثر ناصر گنج۔
پٹھان ٹولی پوسٹ باڑھ گنج پٹنہ ۸۰۰۰۱۸

پیام تعلیم جیسے محبوب اور پیارے رسالے نے مجھے خط لکھنے پر مجبور کر دیا۔ اس میں میں نے معلومات کے کالم کو سب سے زیادہ پسند کیا۔ اتنی ڈھیر ساری معلومات بھیجنے پر پیامیوں کو میری طرف سے مبارک باد۔ خدا اس رسالے کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

محمد یونس جمیل محلہ مہاجگنج پوسٹ رفیگنج
ضلع اورنگ آباد بہار

اس محبوب رسالہ میں ہر ماہ دل چسپ کہانیاں نئی اور حیرت انگریز معلومات ہوتی ہیں۔ جن کو پڑھ کر ہماری اردو زبان سے محبت بڑھتی جا رہی ہے۔ اور مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے پیامی ادبی معمہ نمبر ۵۷ میں انعام کا حق دار بنایا۔

فرید۔ خواجہ ہوٹل گاندھی چوک یادگیر ۵۸۵۲۰۱

ماہ اگست کا پیام تعلیم میرے ہاتھوں میں ہے۔ آپ نے پیامیوں کی نگارشات کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا یہ ایک بہت ہی اچھا قدم ہے۔

شکیل احمد شکیل کیراؤف مدرسہ دارالفلاح
فورتھ کراس۔ رحمت نگر بنگلور ۳۲

میں رسالہ پیام تعلیم کا گذشتہ تین سال سے بڑی پابندی کے ساتھ مطالعہ کر رہا ہوں۔ لیکن پہلی بار آپ کی بزم میں شرکت کر رہا ہوں۔ ستمبر ۱۹۹۲ کا شمارہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوا۔ اور رات کے گیارہ بجے تک پورا پرچہ پڑھ ڈالا میری طرف سے تمام قلم کاروں کو مبارکباد۔

معین الدین انصار قلب مبارکپور اعظم گڑھ

ماہ ستمبر کا پیام تعلیم موصول ہوا پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ "پرانا محلہ"، "اوڑھا اپنا کام" بہت پسند آئے۔ دونوں ہی کہانیاں سبق آموز تھیں۔ آپ نے جو میری تحریر چھاپ کر مجھ پر احسان کیا ہے۔ میں اس کے لیے آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

محمد عزیز شمسی پتا نہیں لکھا

پیام تعلیم بہت ہی اچھا رسالہ ہے۔ وہ ہمارا ایک اچھا دوست اور اچھا ساتھی بھی ہے۔ اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

وارث زبیر۔ ایوت محل مہاراشٹر

میں نے پیام تعلیم کا شمارہ دیکھا بہت پسند آیا۔ لیکن وہ شمارہ پرانا تھا۔ اس لیے میں اس کی قیمت بھیج رہا ہوں آپ مجھے ایک نیا پیام تعلیم بھیج دیں۔ میں اس کا مطالعہ کر کے اس کے مقابلوں میں حصہ لوں گا۔ اور مجھے انعام ملے گا تو میرے گھر والے خوش ہوں گے۔ اور جب میرے گھر والے خوش ہوں گے۔ تو خوشی کے دوران میں ان سے سالانہ خریداری کی رقم مانگوں گا اور آپ کو بھیج کر پیام تعلیم کا ممبر بنوں گا۔ اس لیے پیام تعلیم بھیجنے کی مہربانی کریں۔

عبدالنسیم ولد عبدالغفار چھاپا نگر سلطان بھائی ساڑی والوں کے گھر کے سامنے امراؤتی ۴۴۴۶۰۱

اس وقت پیام تعلیم کا تازہ ترین شمارہ زیر مطالعہ ہے۔ اس کے دل چسپ کالموں نے تو ہمارا دل ہی جیت لیا۔ "ایک تھپیڑ" کی کہانی مکمل طور پر ہمیں لالچ کے بھیانک انجام سے باخبر کرتی ہے۔ سائنسی باتیں ہماری معلومات میں اضافہ کر رہی ہیں۔ "ہمارا گھر" قسط وار "کرشمہ" "جھوٹ کا سہارا" تو نہایت دل چسپ اور حیرت انگیز ہے۔ گویا اس پرچے نے غیر معمولی ترقی حاصل کر لی ہے۔

امتیاز احمد پھاٹک ابراہیم پور اعظم گڑھ یوپی

پیام تعلیم اگست ۹۲ء کی آمد پر دل نے کہا۔

دل کے خوش ہونے سے رگ رگ میں لہو آتا ہے
جان آجاتی ہے سینے میں جو آتا ہے

ہاتھوں میں پیام تعلیم آنکھوں میں خوشی کے آنسو اور دل خلوص و عقیدت کے جذبات سے لبریز ہے آپ تو ہم پیامی بہن بھائیوں کے محبوب رسالہ کو دن بہ دن اپنی کاوشوں سے عمدہ بناتے جا رہے ہیں۔ مجھے "جھوٹ کا سہارا" اور "ایک تھپیڑ" بے حد پسند آئے۔

ہاں! خوشی کی بات یہ ہے کہ ممتاز ادیب جناب عبداللہ ولی بخش قادری صاحب نے ہمارے پیامی بہن بھائیوں کا حوصلہ اور زیادہ بلند کر دیا۔

عرفان شاہ جولی بیس بالاپور آکولہ مہاراشٹر

ماہ اگست کے رسالہ میں "سائنسی باتیں" "چمکتی دمکتی اشرفیاں" "نیکی کر بھلا ہوگا" اور دیگر کہانیاں پسندیدہ اشعار بھی پسند آئے۔

عبدالقدوس انصاری مومن پورہ بالاپور آکولہ

ماہ اگست کا ماہنامہ "پیام تعلیم" نظر نواز ہوا پڑھ کر دل مسرت سے جھوم اٹھا۔ آپ نے پیام تعلیم میں ہمارا خط "آدھی ملاقات" کے کالم

میں شائع کر کے مجھے "پیام تعلیم" پڑھنے کے شوق کو دوبالا کر دیا۔ اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ پیام تعلیم میں مسلسل کئی مہینوں سے پڑھ رہا ہوں۔ اور یہ رسالہ مجھے بہت پسند ہے

محمد خورشید عالم واحد محلہ بالوگنج پوسٹ رفیگنج ضلع اورنگ آباد بہار ۸۲۴۱۲۵

پیام تعلیم کی تعریف کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ لیکن ایک بات ہے۔ آپ پیام تعلیم میں جو معمّا شائع کرتے ہیں اس کے ساتھ ایک نوٹ یہ ہوتا ہے کہ چھے سوالوں کے جواب مکتبہ پیام تعلیم کی کتابوں میں ملیں گی۔ گویا آپ نے ادبی معمّا کو "اشتہاری معمّا" بنا دیا ہے۔ شاید ہی کسی لڑکے کے پاس وہ سارے ۱۳۷ عدد کتاب ہوں۔ بہت سے لڑکوں میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ سارے کتاب خریدیں اور پھر معمّا کو اچھی طرح سے بھریں۔

آپ نے اپنے کتابوں کا اشتہار کرانے کا جو طریقہ چنا ہے وہ کسی بھی حال میں مناسب نہیں۔ براہ کرم آپ ایسے معمّا دیں۔ جن میں کتابوں کا حوالہ نہ ہو۔

نوٹ:۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے پیامیوں میں اچھی اچھی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہو۔ معمّا کی خاطر وہ کتابیں خریدیں گے تو پڑھیں گے بھی۔ یہی ہمارا مقصد ہے۔ یاد رکھیے کتابیں خرید کر پڑھنے سے پیسے کی بربادی نہیں ہے۔ پھر یہ کہاں لکھا ہے کہ کتابیں خریدے بغیر آپ معمّا حل نہیں کر سکتے۔ بے شمار پیامی اپنی ذہانت سے معمّا نہ صرف حل کرتے ہیں بلکہ انعام بھی حاصل کرتے ہیں۔ (ادارہ)

محمد عدنان، ہاٹن روڈ آسنسول مغربی بنگال ۷۱۳۳۰۱

پیام تعلیم برابر موصول ہو رہا ہے۔ کیا آپ نے بچوں کی بہترین نگارشات پر انعام دینا بند کر دیا ہے۔ اگست کے شمارے اور ستمبر کے شمارے میں آپ نے بہترین نگارشات پر انعام کا اعلان نہیں کیا ایک بات اور ستمبر کے "پیام تعلیم" میں پیامی ادبی معمّا نمبر ۷۷ آپ نے غلط لکھا ہے۔ اس کی جگہ ۷۸ ہونا چاہیے

نوٹ:۔ تینوں شماروں کی نگارشات پر اعلان اس شمارے میں ملاحظہ فرمائیں پیامی معمّا نمبر واقعی غلط چھپ گیا۔ یہ ۷۸ ہی ہے۔ (ادارہ)

طلو نقشبندی بالاپور ضلع اکولہ مہاراشٹر

میرا نام صائمہ ہے۔ میں کرلا بمبئی کی رہنے والی ہوں آپ کا پیام تعلیم رسالہ میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ مگر پڑھنے کو نہیں ملتا۔ اتفاق سے کبھی مل بھی جائے تو وہ بھی گزرے ہوئے سال کا۔ کبھی ماموں کی لڑکی کے پاس سے کبھی سہیلی کے پاس سے یا کبھی ابو اپنی اسکول سے لاکر دیتے ہیں۔ پیام تعلیم کب شائع ہوتا ہے۔ پتا ہی نہیں چلتا۔

گزارش ہے کہ اگر کرلا میں یا پھر بمبئی میں کوئی ایسی دکان ہو جہاں آپ کا یہ رسالہ جاتا ہے۔ مہربانی کر کے اس کا پتا بتا دیجیے۔ نوازش ہوگی۔

نوٹ:۔ پیام تعلیم، آپ ہماری برانچ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ پرنسس بلڈنگ۔ ناکہ جے مجے، بمبئی ۳ سے خرید سکتی ہیں یا زرِ سالانہ مبلغ چالیس روپے بذریعہ منی آرڈر ہم کو بھجوا دیں پرچہ ایک سال کے لیے جاری کر دیا جائے گا۔ ادارہ

صائمہ انصاری کرلا بمبئی۔ آرسی والا بلڈنگ روم نمبر ۲ سکنڈ فلور ۵۸۱ اسٹیشن روڈ کرلا ۴۰۰۰۷۰

مطلب کی روشنی میں، کام شروع ہو جانے سے ہمارے تمام پیامی بھائی بہن اپنے مرض کا علاج نہایت ہی آسانی سے کر سکیں گے۔ "نادان گھوڑا" پہلا ناملہ، رابطہ، درحیرت وغیرہ اچھا لگا۔

مظفر معین خاں۔ ساکن چھپرا پوسٹ دھرم سنگھوا بازار ضلع سدھارتھ نگر یوپی ۲۷۲۱۵۴

یوں تو اردو میں بچوں کے لیے کئی رسالے چھپتے ہیں۔ لیکن جو مقام واہمیت پیامِ تعلیم کو حاصل ہے۔ وہ کسی اور رسالوں کو نہیں اس رسالے میں ہمیں۔ ادبی دینی۔ سائنسی تاریخی غرض ہر طرح کی معلومات ملتی ہیں۔ اس میں شائع ہونے والے لطیفے، شعر، کہانیاں سبھی ادبی ہیں۔ پیامِ تعلیم ہمارے گھر کے سبھی بہت ہی شوق سے پڑھتے، ہمیشہ چھینا جھپٹی ہوتی رہتی ہے۔ آخر میں جو چھین لیتا ہے۔ وہی پڑھتا ہے۔ اور پورا رسالہ ختم کر ڈالتا ہے۔

ابوالعاص انصاری مبارک پور اعظم گڑھ

ماہ ستمبر کا پیامِ تعلیم ابھی صبح صبح موصول ہوا بہت پسند آیا اور ابھی پورا مطالعہ بھی نہیں ہوا تھا کہ میرے ساتھیوں نے لے لیا۔ ابھی انھیں کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمارے مدرسے کا ہر طالب علم اس کو شوق سے پڑھتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پیامِ تعلیم کو ہمیشہ قائم رکھے اور اس میں ترقی عطا فرمائے۔

شیخ احمد اعجاز کرن سنگھ نیر احمد نگر

اب واقعی پیامِ تعلیم میں مضبوطی آگئی ہے۔ اچھے مضامین، اچھی نظمیں، بچوں کے لیے کافی مواد ہے۔ اور حمد الحمد رسول کے متعلق بھی مضامین ہیں۔ سبق آموز قصے کہانیاں۔ مبارکباد قبول کیجیے

عبدالحق دھولیہ ایم، ایس

اگست کا شمارہ موصول ہوا۔ شکریہ۔ اس شمارے کے سبھی تخلیقات اچھی لگیں۔ بطور خاص "ہمارا گھر" قابل تعریف ہے۔

عبدالباقی غالب۔ خلاصی محلہ، پوسٹ جھاجھا ضلع جموئی بہار

ستمبر ۱۹۹۲ء کا پیامِ تعلیم اپنی تمام تر رعنائیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ ہم سب کی بے چینی کو دور کرتا ہوا ہم تک پہنچا، پہنچتے ہی ہم نے اسے اپنے سینے سے لگایا۔ خاص طور سے "ثابت قدمی"، "درحیرت"، اور "رابطہ" تو بے حد پسند آئے ان مضامین کے مصنفین کو میری طرف سے دلی مبارکباد۔ آدھی ملاقات پر نظر پڑی تو پھر ہٹی بھی نہیں جناب عبدالباسط کا مشورہ بہت اچھا ہے ہم سب پہ ضروری ہے کہ اسی پر عمل کریں۔ اردو کی بقا اسی طرح ممکن ہے۔ گدگدیاں، پسندیدہ اشعار، قلمی دوستی وغیرہ کافی قابل تعریف ہیں۔ پیامِ تعلیم ایک ایسا رسالہ ہے جو ہر شخص پڑھ سکتا ہے چاہے طالب علم ہو یا استاد، بلکہ بزرگ بھی اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اور کرتے بھی ہیں۔ اس سے ہم بچوں کو یہ خوشی ہوتی ہے کہ ہمارا رسالہ دادا جان بھی پڑھتے ہیں۔ اور چچا بھی۔

ظفر احمد خاں۔ معہد القرآن ہوسٹل ۲/۲۳ ندوہ عربک انسٹی ٹیوٹ لکھنؤ۔ الہند ۲۲۶۰۰۷

ماہ ستمبر ۹۲ کا پیامِ تعلیم پڑھا بے حد پسند آیا۔ واقعی یہ رسالہ دنوں دن ترقی کرتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر جو بھی چیز اچھی ہوتی ہے وہ ہماری دینی ادبی معلومات میں اضافہ تو کرتی ہی ہے ساتھ میں تفریح بھی ہو جاتی ہے۔ اور تھکان ختم ہو جاتی ہے۔

بچوں کی کوششیں



سچا فقیر

ایک بار ایک بادشاہ نے نوکر بُلاکر روپے کی تھیلی دیتے ہوئے کہا "لے جا! ان روپے کو فقیروں میں بانٹ دے۔" نوکر سمجھا نہ تھا۔ وہ دن بھر ادھر اُدھر گھومتا رہا۔ اور رات میں لوٹ آیا۔ بادشاہ نے اس کے ہاتھ میں روپے کی تھیلی دیکھ کر پوچھا "کیوں اسے واپس لے آیا؟" نوکر نے کہا "حضور! میں نے فقیروں کو بہت تلاش کیا، لیکن کوئی بھی نہیں ملا۔" بادشاہ کو بہت غصہ آیا۔ اُس نے کہا "کیا بکتا ہے؟ فقیروں کی بھی کہیں کمی ہے۔ سیکڑوں فقیروں کو تو میں خود جانتا ہوں؟" نوکر نے کہا۔ "آپ کا کہنا درست ہے عالم پناہ۔ لیکن جو فقیر تھے وہ لینے سے انکار کرتے تھے۔ اور جو لینا چاہتے تھے وہ فقیر نہیں تھے۔ ایسی حالت میں میں کیا کرتا۔" یہ سُن کر بادشاہ کو بھی بھول کا احساس ہوا۔

ایک نوعمر لڑکا ایک گدھے کو کھینچتا ہوا پولیس اسٹیشن کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ ایک سپاہی نے کہا۔
"ارے میاں، تم اپنے بھائی کو کھینچ کر کیوں لے جا رہے ہو؟"
"مجھے ڈر ہے کہ یہ کہیں پولیس میں بھرتی نہ ہو جائے۔" لڑکے نے جواب دیا۔

جو واقعی فقیر ہوتے ہیں وہ دھن دولت سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ تو دولت کو دنیا کا جنجال سمجھتے ہیں۔

محمد علی محمد سعید: حسین سیٹھ کپاؤنڈ، آگرہ روڈ، مالیگاؤں (ناسک)

سورج مُکھی کا پھول

ایک پُرانی کہاوت ہے کہ کچھ پریاں سیر و تفریح کے لیے نکلیں، سیر کرتے کرتے ایک جگہ ایک پری نیند کی آغوش میں چلی گئی اس کی سہیلی پریوں کو خبر تک نہ ہوئیں جب پری کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو تنہا پایا اور وہ اُداس ہو گئی، رات گزر رہی صبح ہوئی، تو سورج کو دیکھ کر اسے بہت خوشی ہوئی کہ سورج اسے پربت کے اُس پار کرا دے گا وہ سورج کی طرف آس لگائے دیکھتی رہی یہاں تک کہ دوپہر ہوئی اور پھر شام ہوگئی سورج ڈھل گیا لیکن سورج نے پربت پار نہیں کرایا جہاں اس کا محل تھا۔ اب پری روزانہ سورج کی طرف منہ اُٹھائے آس لگائے دیکھتی رہتی

مگر بہت دن لرزنے کے بعد بھی سورج نے اسے اپنا ہاتھ نہیں لگایا تو اس نے خود پربت پار اُترنے کا ارادہ کیا مگر اس نے جیسے ہی ایک دن اپنے قدم اُٹھائے وہ لرز کر رہ گئی۔ کیوں کر اس کے پیر زمین میں گڑ چکے تھے۔ اور جسم ہرا ہو گیا تھا اور چہرہ سورج مکھی کا پھول بن گیا تھا، جب سے آج تک وہ پری سورج مکھی پھول بن کر سورج کی طرف اپنا منہ اُٹھائے کھڑی ہے۔

جاوید احمد عبدالمجید۔ اسلام پورہ
مالیگاؤں، ناسک۔

بسم اللہ کا واقعہ

مشہور بزرگ حضرت ابومسلم خولانیؒ کی ایک باندی تھی وہ آپ سے کسی وجہ سے بغض رکھتی تھی اور ہمیشہ آپ کو شربت میں زہر ملا کر دیتی رہی، لیکن آپ کے جسم میں زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

مدتوں بعد ایک دن عاجز ہوکر آن سے کہنے لگی "میرے آقا! میں آپ کو ایک مدت سے زہر ملا کر شربت پلا رہی ہوں لیکن آپ کو زہر اثر نہیں کرتا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ مجھے لگتا ہے آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اسی لیے . . ."

حضرت ابومسلم خولانیؒ نے کہا "میں کھاتے اور پیتے وقت "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھتا ہوں۔ اسی سبب زہر اثر نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ نے اس باندی کو آزاد کر دیا۔

محمد مامون اختر۔ سلکھوا بازار، سہرسہ (بہار)

استاد: (بشیر سے) "تمہارا سن پیدائش کیا ہے؟"
بشیر: "جی ۱۹۶۶ ق۔ ش"
اُستاد: "یہ ق۔ ش کیا ہے؟"
بشیر: "جناب قبل شبیر کیوں کہ میں اپنے چھوٹے بھائی شبیر سے پہلے پیدا ہوا تھا۔"

خوبصورت اتوار

مورخہ ۱۶ر فروری ۹۲ء کو ہماری بیوٹی فل سنڈے تھی۔ مورخہ ۱۶ر فروری صبح ۹ر بجے ہم شہر میں واقع گرنا ڈیم میں دیکھنے کے لیے گئے وہاں پر پہنچتے پہنچتے تقریباً ۱۰-½ بج چکے تھے اساتذہ ساتھ تھے۔ وہ ہمیں سب سے پہلے یہ بتانے لے کر گئے کہ پانی کا بہاؤ کتنا ہوتا ہے وہاں پر جا کر دیکھنے پر پتا چلا کہ کیسا سماں ہے۔ پانی سفید جھاگ کی شکل میں بہہ رہا ہے۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی لڑکی سفید فراک پہن کر گیت گا رہی ہے وہاں کی ہوا دل کو مسرور کر رہی تھی جاتے جاتے ہمارے اوپر اتنی تھکن ہو گئی تھی۔ کہ ہم سوچ رہے تھے کہ ہم کچھ نہ دیکھ سکیں گے۔ مگر وہاں کی ہوا سے تھکن جاتی رہی اور ہم سب دیکھنے کے لیے کشتی میں سوار ہوکر جب بیچوں بیچ پہنچے تو ایسا لگا کہ اوپر آسمان اور نیچے چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔

تقریباً ۱۲ بجے ہم لوگوں نے وہیں پر واقع ایک باغیچے میں بیٹھ کر کھانا وغیرہ کھایا

اور آرام کرنے لگے تقریباً ۵ بجے ہم وہاں سے واپسی کے لیے نکل پڑے یہ تھی میری تفریح جو کہ مجھے بے حد اچھی لگی تھی۔

انصاری رئیس احمد بلال۔ کمال پورہ،
مالیگاؤں، ناسک۔

راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا

حضرت ابو ہریرہ رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستہ سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک کانٹے دار شاخ راستہ میں پڑی ہوئی دیکھی، اس نے ہٹا دیا۔ اللہ نے اس کے عمل کی قدر کی اور اسے بخش دیا۔ (مسلم شریف)

تشریح:۔ یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کہ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا تاکہ راہ چلتے لوگ اس سے محفوظ رہیں وہ قابل قدر نیکی ہے جو انسان کو اللہ کی مغفرت کا مستحق بناتی ہے کیوں کہ یہ نیکی جو بظاہر چھوٹی معلوم ہوتی ہے اپنے اندر بندگانِ خدا سے سچی ہمدردی کا وافر جذبہ لیے ہوتی ہے اور یہ دونوں باتیں دین کی اصل روح ہیں لیکن جہاں یہ جذبات معلوم نہیں ہوتے وہاں اس کے برعکس صورت ہوتی ہے چناں چہ ہم راستوں پر ہر قسم کی تکلیف دہ چیزیں پڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں کوئی شیخص راستے میں کیلے کا چھلکا ڈال دیتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ کسی کا پانو اس پر سے پھسل کر زخمی ہوسکتا ہے کوئی شخص گندی اور تعفن پیدا کرنے والی چیزیں راستہ پر پھینک

"سسٹر کیا تم مجھے ایک گلاس پانی پلا سکتی ہو؟"
مریض نے جس کے گلے کا آپریشن ہوا تھا نرس سے پوچھا۔ "کیا تمھیں پیاس لگی ہوئی ہے؟"
نرس نے بے رُخی سے جواب دیا۔
"نہیں،" مریض نے جل کر جواب دیا۔
"میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری گردن لیک تو نہیں کر رہی۔"

دیتا ہے اور اس کا یہ احساس مُردہ ہوجاتا ہے کہ گزرنے والا نفرت کرے گا اور اس کے تعفن سے تکلیف پہنچے گی۔ کوئی شخص راستہ پر لوہے کی کیلیں پھینک دیتا ہے اور یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا کہ کسی کے پانو میں چبھ کر ٹٹنیس کا شکار ہوسکتا ہے اور اس سے اس کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے یہ چند مثالیں ہیں اس بات کی کہ انسان کتنا غیر ذمے دار اور کتنا بے پروا ہوگیا ہے۔

اس کے برخلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات انسان کو کیسا ذمے دار اور انسانیت کا کیسا بہی خواہ بناتی ہے!

حافظ مجیب الرحمٰن رحیم آبادی
تاجپوری۔ سمستی پور۔

کرکٹ میچ

ہمارے ایک عزیز جو ایک قصبے میں رہتے ہیں۔ کچھ دن پہلے ہمارے گھر تشریف لائے ان کے پاس فرصت کے کافی لمحات تھے۔ اس لیے انھوں نے اکیلے ہی تفریح کا پروگرام بنایا اور صبح ہی صبح گھر

سے عل نئے۔ شام کو واپس آئے تو ہم نے اُن سے پوچھا کہ سارے دن کہاں گھومے پھرے کس کس جگہ کی سیر کی؟ انھوں نے جو رُوداد سنائی اسے سُن کر ہم دل ہی دل میں خوب مسکرائے۔ لیکن ہنس نہیں سکے کیوں کہ وہ کافی بارُعب شخصیت کے مالک تھے انھوں نے ہمیں بتایا کہ بس میں جاتے ہوئے کچھ لڑکے بڑی گرم جوشی سے اُچھل اُچھل کر باتیں کر رہے تھے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا بات ہے کیا کہیں میلہ لگا ہے لڑکوں نے کہا وہ کرکٹ میچ دیکھنے جا رہے ہیں۔ یہ سُن کر میں بھی ان کے ساتھ بس سے اُتر گیا۔ سامنے کافی بھیڑ تھی۔ لوگ لائن میں کھڑے ہو کر ٹکٹ لے رہے تھے میں نے بھی ایک ۵۰ روپے کا ٹکٹ لیا اور دل میں سوچا نہ جانے کیسا تماشا ہوگا جسے دیکھنے کے لیے اتنے لوگ آئے ہیں اور اتنا مہنگا ٹکٹ لے رہے ہیں، میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد دو بڑے ڈاکٹر جو لمبے لمبے سفید کوٹ پہنے ہوئے تھے، نکل کر میدان میں آئے اس کے کچھ دیر بعد دو مریض جن کے پیروں اور ہاتھوں پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا بیچ میدان میں آ گئے۔ انھوں نے ہاتھ میں لکڑے پکڑ رکھے تھے۔ پھر بیچ میدان میں بھاگتا ہوا ایک ڈاکٹر آیا اور اس نے گیند مریض کے ماری لیکن میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ گیند مریض کے پلاسٹر پر لگی مگر مریض کے بجائے ڈاکٹرز زور سے چلایا، بچاؤ! پتا نہیں اس نے یہ کہا تھا یا کچھ اور مگر چلایا بہت زور سے تھا۔ کچھ دیر بعد دوسرا ڈاکٹر دوسری طرف سے گیند دوسرے مریض کے مارنے لگا لیکن یہ

ایک صاحب ایک محفل میں شیخی بگھار رہے تھے کہ گھر میں میرا حکم چلتا ہے۔ کھانے کے بعد بیگم سے کہتا ہوں کہ گرم پانی لے آؤ تو وہ فوراً لے آتی ہیں۔ ایک آدمی نے پوچھا کہ "گرم پانی کی کیا ضرورت پڑ جاتی ہے؟"

وہ صاحب بولے:

"تمھارے خیال میں، میں برتن ٹھنڈے پانی سے دھوؤں گا!"

مریض بہت تیز تھا اس نے اُلٹا گیند کو لکڑے سے مارا۔ اس کے پیچھے دوسرے ڈاکٹر بھاگے اور وہاں بیٹھے ہوئے سب لوگ واپس اندر چلے گئے میں نے ایک آدمی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ سب لوگ کھانا کھانے گئے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے اس کے بعد وہ دوسرے کرتب دکھائیں لیکن وہ تو بعد میں بھی یہی سب کچھ کرتے رہے کبھی مریض بھاگتا کبھی ڈاکٹر بھاگتا اور کبھی لمبے کوٹ والا بڑا ڈاکٹر سرکس کے جوکر کی طرح ہاتھ گھماتا۔

میں تو یہ سب دیکھ کر بہت پریشان ہوا اور وہاں سے نکلتے ہوئے یہی سوچتا رہا تھا کہ اے خدا! ایسے ڈاکٹروں سے مریض کو بچا۔

محمد عیسیٰ قمرالدین شیخ مہتا۔ بالا کپاؤنڈ اسلم نگر، بھیونڈی، ضلع تھانہ (مہاراشٹر)

"چچا سعدی شیرازی"

ہمارے ہندستان سے دور بہت دور ایک بڑا ملک ہے "ایران"، اس کا ایک مشہور شہر ہے "شیراز"، اس میں عرصہ دراز سے

ایک علمی خاندان بود و باش رکھتا تھا۔ اسی علمی خانوادے میں ۱۱۸۴ء کے لگ بھگ ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام "مشرف الدین" طے پایا پھر مصلح الدین کہلایا۔ اونچی پیشانی دولت و اقبال کی نشانی۔ لڑکے کی چوڑی پیشانی شاندار مستقبل کا پتا دے رہی تھی۔

ابتدائی تعلیم غالباً گھر پر ہوئی پھر شوقِ تعلیم نے اسے بغداد پہنچایا جہاں ان دنوں دنیا بھر کے عالم و فاضل جمع تھے۔ یہ لڑکا ان سے بڑے شوق و انہماک سے تعلیم حاصل کرتا رہا، علمی پیاس بجھانے کی۔ اس کے علاوہ کئی ایک ملکوں کا سفر کر کے اپنی دلی تمنا پوری کی۔ آگے چل کر اس لڑکے نے "شیخ سعدیؒ" کے نام سے عالمگیر شہرت حاصل کی۔ بچّے پیار و محبت سے آپ کو "چچا سعدی" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

آپؒ فارسی زبان کے استاد شعرا اور ادیبوں میں سے تھے، لوگوں کی نصیحت اور سبق آموزی کے لیے قصّے کہانیوں کی شکل میں بڑی دلچسپ اور مزیدار کتابیں یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ جن میں ایک کتاب کا نام "گلستان" ہے یہ کتاب فارسی ادب کی شاہکار تصنیف مانی جاتی ہے اور دنیا کی تقریباً تمام زندہ زبانوں میں اس کا ترجمہ موجود ہے جو مقبولِ خاص و عام ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا زبان و بیان کی شیرینی و رعنائی سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ حکایات سے عبرت بھی حاصل کرتا ہے۔ چچا سعدیؒ چھوٹی چھوٹی باتوں اور معمولی واقعات سے بڑے بڑے نتائج نکالنے والے ہیں ان کی حکمت

اُستاد (شاگرد سے) "شہد کی مکھی سے تم کیا سبق سیکھتے ہو۔

جواب: جو چھیڑے اسے ڈنک مارو

ماں: (بیٹی سے) "تم آئینے کے سامنے آنکھیں بند کیے کیوں کھڑی ہو؟"

بیٹی: "میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میں سوتے وقت کیسی لگتی ہوں؟"

و دانائی کی باتیں دنیا بھر میں مشہور و معروف ہیں جو ضرب الامثال (کہاوتوں) کے طور پر تقریر و تحریر میں ہمیشہ مستعمل ہوتے رہتے ہیں چند انمول موتی تم بھی اپنی گرہ میں باندھ لو کہ کسی وقت کام آئیں گے۔

اقوالِ سعدیؒ: ۔

(۱) سچائی خدا کی خوشنودی کا باعث ہوتی ہے۔

(۲) مہربانی کرو، اس لیے کہ دشمن بھی مہربانی کرنے سے اپنا ہو جاتا ہے۔

(۳) جس کا حساب کتاب پاک ہے اسے محاسبہ سے کیا ڈر۔

(۴) جو چیز دیکھنے میں حقیر ہے وہ قیمت میں اعلا ہے۔

(۵) آرام کی قدر وہ جانے جو کبھی مصیبت میں گرفتار ہوا ہو۔

(۶) بے پھل درخت پر کوئی پتھر نہیں مارتا۔

(۷) جہاں میٹھا پانی ہوتا ہے وہاں آدمی، چونٹیاں اور سب جانور جمع ہوتے ہیں۔

(۸) چور سے بادشاہی نہیں ہو سکے گی کہیں بھیڑیا بکریوں کا محافظ ہوا ہے۔

اس کے علاوہ بہت سے اشعار ہیں جو زبان زدِ خاص و عام ہیں۔

(۱) علم جتنا بھی حاصل کیا جائے اگر اس کے مطابق عمل نہ ہو تو سراسر نادانی ہے۔

(۲) دوست وہ ہے جو دوست کا ہاتھ مصیبت اور پریشانی کے وقت تھام لے۔

(۳) دریا میں اگرچہ بہت سے فائدے ہیں اگر سلامتی چاہو تو کنارہ پر ہی رہو۔

(۴) جس کی بنیاد بُرائی پر ہے اس پر نیک لوگوں کا اثر نہیں ہوگا جیسے گنبد پر اخروٹ ٹھہر نہیں سکتا۔

(۵) چمگادڑ کو اگر دن میں نظر نہ آئے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے۔

(۶) بُروں کے ساتھ نیکی کرنا گویا نیک لوگوں کے ساتھ بُرائی کرنا ہے۔

(۷) حضرت نوحؑ کا بیٹا بُری صحبت میں بیٹھا نبی کے خاندان سے دور ہوگیا اور اصحاب کہف کا کُتا اچھے لوگوں کی صحبت میں رہا تو آدمی ہوگیا۔

(۸) درویش آدھی روٹی خود کھاتا ہے اور آدھی دوسروں کو دے دیتا ہے مگر بادشاہ ایک مُلک پر قبضہ کرنے کے بعد دوسرے مُلک کی حرص میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

ابراھیم مدراسی - ملاّ اسٹریٹ
پرنام بٹ، تامل ناڈو

جنتی کون

بہت سال پہلے کی بات ہے بشہر بغداد میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اس میں ایک بوڑھی بیوہ عورت رہتی تھی۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ وہ اپنی ماں اور کنبے کا پیٹ کھیتی کرکے پالتے ۔ بڑا بھائی دن بھر کھیت میں کام کرتا اور باقی وقت خدا کی عبادت کرتا۔ چھوٹا بھائی ہر وقت ماں کی خدمت میں مصروف رہتا تھا۔ اکثر اس کی نماز قضا ہوجاتی اس کا بڑا بھائی روزانہ اسے ڈانٹا اور خدا کا خوف دلاکر کہتا۔

ارے! بدبخت تو ہمیشہ بڑھیا کی خدمت کرتا رہتا ہے اور نماز قضا کر دیتا ہے ماں کی خدمت فرض ہے لیکن نماز سے بڑھ کر نہیں۔

چھوٹے بھائی پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوتا وہ ہمیشہ کی طرح ماں کی خدمت میں لگا رہتا۔ ایک دن بڑے بھائی نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ اس سے کہہ رہا ہے "اے آدم زاد جا خدا نے تیرے بھائی کی وجہ سے تجھے بخش دیا اور جنت میں مقام دیا۔

بڑے بھائی نے پوچھا "اے پاک فرشتے مجھے میرے بھائی کی وجہ سے کیوں بخشا گیا۔ میں تو خود خدا کی عبادت کرتا ہوں اور وہ نہ تو عبادت کرتا ہے اور اکثر نماز بھی قضا کردیتا ہے۔

اس بات پر فرشتے نے کہا "اے بیوقوف

ایک کنجوس آدمی سے اس کے دوستوں نے مسجد کے لیے چندہ مانگا۔ اس نے دس ہزار روپے کا چیک پیش کیا۔ سب نے اس کی تعریف کی پھر کہا کہ اس پر دستخط بھی کردیں۔ کنجوس نے جواب دیا۔
"میں نیک کاموں میں اپنا نام پوشیدہ رکھتا ہوں۔"

انسان! خدا ہر چیز سے بے نیاز ہے اسے تیری عبادت کی ضرورت نہیں اس کی حمد و ثنا تو ہزاروں فرشتے دن رات کرتے رہتے ہیں تیری ماں کو تیری زیادہ ضرورت تھی لیکن تو نے اس کی عبادت سے منہ موڑ لیا۔ تیری ماں نے بچپن سے لے کر جوانی تک تیرے لیے کیا دُکھ نہیں جھیلے۔ اس کا احسان تو اس زندگی میں نہیں اتار سکتا ہے۔ تیری ماں کو تیری ضرورت ہے اور تو عبادت کا بہانہ بنا کر اس سے بچتا ہے۔

سن! تو فرض نماز ادا کر اور اگر ماں ں خدمت سے وقت بچے تو دوسری عبادت کر ماں کو تکلیف دے کر تیری ساری عبادت یکار ہے۔

اتنا کہہ کر فرشتہ غائب ہو گیا۔ بڑا ائی نیند سے بیدار ہو کر سیدھے ماں کے س پہنچا لیکن یہ دیکھ کر اس کے غم کی انتہا رہی کہ اس کی ماں، اس وقت اپنے مالک یقی سے جا ملی تھی۔

تو پیا میو! والدین کی خدمت میں ت نہ برتو۔ ایک ایک لمحہ موتی سمجھ کر چن لو سی میں تمھاری نجات ہے۔

سرور نواز نظامی۔ درگاہ بیلا
ویشالی۔ (بہار)

لڑائی کا انجام

دو لڑکیاں ایک سمندر کے کنارے ی تھیں کھیلتے کھیلتے ایک لڑکی کی نظر بصورت سیپ پر پڑی ایک لڑکی ری لڑکی سے کہا۔ دیکھو وہ سیپ ورت ہے۔ بس دونوں سیپ پر جھپٹ پڑیں ایک نے سیپ کو اٹھا لیا تو دوسری لڑکی نے کہا یہ میری ہے تو پہلی لڑکی نے کہا یہ میری ہے کیوں کہ میں نے اسے پہلے اٹھایا ہے۔ لڑکیوں میں جھگڑا چلتا رہا کہ ایک آدمی ادھر سے آیا اس نے کہا تم اس طرح کیوں لڑ رہی ہو بتاؤ؟ میں سیپی کو آدھا آدھا بانٹ دوں اور یہ کہ کر اس نے سیپ لے لیا جیوں ہی اس نے سیپ چھوڑا تو اس میں ایک قیمتی موتی نکلا آدمی نے اس موتی کو لے لیا اور سیپ کا ایک ایک ٹکڑا لڑکیوں کو بانٹ دیا جب وہ آدمی چلا گیا تو لڑکیوں نے افسوس کیا اگر ہم لڑائی نہ کرتے تو وہ موتی ہمیں مل جاتا سچ ہے لڑائی کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔

محمد احسن اخلاق صدیقی۔ اسلامیہ اسکول
ضلع غازی پور۔ یوپی۔

ایک صحافی نے ایک سابق فوجی کا انٹرویو لیتے ہوئے پوچھا "آپ کو یہ زخم کیسے آئے؟"
فوجی:- "جنگ عظیم دوم کے دوران برما کے محاذ پر میرے قریب ایک بم گرا تھا۔"
صحافی:- "تو کیا وہ بم پھٹ گیا؟"
"نہیں، اس نے گھر تک میرا پیچھا کیا اور کاٹ کر بھاگ گیا۔" فوجی نے جل کر جواب دیا۔

بہانے باز لڑکی

ایک لڑکی بہت ہی بہانے باز تھی وہ چوتھی کلاس میں پڑھتی تھی۔ وہ اکثر اسکول آنے سے کتراتی تھی اور اگر آتی تھی تو بہت

لیٹ سے آنے سے اس کے ماسٹر صاحب بہت ناراض ہوتے لیکن وہ اپنے بہانے سے ماسٹر صاحب کو مطمئن کر دیتی: اسی طرح ایک دن اس کے دیر سے آنے کے بارے میں پوچھا تو وہ بولی "ماسٹر صاحب" بات یہ ہے کہ میں آرہی تھی تو سڑک پر ایک بہت ہی کمزور اور اندھی عورت مل گئی اور اس نے مجھ سے سڑک پار کرا دینے کو کہا۔ میں نے اسے سڑک پار کرا دیا، اور اسی میں اتنی دیر ہوگئی"۔ ماسٹر صاحب بولے "واہ کتنی بہت اچھی لڑکی ہے"۔ اور وہ اسی طرح ہمیشہ بہانہ بناتی رہتی تھی یعنی یہ اس کا روز کا معمول بن گیا تھا۔

ایک دن کی بات ہے کہ ماسٹر صاحب بہت غصے میں تھے اتفاق سے وہ لڑکی اس دن بھی کلاس میں حاضر نہ تھی۔ انھوں نے کلاس مانیٹر سے کہا کہ "جاؤ اس لڑکی کو بلا لاؤ"۔ مانیٹر اس کے گھر کی طرف جانے والی سڑک پر چلنے لگی کچھ دور ہی گئی تھی کہ دیکھا وہ لڑکی اپنی کتاب کو زمین پر ایک طرف رکھے تھی اور خود کھیل میں مشغول تھی مانیٹر نے اس سے کہا کہ "چلو ماسٹر صاحب بلا رہے ہیں" تو بولی "میں نہیں جاؤں گی"۔ مانیٹر نے کہا کہ آج ماسٹر صاحب غصے میں ہیں چلو" تو لڑکی تو جانے کے لیے تیار ہوگئی لیکن بولی کہ "تو پہلے جا پھر میں آؤں گی۔ اور ماسٹر صاحب پوچھیں تو کہہ دینا کہ وہ گھر میں لکھ رہی تھی۔ اگر ماسٹر صاحب کو پتا چل گیا کہ میں کھیل رہی تھی تو تجھے میں بعد میں پتا چلاؤں گی"۔ مانیٹر چلی گئی پھر کچھ دیر بعد وہ لڑکی کلاس میں چلی گئی۔

ماسٹر صاحب نے پوچھا "بتاؤ تم کہاں تھیں؟" "ماسٹر صاحب پھر اُس دن والی بوڑھی عورت مل گئی تھی۔ اس نے مجھ کو کہا کہ مجھے میرے گھر پہنچا دو۔ تو مجھے دیر ہوگئی" مانیٹر نے جب یہ سُنا کہ یہ لڑکی اتنا بڑا جھوٹ بول رہی ہے تو اس سے رہا نہ گیا اس نے کہہ ہی دیا کہ نہیں یہ تو راستے میں کھیل رہی تھی ماسٹر صاحب جانتے تھے کہ یہ لڑکی جھوٹ بول رہی ہے تو انھوں نے اس لڑکی کو سزا دی اور کہا کہ آئندہ ایسی حرکت مت کرنا۔ لڑکی نے اس دن سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

کوثر عارفین سنجیدہ۔ کمہرولی دربھنگہ

ایک چور ایک گھر میں چوری کر رہا تھا کہ بچہ جاگ گیا۔
چور نے بچے سے کہا:
چُپ ہو جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔
بچے نے اکڑ کر جواب دیا: میرے اسکول کا بستہ لے جاؤ ورنہ ابّو کو جگا دوں گا۔

اتحاد میں طاقت ہے

ایک گاؤں میں ایک بوڑھا کسان رہتا تھا جس کے پانچ بیٹے تھے۔ جو آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ بوڑھا کسان ہر وقت لڑکوں کو لڑنے جھگڑنے سے روکتا مگر باپ کی نصیحت وہ سننا تک پسند نہ کرتے تھے۔

بوڑھے کسان کو بہت فکر ہوتی کہ پانچوں لڑکے اس طرح آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے تو گھر اُجڑ جائے گا۔ اس فکر میں بوڑھا بیمار پڑ گیا۔ بچنے کی امید نہ رہی تو اس نے ایک تدبیر سوچی اور لڑکوں کو بلوا کر کہا۔ تم سب ایک لکڑی لے آؤ۔

لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔ باپ نے ان پانچوں لکڑیوں کا گٹھا بنایا۔ اور ہر لڑکے نے اس لکڑیوں کے گٹھے کو توڑنے کی بہت کوشش کی مگر نہ توڑ سکے۔ پھر تو باپ نے اس لکڑی کے گٹھے کو الگ الگ کیا اور اپنے پانچوں لڑکوں کو ایک ایک لکڑی دی اور توڑنے کا حکم دیا۔ تو ہر ایک لڑکے نے اپنی اپنی لکڑی بآسانی توڑ دی۔

تب باپ نے کہا کہ دیکھو بچو! جب لکڑیاں مل کر ایک جگہ تھیں تو تم میں سے کوئی ایک بھی توڑ نہ سکا۔ اور جب لکڑیاں الگ الگ کر دی گئیں تو تم نے بآسانی ان لکڑیوں کو توڑ ڈالا۔ اس طرح جب تم سب آپس میں پیار محبت سے ایک ہو کر رہو گے تو تمھارا کوئی لبگاڑ نہ سکے گا۔ جب تم الگ ہو جاؤگے تو لوگ تم سب کو آسانی سے دبا دیں گے

اس واقعہ سے یہ اثر ہوا کہ وہ تمام بھائی آپس میں ایک ہو گئے۔

مرسلہ: محمد ابرار حسینی گلبرگوی

دوستی کا تعلق

ایک جنگل میں ایک شیرنی اور ایک گائے ۔۔تھی۔ دونوں کا ایک ایک بچہ تھا۔ دونوں میں ۔۔ دوستی ہو گئی۔ اسی جنگل میں ایک ندی پورب پچھم کی طرف بہہ رہی تھی۔ جس میں گائے پچھم ۔۔ف اور شیرنی پورب کی طرف پانی پیتی تھی ۔۔سے ایک دن گائے پورب کی طرف پانی ۔۔تھی اور شیرنی پچھم کی طرف۔ جب گائے ۔۔رہی تھی تو اس کا گاج شیرنی کو ملا اس ۔۔یٹھی لگی۔ شیرنی نے سوچا کہ اس کا گاج ۔۔ہے تو اس کا دل کتنا میٹھا ہوگا۔ جب ۔۔ر آتے تو شیرنی نے گائے

تمھارا گوشت کل کھاؤں گی۔ گائے بڑی اداس تھی تو اس کے بچے نے پوچھا ماں تم اتنی اداس کیوں ہو کل تمھاری موسی مجھے کھائے گی۔

بچہ :۔ ماں ہم کیسے جانیں گے کہ تم مرگئی ہو۔

ماں نے کہا کہ ایک کیلے کا پتہ لاؤ۔

بچہ دوڑ کر کیلے کا پتہ لایا۔

ماں :۔ میں اسی پر دودھ دوں گی جب دودھ لال ہو جائے گا تو سمجھ لینا کہ میں مرگئی۔

اب دونوں جنگل میں گئے۔

دونوں بچے کھیلنے لگے تو گائے کا بچہ دوڑ دوڑ کر دودھ دیکھنے جارہا تھا۔ تو شیرنی کے بچے نے کہا بھیا تم دوڑ دوڑ کر کیا دیکھنے جاتے ہو۔ گائے کے بچے نے بتایا کہ ماں نے کہا ہے کہ کل میری موسی میری ماں کو کھائے گی۔ تو شیرنی کے بچے نے کہا کہ بھیا چلو بیٹھ کر دیکھا جائے دونوں بچے بیٹھ کر دودھ کو دیکھنے لگے۔ اچانک دودھ لال ہو گیا۔ تو شیرنی کے بچے نے کہا کہ چلو بھیا یہاں سے چلا جائے کچھ دیر بعد شیرنی آئی۔ اس نے اپنے بچے سے کہا۔ کہ آؤ دودھ پی لو۔ شیرنی کے بچے نے کہا کہ بھیا کی ماں کہاں ہے؟ آؤ تم دودھ پی لو اس کی ماں کہیں ہوگی۔

شیرنی کے بچے نے کہا جب تک میرے بھیا کی ماں نہیں آئے گی تب تک میں دودھ نہیں پیوں گا۔

شیرنی نے کہا کہ میں تو اسے کھا گئی ہوں تو شیرنی کے بچے نے کہا کہ ماں اس کنویں سے گھاس اکھاڑ کر لاؤ تب میں دودھ پیوں گا۔ تب شیرنی نے اپنے بچے کی بات مان لی اور گھاس اکھاڑنے لگی تو بچے نے اپنی ماں کو کنویں میں گرا دیا۔ اور کہا کہ بھیا چلو اب چلا جائے۔

چلے جاتے ہو میرے اوپر کوئی مصیبت پڑے گی تو میں کیا کروں گا؟

تو شیر نے کہا کہ میں ایک گھنٹی ٹانگ دیتا ہوں کوئی مصیبت دکھ پڑے گی تو گھنٹی بجا دینا میں آجاؤں گا۔ گائے کے بچے نے کہا ٹھیک ہے بھیا!

ایک دن ایک ریچھ آگیا۔ گائے کے بچے نے گھنٹی بجادی۔ شیر کو ایک اچھا شکار ملا تھا۔ وہ اس شکار کو چھوڑ کر چلا آیا۔ اور ریچھ پر حملہ کردیا۔ دونوں بچوں میں محبت اور بھروسا پیدا ہوگیا۔

محمد حسن اخلاق مدرسہ احیاء العلوم گنگوہی
غازی پور ۔ یوپی

حضرت محمدؐ

عرب کے شہر مکّہ میں اب سے کوئی ساڑھے چودہ سو سال پہلے حضرت محمدؐ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی پیدائش سے کچھ مہینے پہلے آپ کے والد عبداللہ کا انتقال ہوگیا تھا، اس لیے آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی۔ جب آپ چھے سال کے تھے، تو آپ کی والدہ بی بی آمنہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ آٹھواں سال تھا کہ دادا بھی وفات پا گئے۔ پھر آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی سرپرستی کی۔ ذرا بڑے ہوکر آپ نے تجارت کی طرف توجہ کی اور بڑی محنت، دیانت اور سچائی سے کاروباری معاملات کیے۔ آپ اس قدر ایمان دار تھے۔ کہ لوگ اپنا روپیا اور سامان آپ کے پاس بے کھٹکے امانت رکھ جاتے تھے۔ اور جب چاہتے واپس لے لیتے۔

ایک بچہ دادا نے انکل سے "انکل! انکل کل میں بازار سے صابن کی ایک ٹکیہ لایا۔ اس سے اپنی شرٹ دھوئی تو وہ سکڑ کر چھوٹی ہوگئی۔ بتایئے اب میں کیا کروں؟"
"ایسا کرو (انکل کچھ سوچتے ہوئے بولے) تم بھی اسی صابن سے نہالو۔"

آپ کبھی نہ جھوٹ بولتے، نہ کسی کو دھوکا دیتے، نہ لین دین میں ٹال مٹول کرتے اور نہ کسی بات پر جھگڑتے تھے جو وعدہ کر لیتے، اس کو پورا کرتے چاہے اس میں تکلیف اٹھانی پڑے، یا اپنا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے لوگ آپ کو "امین"، یعنی امانت دار اور صادق کہتے یعنی "سچا"، کہہ کر پکارنے لگے تھے۔

آپؐ کاروبار سے فرصت پاکر اکثر مکّہ کے پاس پہاڑیوں میں چلے جاتے تھے۔ اور وہاں اکیلے چپ چاپ عبادت کرتے اور غوروفکر فرماتے چالیس سال کی عمر میں آپ نے انسانوں کو خدا کا پیغام سُنایا اور انھیں بُرائی کو چھوڑنے اور اچھی باتوں کو ماننے کی دعوت دی۔ جس کتاب میں یہ مکمل پیغام ہے۔ اسے قرآن کہتے ہیں۔

عربوں میں اس وقت بہت سی بُرائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ اپنی بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے۔ اکثر عربوں کی زندگیاں قتل وغارت اور لوٹ مار میں گزرتی تھیں، شراب نوشی، سود خوری، بد دیانتی جیسی بہت سی بُرائیاں ان میں عام تھیں، ان کے جھگڑے برسوں چلتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر تلواریں نکل آتیں

اور خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف نہیں رہ گیا تھا۔ طرح طرح کی غلط رسمیں عام تھیں۔ آپؐ نے لوگوں کو ان برائیوں سے روکا۔ آپؐ نے یہ تعلیم دی کہ خدا ایک ہے، وہی عبادت کے لائق ہے اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ اس آواز کا اٹھنا تھا کہ مخالفتوں کا طوفان کھڑا ہو گیا۔ مکّہ کے سرداروں کو اپنی سرداری خطرے میں نظر آنے لگی۔ انھوں نے حضرت محمدؐ کا مذاق اُڑایا۔ پھر انھیں طرح طرح کے لالچ دیے۔ آپؐ نے فرمایا:-

"اگر لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج رکھ دیں اور بائیں ہاتھ میں چاند تب بھی اللہ کے کام سے ہاتھ نہ اُٹھاؤں گا۔ یا تو اس کام کو انجام دوں گا یا اپنی جان قربان کر دوں گا۔"

پھر مکّہ والوں نے آپؐ کو طرح طرح کی دھمکیاں دیں اور تکلیفیں پہنچائیں کہ یہ آواز دب جائے۔ اُن کا ظلم بڑھتا ہی رہا۔ وہ راستہ چلتے ہوئے آپؐ پر گندگی پھینک دیتے۔ دروازے کے سامنے کانٹے بچھا دیتے۔ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو طرح طرح سے ستایا جاتا۔ آپؐ نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے ساری تکلیفوں کو تیرہ برس تک صبر کے ساتھ جھیلا اور حق کے راستے سے بالکل نہ ہٹے۔ یہاں تک کہ ۶۲۲ء میں آپ مکّہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ اسے ہجرت کہا جاتا ہے۔ محمدؐ جس دن مدینہ پہنچے اس دن کو سنہ ہجری کی پہلی تاریخ مانا جاتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ترپّن سال تھی۔

مدینہ میں کچھ لوگ پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے۔ انھوں نے آپؐ کا اور آپؐ کے ساتھیوں کا دل سے استقبال کیا۔ اور ہر طرح مہمان داری کی۔ انھوں نے کہا:

"یہ آنے والے ہمارے بھائی ہیں، اس لیے ہمارے مال و دولت میں برابر کے شریک ہیں۔"

مدینہ آکر آپ نے سب سے پہلے ایک مسجد تعمیر کی۔ سب نے مِل کر اس کام میں دل و جان سے حصہ لیا۔ حضرت محمدؐ بھی سب کے ساتھ گارا، مٹی اور پتھر اُٹھا کر لاتے تھے۔ اس طرح ایک چھوٹی سی مسجد بنی۔ اس کے ایک طرف چھوٹے چھوٹے کمروں میں حضرت محمدؐ اور ان کے گھر والے رہتے تھے۔ ان کے لیے نہ کوئی محل تھا، نہ ہی دربار، وہی مسجد سب کچھ تھی۔

آپ بچّوں سے بہت پیار کرتے تھے، اُن کے سر پر ہاتھ پھیرتے، ان کے لیے دعا فرماتے۔ ایک بار آپ نے فرمایا:-

"بچّے تو خدا کے باغ کے پھول ہیں۔"

آپؐ بچّوں سے ہنسی مذاق بھی کرتے اور ان کے ساتھ کھیل میں بھی شریک ہو جاتے۔

ترسٹھ سال کی عمر میں حضرت محمدؐ کا وصال ہوا، اور مسجد نبوی کے اُسی حجرے میں سپردِ خاک کیے گئے جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تھی۔

محمد ابن صابر بن سلیمان،
پہاڑی بھوجلہ، جامع مسجد دہلی۔

رحم کا بدلہ

بخارا کا حاکم سخت ظالم تھا۔ ایک دن وہ اپنی سواری پر چلا جا رہا تھا کہ راستہ

میں اس کی نظر ایک کتے پر پڑی جسے خارش تھی اور سردی نے بہت ستا رکھا تھا۔ اس ظالم کی نگاہ پڑتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے ایک خادم سے کہا "اس کتے کو میرے گھر لے جاؤ میرے لوٹنے تک اس کا خیال رکھنا۔" وہ واپس آیا تو اس کتے کو منگوایا اور گھر کے ایک کونے میں بندھوا دیا۔ اس کے سامنے ٹکڑا ڈالا اور پانی رکھوایا اور اس کے بدن پر تیل ملوا کر ایک کپڑے کی جھول اس کے اوپر ڈلوائی۔ اس کے قریب آگ رکھوائی تاکہ اس کی گرمی سے سردی کا اثر زائل ہوجائے اس قصہ کو دو ہی دن گزرے تھے کہ اس ظالم حاکم کا انتقال ہوگیا۔ ایک بزرگ نے جو اس کے مظالم سے خوب واقف تھے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ کیا گزری اس پر؟ اس نے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا "اس خارشی کتے کے طفیل تیری بخشش کردی" دیکھا آپ نے اس حاکم کے رحم کا کیا صلہ ملا؟

عبدالباری۔ تنگسن گنڈی روڈ۔
جامعہ آباد بھٹکل۔

اسلام

(۱) ا۔ ایثار (۲) س۔ سچائی (۳) ل۔ للہیت
(۴) ا۔ امانت (۵) م۔ محبت۔

(۱) ایثار: ــ یعنی آدمی خود ضرورت مند ہوتے ہوئے اپنی چیز دوسروں پر صرف کرے اور دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھے۔ خود بھوکا رہے اور دوسروں

ایک بچہ گلی میں کھیل رہا تھا۔ سامنے والے گھر سے ایک کتا آیا بچے کے پاؤں چاٹنے لگا۔ بچہ روتا ہوا گھر آیا۔ ماں نے پوچھا "رو کیوں رہے ہو۔ کہیں سامنے والوں کے کتے نے تو نہیں کاٹ لیا" بچہ بولا "نہیں ابھی تو صرف چکھ کر گیا ہے کاٹنے کو تو کل آئے گا۔"

کو کھلائے، خود تکلیف اٹھائے اور دوسروں کو آرام پہنچائے۔

(۲) سچائی: ـ قرآن کے مطابق سچائی کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ زبان سے غلط اور خلاف واقعہ بات نہ کہی جائے اور سچ بولا جائے بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) دل کی سچائی: ـ دل کی سچائی کا مطلب یہ ہے کہ دل میں کسی قسم کا نفاق اور دغا فریب نہ ہو۔

(ب) عمل کی سچائی: ـ عمل کی سچائی یہ ہے کہ جو عقیدہ اور قول ہو وہی عمل بھی ہو اور ظاہر و باطن میں پوری یکسانیت ہو۔ جن بندوں میں یہ صفات ہوں قرآن کے مطابق وہ سچے ہیں۔

(۳) للہیت: ـ یعنی انسان کا ہر قول و عمل صرف اللہ کی رضا کو مدنظر رکھ کر ہو۔

(۴) امانت: ـ یعنی اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق و فرائض کو دیانت داری کے ساتھ ادا کرنا اور ہر قابل لحاظ بات کا لحاظ رکھنا اس میں شامل ہے۔

(۵) محبت: ـ بندہ مومن انس و محبت کا مرکز

ہونا چاہیے۔ سچی ایمان لانے والوں میں باہم ایسی محبت، ہمدردی اور ایسا دلی تعلق ہونا چاہیے کہ دیکھنے والی ہر آنکھ ان کو اس حال میں دیکھے کہ اگر ان میں کوئی ایک کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو سب اس کو اپنی مصیبت سمجھیں اور سب اس کی فکر اور بے چینی میں شریک ہوں۔

صبا پروین :- قاضی سرائے اوّل، نگینہ بجنور

ایمان دار لڑکا

ایک گاؤں میں ایک لڑکا بہت ایماندار تھا۔ اس کا نام حامد تھا۔ حامد اپنے مالک کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ جنگل میں درخت کے سایے میں آرام کرتا تھا۔ شام ہوتے ہی بکریاں گھر واپس لے آتا۔

ایک دن وہ بکریاں میدان میں چھوڑکر درخت کے نیچے آرام کر رہا تھا۔ کہ ایک شکاری نے حامد کے قریب آکر پوچھا "یہاں سے قریب کوئی گاؤں ہے؟" وہ بولا "تین میل پر ہے۔ مگر راستہ بہت خراب ہے۔" "پیارے منّے! میں بھوک پیاس اور تھکن سے بہت بے حال ہوں۔ میرے سب ساتھی مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔ اور میں راستہ بھول گیا ہوں تم اپنی بکریاں چھوڑ دو اور مجھے راستہ دکھا دو؟ میں تمھیں مٹھائی کے لیے بہت سارے پیسے دوں گا۔"

حامد نے جواب دیا "نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں آپ کو راستہ دکھلاؤں گا تو یہ بکریاں ادھر اُدھر بھٹک جائیں گی۔ بھیڑیا کھا جائے گا۔" شکاری نے جواب

ایک انگریز ڈاکٹر نے عربی کے دو لفظ انشاءاللہ اور ماشاءاللہ یاد کیے لیکن اسے ابھی ان کا درست استعمال نہیں آتا تھا۔ سعودی ہسپتال میں ایک مریض کا ٹمپریچر دیکھ کر کہا "ماشاءاللہ آپ کو تو بہت تیز بخار ہے۔" مریض گھبرا کر بولا "کیا اب میں مر جاؤں گا" ڈاکٹر "انشاءاللہ ضرور۔"

دیا "اس میں تمھارا کیا نقصان یہ بکریاں تمھاری تو نہیں۔ اور اگر ان میں سے دو ایک غائب ہو بھی جائیں تو تمھارے مالک کا کوئی خاص نقصان نہیں ہوگا۔ اور میں تمھیں اس کام کے لیے اتنے پیسے دوں گا کہ تم سال بھر بکریاں چرا کر بھی اتنا جمع نہیں کرسکتے۔ حامد نے جواب میں کہا "میرا مالک مجھے میرے وقت کی مزدوری دیتا ہے۔ اور بکریاں کھو جائیں تو یہ چوری کرنا ہوا۔"

شکاری نے کہا "تم جاکر میرے لیے کھانا لاسکتے ہو۔ میں بکریوں کی دیکھ بھال کروں گا۔" حامد نے انکار کر دیا شکاری نے غصّہ سے کہا "کیا تم کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے، کیا میں خراب انسان ہوں؟"

حامد نے کہا "غصّہ مت کیجیے! بھلا میں آپ پر کیسے بھروسا کروں۔ آپ میرے مالک کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔ اس سے جو میں نے وعدہ کیا ہے۔ اس سے تڑوانا چاہتے ہیں۔ یہ سب مجھ سے نہیں ہوگا۔"

شکاری اس چھوٹے بچّے کی زبان سے پیاری پیاری باتیں سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا "پیارے بچّے میں دیکھتا ہوں

کہ تم ایک ایمان دار اور سچے لڑکے ہو، میں تمھیں نہیں بھول سکتا، تم مجھے بتا دو میں خود ڈھونڈ لوں گا۔" اتنے میں اس کے دوسرے ساتھی آ گئے۔ وہ شکاری سردار تھا۔ سردار کو ایسا ایمان دار اور سچا لڑکا کہیں نہیں نظر آیا شہر میں جاکر سردار نے حامد کو بلا یا اس کو پڑھایا لکھایا پیارے بچو! تم نے دیکھا کہ ایمانداری اور سچ بولنے میں کتنی برکت ہے۔

عمر الاسرار۔ منگلوارہ کارنجہ ضلع اکولہ۔

تین سوال

ایک کافر نے ایک مرتبہ ایک بزرگ سے کہا کہ "آپ اگر میرے تین سوالوں کے جواب دے دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔" بزرگ نے کہا: "وہ تین سوال بیان کرو۔" کافر نے کہا: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا تو نظر نہیں آتا پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ خدا ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ "شیطان آگ کا بنا ہوا ہے کیا اس پر جہنم کی آگ اثر کرے گی؟" میرا آخری سوال یہ ہے کہ "جب تمام امور خدا کی مرضی سے طے پاتے ہیں تو پھر لوگ الگ مقدمے کیوں دائر کرتے ہیں؟"

ان بزرگ نے اُن سوالوں کے جواب میں کافر کو ایک مٹی کا ڈھیلا مارا کافر نے غصے میں بزرگ پر مقدمہ دائر کر دیا

دوسرے دن دونوں عدالت میں پیش ہوئے قاضی نے بزرگ سے کہا "آپ نے کافر کو ڈھیلا کیوں مارا؟" بزرگ نے کہا "ان تینوں سوالوں کا جواب ہے۔"

قاضی نے حیران ہو کر پوچھا کہ "وہ

امتحانات کا زمانہ تھا ہوسٹل میں ایک لڑکے نے دوسرے سے پوچھا "کل تم نے مجھ سے جو قمیص لی تھی، وہ کہاں ہے؟"

لڑکے نے کہا... "وہ دُھلنے کے لیے لانڈری میں دے دی۔"

"اوہ یہ تم نے کیا کیا" لڑکے نے سر پیٹ لیا۔
"پوری تاریخ ہندستان تو اس کی آستینوں میں تھی۔"

کیسے؟" بزرگ نے جواب دیا کہ "اس کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب میں نے اسے ڈھیلا مارا تو اسے درد ہوا اور درد محسوس ہوتا نظر نہیں آیا۔ اسی طرح ہم خدا کو محسوس کر سکتے ہیں لیکن وہ نظر نہیں آتا۔ اس کے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جس طرح یہ مٹی کا بنا ہوا ہے اور اس پر مٹی کے ڈھیلے نے اثر کیا اسی طرح جہنم کی آگ شیطان پر اثر کرے گی۔ اس کے آخری سوال کا جواب یہ ہے کہ جب یہ کام خدا کی مرضی سے ہوا تو اس نے مقدمہ کیوں دائر کیا۔ کافر بے اختیار بول پڑا بے شک خدا کا دین سچا ہے۔ اور وہ پاک ذات ہر ہر جگہ موجود ہے۔" یہ کہہ کر کافر انہی بزرگ کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گیا۔

مرسلہ: مریم جمیلہ عراقی۔ لنک روڈ ساکی ناکہ بمبئی

ماں کے نام

میری ماں مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔ کیونکہ جب میں نے آنکھ کھولی تو
ا. نہ آر کو مار، کی آغوش ۔ ۔ ۔ ا ا

جب میں نے بولنا سیکھا تو سب سے پہلے ماں کہا۔ جب مجھے شعور آیا تو میں نے اپنے کانوں میں ماں کی لوریوں کی آواز سُنی جب علم سیکھنا شروع کیا تو ماں کے طور طریقے سیکھے۔

ماں، خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے بڑی دولت ہے۔ اس دولت سے جتنا بھی پیار کیا جائے کم ہے۔ شاید اسی لیے خدا رب العزت نے ماں کا بلند مقام رکھا۔

محمد ادریس انصاری۔ مومن پورہ
بالاپور۔ مہاراشٹر۔

امریکہ کی خطرناک بمباری

امریکہ نے دوسری جنگ عظیم کے دوران جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم (Atom Bomb) گرایا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی شہروں پر بم گرائے گئے۔ ان حملوں میں جاپان کا کافی نقصان ہوا تھا۔ یہ ایٹم بم (Atom Bomb) یورینیم سے تیار کیا جاتا ہے۔ اسے امریکہ میں پروفیسر البرٹ آئنسٹائن نے تیار کیا تھا۔

۴ اگست ۱۹۴۵ میں امریکہ نے ہیروشیما پر صبح آٹھ بج کر پندرہ منٹ پر بم گرایا۔ یہ (Atom Bomb) تھا۔ اس بم کو ۲۹ بی جہاز نے گرایا تھا۔ بم گرتے ہی سیکڑوں جگہ آگ لگ گئی تھی۔ ۲۴ ہزار فٹ دور تک کھڑے لوگ جھلس گئے۔ شہر کا ۴.۴ مربع میل کا علاقہ پورے طور سے جل کر رہ گیا۔ ۶۰ ہزار مکان جل گئے۔ ۷۸،۱۵۰ آدمی ہلاک ہوئے۔ ۱۳۹۸۳

"بارش میں بھیگتا ہوا ڈاکیا ایک آدمی کے گھر گیا اور آواز لگائی خط لے لو۔ آدمی اندر سے نکلا اور بولا بھئی اتنی بارش میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ خط ڈاک سے بھیج دیا ہوتا۔"

آدمی لاپتا ہوگئے اور اتنے ہی تعداد میں زخمی ہوئے۔ اس Atom Bomb میں ۲۰ ہزار ٹن سے زیادہ بارودی طاقت تھا۔ یہ ۲ ارب ڈالر کے خرچ پر بنایا گیا تھا۔ ۹ اگست کو ناگاساکی پر دوسرا ایٹم بم گرایا گیا تھا۔ اس حملے میں ۴۰ ہزار لوگ مارے گئے ۱.۸ مربع میل کا علاقہ تباہ ہوگیا۔ ۵ ہزار فٹ دائرے کے اندر کے لوگ جھلس گئے ان سب حملوں میں آگ لگانے والے بم استعمال کیے تھے۔

ان حملوں میں پہلا حملہ ٹوکیو پر ہوا یہاں پر ۱۶۶۷ ٹن بم گرائے گئے۔ ۹ جون کو وہاں کے ریڈیو نے بتایا کہ ٹوکیو میں سات لاکھ ۴۰ ہزار مکانات تباہ ہوئے۔ ایک لاکھ ۸۵ ہزار انسان جل کر مر گئے۔ ۱۵ کلومیٹر تک کا علاقہ جل کر تباہ ہوگیا۔ ۳۱ لاکھ انسان بے گھر ہوگئے۔ نگویا شہر میں ۳ لاکھ ۸۰ ہزار آدمی بے گھر ہوتے۔ ایک لاکھ ۴۳ ہزار مکانات تباہ ہوتے۔ اوساکا میں ۳۰ ہزار آدمی بے گھر ہوئے۔ اور ایک لاکھ ۳۰ ہزار مکانات تباہ ہوئے۔ ۶۶ شہروں پر ایک لاکھ ٹن سے زیادہ بم ۱۵ ہزار سے زیادہ

اڑانوں میں گرائے گئے۔ اور ان ۶۶ شہروں میں ۱۶۹ مربع میل کا علاقہ تباہ ہوگیا۔

۱۹۴۵ء کے شروع میں جاپان پر بمباری تیز کر دی گئی تھی۔ اور اگست کے شروع میں ایک رات میں ۸۰۱ سُپر جہازوں نے بمباری کی اور آگ لگانے والے بم گرائے جاپان کے اندازہ کے مطابق ۲ لاکھ ۶۰ ہزار لوگ ہلاک ہوئے ۴ لاکھ ۱۰ ہزار مکانات برباد ہوئے۔ مرنے والوں میں زیادہ تعداد جل کر مرنے والوں کی تھی۔ بالآخر شاہ جاپان نے ۱۴ اگست کو غیر مشروط ہتھیار ڈالنے کے بارے میں امریکا کا پوسٹیو تھیم اعلان منظور کر لیا اور جاپانی نمایندوں نے ٹوکیو کی کھاڑی میں کھڑے مسوری جہاز پر ۲ ستمبر کو ہتھیار ڈالنے کی دستاویز پر دستخط کر دیے۔

محمد سلیم احمد۔ نالہ رو ڈڈ راور کیلا۔
سندر گڑھ۔ (اڈیسہ)

کیا ان کو جینے کا حق نہیں

کچھ دنوں کی بات ہے صبح کا خوشگوار موسم تھا چڑیوں کی میٹھی چہچہاہٹ اور نکلتا ہوا سورج صبح کے موسم میں چار چاند لگا رہا تھا۔ میں اس وقت ٹہلتا ہوا کالندی کنج (بہت خوبصورت پارک دہلی میں) کی جانب جا رہا تھا۔ میرے سامنے ایک صاحب جو کافی امیر معلوم ہوتے تھے، تھوڑی ہی فاصلہ پر تھے۔ وہ بھی شاید صبح کے موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور کچھ گنگناتے ہوئے جا رہے

ایک بچّے نے سانپ کبھی نہیں دیکھا تھا ایک دن جب وہ اپنے ابّو کے ساتھ چڑیا گھر گیا تو ایک پنجرے میں سانپ کو رینگتا ہوا دیکھ کر بولا ابّو یہ کیسی دم ہے جو بغیر کتّے کے ہی چل رہی ہے۔

تھے اور میں جدھر جا رہا تھا اسی طرف سے میری جانب ایک بوڑھا آدمی جس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور بہت ہی کمزور لگ رہا تھا بال بکھرے ہوئے اور آنکھیں کمزوری کی وجہ سے اتنی خوفناک لگ رہی تھیں کہ اگر کوئی چھوٹا بچّہ دیکھ لے تو بُری طرح ڈر جائے اور لگتا تھا کہ کئی دن سے کھانا بھی اس نے نہیں کھایا اور کہتا ہوا آ رہا تھا کہ "اللہ کے نام پہ ایک روپیا دے دو تاکہ میں اپنی زندگی پوری کر پاؤں خدا تمھیں ایک روپے کے بدلے ہزاروں دے۔ اللہ کے نام پہ ایک روپیا دے دو" اور کہتا ہوا وہ چلا جا رہا تھا کچھ ہی فاصلے پہ تھا کہ اچانک ایک زوردار تھپّڑ کی آواز آئی اور کسی کے کہنے کی آواز آئی کہ پتا نہیں کدھر سے صبح ہی صبح آ جاتے ہیں موڈ خراب کرنے۔ میں نے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ بڈھا اس امیر آدمی کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے اپنی بات دہرا رہا تھا اور یہ حرکت ان ہی صاحب نے کی تھی، اور اس بوڑھے کو انھوں نے تھپّڑ مارا تھا مگر وہ بے چارا خدا کا مارا پھر اپنی وہی رٹ لیے کہ، خدا کے نام پہ ایک روپیا

دے دو مالک"۔ پھر چل دیا تھا۔ مگر اس کی زبان سے نکلے اس جملے نے مجھ پر سوالوں کے بوچھار کر دی تھی۔ کہنے کی کوئی بات نہیں آپ اور ہم اب تو یہ روز بروز دیکھتے ہی رہتے ہیں مگر اس دن مجھے پتا نہیں کیا ہوا تھا کہ میرے دماغ کو اس کے جملے نے بُری طرح سے گھیر لیا تھا۔

میں جب اُٹھا تو میں اپنے گھر میں بستر پر تھا۔ میرے چاروں طرف میرے گھر والے تھے میں حیران و پریشان کہ آخر اتنی بھیڑ کیوں؟ جب میں نے معلوم کیا کہ میں یہاں کیسے آیا تو معلوم ہوا کہ ایک بوڑھا آدمی جو دیکھنے میں ایک بھکاری لگ رہا تھا وہی میرا گھر معلوم کرتے کرتے یہاں پہنچا گیا جب میرے دماغ میں اس بوڑھے بھکاری کی تصویر سامنے آئی تو پھر وہی مختلف طرح کے سوالات اُٹھنے لگے میں سوچ رہا تھا کہ کیا اس دنیا میں ایک غریب انسان کو جینے کا حق نہیں؟ کیا یہ دنیا صرف امیروں کے لیے ہی بنی ہے؟ آج آپ دیکھیں اس ملک میں ۶۰٪ لوگ غریب انسان ہیں اور ۴۰٪ لوگ امیر، کیا ان ۴۰٪ لوگوں کو ہی اس دنیا میں جینے کا حق حاصل ہے؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو یہ ۶۰٪ لوگ کہاں جائیں گے کیا ان کو اپنے جینے کے لیے کوئی اور دُنیا ڈھونڈنی ہوگی؟ آخر کیوں اور کب تک اسی طرح دنیا کا دستور چلے گا؟ لیکن اس کا جواب صرف ایک ہی ہے اور یہ کہ جب سب برابر ہوں گے کوئی امیر اور کوئی غریب نہ ہوگا لیکن آج کے دور میں غریب اور امیر کو کچھ اس طرح ایک شاعر نے اپنے شعر میں کہا ہے کہ:

> ماں نے بیٹے کو اخبار سناتے ہوئے کہا۔
> "بھینس نے اسکول ماسٹر پر حملہ کر دیا" بیٹا
> جو شریر تھا بولا "مگر امی جان بھینس کو پتا
> کیسے چلا کہ یہ اسکول ماسٹر ہیں؟"

میسر گوشت کی یخنی ہے کتوں کو امیروں کے
دوا کے واسطے مزدور کا بچہ سسکتا ہے

آج اس دنیاءِ عظیم میں جتنے بھی مسئلے اُٹھتے ہیں اس کے پیچھے صرف ایک وجہ رہی ہے اور وہ ہے تعلیم کی کمی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ایک انسان میں امیر اور غریب کا فرق آجاتا ہے انسان وہی ہے اس کے اندر بھی جان ہے اور اس کے اندر بھی، لیکن ایک انسان صرف قلم کے زور پہ کام کرتا ہے اور دوسرا انسان بدن کے زور پہ، اور تعلیم نے کہا بھی ہے:

زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دوں گا
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام ان کا مٹا دوں گا

اور آج اس نے یہ کر بھی دکھایا ہے اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ اچھی زندگی گزاریں ایک عزت دار زندگی، ایک آرام دہ زندگی گزاریں تو ہمیں چاہیے کہ ہم تعلیم زیادہ سے زیادہ حاصل کریں تبھی ہمارے ملک میں ہر انسان خوش نظر آئے گا اور کوئی امیر و غریب نہ ہوگا سب برابر ہوں گے اور یہ ملک ایک خوشگوار ملک کہلائے گا۔ اور ہم علامہ اقبال کے اس شعر کو آئینہ بنا کے دکھا دیں گے کہ

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

محمد آصف اقبال۔ ابوالفضل انکلیو
اوکھلا، جامعہ نگر۔ نئی دلی۔ ۲۵

معمّا نمبر ۷۷ کا شاندار نتیجہ

صحیح حل۔ ① گڑھے ② تھیلی ③ چنگاری ④ دلچسپ ⑤ ہاکی ⑥ چودہ ⑦ لٹیروں ⑧ معمّا

صحیح حل پر پہلا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب فی کس ۱۲/= روپے تقسیم کیے گئے

① کنیز فاطمہ زہرا مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج اورنگ آباد ② شہلا فیاض۔ کلکتہ ۴۶ ③ شاہدہ نورنگر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ ④ نازش ابوسفیان پٹیل محلہ بھیونڈی ⑤ محمد فہیم مدرسہ دارالعلوم امدادیہ بمبئی ⑥ اختر خان۔ شہادہ، دھولیہ ⑦ سفیان بڑدی۔ بھیونڈی، تھانہ ⑧ محمد سیف الدین۔ بخشی گنج حیدر آباد۔

دو غلطی پر دوسرا انعام پانے والے آٹھ خوش نصیب فی کس ۶/= روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

① غزالہ فاطمہ زہرا مدرسہ اسلامیہ رفیع گنج اورنگ آباد ② محمد سعد عالم جوہر باغ علی گڑھ ③ رضوان خان ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ ④ ارشاد خاں بڑودر امراؤتی ⑤ محمد آصف شکیل۔ بھیونڈی، تھانہ ⑥ جمیل احمد۔ پیلی پوڑی ⑦ محمد یوسف محمد یونس مالیگاؤں ناسک ⑧ پروین کوثر۔ ناصری گنج پٹنہ ۱۸

معمّا نمبر ۷۶ کا شاندار نتیجہ

صحیح حل۔ ① باسیوں ② ہت ③ شہر ④ کامل ⑤ عمدہ ⑥ فیاض ⑦ غنڈا ⑧ موتجد

صحیح حل ایک بھی موصول نہیں ہوا لہٰذا ایک غلطی پر پہلا انعام پانے والے گیارہ خوش نصیب فی کس ۱۰/= روپے تقسیم کیے گئے۔

① رضوان احمد لئیق احمد بیلباغ مالیگاؤں ② عاصم خاں۔ ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ ③ عائشہ خان۔ خالص پور اعظم گڑھ ④ شبانہ ناہید، نگینہ بجنور ⑤ جمال ناصر۔ کمال پورہ مالیگاؤں ⑥ ضیاء الرحمٰن اقبال احمد، اسلام پورہ مالیگاؤں ⑦ عبدالمجید۔ آنیکل، بنگلور ⑧ رحمانی سیدہ عبدالستار، اسلام پورہ مالیگاؤں ⑨ رحمانی سلیم احمد عبدالستار اسلام پورہ مالیگاؤں ⑩ سراج الله دو بھرٹیا۔ سدھارتھ نگر۔

دو غلطی پر دوسرا انعام پانے والے گیارہ خوش نصیب فی کس ۴/۵۰ روپے کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔

① مدثر دیان۔ روڈگران، لال کنواں ② عبدالرب انصاری، گومتی نگر لکھنؤ ③ جمال احمد تھانہ روڈ۔ بھیونڈی ④ انور حسین کامل۔ ناگور راجستھان ⑤ انصاری نازنین۔ مدن پورہ بمبئی ⑥ عاصم انور۔ محمد پور، پٹنہ ۶ ⑦ محمد عارف عبدالوہاب۔ منگرول پیر اکولہ ⑧ جویریہ فردوس نادر۔ کلمب۔ ایوت محل ⑨ عرفان خاں دھارواڑ۔ کرناٹک ⑩ گل افشاں۔ ملونی گنج جبل پور ⑪ فیاض احمد، یادگیر گلبرگہ

دفتر پیام تعلیم
میں
حل وصول ہونے
کی آخری تاریخ
۳۰ رنومبر ۹۲ء

پیامی اَدبی مُعمّا نمبر 80

150 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں، آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں لیکن ہر حل کے ساتھ ایک ٹوکن آنا ضروری ہے۔

پہلا انعام : صحیح حل پر مبلغ 100 ــ دوسرا انعام : ایک غلطی والے حل پر 50 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اُسے ہی نمبروار لکھیے

۱:۔ انور نے ہاتھ سے ــــــ کے اندر کے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ قصر / محل / فلیٹ

۲:۔ اس وقت جلدی میں ہوں، کیونکہ اپنی جگہ دوسرے کو ــــ کر آیا ہوں۔ سپرد / تعینات / مقرر / سونپ

۳:۔ باورچی سوپ کی تیاری میں اس قدر ــــ تھا کہ اسے کسی کا خیال تک نہیں تھا۔ محو / مگن / منہمک

۴:۔ جب تک ایک نیا ــــ تعمیر نہ کیا جائے یہ کھیل نہیں ہو سکتے۔ محل / شہر / گراؤنڈ

۵:۔ ــــــ جھیل میں ڈوب گئی تھی۔ لڑکی / کشتی / خانقاہ

۶:۔ ایک دن نہ جانے کہاں سے ایک چھوٹا سفید ــــ باغ میں آگیا۔ کتا / ہاتھی / گھوڑا

۷:۔ گڑھا کھودنے والی ــــ اچھی ہے۔ ترکیب / اسکیم

۸:۔ اس نے ــــ سے شادی کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ جادوگرنی / شہزادی / راجکماری

صرف آخر کے دو سوالوں کے لیے ذہن پر زور ڈالیے باقی چھ سوالوں کے جوابات صفحہ ۵۶-۶۴-۸۰ کی کتابوں میں ملیں گی۔

شرائط پیامی اَدبی مُعمّا

(۱) فیس داخلہ کچھ نہیں۔ البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمّا کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے۔ مشکوک یا کٹے پھٹے حل قابلِ قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا۔ بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور قابلِ قبول ہوگا۔

اپنے حل اس پتے پر بھیجئے

پیامی اَدبی معمّا نمبر ۸۰ ماہنامہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

PAYAMI ADBI MUAMMA NO 80
"PAYAM-E-TALEEM MONTHLY
JAMIA NAGAR NEW DELHI- 110025
[illegible]

پیامی ادبی معمہ نمبر 81

دفتر پیام تعلیم
میں
حل وصول ہونے کی
آخری تاریخ
۳۰ دسمبر ۶۹۲

150 روپے کے نقد انعامات

فیس داخلہ کچھ نہیں
آپ جتنے حل چاہیں
بھیج سکتے ہیں لیکن
ہر حل کے ساتھ ایک
ٹوکن آنا ضروری ہے

پہلا انعام: صحیح حل پر مبلغ 100 — دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر 50 روپے کی کتابیں

تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں، جس لفظ کو آپ صحیح سمجھتے ہوں اسے ہی نمبر وار لکھیے

۱۔ ـــــ نے چپکے سے ہاتھ بڑھا کر توتے کو پکڑا۔ شہزادہ / پری / جادوگر
۲۔ تجارت کے منافع کے خیال سے ہم ایسے گانو میں پہنچ گئے جہاں کے لوگ ـــــ تھے۔ جنگلی / خونخوار / مگرمچھ
۳۔ سب سے بری بات یہ ہے کہ اس کا ـــــ بہت ہی کمزور ہے۔ ہاضمہ / ذہن / حافظہ
۴۔ وہ ایک ـــــ آدمی ہے۔ پُراسرار / عقل مند / ذہین۔
۵۔ کوئی ـــــ جو آپ کی خدمت میں آتا خالی نہ جاتا تھا۔ حاجت مند / ضرورت مند / سائل
۶۔ اپنے گھر سے نکلنے کے بعد سوداگر کا بیٹا ایک ـــــ میں پہنچا۔ جنگل / شہر / گانو
۷۔ اب ان لوگوں کو احساس ہوا کہ وہ کتنے ـــــ ہیں۔ ظالم / سفاک / رحم دل
۸۔ اس نے ـــــ سے شادی کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ شہزادی / راجکماری / جل پری

صرف آخر کے دو سوالوں کے لیے ذہن پر زور ڈالیے بقیہ چھے سوالوں کے جوابات صفحہ نمبر ۵، ۱۱، ۰۰، ۲۰ کی کتابوں میں ملیں گے

شرائط پیامی ادبی معمہ: (۱) فیس داخلہ کچھ نہیں، البتہ ہر حل کے ساتھ چھپا ہوا پیامی ادبی معمہ کا ٹوکن آنا لازمی ہے (۲) حل روشنائی سے صاف ستھرا لکھا ہونا چاہیے مشکوک یا کٹے پھٹے حل ناقابل قبول نہ ہوں گے (۳) اگر کسی انعام کے مستحق ایک سے زیادہ پیامی ہوں گے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا (۴) ایک پیامی کو ایک ہی انعام یا اس کا ایک ہی حصہ دیا جائے گا بڑے انعام کو چھوٹے انعام پر ترجیح دی جائے گی (۵) معمے سے متعلق تمام معاملات میں اڈیٹر پیام تعلیم کا فیصلہ آخری اور ناقابل قبول ہوگا۔

PAYAMI ADBI MUAMMA NO 81
"PAYAM-E-TALEEM MONTHLY
JAMIA NAGAR NEW DELHI-110025

بھیجے جانے والے معمہ کے ساتھ یہ ٹوکن ضروری ہے

اپنے حل اس پتے پر بھیجیے

پیامی ادبی معمہ نمبر 81 ماہنامہ پیام تعلیم جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

بچوں کی نئی دلچسپ کتابیں

ننھے منے بچوں کے لیے

بتاشے	۶/۵۰
جاں نثار دوست	۵/:
چاند کی بیٹی (با تصویر)	۵/:
دم کٹی لومڑی "	۶/۵۰
جادو کی ہنڈیا "	۵/:
شیر اور بکری "	۶/۵۰
کوے کا خواب "	۶/۵۰
بھیڑیے کا گانا "	۶/۵۰
چالاک بلی "	۶/:
گدھے نے بجائی بانسری "	۶/۵۰

بڑے بچوں کے لیے

نرودلی کا آدم خور	۴/=
غوب لکڑہارے کی کہانی	۴/=
خلائی مسافر	۴/-
ہمت کے کرشمے	۴/-
مونٹی کرسٹو کا نواب	۹/=
ہمارے عظیم سائنس داں	۸/:
سام پہ کیا گزری	۳/۵۰
غذا کی کہانی	۳/-
زیور	۶/-
شہنشاہ نے کہا میں مفلس ہوں	۴/-
ایک غوطہ خور کی آپ بیتی	۴/-
سنہرے اصول	۳/-
نرالے گوبیے	۲/-
بالونی کچھوا	۲/-
بدر شہزادی	۶/-

مولانا آزاد کی کہانی	۱۸/:
ننھا سیاح	۷/-
ابو خاں کی بکری	۱۵/-
پرواز کی کہانی	۳/-
سمندری طوفان اور تین لڑکے	۶/-
خالی ہاتھ	۹/:
حاجی بابا کی ڈائری	۶/۵۰
بہادر علی	۷/۵۰
کھلونا نگر	۷/:
ایک وحشی لڑکے کی آپ بیتی	۶/:
قصہ اژدھا پکڑنے کا	۵/:
ننھا سراغ رساں	۵/:
ابو علی کا جوتا	۵/:
چند مشہور طبیب اور سائنس داں	۹/-
چور پکڑو	۴/-
چالاک خرگوش کے کارنامے	۷/۵۰
جادو کی سارنگی	۳/-
جادو کا چھلا	۳/-
پانچ جاسوس	۸/۵۰
جنگل کی ایک رات	۶/:
ہرن کا دل	۲/:
اچھی کہانیاں	۲/۵۰
دریا کی رانی	۲/:
گوہر شہزادی	۳/:
تین اناڑی	۶/:
چوری کی عادت	۳/۵۰
شرارت	۳/:
دلی کی شادی	۴/=
گاندھی جی دکنی افریقہ میں	۲/:
بندر اور نائی	۳/۵۰
رنگوں کی بستی	۴/:

پراسرار غار	۵/:
عرب دیسوں کی عوامی کہانیاں	[illegible]/۵۰
بچوں کے ذاکر صاحب	[illegible]/:
ننھا منو	۲/:
آؤ ڈراما کریں	۳/:
سلام مصافحہ	۵/:
مچھیرا اور اس کی بیوی	۳/۵۰
ایک کھلا راز	۳/۵۰
بھوتوں کا جہاز	۶/۵۰
صحت کی الف بے	۵/:
لومڑی کا گھر	۳/:
بچوں کی کہانیاں	۳/:
بابا ناصح	۳/:
ہار کی تلاش	۶/:
سرخ جوتے	۳/۵۰
اندرا گاندھی	۶/:
ننھا فرشتہ	۲/۵۰
جوہر قابل	۳/:
بھیڑیے کے بچے	۳/:
ننھا جبرو	۳/۵۰
پلک نہ مارو	۶/:
بچوں کے افسر	۶/:
شیر ببر شیرا	۳/:
پری رانی	۳/:
خطرناک سفر	۳/:
پرندوں سے جانوروں تک	۴/۵۰
ٹوٹے کھلونے	۵/:
اندھے کا بیٹا	۳/۵۰
پانچ بونے	۳/:
بچوں کے چار بزرگ دوست	۳/:
سہانے ترانے	۶/۵۰

Regd. No. DL-16013/92 Dec, 19

Payam-i-Taleem

Jamia Nagar, NEW DELHI-110025.
Regd. with R.N.I. at No. 10537/64

